

تَقْدِیرِ اَبَرِ کَشْمِیرِ

رَبِیْسُ الْمُتَقَرِّبِیْنَ

حَافِظُ عَمَلِ اَوَّلِ الدِّیْنِ اَبُو الْفَتْحِ دَامَ اَبْنُ کَثِیْرٍ

مُسْتَرْجِمٌ

خَطِیْبُ اَبْنَدِ مَوْلَانَا مُحَمَّدُ جُونَا کَرُطْ هِی

جِلْدِ پَنْجَم

تَسْمِیْلُ وَ تَعْرِیْفُ وَ عَسْوَات

مَوْلَانَا اَبُو عُبَیْدُ اللّٰه صَاحِبُ

حَوَاشِی

مَوْلَانَا سَیِّدُ اَنْظَرُ شَاهِ صَاحِبُ کَشْمِیْرِ

اسلامی کتب خانہ

فضل الہی مارکیٹ ۰ چوک اُندو بازار ۰ لاہور

Ph: 7223506-7230718

تفسیر ابن کثیر

رَبِّهِ الْمَقْسَرِينَ

حافظ عمار الدین ابوالفداء ابن کثیر

مترجمہ

خطیب المحدث مولانا محمد شہد جو ناگرھی



جلد پنجم

حواشی

تبہیل و تخریج و عنوانات

مولانا ابو عبید اللہ صاحب مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری

اسلامی کتب خانہ

فضل الہی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور



خوبصورت اور معیاری مطبوعات

83832

- کتاب : تفسیر ابن کثیر
 مترجم : مولانا ابو محمد جونا گڑھی
 حواشی : مولانا سید انظر شاہ کشمیری خلف الرشید علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
 تسہیل : مولانا ایوب صاحب لاہور
 متن قرآن : مولانا رحیم بخش صاحب ملتان مولانا عزیز الرحمن صاحب کراچی
 تخریج : مولانا ابو عبید اللہ صاحب حفظہ اللہ
 طابع : اسلامی کتب خانہ، فضل الہی مارکیٹ، چوک اردو بازار لاہور ۷۲۳۵۰۶
 ۷۲۳۰۷۱۸

اس تفسیر میں قرآن کریم کے متن کا اردو ترجمہ
 حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا درج کیا گیا ہے

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت،
 طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
 بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ
 کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر
 گزار ہوں گے۔
 (ادارہ)

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۴	تقویٰ اور اس کی مقبولیت	۸	محمد
۷۶	دہقانوں کو ایک تعلیم		فساق جن پر خدا کی لعنت ہوگی
۷۸	ق	۹	عالم اسباب میں انتظار
۷۹	قسم ہے قرآن مجید کی	۱۲	کفار کا مکمل استیصال
۸۲	ذرا غور تو کرو	۱۳	فردوس بریں کی بہترین نعمتیں
۸۴	شرگ سے زیادہ قریب	۱۶	منافقین کی حیلہ تراشیاں
۸۷	فرشتوں کا بیان	۱۸	دلوں کے بیمار
۸۸	جہنم سے خطاب	۲۰	ارتداد اور اس کی سزا
۹۱	اقوام و امم کی ہلاکت	۲۱	آزمائش
۹۳	یوم الخروج	۲۲	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا عبرتناک انجام
۹۴	الذریۃ	۲۴	دنیا کی موبہوم زندگی
۹۵	قسم ہے ان تمام چیزوں کی		الفتح
۹۷	متقین	۲۵	فتح مبین
۱۰۰	مہمانانِ ابراہیم علیہ السلام	۲۸	سکینۃ الہی
۱۰۱	پارہ ۵: ۴۷	۳۰	شاہد و مبشر صلی اللہ علیہ وسلم
	عذاب آسمانی	۳۳	عذر تراشیاں اور مہمل مطالبے
۱۰۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون	۳۷	ایک اور امتحان
۱۰۶	تخلیق جن و انس کا مقصد	۳۸	رضی اللہ عنہم
۱۰۷	الطور	۳۹	ایک وعدہ
۱۰۸	بے شک وہ دن آنے والا ہے	۴۲	کفار کی چیرہ دستیوں
۱۱۲	برکاتِ ایمان	۵۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سچا خواب
۱۱۵	تبلیغ اور مسلسل جدوجہد	۵۶	فداہِ روحی
۱۱۶	سلطانِ مبین	۵۸	الحجرات
۱۱۷	تہ بہ تہ بادل		آدابِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم
۱۱۹	النجم	۶۵	ایک حکم
۱۲۰	قسم ہے ستارہ کی	۶۸	مناسب انتباہ
۱۲۱	ایک معزز فرشتہ	۶۹	کیسے حکیمانہ اقدام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۶	الحديد	۱۲۹	الات وعزى
۱۹۷	تسبیح رب	۱۳۱	بے حقیقت نام
۲۰۱	دعوت ایمان	۱۳۲	یہ زمین و آسمان
۲۰۵	وہ دن	۱۳۸	معاذ
۲۰۸	کیا وقت نہیں آیا	۱۴۰	قیامت
۲۱۰	اجر کریم	۱۴۱	القمر
۲۱۱	دنیاوی زندگی لہو و لعب	۱۴۲	شق قمر
۲۱۳	کارآمد نولاد	۱۴۳	سخت دن
۲۱۶	بعثت انبیاء علیہم السلام	۱۴۵	طوفان نوح
۲۱۹	تقویٰ اور نور الہی	۱۴۸	ایٹمی دھماکے
۲۲۰	پارہ ۲۸: المجادلہ	۱۴۹	مخصوص قسم کے بم
	ایک گھریلو جھگڑا	۱۵۲	ماک و قادر
۲۲۲	ظہار اور اس کے احکام	۱۵۵	الرحمن
۲۲۶	اللہ اور اس رسول کی مخالفت	۱۵۶	تعلیم قرآن
۲۲۸	خدا تعالیٰ کا حکم	۱۵۹	تخلیق انسانی
۲۳۰	ایک اخلاقی فریضہ	۱۶۰	انجام دہرے سے کل من علیہا فان
۲۳۵	منافقین کی مفسدانہ حرکتیں	۱۶۲	حساب کتاب
۲۳۸	الحشر	۱۶۳	قیمت کی ہولناکیاں
۲۳۹	عبرت کدہ عالم	۱۶۵	خشیت الہی
۲۴۳	مال غنیمت اور اس کا مستحق	۱۶۸	فردوس بریں اور اس کی نعمتیں
۲۴۷	مصارف مال غنیمت	۱۶۹	دو دوسری جنتیں
۲۵۲	منافقین کی سیہ کاریاں	۱۷۲	الواقعة
۲۵۴	محاسبہ اعمال	۱۷۳	مقربین کی جماعت
۲۵۷	قرآن عظیم	۱۷۶	ایک بڑا گروہ
۲۵۹	المتحنہ	۱۸۱	اصحاب یمین
۲۶۰	کفار سے ترک تعلق	۱۸۸	اصحاب شمال
۲۶۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزیمت	۱۸۹	خالق کائنات
۲۶۶	مصالحت بھی ممکن ہے	۱۹۱	ستاروں کی شکست و زبخت
۲۶۸	مومنات سے متعلق ایک حکم	۱۹۳	سکرات موت اور انسان کی بیچارگی
		۱۹۴	راحتیں اور آسودگیاں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۴۲	القلم	۲۷۱	عورتوں کی بیعت
	فرزانہ و صاحب خلق عظیم	۲۷۶	الصف
۳۴۹	ایک عبرتناک داستان	۲۷۷	قول و عدل کی عدم مطابقت
۳۵۱	تلقین مہر	۲۸۰	قوم سے ایک درخواست
۳۵۷	الحاقہ	۲۸۴	نبییت نفع بخش سودا
	ایک نفس الامری چیز	۲۸۶	الجمعة
۳۶۰	صور قیامت	۲۸۷	النبی الامی
۳۶۲	سرخرو جماعت اور یہ بد قسمت	۲۹۱	صلوٰۃ جمعہ
۳۶۷	اگر وحی میں کچھ تصرف کیا جائے	۲۹۴	المنافقون
	المعارج	۲۹۶	منفقین کا قبول دعوت سے اعراض
۳۶۸	ایک سوال	۳۰۲	التغابن
۳۷۱	قیامت کی ہولناکیاں	۳۰۳	خلاق عالم
۳۷۳	انسان کی جلد بازی	۳۰۵	مصائب کا فلسفہ
۳۷۶	نوح	۳۰۷	فتنہ اموال و اولاد
۳۷۹	ہزار سالہ مسلسل تبلیغ	۳۰۸	الطلاق
۳۸۱	قوم کی سرکشی پر پیغمبر کے تاثرات	۳۰۹	طلاق کے بعض مسائل
۳۸۴	الجن	۳۱۱	اختتام عدت
۳۸۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے جنات کا قبول اسلام	۳۱۴	بہت عمر مستورات
۳۸۷	جنات پر آسمانی پابندیاں	۳۱۶	حسن معاشرت
۳۹۰	مساجد اور ان کی تعمیر کے مقاصد	۳۲۰	التحریم
۳۹۳	المزمل	۳۲۱	آپ کو اس کا اختیار نہیں
۳۹۴	کملی والے	۳۲۷	جہنم اور اس کے شدائد
۳۹۹	سبر و ثبات کا حکم	۳۳۰	حکم جہاد
۴۰۲	المدثر	۳۳۱	فرعون کی بیوی کا واقعہ
۴۰۵	تبلیغ کیجئے	۳۳۳	پارہ ۲۵: ۲۵
	ایک خاص اعلان	۳۳۴	الملک
۴۰۹	آزمائش	۳۳۵	بڑی بابرکت ہے اس کی ذات
۴۱۳	القيمة	۳۳۹	یہ کیسا خیال باطل
۴۱۶	وحی سے متعلق ایک حکم	۳۴۰	پھر کون مددگار ہو
۴۱۹	موت اور اس کی بے چینی		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۷۷	البروج	۴۲۱	الدھر
۴۷۸	یہ برجوں والا آسمان	۴۲۲	انسان کی ابتداء
۴۸۵	اسحاب الازھود (خندقوں والے)	۴۲۶	نعمت ہائے آخرت
۴۸۶	خدا تعالیٰ کی پکڑ	۴۳۰	المرسلت
۴۸۷	الطارق	۴۳۱	قیامت یقینی ہے
۴۸۸	وہ روشن ستارہ	۴۳۲	اور اب مشاہدات
۴۸۹	الاعلیٰ	۴۳۷	پارہ: ۳۰
۴۹۱	پاکیزہ نام		النباء
۴۹۱	فلاح یاب		یہ کیسے سوالات
۴۹۳	الغاشیہ	۴۴۰	فیصلے کا دن
۴۹۳	بجھے چہرے اور شاداب چہرے	۴۴۳	عظمت الہی
۴۹۴	فطرت کی رنگارنگی اور نظر عبرت	۴۴۴	النزعت
۴۹۶	الفجر	۴۴۷	واوی طوبی
۴۹۷	صبح کی قسم	۴۴۸	بعث و نشر اور اس کے کچھ دلائل
۵۰۱	انسان کی مقلون مزاجی	۴۵۰	عبس
۵۰۳	البلد	۴۵۱	ایک عجیب واقعہ
۵۰۴	سرزمین مکہ	۴۵۳	کیسا ناشکرا ہے انسان
۵۰۶	ایک گھاٹی	۴۵۵	اور پھر اس افراتفری والے دن
۵۰۸	الشمس	۴۵۶	التکویر
۵۱۱	شمس کی سرکشی	۴۵۷	جب یہ سورج چاند اور تارے
۵۱۲	اللیل	۴۶۱	لو، قسم ہے
۵۱۵	اندھیری رات	۴۶۲	الانفطار
۵۱۶	ہدایت	۴۶۵	یوم الدین جانتے ہو کیا ہے؟
۵۱۷	الضحیٰ	۴۶۶	التطیف
۵۱۷	آفتاب نبوت اور دن کا اجالا		یہ ناپے تو لے والے
۵۲۰	الانشراح	۴۶۸	حجین
۵۲۱	حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انعامات	۴۷۰	مدین
۵۲۱	ربانی	۴۷۲	الانشقاق
۵۲۳	التین	۴۷۴	یہ تغیرات اور تبدیلیاں
	یہ بلد امین	۴۷۵	شفق کی قسم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۵۳	الهمزة	۵۲۵	العلق
	غیبت کے مریض	۵۲۶	اولین وحی پڑھئے
۵۵۵	الفیل	۵۲۷	انسان کی طغیانی و سرکشی
	اسحاب فیل اور ان کا انجام	۵۲۹	القدر
۵۶۰	القريش		شب قدر
	وافر رزق اور امن عامہ کی دولت		سراپا سلامتی
۵۶۱	الماعون	۵۳۸	البینہ
۵۶۲		۵۴۰	پاکیزہ صحیفے
۵۶۳	الكوثر	۵۴۱	بدترین خلائق
	حوض کوثر اور خیر کثیر	۵۴۲	الزلزال
۵۶۶	الکافرون	۵۴۳	یہ زلزلے
	ایک خطاب اپنی اپنی راہ		مال و اعمال
۵۶۹	النصر	۵۴۵	الغديت
	فتح و نصرت اور اتمام کار نبوت		حب مال و منزل
۵۷۱	الهب	۵۴۷	القارعة
	بد بخت کا رد عمل اور اس پر وعید		اعمال کا پلڑا
۵۷۳	الاخلاص		بھاری یا ہلکا
	تو حید ذاتی تو حید صفاتی تو حید افعالی	۵۴۹	التكاثر
۵۷۸	الفلق		حب دنیا تا مرگ
	دنوی مضرتوں سے قادر مطلق کی پناہ لینا	۵۵۲	العصر
۵۸۲	الناس		انسان نقصان سے بچ
	دینی مضرتوں سے قادر مطلق کی پناہ لینا		دھاوے کی نماز

تفسیر سورۃ قتال (محمد)

سُورَةُ مُحَمَّدٍ مَكِّيَّةٌ ثَلَاثُونَ آيَةً وَارْبَعُ رُكُوعًا

کل رکوع: ۴ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کل آیات: ۳۸

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۝

جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستہ سے روکا خدا نے ان کے عمل کا عدم کر دیئے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے واقعی امر واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط رستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح رستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے لئے ان کے حالات بیان فرماتا ہے ○

وہ فساق جن پر خدا کی لعنت ہوگی:

ارشاد ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے خود بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور دوسروں کو راہ راست سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔ ان کی نیکیاں بے کار ہو گئیں۔ جیسے فرمان ہے۔ ہم نے ان کے اعمال پہلے سے ہی غارت و برباد کر دیئے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے دل سے اور مطابق شرع اعمال کئے بدن سے۔ یعنی ظاہر و باطن دونوں خدا تعالیٰ کی طرف جھکا دیئے اور وحی الہی کو بھی مان لیا جو موجودہ آخر الزماں پیغمبر پر اتاری گئی ہے اور جو فی الواقع رب کی طرف سے ہی ہے اور جو سراسر حق و صداقت ہی ہے۔ ان کی برائیاں برباد ہیں اور ان کے حال کی اصلاح کا ذمہ دار خود خدا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہو چکنے کے بعد ایمان کی شرط آپ پر اور قرآن پر ایمان لانا بھی ہے۔ حدیث میں حکم ہے کہ جس کی چھینک پر حمد کرنے کا جواب دیا گیا ہو اسے چاہئے کہ: يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے۔ یعنی خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت سنوار دے۔ پھر فرماتا ہے کفار کے اعمال غارت کر دینے کی اور

اس بے بضاعت کا خیال ہے کہ سورہ احقاف کے خاتمہ پر جن فساق کے لئے ہلاکت کی اطلاع دی گئی تھی سورہ محمد میں انہیں کی نشاندہی کی گئی ہے اللہ نے کفر و کفر ما کر۔

مومنوں کی برائیاں معاف فرمادینے اور ان کی شان سنوار دینے کی وجہ یہ ہے کہ کفار تو ناحق کو اختیار کرتے ہیں حق کو چھوڑ کر اور مومن حق کو پرے پھینک کر حق کی پابندی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے انجام کو بیان فرماتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔

وَإِذَا الْقِيَتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضْرَبَ الرِّقَابُ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقُ
فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَا
تَنَصَّرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ
أَعْمَالُهُمْ ۚ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۚ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۚ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۚ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا فَتَعْسَاءَ لَهُمْ ۚ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ
فَاحْبَطْ أَعْمَالَهُمْ ۚ

سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو۔ پھر ان کے بعد یا تو با معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں۔ یہ حکم (جہاد کا جو مذکور ہوا) بجا لانا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا لیکن تاکہ تم میں ایک دوسرے ذریعہ امتحان کرے اور بولے کہ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہر گز ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو نقص و سود تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کر ادا کرے گا۔ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے اور ان کے اعمال خدا تعالیٰ کا اعدام کر دے گا۔ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔

فساق کی ہلاکت اور اس کا عالم اسباب میں انتظار:

یہاں ایمانداروں کو جنگی احکام دیئے جاتے ہیں کہ جب کافروں سے ٹک بھٹے ہو جائے اور دقتی لڑائی شروع ہو جائے تو ان کی کمر نہیں اڑاؤ، تلوار چلا کر گردن دھڑ سے اتار دو۔ پھر جب دیکھو کہ دشمن بار اس کے آدمی کافی کٹ چکے تو باقی ماندہ کو مضبوط قید و بند کر

حاشیہ: جہاد کا

یہ اسباب اولیٰ میں اعمال صالحہ کی توفیق کی صورت میں اور آخرت میں نجات کی شکل میں ہوں۔

ساتھ مقید کر لو۔ جب لڑائی ختم ہو چکے اور معرکہ پورا ہو جائے تو تمہیں (صرف دو باتوں کا) اختیار ہے۔ یا قیدیوں کو بطور احسان بغیر کچھ لئے چھوڑ دو یا ان کو تاوان جنگ وصول کر کے چھوڑ دو۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بدر کے غزوے کے بعد یہ آیت اُتری ہے کیونکہ بدر کے معرکہ میں زیادہ تر مخالفین کو قید کرنے کی کمی کرنے میں مسلمانوں پر عتاب کیا گیا تھا اور فرمایا تھا: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى..... (سورہ انفال: ۶۷) نبی ﷺ کو لائق نہ تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ ایک مرتبہ جی کھول کر مخالفین میں موت کی گرم بازاری نہ ہو لے۔ کیا تم دنیوی اسباب کی تمنا میں ہو؟ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تو آخرت کا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔ اگر پہلے ہی خدا کا لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو تم نے لیا اس کی بابت تمہیں بڑا عذاب ہوتا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ اختیار منسوخ ہے اور یہ آیت ناسخ ہے: فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ..... (سورہ توبہ: ۱۵) یعنی حرمت والے مہینے جب گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ وہیں قتل کرو۔ لیکن اکثر علماء کا فرمان ہے کہ منسوخ نہیں۔ اب بعض تو کہتے ہیں کہ امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔ یعنی یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دے۔ یا فدیہ لے کر چھوڑ دے۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ قتل کر ڈالنے کا بھی اختیار ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بدر کے قیدیوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابومعیط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کر دیا تھا اور یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ثمامہ بن اعیل نے جب کہ اسیر کی حالت میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تھا کہ کہو ثمامہ کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ قتل کریں گے تو ایک خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان کریں تو ایک شکر گزار پر احسان رکھیں گے اور اگر آپ مال طلب کرتے ہیں تو آپ جو مانگیں گے مل جائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ایک چوتھی بات کا بھی اختیار بتاتے ہیں۔ یعنی قتل کا احسان کا بدلہ کا اور غلام بنا کر رکھ لینے کا۔ اس مسئلے کی تفصیل فردی مسائل کی کتابوں میں ملے گی اور ہم نے بھی خدا کے فضل و کرم سے کتاب الاحکام میں اس کے دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔ یعنی بقول مجاہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ ممکن ہے حضرت مجاہد کی نظریں اس حدیث پر ہوں جس میں ہے کہ میری امت ہمیشہ حق کے ساتھ ظاہر رہے گی۔ یہاں تک کہ ان کا آخری شخص دجال سے لڑے گا۔ مسند احمد اور نسائی میں ہے کہ حضرت سلمہ بن نفیل خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ میں نے گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور ہتھیار الگ کر دیئے اور لڑائی سے اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور میں نے کہہ دیا کہ اب لڑائی ہے ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اب لڑائی آگئی۔ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ لوگوں پر ظاہر رہے گی۔ جن لوگوں کے دل ٹیزھے ہو جائیں گے یہ ان سے لڑیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے روزیاں دے گا یہاں تک کہ خدا کا امر آجائے اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔ مؤمنوں کی زمین شام میں ہے۔ گھوڑوں کے ایال میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی ہے۔ یہ حدیث امام بغوی نے بھی ذکر کی ہے اور حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے بھی۔ اس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو لوگ اس آیت کو منسوخ نہیں بتلاتے۔ گویا کہ یہ حکم مشروع ہے۔ جب تک کہ لڑائی باقی رہے گی۔ یہ آیت مثل اس آیت کے ہے: وَقَتْلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً..... (سورہ بقرہ: ۱۹۳) یعنی ان سے لڑتے رہو۔ جب تک کہ فتنہ باقی رہے اور جب تک کہ دین اللہ ہی کے لئے نہ ہو جائے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں لڑائی کے ہتھیار رکھ دینے سے مراد شرک کا باقی نہ رہنا اور بعض سے منقول ہے کہ مراد یہ ہے کہ مشرکین اپنے شرک سے توبہ کر لیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی کوشش خدا کی اطاعت کی طرف کرنے لگ جائیں۔ پھر فرماتا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ لونڈی غلام کے بارے میں یہ آخری حکم ہے اس کے بعد ان کا رکھنا اور ان سے فائدہ اٹھانا ممنوع ہو گیا ہے لیکن جمہور باوجود اس کے بھی لونڈی غلام کے جواز کے قائل ہیں۔

ہے کہ اگر خدا چاہتا تو آپ ہی کفار کو برباد کر دیتا۔ اپنے پاس سے ان پر عذاب بھیج دیتا۔ لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں آزمائے۔ ان لئے جہاد کے احکام جاری فرمائے۔ سورہ آل عمران اور براءت میں بھی اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ آل عمران میں ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ (سورہ آل عمران: ۱۴۲) کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ بغیر اس بات کے خدا تعالیٰ جان لے کہ تم میں سے جو بدعتی اور تم میں سے صبر کرنے والے کون ہیں۔ تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ سورہ براءت میں ہے: قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ (سورہ براءت: ۱۳) ان سے جہاد کرو اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب کرے گا اور تمہیں ان پر نصرت عطا فرمائے گا اور ایمان والوں سے اپنے شفا والے کر دے گا اور اپنے دلوں کے دلوں کے لئے نکالنے کا انہیں موقع دے گا اور جس کی چاہے گا تو یہ قبول فرمائے گا۔ اللہ بڑا عظیم و حکیم ہے۔ اب چونکہ یہ بھی تھا کہ جہاد میں مؤمن بھی شہید ہوں گے۔ اس لئے فرماتا ہے کہ شہیدوں کے اعمال اکارت نہیں جائیں گے بلکہ بڑھا چڑھا کر ثواب انہیں دیئے جائیں گے۔ بعض کو تو قیامت تک کے ثواب ملیں گے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ شہید کو تپہ انعامات حاصل ہوتے ہیں: (۱) اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (۲) اسے اس کا جنت کا مکان دکھایا جاتا ہے اور (۳) نہایت خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیا جاتا ہے۔ (۴) وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔ (۵) وہ عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے۔ (۶) اسے ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جو درو یا قوت کا جزاؤ ہوتا ہے۔ جس میں کا ایک یا قوت تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے گراں بہا ہے۔ اسے بہتر حوریں ملتی ہیں اور پھر اپنے خاندان کے ستر شخصوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے سوائے قرض کے شہیدوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ شہید کے فضائل کی حدیثیں اور بھی بہت ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہیں خدا جنت کی راہ سمجھا دے گا اور جیسے آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: ... (سورہ یونس: ۹) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے۔ ان کے ایمان کے باعث ان کا رب انہیں جنتوں کی طرف رہبری کرے گا۔ جو نعمتوں سے پُر ہیں اور جن کے چپے چپے بہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حال اور ان کے کام سنوار دے گا اور جن جنتیوں کو پہلے ہی پہنچوا چکا ہے اور جن کی طرف ان کی رہبری کر چکا ہے۔ آخر کار انہیں میں انہیں پہنچائے گا یعنی ہر شخص اپنے مکان اور اپنی جگہ کو جنت میں اس طرح پہچان لے گا۔ کہ میری جگہ یہی ہے۔ جیسے دنیا میں پہچان یہ کرتا تھا۔ انہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ یہ معلوم ہو گا گویا شروع پیدائش سے یہیں مقیم ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جس انسان کے ساتھ اس کے اعمال کا محافظ جو فرشتہ تھا۔ وہی اس کے آگے آگے جائے گا۔ جب یہ اپنی جگہ پہنچے گا تو از خود پہچان لے گا کہ میری جگہ یہی ہے۔ یونہی پھر اپنی زمین میں سیر کرتا ہوا جب سب دیکھ چکے گا تب فرشتہ ہٹ جائے گا اور یہ اپنی لذتوں میں مشغول ہو جائے گا۔ صحیح بخاری کی مرفوع حدیث میں ہے جب مؤمن آگ سے چھوٹ جائیں گے تو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لئے جائیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر جو مظالم تھے ان کے بدلے اتار لئے جائیں گے۔ جب بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ قسم خدا کی جس طرح تم میں سے ہر ایک شخص اپنے دنیوی گھر کی راہ جانتا ہے اور گھر کو پہچانتا ہے۔ اس سے بہت زیادہ لوگ اپنی منزل اور اپنی جگہ سے واقف ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا۔ جیسے اور جگہ ہے: وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ط (سورہ حج: ۴۰) اللہ

ایمان کے بہتر شعبے ہیں۔ شہید نے اپنی جان فی سبیل اللہ دے کر ان بہتر شعبوں کی تصدیق کر دی گویا کہ بہتر شعبے میں اس وایک وایک

ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی کرے۔ اس لئے کہ جیسا عمل ہوتا ہے اسی جنس کی جزا ہوتی ہے اور وہ تمہارے قدم بھی مضبوط کر دے گا۔ حدیث میں ہے جو شخص کسی اختیار والے کے سامنے ایک ایسے حاجت مند کی حاجت پہنچائے جو خود وہاں نہ پہنچ سکتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پل صراط پر اس کے قدم مضبوطی سے جمادے گا۔ پھر فرماتا ہے کافروں کا حال بالکل برعکس ہے۔ یہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ دینار و درہم اور کپڑے لئے کا بندہ ٹھوکر کھا گیا۔ وہ برباد ہوا اور ہلاک ہوا۔ وہ اگر بیمار پڑ جائے تو خدا کرے اسے شفا کبھی نہ ہو۔ ایسوں کے نیک اعمال بھی اکارت ہیں۔ اس لئے کہ یہ قرآن حدیث سے ناخوش ہیں۔ نہ اس کی عزت و عظمت ان کے دل میں نہ ان کا قصد نہ تسلیم کا ارادہ۔ پس ان کے جو کچھ اچھے کام تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی غارت کر دیا۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَرُوا

اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۝ ذَلِكِ يَاقَانِ اللَّهُ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَإِنَّ

الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَيَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ

وَالنَّارُ مَشْهُوِي لَهُمْ ۝ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ

أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝

یہ ملک میں چلتے پھرتے نہیں اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان پر تباہی کیسی ڈالی اور ان کافروں کے لئے بھی اس قسم کے معاملات ہونے کو ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ہے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہیں ہیں بہت ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور (یعنی انہیں فقط یہ میسر ہوگا کہ وہ) اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانا ہے اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں اسکے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا ہم نے انکو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہیں۔ ○

کفار کا مکمل استیصال:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں زمین کی سیر نہیں کی جو یہ معلوم کر لیتے ہیں اور اپنی آنکھوں دیکھ لیتے کہ ان سے اگلے جو ان جیسے تھے ان کے انجام کیا ہوئے؟ کس طرح وہ تاخت و تاراج کر دیے گئے اور ان میں سے اسلام و ایمان والے ہی نجات پاسکے۔ کافروں کے لئے اسی مثل عمل آیا کرتے ہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے

یہ یہ چل کر بھی ہو سکتی ہے اور دیدہ یہ ت تاریخ کے مطالعہ تو ہوں گے حالات اور امم کے تذکروں سے بھی گھر بیٹھے ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں کا خود خدا والی ہے اور کفار بے ولی ہیں^۱۔ اسی لئے احد والے دن مشرکین کے سردار ابوسفیان صخر بن حرب نے فخر کے ساتھ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلفاء کی نسبت سوال کیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ تو کہنے لگا کہ یہ سب ہلاک ہو گئے۔ پھر اسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اور فرمایا جن کی زندگی تجھے خارجی طرح کھٹکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے فضل سے زندہ ہی کر رکھا ہے۔ ابوسفیان کہنے لگا سنو یہ دن بدلے کا دن ہے اور لڑائی تو مثل ڈولوں کے ہے کبھی کوئی اور پر تم اپنے مقتولین میں بعض ایسے بھی پاؤ گے جن کے کان ناک وغیرہ ان کے مرنے کے بعد کاٹ لئے گئے ہیں۔ میں نے ایسا حکم نہیں دیا تھا لیکن مجھے کچھ برا بھی نہیں لگا۔ پھر اس نے رجز کے اشعار فخریہ پڑھنے شروع کئے۔ کہنے لگا: اُعْلُ هُبْلُ اُعْلُ هُبْلُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو: اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ یعنی وہ کہتا تھا ہبل کا بول بالا ہو۔ جس کے جواب میں کہا گیا سب سے زیادہ بلندی والا اور سب سے زیادہ عزت و کرم والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ابوسفیان نے پھر کہا: لَنَا الْعُزَّىٰ وَلَا عُزَّىٰ لَكُمْ ہمارا عزی (بت) ہے اور تمہارا نہیں ہے۔ اس کے جواب میں بفرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا: اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَكُمْ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔ پھر جناب باری خبر دیتے ہیں کہ ایمان دار قیامت کے دن جنت نشین ہوں گے اور کفر کرنے والے دنیا میں اگرچہ نفع اٹھائیں گے۔ لیکن ان کا اصلی ٹھکانہ جہنم ہے۔ دنیا میں ان کی زندگی کا مقصد کھانا اور پیٹ بھرنا ہے۔ اسے یہ لوگ مثل جانور کے پورا کر رہے ہیں۔ جس طرح وہ ادھر ادھر منہ مار کر گیلا سوکھا پیٹ میں بھرنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ ہے کہ حلال حرام کی اسے کچھ تمیز نہیں پیٹ بھرنا مقصود ہے^۲۔ حدیث شریف میں ہے مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافرسات آنتوں میں^۳۔ جزا والے دن اپنے اس کفر کی پاداش میں ان کے لئے جہنم کی گونا گوں سزائیں ہیں۔ پھر کفار مکہ کو دھمکاتا ہے اور اپنے عذاب سے ڈراتا ہے کہ دیکھو جو لوگ تم سے بہت زیادہ طاقت قوت والے تھے ان کو ہم نے بہ سبب ہمارے نبیوں کے جھٹلانے اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے ہمیں نہس کر دیا تو تم جو ان سے کمزور اور کم طاقت ہو اس رسول کو جھٹلاتے اور ایذا میں پہنچاتے ہو جو خاتم الانبیاء ہیں۔ سمجھ لو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔ مانا کہ اس نبی رحمت کے مبارک وجود کی وجہ سے اگر دنیوی عذاب تم پر نہ بھی آئے تو آخری زبردست عذاب تو تم سے دور نہیں ہو سکتے؟ جب اہل مکہ نے رسول کریم ﷺ کو نکالا اور آپ غار میں روپوش ہو گئے۔ اس وقت مکہ کی طرف توجہ کی اور فرمانے لگے اے مکہ تو تمام شہروں سے زیادہ خدا کو پیارا ہے اور اسی طرح مجھے بھی تمام شہروں سے زیادہ پیارا تو ہے۔ اگر مشرکین مجھے تجھ میں سے نہ نکالتے تو ہرگز نہ نکلتا۔ پس تمام حد سے گزرنے والوں میں سے سب سے بڑا حد سے گزر جانے والا وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے نکل جائے۔ حرم خدا میں یا اپنے قاتل کے سوا کسی اور کو قتل کرے یا جاہلیت کے تعصب کی بنا پر قتل کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اتاری۔

۱۔ ولی کا مطلب حامی مددگار خاص ہے اور نہ ظاہر ہے کہ رزق رسانی وغیرہ میں جس طرح مومنین کے لئے وہ رازق ہے ایسے ہی کفار کے لئے بھی۔

۲۔ شبہ یہ نہ پیدا ہو کہ کفار بھی با مقصد زندگی گزارتے ہیں پھر قرآن کریم نے ان کے متعلق یہ کیا کہہ دیا؟ بات اصل میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں زندگی با مقصد وہی ہے جو ایمان کے ساتھ آخرت کو سنوارنے کے لئے صرف ہو رہی ہو ورنہ دین و دنیا کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے جدوجہد اسلام اور خدا تعالیٰ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

۳۔ بعض کفار یقیناً مسلمانوں سے کم ہی کماتے ہوں گے پھر اس حدیث کی صحت پر کیوں اعتماد کیا جائے جواب وہی ہے کہ کفار کا کھانا برا ہے اور مومن کی خور و نوش کا مقصد عبادت الہی کے لئے طاقت اور خدائی نظام کو قائم کرنے کے لئے قوت ہوتا ہے۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۖ
 مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ
 لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّن خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِلشَّرِيبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّن عَسَلٍ مُّصَفًّى
 وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُل الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۚ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا
 مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۖ

تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بد عملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہے اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں تغیر نہ ہو اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی۔ کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتزیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

فردوس بریں کی بہترین نعمتیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص دین خدا میں یقین کے درجے تک پہنچ چکا ہو۔ جیسے بصیرت حاصل ہو چکی ہو۔ فطرت صحیحہ کے ساتھ ہی ہدایت و علم بھی ہو۔ وہ اور وہ شخص جو بد اعمالیوں کو نیک کاریاں سمجھ رہا ہے۔ جو اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے فرمان ہے: أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّ نَزَلَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ (سورہ رعد: ۱۳) یعنی نہیں ہو سکتا کہ خدا کی وحی کو حق ماننے والا اور ایک اندھا برابر ہو جائے اور ارشاد ہے: لَا يَسْتَوِي الْأَصْحَابُ النَّارِ وَالْأَصْحَابُ الْجَنَّةِ الْأَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ (سورہ حشر: ۲۰) یعنی جہنمی اور جنتی برابر نہیں ہو سکتے۔ جنتی کامیاب اور مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر جنت کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ اس میں پانی کے چشمے ہیں۔ ایسا پانی جو کبھی بگڑتا نہیں۔ سڑتا نہیں، تغیر نہیں ہوتا نہ بد بو پیدا ہوتی ہے۔ بہت صاف موتی جیسا ہے کوئی گدلا پن نہیں۔ کوڑا کرکٹ نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔ اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں۔ جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا۔ بہت سفید بہت میٹھا اور نہایت صاف شفاف اور بامزہ پر ذائقہ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھنوں سے نکلا ہوا نہیں۔ بلکہ قدرتی ہے اور نہریں ہوں گی شراب صاف کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں دماغ کشادہ کر دیں۔ جو شراب نہ تو بد بودار ہے نہ نجی والی ہے نہ بد ذائقہ۔ بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں بہت لذیذ نہایت خوشبودار۔ جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ بھکیں نہ بھگیں نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں کشید کی ہوئی نہیں۔ بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔ جنت میں

شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہے اور خوشبودار اور ذائقہ کا تو کہنا ہی کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث ہے کہ جنت میں دودھ پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں۔ جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ابن مردودہ کی حدیث میں ہے یہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں۔ پھر ایک حوض میں آتی ہیں۔ وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو۔ وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے۔ اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر رحمن کا عرش ہے۔ طبرانی میں ہے حضرت نفیث بن عامر جب وفد میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا صاف شہد کی نہریں اور بغیر نشہ کے سرد در نہ کرنے والی شراب کی نہریں اور نہ بگڑنے والے دودھ کی نہریں اور خراب نہ ہونے والے شفاف پانی کی نہریں اور طرح طرح کے میوہ جات عجیب و غریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں جو صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی۔ دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے۔ ہاں بال بچے وہاں نہ ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ خیال کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح ہدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں۔ ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں۔ ان کی مٹی مشک خالص ہے۔ پھر فرماتا ہے وہاں ان کے لئے ہر طرح کے میوے اور پھل پھول ہیں۔ جیسے اور جگہ فرماتا ہے: يَذْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ (سورہ دخان: ۵۵) یعنی وہاں امن و امان کے ساتھ ہر قسم کے میوے وہ منگوائیں گے اور رکھائیں گے اور آیت میں ہے: كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٍ (سورہ رحمن: ۵۲) دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کے جوڑ ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے وہ اپنی مغفرت ان کے لئے حلال کر چکا ہے انہیں نواز چکا ہے اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھٹکا ہی نہیں۔ جنتوں کی یہ دھوم دھام اور نعمتوں کے بعد فرماتا ہے کہ دوسری جانب جہنمیوں کی یہ حالت ہے کہ وہ جہنم کے درکات میں جل بھن رہے ہیں اور وہاں سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہیں اور سخت پیاس کے موقعہ پر وہ کھولتا ہوا گرم پانی جو دراصل آگ ہی ہے لیکن بہ شکل پانی انہیں پینے کے لئے ملتا ہے کہ وہ ایک گھونٹ اندر جاتے ہی آنتیں کٹ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر بھلا ان دونوں میں کیا جوڑ؟ کہاں جنتی کہاں جہنمی۔ کہاں نعمت کہاں زحمت یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

مَاذَا قَالَ أَنْفًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرُهُمْ ﴿١٨﴾

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ

يَعْلَمُ مُتَقَلِّبِكُمْ وِمَنْتَوَلِكُمْ

اور بعینے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی ہے۔ یہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتے ہیں اور جو لوگ راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔ سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے سو اس کی علامتیں تو آچکی ہیں۔ تو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوئی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔ تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے اور سب مسلمان مرد سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے ○

منافقین کی حیلہ تراشیاں:

منافقوں کی کندہنی بے علمی، نا سمجھی اور بے وقوفی کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود مجلس میں شریک ہونے کے کلام الرسول سن لینے کے پاس بیٹھے ہوئے ہونے کے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجلس کے خاتمے کے بعد اہل علم صحابہؓ سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت کیا کیا کہا؟ یہ ہیں جن کے دلوں پر مہر خداوندی لگ چکی ہے اور اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے پڑ چکے ہیں۔ فہم صریح اور قصد صحیح ہے ہی نہیں۔ پھر اللہ عز و جل فرماتا ہے جو لوگ ہدایت کا تصور کرتے ہیں انہیں خود خدا بھی توفیق دیتا ہے اور ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ پھر اس پر جم جانے کی ہمت بھی عطا فرماتا ہے اور ان کی ہدایت بڑھاتا رہتا ہے اور انہیں رشد و ہدایت الہام فرماتا رہتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ تو اسی انتظار میں کہ اچانک قیامت قائم ہو جائے تو یہ معلوم کر لیں کہ اس کے قریب ہونے کے نشانات تو ظاہر ہو چکے ہیں۔ جیسے اور موقع پر ارشاد ہوا ہے: **هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذْرِ الْأُولَىٰ (سورہ نجم: ۵۶)** یہ ڈرانے والا ہے اگلے ڈرانے والوں سے قریب آنے والی قریب آچکی ہے اور بھی ارشاد ہوتا ہے: **اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ..... (سورہ قمر: ۱)** قیامت قریب ہوگئی اور چاند پھٹ گیا اور فرمایا: **اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ..... (سورہ انبیاء: ۱)** لوگوں کا حساب قریب آگیا۔ پھر بھی وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہی ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہو کر دنیا میں آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس لئے کہ آپ رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کیا اور اپنی محبت اپنی مخلوق پر پوری کی اور حضور علیہ السلام نے قیامت کی شرطیں اور اس کی علامتیں اس طرح بیان فرمادیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نئی نے اس قدر وضاحت نہیں کی تھی۔ جیسے کہ اپنی جگہ وہ سب بیان ہوئی ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا قیامت کی شرطوں میں سے ہے۔ چنانچہ خود آپ کے نام حدیث میں یہ آئے ہیں۔ نبی التوبۃ نبی الحجۃ، حاشر جس کے قدموں پر لوگ جمع کئے جائیں اور عاقب جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیچ کی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو اٹھا کر فرمایا میں اور قیامت مثل ان دونوں کے بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا کہ (نجر ۲۳) کافروں کو قیامت قائم ہو جانے کے بعد نصیحت و عبرت کیا سودمند ہوگی؟ جیسے ارشاد ہے: **يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ** اس دن نصیحت حاصل کرے گا۔ لیکن اس کیلئے نصیحت ہے کہاں؟ یعنی آج کے دن کی عبرت بے سود ہے اور آیت میں ہے: **وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ تَوَاتًى لَّهُمُ التَّنَادُ** (سورہ سبا: ۵۲) یعنی اس وقت کہیں گے کہ ہم قرآن پر ایمان لائے۔ حالانکہ اب انہیں دور مکان پر دسترس کہاں ہو سکتی ہے۔ یعنی ان کا ایمان اس وقت بے سود ہے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی جان لو کہ اللہ ہی معبود برحق ہے

کوئی اور نہیں۔ یہ دراصل خبر دینا ہے اپنی وحدانیت کی۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کا حکم دیتا ہو۔ اسی لئے اس پر عطف ڈال کر فرمایا اپنے گناہوں کا اور مؤمن مرد و عورت کے گناہوں کا استغفار کرو۔ صحیح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَاسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي هَزْلِي وَجِدِّي وَخَطِيئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي) یعنی اے اللہ میں نے جو کچھ گناہ پہلے کئے ہیں اور جو کچھ پیچھے کئے ہیں جو چھپا کر کئے ہیں اور جو ظاہر کئے ہیں جو زیادتی کی ہے اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ بخش دے۔ تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور صحیح حدیث میں ہے آپ نے فرمایا اے لوگو اپنے رب کی طرف توبہ کرو۔ پس تحقیق میں اپنے رب کی طرف استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں ہر ہر دن ستر بار سے بھی زیادہ۔ مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن سرحس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کے ساتھ آپ کے کھانے میں سے کھانا کھایا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ کو بخشے۔ آپ نے فرمایا اور تجھے بھی۔ تو میں نے کہا کیا میں آپ کے لئے استغفار کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اپنے لئے بھی۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اپنے گناہوں اور مؤمن مردوں اور باایمان عورتوں کے گناہوں کی بخشش طلب کر۔ پھر میں نے آپ کے داہنے کھوے یا بائیں ہتھیلی کو دیکھا۔ وہاں کچھ جگہ ابھری ہوئی تھی۔ جس پر گویا تل تھے۔ اسے مسلم ترمذی نسائی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ابویعلیٰ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لا الہ الا اللہ کا اور استغفر اللہ کا کہنا لازم پکڑ لو اور انہیں بکثرت کہا کرو۔ اس لئے کہ ابلیس کہتا ہے۔ میں نے ان کو گناہوں سے ہلاک کیا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو انہیں خواہشوں کے پیچھے لگا دیا۔ پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔ ایک اور اثر میں ہے کہ ابلیس نے کہا خدایا مجھے تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم جب تک کسی شخص کی روح اس کے جسم میں ہے اسے بہکا تا رہوں گا۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے بھی قسم ہے اپنی بزرگی اور بڑائی کی کہ میں بھی انہیں بخشا ہی رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں۔ استغفار کی فضیلت میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا دن میں ہیر پھیر اور تصرف کرنا اور تمہارا رات کو جگہ پکڑنا اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ جیسے فرمان ہے: وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ (سورہ انعام: ۶۰) یعنی وہ اللہ جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن کو جو کچھ کرتے وہ جانتا ہے اور آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا مِنْ ذَاتَةٍ فِي الْأَرْضِ (سورہ ہود: ۶) یعنی زمین پر جتنے بھی چلنے والے ہیں ان سب کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہ ان کے رہنے کی جگہ اور دفن ہونے کا مقام جانتا ہے۔ یہ سب باتیں واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ مراد آخرت کا ٹھکانا ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمہارا چلنا پھرنا دنیا میں اور تمہاری قبروں کی جگہ اسے معلوم ہے۔ لیکن اول قول ہی صاف اور واضح ہے۔ واللہ اعلم

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا

۱۔ استغفار اگر نبی علیہ السلام کرے تو اس سے پہلے گناہ ضروری نہیں بات اصل میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفت عقاری کا ظہور انبیاء پر سب سے زیادہ ہے اور ان صفات کے ظہور کے لئے کچھ تمہیدی سامان مطلوب ہیں جیسا کہ آگ جلانے سے پہلے لکڑی وغیرہ پس انبیاء علیہم السلام خود کو خدا تعالیٰ کی اس رحمت عام یعنی عقاری کا مظہر بنانے کے لئے استغفار کرتے ہیں حالانکہ ان سے گناہ سرزد نہیں ہوئے بلکہ ہم سب ہی کہتے ہیں کہ مراد سوا برابر ہیں پس یہاں موت سے نیند کی وہی کیفیت مراد ہے جس میں انسان کے بہت سے قوی حواس مردہ کی طرح کام پھوڑ دیتے ہیں۔

الْقِتَالِ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأُولَئِكَ لَهُمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْصَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۚ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ ۚ

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی۔ سو جس وقت کوئی صاف صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور (اتفاق سے) اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری (نفاق) ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔ سو (اصل یہ ہے کہ) عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے۔ پس جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو رب نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ○

دلوں کے بیمار:

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن تو جہاد کے حکم کی تمنا کرتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ جہاد کو فرض کر دیتا ہے اور اس کا حکم نازل فرما دیتا ہے تو اس سے اکثر لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ (سورہ نساء: ۷۷) یعنی کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک لو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے اللہ کا ڈر ہو۔ بلکہ اس سے زیادہ اور کہنے لگے اے ہمارے رب ہم پر تو نے جہاد کیوں فرض کیا۔ تو نے ہم کو قریب کی مدت تک ڈھیل کیوں نہ دی؟ آپ ان سے کہئے کہ دنیا کی متاع بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہت بہتر ہے اور تم پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایمان والے تو جہاد کے حکموں کی آیتوں کے نازل ہونے کی تمنا کرتے ہیں لیکن منافق لوگ جب ان آیتوں کو سنتے ہیں تو بوجہ اپنی گھبراہٹ بوکھلاہٹ اور نامردی کے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرح آپ کو دیکھنے لگتے ہیں۔ جیسے موت کی غشی والا پھر انہیں مرد میدان بننے کی رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔ ان کے حق میں بہتر تو یہ ہوتا کہ یہ سنتے مانتے اور جب موقع آ جاتا، معرکہ کارزار گرم ہوتا تو نیک نیتی کے ساتھ جہاد کر کے اپنے خلوص کا ثبوت دیتے۔ پھر فرماتا ایسوں پر خدا تعالیٰ کی پھنکار ہے اور یہ رب کی طرف سے بہرے اندھے ہیں۔ زمین میں فساد کرنے کی عموماً اور قطع رحمی کی خصوصاً ممانعت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاح اور صلہ رحمی کرنے کی ہدایت کی ہے اور ان کا حکم فرمایا ہے۔ صلہ رحمی کے معنی ہیں قرابت داروں کے ساتھ معاملات میں سلوک و احسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی صحیح اور حسن حدیثیں موجود ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم کھڑا ہوا اور رحمٰن سے چمٹ گیا۔

۱۔ حدیث پر ایمان لانا چاہئے اور تفصیلات کا علم خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے۔

اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو میں ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر پھر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: فَهَلْ عَسَيْتُمْ اور سند سے ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کوئی گناہ اتنا بڑا اور اتنا برا نہیں جس کی بہت جلدی سزا دنیا میں اور پھر اس کی برائی آخرت میں بہت بڑی پہنچتی ہو بہ نسبت سرکشی بغاوت اور قطع رحمی کے۔ مسند احمد میں ہے جو شخص چاہے کہ اس کی عمر بڑی ہو اور روزی کشادہ ہو وہ صلہ رحمی کرے اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے قرابتدار مجھ سے تعلقات منقطع کرتے رہتے ہیں اور میں انہیں معاف کرتا رہتا ہوں۔ وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائیاں کرتے رہتے ہیں۔ تو کیا میں ان سے بدلہ نہ لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اگر ایسا کرو گے تو سب کے سب چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ تم صلہ رحمی پر ہی رہو اور یاد رکھو کہ جب تک تم اس پر باقی رہو گے اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ہر وقت معاونت کرنے والا رہے گا۔ بخاری وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے۔ حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے۔ یا کہ صحیح معنی میں رشتے ناتے ملانے والا وہ ہے کہ گو تو اسے کاٹا جائے وہ تجھ سے ملاتا جائے۔ مسند احمد میں ہے صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی۔ اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے۔ وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی۔ پس وہ کاٹ دیا جائے گا۔ جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر خدا بھی رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحم کی طرف سے ہے۔ اس کے ملانے والوں کو خدا تعالیٰ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والوں کو خود خدا تعالیٰ توڑ دیتا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے لوگ گئے۔ تو آپ کہنے لگے تم نے صلہ رحمی کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ میں رحم ہوں اور رحم کا نام میں نے اپنے نام پر رکھا ہے۔ اسے جوڑنے والے کو میں جوڑوں گا اور اس کے توڑنے کو میں توڑوں گا اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں روئیں ملی جلی ہیں۔ جو روز اول میں میل کر چکی ہیں۔ وہ یہاں یگانگت برتی ہیں اور جن میں وہاں نفرت رہی ہے۔ یہاں بھی ان میں بعد رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب زبانی دعوے بڑھ جائیں عمل گھٹ جائیں زبانی میل جول ہو ولی بغض و عداوت ہو رشتے دار رشتے دار سے بدسلوکی کرے اور اس وقت ایسے لوگوں پر لعنت خدا نازل ہوتی ہے اور ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دی جاتی ہیں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۚ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ
مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا

۱۔ اس حدیث کی تفصیلات بھی خدا تعالیٰ کے علم کامل کے سپرد کیجئے۔

۲۔ اور منافقت کا یہ معاملہ آج جس قدر عام ہے شاید ہی کبھی ہوا ہو۔

لِّلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكَ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۖ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا
 أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۚ

۴۷

تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔ جو لوگ پشت پھیز کر ہٹ گئے پھر اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا شیطان نے ان کو پھرم دیا ہے اور ان کو دور دور کی بھائی ہے یہ اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ کہا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہا مان لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو خوب جانتا ہے۔ سو ان کا کیا حال ہوگا۔ جبکہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے منہوں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ یہ اس سبب سے کہ جو طریقہ خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور اس کی رضا سے نفرت کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کا عدم کرتا ہے ○

ارتداد اور اس کی عبرتناک سزا:

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں غور و فکر کرنے سوچنے سمجھنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس سے بے پروائی و اعراض سے روکتا ہے۔ ارشاد ہے کہ غور و تامل تو کجا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ کوئی کلام اس میں اثر ہی نہیں کرتا۔ جائے تو اثر کرے اور جائے کہاں سے۔ جب کہ جانے کی راہ نہ پائے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ایک نوجوان نے کہا کہ بلکہ ان پر ان کے قفل ہیں۔ جب تک خدا نہ کھولے اور الگ نہ کرے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں رہی۔ یہاں تک کہ اپنی خلافت کے بارے میں اس سے مدد لیتے رہے۔ پھر فرماتا ہے جو لوگ ہدایت ظاہر کر چکنے کے بعد ایمان سے الگ ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ دراصل شیطان نے اس کا رد کو ان کی نگاہوں میں اچھا دکھا دیا ہے اور انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دراصل ان کا یہ کفر سزا ہے اُن کے اس نفاق کی جو ان کے دل میں تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ظاہر کے خلاف اپنا باطن رکھتے تھے۔ کافروں سے مل جل کر انہیں اپنا کرنے کے لئے ان سے باطن میں باطل پر واقف کر کے کہتے تھے گھبراؤ نہیں ابھی ابھی ہم بھی بعض امور میں تمہارا ساتھ دیں گے لیکن یہ باتیں اس خدا سے تو چھپ نہیں سکتیں جو ظاہری باطنی حالات سے خوب واقف ہو جو راتوں کے وقت کی پوشیدہ اور راز کی باتیں بھی سنتا ہو۔ جس کے علم کی انتہا نہ ہو۔ پھر فرماتا ہے ان کا کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کی روہیں قبض کرنے کو آئیں گے اور ان کی روہیں جسموں میں چھپتی پھریں گی اور ملائکہ جبرائیل اُذانت جھڑک اور مار پیٹ سے انہیں باہر نکالیں گے۔ جیسے ارشاد باری ہے: وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَاَذْبَارَهُمْ (سورہ انفال: ۵۰) یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب کہ ان کافروں کی روہیں فرشتے قبض کرتے ہوئے ان کے منہ پر طمانچے اور ان کی پیٹھ پر کئے مارتے ہیں اور آیت میں ہے: تَرَىٰ اِذْ الظَّالِمُونَ (سورہ انعام: ۹۳) یعنی کاش کہ تو دیکھتا جبکہ یہ ظالم سکرات موت میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ ان کی طرف پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں ذلت کے عذاب کئے جائیں گے۔ اس لئے کہ تم خدا کے

۱۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کے درست اور ذہن ثاقب پر اعتماد کیا اور اپنی زمانہ خلافت میں ان کے مشوروں پر عمل بھی فرمایا۔

ذمے ناحق کہا کرتے تھے اور اس کی آیتوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ جن سے خدا ناخوش ہو اور خدا کی رضا سے کراہیت کرتے تھے۔ پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۖ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۖ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۖ وَنَبْلُوَكُمْ أَخْبَارَكُمْ ۖ

جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا اور ہم اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے سو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے اور آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے اور ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں ○

آزمائش:

یعنی کیا منافقوں کا خیال ہے کہ ان کی مکاری اور عیاری کا اظہار اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کرے گا ہی نہیں یہ بالکل غلط خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مکر اس طرح واضح کر دے گا کہ ہر عقل مند انہیں پہچان لے اور ان کی بد باطنی سے بچ سکے۔ ان کے بہت کچھ احوال سورہ براءت میں بیان کئے گئے اور ان کے نفاق کی بہت سی خصلتوں کا ذکر وہاں کیا گیا یہاں تک کہ اس سورت کا دوسرا نام ہی فاضحہ رکھ دیا گیا۔ یعنی منافقوں کو فضیحت کرنے والی۔ اضغان جمع ہے ضغن کی۔ ضغن کہتے ہیں دلی حسد و بغض کو۔ اس کے بعد اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ اے نبی اگر ہم چاہیں تو ان کے وجود تمہیں دکھا دیں۔ پس تم انہیں کھلم کھلا جان جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ ان تمام منافقوں کو بتلا نہیں دیا تاکہ اس کی مخلوق پر پردہ پڑا رہے۔ ان کے عیوب پوشیدہ رہیں۔ ہر ایک کی نگاہ میں ان کی ذلت نہ ہو۔ امور اسلامی ظاہر داری پر رہیں اور باطنی حساب اسی ظاہر و باطن جاننے والے کے ہاتھ رہے۔ لیکن ہاں تم تو ان کی بات چیت کے طرز کلام کے ڈھنگ سے ہی صاف پہچان لو گے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر اور اس کی زبان پر ظاہر کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی راز کو پردہ میں رکھتا ہے۔ اللہ اسے اس پر عیاں کر دیتا ہے وہ بہتر ہے تو اور بدتر ہے تو۔ ہم نے شرح صحیح بخاری کے شروع میں عملی اور اعتقادی نفاق کا بیان پوری طرح کر دیا ہے۔ جس کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔ حدیث میں منافقوں کی ایک جماعت کی صاف صاف تعین آچکی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا تم میں بعض لوگ منافق ہیں پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے۔ پھر

=

۲ کافر کو دنیاوی زندگی نہایت ہی پسندیدہ اور مرغوب ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بوقت موت اس کی روح جسم سے مفارقت کے لئے تیار نہیں ہوتی۔

۱۔ خدا تعالیٰ کا ایک نام ستار العیوب بھی ہے لوگوں کے عیوب چھپانے والا نفاق تک کی پردہ داری اسی صفت عالی کا مظہر ہے۔

فرمایا اے فلاں کھڑا ہو جا اے فلاں کھڑا ہو جا۔ یہاں تک کہ چھتیس اشخاص کے نام لئے۔ پھر فرمایا تم میں یا تم میں سے منافق ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کے بعد ان لوگوں میں سے ایک کے سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے وہ اس وقت کپڑے سے اپنا منہ لپیٹے ہوئے تھا۔ آپ اسے خوب جانتے تھے۔ پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوپر والی حدیث بیان کی تو آپ نے فرمایا خدا تجھے غارت کرے۔ پھر فرماتا ہے ہم حکم احکام دے کر روک ٹوک کر کے تمہیں خوب آزما کر معلوم کر لیں گے کہ تم میں سے مجاہد کون ہے؟ اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ اور ہم تمہارے احوال آزمائیں گے۔ یہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس علام الغیوب کو ہر چیز اور ہر شخص اور اس کے اعمال معلوم ہیں۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سامنے کھول دے اور اس حال کو دیکھ لے اور دیکھا کرے۔ اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس جیسے مواقع پر لَعَلَّہُمْ کے معنی کرتے تھے لِنَرٰی یعنی تاکہ ہم دیکھ لیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحِيطُ أَعْمَالَهُمْ ۖ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۚ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۚ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرَكَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۚ ﴿٣٥﴾

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستے سے روکا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو رستہ نظر آچکا تھا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دیں گے۔ اے ایمان لانے والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (کفار کی طرح اللہ اور رسول کی مخالفت کر کے) اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستے سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر گئے خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا۔ سو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا ○

رسول اللہ ﷺ سے مخالفت کا عبرتناک انجام:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفر کرنے والے اور خدا کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور رسول کی مخالفت کرنے والے ہدایت کے ہوتے ہوئے گمراہ ہونے والے خدا کا تو کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں۔ کل قیامت کے دن یہ خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہ ہوگی۔ جس طرح نیکیاں گناہوں کو ہٹا دیتی ہیں اسی طرح ان کے بدترین جرم و گناہ نے نیکیاں برباد کر دیں۔ امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الصلوٰۃ میں حدیث لائے ہیں کہ صحابہ کا خیال تھا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں لے یہ اس وجہ سے کہ انسان کی کوشش پردہ داری کی خدا تعالیٰ کی مشیت اور مصالح کے خلاف تھی۔

83832

حَمْدٌ (۲۶)

منزل (۶)

دیتے۔ جیسے کہ شرک کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی۔ اس پر یہ آیت: **أَطِيعُوا اللَّهَ أَتْرَىٰ ابِ اصحاب رسول اس سے ڈرنے لگے کہ گناہ نیکیوں کو باطل نہ کر دیں۔ دوسری سند سے روایت ہے کہ صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ہر نیکی بالیقین مقبول ہے۔ یہاں تک کہ آیت اتری تو کہنے لگے کہ ہمارے اعمال کو برباد کرنے والی چیز گناہ کبیرہ اور برائیاں ہیں۔ یہاں تک کہ آیت: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ** (سورہ نساء: ۴۸) نازل ہوئی۔ اب اس بارے میں کوئی بات کہنے سے رک گئے اور کبیرہ گناہ اور بدکاریاں کرنے والے پر انہیں خوف رہتا تھا اور ان سے بچنے والے کے لئے اُمید رہتی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو اپنی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جو ان کے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت کی چیز ہے اور مرتد ہونے سے روک رہا ہے۔ جو اعمال کو غارت کرنے والی چیز ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ سے کفر کرنے والے راہ خدا سے روکنے والے اور کفر ہی کرنے والے خدا کی بخشش سے محروم ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ خدا شرک کو نہیں بخشتا۔ اس کے بعد جناب باری عز اسمہ فرماتا ہے کہ اے میرے مومن بندو تم دشمنوں کے مقابلے میں عاجزی کا اظہار نہ کرو اور ان سے دب کر صلح کی دعوت نہ دو۔ حالانکہ قوت و طاقت میں زور و غلبہ میں تعداد و اسباب میں تم قوی ہو۔ ہاں جب کافر قوت میں تعداد میں اسباب میں تم سب سے زیادہ ہوں اور مسلمانوں کا امام مصلحت صلح ہی میں دیکھے تو ایسے وقت بے شک صلح کی طرف جھکنا جائز ہے۔ جیسے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر کیا۔ جبکہ مشرکین نے آپ کو مکہ جانے سے روکا تو آپ نے دس سال لڑائی بند رکھنے اور صلح قائم رکھنے پر مصالحت کر لی۔ پھر ایمان والوں کو بہت بڑی بشارت و خوشخبری سنا تا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اس وجہ سے فتح و نصرت تمہاری ہی ہے۔ یقین مانو کہ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی وہ ضائع نہ کرے گا بلکہ اس کا پورا پورا اجر و ثواب تمہیں عنایت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔**

إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أَجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۚ إِنَّ يَسْأَلْكُمْوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخُلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ۖ هَآنَتْمْ هَؤُلَاءِ تَدْعُونَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ ۗ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۚ

دنیوی زندگی تو محض ایک لہو و لعب ہے اور اگر ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال فقہاء مفسرین کی یہ تصریح پیش نظر رہے کہ کفار سے وہی صلح صرف ممنوع ہے جو دب کر اور عاجز ہو کر کی جائے ورنہ امت کی فلاح اور مصالحت کی خاطر صلح کرنے کی خاطر کوئی مضائقہ نہیں۔

۲۔ یعنی دنیا میں تصرف کے ساتھ اور آخرت میں بخشش و رحمت کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ فلا تمہنوا کا مطلب یہ ہے کہ پست ہمتی کے تقاضوں پر عمل نہ کرو گویا کہ صرف عمل کی مخالفت ہے ورنہ دشمن کی کثرت اس کی تیاری اس کی شوکت و قوت کو دیکھ کر متاثر ہونا تو طبعی اور فطری تقاضا ہے۔

طلب نہ کرے گا۔ اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر اجتہاد وجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تمہارے ناگواری ظاہر کر دے۔ ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے ○

دنیا کی موہوم زندگی:

دنیا کی زندگی اور اس کی حقارت و ذلت بیان ہو رہی ہے کہ اس سے بجز تماشے کے اور کچھ حاصل حصول نہیں۔ ہاں جو کام خدا کے لئے کئے جائیں۔ وہ باقی رہ جاتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا کی ذات بے پروا ہے تمہارے اچھے کام تمہارے ہی نفع کے لئے ہیں۔ وہ تمہارے مالوں کا بھوکا نہیں۔ اس نے تمہیں جو خیر خیرات کا حکم دیا ہے۔ وہ صرف اس لئے کہ تمہارے ہی غربا و فقراء کی پرورش ہو اور پھر تم آخرت میں مستحق ثواب بنو۔ پھر انسان کے بخل اور بخل کے بعد دلی کینے کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا۔ مال کے نکالنے میں یہ تو ہوتا ہی ہے کہ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے اور اس کا نکالنا اس پر گراں گزرتا ہے۔ پھر بخیلوں کی بخیلی کے وبال کا ذکر ہو رہا ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنے سے مال کو روکنا دراصل اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ کیونکہ بخیلی کا وبال اسی پر پڑے گا۔ صدقے کی فضیلت اور اس کے اجر سے محروم ہی رہے گا اللہ تعالیٰ سب سے غنی ہے اور سب اس کے در کے بھکاری ہیں۔ غنا خدا تعالیٰ کا وصف لازم ہے اور احتیاج مخلوق کا وصف لازم ہے نہ یہ اس سے کبھی الگ ہو نہ وہ اس سے۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اس کی اطاعت سے روگرداں ہو گئے اس کی شریعت کی تابعداری چھوڑ دی تو وہ تمہارے بدلے تمہارے علاوہ اور قوم پیدا کر دے گا۔ جو تم جیسی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ سننے اور ماننے والے حکم بردار ہوں گے۔ ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہؓ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے؟ تو آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شانے پر رکھ کر فرمایا یہ اور ان کی قوم۔ اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اسے فارس کے لوگ لے آتے۔ اس کے ایک راوی مسلم بن خالد زنجی کے بارے میں بعض ائمہ جرح و تعدیل نے کچھ کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر سورة الفتح

بخاری مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ والے سال اثنائے سفر میں راہ چلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر ہی سورہ فتح کی تلاوت فرمائی اور ترجیع سے پڑھ رہے تھے۔ اگر مجھے لوگوں کے جمع ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں آپ کی تلاوت کی طرح تلاوت کر کے تمہیں سنا دیتا۔

۱۔ یعنی دنیا دار آخرت کے مقابلہ میں بیچ ہے یہ حقیقت کبھی نہ بھولنے کے قرآن مجید دنیا کے متعلق جب اس طرح کے خیالات ظاہر کرتا ہے تو وہاں ہمیشہ دنیا کا آخرت سے مقابلہ پیش نظر ہوتا ہے۔

۲۔ یہ اتفاق فی سبیل اللہ ظاہر ہے کہ ہمیشہ بندوں ہی کے لئے مفید ہوتا ہے اور امراء و رؤسا کی داد و بخش سے ہمیشہ غربا ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو غنی ہی ہونا چاہئے اور بندوں کو محتاج۔

۴۔ یہ تھا مزاج حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا کہ فتنہ کے خطرہ سے آنحضرت ﷺ کی طرح تلاوت کرنے سے بھی گریز کیا آج امت اس آئینہ میں اپنا بھی منہ دیکھ لے کہ سینکڑوں بدعات کس طرح اس میں پیدا ہو کر جڑ پکڑ چکی ہیں۔

سُورَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيٌّ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَارْبَعٌ رُكُوعًا

کل رکوع ۲۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کل رکوع ۲۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ

نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی کچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل فرمادے اور آپ کو سیدھے رستے پر لے چلے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہے ○

فتح مُبِين :

ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ سے مکہ کو چلے۔ لیکن راہ میں مشرکین نے روک دیا اور مسجد الحرام کی زیارت سے مانع ہوئے۔ پھر وہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات پر کہ آپ اگلے سال عمرہ ادا کریں گے ان سے صلح کر لی۔ جسے صحابہ کی ایک بڑی جماعت پسند نہ کرتی تھی۔ جس میں قابل ذکر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہے۔ آپ نے وہیں اپنی قربانیاں کیں اور لوٹ گئے۔ جس کا پورا واقعہ ابھی اسی سورت میں کی تفسیر میں آ رہا ہے ان شاء اللہ۔ پس لوٹتے ہوئے راہ میں یہ مبارک سورت آپ پر نازل ہوئی۔ جس میں اس واقعہ کا ذکر ہے اور اس صلح کو باعتبار نتیجہ فتح کہا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تم تو فتح، فتح مکہ کو کہتے ہیں۔ لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعت الرضوان کے واقعہ حدیبیہ کو فتح گنتے ہیں۔ ہم چودہ سو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس موقع پر تھے۔ حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا۔ ہم نے اس میں پانی اپنی ضرورت کے مطابق لینا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد پانی بالکل ختم ہو گیا۔ ایک قطرہ بھی نہ بچا۔ آخر پانی نہ ہونے کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچی۔ آپ اس کنوئیں کے پاس آئے۔ اس کے کنارے بیٹھ گئے اور پانی کا برتن منگوا کر وضو کیا۔ جس میں کلی بھی کی۔ پھر دعا کی اور وہ پانی اس کنوئیں میں ڈلوادیا۔ تھوڑی دیر بعد جو ہم نے دیکھا تو وہ پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ ہم نے

۱۔ ۶ھ رجب مطابق مارچ ۶۲۲ء میں آپ نے صحابہ کی ایک جماعت کے ایک جماعت کے ساتھ یہ سفر کیا ابھی آپ حدیبیہ ہی کے مقام پر پہنچے تھے۔ کفار نے مزاحمت کی آپ نے ان سے کہا ابھیجا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہم صرف حج کرنے کے ارادے سے آئے ہیں کفار نے آپ کے اس مذاقت میں بیان کو تسلیم نہیں کیا تو آپ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ معظمہ بطور سفیر کے روانہ کیا خبر اڑی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے۔ اس پر آپ نے اپنے صحابہ سے بیعت جہد فرمائی کفار نے یہ سنا تو سرداران مکہ کی ایک جماعت مصالحت کی گفتگو کرنے آئی صلح نامہ مرتب ہوا اور اس کی بعض دفعات پر صحابہ کو سخت مسوس ہوئی مین اس حال صلح ہوئی اس کو صلح نہیں کہنا قرآن مجید کی ایک پیش گوئی تھی جو پوری ہوئی اسلامی مؤرخین متفق ہیں کہ بعد کی تمام کامیابیاں اسی ایک کامیابی کا نتیجہ تھیں۔

بھی پیا۔ جانوروں نے بھی پیا۔ اپنی حاجتیں پوری کیں اور سارے برتن بھر لئے۔ مسند احمد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ تین مرتبہ میں نے آپ سے کچھ پوچھا، آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب تو مجھے سخت ندامت ہوئی اس امر پر کہ افسوس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی۔ آپ جواب دینا نہیں چاہتے اور میں خواہ مخواہ سر ہوتا رہا۔ پھر مجھے ڈر لگنے لگا کہ میری اس بے ادبی پر میرے بارے میں کوئی وحی آسمانی نہ نازل ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی سواری کو تیز کیا اور آگے نکل گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے سنا، کوئی منادی میرے نام کی ندا کر رہا تھا۔ میں نے جواب دیا تو اس نے کہا چلو تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔ اب تو میں سنائے میں آ گیا کہ ضرور کوئی وحی نازل ہوئی اور میں ہلاک ہوا۔ جلدی جلدی حاضر حضور ہوا۔ تو آپ نے فرمایا گزشتہ شب مجھ پر ایک سورت اُتری ہے جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپ نے اِنَّا فَتَحْنَا کی تلاوت کی۔ یہ حدیث بخاری ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے: لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ پر ایک آیت اتاری گئی ہے جو مجھے روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ صحابہؓ آپ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہوئی آپ کے لئے۔ ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت: لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ عِظِيمًا تک نازل ہوئی (بخاری مسلم) حضرت مجمع بن حارثہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قاری قرآن تھے فرماتے ہیں حدیبیہ سے ہم واپس آ رہے تھے جو میں نے دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو بھگائے لئے جارہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ تو ہم لوگ بھی اپنے اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے سب کے ساتھ پہنچے۔ آپ اس وقت کراع الغیم میں تھے۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی۔ تو ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے یہ فتح ہے۔ خیبر کی تقسیم صرف انہی پر کی گئی جو حدیبیہ میں موجود تھے۔ اٹھارہ حصے بنائے گئے۔ کل لشکر پندرہ سو کا تھا۔ جس میں تین سو گھوڑے سوار تھے۔ پس سوار کو دو ہر حصہ ملا اور پیدل کو ایک۔ (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حدیبیہ سے آتے ہوئے ایک جگہ رات گزارنے کے لئے ہم اترے اور سو گئے۔ تو ایسے سوئے کہ سورج نکلنے کے بعد جاگے۔ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوئے ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا آپ کو جگانا چاہئے۔ اتنے میں آپ خود جاگ گئے اور فرمانے لگے جو کچھ کیا کرتے تھے کرو اور اسی طرح کرے جو سو جائے یا بھول جائے۔ اسی سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کہیں گم ہو گئی۔ ہم ڈھونڈنے کو نکلے تو دیکھا کہ ایک درخت میں نیل اٹک گئی ہے اور وہ رُکی کھڑی ہے۔ اسے پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ سوار ہوئے اور ہم نے کوچ کیا۔ ناگہاں راستے میں ہی آپ پر وحی آنے لگی۔ وحی کے وقت آپ پر بہت دشواری ہوتی تھی۔ جب وحی ہٹ گئی تو آپ نے ہمیں بتلایا کہ آپ پر سورہ اِنَّا فَتَحْنَا..... اُتری ہے (ابوداؤد و نسائی مسند وغیرہ)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوافل تہجد وغیرہ میں اس قدر وقت لگاتے کہ پیروں پر روم چڑھ جاتا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں فرمادیئے؟ آپ نے جواب دیا کیا پھر میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

۱۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے جب بھی گناہ ذنب وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو مطلب ان نفوس قدسیہ کی اجتہادی فروگزاشتیں ہوتی ہیں حقیقی گناہ نہیں نعمت سے مراد نبوت معجزات علوم قرآن مجید ہیں تکمیل نعمت سے مراد آپ کی امت کی کثرت آپ کی دعوت کی اشاعت اور بکثرت لوگوں کا آپ کے دست مبارک پر اسلام لانا وغیرہ ہے۔ یہ دیکھ صراطا مستقیم یعنی آپ کو آئندہ بلا مزاحمت مکہ معظمہ کی حکومت حاصل ہو گئی۔

(بخاری مسلم) اور روایت میں ہے کہ پوچھنے والی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں (مسلم) پس میں سے مراد کھلی صریح صاف ظاہر ہے اور فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ جس کی وجہ سے بڑی خیر و برکت حاصل ہوئی۔ لوگوں میں امن و امان ہوا۔ مؤمن کافر میں بول چال شروع ہو گئی۔ علم اور ایمان کے پھیلا نے کا موقع ملا۔ آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی یہ آپ کا امتیاز ہے۔ جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں۔ ہاں بعض اعمال کے ثواب میں یہ الفاظ اوروں کے لئے بھی آئے ہیں۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی شرافت و عظمت ہے۔ آپ اپنے تمام کاموں میں بھلائی استقامت اور فرمانبرداری خدا پر مستقیم تھے۔ ایسے کہ اولین و آخرین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ آپ تمام انسانوں میں سب سے اکمل انسان اور دنیا و آخرت میں کل اولادِ آدم کے سردار اور رہبر تھے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خدا کے فرماں بردار اور سب سے زیادہ خدا کے احکام کا لحاظ کرنے والے تھے۔ اسی لئے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیٹھ گئی تو آپ نے فرمایا اسے ہاتھیوں کے روکنے والے نے روک لیا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج یہ کفار مجھ سے جو مانگیں گے دوں گا۔ بشرطیکہ خدا کی حرمت کی ہتک نہ ہو۔ پس جب آپ نے خدا کی مان لی۔ صلح کو قبول کر لیا تو اللہ عز و جل نے فتح کی سورت اتاری اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمتیں آپ پر پوری کیں اور شرع عظیم اور دین تویم کی طرف آپ کی رہبری کی اور آپ کے خشوع و خضوع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند و بالا کیا۔ آپ کی تواضع، فروتنی، عاجزی اور انکساری کے بدلے آپ کو عز و جاہ مرتبہ و منصب عطا فرمایا۔ آپ کے دشمنوں پر آپ کو غلبہ دیا۔ چنانچہ خود آپ کا فرمان ہے۔ بندہ درگزر کرنے سے عزت میں بڑھ جاتا ہے اور عاجزی اور انکساری کرنے سے بلندی اور عالی رشتہ حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تو نے کسی کو جس نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو ایسی سزا نہیں دی کہ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ
وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ④ لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ⑤ وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظُنُّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ⑥ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمُوتِ
وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ⑦

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کور ہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔ جو کہ اللہ کے ساتھ بڑے بڑے گمان رکھتے ہیں۔ ان پر برا وقت پڑنے والا ہے (اور آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان پر غضب ناک ہو گا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے اور آسمان اور زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ○

سکینۃ الہی:

سکینۃ کے معنی اطمینان رحمت اور وقار کے ہیں۔ فرمان ہے کہ حدیبیہ والے جن با ایمان صحابہؓ نے اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مان لی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا اور ان کے ایمان اور بڑھ گئے۔ اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ دلوں میں ایمان بڑھتا ہے اور اسی طرح گھٹتا بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ خدائی لشکروں کی کمی نہیں۔ وہ اگر چاہتا تو خود ہی کفار کو ہلاک کر دیتا۔ ایک فرشتے کو بھیج دیتا۔ تو وہ سب کو برباد اور بے نشان کر دینے کے لئے بس تھا لیکن اس نے اپنی حکمت بالغہ سے ایمانداروں کو جہاد کا حکم دیا۔ جس میں اس کی حجت بھی پوری ہو جائے اور دلیل بھی سامنے آ جائے۔ اس کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ایمانداروں کو اپنی بہترین نعمتیں اس بہانے عطا فرمائے۔ پہلے یہ روایت گزر چکی ہے کہ صحابہؓ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دی اور پوچھا کہ حضور ہمارے لئے کیا ہے؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ مؤمن مرد اور عورتیں جنتوں میں جائیں گے۔ جہاں قدم قدم پر نہریں جاری ہیں اور جہاں وہ ابد لا باد تک رہیں گے اور اس لئے بھی کہ خدا تعالیٰ ان کے گناہ اور ان کی برائیاں دور اور رفع کر دے۔ انہیں ان کی برائیوں کی سزا نہ دے۔ بلکہ معاف فرما دے درگزر کر لے۔ بخش دے پردہ ڈال دے۔ رحم کرے اور ان کی قدر دانی کرے۔ دراصل یہی اصل کامیابی ہے۔ جیسے کہ عزوجل نے فرمایا: فَمَنْ زُجِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط..... (سورہ آل عمران: ۱۸۵) یعنی جو جہنم سے دور کر دیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا۔ وہ مراد کو پہنچ گیا۔ پھر ایک وجہ اور غایت بیان کی جاتی ہے کہ نفاق اور شرک کرنے والے مرد و عورت جو اللہ تعالیٰ کے احکام میں بدظنی کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول کے ساتھ برے خیال رکھتے ہیں وہ ہیں ہی کتنے؟ آج نہیں تو کل ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے گا۔ اس جنگ میں بچ گئے تو اور کسی لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دراصل اس برائی کا دائرہ انہی پر ہے۔ ان پر خدا

۱۔ کینہ کے معنی تسلی اور اطمینان قلب کے ہیں اہل لغت کی تحقیق ہے کہ یہ لفظ نور قوت اور روح کا جامع ہے چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ فرسروھا بشیء یجمع نورا وقوتا و روح بحیث یسکن الیہ و بشیء بہ الخیرین یہ سکینت دو طرح سے ظہور پذیر ہوئی اول تو اس طرح کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین باوجودیکہ نہ جنگ کے ارادہ سے گئے تھے نہ لڑائی کا ساز و سامان تھا لیکن اس کے بعد بھی وہ جنگ کے لئے بالکل مستعد رہے اور تیار ہے دوسرے مشرکین مکہ کی ضد ہٹ دھری پر تمام صحابہ بجز حضرت عمرؓ کے خاموش رہے اور مطمئن رہے بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اطمینان ہو گیا تھا۔

۲۔ امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ نفس ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی رہے آثار ایمان سوا اس میں کمی و زیادتی کے وہ مگر نہیں مطلب آیت یہ ہے کہ اہل ایمان کے قلوب میں ناشرح اطمینان اور سکون تمام پیدا ہو گیا۔

۳۔ یہ دائرہ عذاب اس طرح کفار کو اپنے اندر مبتلا کرنے والا ثابت ہوا کہ کچھ ہی دن بعد مکہ فتح ہوا اور کفار مکہ قطعاً مغلوب و مقہور ہو گئے رہ گئے۔ =

کا غضب ہے۔ یہ رحمت خدا سے دور ہیں۔ ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ دوبارہ اپنی قوت قدرت اور بندوں کے دشمنوں سے انتقام لینے کی طاقت ظاہر فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے لشکر سب خدا ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ ۱۱ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَن يَكْفُرْ فَمِنْ تَحْتِ أَيْدِيهِمْ ۖ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَن يَكْفُرْ فَمِنْ تَحْتِ أَيْدِيهِمْ ۖ

ع

عَلَيْهِ اللَّهُ فَسِيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ ۱۱

ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین) کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔ جو آپ سے بیعت کر رہے تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا

اجردے گا

= منافقین تو ان کی تمام عمر مسلمانوں کی شوکت و قوت کو دیکھ دیکھ کر جلنے اور کراہنے میں گزری۔

۱۔ تسبیح و تقدیس کی تفسیر نماز سے بھی کی گئی یعنی مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھو جو خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے مضامین و حقائق پر حاوی اور محیط ہے اور مطلق ذکر بھی مراد ہے یعنی ذکر اللہ کرو بکرة و اصیلا سے صبح و شام اور بعض نے دو ہی وقت مراد لیا ہے تذروہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو تو قر وہ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت عمل اور عقیدہ دونوں سے کرو عقیدہ تا اس کو واحد معبود برحق قادر و متصرف اور ہر مہیب سے پاک جانو اور عمل میں صرف اسی کی اطاعت کرو آیت میں ضمائر خدا تعالیٰ کی وجہ راجع ہیں۔

۲۔ ارشاد ہے کہ آپ سے جو بیعت کر رہے ہیں وہ گویا کہ خدا تعالیٰ ہی سے بیعت کر رہے ہیں یہ اس لئے کہ اس بیعت سے مقصود خدا تعالیٰ ہی کے حکم کی اطاعت تھی ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا کہ واسطہ تھے ورنہ پیش نظر تعمیل و طاعت احکام الہی تھی دوسری بات یہ بھی یاد رکھئے کہ ید اللہ فوق ایدیہم سے مراد اور کن یہ بیعت ہی ہے گویا کہ یہ ماقبل کی تاکید ہے ویسے لغت میں ید کو نصرت و قوت کے معنی پر بھی محمول کرنے کی گنجائش ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ نصرت ان لوگوں کے شامل حال ہے جنہوں نے آپ کے دست گرامی پر بیعت کی بہر حال بتانا یہ مقصود ہے کہ ید سے یہاں ہاتھ مراد نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ جسم اور جسمانیات سبب سے منزہ اور پاک ہیں مدارک میں ہے اللہ عن الجوارح و عن صفات الجسام و من نکث فقہا مفسرین کا ارشاد ہے کہ نقض عہد پر یہ وعید کچھ بیعت رضوان ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بروہ شخص اس وعید کا مخاطب ہے جو کسی واجب الادا عہد کو توڑے لیکن یہ بھی جب کہ قصد او ارادۃ نقض عہد یا ہوا گر بھول کر ایسا ہوا اور پھر اپنی حرکت پر تادم ہے تو شریعت اس صورت میں بھی مواخذہ نہیں کرتی اگرچہ وہ خا طلی ضرور ہوگا۔

شاید و مبشر صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے ہم نے تمہیں اپنی مخلوق پر شاہد بنا کر مومنوں کو خوشخبریاں سنانے والا بنا کر کافروں کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس آیت کی پوری تفسیر سورہ احزاب میں گزر چکی ہے۔ تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کی عظمت و احترام کرو۔ بزرگی اور پاکیزگی کو تسلیم کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صبح شام تسبیح کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تعظیم و تکریم بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل خود اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں ارشاد ہے: مَنْ يَطْعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ (سورہ نساء: ۸۰) یعنی جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا کا کہا مانا۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یعنی وہ ان کے ساتھ ہے۔ ان کی باتیں سنتا ہے۔ ان کا مکان دیکھتا ہے۔ ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ پس دراصل رسول کے واسطے سے ان سے بیعت لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ توبہ: ۱۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے بدلے میں جنت انہیں دے دی ہے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں مرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ خدا کا یہ سچا وعدہ تو رات و انجیل میں بھی موجود ہے اور اس قرآن میں بھی سمجھ لو کہ خدا سے زیادہ سچے وعدے والا کون ہوگا؟ پس تمہیں اس خرید و فروخت پر خوش ہو جانا چاہئے۔ دراصل سچی کامیابی یہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے راہ خدا میں تلوار تول لی اس نے اللہ سے بیعت کر لی اور حدیث میں ہے حجر اسود کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کھڑا کرے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی۔ جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کی گواہی دے گا۔ اسے بوسہ دینے والا دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر فرماتا ہے جو بیعت کے بعد عہد شکنی کرے گا اس کا وبال خود اسی پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا وہ کچھ نہ بگاڑے گا اور جو اپنی بیعت کو نبھا جائے گا وہ بڑا ثواب پائے گا۔ یہاں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے۔ جو ایک بول کے درخت تلے حدیبیہ کے میدان میں ہوئی تھی۔ اس دن بیعت کرنے والے صحابہ کی تعداد تیرہ سو چودہ سو یا پندرہ سو تھی۔ ٹھیک یہ ہے کہ چودہ سو تھی۔ اس واقعہ کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ بخاری شریف میں ہے ہم اس دن چودہ سو تھے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس پانی میں ہاتھ رکھا پس آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کی سوتیں اُبلنے لگیں۔ یہ حدیث مختصر ہے اس حدیث سے جس میں ہے کہ صحابہ سخت پیاسے ہوئے پانی تھا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا۔ انہوں نے جا کر حدیبیہ کے کنوئیں میں اسے گاڑ دیا۔ فوراً پانی جوش کے ساتھ اُبلنے لگا۔ یہاں تک کہ سب کو کافی ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس روز تم کتنے تھے؟ فرمایا چودہ سو لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی اس قدر تھا کہ سب کو کافی ہو جاتا۔ بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پندرہ سو تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں پندرہ سو بھی مروی ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فی الواقع تھے تو پندرہ سو اور یہی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا قول تھا۔ پھر آپ کو کچھ وہم سا ہو گیا اور چودہ سو فرمانے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سو پندرہ سو تھے۔ لیکن آپ سے مشہور روایت چودہ سو کی ہے۔ اکثر راویوں اور اکثر سیرت نویس بزرگوں کا یہی قول ہے کہ چودہ سو تھے۔ ایک اور روایت میں ہے اصحاب شجرہ چودہ سو تھے اور اس دن آٹھواں حصہ مہاجرین کا مسلمان ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حدیبیہ والے سال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سات سو صحابہ کو لے کر زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مدینہ سے چلے قربانی کے ستر اونٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ہر دس اشخاص کی طرف سے ایک اونٹ۔

ہاں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھی اس دن چودہ سوتھے۔ ابن اسحاق اسی طرح کہتے ہیں اور ان کے اوہام میں شمار ہے۔ صحیحین میں جو محفوظ ہے وہ یہ کہ ایک ہزار کئی سوتھے۔ جیسے ابھی آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس بیعت کا سبب سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا کہ آپ کو مکہ بھیج کو قریش کو کہلوائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے۔ بلکہ آپ بیت اللہ شریف کے عمرے کے لئے آئے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے خیال میں تو اس کام کے لئے آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجیں۔ کیونکہ مکہ میں میرے خاندان میں سے کوئی نہیں۔ یعنی بنو عدی بن کعب کا قبیلہ نہیں جو میری حمایت کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ قریش سے میں نے کتنی کچھ اور کیا کچھ دشمنی کی ہے اور مجھ سے وہ کس قدر خار کھائے ہوئے ہیں۔ تو مجھے تو وہ زندہ بھی نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرما کر جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابوسفیان اور سرداران قریش کے پاس بھیجا۔ آپ جا ہی رہے تھے کہ راستہ میں یا مکہ میں داخل ہوتے ہی ابان بن سعید بن عاص مل گئے۔ اس نے آپ کو اپنے آگے اپنی سواری پر بٹھالیا اور اپنی امان میں انہیں اپنے ساتھ مکہ لے گئے۔ آپ قریش کے سرداروں کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اگر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہیں تو کر لیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کر لوں۔ اب ان لوگوں نے جناب ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا۔ ادھر لشکر اسلام میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر ڈالا گیا۔ اس وحشت اثر خبر نے مسلمانوں کو اور خود اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو بڑا صدمہ پہنچایا اور آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بغیر فیصلہ کئے یہاں سے نہیں ہٹنے کے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کو بلوایا اور ان سے بیعت لی ایک درخت تلے۔ یہ بیعت الرضوان ہوئی لوگ کہتے ہیں یہ بیعت موت پر لی تھی۔ یعنی لڑتے لڑتے مرجائیں گے۔ لیکن حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ موت پر نہیں لی تھی بلکہ اس اقرار پر کہ ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں جتنے مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میدان میں تھے سب نے آپ سے یہ رضا مندی بیعت کی بجز جد بن قیس کے۔ جو قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص تھا۔ یہ اپنی اونٹنی کی آڑ میں چھپ گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ غلط تھی۔ اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو حویطب بن عبد العزیٰ اور مکور بن حفص کو آپ کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ ابھی یہیں تھے جو بعض مسلمانوں اور بعض مشرکین میں کچھ تیز کلامی شروع ہو گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنگ باری اور تیر باری بھی ہوئی اور دونوں طرف کے لوگ کھینچ گئے۔ ادھر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو روک لیا۔ ادھر یہ لوگ رک گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا کر دی کہ روح القدس اللہ کے رسول کے پاس آئے اور بیعت کا حکم دے گئے۔ آؤ اللہ کا نام لے کر بیعت کر جاؤ۔ اب کیا تھا مسلمان بے تابانہ دوڑے ہوئے حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے آپ اس وقت درخت تلے تھے۔ سب نے بیعت کی اس بات پر کہ وہ ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ موڑنے کا نام نہ لیں گے۔ اس سے مشرکین کانپ اٹھے اور جتنے مسلمان ان کے پاس تھے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔ بیہقی میں ہے کہ بیعت کے وقت اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا یا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے رسول کے کام کو گئے ہیں۔ پس آپ نے خود اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا۔ گویا حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ان کے اپنے ہاتھ سے بہتر بہت افضل تھا۔ اس بیعت میں سب سے پہلے کرنے والے حضرت ابوسنان اسدی تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہوں نے سب سے آگے بڑھ کر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائیے تاکہ میں بیعت کر لوں۔ آپ نے فرمایا کس بات پر بیعت کرتے ہو؟ جواب دیا جو آپ

کے دل میں ہوا اس پر۔ آپ کے والد کا نام وہب تھا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ لوگ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔ دراصل واقعہ یوں نہیں۔ بات یہ ہے کہ حدیبیہ والے سال حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک انصار کے پاس بھیجا کہ جا کر اپنا گھوڑا لے آؤ۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم نہ تھا۔ یہ اپنے طور پر پوشیدگی سے لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے۔ تو یہ بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر گھوڑا لینے گئے اور گھوڑا لے کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں۔ اب جناب فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کا اسلام باپ سے پہلے کا ہے۔ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ لوگ الگ الگ درختوں تلے آرام کر رہے تھے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ہر ایک کی نگاہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ ذرا دیکھو تو کیا ہو رہا ہے؟ یہ آئے دیکھا کہ بیعت ہو رہی ہے تو بیعت کر لی۔ پھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر کی۔ چنانچہ آپ بھی فوراً آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے بیعت کی ہے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور آپ ایک بول کے درخت تلے تھے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ کو آپ کے سر سے اوپر اٹھا کر میں تھامے ہوئے تھا۔ ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ یہ بیعت میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر تھی حضرت سلمیٰ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے مرنے پر بیعت کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بیعت کر کے میں ہٹ کر ایک طرف کو کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو بیعت کر لی آپ نے فرمایا خیر آؤ بیعت کرو۔ چنانچہ میں نے قریب جا کر بیعت کی۔ حدیبیہ کا وہ کنواں جس کا ذکر اوپر گزرا صرف اتنے پانی کا تھا کہ پچاس بکریاں بھی آسودہ نہ ہو سکیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دوبارہ بیعت کر لینے کے بعد آپ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں بے سپر ہوں۔ تو آپ نے مجھے ایک ڈھال عنایت فرمائی۔ پھر لوگوں سے بیعت لینا شروع کر دی۔ پھر آخری مرتبہ میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی مرتبہ جن لوگوں نے بیعت کی۔ میں نے ان کے ساتھ ہی بیعت کی تھی۔ پھر بیچ میں دوبارہ بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر سہی۔ چنانچہ اس جماعت کے ساتھ بھی میں نے بیعت کی۔ آپ نے پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ ہم نے جو تمہیں ڈھال دی تھی وہ کیا ہوئی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس دشمن کا وارو روکنے کو کوئی چیز نہیں۔ میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی۔ تو آپ ہنسے اور فرمایا تم بھی اس شخص کی ہو جس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا میرے پاس کسی ایسے کو بھیج دے جو مجھے جان سے بھی عزیز ہو۔ پھر اہل مکہ نے صلح کی تحریک کی۔ آمدورفت ہوئی اور صلح ہو گئی۔ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خادم تھا۔ ان کے گھوڑے کی اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ مجھے کھانے کو دے دیتے تھے۔ میں تو اپنا گھربار بال بچے مال دولت سب راہ خدا میں چھوڑ کر ہجرت کر کے چلا آیا تھا جب صلح ہو چکی۔ ادھر کی ادھر آنے لگے تو ایک درخت تلے جا کر کانٹے وغیرہ ہٹا کر اس کی جڑ سے لگ کر سو گیا۔ اچانک مشرکین مکہ میں سے چار شخص

آئے کہ باوجود شدید احتیاج کے ایک دوسرے صحابی کو تم نے خود پر ترجیح دی۔

وہیں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات سے آپس میں باتیں کرنے لگے۔ مجھے بڑا برا معلوم ہوا۔ میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے درخت تلے چلا گیا۔ ان لوگوں نے اپنے ہتھیار اتارے درخت پر لٹکا کر وہاں لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر گزری ہو گئی۔ جو میں نے سنا کہ وادی کے نیچے کے حصے سے کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ اے مہاجر بھائیو حضرت ذہیم قتل کر دیئے گئے۔ میں نے جھٹ سے تلواریں لی اور اسی درخت تلے گیا۔ جہاں وہ چاروں سوئے ہوئے تھے۔ جاتے ہی پہلے تو ان کے ہتھیار قبضے میں کئے اور اپنے ایک ہاتھ میں انہیں دبا کر دوسرے ہاتھ سے تلوار تول لی اور ان سے کہا: سنو اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے۔ تم میں سے جس نے بھی سراٹھایا میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ جب وہ اسے مان چکے میں نے کہا اٹھو اور میرے آگے آگے چلو۔ چنانچہ ان چاروں کو لے کر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکرز نامی عیلات کے ایک مشرک کو گرفتار کر کے لائے اور بھی اسی طرح کے ستر مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کئے گئے تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ برائی کی ابتدا بھی انہی کے سر ہے اور پھر برائی کو بار بار کرنے کے ذمہ دار بھی یہی رہیں۔ چنانچہ سب کو رہا کر دیا گیا۔ اسی کا بیان آیت: **وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ** (سورہ فتح: ۲۴) میں ہے۔ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بھی اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ اگلے سال جب ہم حج کو گئے تو اس درخت کی جگہ ہم پر پوشیدہ رہی۔ ہم نہ معلوم کر سکے کہ کس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی۔ اب اگر تم کو یہ راز معلوم ہو گیا ہو تو تم جانو۔ ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج زمین پر جتنے ہیں ان سب میں افضل تم لوگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس جگہ کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جن لوگوں نے اس بیعت میں شرکت کی ہے ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا (بخاری مسلم) اور روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے اس درخت تلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب جنت میں جائیں گے مگر سرخ اونٹ والا۔ ہم جلدی سے دوڑے دیکھا تو ایک شخص اپنے کھوئے ہوئے اونٹ کی تلاش میں تھا۔ ہم نے کہا چل بیعت کر۔ اس نے جواب دیا کہ بیعت سے زیادہ نفع تو اس میں ہے کہ اپنا گم شدہ اونٹ پالوں۔ مسند احمد میں ہے آپ نے فرمایا کون ہے جو شنیۃ المرار پر چڑھ جائے۔ اس سے وہ دور ہو جائے گا۔ جو بنی اسرائیل سے دور ہوا۔ پس سب سے پہلے قبیلہ بنی خزرج کے ایک صحابی اس پر چڑھ گئے۔ پھر تو اور لوگ بھی پہنچ گئے پھر آپ نے فرمایا تم سب بخشے جاؤ گے۔ مگر سرخ اونٹ والا۔ ہم اس کے پاس آئے اور اس سے کہا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار طلب کریں تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھے میرا اونٹ مل جائے تو میں زیادہ خوش ہوں بہ سبب اس کے کہ تمہارے صاحب میرے لئے استغفار کریں۔ یہ شخص اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا تھا۔ حضرت حفصہؓ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سنا کہ اس بیعت والے دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔ تو کہا ہاں ہوں گے۔ آپ نے انہیں روک دیا تو ام المؤمنین صاحبہ نے آیت: **وَإِنْ قِتُّكُمْ إِلَّا وَاِدُّهَا** (سورہ مریم: ۷۱) پڑھی۔ یعنی تم میں سے ہر شخص کو اس پر وارد ہونا ہے۔ اس کے بعد فرمان باری ہے: **ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ** (سورہ مریم: ۷۲) یعنی پھر ہم تقویٰ والوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو تھنوں کے بل اس میں گرا دیں گے (مسلم)۔ حضرت حاطب بن ابولتبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت حاطب کی شکایت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاطب ضرور جہنم میں جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تو

جھوٹا ہے وہ جہنمی نہیں۔ وہ بدر میں اور حدیبیہ میں موجود رہا ہے ان بزرگوں کی ثانیان ہو رہی ہے کہ یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ اس بیعت کو تور نے والا اپنا ہی نقصان کرنے والا ہے اور اسے پورا کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہے۔ جیسے فرمایا: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا۔ جبکہ انہوں نے درخت تلے تجھ سے بیعت کی۔ ان کے دلی ارادوں کو اس نے جان لیا۔ پھر ان پر دل جمعی نازل فرمائی اور قریب کی فتح سے انہیں سرفراز فرمایا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْنَا
يَقُولُونَ بِالسِّتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا
إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ بَلْ
ظَنَنْتُمْ أَنَّ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزِينَ ذَلِكَ فِي
قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنًّا سَوْءًا ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ يُغْفِرُ لِمَنْ
يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

جو دیہاتی پیچھے رہ گئے وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور عیال نے فرصت نہ لینے دی۔ سو ہمارے لئے (اس کوتاہی کی) معافی کی دعا کر دیجئے۔ یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ آپ کہہ دیجئے سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا (کچھ بھی) اختیار رکھتا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے۔ بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسول اور (ہمراہی) مؤمنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے برے برے گمان کئے اور تم پر باد ہونے والے لوگ ہو گئے اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور تمام آسمان وزمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے ○

عذر تراشیاں:

جو اعراب جہاد سے جی چرا کر رسول خدا کا ساتھ چھوڑ کر موت کے ڈر کے مارے گھر سے نہ نکلے تھے اور جانتے تھے کہ کفر کی زبردست طاقت ہمیں چکنا چور کر دے گی اور جو اتنی بڑی طاقت سے ٹکر لینے گئے ہیں یہ تباہ ہو جائیں گے۔ بال بچوں سے ترس جائیں گے۔ وہیں کاٹ ڈالیں جائیں گے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باز مجاہدین کی جماعت کے ساتھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعرابی قبیلہ غفار مزانہ جہنہ اسلام الشج وکیل کے تھے۔

سالحاً و غانماً واپس آرہے ہیں تو اپنی دل میں منصوبے گانٹھنے لگے کہ اپنی مشیت بنی رہے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پہلے ہی خبردار کر دیا۔ کہ یہ بد باطن لوگ آکر اپنے ضمیر کے خلاف اپنی زبان کو حرکت دیں گے اور عذر پیش کریں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بال بچوں اور کام کاج سے نکلنا نہ ہوا۔ ورنہ ہم تو ہر طرح تابع فرمان ہیں۔ ہماری جان تک حاضر ہے اپنی مزید ایمان داری کے اظہار کے لئے یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضرت آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ تو آپ انہیں جواب دے دینا کہ تمہارا معاملہ میرا خدا ہے۔ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچائے تو کون ہے جو اسے دفع کر سکے؟ اور اگر وہ تمہیں نفع دینا چاہے تو کون ہے جو اسے روک سکے۔ تصنع اور بناوٹ سے تمہاری ایمان داری اور نفاق سے وہ بخوبی واقف ہے۔ ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ دراصل تمہارا پیچھے رہ جانا کسی عذر کے باعث نہ تھا۔ بلکہ بطور نافرمانی کے ہی تھا۔ صاف طور پر تمہارا نفاق اس کا باعث تھا۔ تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں بھلائی کا یقین نہیں۔ اس وجہ سے تمہاری جانیں تم پر گراں ہیں۔ تم اپنی نسبت تو کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رسول ﷺ کی نسبت بھی یہی خیال کرتے تھے کہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے ایک شخص بھی نہ بچ سکے گا جو ان کی خبر نوا کر دے۔ ان بد خیالیوں نے تمہیں نامرد بنا رکھا تھا۔ تم دراصل برباد شدنی لوگ ہو۔ کہا گیا ہے کہ بور الغت عمان ہے۔ جو شخص اپنا عمل خالص نہ کرے۔ اپنا عقیدہ مضبوط نہ بنالے۔ اسے اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں عذاب کرے گا۔ گودنیا میں وہ بہ خلاف اپنے باطن کے ظاہر کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ملک اپنی شہنشاہی اور اپنے اختیارات کا بیان فرماتا ہے کہ مالک و متصرف وہی ہے۔ بخشش اور عذاب پر قادر وہ ہے۔ لیکن ہے غفور اور رحیم جو بھی اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جو اس کا دروازہ کھٹکھٹائے وہ اس کے لئے اپنا دروازہ کھول دیتا ہے۔ خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں۔ جب توبہ کرے اللہ قبول فرما لیتا ہے اور گناہ بخش دیتا ہے۔ بلکہ رحم اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ لِّتَأْخُذُوا بِهَا زُرُونَا نَتَّبِعْكُمْ
يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ
مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا

قَلِيلًا ⑤

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنائم لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں۔ وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں ○

۱۔ سورہ کا نزول دوران سفر ہی میں ہوا تھا اس لئے یہ گویا کہ قرآن مجید کی ایک پیش گوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔

۲۔ استغفار کی درخواست دیا اور تصنع پر محمول ہوگی۔

الْمَرِيضُ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

آپ ان پیچھے رہنے والوں دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں سے لڑنے کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں۔ سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو نیک عوض (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے جیسا اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو تو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا۔ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (حکم سے) روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

ایک اور امتحان:

وہ سخت لڑاکا قوم جن سے لڑنے کی طرف یہ بلائے جائیں گے کونسی قوم ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ہوازن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ثقیف ہے۔ تیسرے اس سے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ بنو حنیف ہے۔ چوتھے یہ کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں۔ پانچویں یہ کہ اس سے مراد رومی ہیں چھٹے یہ کہ اس سے مراد بت پرست ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کوئی خاص قبیلہ یا گروہ نہیں بلکہ مطلق جنگ جو قوم مراد ہے۔ جو ابھی تک مقابلہ میں نہیں آئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد کر دلوگ ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوگی اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی۔ ان کے منہ مثل تہ بہ تہ ڈھالوں کے ہوں گے۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد ترک لوگ ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا۔ جن کی جوتیاں بال دار ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد کر دلوگ ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان سے جہاد و قتال تم پر مشروع کر دیا گیا ہے اور یہ حکم باقی ہی رہے گا۔ خدا تعالیٰ ان پر تمہاری مدد کرے گا۔ یا یہ کہ وہ خود بخود بغیر لڑے بھڑے دین اسلام قبول کر لیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر تم مان لو گے اور جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ گے اور حکم کی بجا آوری کرو گے تو تمہیں بہت ساری نیکیاں ملیں گی اور اگر تم نے وہی کیا جو حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا یعنی بزدلی سے بیٹھے رہے۔ جہاد میں شرکت نہ کی۔ احکام کی تعمیل سے جی چرایا تو تمہیں المناک عذاب ہوگا۔ پھر جہاد کے ترک کرنے کے جو صحیح عذر ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے۔ پس دو عذر تو وہ بیان فرمائے جو لازمی ہیں۔ یعنی اندھا پن اور لنگڑا پن اور ایک عذر وہ بیان فرمایا جو عارضی ہے۔ جیسے بیماری کہ چند دن رہی پھر چلی گئی۔ پس یہ بھی اپنی بیماری کے زمانہ میں معذور ہیں۔ ہاں تندرست ہونے کے بعد یہ معذور نہیں۔ پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ خدا رسول کا فرماں بردار جنتی ہے اور

۱۔ یہ خدا تعالیٰ کی وہ مصلحت تھی جس کے نتیجہ میں امت کو ایک بڑی گمراہی سے بچانا مقصود تھا یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مقام میں تقدس کے غیر معمولی طور پر قائم ہو کر عقائد میں امت بٹنک جائے لیلین افسوس کہ اسی امت نے آج اتنے صنم خانے اپنے ہاتھوں تیار کر لئے کہ بدعات میں بھی کوئی امت ان سے آگے نہ رہی۔

۲۔ اور چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جو جہاد سے بے رغبتی کرے اور دنیا کی طرف سراسر متوجہ ہو جائے۔ معاش کے پیچھے معاد کو ہی بھول جائے۔ اس کی سزا دنیا میں ذلت اور آخرت میں دکھ کی مار ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ
فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝۱۸ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ
اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۱۹

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دے دی اور (اس فتح میں) بہت سی غنائم بھی دیں۔ جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے ○

رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ بیعت کرنے والے چودہ سو کی تعداد میں تھے اور یہ درخت ببول کا تھا۔ جو حدیبیہ کے میدان میں تھا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن جب حج کو گئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت الرضوان ہوئی تھی۔ حضرت عبدالرحمن نے واپس آ کر یہ قصہ حضرت سعید بن مسیب سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا میرے والد صاحب بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے۔ ان کا بیان تھا کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے۔ لیکن ہم سب کو بھلا دیا گیا۔ وہ درخت ہمیں نہ ملا۔ پھر حضرت سعید فرمانے لگے۔ تعجب ہے کہ اصحاب رسول خود بیعت کرنے والے تو اس جگہ کو نہ پاسکیں۔ انہیں معلوم نہ ہو لیکن تم لوگ جان لو۔ گویا تم اصحاب رسول سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔ پھر فرماتا ہے ان کی دلی صداقت نیت وفا اور ماننے کی عادت کو خدا نے معلوم کر لیا پس ان کے دلوں میں اطمینان ڈال دیا اور قریب کی فتح انعام فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو حدیبیہ کے میدان میں ہوئی۔ جس سے عام بھلائی حاصل ہوئی اور جس کے قریب ہی خیبر فتح ہوا۔ پھر تھوڑے ہی زمانے کے بعد مکہ بھی فتح ہو گیا۔ پھر اور قلعے اور علاقے بھی فتح ہوتے چلے گئے اور وہ عزت و نصرت فتح و ظفر اقبال اور رفعت حاصل ہوئی کہ دنیا انگشت بدنداں حیران و پریشان رہ گئی۔ اسی لئے فرمایا کہ بہت سی غنائم عطا فرمائے گا۔ سچے غلبہ والا اور کامل حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حدیبیہ کے میدان میں دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی کہ لوگو بیعت کے لئے آگے بڑھو۔ روح القدس آچکے ہیں۔ ہم بھاگے دوڑے حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ آپ اس وقت ببول کے درخت تلے تھے۔ ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جس کا ذکر آیت: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ..... میں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر خود ہی بیعت کر لی۔ تو ہم نے کہا عثمان رضی اللہ تعالیٰ بڑے خوش نصیب ہیں کہ ہم تو یہاں پڑے ہوئے ہیں اور وہ بیعت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ یہ سن کر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۔ مقصود صرف امت کو تفریق سے بچاؤ کی ہدایت کرنا تھا۔

نے فرمایا بالکل ناممکن ہے کہ عثمان مجھ سے پہلے طواف کرنے کو کئی سال تک وہاں رہے۔

وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُوهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلُوا إِلَّا دَبَارَ ثَمَرَ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سردست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ یہ (واقعہ) اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ خدا کے دستور میں رد و بدل نہ پائیں گے اور وہ ایسا کہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) سے عین مکہ (کے قریب) روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا ○

ایک وعدہ:

ان بہت سے غنائم سے مراد آپ کے زمانے اور بعد کی سب غنائم ہیں۔ فوراً حاصل ہونے والی غنیمت سے مراد حدیبیہ کی صلح ہے۔ اس خدا کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ کفار کے برے ارادوں کو اس نے پورا نہ ہونے دیا۔ نہ مکے کے کافروں کے نہ ان منافقوں کے جو تمہارے پیچھے مدینے میں رہے تھے۔ نہ یہ تم پر حملہ آور ہو سکے نہ وہ تمہارے بال بچوں کو کچھ ستا سکے۔ یہ اس لئے کہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اصل حافظ و ناصر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پس دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت سے ہمت نہ ہاریں اور یہ بھی یقین کر لیں کہ ہر کام کے انجام کا علم اللہ ہی کو ہے۔ بندوں کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ اس کے فرمان پر عامل رہیں اور اسی میں اپنی خیریت سمجھیں۔ گو وہ فرمان بظاہر خلاف طبع ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تم جیسے ناپسند رکھتے ہوں وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ وہ تمہیں تمہاری

۱۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حکم بجا آوری اور اتباع رسول اور سچی جاں نثاری کے عوض راہِ مستقیم دکھا دے گا اور غنائم اور فتح مندیاں بھی عطا فرمائے گا۔ جن کا حاصل کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن خدا خود تمہاری مدد کرے گا اور ان مشکلات کو تم پر آسان کر دے گا۔ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے بس میں ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے بندوں کو ایسی جگہ سے روزیاں پہنچاتا ہے۔ جو کسی کے خیال میں تو کیا؟ خود ان کے اپنے خیال میں بھی نہ ہوں۔ اس غنیمت سے مراد خیر کی غنیمت ہے۔ جس کا وعدہ صلح حدیبیہ میں پہنچا تھا۔ یا مکہ کی فتح ہے یا فارس و روم کے مال ہیں۔ یا وہ تمام فتوحات جو قیامت تک مسلمانوں کو ہوں گی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ کفار سے مرعوب و خائف نہ ہوں گے۔ کافر مقابلہ پر آئے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مدد کرے گا اور ان بے ایمانوں کو شکست فاش دے گا۔ یہ پیٹھ دکھائیں گے اور منہ پھیر لیں گے اور کوئی والی اور مددگار بھی انہیں نہ ملے گا۔ اس لئے کہ وہ خدا اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے آئے ہیں اور اس کے ایماندار بندوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب کفر و ایمان کا مقابلہ ہو وہ ایمان کو کفر پر غالب کرتا ہے اور حق کو ظاہر کر کے باطل کو باد دیتا ہے۔ جیسے کہ بدر والے بہت سے کافروں کو جو با سامان تھی۔ چند مسلمانوں کے مقابلہ میں جو بے سرو سامان تھے۔ شکست فاش دی۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس احسان کو بھی نہ بھولو کہ میں نے مشرکوں کے ہاتھ تم تک نہ پہنچنے دیئے اور تمہیں بھی مسجد حرام کے پاس لڑنے سے روک دیا اور تم میں ان میں صلح کرادی جو دراصل تمہارے حق میں سراسر بہتر ہے۔ دنیا کے اعتبار سے بھی کیا اور آخرت کے اعتبار سے بھی۔ وہ حدیث یاد ہوگی جو اسی سورت کی تفسیر میں بہ روایت حضرت سلمہ بن اکوع گزر چکی ہے کہ جب ستر کافروں کو باندھ کر صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا انہیں جانے دو۔ ان کی طرف سے ہی ابتدا ہو اور انہی کی طرف سے دوبارہ شروع ہو۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت اتری۔ مسند احمد میں ہے کہ اسی کافر ہتھیاروں سے آراستہ جبلِ تنعیم کی طرف سے چپ چاپ تے موقعہ پا کر اتر آئے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم غافل نہ تھے۔ آپ نے فوراً لوگوں کو آگاہ کر دیا۔ سب گرفتار کر لئے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے ازراہ مہربانی ان کی خطا معاف کر دی اور سب کو چھوڑ دیا۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ یہ حدیث مسلم ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جس درخت کا ذکر قرآن میں ہے اسی کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ہم لوگ بھی آپ کے ارد گرد تھے۔ اس درخت کی شاخیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر سے لگ رہی تھیں۔ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سمیل بن عمرو آپ کے سامنے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔ اس پر سمیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا اور کہا ہم رخصت اور رحیم کو نہیں جانتے۔ ہمارے اس صلح نامہ میں ہمارے دستور کے مطابق لکھوا دیئے۔ پس آپ نے فرمایا: بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ لکھ لو۔ پھر لکھا یہ وہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اس پر سمیل نے پھر آپ کا ہاتھ تھام کر رکھا کہ اگر آپ رسول اللہ ہی ہیں تو پھر ہم نے بڑا ظلم کیا۔ اس صلح نامہ میں وہی لکھوا دیئے جو ہم میں مشہور ہیں۔ تو آپ نے فرمایا لکھو یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل مکہ سے صلح کی۔ اتنی میں تمیں نو جوان کفار ہتھیار بند آن پڑے۔ آپ نے ان کے حق میں بددعا کی۔ خدا نے انہیں بہرا بنا دیا۔ ہم اٹھے اور ان کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں کسی نے امن دی ہے؟ یا تم کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ انہوں نے انکار کیا۔ لیکن باوجود اس کے آپ نے ان سے ویر گز فرمایا اور انہیں چھوڑ دیا۔ اس پر یہ آیت وهو الذی... نازل ہوئی (نسائی) ابن جریر میں ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے جانور لے کر چلے اور ذوالحلیفہ تک پہنچ

گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اے نبی اللہ آپ ایک ایسی قوم کی بستی میں جا رہے ہیں جو برسرِ پیکار ہیں اور آپ کے پاس ہتھیار ہیں نہ اسباب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر آدمی بھیج کر مدینہ سے ہتھیار اور کل سامان منگوا لیا جب آپ مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو مشرکین نے آپ کو روکا کہ آپ مکہ میں نہ آئیں۔ آپ نے سفر جاری رکھا اور منیٰ میں جا کر قیام کیا۔ آپ نے جاسوس بھیج کر آپ کو خبر دی کہ عکرمہ بن ابوجہل پانچ سو کا لشکر لے کر آپ کے اوپر چڑھائی کرنے آ رہا ہے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے خالد تیرا چچا زاد بھائی لشکر لے کر آ رہا ہے۔ حضرت خالدؓ نے کہا پھر کیا ہوا؟ میں خدائی تلوار ہوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اسی دن سے آپ کا لقب سیف اللہ ہوا۔ مجھے آپ جہاں چاہیں اور جس کے مقابلہ میں چاہیں بھیجیں۔ چنانچہ عکرمہ کے مقابلہ کے لئے آپ روانہ ہوئے۔ گھائی میں دونوں کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عکرمہ کے پاؤں نہ جھے۔ اسے مکہ کی گلیوں تک پہنچا کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آ گئے۔ لیکن پھر دوبارہ تازہ دم ہو کر مقابلہ پر آیا۔ اب کی مرتبہ بھی شکست کھا کر مکہ کی گلیوں تک پہنچ گیا۔ وہ پھر تیسری دفعہ نکلا اس مرتبہ بھی یہی حشر ہوا۔ اسی کا بیان آیت: **وَهُوَ الَّذِينَ كَفَّ** میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظفر مندی کے کفار کو بھی بچا لیا تا کہ جو مسلمان ضعفا اور کمزور مکہ میں تھے۔ انہیں لشکر اسلام کے ہاتھوں کوئی گزند نہ پہنچے لیکن اس روایت میں بہت کچھ تامل ہے۔ ناممکن ہے کہ یہ حدیبیہ والے واقعہ کا ہو۔ اس لئے کہ اس وقت تک تو حضرت خالد مسلمان ہی نہ ہوئے تھے۔ بلکہ مشرکین کے ایک فوجی دستہ کے یہ اس دن سردار تھے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں موجود ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ واقعہ عمرہ القضاء کا ہو۔ اس لئے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ کی شرائط کے مطابق یہ طے شدہ امر تھا کہ اگلے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئیں عمرہ ادا کریں اور تین دن تک مکہ میں ٹھہریں۔ چنانچہ اسی قرار داد کے مطابق جب حضور صلی اللہ تشریف فرما ہوئے تو کافروں نے آپ کو روکا نہیں۔ نہ آپ سے جنگ وجدال کیا۔ اسی طرح یہ بھی تو نہیں ہو سکتا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہو۔ اس لئے کہ فتح مکہ والے سال آپ اپنے ساتھ قربانیاں لے کر نہیں گئے تھے۔ اس وقت تو جنسی حیثیت سے آپ گئے تھے۔ لڑنے اور جہاد کرنے کی نیت سے تشریف لے گئے تھے۔ پس اس روایت میں بہت کچھ خلل ہے اور اس میں ضرور قباحت ہوئی ہے۔ خوب سوچ لینا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مولیٰ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریش نے اپنے چالیس یا پچاس افراد بھیجے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے ارد گرد گھومتے رہیں اور موقع پا کر کچھ نقصان بھی پہنچائیں یا کسی کو گرفتار کر کے لے آئیں۔ یہاں یہ سارے کے سارے پکڑ لئے گئے۔ لیکن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا اور سب کو چھوڑ دیا گیا۔ انہوں نے آپ کے لشکر پر کچھ پتھر بھی پھینکے تھے اور کچھ تیر بھی چلائے تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ایک صحابی جنہیں ابن زبیم کہا جاتا تھا حدیبیہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے تھے۔ مشرکین نے تیر بازی کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سواران کے تعاقب میں بھیجے۔ وہ ان سب کو جو تعداد میں بارہ سوار تھے۔ گرفتار کر کے لے آئے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس میری جانب سے کوئی امان ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پوچھا کوئی عہد و پیمان ہے؟ کہا نہیں۔ لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا اور اسی بارے میں آیت: **وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ** نازل ہوئی۔

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ

مَحَلَّهُ وَلَوْلَا رِجَالُ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءُ مُؤْمِنَاتٍ لَمَّا تَعْلَمُوهُمْ إِنْ تَطَّوُّهُمْ فَتَصِيبَكُمْ

مِنْهُمْ مَعْرَةٌ بَغَيْرِ عِلْمٍ لِيَدْخُلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ
الْحُمِيَّةَ حُمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ
وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمًا ۝

وہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور (نیز) قربانی کے جانور کو جو رکھا ہوا رہ گیا اس کے موقعہ پر پہنچنے سے روکا
اور اگر (مکہ میں اس وقت) بہت سے مسلمان مراد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی تھی۔ یعنی ان کے پاس
جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا
تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے۔ اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے جب
ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین پر اپنی طرف سے تحمل عطا
کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو
خوب جانتا ہے ○

کفار کی چیرہ دستیایں:

مشرکین عرب جو قریش تھے اور جو ان کے ساتھ اس عہد پر تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے۔ ان کی
نسبت قرآن خبر دیتا ہے کہ دراصل کفر پر یہ لوگ ہیں۔ انہوں نے ہی تمہیں مسجد حرام بیت اللہ شریف سے روکا ہے۔ حالانکہ اصلی حقدار اور
زیادہ لائق خانہ خدا کے تم ہی لوگ تھے۔ پھر ان کی سرکشی اور مخالفت نے انہیں یہاں تک اندھا کر دیا کہ خدا کی راہ کی قربانیوں کو بھی قربان
گاہ تک نہ جانے دیا۔ یہ قربانیاں تعداد میں ستر تھیں۔ جیسے کہ عنقریب اس کا بیان آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر دست
تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دینے میں راز یہ تھا کہ ابھی چند کمزور مسلمان مکے میں ایسے ہیں جو ان ظالموں کی وجہ سے نہ اپنے ایمان کو ظاہر کر
سکے ہیں نہ ہجرت کر کے تم میں مل سکے ہیں اور نہ تم انہیں جانتے ہو۔ تو یوں دفعۃً اگر تمہیں اجازت دے دی جاتی اور تم اہل مکہ پر چھاپہ
مارتے تو وہ مسلمان بھی تمہارے ہاتھوں شہید ہو جاتے اور بے علمی میں ہی تم مستحق گناہ اور مستحق دیت بن جاتے۔ پس ان کفار کی سزا کو خدا
نے کچھ اور پیچھے ہٹا دیا تاکہ ان کمزور مسلمانوں کو چھٹکارا مل جائے اور بھی جن کی قسمت میں ایمان ہے وہ ایمان لا چکیں ورنہ ان کفار پر
ابھی اسی وقت غلبہ دے دیتے اور ان کا بالکل خاتمہ کر دیتے۔ حضرت جنید بن سمیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صبح کو میں کافروں کے
ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ سے لڑ رہا تھا لیکن اسی شام کو اللہ تعالیٰ نے میرا دل پھیر دیا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑ
رہا تھا۔ ہمارے ہی بارے میں یہ آیت: لَوْلَا رِجَالٌ نازل ہوئی ہے۔ ہم کل نو شخص تھے۔ سات مرد و عورتیں (طبرانی) اور روایت

میں ہے کہ ہم تین مرد تھے اور نو عورتیں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اگر یہ مؤمن ان کافروں میں سے جیسے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں ان کافروں کو سخت سزا دیتا یہ قتل کر دیے جاتے۔ پھر فرماتا ہے جب کہ یہ کافر اپنے دلوں میں غیرت و حمیت جاہلیت کو جما چکے تھے۔ صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے سے انکار کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھوانے پر انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے نبی اور مؤمنوں کے دل کھول دیے۔ ان پر اپنی سکینت نازل فرما کر انہیں مضبوط کر دیا اور تقویٰ کے کلمے پر انہیں جما دیا۔ یعنی لا الہ الا اللہ پر۔ جیسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے اور جیسے کہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا۔ اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو بچا لیا۔ مگر بوجہ حق اسلام کے اور اس کے حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اپنی کتاب میں نازل فرمایا۔ ایک قوم کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ (سورہ صافات: ۳۵) یعنی ان سے کہا جاتا تھا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہاں ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہی اس کے زیادہ حقدار اور یہی اس کے قابل بھی تھے۔ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ انہوں نے اس سے تکبر کیا اور مشرکین قریش نے اسی سے حدیبیہ والے دن تکبر کیا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح نامہ مکمل کر لیا۔ ابن جریر میں بھی یہ حدیث ان ہی زیادتیوں کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری جملے راوی کے اپنے ہیں۔ یعنی حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول ہے جو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا حدیث میں ہی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد اخلاص ہے۔ عطا فرماتے ہیں وہ کلمہ یہ ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مراد ہے۔ یہی قول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد خدا کی وحدانیت کی شہادت ہے جو تمام تقویٰ کی جڑ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد لا الہ الا اللہ بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ حضرت عطاء خراسانی فرماتے ہیں کلمہ تقویٰ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے ابے معلوم ہے کہ مستحق خیر کون ہے اور مستحق شر کون ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت اسی طرح ہے: اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ وَلَوْ حَمِيْتُمْ كَمَا حَمَوْا لَفَسَدَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ یعنی کافروں نے جس وقت اپنے دل میں جاہلانہ ضد پیدا کر لی۔ اگر اس وقت تم بھی ان کی طرح ضد پر آ جاتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسجد حرام میں فساد ہو جاتا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ اس قرأت کی خبر پہنچی تو بہت غصے ہوئے۔ لیکن حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو سکھاتا ہے آپ اس میں سے مجھ کو بھی سکھاتے تھے۔ اس پر جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ ذی علم اور قرآن دان ہیں۔ آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا وہ پڑھئے اور سکھائیے۔ (نسائی)

۱۔ مطلب یہ کہ کوئی زانی ہو قاتل ہو مرتد ہو ظاہر ہے کہ اس سے جان لینے کا تو خود اسلام ہی مطالبہ کرتا ہے۔

۲۔ یہ روایت شاذ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی وجہ سے اعتراض تھا امت نے قرآن مجید میں شاذ اور نادر قراتوں پر اکتفا نہیں کیا۔

اُن حدیثوں کا بیان جن میں حدیبیہ کا قصہ اور صلح کا واقعہ ہے:

مسند احمد میں ہے حضرت مسعود بن خرمہ اور حضرت مردان بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت بیت اللہ کے ارادے سے چلے۔ آپ کا ارادہ جنگ کا نہ تھا۔ ستر اونٹ قربانی کے آپ کے ساتھ تھے۔ کل ساتھی آپ کے سات سوتھے۔ ایک ایک اونٹ دس دس آدمیوں کی طرف سے تھا۔ آپ جب عسفان پہنچے تو بشر بن سفیان کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خبر دی کہ یا رسول اللہ قریشیوں نے آپ کے آنے کی خبر پا کر مقابلہ کی تیاریاں کر لی ہیں۔ انہوں نے اونٹوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنے ساتھ لے لئے ہیں اور چیتے کی کھالیں پہن لی ہیں اور عہد و پیمان کر لئے ہیں کہ وہ آپ کو اس مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ خالد بن ولید کو انہوں نے چھوٹا سا لشکر دے کر کراع عمیم تک پہنچا دیا ہے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس قریشیوں کو لڑائیوں نے کھالیا۔ کتنی اچھی بات تھی کہ وہ مجھے اور لوگوں پر چھوڑ دیتے۔ اگر وہ مجھ پر غالب آ جاتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور لوگوں پر غالب کر دیتے تو پھر یہ لوگ دین اسلام قبول کر لیتے اور اگر اس وقت بھی وہ لوگ اس دین میں نہ آنا چاہتے تو مجھ سے لڑتے اور اس وقت ان کی طاقت بھی پوری ہوتی۔ قریشیوں نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ خدا کی قسم اس دین پر میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو خدا مجھے ان پر کھلم کھلا غلبہ عطا فرمادے یا میری گردن کٹ جائے۔ پھر آپ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ دائیں طرف حمص کے پیچھے سے اس راستے پر چلیں جو مثنیۃ المرار کو جاتا ہے اور حدیبیہ کے نیچے کے حصے میں ہے۔ خالد والے لشکر نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ بدل دیا تو یہ دوڑے ہوئے قریشیوں کے پاس گئے اور انہیں اس کی خبر دی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مثنیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگ کہنے لگے اونٹنی تھک گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس کی بیٹھ جانے کی عادت ہے۔ اسے اس خدا نے روک لیا ہے۔ جس نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔ سنو قریش آج مجھ سے جو چیز مانگیں گے جس میں صلہ رحمی ہو میں انہیں دوں گا۔ پھر آپ نے لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ پڑاؤ کریں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پوری وادی میں پانی نہیں۔ آپ نے ترکش میں سے ایک تیز نکال کر ایک صحابی کو دیا اور فرمایا اسے یہاں کے کسی کنوئیں میں گاڑ دو۔ اس کے گاڑتے ہی پانی جوش مارتا ہوا اُبل پڑا۔ تمام لشکر نے پانی لے لیا اور وہ برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ جب پڑاؤ ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھ گئے اتنے بدیل بن ورقا اپنے ساتھ قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں کو لے کر آیا۔ آپ نے اس کو وہی فرمایا جو بشر بن سفیان سے فرمایا تھا چنانچہ یہ لوگ گئے اور جا کر قریش سے کہا کہ تم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑی عجبت کی۔ حضور تم سے لڑنے نہیں آئے۔ آپ تو صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے کو آئے ہیں۔ تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو۔ دراصل قبیلہ خزاعہ کے مسلم و کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرفدار تھے مکہ کی خبریں انہی لوگوں سے آپ کو پہنچا کرتی تھیں۔ قریشیوں نے انہیں جواب دیا کہ گو آپ اسی ارادے سے آئے ہو لیکن یوں اچانک تو ہم انہیں آنے نہیں دیں گے۔ ورنہ لوگوں میں تو یہی باتیں ہوں گی کہ آپ مکہ میں گئے اور کوئی آپ کو روک نہ سکا۔ انہوں نے مکرز بن حفص کو پھر بھیجا۔ یہ بنو عامر بن لوی کے قبیلے میں سے تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عہد شکن شخص ہے اور اس سے بھی آپ نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے آنے والے دونوں اور شخصوں سے فرمایا تھا۔ یہ بھی لوٹ گیا اور جا کر قریشیوں سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ قریشیوں نے پھر حلیس بن علقمہ کنانی کو بھیجا۔ یہ مختلف ادھر ادھر کے لوگوں کا سردار تھا۔ اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس قوم سے ہے جو خدائی کاموں کی عظمت کرتی ہے۔ اپنی قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ اس نے جو دیکھا کہ ہر طرف سے قربانی کے نشاندہ جانور آ جا رہے ہیں اور بوجہ رک جانے کے ان کے بال اڑے ہوئے ہیں۔ تو یہ وہیں سے بغیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے لوٹ گیا اور جا کر قریش سے کہا کہ خدا جانتا ہے تمہیں حلال نہیں کہ تم انہیں بیت اللہ سے روکو۔ خدا کے نام کے جانور قربان گاہ سے رکے کھڑے ہیں۔ یہ سخت ظلم ہے۔ اتنے دن رکے رہنے سے ان کے بال تک اڑ گئے ہیں۔ میں اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ قریش نے کہا تو تو زرا اعرابی ہے خاموش ہو کر بیٹھ جا۔ اب انہوں نے مشورہ کر کے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا۔ عروہ نے اپنے جانے سے پہلے کہا کہ اے قریشیو! جن جن کو تم نے وہاں بھیجا وہ جب واپس آئے تو ان سے تم نے کیا سلوک کیا۔ یہ میں دیکھ رہا ہوں۔ تم نے انہیں برا کہا۔ ان کی بے عزتی کی۔ ان پر تہمت لگائی۔ ان سے بدگمانی کی۔ میری حالت تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں مثل باپ کے سمجھتا ہوں تم خوب جانتے ہو کہ جب تم نے ہائے وائے کی۔ میں نے اپنی تمام قوم کو اکٹھا کیا اور جس نے میری بات مانی میں نے اسے اپنی ساتھ لیا اور تمہاری مدد کے لئے اپنی جان مال اور اپنی قوم کو لے کر آ پہنچا۔ سب نے کہا بیشک آپ سچے ہیں۔ ہمیں آپ سے کسی قسم کی بدگمانی نہیں۔ آپ جائیے۔ اب یہ چلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر آپ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا کہ آپ نے ادھر ادھر کے کچھ لوگوں کو جمع کر لیا اور آئے ہیں اپنی قوم کی شان و شوکت کو آپ ہی توڑنے کے لئے۔ سنیے یہ قریشی آج یہ مصمم ارادہ کر چکے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جو چیتوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہیں۔ وہ خدا کو بیچ میں رکھ کر عہد و پیمان کر چکے ہیں کہ ہرگز ہرگز آپ کو اس طرح اچانک زبردستی مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔ خدا کی قسم مجھے تو نظر آتا ہے کہ یہ لوگ جو اس وقت بھیڑ لگائے آپ کے ارد گرد کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ لڑائی کے وقت ڈھونڈے سے بھی نہ ملیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ رہا گیا۔ آپ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے اس انداز گفتگو پر متنبہ فرمایا۔ ہم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں؟ عروہ نے حضور سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابو قحافہ کے بیٹے۔ تو کہنے لگا اگر مجھ پر تیرا احسان پہلے کا نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے اس کا مزہ چکھاتا۔ بعد ازاں عروہ نے پھر کچھ کہنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی میں ہاتھ ڈالا۔ اس کی اس بے ادبی کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے۔ لوہان کے ہاتھ میں تھا۔ وہی اس کے ہاتھ پر مار کر فرمایا اپنا ہاتھ دور رکھ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو چھو نہیں سکتا۔ یہ کہنے لگا تو بڑا ہی بد زبان اور ٹیڑھا آدمی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تبسم فرمایا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ وہ کہنے لگا تو بڑا ہی بد زبان اور ٹیڑھا آدمی ہے تو تو کل تک طہارت بھی نہ جانتا تھا۔ الغرض اسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو اس سے پہلے والوں کو دیا تھا اور یقین دلادیا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ یہ واپس چلا اور اس نے یہاں کا نقشہ دیکھا تھا کہ اصحاب رسول کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے بنے ہوئے ہیں۔ آپ کے وضو کا پانی وہ ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ آپ کے تھوک کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے وہ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں۔ آپ کا کوئی بال گر پڑے تو ہر شخص لپکتا ہے کہ وہ اسے لے لے۔ جب یہ قریشیوں کے پاس پہنچا تو کہنے لگا اے قریش کی جماعت کے لوگو! میں کسریٰ کے ہاں اس کے دربار میں اور نجاشی کے ہاں اس کے دربار میں ہوا یا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے ان بادشاہوں کی بھی وہ عظمت اور وہ احترام نہیں دیکھا جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ وسلم) کا دیکھا ہے آپ کے اصحاب تو آپ کی وہ عزت کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ ناممکن ہے۔ اب تم سوچ لو اور اس بات کو یاد کر لو کہ اصحاب رسول ایسے نہیں کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیں۔ اب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور انہیں مکہ والوں کے پاس بھیجنا چاہا لیکن اس سے پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ حضرت خراش بن امیہ خزاعی کو اپنے اذن پر جس کا نام ثعبان تھا۔ سوار کرا کر مکے بھیجا تھا۔ قریش نے اس اونٹ کی کوچیں

کاٹ ڈالیں اور خود قاصد کو بھی قتل کر ڈالتے لیکن احابش قوم نے انہیں بچالیا۔ (شاید اس بنا پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ مجھے قتل نہ کر دیں کیونکہ وہاں میرے قبیلہ بنو عدی کا کوئی شخص نہیں جو مجھے ان قریشیوں سے بچانے کی کوشش کرے۔ اس لئے کیا اچھا نہ ہوگا کہ آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھیجیں جو ان کی نگاہوں میں مجھ سے زیادہ ذی عزت ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر انہیں مکہ میں بھیجا کہ جا کر قریش سے کہہ دیں کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ صرف بیعت اللہ شریف کی زیارت اور اس کی عظمت بڑھانے کو آئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر میں قدم رکھا ہی تھا جو ابان بن سعید بن عاص انہیں مل گئے اور اپنی سواری سے اتر کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے بٹھالیا اور خود بیٹھا اور اپنی ذمہ داری پر آپ کو لے چلا کہ پیغام رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کو پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ وہاں گئے اور قریش کو یہ پیغام پہنچا دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ تو آ ہی گئے ہیں اگر آپ چاہیں تو بیت اللہ شریف کا طواف کر لیں۔ لیکن ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں ناممکن ہے کہ میں طواف کروں۔ قریشیوں نے جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا اور انہیں نہ جانے دیا۔ ادھر لشکر اسلام میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ زہریؒ کی روایت میں ہے کہ پھر قریشیوں نے سہیل بن عمر کو آپ کے پاس بھیجا کہ جا کر صلح کر لو لیکن اس سال آپ مکہ میں نہیں آ سکتے۔ تاکہ عرب ہمیں یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ وہ آئے اور تم روک نہ سکے۔ چنانچہ سہیل یہ سفارت لے کر چلا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا 'معلوم ہوتا ہے کہ قریشیوں کا ارادہ اب صلح کا ہو گیا ہے جو اسے بھیجا ہے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں شروع کیں اور دیر تک سوال و جواب اور بات چیت ہوتی رہی۔ شرائط صلح طے ہو گئے صرف لکھنا باقی رہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ مشرک نہیں ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں تو کہا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دینی معاملات میں اتنی کمزوری دکھائیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا 'عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھا رہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر بھی نہ صبر ہو سکا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسی طرح کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا 'سنو میں خدا تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور اس کا غلام ہوں۔ میں اس کے فرمان کے خلاف نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ضائع نہ کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہنے کو تو اس وقت جوش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب کچھ کہہ گیا۔ لیکن پھر مجھے بڑی ہی ندامت ہوئی۔ میں نے اس کے بدلے بہت سے روزے رکھے۔ بہت سی نمازیں پڑھیں اور بہت سے غلام آزاد کئے۔ اس سے ڈر کر مجھے اس گستاخی کی کوئی سزا خدا کی طرف سے نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کے لئے بلوایا اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس پر سہیل نے کہا میں اسے نہیں جانتا۔ یوں لکھے: بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ۔ آپ نے کہا اچھا یونہی لکھو۔ پھر فرمایا لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور سہیل بن عمرو نے کیا۔ اس بات پر کہ دس سال تک ہم کوئی لڑائی نہ کریں گے۔ لوگ امن و امان سے رہیں گے۔ ایک دوسرے سے بچا ہوا رہے گا اور یہ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ولی کی اجازت کے چلا جائے گا۔ آپ اسے واپس لوٹا دیں گے اور جو صحابی رسول قریشیوں کے پاس چلا جائے گا وہ اسے نہیں لوٹائیں گے۔ ہم میں آپ میں لڑائیاں بند رہیں گی صلح قائم رہے گی۔ کوئی طوق و زنجیر قید و بند بھی نہ ہوگی۔ اسی میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت اور آپ کے عہد و پیمان میں آنا چاہے وہ بھی آ سکتا ہے۔ اس پر بنو خزاعہ جلدی سے بول اٹھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد و پیمان میں آئے ہیں اور بنو کنانہ نے کہا کہ ہم قریشیوں کے ساتھ ان کے ذمہ میں ہیں۔ صلح نامہ میں یہ بھی تھا کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں مکہ میں نہ آئیں۔ اس وقت ہم بالکل باہر نکل جائیں گے اور آپ اصحاب سمیت آئیں، تین دن مکہ میں ٹھہریں۔ ہتھیار اتارنے ہی ہوں، جتنے ایک سوار کے پاس ہوتے ہیں۔ تلواریں میان میں ہوں۔ ابھی صلح نامہ لکھا جا رہا تھا۔ جو سہیل کے لڑکے حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑے ہوئے گرتے پڑتے مکہ سے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ سے نکلتے ہی فتح کا یقین کئے ہوئے تھے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں دیکھ چکے تھے۔ اس لئے انہیں فتح ہونے میں ذرا سا بھی شک نہ تھا۔ یہاں آ کر انہوں نے جو یہ رنگ دیکھا کہ صلح ہو رہی ہے اور بغیر طواف کے بغیر زیارت بیت اللہ کے یہیں سے واپس ہونا پڑے گا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس پر مشقت اٹھا کر صلح کر رہے ہیں تو اس سے وہ بہت ہی پریشان خاطر تھے۔ یہ سب کچھ تو تھا ہی، مزید برآں جب حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسلمان تھے اور جنہیں مشرکین نے قید کر رکھا تھا اور جن پر طرح طرح سے مظالم توڑ رہے تھے یہ سن کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہوئے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح موقع پا کر بھاگ آتے ہیں اور طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ تو سہیل اٹھ کر انہیں طمانچے مارنے شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے آپ کے درمیان تصفیہ ہو چکا ہے۔ یہ اس کے بعد آیا ہے۔ لہذا اس شرط کے مطابق میں اسے واپس لے جاؤں گا۔ آپ جواب دیتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے۔ سہیل کھڑا ہوتا ہے اور حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر گھسیتا ہے اور انہیں لے کر چلتا ہے۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے کہتے ہیں اے مسلمانو! مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا رہے ہو؟ ہائے یہ میرا دین مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں۔ اس واقعہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اور برا فروختہ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل سے فرمایا ابو جندل صبر کر اور نیک رہ اور طلب ثواب میں رہ۔ نہ صرف تیرے لئے ہی بلکہ تجھ جیسے جتنے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ راستہ نکالنے والا ہے اور تم سب کو اس درد و غم رنج و الم ظلم و ستم سے چھڑانے والا ہے۔ ہم چونکہ صلح کر چکے ہیں۔ شرطیں طے ہو چکی ہیں۔ اس بنا پر ہم نے تمہیں سردست واپس کر دیا ہے۔ ہم عذر کرنا، شرائط کرنا، عہد شکنی کرنا نہیں چاہتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو جندل کے ساتھ ساتھ ان کے پہلو بہ پہلو جانے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ ابو جندل صبر کرو۔ ان میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ مشرک لوگ ہیں۔ ان کا خون مثل کتے کے خون کے ہیں۔ حضرت عمرؓ ساتھ ہی ساتھ اپنی تلوار کی موٹھ حضرت جندلؓ کی طرف کرتے جا رہے تھے کہ وہ تلوار کھینچ لیں اور ایک ہی وار میں باپ کو پرے پار کریں۔ لیکن حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ باپ پر نہ اٹھا۔ صلح نامہ مکمل ہو گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز پڑھنے اور حلال جگہ میں بے بس تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو اپنی اپنی قربانیاں کر لو اور سرمنڈ والو۔ لیکن ایک بھی کھڑا نہ ہوا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ آپ لوٹ کر ام سلمہؓ کے پاس گئے اور فرمانے لگے لوگوں کو یہ کیا ہو گیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جس قدر صدے میں یہ ہیں۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ آپ ان سے کچھ نہ کہئے سیدھے اپنی قربانی کے جانور کے پاس جائے اور اسے جہاں وہ ہو وہیں قربان کر دیجئے اور خود سرمنڈ والیجئے۔ پھر تو ممکن ہے کہ اور لوگ بھی کریں۔ آپ نے یہی کیا۔ اب کیا تھا۔ ہر شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ قربانی کو قربان

۱۔ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا دراصل شدت غم میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو محسوس ہی نہیں ہوا کہ آپ کیا فرما رہی ہیں جب قربانی آپ ﷺ نے کی تو صحابہ متنبہ ہوئے ظاہر ہے کہ اگر صحابہ میں عدول حکم کا جذبہ خدا نخواستہ نہ ہوتا پھر وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر قربانی ہی کیوں کرتے؟

کیا اور سرمنڈوا یا۔ اب یہاں سے واپس چلے۔ آدھا راستہ طے کیا ہوگا جو سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ یہ روایت صحیح بخاری شریف میں بھی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ کے سامنے ایک ہزار کئی سو صحابہ تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ ﷺ نے قربانی کے اونٹوں کو نشان دار کیا اور عمرے کا احرام باندھا اور اپنے ایک جاسوس کو جو قبیلہ خزاعہ میں سے تھا جاسوسی کے لئے روانہ کیا۔ غدیر اشطاط میں آ کر اس نے خبر دی کہ قریش نے پورا مجمع تیار کر لیا ہے۔ ادھر ادھر کے مختلف لوگوں کو بھی انہوں نے جمع کر لیا ہے اور ان کا ارادہ لڑائی کا اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ہے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: اب تلاؤ کیا ہم ان کے اہل و عیال پر حملہ کر دیں؟ اگر وہ ہمارے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی گردن کاٹ دے گا۔ ورنہ ہم انہیں غمگین چھوڑ کر جائیں گے۔ اگر بیٹھ رہیں گے تو غم و رنج میں رہیں گے اور اگر انہوں نے نجات پالی تو یہ گردنیں ہوں گی۔ جو اللہ عز و جل نے کاٹ دی ہوں۔ دیکھو تو بھلا کتنا ظلم ہے کہ ہم نہ کسی سے لڑنے کو آئے نہ کسی اور ارادے سے آئے۔ صرف خدا کے گھر کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں اور وہ ہمیں روک رہے ہیں۔ تلاؤ ان سے ہم کیوں نہ لڑیں؟ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بیت اللہ کی زیارت کو نکلے ہیں۔ آپ چلے چلے ہمارا ارادہ جدال و قتال کا نہیں لیکن جو ہمیں خدا کے گھر سے روکے گا، ہم اس سے ضرور لڑیں گے۔ خواہ کوئی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس اللہ کا نام لو اور چل کھڑے ہو۔ کچھ آگے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد بن ولید طلائے کا لشکر لے کر آ رہا ہے۔ پس تم دائیں طرف کو ہولو۔ خالد کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کے ان کے کھلے پر پہنچ گئے۔ اب خالد دوڑا ہوا قریشیوں میں پہنچا اور انہیں مطلع کیا۔ اونٹنی کا نام اس روایت میں قصواء بیان ہوا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ جو کچھ وہ مجھ سے طلب کریں گے میں دوں گا۔ بشرطیکہ حرمت خدا کی اہانت نہ ہو۔ پھر جو آپ نے اونٹنی کو لکارا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔ بدیل بن ورقاء خزاعی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جا کر قریشیوں کو جب جواب پہنچاتا ہے تو عروہ بن مسعود ثقفی کھڑے ہو کر اپنا تعارف کرا کر جو پہلے بیان ہو چکا ہے یہ بھی کہتا ہے کہ دیکھو اس شخص نے نہایت معقول اور مناسب بات کہی ہے اسے قبول کر لو اور جب یہ خود حاضر حضور ہو کر آپ کا یہی جواب آپ کے منہ سے سنتا ہے تو آپ سے کہتا ہے کہ سنیے جناب دو ہی باتیں ہیں۔ یا آپ غالب وہ مغلوب یا وہ غالب آپ مغلوب۔ اگر پہلی بات ہی ہوئی تو بھی کیا ہوا؟ آپ ہی کی قوم ہے۔ آپ نے کسی کو ایسا سنا بھی ہے کہ جس نے اپنی قوم کا ستیاناس کیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہو گئی تو یہ جتنے آپ کے پاس ہیں میں تو دیکھتا ہوں کہ سارے ہی آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے وہ جواب دیا ہے پہلے گزر چکا۔ حضرت مغیرہؓ والے بیان میں یہ بھی ہے کہ ان کے ہاتھ میں تلوار بھی تھی اور سر پر خود تھا۔ ان کے مارنے پر عروہ نے کہا غدار میں نے تو تیری غداری میں تیرا ساتھ دیا تھا۔ بات یہ ہے کہ پہلے یہ جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے ایک گروہ کے ساتھ تھے۔ موقعہ پا کر انہیں قتل کر ڈالا اور ان کا مال لے کر حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا اسلام تو میں منظور کرتا ہوں لیکن اس مال سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ عروہ نے یہاں یہ منظر بھی بچشم خود دیکھا کہ آپ تھوکتے ہیں تو کوئی نہ کوئی صحابی لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے۔ آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوتے ہی فرمانبرداری کے لئے ایک سے ایک آگے بڑھتا ہے۔ جب آپ وضو کرتے ہیں تو اعضاء بدن سے گرتے ہوئے پانی پر تو قریب ہوتا ہے کہ صحابہ لڑ پڑیں۔ جب آپ ﷺ بات کرتے ہیں تو بالکل سناٹا ہو جاتا ہے۔ حد تعظیم یہ ہے کہ صحابہ آنکھ بھر کر آپ ﷺ کا چہرہ منور کی طرف تکتے ہی نہیں بلکہ نیچی نگاہوں سے ہر وقت باادب رہتے ہیں۔ اس نے پھر واپس آ کر یہی حال قریشیوں کو سنایا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو انصاف عدل کی بات پیش کر رہے ہیں اسے مان لو۔ بنو کنانہ کے جس شخص کو

اس کے بعد قریش نے بھیجا اسے دیکھ کر حضور اکرمؐ نے فرمایا: یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ اس لئے قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو اور اس کی طرف ہانک دو۔ اس نے جو یہ منظر دیکھا۔ ادھر صحابی کی زبانی لبیک کی صدائیں سنیں تو اٹھا کر کہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا نہایت لغو حرکت ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مرکز کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: یہ ایک تاجر شخص ہے۔ ابھی یہ بیٹھا باتیں ہی کر رہا تھا جو سہیل آ گیا۔ اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: لو اب کام سہل ہو گیا۔ اس نے جب بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے پر اعتراض کیا تو آپؐ نے فرمایا: واللہ میں رسول اللہ ہی ہوں، گو تم نہ مانو۔ یہ اس بنا پر کہ جب آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو آپؐ نے کہہ دیا تھا کہ یہ حرمت خداوندی کی عزت رکھتے ہوئے مجھ سے جو کہیں گے میں منظور کر لوں گا۔ آپؐ نے صلح نامہ لکھواتے ہوئے فرمایا: امسال ہمیں یہ بیت اللہ کی زیارت کر لینے دیں گے۔ لیکن سہیل نے کہا: یہ ہمیں منظور نہیں۔ ورنہ لوگ کہیں گے کہ ہم دب گئے اور کچھ نہ کر سکے۔ جب یہ شرط ہو رہی تھی کہ جو کافران میں سے مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے آپؐ اسے واپس دے دیں گے۔ اس پر مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ وہ مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے کافروں کو سونپ دیں۔ یہ باتیں ہو رہی ہی تھیں کہ حضرت ابو جندلؓ اپنی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آ گئے۔ سہیل نے کہا اسے واپس کیجئے۔ آپؐ ﷺ نے فرمایا: ابھی تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا۔ میں اسے کیسے واپس کر دوں؟ اس نے کہا پھر تو خدا کی قسم میں کسی طرح اور کسی شرط پر صلح کرنے میں رضا مند نہیں ہوں۔ آپؐ ﷺ نے فرمایا تم خود مجھے اس بابت اجازت دے دو۔ اس نے کہا میں اس کی اجازت بھی آپؐ کو نہیں دوں گا۔ آپؐ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا۔ گو مرکز نے کہا: ہاں آپؐ کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اس پر حضرت ابو جندلؓ نے مسلمانوں سے فریاد کی۔ ان بیچاروں کو مشرکین بڑی سخت سنگین سزائیں دے رہے تھے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر حضور ہوئے اور وہ کہا جو پہلے گزر چکا ہے۔ پھر پوچھا کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف بھی کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ تو میں نے کہا ہے۔ لیکن یہ تو نہیں کہ یہ اسی سال ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں یہ تو آپؐ نے نہیں فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا بس تو تم وہاں جاؤ گے ضرور اور بیت اللہ کا طواف کرو گے ضرور۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور میں نے ان سے وہی کہا جس کا بیان اوپر گزرا۔ اس میں اتنا اور ہے کہ کیا حضور خدا کے رسول نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہاں ہیں۔ پھر میں حضور کی پیش گوئی کا اس طرح ذکر کیا اور وہی جواب ملا جو ذکر ہوا۔ جو جواب خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور نائی کو بلوا کر سر منڈوا لیا۔ پھر تو صحابہؓ ایک ساتھ کھڑے ہو گئے اور قربانیوں سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کے پاس آئیں۔ جن کے بارے میں آیت: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَآءَ كُمْ الْمُؤْمِنَاتُ... (سورہ ممتحنہ: ۱۰) نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ نے اس کے ماتحت اپنی دو مشرکہ بیویوں کو طلاق دے دی۔ جن میں سے ایک نے معاویہ بن ابوسفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے نکاح کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہیں سے واپس مدینہ شریف گئے۔ ابوبصیر نامی ایک قریشی جو مسلمان تھے موقعہ پاکرمہ سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ شریف پہنچے۔ ان کے پیچھے ہی دو کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عہد نامہ کی بنا پر اس شخص کو آپؐ واپس کیجئے۔ ہم قریشیوں کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں اور ابوبصیر کو واپس لینے کے لئے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھی بات ہے میں اسے واپس کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہیں سونپ دیا۔ یہ انہیں لے کر چلے۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے اور بے فکری سے وہاں کھجوریں کھانے

لگے تو حضرت ابوبصیرؓ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا۔ واللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی تلوار نہایت ہی عمدہ ہے۔ اس نے کہا ہاں بے شک بہت ہی اچھے لوہے کی ہے۔ میں نے بارہا اس کا تجربہ کر لیا ہے۔ اس کی کاٹ کا کیا پوچھنا ہے؟ یوں کہتے ہیں اس نے تلوار میان سے نکال لی۔ حضرت ابوبصیرؓ نے ہاتھ بڑھا کر ذرا مجھے دکھانا۔ اس نے دے دی۔ آپ نے ہاتھ میں لیتے ہی تول کر ایک ہی ہاتھ میں اس ایک کافر کا تو کام تمام کر دیا۔ دوسرا اس رنگ کو دیکھتے ہی مٹھیاں بند کر کے ایسا بگٹٹ بھاگا کہ سید حامد بنہ پہنچ کر دم لیا۔ اسے دیکھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بڑی گھبراہٹ میں ہے۔ کوئی خوفناک منظر دیکھ چکا ہے۔ اتنے میں یہ قریب پہنچ گیا اور دہائیاں دینے لگا کہ یا رسول اللہ میرا سا بھی تو مار ڈالا گیا اور میں بھی اب تھوڑے دم کا ہی مہمان ہوں۔ دیکھئے وہ آیا۔ اتنے میں ابوبصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ کو پورا کر دیا۔ آپ نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے ان کے حوالے کر دیا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی کریمی ہے کہ اس نے مجھے ان سے رہائی دلوائی۔ آپ نے فرمایا افسوس یہ کیسا شخص ہے؟ یہ تو لڑائی کی آگ کو بھڑکانے والا ہے۔ کاش کہ کوئی اسے سمجھا دیتا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبصیرؓ چونک گئے کہ معلوم ہوتا ہے آپ شاید مجھے دوبارہ مشرکین کے حوالے کر دیں گے۔ یہ سوچتے ہی حضورؐ کے پاس سے چلے گئے۔ مدینہ کو الوداع کہا اور لمبے قدموں سمندر کے کنارے کی طرف چل دیئے اور وہیں بود و باش اختیار کر لی۔ یہ واقعہ مشہور ہو گیا۔ ادھر سے ابو جندل بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں حدیبیہ میں اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کیا تھا۔ وہ بھی موقعہ پا کر پھر مکہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور براہ راست حضرت ابوبصیرؓ کے پاس چلے آئے۔ اب یہ ہوا کہ مشرکین قریش میں سے جو بھی ایمان قبول کرتا سیدھا حضرت ابوبصیرؓ کے پاس آ جاتا اور یہیں رہتا سہتا۔ یہاں تک کہ ایک خاصی معقول جماعت ایسے ہی لوگوں کی یہاں جمع ہو گئی اور انہوں نے یہ کرنا شروع کر دیا کہ قریشیوں کا جو قافلہ شام کی طرف جانے کے لئے نکلتا۔ یہ اس سے جنگ کرتے۔ جس میں قریشی کفار قتل بھی ہوئے اور ان کے مال بھی ان مہاجر مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ یہاں تک کہ قریشی تنگ آ گئے۔ بالآخر انہوں نے پیغمبر خدا تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ دی بھیجا کہ حضور خدا را ہم پر رحم فرما کر ان لوگوں کو وہاں سے اپنے پاس بلو لیجئے ہم ان سے دستبردار ہوتے ہیں۔ ان میں جو بھی آپ کے پاس ہو وہ امن میں ہے۔ ہم آپ کو اپنی رشتہ داریاں یاد دلاتے ہیں اور خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے پاس بلا لیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور ان حضرات کے پاس آ دی بھیج کر سب کو بلوالیا اور اللہ عز و جل نے آیت: وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَكُمْ... نازل فرمائی۔ ان کفار کی حمیت جاہلیت یہ تھی کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ لکھنے دی۔ آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھنے دیا۔ آپ کو بیت اللہ شریف کی زیارت نہ کرنے دی۔ صحیح بخاری شریف میں کتاب التفسیر میں ہے۔ حبیب بن ابوثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ابوداؤد کے پاس گیا۔ تاکہ ان سے پوچھوں انہوں نے کہا ہم صفین میں تھے۔ ایک شخص نے کہا کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ پس حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں پس سہیل بن حنیف نے کہا اپنی جانوں پر تہمت رکھو۔ ہم نے اپنے تئیں حدیبیہ والے دن دیکھا۔ یعنی اس صلح کے موقعہ پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان ہوئی تھی۔ اگر ہماری رائے لڑنے کی ہوتی تو ہم یقیناً لڑتے۔ حضرت عمرؓ نے آ کر کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ کہا پھر ہم کیوں اپنے دین میں جھک جائیں اور لوٹ جائیں۔ حالانکہ اب تک خدا تعالیٰ نے ہم میں اور ان میں کوئی فیصلہ کن کارروائی نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب میں اللہ کا رسول ہوں وہ مجھے کبھی بھی ضائع نہ کرے گا۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوٹ آئے۔ لیکن بہت غصے میں تھے۔ وہاں سے

حضرت صدیق کے پاس آئے اور یہی سوال و جواب یہاں بھی ہوئے اور سورہ فتح نازل ہوئی۔ بعض روایات میں حضرت سہیل بن حنیف کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے خود ابو جندلؓ والے دن دیکھا کہ اگر مجھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے لوٹانے کی قدرت ہوتی تو میں یقیناً لوٹا دیتا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب سورہ فتح نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ سورت انہیں سنائی۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ جس وقت یہ شرط طے ہوئی کہ ان کا آدمی انہیں واپس کیا جائے اور ہمارا آدمی واپس نہ کریں تو حضورؐ سے کہا گیا کہ کیا ہم یہ بھی مان لیں؟ اور لکھ دیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس لئے کہ ہم میں سے جو ان میں جائے خدا تعالیٰ اسے ہم میں سے دور ہی رکھے۔ (مسلم) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جب خارجی نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے علیحدگی اختیار کی تو میں نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے دن جب مشرکین صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے علیؓ لکھ یہ وہ شرائط صلح ہیں جن پر اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی تو مشرکین نے کہا اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو آپ سے ہرگز نہ لڑتے۔ تو آپ نے فرمایا اے علیؓ اسے مٹا دو۔ خدا یا تو خوب جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ علیؓ اسے کاٹ دو اور لکھو یہ ہے جس پر صلح کی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ سے بہت بہتر تھے۔ پھر بھی آپ نے اس لکھے ہوئے کو کاٹ دیا۔ اس سے کچھ آپ بنوت سے نہیں نکل گئے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے دن ستر اونٹ قربان کئے۔ جن میں ایک اونٹ ابو جہل کا بھی تھا۔ جب یہ اونٹ بیت اللہ سے روک دیئے گئے تو اس طرح نالہ و بکا کرتے تھے۔ جیسے کسی سے اس کا دودھ پیتا بچہ الگ ہو گیا ہو۔

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَمِينٌ مُخْلِطِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝۲۷ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝۲۸

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے ہے کہ تم مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن و امان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سرمنڈاتا ہوگا اور کوئی بال کتراتا ہوگا۔ تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا۔ سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دنیوی پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے ○

آپ ﷺ کا ایک سچا خواب:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں گئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ آپ نے اس کا ذکر اپنے اصحاب سے مدینہ شریف میں ہی کر دیا تھا۔ حدیبیہ والے سال جب آپ عمرے کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہ رضوان اللہ علیہم

۱۔ جمیع کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہم کامیابی کے ساتھ اس خواب کا ظہور دیکھ لیں گے۔ وہاں جا کر جو رنگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ واپس جانا پڑا۔ تو ان صحابہ پر نہایت شاق گزرا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا بھی کہ آپ نے تو ہم سے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف سے مشرف ہوں گے۔ آپ نے فرمایا یہ صحیح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ہاں یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ میں جاؤ گے ضرور اور طواف بھی یقیناً کرو گے۔ پھر صدیق سے یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔ اس بات میں ان شاء اللہ ہے۔ یہ استثنا کے لئے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔ اس مبارک خواب کی تاویل کو صحابہ نے دیکھ لیا اور پورے امن و اطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے ہوئے بعض نے اپنا سر منڈوایا اور بعض نے بال کتروائے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت اور کتروانے والوں پر بھی آپ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ پھر لوگوں نے وہی کہا آخر تیسری یا چوتھی بار آپ نے کتروانے والوں کے لئے رحم کی دعا کی۔ پھر فرمایا بے خوف ہو کر یعنی مکہ میں جاتے بھی امن و امان سے ہوں گے اور مکہ کا قیام بھی بے خونی کا ہوگا۔ چنانچہ عمرہ قضا میں یہی ہوا تھا۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم کے مہینے تو مدینہ شریف میں قیام رہا۔ صفر میں خیبر کی طرف گئے۔ اس کا کچھ تو بذریعہ جنگ فتح ہوا اور کچھ حصہ صلح کے طور پر مسخر ہوا۔ یہ بہت بڑا علاقہ تھا۔ اس میں کھجوروں کے باغات اور کھیتیاں بکثرت تھیں۔ یہیں کے یہودیوں کو اس جگہ آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغات اور کھیتوں کی حفاظت اور خدمت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ دے دیا کریں۔ خیبر کی تقسیم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان ہی صحابہ میں کی جو حدیبیہ میں موجود تھے ان کے سوا کسی اور کو اس جنگ میں آپ نے حصہ دار نہیں بنایا۔ بجز ان لوگوں کے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے۔ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی اور جنگ حدیبیہ میں جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ سب اس فتح خیبر میں بھی ساتھ تھے بجز حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ یہاں سے آپ سالم و غانم واپس تشریف لائے اور ماہ ذوالقعدہ ۷ ہجری میں مکہ کی طرف بار بارادہ عمرہ اہل حدیبیہ کو ساتھ لے کر آپ روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ قربانی کے لئے ساٹھ اونٹ لئے اور لبیک کہتے ہوئے ظہران کے قریب پہنچ کر حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ گھوڑے سواروں کے ساتھ ہتھیار بند آگے آگے روانہ کیا۔ اس سے مشرکین کے ہوش اڑ گئے۔ انہیں خیال گزرا کہ یہ تو پوری تیاری اور کامل ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں۔ تو ضرور لڑائی کے ارادے سے ہی آئے ہیں۔ انہوں نے شرط توڑ دی کہ دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی۔ چنانچہ یہ لوگ دوڑے ہوئے مکہ میں گئے اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مرالظہران میں پہنچے جہاں سے کعبہ کے بت دکھائی دیتے تھے۔ تو آپ نے تمام نیزے بھالے تیرکمان بطن یا ج میں بھیج دیئے۔ مطابق شرط صرف تلواریں پاس رکھ لیں اور وہ بھی میان میں رکھ لیں۔ ابھی آپ راستے میں ہی تھے جو قریش کا بھیجا ہوا آدمی مکرز بن حفص آیا اور کہنے لگا حضور آپ کی عادت تو عہد توڑنے کی نہیں۔ حضور نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ تیر اور نیزے لے کر آ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ہم نے تو وہ سب یا ج بھیج دیئے ہیں۔ اس نے کہا یہی ہیں آپ کی ذات سے امید تھی۔ آپ ہمیشہ سے بھلائی نیکی اور وفاداری کرنے والے ہیں سرداران کفار تو بوجہ غیظ و غضب اور رنج و غم کے شہر سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور لوگ جو مکہ میں رہ

گئے تھے وہ سب مرد عورت بچے تمام راستوں پر اور کوٹھوں پر اور چھتوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک استعجاب کی نظر سے اس مخلص گروہ کو اس پاک لشکر کو اس خدائی فوج کو دیکھ رہے تھے۔ آپ نے قربانی کے جانور ذی طویٰ میں بھیج دیئے تھے۔ خود آپ اپنی مشہور و معروف اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ آگے آگے آپ کے اصحاب تھے۔ جو برابر لبیک پکار رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری۔ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

بِاسْمِ الَّذِي لَا دِينَ إِلَّا دِينُهُ ﴿۱﴾ بِسْمِ الَّذِي مُحَمَّدٌ رَّسُولُهُ
خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ ﴿۲﴾ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَأْوِيلِهِ
كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ﴿۳﴾ ضَرْبًا يَزِيلُ الْهَامَ مَنْ مَقِيلِهِ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ مَنْ خَلِيلِهِ ﴿۴﴾ قَدْ أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِي تَنْزِيلِهِ
فِي صُحُفٍ تُتْلَى عَلَى رَّسُولِهِ ﴿۵﴾ بَأَنَّ حَيْرَ الْقَتْلِ فِي سَبِيلِهِ
يَا رَبِّ ابْنِي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ

یعنی اُس خدا کے نام سے جس کے دین کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں۔ اس اللہ کے نام سے جس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے کافروں کے بچو! حضور کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ آج ہم تمہیں آپ کے لوٹنے پر بھی دیا ہی ماریں گے۔ جیسا آپ کے آنے پر مارا تھا۔ وہ مار جو دماغ کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔ اللہ تعالیٰ رحم والے نے اپنی وحی میں نازل فرمایا ہے جو ان صحیفوں میں محفوظ ہے جو اس کے رسول کے سامنے تلاوت کئے جاتے ہیں کہ سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے جو اس کی راہ میں ہو۔ اے میرے پروردگار میں اس بات پر ایمان لا چکا ہوں۔

بعض روایتوں میں الفاظ میں کچھ تغیر بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ اس عمرے کے سفر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر الظهران میں پہنچے تو صحابہ نے سنا کہ اہل مکہ کہتے ہیں یہ لوگ بوجہ لاغری اور کمزوری کے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے۔ یہ سن کر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی سواریوں کے چند جانور ذبح کر لیں اور ان کا گوشت کھائیں اور شور با پیس اور تازہ دم ہو کر مکہ میں جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو۔ تمہارے پاس جو کھانا ہوا اسے جمع کرو۔ چنانچہ جمع کیا۔ دسٹر خوان بچھایا اور کھانے بیٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھاپی لیا اور تو شے دان بھر لئے۔ آپ مکہ شریف میں آئے۔ سیدھے بیت اللہ گئے۔ قریشی حطیم کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے چادر کے پلے دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لئے اور اصحاب سے فرمایا یہ لوگ تم میں سستی اور لاغری محسوس نہ کریں۔ اب آپ نے رکن کو بوسہ کیا اور دوڑنے کی سی چال سے طواف شروع کیا۔ جب رکن یمانی کے پاس پہنچے جہاں قریش کی نظریں نہیں پڑتی تھیں تو وہاں سے آہستہ ہستہ چل کر حجر اسود تک پہنچے۔ قریش کہنے لگے تم لوگ تو ہرنوں کی سی چوڑیوں بھر رہے ہو۔ گویا چلنا تمہیں پسند ہی نہیں۔ تین دفعہ تو آپ اسی طرح ہلکی دوڑ کی سی چال حجر اسود سے رکن یمانی تک چلتے رہے۔ تین پھیرے اسی طرح کئے۔ چنانچہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حجتہ الوداع میں بھی اسی طرح طواف میں تین پھیروں کی رمل کیا۔ یعنی دگی چال چلے۔ بخاری مسلم میں ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینے کی آب و ہوا شروع میں کچھ ناموافق پڑی تھی اور بخاری کی وجہ سے یہ کچھ لاغر ہو گئے تھے۔

جب آپ مکہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے کہا یہ لوگ جو آ رہے ہیں۔ انہیں مدینے کے بخار نے کمزور اور سست کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس کلام کی خبر اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی۔ مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک طواف کے تین پہلے پھیروں میں دلی کی چال چلیں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک جہاں جانے کے بعد مشرکین کی نگاہیں نہیں پڑتی تھیں وہاں اپنی چال چلیں۔ پورے ساتوں پھیروں میں رمل کرنے کو نہ کہنا۔ یہ صرف بطور رحم کے تھا۔ مشرکوں نے جب دیکھا کہ یہ تو سب کے سب کو دو کر پھرتی اور چستی سے طواف کر رہے ہیں تو آپس میں کہنے لگے کیوں جی انہیں کی نسبت اُزار کھا تھا کہ مدینے کے بخار نے انہیں سست و لاغر کر دیا ہی۔ یہ لوگ تو فلاں سے بھی زیادہ چست اور چالاک ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذوی القعدہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ پہنچ گئے تھے اور روایت میں ہے کہ مشرکین اس قعیقان کی طرف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صفامروہ کی طرف سعی کرنا بھی مشرکوں کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اس دن ہم آپ کو حلقے میں لئے ہوئی تھے۔ تاکہ کوئی مشرک یا کوئی ماسمجھ آپ کو ایذا نہ پہنچا سکے۔ بخاری شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے لئے نکلے لیکن کفار قریش نے راستہ روک لیا اور آپ کو بیت اللہ شریف تک جانے نہ دیا۔ آپ نے وہیں قربانیاں کیں اور وہیں یعنی حدیبیہ میں سرمنڈایا اور ان سے صلح کر لی۔ جس میں یہ طے ہوا کہ آپ اگلے سال عمرہ کریں گے۔ سوائے تلواروں کے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ لے کر مکہ معظمہ میں نہیں آئیں گے اور وہاں اتنی ہی مدت ٹھہریں گے جتنی اہل مکہ چاہیں گے۔ پس اگلے سال آپ اسی طرح آئے۔ تین دن ٹھہرے پھر مشرکین نے کہا اب آپ چلے جائیں۔ چنانچہ آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اہل مکہ حائل ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ صرف تین دن ہی مکہ میں ٹھہریں گے۔ جب صلح نامہ لکھنے لگے تو لکھا یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی۔ تو اہل مکہ نے کہا کہ اگر آپ کو ہم رسول اللہ مان لیں تو ہرگز نہ روکتے۔ بلکہ آپ محمد بن عبد اللہ لکھتے۔ آپ نے کہا میں رسول اللہ ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو مٹا دو۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا نہیں قسم خدا کی میں اسے ہرگز نہ مٹاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے صلح نامہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر باوجود اچھی طرح لکھنا نہ جاننے کے لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ نے صلح کر لی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یہ کہ مکہ میں ہتھیار لے کر نہ داخل ہوں گے۔ صرف تلوار ہوگی اور وہ بھی میان میں اور اہل مکہ میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے گا اسے آپ اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے ساتھیوں میں سے جو مکہ میں رہنے کے ارادہ سے ٹھہرنا چاہے گا۔ آپ روکیں گے نہیں۔ پس جب آپ آئے اور وقت مقررہ گزر چکا تو مشرکین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا آپ حضور سے کہئے کہ اب وقت گزر چکا تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے کوئی کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہہ کر آپ کے پیچھے ہو لیں۔ حضرت علیؑ نے انہیں لے لیا اور انکی تھام کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے گئے اور اپنے چچا کی لڑکی کو اچھی طرح رکھیں۔ حضرت زہراؑ نے بڑی خوشی سے بچی کو اپنے پاس بٹھالیا۔ اب حضرت علیؑ اور حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جھگڑا ہونے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے تھے انہیں میں لایا ہوں اور میرے چچا کی صاحبزادی ہیں۔ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے میری چچا زاد بہن ہے اور ان کی خالہ میرے گھر میں ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا فیصلہ یوں فرمایا کہ لڑکی کو تو ان کی خالہ کو سونپا اور فرمایا خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تو مجھ سے ہے اولاد میں

تجھ سے ہوں۔ حضرت جعفر سے فرمایا تو خلق اور خلق میں مجھ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت زید سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ حضرت حمزہؓ کی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس خیر و مصلحت کو جانتا تھا اور جسے تم نہیں جانتے تھے۔ اس کی بنا پر تمہیں اس سال مکہ میں نہ جانے دیا اور اگلے سال جانے دیا اور اس جانے سے پہلے ہی جس کا وعدہ خواب کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ تمہیں فتح قریب عنایت فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے جو تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مومنوں کو خوشخبری سناتا ہے کہ وہ اپنے رسول کو ان دشمنوں اور تمام دشمنوں پر فتح دے گا۔ اس نے آپ کو علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ بھیجا ہے۔ شریعت میں دو ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ علم اور عمل۔ پس علم شرعی صحیح علم ہے اور عمل شرعی مقبولیت والا عمل ہے۔ اس کے اخبار سچے اور اس کے احکام سراسر عدل و حق والے ہیں۔ مشیت یہ ہے کہ روئے زمین پر جتنے دین ہیں عربوں میں، عجمیوں میں، مسلمین میں، مشرکین میں ان سب پر اس اپنے دین کو غالب اور ظاہر باہر کرے اللہ کافی گواہ ہے۔ اس بات پر کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ہی آپ کا مددگار ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ شَرْعٌ أَخْرَجَ شَطْطَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ٢٨

محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھئے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی سے اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم

۱۔ یعنی ظاہری شکل و صورت خلق اور عادات و اخلاق میں (خلق)۔

۲۔ اسلام کی تمام ادیان پر غلبہ کی دو صورتیں ہیں ایک دلائل کے اعتبار سے اسلام کی صداقت تمام مذاہب پر سو یہ بات ہر دور میں حاصل میں رہی یعنی اسلام ٹھوس دلائل اپنی صداقت اور سچائی کے رکھتا ہے دوسرا مادی اعتبار سے غلبہ مادی غلبہ خود مسلمانوں کے اپنے طرز عمل پر موقوف ہے مسلمانوں نے جب تک اپنا معاملہ تقویٰ اور اسلام کے احکام کے مطابق رکھا تو وہ طاقت و قوت کے اعتبار سے بھی غالب رہے ہیں اور آج بھی اگر ان بنیادی حقائق کو سنبھال لیا جائے تو یقیناً مادی اعتبار سے اسلام کا بول بالا ہو سکتا ہے۔

ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں کو جلا دے اور اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے ○

فداہ روحی:

ان آیتوں میں پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء بیان ہوئی کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں۔ پھر آپ کے صحابہ کی صفت و ثناء بیان ہو رہی ہے کہ وہ مخالفین پر سختی کرنے والے ہیں اور مسلمانوں پر نرمی کرنے والے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے: اَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ (سورہ مائدہ: ۵۴) مؤمنوں کے سامنے نرم اور کفار کے مقابلہ میں گرم ہر مؤمن کی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ مؤمنوں سے خوش خلق اور متواضع رہے اور کفار پر سختی کرنے والا اور کفر سے ناخوش رہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (سورہ توبہ: ۱۲۳) ایمان والو اپنے پاس کے کافروں سے جہاد کرو وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آپس کی محبت اور نرم دلی میں مؤمنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے کبھی بخار چڑھ آتا ہے کبھی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں مؤمن کے لئے مثل دیوار کے ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ملا کر بتائیں۔ پھر ان کا اور وصف بیان فرمایا کہ نیکیاں بکثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً نماز جو تمام نیکیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ پھر ان کی نیکیوں میں چار چاند لگانے والی چیز کا بیان کیا یعنی ان کے خلوص اور خدا طلبی کا کہ یہ خدا کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔ یہ اپنے اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔ جو جنت اور فضل سے انہیں ملے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی بھی انہیں عطا فرمائے گا۔ جو بہت بڑی چیز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ چہروں پر سجدوں کی اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں۔ مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں خشوع اور تواضع ہے۔ حضرت منصورؒ حضرت مجاہدؒ سے کہتے ہیں۔ میرا تو یہ خیال تھا کہ اس مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو ان کی پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے۔ فرعون سے بھی جن کے دل سخت ہوتے ہیں۔ حضرت سدیؒ فرماتے ہیں نماز ان کے چہرے اچھے کر دیتی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے جو رات کو بکثرت نماز پڑھے گا اس کا چہرہ خوبصورت ہوگا۔ حضرت جابر کی روایت سے ابن ماجہ کی ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور ہوتا ہے۔ چہرے پر روشنی آتی ہے۔ روزی کشادہ ہوتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے حالات کی اصلاح کرے اور بھلائی پوشیدگی سے کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کی سلوٹوں پر اور اس کی زبان کے کناروں پر ان نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ الغرض دل کا آئینہ چہرہ ہے جو اس میں ہوتا ہے۔ اس کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے۔ پس مؤمن جب اپنے کو درست کر لیتا ہے۔ اپنا باطن سنوار لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نگاہ میں سنوار دیتا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ جمہور کی رائے ہے کہ یہ سب ہی صحابہ کی تعریف ہے اور حدیبیہ میں شریک ہونے والوں کی خاص تعریف۔

۲۔ لیکن بد قسمتی سے آج اس کا برعکس ہو رہا ہے یعنی مسلمان مسلمان پر غالب و زور آور اور کفار کے سامنے مرعوب الغلوب بہ طرز زندگی اور پھر اسلام کے غلبہ کی تمنائیں۔ ایں خیال است محال است جنوں۔

فرماتے ہیں جو شخص جیسی بات پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اڑھا دیتا ہے۔ اگر وہ پوشیدگی بھلی ہے تو بھلائی لی اور بری ہے تو برائی کی لیکن اس کا ایک راوی عراقی متروک ہے۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ٹھوس چٹان میں گھس کر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو۔ کوئی عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی لوگوں کے سامنے رکھ دے گا۔ برائی ہو تو اور بھلائی ہو تو۔ مسند کی اور حدیث میں ہے نیک طریقہ اچھا خلق اور میانہ روی نبوت کے پیچیسویں حصہ میں سے ایک حصہ ہے۔ الغرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نیتیں خالص تھیں۔ اعمال اچھے تھے۔ پس جس کی نگاہ ان کے پاک چہروں پر پڑتی تھی اسے ان کی پاک بازی سچ جاتی تھی اور وہ ان کے چال چلن اور ان کے اخلاق اور ان کے طریقہ کار پر خوش ہوتا تھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جن صحابہؓ نے شام کا ملک فتح کیا۔ جب وہاں کے نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکار اُٹھتے خدا کی قسم یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔ فی الواقع ان کا یہ قول سچا ہے۔ اگلی کتابوں میں اس امت کی فضیلت و عظمت موجود ہے اور اس امت کی صف اول ان کے بہتر و بزرگ اصحاب رسول ہیں اور خود ان کا ذکر بھی آسمانی کتابوں میں اور پہلے کے واقعات میں موجود ہے۔ پس فرمایا یہی مثال ان کی تورات میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اور ان کی مثال انجیل میں مانند بھیجی گئی ہے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے۔ پھر اسے مضبوط اور قوی کرتی ہے۔ پھر وہ طاقتور اور موٹا ہو جاتا ہے اور بال پر سیدھا ہٹا ہو جاتا ہے۔ اب کھیتی والے کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے؟ اسی طرح اصحاب رسول ہیں کہ انہوں نے آپ کی تائید و نصرت کی۔ پس وہ آپ کے ساتھ وہی تعلق رکھتے ہیں جو پٹھے اور سبزے کو کھیتی سے تھا۔ یہ اس لئے کہ کفار شرمندہ ہوں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے رافضیوں کے کفر پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ وہ صحابہؓ سے چڑتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔

علماء کی ایک جماعت بھی اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ ہے۔ صحابہ کرام کے فضائل میں اور ان کی لغزشوں سے چشم پوشی و اعماض کرنے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ خود خدا نے ان کی تعریفیں بیان کیں اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے اور یہ چیز ان کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ پھر فرماتا ہے ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کے گناہ معاف اور ان کا اجر عظیم اور رزق کریم ثواب جزیل اور بدلہ بے ثبات۔ یاد رہے کہ مِنْهُمْ میں جو مِنْ ہے وہ یہاں بیان جنس کے لئے ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ سچا اور اٹل وعدہ ہے جو نہ بدلے نہ خلاف ہو۔ ان کے قدم بقدم چلنے والے ان کی روش پر کار بند ہونے والوں پر بھی خدا کا یہ وعدہ ثابت ہے لیکن فضیلت اور سبقت کمال اور بزرگی جو انہیں ہے امت میں سے کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش یہ خدا سے راضی۔ یہ جنتی ہو چکے اور بدلے پائے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرو۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤں اناج بلکہ ڈیڑھ پاؤں اناج کے اجر کو بھی نہیں پاسکتا۔

سورہ حجرات

سُورَةُ الْحُجُرَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي عَشْرَةُ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَاتُ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ آيَاتٍ: ۱۸

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَلِتَتَّقُوا لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور رسول (کی اجازت) سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا اور (تمہارے سب افعال کو) جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا اور ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے ۝

آداب النبی (ﷺ) کی تعلیم:

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ امتیوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سکھاتا ہے کہ تمہیں اپنے نبی کی توقیر و احترام عزت کرنا چاہئے۔ تمام کاموں میں خدا اور رسول کے پیچھے رہنا چاہئے۔ اتباع اور تابعداری کی خود انی چاہئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تو دریافت فرمایا کہ کس چیز کے ساتھ حکم کرو گے؟ جواب دیا کتاب اللہ کے ساتھ۔ قرآن مجید کے مضامین آپس میں کس درجہ مربوط اور کتنے متعلق ہیں اسی ایک سورت حجرات کے مضامین کو سورہ فتح کے مضامین سے اتنی شدید اور گہری مناسبت ہے کہ بے تکلف قرآن مجید کو ایک مسلسل اور مربوط کلام کہا جاسکتا ہے دیکھئے سورہ فتح میں تفصیل سے گزرا کہ حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ کے روبرو ہی "فَتَلَوُا جُحَہً خَاصَةً تَلْوَیْہِیْ لِبِیِّنٍ وَ لَہِیْ فِیْہِ اٰیَاتٌ لِّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُحَدِّثُہَا" کی تفسیر میں اس کا قابل قدر تھا لیکن اس کا مظاہرہ غیر اسلامی تھا سورہ حجرات میں اسی لئے آداب بارگاہ نبوت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

فرمایا اگر نہ پاؤ جواب دیا سنت رسول اللہ کے ساتھ۔ فرمایا اگر نہ پاؤ جواب دیا اجتہاد کروں گا۔ تو آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو ایسی توفیق دی جس سے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوا (ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ) یہاں اس حدیث کے ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے نظر اور اجتہاد کو کتاب و سنت سے مؤخر رکھا۔ پس کتاب و سنت پر رائے کو مقدم کرنا یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کے خلاف نہ کہو۔ حضرت عوفی فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے سامنے بولنے سے منع کر دیا گیا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جب تک کسی امر کی بابت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ فرمائیں تم خاموش رہو۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں امر بین احکام شرعی میں بجز خدا کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے تم کسی چیز سے فیصلہ نہ کرو۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کسی قول و فعل میں اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ امام سے پہلے دعا نہ کرو۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے تھے اگر فلاں فلاں میں حکم اترے تو اس طرح رکھنا چاہئے اے اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حکم خدا کی بجا آوری میں اللہ کا محافظ رکھو۔ اللہ تمہاری باتیں سن رہا ہے اور تمہارے ارادے جان رہا ہے۔ پھر دوسرا ادب سکھاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں۔ یہ آیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری شریف میں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ قریب تھا کہ دو بہترین ہستیاں ہلاک ہو جائیں۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کی آوازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند ہو گئیں۔ جب کہ بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا تھا۔ ایک تو اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جو بنی مجاشع میں تھے اور دوسرے دوسرے شخص کی بابت کہتے تھے۔ اس پر حضرت صدیق سے فرمایا کہ تم تو میرا خلاف ہی کیا کرتے ہو۔ فاروق اعظمؓ نے جواب دیا نہیں نہیں آپ یہ خیال بھی نہ فرمائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہو۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد تو حضرت عمرؓ اس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نرم کلامی کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے قعقاع بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وفد کا امیر بنائیے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے بلکہ حضرت اقرع بن حابس کو۔ اس اختلاف میں آوازیں کچھ بلند ہو گئیں۔ جس پر آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا نَازِلَ هُوَی اور وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا..... مسند بزار میں ہے آیت لَا تَقْدُمُوا۔ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نظر نہ آئے۔ اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی بابت آپ کو بتلاؤں گا۔ چنانچہ وہ حضرت ثابتؓ کے مکان پر آئے۔ دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے جواب ملا برا حال ہے۔ میں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ میرے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا۔ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

۱۔ فقہاء کی نکتہ سنجی کی داد دیجئے شاید ہی امت میں فقہاء سے بڑھ کر اسلام کو سمجھنے والا کوئی پیدا ہوا ہو حیف ہے ان لوگوں پر جو امت کے اس بزرگ و حقیقہ شناس اپنی

سوئے ظنی کی بنیاد پر مطعون کرتا ہے وہ اس ایک آیت سے فقہاء نے چار احکام کا استنباط کیا ہے: (۱) آپ ﷺ کی موجودگی میں گفتگو نہ کرے۔ اور نہ

آپ ﷺ کی تردید کی جائے یہ نتیجہ آیت سے عبارتہ النص کے طور پر حاصل ہو رہا ہے۔ (۲) جھڑائی سخت کلامی آپ ﷺ کے سامنے ممنوع ہے یہ

پاس آئے اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابتؓ کے پاس گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاؤ اور ان سے کہو تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ واقعہ ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں نظر نہیں آتے۔ اس کے آخر میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انہیں زندہ چلتا پھرتا دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں جبکہ مسلمان قدرے بد دل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت خوشبو ملے کفن پہنے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں اور فرما رہے ہیں مسلمانو تم لوگ اپنے بعد والوں کے لئے برانمونہ نہ چھوڑ جاؤ۔ یہ کہہ کر دشمنوں میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم شریف میں ہے آپ نے جب انہیں نہ دیکھا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ان کے پڑوسی تھے دریافت فرمایا کہ کیا ثابت بیمار ہیں؟ لیکن اس حدیث کی اور سندوں میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت معطل ہے اور یہی بات صحیح بھی ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت زندہ ہی نہ تھے۔ بلکہ آپ کا انتقال بنو قریظہ کی جنگ کے بعد تمھوڑے ہی دنوں میں ہو گیا اور بنو قریظہ کی جنگ ۵ ہجری میں ہوئی تھی اور یہ آیت وفد بنی تمیم کی آمد کے وقت اُتری ہے اور وفود کا پے در پے آنے کا واقعہ ۹ ہجری کا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن جریر میں ہے۔ جب یہ آیت اُتری تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں سے گزرے اور انہیں روتے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت کہیں میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو۔ میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر چلے گئے۔ ادھر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہچکی بندھ گئی۔ دھاڑیں مار مار رونے لگے۔ گھر گئے اور اپنی بیوی صاحبہ حضرت جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی سلول سے کہا میں اپنے گھوڑے کے طویلے میں جا رہا ہوں تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو۔ خدا کی قسم میں اس سے نہ نکلوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے رضا مند کر دے۔ یہاں تو یہ ہوا۔ وہاں جب حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبار رسالت میں حضرت ثابتؓ کی حالت بیان کی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ لیکن جب عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ آئے تو دیکھا کہ حضرت ثابتؓ وہاں نہیں۔ مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو گھوڑے کے طویلے میں ہیں۔ یہاں آ کر کہا کہ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بہت خوب کیل نکال ڈالو اور دروازہ کھول دو۔ پھر باہر نکال کر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ جس کا سچا جواب حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سن کر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی جیو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا رنج کا فور ہو گیا۔ باجھیں کھل گئیں اور فرمانے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ اور آپ کی اس بشارت پر بہت خوش ہوں اور آئندہ کبھی بھی اپنی آواز آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔ اس پر اس کے بعد کی آیت إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ..... نازل ہوئی۔ یہ قصہ اسی طرح کئی ایک تابعین سے بھی مروی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آوازیں بلند کرنے سے منع فرما دیا۔ امیر

= دلائل النص ہوئی۔ (۳) زیادہ گفتگو کرنا آپ ﷺ کی بارگاہ میں ممنوع ہے یہ اشارہ النص ہے۔ (۴) آپ ﷺ کے حضور میں بے باکی سے کام لینا ادب و احترام کو ملحوظ نہ رکھنا جائز ہے یہ بات باقاعدہ اقتضاء النص سے سمجھ میں آئی۔

المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آواز مسجد نبوی میں سن کر وہاں آ کر ان سے فرمایا، تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا طائف کے۔ آپ نے فرمایا اگر تم مدینے کے ہوتے تو میں تمہیں پوری سزا دیتا۔ علمائے کرام کا فرمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ جیسے کہ آپ کی حیات میں آپ کے سامنے مکروہ تھا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام و عزت تھے۔ اب اور ہمیشہ تک آپ اپنی قبر شریف میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ پھر آپ کے سامنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے جس طرح سے عام لوگوں سے باتیں کرتے ہیں باتیں کرنی منع فرمائیں۔ بلکہ آپ سے تسکین و قار عزت و عزت و ادب حرمت و عظمت سے باتیں کرنی چاہئیں۔ جیسے اور جگہ ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (سورہ نور: ۶۳) اے مسلمانو! رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اس بلند آوازی سے اس لئے روکا ہے کہ ایسا نہ ہو کسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں اور آپ کی ناراضگی کی وجہ سے خدا ناراض ہو جائے اور تمہارے سارے اعمال ضبط کرے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص اللہ کی رضا مندی کا کوئی کلمہ ایسا کہہ گزرتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کلمہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن خدا کو وہ اتنا پسند آتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ جنتی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان خدا کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اس کے نزدیک تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالیٰ اسے اس کلمہ کی وجہ سے جہنم کے اس قدر نیچے کے طبقے میں پہنچا دیتا ہے کہ جو گڑھ زمین و آسمان سے زیادہ گہرا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے سامنے آواز پست کرنے کی رغبت دلاتا ہے اور خدا فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں دھیمی کرتے ہیں انہیں اللہ رب العزت نے تقویٰ کے لئے خالص کر لیا ہے۔ اہل تقویٰ اور محل تقویٰ یہی لوگ ہیں۔ یہ مغفرت خدا کے مستحق اور اجر عظیم کے لائق ہیں۔ امام احمد نے کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک تحریری استفتاء لیا گیا کہ اے امیر المؤمنین ایک وہ شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو وہ اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کی دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے آزمایا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ① وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ②

جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثر کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ خا سار کا دل اس روایت کو قبول نہیں کرتا تجربہ شاہد ہے کہ جس کے دل میں معصیت کے خطرات برابر آتے رہتے ہیں وہ مبتلا بھی ہو جاتا ہے اور جس کا قلب گناہوں کے تصور سے بھی خالی ہے وہ ابتلاء سے بھی محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ سیدنا عمرؓ جیسا انسان ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے؟ بہت ممکن ہے کہ مراد وہ شخص ہو جس کو بے ساختہ تصورات معصیت کے ہوں لیکن اس کے باوجود احتساب فرمایا لیکن اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے خواہ مخواہ تصورات معصیت میں غلطان و ہیجان رہنا حماقت ہے۔

کہ آپ خود باہر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی) اور اللہ غفور رحیم ہے ○

یہ بھی مناسب نہیں:

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو آپ کے مکانوں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں۔ جس طرح اعرابیوں میں دستور تھا۔ تو فرمایا ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ پھر اس کی بابت ادب سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں چاہئے تھا آپ کے انتظار میں ٹھہر جاتے اور جب آپ مکان سے باہر نکلتے تو آپ سے جو کہنا ہوتا کہتے۔ نہ کہ آوازیں دے کر باہر سے پکارتے۔ دنیا اور دین کی مصلحت اور بہتری اسی میں تھی۔ پھر گویا حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ استغفار کرنی چاہئے کیونکہ خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ آیت حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مسند میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا نام لے کر پکارا یا محمد یا محمد۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس نے کہا سنو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور اور میرا مذمت کرنا سبب ہے ذلت کا۔ آپ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہے۔ بشر بن غالب نے حجاج کے سامنے بشر بن عطار دو غیرہ سے کہا کہ تیری قوم بنو تمیم کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ عالم ہوتے تو اس کے بعد کی آیت: يَمْنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا (سورہ حجرات: ۱۷) پڑھ دیتے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اسلام لائے اور بنو اسد نے آپ سے کچھ دیر نہیں کی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرب جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو۔ اگر وہ سچا نبی ہے تو سب سے زیادہ اس سے سعادت حاصل کرنے کے مستحق ہم ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم اس کے پروں تلے پل جائیں گے۔ میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنے لگے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ① وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ② فَضَلَا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَهُ ③ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ④

اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتا نا پڑے اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں۔ بہت سی باتیں ایسی ہوئی ہیں اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو

نفرت دے دی ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے ○

ایک اور مناسب ہدایت:

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ فاسق کی خبر کا اعتماد نہ کرو۔ جب تک پوری تحقیق و تفتیش سے اصل واقعہ صاف طور پر معلوم نہ ہو جائے۔ کوئی حرکت نہ کرو۔ ممکن ہے کسی فاسق شخص نے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو یا خود اس سے غلطی ہوئی ہو اور تم اس کی خبر کے مطابق کوئی کام کر گزرو۔ تو دراصل اس کی پیروی ہوگی اور مفسد لوگوں کی پیروی حرام ہے۔ اسی آیت کو دلیل بنا کر بعض محدثین کرام نے اس شخص کی روایت کو بھی غیر معتبر بتلایا ہے جس کا حال معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ بہت ممکن ہے شخص فی الواقع فاسق ہو۔ گو بعض لوگوں نے ایسے مجہول الحال راویوں کی روایت لی بھی ہے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا ہم پر ظاہر نہیں۔ ہم نے اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے صحیح بخاری شریف کی شرح میں کتاب العلم میں بیان کر دیا ہے۔ فالحمد للہ۔ اکثر مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ آیت ولید بن عقبہ بن ابومعیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلہ بنو مصطلق سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے حضرت حارث بن ضرار خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ہیں فرماتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ جو میں نے منظور کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فرضیت سنائی۔ میں نے اس کا بھی اقرار کیا اور کہا کہ میں واپس اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں اور ان میں سے جو ایمان لائیں اور زکوٰۃ ادا کریں میں اس کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں۔ اتنے دنوں کے بعد آپ میری طرف کسی آدمی کو بھیج دیجئے۔ میں اس کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوٰۃ آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آ کر یہی کیا۔ مال زکوٰۃ جمع کیا۔ جب وقت مقررہ گزر چکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی قاصد نہ آیا تو آپ نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اپنے وعدے کے مطابق اپنا کوئی آدمی نہ بھیجیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں؟ اور اس بنا پر آپ نے اپنا کوئی قاصد مال زکوٰۃ کو لے جانے کے لئے نہ بھیجا ہو۔ تو اگر آپ لوگ متفق ہوں تو ہم اس مال کو لے کر خود ہی مدینہ شریف چلیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ یہ تجویز طے ہو گئی اور یہ حضرات اپنا مال زکوٰۃ لے کر چلے کھڑے ہوئے۔ ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن عقبہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے۔ لیکن یہ حضرت راستے ہی میں سے ڈر کے مارے لوٹ آئے اور یہاں آ کر کہہ دیا کہ حارث نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور کچھ آدمی حارث کی تنبیہ کے لئے روانہ فرمادیئے۔ مدینے کے قریب راستے ہی میں اس مختصر لشکر نے حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پالیا۔ حضرت حارث نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ تم کہاں اور کس کے پاس جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تیری طرف بھیجے گئے ہیں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ولید کو زکوٰۃ نہ دی بلکہ انہیں قتل کرنا چاہا۔ حضرت حارث نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ نہ میں نے اسے دیکھا نہ وہ میرے پاس آیا۔ بلکہ قاصد کو نہ دیکھ کر اس ڈر کے مارے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ چلو میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہاں جو آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تو نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے آدمی کو قتل کرنا چاہا۔ آپ نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے خدا کی جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے انہیں دیکھا نہ وہ

میرے پاس آئے۔ بلکہ قاصد کو نہ دیکھ کر اس ڈر کے مارے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اسی وجہ سے قاصد کو نہ بھیجا ہو۔ میں خود ہی حاضر خدمت ہوا۔ اس پر یہ آیت حکیم نازل ہوئی طبرانی میں یہ بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد حضرت حارث کی بستی تک پہنچا تو یہ لوگ خوش ہو کر اس کے استقبال کے لئے خاص تیاری کر کے نکلے۔ ادھر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑنے کے لئے آ رہے ہیں۔ تو یہ لوٹ کر واپس چلے آئے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ کے قاصد واپس چلے گئے تو وہ خود ہی چلے گئے اور ظہر کی نماز کے بعد صف بستہ کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے آدمی کو بھیجا۔ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ ہم بے حد خوش ہوئے لیکن خدا جانے کیا ہوا کہ وہ راستے میں سے ہی لوٹ گئے تو اس خوف سے کہ کہیں خدا تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہو گیا ہو ہم حاضر ہوئے ہیں۔ اسی طرح وہ عذر معذرت کرتے رہے۔ عصر کی اذان جب حضرت بلالؓ نے دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور روایت میں ہے کہ حضرت ولید کی اس خبر پر ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوچ ہی رہے تھے کہ کچھ آدمی ان کی طرف بھیجیں۔ جو ان کا وفد آ گیا اور انہوں نے کہا کہ آپ کا قاصد آدھے راستے سے ہی لوٹ گیا تو ہم نے خیال کیا کہ آپ نے کسی ناراضگی کی بنا پر انہیں واپسی کا حکم دے دیا ہوگا۔ اسی لئے حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اللہ کے غصے سے اور آپ کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور ان کا عذر سچا بتایا اور روایت میں ہے کہ قاصد نے یہ بھی کہا تھا کہ ان لوگوں نے تو آپ سے لڑنے کے لئے لشکر جمع کر لیا ہے اور اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر امارت ایک فوجی دستے کو بھیج دیا۔ لیکن انہیں فرما دیا تھا کہ پہلے تحقیق و تفتیش اچھی طرح کر لینا۔ جلدی سے حملہ نہ کر دینا۔ اسی کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں پہنچ کر اپنے جاسوس شہر میں بھیج دیئے۔ وہ خبر لائے کہ وہ لوگ دین اسلام پر قائم ہیں۔ مسجد میں اذانیں ہوئیں جنہیں ہم نے خود سنا اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے خود دیکھا۔ صبح ہوتے ہی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود گئے اور وہاں کے اسلامی منظر سے خوش ہوئے۔ واپس آ کر سرکار نبوی میں ساری خبر دی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ جو اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تحقیق و تلاش بردباری اور دور بینی خدا کی طرف سے ہے اور عجلت اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ سلف میں ہے حضرت قتادہ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے یہی ذکر کیا ہے جیسے ابن ابی لیلیٰ، یزید بن رومان، ضحاک، مقاتل بن حیان وغیرہ۔ ان سب کا بیان ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ ان کی تعظیم و توقیر کرنا، عزت و ادب کرنا، ان کے احکام کو سر آنکھوں سے بجالانا فرض ہے۔ وہ تمہاری مصلحتوں سے بہت آگاہ ہیں۔ انہیں تم سے بہت محبت ہے۔ وہ تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی بھلائی کے اتنے خواہاں اور اتنے واقف نہیں ہو جتنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ اور جگہ ارشاد ہے: **الَّذِي أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ** (سورہ احزاب: ۶) یعنی سزاوارتر ہیں مسلمانوں کے کاموں میں بہ نسبت ان کی اپنی جانوں کے۔ پھر بیان فرمایا کہ لوگو تمہاری عقلیں جو مصلحتوں اور بھلائیوں کو نہیں پاسکتیں انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پارہا ہے۔ پس اگر وہ تمہاری ہر پسندیدگی کی رائے پر عامل بنتا رہے تو اس میں تمہارا ہی حرج واقع ہوگا جیسے اور آیت میں ہے: **وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ طَبَلُ اتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ**

۱۔ اس روایت نے بات صاف کر دی گویا کہ قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مبتلا ہو گئے تھے انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غلط بیانی سے کام نہیں لیا بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق واقعہ بیان کر دیا۔

عُرْضُونَ (سورہ مؤمنون: ۱۷) یعنی اگر سچا رب ان کی خوشی پر چلے تو آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز خراب ہو جائے۔ یہ نہیں بلکہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچادی ہے لیکن یہ اپنی نصیحت پر دھیان ہی نہیں دھرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے نفوس میں محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے دلوں میں اس کی عمدگی بٹھادی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسلام ظاہر ہے اور ایمان دل میں ہے۔ پھر آپ اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے تقویٰ یہاں ہے۔ پرہیز گاری کی جگہ یہ ہے۔ اس نے تمہارے دلوں میں کفر کی اور کبیرہ گناہوں کی تمام نافرمانیوں کی عداوت ڈال دی ہے اور اس طرح بتدریج تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ جن میں یہ پاک اوصاف ہیں انہیں خدا نے رشد اور نیکی ہدایت اور بھلائی دے رکھی ہے۔ مسند احمد میں ہے اُحد کے دن جب مشرکین ٹوٹ پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درنگی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجل کی ثابیان کردوں۔ پس لوگ آپ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے یہ دعا پڑھی: اللّٰهُمَّ لَكَ لِحَمْدُ كُلُّهُ اَللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَلَا هَادِيَ لِمَنْ اَضَلَّكَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ - اَللّٰهُمَّ اَبْسِطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ النِّعِمَ الْمُقِیْمَ الَّذِیْ لَا یَحُولُ وَلَا یُزِلُّ - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ النِّعِمَ یَوْمَ الْعِیْلَةِ وَالْاَمْنِ یَوْمَ الْخَوْفِ - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ غَائِذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْهُ فِیْ قُلُوبِنَا وَكِّرْهُ اِلَیْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنْ لِّرَاشِدِیْنَ - اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ - وَ اَخِیْنَا مُسْلِمِیْنَ وَالْحَقَّنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ خَزَايَا وَلَا مَخْتَوِیْنَ اَللّٰهُمَّ فَاتِلِ الْكُفْرَةَ الَّذِیْنَ یُكَذِّبُونَ رُسُلَكَ وَیَصُدُّونَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَیْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ - اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ لِكُفْرَةِ الَّذِیْنَ اُوتُوا الْكِتَابَ اِلَهِ الْحَقِّ (نسائی) یعنی اے اللہ تمام تر تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ تو جسے کشادگی دے اے کوئی تنگ نہیں کر سکتا۔ تو جسے گمراہ کرے اے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جس سے تو روک لے اے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اس سے کوئی باز نہیں رکھ سکتا۔ جسے تو دور کرے اے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر لے اے دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اے اللہ ہم پر اپنی برکتیں رحمتیں، فضل اور رزق کشادہ کر دے۔ اے اللہ میں تجھ سے وہ بیشک کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ ادھر ادھر ہوں نہ زائل ہوں۔ خدایا فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرما اور خوف والے دن مجھے امن عطا فرما۔ پروردگار جو تو نے مجھے دے رکھا ہے اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے معبود ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنا دے اور کفر بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دلوں میں نفرت پیدا کر دے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے ہمارے رب ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ اور نیک کار لوگوں سے ملا دے۔ ہم رسوا نہ ہوں۔ ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں۔ خدایا ان کافروں کا ستیاناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں۔ تو اپنی سزا اور عذاب ان پر نازل فرما۔ الہی اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کر اے سچے معبود۔ یہ حدیث امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لائے ہیں۔ مرفوع حدیث میں ہے جس شخص کو اپنی نیکی اچھی لگے اور برائی اسے ناراض کرے وہ مؤمن ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ بخشش جو تمہیں عطا ہوئی ہے یہ تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی نعمت ہے۔ اللہ

۱۔ گویا کہ زبان نبوت نے ایمان کا ایک ہلکا سا معیار یہ بھی بتایا ہے کہ مومن نیک اعمال سے خوش اور برائیوں سے رنجیدہ ہوتا ہے۔

تعالیٰ مستحقین ہدایت کو اور مستحقین ضلالت کو بخوبی جانتا ہے اور وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔

وَأِنْ طَافْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدُهَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيَّ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ① إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ②

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو۔ پھر آ کر ان میں ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے۔ تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے مسلمان تو سب بھائی ہیں سوا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے ○

ایک حکم:

یہاں حکم ہو رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی دو جماعتیں لڑنے لگ جائیں۔ تو دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں صلح کو دیں۔ آپس میں دو لڑنے والی جماعتوں کو مؤمن کہنا۔ اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ نافرمانی گوشتی بڑی ہو انسان کو ایمان سے الگ نہیں کرتی۔ خارجیوں کا اور ان کے موافق معتزلہ کا مذہب اس بارے میں خلاف حق ہے۔ اسی آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ کے ساتھ منبر پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ آپ بھی ان کی طرف دیکھتے کبھی لوگوں کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بچ سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ آپ کی یہ پیش گوئی سچی نکلی اور اہل شام اور اہل عراق میں بڑی لمبی لڑائیوں اور بڑے ناپسندیدہ واقعات کے بعد آپ کی وجہ سے صلح ہو گئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اگر ایک گروہ دوسرے گروہ سے آہ کہ آج مسلمانوں کا طرز عمل اس حکم کے بالکل خلاف ہے مسلمانوں کے فرقوں کو آپس میں دست و گریبان رکھنا بڑے ہی لطف و لذت کی بات بن گئی۔

۲ امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ: هذا دليل على ان المومن لا يخرج عن كوند مومنا لان الباغي جعله من احدى الطائفتين سماه مومنين۔ حنبلی فقہانے ان آیات سے استنباط کیا ہے کہ باغیوں سے قتال بمقابلہ جہاد کفار کے افضل ہے اور سند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عمل کو پیش کیا ہے لیکن احناف کی رائے ہے کہ یہ صحیح نہیں بلکہ باغیوں سے جہاد کرنا اسی وقت میں افضل ہوگا جب کہ باغیوں کی بغاوت سے کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا ہو جائے جس کے مقابلہ میں کفار سے جہاد غیر ضروری ہو جائے۔

۳ ان کا یہ کہنا کہ وہ لڑائی سے قبل تو مومن تھے لیکن اس کا ارتکاب کر لیا تو مومن نہ رہے اور یہ کہ ان کو خطاب مومن کہہ کر ہی کیا جاسکتا تھا نہ کہ کافر کہہ کر۔ مگر اگر کافروں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں اور اسی طرح ان کی دوسری دلیلیں ہیں۔

پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑائی کی جائے تاکہ وہ پھر ٹھکانے پر آجائے۔ حق سنے اور مان لے۔ صحیح حدیث میں ہے اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو تو اور مظلوم ہو تو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ مظلوم ہونے کی حالت میں تو ظاہر ہے لیکن ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ظلم سے باز رکھو۔ یہی اس وقت اس کی مدد ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ اچھا ہوا اگر آپ عبد اللہ بن ابی کے ہاں چلے چلتے۔ چنانچہ آپ سوار ہوئے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی ہم رکابی میں ساتھ ہو لئے۔ زمین شور تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو یہ کہنے لگا مجھ سے الگ رہئے۔ خدا کی قسم آپ کی سواری کی بدبو نے میرا دباغ پریشان کر دیا۔ اس پر ایک انصاریؓ نے کہا واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی خوشبو تیری بو سے بہت ہی اچھی ہے۔ اس پر ادھر سے ادھر سے کچھ لوگ بول پڑے اور معاملہ بڑھنے لگا۔ بلکہ کچھ ہاتھ پائی بھی ہو گئی۔ ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں۔ اس اور خزرج قبائل میں کچھ چشمک ہو گئی تھی۔ ان میں صلح کر دینے کا اس آیت میں حکم ہوا ہے۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمران نامی ایک انصاری تھے ان کی بیوی صاحبہ کا نام ام زید تھا۔ اس نے اپنے میکے جانا چاہا۔ خاوند نے روکا اور منع کر دیا کہ میکے کا کوئی شخص یہاں بھی نہ آئے عورت نے یہ خبر اپنے میکے میں کہلوادی۔ وہ لوگ آئے اور اسے بالا خانے سے اتار لائے اور لے جانا چاہا۔ ان کے خاوند گھر پر تھے انہیں ان کے عزیز واقارب نے اس کے چچا زاد بھائیوں کو اطلاع دے کر انہیں بلالیا اور نتیجہ تلخی پیدا ہو گئی۔ ان کے بارے میں یہ آیت اتری۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طرف کے لوگوں کو بلا کر بیچ میں بیٹھ کر صلح کرادی اور سب لوگ مل گئے۔ پھر حکم ہوتا ہے دونوں پارٹیوں میں عدل کرو۔ اللہ عادل کو پسند فرماتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں جو عدل و انصاف کرے گا۔ مسلم کی حدیث میں ہے یہ لوگ ان منبروں پر خدا کی دائیں جانب ہوں گے۔ یہ اپنے حکم میں اور اپنے اہل و عیال میں اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اس میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کل مؤمن دینی بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اسے اس پر ظلم و ستم نہ کرنا چاہئے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہے اور صحیح حدیث میں ہے جب کوئی مسلمان اپنے غیر حاضر بھائی مسلمان کے لئے اس کے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی خدا ایسا ہی دے۔ اس بارے میں اور بھی بہت حدیثیں ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے مسلمان سارے کے سارے اپنے محبت رحم دلی اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں۔ جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اُٹھتا ہے۔ کبھی بخار آتا ہے کبھی شب بیداری کی تکلیف ہوتی ہے ایک اور صحیح حدیث میں ہے مؤمن مؤمن کے لئے مثل دیوار ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے اور مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا۔ مسند احمد میں ہے مؤمن کا تعلق اہل ایمان سے ایسا ہے جیسے سر کا تعلق جسم سے ہے۔ مؤمن اہل ایمان کے لئے وہی درد مندی کرتا ہے جو درد مندی جسم کو سر کے ساتھ ہے۔ پھر فرماتا ہے دونوں لڑنے والے جماعتوں اور دونوں طرف کے اسلامی بھائیوں میں صلح کرادو۔ اپنے تمام کاموں میں خدا کا ڈر رکھو۔ یہی اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اللہ کی رحمت تم پر نازل ہوگی۔ پرہیزگاروں کے ساتھ ہی رب کا رحم رہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ

مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللُّقَابِ

بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۱﴾

اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کہ کیا عجب ہے کہ جن پر ہنستے ہیں وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لکھنا (ہی) برا ہے اور جو (ان حرکتوں سے) باز نہ آئیں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں ○

مناسب انتخاب:

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو حقیر کرنے اور ذلیل کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے روک رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے تکبر نام ہے حق سے منہ موڑ لینے کا اور لوگوں کو ذلیل و خوار سمجھنے کا۔ اس کی وجہ قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جسے تم ذلیل کر رہے ہو جس کا تم مذاق اڑا رہے ہو ممکن ہے کہ خدا کے نزدیک وہ تم سے زیادہ با وقعت ہو۔ مردوں کو منع کر کے پھر عورتوں کو بھی اس سے روکا۔ پھر عیب گیری اور نکتہ چینی کرنے سے روکا اور اس ملعون خصلت کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: وَيُلْ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (سورہ ہمزہ: ۱) یعنی ہر طعنہ یا عیب جو کے لئے خرابی ہے۔ ہمز فعل سے ہوتا ہے اور لمز قول ہے اور آیت میں ہے: هَمَزَاتُ مَشَاءٍ بِنَمِيمٍ (سورہ قلم: ۱۱) یعنی وہ جو لوگوں کو حقیر گنتا ہو۔ ان پر چڑھا چلا جا رہا ہو اور لگانے بچھانے والا ہو۔ غرض ان تمام کاموں کو ہماری شریعت نے حرام قرار دیا۔ یہاں لفظ تو یہ ہیں کہ خود پر عیب نہ لگاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔ جیسے فرمایا: وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (سورہ نساء: ۲۹) یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ حضرت ابن عباس، مجاہد، سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم قاعدہ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کو طعن نہ دو۔ پھر فرمایا کسی کو کوئی چڑ نہ نکالو۔ جس لقب سے وہ ناراض ہوتا ہو اسے لقب سے اسے نہ پکارو نہ نامزد کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ یہ حکم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جب حضور مدینہ میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو تین تین نام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اس سے چڑتا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری (ابوداؤد)۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان کی حالت میں فسادانہ القاب سے آپس میں ایک دوسرے کو نامزد کرنا نہایت بری بات ہے۔ اب تمہیں اس سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ظالم گئے جاؤ گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِشْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔ مراد وہ ہنسی ہے جس سے دوسری دل شکنی ہوتی ہو لیکن اگر دوسرا اس سے محفوظ ہو اور بجائے رنجیدہ ہونے کے سرور ہو تو وہ ممنوع نہیں خوش طبعی ہوگی اور مزاج بلکہ بعض سورتوں میں ضروری ہے۔

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ اللہ سے ڈرو بے شک بڑا تو بہ قبول کرنے والا ہے ○

کیسے حکیمانہ احکام:

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بدگمانیوں سے تہمت دھرنے سے اور اپنے اور غیروں کو خوفزدہ کرنے سے اور خواہ مخواہ کی دہشت دل میں رکھنے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں۔ پس تمہیں اس میں پوری احتیاط چاہئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ابن ماجہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے؟ تو کیسی اچھی خوشبو والا ہے؟ تو کس قدر عظمت والا ہے؟ اور کیسی حرمت والا ہے؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدگمانی سے بچو۔ گمان سب سے بڑی چھوٹی بات ہے۔ بھید نہ ٹولو۔ ایک دوسرے کی نعمتیں حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جایا کرو۔ حسد، بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو۔ سب مل کر خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلم وغیرہ میں ہے ایک دوسرے سے روٹھ کر نہ بیٹھ جایا کرو۔ ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کر لیا کرو۔ ایک دوسرے کا حسد بغض نہ کیا کرو۔ بلکہ سب مل کر خدا کے بندے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال چھوڑ دے۔ طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں میری امت میں رہ جائیں گی۔ فال لینا۔ حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ ایک شخص نے پوچھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تذکرہ کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کر تو استغفار کر لے۔ جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر اور جب شکون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد۔ اپنے کام سے نہ رک اسے پورا کر۔ ابو داؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا بھید ٹٹولنے سے منع فرمایا گیا کہ ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہو گئی تو ہم اس پر پکڑ سکتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ عقبہ کے کاتب کے پاس حضرت ابوالہثیم گئے اور ان سے کہا کہ میرے پڑوس میں کچھ لوگ شرابی ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں داروغہ کو بلا کر انہیں گرفتار کرادوں۔ آپ نے فرمایا افسوس افسوس تم ہرگز ہرگز ایسا نہ کرو۔ سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے۔ اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے زندہ درگور کردہ لڑکی کو بچایا۔ ابو داؤد میں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تو لوگوں کی پوشیدگیاں اور ان کے راز ٹٹولنے کے درپے ہو گا۔ تو تو انہیں بگاڑ دے گا۔ یا فرمایا ممکن ہے تو انہیں خراب کر دے۔ حضرت ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ابو داؤد کی ایک اور حدیث ہے کہ امیر اور بادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا افسوس کہ جوش، نجوم، جفر، زل، فال وغیرہ مذہبہ دہشت سے ان چیزوں سے اسلام نے روکا تھا کتنا افسوس کا مقام ہے کہ دوسرے فرقہ کے لوگ جن کے یہاں مذہبی اعتبار سے ان چیزوں کی جانب سے بے اعتباری ضروری نہیں وہ ان ظنی چیزوں پر یقین نہیں رکھتے لیکن مسلمان جس کو مذہبی دہشت سے اس بات کا مکلف قرار دیا گیا تھا کہ وہ ان پر اعتماد نہ کریں وہی ان خرافات میں مبتلا ہے۔ اتنا شاید غیر مسلموں کو بھی نہیں۔

کی برائیاں ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور گہرا اثرنا شروع کر دیتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تجسس نہ کرو یعنی برائیاں معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ تاک جھانک نہ کرو۔ اسی سے جاسوس ماخوذ ہے۔ تجسس کا اطلاق عموماً برائی پر ہوتا ہے اور تجسس کا اطلاق بھلائی کے ڈھونڈنے پر۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں۔ فَتَحَسَّسُوا..... بچو تم جاؤ اور یوسف اور برادر یوسف کو ڈھونڈو اور خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو اور کبھی کبھی ان دونوں کا استعمال شر اور برائی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں نہ تجسس کرو۔ نہ حسد و بغض کرو۔ نہ منہ موڑو۔ بلکہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں 'تجسس کہتے ہیں کسی چیز میں کرید کرنے کو اور تجسس کہتے ہیں ان لوگوں کی سرگوشی پر کان لگانے کو جو کسی کو اپنی بات سنانا چاہتے ہوں اور مذاہر کہتے ہیں ایک دوسرے سے رک کر آزر دہ ہو کر قطع تعلقات کرنے کو۔ پھر غیبت سے منع فرماتا ہے۔ ابوداؤد میں ہے لوگوں نے پوچھا رسول اللہ غیبت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی کسی ایسی بات کا ذکر کرے جو اسے بری معلوم ہو۔ تو کہا گیا 'اگر وہ بات اس میں ہو جب بھی؟ فرمایا ہاں یہی تو غیبت ہے۔ ورنہ بہتان اور تہمت ہے۔ ابوداؤد میں ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ صفیہ تو ایسی ایسی ہیں۔ مسدراوی کہتے ہیں یعنی کم قامت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایسی بات کہی ہے کہ سمندر کے پانی میں اگر ملادی جائے تو اسے بھی بگاڑ دے اور ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی شخص کی کچھ ایسی ہی باتیں بیان کی گئیں تو آپ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا۔ گو مجھے کوئی بڑا نفع بھی مل جائے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک بیوی صاحبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آئیں۔ جب وہ جانے گئیں تو صدیقہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ سے کہا کہ یہ بہت پست قامت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ان کی غیبت کی۔ الغرض غیبت حرام ہے اور اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لیکن ہاں شرعی مصلحت کی بنا پر کسی کی ایسی بات کا ذکر کرنا غیبت میں داخل نہیں۔ جیسے جرح و تعدیل۔ نصیحت و خیر خواہی۔ جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاجر شخص کی نسبت فرمایا تھا یہ بہت برا آدمی ہے اور جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا معاویہ مفلس شخص ہے اور ابوالجہم بڑا مارنے پیٹنے والا آدمی ہے۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا کہ ان دونوں بزرگوں نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے نکاح کا ارادہ کیا تھا اور بھی جو باتیں اس طرح کی ہوں تو ان کی اجازت ہے باقی اور غیبت حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ جس طرح تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو۔ اس سے بہت زیادہ نفرت غیبت سے تمہیں کرنی چاہئے۔ جیسے حدیث میں ہے اپنے دیئے ہوئے بہہ کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتاب جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے اور فرمایا بری مثال ہمارے لئے لائق نہیں۔ حجتہ الوداع کے خطبہ میں ہے تمہارے خون مال آبرو تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسی حرمت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں ہے۔ ابوداؤد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمان کا مال اس کی عزت اور اس کا خون مسلمان پر حرام ہے۔ انسان کو اتنی ہی برائی

۱۔ بشرطیکہ اس پردہ داری سے کسی دوسرے مسلمان کا حق ضائع نہ ہوتا ہو ایک شخص کسی لڑکی سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے یا کسی کی بیوی سے ناجائز تعلقات قائم ہیں ظاہر ہے کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے یا لڑکی کے باپ کو نقصان پہنچاتا ہے یا بیوی کے شوہر کو ایسی حالت میں پردہ داری مناسب نہیں ہوگی دوسری بات یہ بھی ہے کہ برائیوں سے معاشرہ کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو تو پردہ داری کریں گے لیکن اگر کسی شخص کی پردہ داری سے معاشرہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو پھر ستر عیوب ضروری نہ ہوگا تیسری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر مصالح کا تقاضا ہے کہ کسی کے عیب کو کھولا جائے تو صرف انہیں حدود تک کہ جن حدود میں اس کی اصلاح متوقع ہو عیوب کو طشت از بام کرنا اور بلاوجہ کسی کو رسوا کرنا یہ تو کسی حال میں بھی جائز نہیں اور چوتھی بات یہ بھی پیش نظر رہے کہ جس شخص کے عیوب کو چھپایا جائے اس کی انفرادی اصلاح کی کوششوں سے غافل نہ ہونا چاہئے یعنی اپنے طور پر اس کی اصلاح کی کوشش بہر حال کرتے رہنا چاہئے۔

فی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی حقارت کرے اور حدیث میں ہے اے وہ لوگو! جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں لیکن دل انداز نہیں ہوئے۔ تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنی چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید کرنی چھوڑ دو۔ یاد رکھو اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدگیوں کو ظاہر کر دے گا۔ یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے میں بھی بدنام اور رسوا ہو جاؤ گے۔ مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ سنایا۔ جس میں آپ نے پردہ نشین عورتوں کے کانوں میں بھی اپنی آوازیں پہنچائیں اور خطبہ میں اوپر والی حدیث بیان فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مرتبہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تیری حرمت اور امت کا کیا کہنا ہے لیکن تجھ سے بھی بہت زیادہ حرمت ایک ایماندار شخص کی خدا کے نزدیک ہے۔ ابوداؤد میں ہے جس نے کسی مسلمان کی برائی کر کے ایک نوالہ حاصل کیا اسے جہنم کی اتنی ہی غذا ملے گی جتنی کھائی جائے گی۔ اسی طرح جس نے مسلمان کی برائی کرنے پر ایک حاصل کی۔ اسے اسی جیسی پوشاک جہنم میں پہنائی جائے گی اور جو شخص کسی دوسرے کی بڑائی دکھانے سنانے کو کھڑا ہوا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھاوے سناوے کے مقام پر کھڑا کر دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کا کیا کہنا ہے کہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتیں لوٹتے تھے (ابوداؤد) اور روایت میں ہے کہ لوگوں کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا معراج والی رات میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جن میں مرد و عورت دونوں تھے کہ فرشتے ان کی کروٹوں، گوشت کاٹتے ہیں اور پھر انہیں اس کے کھانے پر مجبور کر رہے ہیں اور وہ اسے چبا رہے ہیں۔ میرے سوال پر کہا گیا کہ یہ لوگ وہ جو طعنہ زن، غیب گو، چغل خور تھے۔ انہیں جبر آج خود ان کا گوشت کھلایا جا رہا ہے۔ (ابن ابی حاتم) یہ حدیث بہت طویل ہے اور نے پوری حدیث سورہ سبحان کی تفسیر میں بھی بیان کر دی ہے۔ فالحمد للہ۔ مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوروزے کا حکم دیا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں کوئی افطار نہ کرے۔ شام کو لوگ آنے لگے اور آپ سے دریافت کرنے لگے۔ انہیں اجازت دیتے اور وہ افطار کرتے۔ اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا۔ آپ ہی کے متعلقین میں سے ہیں۔ انہیں بھی آپ اجازت دیجئے کہ روزہ کھول لیں۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ کہا کہ تو آپ نے فرمایا وہ روزے سے نہیں ہیں۔ کیا وہ بھی روزہ دار ہو سکتے ہیں جو انسانی گوشت کھاتا رہے۔ جاؤ انہیں کہو کہ اگر وہ روزے سے ہیں تو تھے کریں۔ چنانچہ انہوں نے تھے کی۔ جس میں خون بستہ کے لوتھڑے نکلے۔ اس نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ردی۔ آپ نے فرمایا اگر یہ اسی حالت میں مر جائیں تو آگ کا لقمہ بنتیں۔ اس کی سند غریب ہے اور متن بھی غریب ہے۔ دوسری بات میں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں عورتوں کی روزے سے بری حالت ہے۔ مارے پیاس کے مر رہے ہیں اور یہ دو پہر کا وقت تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی پر اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو مر گئی ہوں گی۔ یا دیر میں مر جائیں گی۔ آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ۔ جب وہ آئیں تو آپ نے دودھ کا بنٹا (برتن) ایک کے سامنے رکھ کر

یہ بہت بڑی برائی اور ایک گناہ ہے۔

دیا کہ روزے کی حالت میں انہوں نے کسی کی غیبت کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ زبان نبوت محض اشاروں سے بات سمجھانے کی عادی نہیں بدوہ تحقیق ان کو آپ بیان فرماتے ہیں۔

ربعد میں زندگی کے جو اوقات ملے تو ان میں اپنے حسن اعمال سے گناہوں کے کفارہ کا موقع بہر حال مل جاتا ہے۔

فرمایا اس میں قے قے کی تو اس میں پیپ خون جادو وغیرہ نکلا۔ جس سے آدھا بنتا بھر گیا۔ پھر دوسری سے قے کروائی اس میں بھی یہی چیزیں اور گوشت کے لوتھڑے وغیرہ نکلے اور بنتا برتن بھر گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا انہیں دیکھو حلال سے تو روزہ رکھے ہوئے تھیں اور حرام کھا رہی تھیں۔ دونوں بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگی تھیں (یعنی غیبت کر رہی تھیں) (مسند احمد) مسند حافظ ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت معزز رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زنا کیا ہے آپ نے منہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ وہ چار مرتبہ کہہ چکے۔ پھر پانچویں مرتبہ آپ نے کہا تو نے زنا کیا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ فرمایا جانتا ہے زنا کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا ہاں۔ جس طرح انسان اپنی حلال عورت کے پاس جاتا ہے اسی طرح میں نے حرام عورت سے کیا۔ آپ نے فرمایا اب تیرا کیا مقصد ہے؟ کہا یہ کہ آپ مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے اس طرح دخول کیا تھا۔ جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور لکڑی کنوئیں میں؟ کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ رجم کر دیئے گئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی۔ لیکن اس نے خود کو نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ کتے کی طرح پتھراؤ کیا گیا۔ آپ یہ سنتے ہوئے چلتے رہے۔ تھوری دیر بعد آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے۔ فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ وہ سواری سے اتریں اور اس گدھے کا گوشت کھائیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے کیا یہ کھانے کے قابل ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی غیبت کی تھی۔ وہ اس سے بھی زیادہ بری چیز تھی۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ شخص جسے تم نے برا کہا تھا وہ تو اب اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جو نہایت سڑی ہوئی مرداری بودالی ہوا چلی۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ بدبو ان کی ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ منافقوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے۔ یہ بدبو دار ہوا وہ ہے۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ ایک سفر میں دو شخصوں کے ساتھ تھے۔ جن کی یہ خدمت کرتے تھے اور وہ انہیں کھانا کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ سو گئے تھے اور قافلہ آگے چل پڑا۔ پڑاؤ پر پہنچ کر ان دونوں نے دیکھا کہ حضرت سلمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں آئے۔ تو اپنے ہاتھوں سے انہیں خیمہ کھڑا کرنا پڑا اور غصہ سے کہا سلمانؓ تو بس اتنے ہی کام کا ہے کہ پکی پکائی کھالے اور تیار خیمے میں آرام کر لے۔ تھوڑی دیر میں حضرت سلمانؓ پہنچے۔ ان دونوں کے پاس سالن نہ تھا تو کہا جاؤ تم رسول اللہ ﷺ سے ہمارے لئے سالن لے آؤ۔ یہ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے دونوں ساتھیوں نے بھیجا ہے کہ آپ کے پاس سالن ہو تو دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ سالن کیا کریں گے؟ انہوں نے تو سالن پالیا حضرت سلمانؓ واپس گئے اور جا کر ان سے یہ بات کہی۔ وہ اٹھے اور خود حاضر ہوئے اور کہا حضور ہمارے پاس نہیں نہ آپ نے بھیجا۔ آپ نے فرمایا تم نے سلمانؓ کے گوشت

۱۔ امیر المؤمنین کو چاہئے کہ اگر کوئی زنا کا اقرار کرے تو ایسا ہی طرز عمل اختیار کرے کیونکہ کسی کی ضیاع جان نہایت اہم مرحلہ ہے ذرا سی بھول چوک سے ایک انسان کی جان سے کھیلنا مذاق نہیں ان مسائل کی فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۲۔ یہ سب کچھ آپ نے اس لئے دریافت فرمایا کہ بالکل متعین ہو جائے کہ انہوں نے زنا ہی کیا ہے اور وہ زنا کی حقیقت پر مطلع ہیں کیونکہ زنا کے لغوی معنی تو صرف پہاڑ پر چڑھنے کے آتے ہیں اب بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص پہاڑ پر چڑھا ہو اور وہ اس کو زنا سے تعبیر کر رہا ہو اور لفظ زنا کو اصطلاحی معنی پر محمول کرتے ہوئے رجم کر دیں اور اس طرح ایک قیمتی انسانی جان ہماری معمولی غفلت سے ضائع ہو جائے۔

کا سالن کھالیا۔ جب کہ تم نے انہیں یوں کہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی مَیْتًا اس لئے کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور یہ ان کی غیبت کر رہے تھے۔ مختار ابوضیا میں تقریباً ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اس میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے اس خادم کا گوشت تمہارے دانتوں میں اٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ان کا اپنے غام سے جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا صرف اتنا کہنا مروی ہے کہ یہ تو بڑا ہی سونے والا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسی سے کہو وہ تمہارے لئے استغفار کرے۔ ابویعلیٰ میں ہے جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے سامنے وہ گوشت لایا جائے گا اور بھا جائے گا کہ جیسے اس کی زندگی میں تو نے اس کا گوشت کھایا تھا اب مردے کا گوشت بھی کھا۔ اب یہ چیخے گا چلائے گا ہائے وائے۔ گا اور اسے جبراً وہ مردہ گوشت کھانا پڑے گا۔ یہ روایت بہت غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ کا لحاظ کرو۔ اس کے احکام بجالاؤ۔ اس دن منع کردہ چیزوں سے رک جاؤ اور اس سے ڈرتے رہا کرو جو اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے اس کی طرف رجوع کرے پہلے جو کر چکا ہے۔ اس پر نادم ہونا بھی شرط ہے یا نہیں! اس میں اختلاف ہے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی حاصل کرے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شرط نہیں۔ اس لئے ممکن ہے اسے خبر نہ ہو اور معافی مانگنے کو جائے گا تو اسے اور رنج ہوگا۔ پس اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن مجلسوں میں اس کی برائی بیان کی تھی ان میں اس کی بھلائی بیان کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق دفع کر دے۔ تو اولاً بدلہ ہو جائے گا۔ مسند احمد میں ہے جو شخص اس وقت کسی مؤمن کی حمایت کرے۔ جب کہ کوئی منافق اس کی مذمت بیان کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو قیامت والے دن اس کے گوشت کو نار جہنم سے بچائے گا اور جو شخص کسی مؤمن پر کوئی ایسی بات کہے گا جس سے اس کا ارادہ اسے مطعون کرنے کا ہو۔ اسے اللہ تعالیٰ پل صراط پر روک لے گا یہاں تک کہ بدلہ ہو جائے گا۔ یہ حدیث ابوداؤد میں بھی ہے۔ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی مسلمان کی بے عزتی ایسی جگہ میں کرے جہاں اس کی آبروریزی اور توہین ہوتی ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ رسوا کرے گا۔ جہاں وہ اپنی مدد کا طالب ہو اور جو مسلمان ایسی جگہ اپنے بھائی کی حمایت کرے اللہ تعالیٰ بھی ایسی جگہ اس کی نصرت کرے گا۔

(نہیں ابوداؤد)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا

إِنَّا أَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۰۱﴾

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

۱۔ فقہاء کا خیال ہے کہ انسان جب صحیح طور پر توبہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یقیناً اس کے دل میں اپنی سابقہ بری حیرتوں کی پندامت کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ توبہ میں ندامت بھی شرط قرار دینا کچھ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تقویٰ اور اُس کی مقبولیت:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے۔ ان ہی سے ان کی بیوی حضرت حوا کو پیدا کیا تھا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی پھیلی۔ شعوب قبائل سے عام ہے۔ مثال کے طور پر عرب تو شعوب میں داخل ہے۔ پھر قریش غیر قریش پھر ان کی تقسیم یہ سب قبائل میں داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شعوب سے مراد عجمی لوگ ہیں اور قبائل سے مراد عرب جماعتیں۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کو اسباط کہا گیا ہے۔ میں نے ان تمام باتوں کو ایک علیحدہ مقدمہ میں لکھ دیا ہے۔ جسے میں نے ابو عمر بن عبد اللہ کی کتاب اشباہ اور کتاب القصد والامم فی معرفۃ انساب العرب و انجم سے جمع کیا گیا ہے۔ مقصد اس آیت مبارکہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی طرف نسبت میں تو کل جہاں کے آدمی ہم مرتبہ ہیں۔ اب جو کچھ فضیلت جس کسی کو حاصل ہوگی وہ امر دینی اطاعت خداوندی اور اتباع نبوی کی وجہ سے ہوگی۔ یہی راز ہے جو اس آیت کو غیبت اور ایک دوسرے کی توہین و تذلیل سے روکنے کے بعد ذکر کیا کہ سب لوگ اپنی پیدائشی نسبت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہیں۔ کنبے قبیلے برادریاں اور جماعتیں صرف پہچان کے لئے ہیں۔ تاکہ جتنہ بندی اور ہمدردی قائم رہے۔ فلان بن فلان فلاں قبیلے والا کہا جاسکے اور اس طرح ایک دوسرے کی پہچان آسان ہو جائے۔ ورنہ بشریت کے اعتبار سے سب قومیں یکساں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ قبیلہ حمیر اپنے حلیفوں کی طرف منسوب ہوتا تھا اور حجازی عرب اپنے قبیلوں کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔ ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نسب کا علم حاصل کرو۔ تاکہ صلہ رحمی کر سکو۔ صلہ رحمی سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ تمہارے مال اور تمہاری زندگی میں خدا برکت دے گا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ پھر فرمایا حسب نسب خدا کے ہاں نہیں چلتا۔ وہاں تو فضیلت تقویٰ اور پرہیز گاری سے ملتی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ باعزت کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ لوگوں نے کہا ہم یہ بات نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر سب سے زیادہ معزز حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے۔ نبی زادے تھے داد بھی نبی تھا پرداد تو خلیل اللہ تھے۔ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ فرمایا پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو۔ سنو ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں۔ جب کہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا خیال رکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ ہاں تقویٰ میں بڑھ جا تو فضیلت والا ہے۔ طبرانی میں ہے مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ مسند بزار میں ہے تم سب اولاد آدم ہو اور خود حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ لوگو اپنے باپ دادا کے نام پر فخر کرنے سے باز آؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریت کے تودوں اور آبی پرندوں سے زیادہ ہلکے ہو جاؤ گے۔ ابن ابی حاتم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن اپنی اونٹنی قصو پر سوار ہو کر طواف کیا اور ارکان کو اپنی چھتری سے چھو لیتے تھے۔ پھر چونکہ مسجد میں اس کے بٹھانے کی جگہ نہ ملی تو لوگوں نے یقیناً انسان کو جب اپنے عزیز و اقارب کا علم ہوتا ہے اور وہ ان کو پہچانتا ہے تو وہ ان کیسے اچھے سلوک بھی کرتا ہے اور ان کے حقوق بھی ادا کرتا ہے لیکن اگر کسی کو اپنے عزیز و اقارب کا ہی علم نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ کیا حسن معاملت کر سکے گا۔

۲۔ گویا کہ آپ نے ان کو سمجھایا کہ نسلی شرافت اور خاندانی تفوق بھی اسی وقت معتبر ہے جبکہ آدمی مسلمان ہو ورنہ اسلام میں خالی نجابت و خاندانی فوقیت کو کوئی اہمیت حاصل نہیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام خاندانی اعزاز کا منکر نہیں۔

نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اتار اور اونٹنی کو بطن میل میں لے کر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثنایاں کر کے فرمایا لوگو اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کی باپ دادوں پر فخر کرنے کی رسم ب دور کر دی ہے۔ پس انسان دو ہی قسم کے ہیں یا تو نیکو کار پر ہیزگار جو خدا کے نزدیک بلند مرتبہ ہیں یا بدکار غیر متقی جو خدا کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ تمہارے یہ نسب نامے دراصل کوئی کام دینے والے نہیں۔ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت دین و تقویٰ سے ہے۔ انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگو بخیل اور فحش کلام ہو۔ ابن جریر کی اس روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب نسب کو قیامت کے دن نہ پوچھے گا۔ تم میں سب سے معزز بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہیں جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام منبر پر تھے۔ جو ایک شخص نے سوال کیا کہ سب سے بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ مہمان نواز سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ اچھی بات کا حکم دینے والا سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی کوئی چیز یا کوئی شخص کبھی بھلا نہیں لگتا تھا بجز تقویٰ والے کے۔ اللہ تمہیں جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ ہدایت کے جولائق ہیں۔ انہیں راہ راست دکھاتا ہے اور جو س لائق نہیں وہ بے راہ ہو رہے ہیں۔ رحم اور عذاب اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ فضیلت اس کے ہاتھ ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔ پتہ تمام امور اس کے علم اور اس کی خبر پر مبنی ہیں۔ اس آئیہ کریمہ اور ان احادیث شریفہ سے استدلال کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ نکاح میں وصیت اور حسب نسب کی شرط نہیں سوائے دین کے اور کوئی شرط معتبر نہیں۔ دوسروں نے کہا کہ ہم نسبی اور قومیت بھی شرط ہے اور ان کے دلائل ان کے سوا اور ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اور ہم بھی انہیں کتاب الاحکام میں ذکر کر چکے ہیں۔ فالحمد للہ۔ طبرانی میں ہے حضرت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم میں سے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت اور لوگوں کے بہت زیادہ قریب ہوں۔ پس فرمایا تیرے سوا میں بہت زیادہ قریب ہوں ان سب سے بہ نسبت تیرے اور تجھے آپ سے نسبت ہے۔

ثَالِثُ الْأَعْرَابِ أَمَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلَيْسَ لَكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْءٌ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ①۴ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ نکاح میں حسب نسب کی شرط ہے امام کا خیال ہے کہ ان اکرمکم کا تعلق آخرت سے ہے یعنی آخرت میں سب برابر ہیں خاندانی وجہات کے اعتبار سے کسی کو کسی پر فضیلت نہ ہوگی بجز تقویٰ کے کوئی کسی پر فائق نہ ہوگا امام کے مسلک کی تائید مشاہدات و تجربات سے بھی ہوتی ہے مواد یکھنے میں یہی آیا ہے کہ اگر نسبی مساوات ملحوظ نہ رہے تو یقیناً معاملات میں تلخیاں رونما ہوتی ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو توڑنے کے لئے اپنی پھوپھی زہرا بنت النضر کی شادی اپنے غلام حبیبی سے کر دی تھی لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ نکاح اس نہیں آیا حالانکہ وہ عہد وہ تھا جس میں ہر طرح کی برکات عام تھیں۔

يَا مَوَالِيَهُمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصُّدُقُونَ ﴿٥﴾ قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهُ
بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦﴾
يَعْتُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ
أَنْ هَذِكُمْ لِلْإِيمَانِ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے آپ فرمادیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم (مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہو گئے اور ابھی
تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کی رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کمی
نہ کرے گا۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے مؤمن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنے مال و جان سے
خدا کے رستہ میں محنت اٹھائی یہ لوگ ہیں سچے آپ فرمادیجئے کہ کیا خدا تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو حالانکہ اللہ کو تو تمام آسمانوں
اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے اور اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں۔
آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔ بشرطیکہ تم
سچے ہو بے شک اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بھی جانتا ہے ○

دہقانوں کو ایک تعلیم:

جو اعرابی لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے ایمان کا بڑھا چڑھا کر دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ دراصل ان کے دل میں اب
تک ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں ان کو اللہ تعالیٰ اس دعوے سے روکتا ہے۔ یہ کہتے تھے ہم ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم
دیتا ہے کہ وہ چونکہ اب تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ تم یوں نہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے یعنی اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔
نبی کی اطاعت میں آئے۔ اس آیت نے یہ فائدہ دیا کہ ایمان اسلام سے مخصوص چیز ہے۔ جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔
جبریل علیہ السلام والی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ جب کہ انہوں نے اسلام کے بارے میں پھر احسان کے بارے میں گویا کہ
عام سے خاص کی طرف آئے اور پھر خاص سے انحصار کی طرف آئے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو عطیہ اور
انعام دیا اور ایک شخص کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس پر حضرت سعد نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فلاں فلاں کو دیا اور فلاں فلاں کو
چھوڑ دیا۔ حالانکہ وہ مؤمن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان؟ تین مرتبہ یکے بعد دیگرے حضرت سعد نے یہی کہا اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اے سعد میں لوگوں کو دیتا ہوں اور جو ان سے مجھے بہت زیادہ محبوب ہوتا ہے اسے نہیں

بخش لوگ کہتے ہیں کہ یہاں اس آیت میں اسلم سے مراد اسلام لغوی ہے شرعی نہیں یعنی ماتحت رعایا بننے کے ہیں مسلمان بننے کے نہیں لہذا اس آیت سے
یہاں امام کے تغایر پر استدلال کرنا غیر صحیح ہے۔

دیتا ہوں۔ دیتا ہوں اسے ڈر سے کہ کہیں وہ اونٹھے منہ آگ میں نہ گر پڑیں!۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ پس اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن و مسلم میں فرق کیا اور معلوم ہو گیا کہ ایمان زیادہ خاص ہے بہ نسبت اسلام کے۔ ہم نے اسے مع دلائل صحیح بخاری کی ”کتاب الایمان“ کی شرح میں ذکر کر دیا ہے۔ فالحمد للہ اور اس حدیث میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ یہ شخص مسلمان تھے منافق نہ تھے۔ اس لئے آپ نے انہیں کوئی عطیہ عطا نہیں فرمایا اور اسے اس کے اسلام کے سپرد کر دیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اعراب جن کا ذکر اس آیت میں ہے منافق نہ تھے۔ تھے تو مسلمان، لیکن اب تک ان کی دلوں میں ایمان صحیح طور پر مستحکم نہیں ہوا تھا اور انہوں نے اس بلند مقام تک اپنی رسائی ہو جانے کا بھی دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں ادب سکھایا گیا۔ یہی مطلب ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابراہیم نخعی اور قتادہ کے قول کا اور اسی کو امام ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ ہمیں یہ سب یوں کہنا پڑا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منافق تھے جو ایمان ظاہر کرتے تھے لیکن مؤمن نہ تھے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مجاہد ابن زید فرماتے ہیں یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بلکہ تم اسلمنا کہو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم قتل سے قید و بند سے بچنے کے لئے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنو احد بن خزیمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں اُتری ہے جو اپنے ایمان لانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بار احسان رکھتے تھے لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اُتری ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اب تک وہاں پہنچے نہ تھے۔ پس انہیں ادب سکھایا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ اب تک ایمان تک نہیں پہنچے۔ اگر یہ منافق ہوتے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی اور ان کی رسوائی کی جاتی۔ جیسے کہ سورہ برأت میں منافقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں تو انہیں صرف ادب سکھایا گیا۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مانتے رہو گے تو تمہارے کسی عمل کا اجر ضائع نہ ہوگا۔ جیسے فرمایا اَلْتَّائِهْمُ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورہ طور: ۲۱) ہم نے ان کے اعمال میں سے کچھ بھی نہیں گھٹایا۔ پھر فرمایا جو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ برائی سے لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمانے والا اور اس کی طرف رحم بھری نگاہوں سے دیکھنے والا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کامل ایمان والے صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر دل سے یقین رکھتے ہیں۔ پھر نہ شک کرتے ہیں نہ کبھی ان کے دل میں کوئی برا خیال پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ اسی خالص تصدیق پر اور کامل یقین پر جم جاتے ہیں اور جے ہی رہتے ہیں اور اپنے نفیس اور دل پسند مالوں کو بلکہ اپنی جانوں کو بھی راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سچے لوگ ہیں۔ یعنی یہ ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ یہ ان لوگوں کی طرح نہیں جو صرف زبان سے ہی ایمان کا دعویٰ کر کے رہ جاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میں مؤمن کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کی رسول پر ایمان لایا۔ شک شبہ نہ کیا اور اپنی جان و مال سے راہ خدا میں جہاد کیا (۲) وہ جن سے لوگوں نے امن پایا نہ یہ کسی کا مال ہڑپ کریں نہ کسی کی جان لیں (۳) وہ جو طمع کی طرف جب جھانکتے ہیں اللہ عز و جل کی یاد کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ تم اپنے دل کا یقین و دین خدا تعالیٰ کو دکھاتے ہو؟ وہ تو ایسا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ پھر فرمایا جو اعراب اپنے اسلام لانے کا بار احسان آپ پر رکھتے ہیں۔ ان سے کہہ دو مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ۔ تم جو اسلام قبول کرو گے جو میری ماتحتی کرو گے میری مدد کرو گے اس کا نفع تمہیں ملے گا۔ بلکہ دراصل ایمان کی

۱۔ مطلب یہ ہے کہ غرباء جو اپنے افلاس اور غربت کی وجہ سے اسلام پر راسخ نہیں رہ سکتے اور معاذ اللہ کفر اختیار کر کے جہنم حاصل کرتے ہیں اسلام کو چھوڑنے والوں میں وہی ہوتے ہیں جن کو غربت اور افلاس نے ستارہا ہے۔

ہدایت تمہیں دینا یہ خدا کا تم پر احسان ہے۔ اگر تم پس اللہ تعالیٰ کا کسی کو ایمان کا دکھانا اس پر احسان کرنا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین والے دن انصار سے فرمایا تھا۔ کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی۔ تم میں تفریق تھی میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مالدار کر دیا۔ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرماتے وہ کہتے بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اس سے بھی زیادہ احسانوں والے ہیں۔ بزار میں ہے کہ بنو اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم مسلمان ہوئے۔ عرب آپ سے لڑتے رہے۔ لیکن ہم آپ سے نہیں لڑے۔ حضور نے فرمایا ان میں سمجھ بہت کم ہے۔ شیطان ان کی زبانوں پر بول رہا ہے اور یہ آیت یَمْنُونُ نازل ہوئی۔ پھر دوبارہ اللہ رب العزت نے اپنے وسیع علم اور اپنی سچی باخبری اور مخلوق کے اعمال سے آگاہی کو بیان فرمایا کہ آسمان وزمین کے غیب اس پر ظاہر ہیں اور وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

سورہ ق

جن سورتوں کو مفصل کی سورتیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلی سورت یہی ہے۔ گو ایک قول یہ بھی ہے کہ مفصل کی سورتیں سورہ حجرات سے شروع ہو جاتی ہیں۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ مفصل کی سورتیں عَمَّ سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ مفصل کی سورتوں کی پہلی سورت یہی ہے۔ اس کی دلیل ابوداؤد کی یہ حدیث ہے۔ باب تَحْزِیْبِ الْقُرْآنِ میں ہے۔ حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ وفد ثقیف میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ احواف تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ہاں ٹھہرے اور بنو مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبے میں ٹھہرایا۔ فرماتے ہیں ہر رات عشاء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے اور کھڑے کھڑے ہمیں اپنی باتیں سناتے۔ یہاں تک کہ آپ کو دیر لگ جانے کی وجہ سے قدموں کو بد لئے کی ضرورت پڑتی۔ کبھی اس قدم کھڑے ہوتے کبھی اس قدم پر۔ عموماً آپ ہم سے وہ واقعات بیان کرتے جو آپ کو اپنی قوم قریش سے سہنے پڑے تھے۔ پھر فرماتے کوئی حرج نہیں ہم مکہ میں کمزور تھے بے وقعت تھے۔ پھر ہم مدینے میں آ گئے۔ اب ہم میں ان میں لڑائی مثل ڈولوں کے ہے۔ کبھی ہم ان پر غالب کبھی وہ۔ غرض ہر رات یہ لطف صحبت رہا کرتا تھا۔ ایک رات کو وقت ہو چکا اور آپ نہ آئے۔ بہت دیر کے بعد تشریف لائے۔ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج تو آپ کو بہت دیر لگ گئی۔ آپ نے فرمایا ہاں قرآن شریف کا جو حصہ میں روزانہ پڑھا کرتا تھا آج اس وقت اسے پڑھا اور ادھورا چھوڑ کر آنے کو جی نہ چاہا۔ حضرت اوس فرماتے ہیں میں نے صحابہ سے پوچھا کہ تم قرآن کے حصے کس طرح کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا پہلی تین سورتوں کی ایک منزل۔ پھر پانچ سورتوں کی ایک منزل۔ پھر نو سورتوں کی ایک منزل۔ پھر تیرہ سورتوں کی ایک منزل اور مفصل کی سورتوں کی ایک منزل۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔ پہلی چھ منزلوں کی کل اڑتالیس سورتیں ہوئیں۔ پھر ان کے بعد مفصل کی تمام سورتوں کی ایک منزل۔ تو انچاسویں سورت یہی سورہ قاف پڑتی ہے۔ باقاعدہ گنتی سنئے پہلی منزل کی تین سورتیں سورہ بقرہ۔ سورہ آل عمران اور سورہ نساء ہوئیں۔ دوسری منزل کی پانچ سورتیں مائدہ انعام اعراف انفال اور براءت ہوئیں۔ تیسری منزل کی سات سورتیں یونس ہود یوسف زمر ابراہیم حجر اور نمل ہوئیں۔

۱۔ منت منہ کہ خدمت سلطان بھی کئی منت شناس از او کہ بخدمت بداشت۔

۲۔ خدا جانے ابن کثیر اس حدیث سے یہ کیسے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سورہ "ق" مفصلات میں سے ہے اس پوری حدیث میں تو سورہ "ق" کا کہیں ذکر تک نہیں۔

چوتھی منزل کی نو سورتیں سبحان، کہف، مریم، طہ، انبیاء، حج، مؤمنون، نور اور فرقان ہوئیں۔ پانچویں منزل کی گیارہ سورتیں شعرا، نمل، قصص، عنکبوت، روم، لقمان، الم سجدہ، احزاب، سبا، فاطر اور یسین ہوئیں۔ چھٹی منزل کی تیرہ سورتیں ساتویں منزل۔ جو حجرات کے بعد کی سورت سے شروع ہوں گی اور وہ سورہ ق ہے اور یہی ہم نے کہا تھا۔ فالحمد للہ۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ عید کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا سورہ ق اور سورہ اقتربت الساعة مسلم میں ہے۔ حضرت ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سال تک یا ایک سال کچھ ماہ تک ایک ہی نور رہا۔ میں نے سورہ ق والقرآن المجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کر لیا۔ اس لئے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ لوگوں کو خطبہ سنانے کے لئے منبر پر آتے تو اس سورت کی تلاوت کرتے۔ الغرض بڑے بڑے مجمع کے موقع پر جیسے عید ہے جمعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کی تلاوت کرتے کیونکہ اس میں ابتداء خلق کا مرنے کے بعد جینے کا خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا، حساب کتاب کا، جنت دوزخ کا، ثواب عذاب کا اور ترتیب و ترتیب کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم۔

سُورَةُ مَكِّيَّةٌ وَمِنْ خَمْسٍ أَرْبَعُونَ آيَةً وَثَلَاثُونَ

کُلُّ رُكُوعٍ ۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ آيَةٍ ۲۵

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۱ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكُفْرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۲ إِذَا امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا ۳ ذَلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۴ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيفٌ ۵ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِي أَمْرٍ

مَرِيجٍ ۵

ق۔ قسم ہے قرآن مجید کی بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی (کی جنس) میں سے (کہ بشر ہیں) ایک ڈرانے والا (پیغمبر) آ گیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ (ایک) عجیب بات ہے۔ جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو دوبارہ زندہ ہونا (امکان سے) بہت ہی بعید کی بات ہے۔ ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی (کھالی اور) کم کرتی ہے اور ہمارے پاس (وہ) کتاب (یعنی لوح محفوظ) موجود ہے بلکہ سچی بات کو جب کہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں۔ غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں ○

قسم ہے قرآن مجید کی:

ق۔ حروف ہجا سے ہے جو سورتوں کے اول میں آتے ہیں جیسے ص، ن، الم، حم، ظہر، وغیرہ۔ ہم نے ان کی پوری تشریح سورہ

بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر دی ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ قاف ایک پہاڑ ہے جو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ میں تو جانتا ہوں کہ یہ بنی اسرائیل کی خرافات میں سے ہے۔ جنہیں بعض لوگوں نے لے لیا۔ یہ سمجھ کر کہ ان سے روایت یعنی مباح ہے۔ گو تصدیق تکذیب نہیں کر سکتے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ اور اس جیسی اور روایتیں تو بنی اسرائیل کے بد دینوں نے گھڑی ہوں گی۔ تاکہ لوگوں پر دین کو غلط ملط کر دیں۔ آپ خیال کیجئے کہ اس امت میں باوجودیکہ علماء کرام اور حفاظان عظام کی بہت بڑی دیندار مخلص جماعت ہر زمانے میں موجود رہی۔ تاہم بد دینوں نے بہت تھوڑی مدت میں موضوع احادیث تک گھڑ لیں۔ پس بنی اسرائیل جن پر مدتیں گزر چکیں جو حفظ سے عاری تھے۔ جن میں نقادان فن موجود نہ تھے۔ جو کلام خدا کو اصلیت سے ہٹا دیا کرتے تھے۔ جو شرابوں میں مخمور رہا کرتے تھے۔ جو آیات کو بدل ڈالا کرتے تھے۔ ان کا کیا ٹھیک ہے؟ پس حدیث نے جن روایات کو ان سے یعنی مباح رکھی ہے یہ وہ ہیں جو کم از کم عقل و فہم میں تو آنہ سکیں۔ نہ وہ جو صریح خلاف عقل ہوں سنتے ہی ان کے باطل ہونے اور غلط ہونے کا فیصلہ عقل کر دیتی ہو اور ان کا جھوٹ ہونا اتنا واضح ہو کہ اس پر دلیل لانے کی ضرورت نہ پڑے۔ پس مندرجہ بالا روایت بھی ایسی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ افسوس کہ بہت سے سلف و خلف نے اہل کتاب سے اس قسم کی حکایتیں قرآن مجید کی تفسیر میں ذکر کر دی ہیں۔ دراصل قرآن کریم ایسی خرافات کا کچھ محتاج نہیں۔ یہاں تک کہ امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہاں عجیب و غریب اثر بہ روایت حضرت ابن عباسؓ کر دیا ہے۔ جو از روئے سند کے ثابت نہیں۔ اس میں ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک سمندر پیدا کیا ہے۔ جو اس ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور اس سمندر کے پیچھے ایک پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے۔ اس کا نام قاف ہے۔ آسمان دنیا اسی پر اٹھا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کے پیچھے ایک زمین بنائی ہے۔ جو اس زمین سے سات گنی بڑی ہے۔ پھر اس کے پیچھے ایک سمندر ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے پھر اس کے پیچھے پہاڑ ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اسے بھی قاف کہتے ہیں۔ دوسرا آسمان اسی پر بلند کیا ہوا ہے۔ اسی طرح سات زمینیں سات سمندر سات پہاڑ اور سات آسمان گنوائے پھر یہ آیت پڑھی: وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ (سورہ لقمان: ۲۷) اس اثر کی اسناد میں انقطاع ہے۔ علی بن ابوطلمحہ جو روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کرتے ہیں اس میں ہے کہ ق اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں ق بھی مثل ص 'ن' طس 'الم' وغیرہ کے حروف تہجی میں سے ہے۔ پس ان روایات سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وہ بات ارشاد فرمائی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ کام کا فیصلہ کر دیا گیا۔ قسم ہے اللہ کی اور ق کہہ کر باقی جملہ چھوڑ دیا گیا کہ یہ دلیل ہے مخدوف پر۔ جیسے شاعر کہتا ہے۔

قُلْتُ لَهَا قَفِي فَقَالَتْ ق

لیکن یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ مخدوف پر دلالت کرنے والا کلام صاف ہونا چاہئے اور یہاں کونسا کلام ہے جس سے اتنے بڑے جملے کے مخدوف ہونے کا پتہ چلے۔ پھر اس کرم اور عظمت والے قرآن کی قسم کھائی۔ جس کے آگے سے یا پیچھے سے باطل نہیں آ سکتا۔ جو حکمتوں اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس قسم کا جواب کیا ہے؟ اس میں بھی کئی قول ہیں۔ امام ابن جریر نے تو بعض نحو یوں سے نقل کیا ہے کہ اس کا جواب قَدْ عَلِمْنَا پوری آیت تک ہے۔ لیکن یہ بھی غور طلب ہے۔ بلکہ جواب قسم کے بعد کا مضمون کلام ہے۔ یعنی نبوت اور دوبارہ حجتی اٹھنے کا ثبوت اور تحقیق۔ گو قسم لفظوں سے اس کو جواب نہ بتلاتی ہو۔ ایسا قرآن کی قسموں کے

قرآن مجید کی اس موقع پر قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اپنے مضامین حقائق اور واقعات و قصص عبرت و موعظت جامعیت اور معنویت کے اعتبار سے اپنی صداقت پر خود ہی گواہ ہے۔

Marfat.com

ذرا غور تو کرو:

یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے تھے پروردگار عالم اس سے بہت زیادہ بڑھے چڑھے ہوئے اپنی قدرت کے نمونے سامنے رکھ رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ آسمان کو دیکھو اس کی بناوٹ پر غور کرو۔ اس کے روشن ستاروں کو دیکھو اور دیکھو کہ اتنے بڑے آسمان میں ایک سوراخ ایک چھید ایک شکاف ایک دراڑ نہیں۔ چنانچہ سورہ تبارک میں فرمایا: **الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا**..... (سورہ ملک: ۳) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے۔ تو خدا تعالیٰ کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے۔ پھر بار بار غور کر کے دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ پھر فرمایا زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور بچھا دیا اور اس میں پہاڑ جمادئے تاکہ ہل نہ سکے۔ کیونکہ وہ ہر طرف سے پانی میں گھری ہوئی ہے اور اس میں ہر قسم کی کھیتیاں پھل سبزے اور قسم قسم کی چیزیں اُگادیں۔ جیسے اور جگہ ہے۔ ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ تاکہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ بھیج کے معنی خوش منظر خوشنما بارونق پھر فرمایا آسمان وزمین اور ان کے علاوہ قدرت کے اور نشانات دانائی اور بینائی کا ذریعہ ہیں۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ پھر فرماتا ہے ہم نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر اس سے باغات بنائے اور کھیتیاں بنائیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان کئے جاتے ہیں اور اونچے اونچے کھجور کے درخت اُگادئے جو خوب میوے لاتے ہیں اور لدے رہتے ہیں۔ یہ مخلوق کی روزیاں ہیں اور اسی پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ وہ لہلہانے لگی اور خشکی کے بعد تروتازہ ہو گئی اور چشمل سوکھے میدان سرسبز ہو گئے۔ یہ مثال ہے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی اور ہلاکت کے بعد آباد ہونے کی۔ یہ نشانیاں جنہیں تم روزمرہ دیکھ رہے ہو کیا تمہاری رہبری اس امر کی طرف نہیں کرتیں؟ کہ خدا مردوں کو جلانے پر قادر ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے: **لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ** (سورہ غافر: ۵۷) یعنی آسمان وزمین کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے: **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزِ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ طَبَقًا إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** (سورہ احقاف: ۳۳) یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھا تو کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْتَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً**..... (سورہ فصلت: ۳۹) یعنی تو دیکھتا ہے کہ زمین بالکل خشک اور بخر ہوتی ہے۔ ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں۔ جس سے وہ لہلہانے اور پیداوار اُگانے لگتی ہے۔ کیا میری قدرت کی یہ نشانی یہ نہیں بتلاتی کہ جس ذات نے اسے زندہ کر دیا وہ مردوں کے زندہ کرنے پر بلا شک و شبہ قادر ہے یقیناً وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۖ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنٌ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۖ

وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۚ

بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ

اس سے پہلے قوم نوح اور اصحاب الرس و ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبیع تکذیب کر چکے ہیں یعنی سب نے

پنجمیوں کو جھٹلایا سو میری وعید (ان پر) محقق ہو گئی۔ کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرے میں تھک گئے بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے (محض بے دلیل) شبہ میں ہیں ○

قوم نوح:

اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو ان عذابوں سے ڈرارہا ہے جو ان جیسے جھٹلانے والوں پر ان سے پہلے آچکے ہیں۔ جیسے کہ نوح علیہ السلام کی قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا اور اصحاب رس جن کا پورا قصہ سورہ فرقان کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور شمود اور عاد اور امت لوط جسے زمین میں دھنسا دیا اور اس زمین کو سڑا ہوا دلدل بنا دیا۔ یہ سب کیا تھا؟ ان کے کفر ان کی سرکشی اور مخالفت حق کا نتیجہ۔ اصحاب ایک سے مراد قوم شعیب ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور قوم تبع سے مراد یمنی ہیں سورہ دُخان میں ان کا واقعہ بھی گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر ہے۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ان تمام امتوں نے اپنے رسول کی تکذیب کی تھی اور عذاب خدا سے ہلاک کر دیئے گئے۔ یہی عادت اللہ جاری ہے۔ یہ یاد رہے کہ ایک رسول کا جھٹلانے والا تمام رسولوں کا منکر ہے۔ جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ (سورہ شعراء: ۱۰۵) قوم نوح نے رسولوں کا انکار کیا۔ حالانکہ ان کے بارے میں صرف حضرت نوح علیہ السلام ہی آئے تھے۔ پس دراصل یہ تھے ایسے کہ اگر ان کے پاس تمام رسول آجاتے تو یہ سب کو جھٹلاتے۔ ایک کو بھی نہ مانتے۔ سب کی تکذیب کرتے ایک کی بھی تصدیق نہ کرتے۔ ان سب پر خدا کے عذاب کا وعدہ ان کے برے اعمال کی وجہ سے ثابت ہو گیا اور صادق آ گیا۔ پس اہل مکہ اور دیگر مخالف لوگوں کو بھی اس بد خصلت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عذاب کا کوڑا ان پر بھی برس پڑے۔ کیا جب یہ کچھ نہ تھے ان کا رچا دینا ہم پر بھاری پڑا جو یہ اب دوبارہ پیدا کرنے کے منکر ہو رہے ہیں۔ ابتدا سے تو اعادہ بہت ہی آسان ہوا کرتا ہے۔ جیسے ارشاد ہے: وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ط (سورہ روم: ۲۷) یعنی ابتداء اسی نے پیدا کیا اور دوبارہ بھی وہی اعادہ کرے گا اور یہ اس سے بہت آسان ہے۔

سورہ یسین میں فرمان خداوندی جل جلالہ گزر چکا کہ: وَضَرَبْنَا مَثَلًا..... (سورہ یسین: ۷۸) یعنی اپنی پیدائش کو بھول کر ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا اور کہنے لگا۔ ان بوسیدہ سڑی گلی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تو جواب دے کہ وہ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا اور جو تمام خلق کو جانتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے بنی آدم ایذا دیتا ہے۔ کہتا ہے خدا مجھے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ حالانکہ پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے کچھ آسان نہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ⑥ اذِيتَلَقَى الْمَتَلَقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ⑦ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ⑧ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ

۱۔ ایذا کا مطلب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ خداوند تعالیٰ کو عذاب اللہ کوئی اس طرح تکلیف پہنچاتا رہے جیسا کہ آدمی دوسرے آدمی کو کہ یہ طریقہ تکلیف تو جناب باری عز اسمہ کے بات میں قطعاً خالی ہے پس مطلب یہ ہے کہ ایسی بات کرتا ہے جو اس کے لائق نہیں۔

تَحِيدٌ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۝ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ

وَشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكْشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ

حَدِيدٌ ۝

اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ دائیں اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک ناک لگانے والا تیار ہے اور موت کی تختی (قریب) آن پہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بد کتا تھا اور (قیامت کے دن دوبارہ) صور پھونکا جائے گا۔ یہی دن ہو گا وعید کا اور ہر شخص اس طرح (میدان قیامت میں) آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا اور ایک (اس کے اعمال کا) گواہ ہو گا تو اس دن سے بے خبر تھا۔ سواب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا سو آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے ○

شہ رگ سے بھی زیادہ قریب:

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ وہی انسان کا خالق ہے اور اس کا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو بھلے برے خیالات پیدا ہوتے ہیں انہیں بھی وہ جانتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو میری امت کے دل میں خیال آئیں ان سے درگزر فرمالیا ہے۔ جب تک کہ وہ زبان سے نہ نکالیں یا عمل نہ کریں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہیں۔ یعنی ہمارے فرشتے اور بعضوں نے کہا ہے ہمارا علم ہے۔ ان کی غرض یہ ہے کہ کہیں طول اور اتحاد لازم نہ آ جائے جو بالا جماع اس رب کی مقدس ذات سے بعید ہے اور وہ اس سے بالکل پاک ہے۔ لیکن لفظ کا اقتضایہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وانا نہیں کہا بلکہ نحن کہا ہے یعنی میں نے نہیں کہا بلکہ ہم نے کہا ہے۔ یہی لفظ اس شخص کے بارے میں کہے گئے ہیں۔ جن کی موت قریب آ گئی ہو اور نزع کے عالم میں ہو۔ فرمان ہے: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ (سورہ واقعہ: ۸۵) یعنی ہم تم سب سے زیادہ اس سے قریب ہیں۔ لیکن تم نہیں دیکھتے۔ یہاں بھی مراد فرشتوں کا اس قدر قریب ہونا ہے۔ جیسے فرمان ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورہ حجر: ۹) یعنی ہم نے ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ فرشتے ہی ذکر قرآن کریم لے کر نازل ہوئے ہیں اور یہاں بھی مراد فرشتوں کی اتنی نزدیکی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرت بخش رکھی ہے۔ پس انسان پر ایک چوکا فرشتے کا ہوتا ہے ایک شیطان کا۔ اسی طرح شیطان بھی جسم میں اس طرح پھرتا ہے جس طرح خون جیسے کہ سب سے بڑے سچے یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ دو فرشتے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں۔ ابن آدم کے منہ سے کلمہ نکلتا ہے اسے محفوظ رکھنے والے اور اسے نہ چھوڑنے والے اور فوراً لکھ لینے والے فرشتے مقرر ہیں۔ جیسے فرمان ہے: وَإِنَّا عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ (سورہ انفطار: ۱۰) تم پر محافظ ہیں بزرگ فرشتے جو فعل سے باخبر ہیں اور لکھنے والے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور حضرت قتادہؓ تو فرماتے ہیں یہ فرشتے ہر نیک و بد عمل لکھ لیا کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دو اقوال ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا قول آپ کا یہ ہے کہ ثواب و عذاب آپ کا لکھ لیا کرتے ہیں لیکن آیت کے ظاہری الفاظ پہلے قول کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ فرمان ہے جو لفظ نکلتا ہے اس کے پاس محافظ تیار ہے۔ مسند احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بہت بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضا مندی اس کے لئے قیامت تک لکھ دیتا ہے اور کوئی کلمہ برائی کا ہار ننگی خدا کا اسی طرح بے پروائی سے کہہ گزرتا ہے۔ جس کی وجہ سے خدا اپنی ناراضی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک لکھ لیتا ہے۔ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث نے مجھے بہت سی باتوں سے بچالیا۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے حسن بتلاتے ہیں۔ احنف بن قیسؓ فرماتے ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف والا پر امن ہے۔ جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے ٹھہر جا۔ اگر اس نے اسی وقت توبہ کر لی تو اسے لکھنے نہیں دیتا اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ لکھ لیتا ہے (ابن ابی حاتم)۔ امام حسن بصریؓ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے تھے اے ابن آدم تیرے لئے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو معزز فرشتے تجھ پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ایک تیرے داہنے دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے۔ اب تو جو چاہے عمل کر کی کر زیادتی کر۔ جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكُلُّ إِنْسَانٍ لَّزَمْنَاهُ طَائِرَةٌ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا... (سورہ بنی اسرائیل: ۱۳) ہر انسان کی شامت اعمال ہم نے اس کے گلے میں ڈال دی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے سامنے نامہ اعمال کی ایک کتاب ڈال دیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پھر اس سے کہیں گے کہ اپنی کتاب پڑھ لے۔ آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے پھر حضرت حسن نے فرمایا خدا کی قسم اس نے بڑا ہی عدل کیا۔ جس نے خود تجھے ہی تیرا محاسب بنادیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو کچھ تو بھلا برا کلمہ زبان سے نکالتا ہے وہ سب لکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تیرا یہ کہنا بھی کہ میں نے کھایا میں نے پیا۔ میں آیا میں نے دیکھا۔ پھر جمعرات والے دن اس کے اقوال و افعال پیش کئے جاتے ہیں۔ خیر و شر باقی رکھ لی جاتی ہے اور سب کچھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں فرمان باری تعالیٰ شانہ کے: يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ مَا يُعِزُّ وَهُوَ عِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (سورہ رعد: ۳۹) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بابت منقول ہے کہ آپ اپنے مرض الموت میں کراہ رہے تھے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت طاؤسؓ فرماتے ہیں کہ فرشتے اسے بھی لکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کراہنا بھی چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ انہوں نے اپنی موت کے وقت اُف بھی نہ کی۔ پھر فرماتا ہے اے انسان موت کی بے ہوشی یقیناً آئے گی اس وقت وہ شک دور ہو جائے گا جس میں آج کل تو مبتلا ہے۔ اس وقت تجھ سے کہا جائے گا کہ یہی ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ اب وہ آگئی تو کسی طرح اس سے نجات نہیں پاسکتا نہ بچ سکتا ہے نہ اسے روک سکتا ہے نہ

طبعی حاجات مثلاً پیشاب پاخانہ مجامعت وغیرہ وہ افعال جن سے فرشتے عموماً کراہت و نفرت کرتے ہیں اور انسان سے جدا ہوتے ہیں اس عدم جوارح میں انسان جو کچھ کرتا ہے اس کے نقش خاص قسم کے انسان کے جسم پر پڑ جاتے ہیں جن کو دیکھ کر فرشتے سب کچھ سمجھ جاتے ہیں اور لکھ لیتے ہیں۔

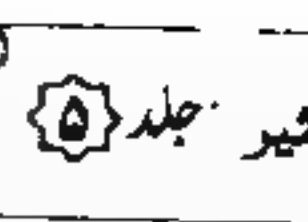
۲۔ یہ مقام صبر و رضا ہے خاصان خدا کو حاصل ہے۔

۳۔ اس موقع پر خدا نے ظہام استعمال کیا ہے جو ظالم کا مبالغہ ہے مطلب معاذ اللہ اس کا یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ بہت بڑا ظالم ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ ہے کہ قطعاً ظالم نہیں عربی اسلوب کے اعتبار سے مبالغہ کا صیغہ کبھی بھی مطلق معنی کی بھی نفی کرتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے۔

اسے دفع کر سکتا ہے نہ ٹال سکتا ہے نہ مقابلہ کر سکتا ہے۔ نہ کسی کی مدد و سفارش کام آ سکتی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ یہاں خطاب مطلق انسان سے ہے۔ گو بعضوں نے کہا ہے کافر سے ہے اور بعضوں نے کچھ اور بھی کہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری وقت میں آپ کے سر ہانے بیٹھی تھی۔ آپ پر غشی طاری ہوئی تو میں نے یہ بیت پڑھی۔

مَنْ لَا يَزَالُ وَمَنْعُهُ مُقْنَعًا ☆ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مَرَّةً مَذْفُوقٍ

مطلب یہ ہے کہ جس کے آنسو ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ بھی ایک مرتبہ ٹپک پڑیں گے تو آپ نے اپنا سر اٹھا کر کہا پیاری بچی یوں نہیں بلکہ جس طرح خدا تعالیٰ نے فرمایا: وَجَاءَتْ مَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ..... اور روایت میں بیت کا پڑھنا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ یوں نہیں بلکہ یہ آیت پڑھو۔ اس اثر کے اور بھی بہت سے طریق ہیں۔ جنہیں میں نے سیرۃ الصديق میں آپ کی وفات کے بیان میں جمع کر دیا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ اپنے چہرہ مبارک سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے سبحان اللہ موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ اس آیت کے پچھلے جملے کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے۔ ایک تو یہ کہ ماموصولہ ہے۔ یعنی یہ وہی ہے جسے تو بعید جانتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مانا فیه ہے تو یہ معنی ہوں گے کہ یہ وہ چیز ہے جس کے جدا کرنے کی جس سے بچنے کی تجھے قدرت نہیں تو اس سے ہٹ نہیں سکتا۔ مجسم کبیر طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس شخص کی مثال جو موت سے بھاگتا ہے اس لومڑی جیسی ہے جس سے زمین اپنا قرضہ طلب کرنے لگی اور یہ اس سے بھاگنے لگی۔ بھاگتے بھاگتے جب تھک گئی اور بالکل چور چور ہو گئی تو اپنے بھٹ میں جا گھسی۔ زمین چونکہ وہاں بھی موجود تھی۔ اس نے لومڑی سے کہا لا میرا قرض تو یہ وہاں سے پھر بھاگی۔ سانس پھولا ہوا تھا۔ حال برا ہو رہا تھا۔ آخر یونہی بھاگتے بھاگتے بے دم ہو کر مر گئی۔ الغرض جس طرح اس لومڑی کو زمین سے بھاگنے کی راہیں بند تھیں۔ اسی طرح انسان کو موت سے بچنے کے راستے بند ہیں۔ اس کے بعد صور پھونکے جانے کا ذکر ہے جس کی پوری تفسیر والی حدیث گزر چکی ہے اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں کس طرح راحت و آرام حاصل کر سکتا ہوں۔ حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور منہ میں لے لیا ہے اور گردن جھکائے حکم خداوندی کا انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ملے اور کب وہ پھونک دے۔ صحابہؓ نے کہا پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیا کہیں۔ آپ نے فرمایا کہو: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (سورہ آل عمران: ۱۷۳) پھر فرماتا ہے ہر شخص کے ساتھ ایک تو میدانِ محشر کی طرف لانے والا ہوگا اور ایک فرشتہ اس کے اعمال کی گواہی دینے والا ہوگا۔ ظاہر آیت یہی ہے اور امام ابن جریر بھی اسی کو پسند کرتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تلاوت منبر پر کی اور فرمایا ایک چلانے والا جس کے ہمراہ یہ میدانِ محشر میں آئے گا اور ایک گواہ ہوگا جو اس کے اعمال کی شہادت دے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سائق سے مراد فرشتے ہیں اور شہید سے مراد عمل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے سائق فرشتوں میں سے ہوں گے اور شہید سے مراد خود انسان ہے۔ جو اپنے اوپر آپ گواہی دے گا۔ پھر اس کی بعد کی آیت میں جو خطاب ہے اس کی نسبت تین قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ خطاب کافر سے ہوگا۔ دوسرا یہ کہ اسے مراد عام انسان ہیں نیک بد سب۔ تیسرا یہ کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے قول کی توجیہ یہ ہے کہ آخرت اور دنیا میں وہی نسبت ہے جو بیداری اور خواب میں ہے اور تیسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ تو اس قرآن کی وحی سے پہلے غفلت میں تھا۔ ہم نے یہ قرآن نازل فرما کر تیری آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دیا اور تیری نظر قوی ہو گئی۔ لیکن الفاظ قرآنی سے تو ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد عام ہے یعنی ہر شخص سے کہا جائے گا کہ تو اس دن سے غافل تھا۔ اس لئے قیامت کے دن ہر شخص کی آنکھیں خوب کھل جائیں گی۔ یہاں تک کہ کافر بھی استقامت پر



ہو جائے گا۔ لیکن یہ استقامت اسے نفع نہ دے گی۔ جیسے فرمان باری ہے: اَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ لَا يَوْمَ يَأْتُونَنَا (سورہ مریم: ۳۸) یعنی جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے۔ خوب دیکھتے سنتے ہوں گے اور آیت میں ہے: وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ... (سورہ نجمہ: ۱۲) یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں پڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے خدایا ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ اب ہمیں لوٹا دے تو ہم نیک اعمال کریں گے اور کامل یقین رکھیں گے۔

وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَىٰ عَتِيدٌ ۖ ۲۲ ۝ الْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۖ ۲۳ ۝ مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ

مُعْتَدٍ مَّرِيْبٍ ۖ ۲۴ ۝ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَأَلْقِيَهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۖ ۲۵ ۝

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۖ ۲۶ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ

وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۖ ۲۷ ۝ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۖ ۲۸ ۝

اور (اس کے بعد) فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا عرض کرے گا کہ یہ وہ رونا بچہ ہے جو میرے پاس تیار ہے ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا ہے اور (حق سے) ضد رکھتا ہو اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد عبودیت سے باہر جانے والا ہو (اور دین میں) شبہ پیدا کرنے والا ہو۔ جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو۔ وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو (جبراً) گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود دور دراز کی گمراہی میں تھا۔ ارشاد ہو گا کہ میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو (کہ بے سود ہیں) اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا۔ میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جائے گی اور میں (اس تجویز میں) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں ○

فرشتوں کا بیان:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جو فرشتہ ابن آدم کے اعمال پر مقرر ہے وہ اس کے اعمال کی شہادت دے گا اور کہے گا کہ یہ ہے میرے پاس تیار حاضر بلا کم و کاست حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اس فرشتے کا کلام ہو گا جسے سائق کہا گیا ہے جو اسے محشر میں لے آیا تھا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ یہ شامل ہے اس فرشتے کو بھی اور گواہی دینے والے فرشتے کو بھی۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے عدل و انصاف سے کرے گا۔ اَلْقِيَا تَشْنِيَةً کا صیغہ ہے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ بعض عرب واحد کو تشنیہ کر دیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ حجاج کا مقولہ مشہور ہے کہ وہ اپنے جلاد سے کہتا تھا اضربْ بَا عُنُقَهُ تم دونوں اس کی گردن مارو۔ حالانکہ جلاد ایک ہی ہوتا تھا۔ ابن جریر نے اس کی شہادت میں ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دراصل یہ نون تاکید ہے جس کی تسہیل الف کی طرف کر لی ہے لیکن یہ بعید ہے۔ اس لئے کہ ایسا تو وقف کی حالت میں ہوتا ہے۔ بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب اوپر والے دونوں فرشتوں سے ہو گا۔ لانے والے فرشتے نے اسے حساب کے لئے پیش کیا اور گواہی دینے والے نے گواہی دی۔ تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو حکم دے گا کہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دو۔ جو بدترین جگہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر کافر اور ہر حق کے مخالف اور ہر حق کے نہ ادا کرنے والے اور ہر نیکی صلہ رحمی اور بھلائی سے خالی رہنے والے اور ہر حد سے گزر جانے والے خواہ وہ مال کے

خرج میں صرف کرتا ہو۔ خواہ بولنے اور چلنے پھرنے میں خدائی حکام کی پرواہ نہ کرتا ہو اور ہر شک کرنے والے اور ہر خدا کے ساتھ شریک کرنے والے کے لئے یہی حکم ہے کہ اسے پکڑ کر سخت عذاب میں ڈال دو۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جہنم قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اپنی گردن نکالے گی اور بآواز بلند پکار کر کہے گی جسے تمام محشر کا مجمع سنے گا کہ میں تین قسم کے لوگوں پر مقرر کی گئی ہوں۔ ہر سرکش حق کے مخالف کے لئے۔ ہر مشرک کے لئے اور ہر تصویر بنانے والے کے لئے۔ پھر وہ ان سب سے لپٹ جائے گی۔ مسند کی حدیث میں تیسری قسم کے لوگ وہ بتلائے جاتے ہیں جو ظالمانہ قتل کرنے والے ہوں۔ پھر فرمایا اس کا ساتھی کہے گا اس سے مراد شیطان ہے جو اس کے ساتھ موکل تھا۔ یہ اس کا فرکودیکھ کر اپنی براءت کرے گا اور کہے گا کہ میں نے اسے نہیں بہکایا۔ بلکہ یہ تو خود گمراہ تھا۔ باطل کو از خود قبول کر لیتا تھا۔ حق کا اپنے آپ مخالف تھا۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ شیطان جب دیکھے گا کہ کام ختم ہوا تو کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی۔ میرا کوئی زور تو تم پر تھا ہی نہیں۔ میں نے تم سے کہا تم نے فوراً مان لیا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ خود اپنی ملامت کرو۔ نہ میں تمہیں کام دے سکوں نہ تم میرے کام آسکو۔ تم جو مجھے شریک بنا رہے ہو میں تو پہلے ہی سے اس کا منکر تھا۔ ظالموں کے لئے المناک عذاب ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ انسان سے اور اس کے ساتھی شیطان سے فرمائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو۔ کیونکہ انسان کہہ رہا ہوگا کہ خدا یا اس نے مجھے جبکہ میرے پاس نصیحت آچکی گمراہ کر دیا اور شیطان کہے گا خدا یا میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تو اللہ انہیں اس ٹوٹو میں سے روک دے گا اور فرمائے گا میں تو اپنی حجت ختم کر چکا۔ رسولوں کی زبانی یہ سب میں تمہیں سنا چکا تھا۔ کتابیں بھیج دی تھیں اور ہر طریقہ سے اور ہر طرح سے تمہیں سمجھا بجا دیا تھا۔ سنو جو فیصلہ کرنا تھا وہ میں کر چکا۔ میری باتیں بدلتی نہیں۔ میں ظالم نہیں جو دوسرے کے گناہ پر کسی کو پکڑ لوں ہر شخص پر اتمام حجت ہو چکی اور ہر شخص اپنے گناہوں کا آپ ذمہ دار ہے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتَ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ۝۴۰ وَأُزِلَّتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ

غَيْرَ بَعِيدٍ ۝۴۱ هَذَا مَا تَوَعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۝۴۲ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ

بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۝۴۳ إِدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝۴۴ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا

وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝۴۵

جس دن کے ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی کہ کچھ دور نہ رہے گی۔ یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو۔ جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہو اور رجوع ہونے والا دل لے کر آئے گا اس جنت میں سلامتی کے ساتھ (داخل ہو جا) یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔ ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو چاہیں گے اور ہمارے پاس بھی زیادہ محنت ہے ○

جہنم سے خطاب:

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا جہنم سے وعدہ ہے کہ وہ اسے پر کر دے گا۔ اس لئے قیامت کے دن جو جنات اور انسان اس کے قابل ہوں گے انہیں اس میں ڈالا جائے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اب تو تو پُر ہو گئی؟ اور یہ کہے گی کہ اگر کچھ اور گنہگار باقی

ہوں تو انہیں بھی مجھ میں ڈال دو۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جہنم میں گنہگار ڈالے جائیں گے اور وہ برابر طلب کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا۔ پس وہ کہے گی بس بس۔ مسند احمد کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس وقت یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی تیری عزت و کرم کی قسم بس بس اور جنت میں جگہ بچ جائے گی۔ یہاں تک کہ ایک نئی مخلوق کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس جگہ کو آباد کرے گا۔ صحیح بخاری میں ہے جنت اور دوزخ میں ایک مرتبہ گفتگو ہوئی۔ جہنم نے کہا کہ میں ہر متکبر اور ہر متجبر کے لئے مقرر کی گئی ہوں اور جنت نے کہا میرا یہ حال ہے کہ مجھ میں کمزور لوگ اور وہ لوگ جو دنیا میں ذی عزت نہ سمجھے جاتے تھے۔ وہ داخل ہوں گے۔ اللہ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا اس رحمت کے ساتھ نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ساتھ جسے چاہوں گا عذاب کروں گا۔ ہاں تم دونوں بالکل بھر جاؤ گی۔ تو جہنم تو نہ بھرے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا۔ اب وہ کہے گی بس بس بس۔ اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے سب جوڑ آپس میں سمٹ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت میں جو جگہ بچ رہے گی۔ اس کے بھرنے کے لئے اللہ عزوجل اور مخلوق پیدا کرے گا۔ مسند احمد کی حدیث میں جہنم کا قول یہ ہے کہ مجھ میں جبر کرنے والے تکبر کرنے والے بادشاہ اور شریف لوگ داخل ہوں گے۔ مسند ابویعلیٰ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذات کو قیامت کے دن پہچوائے گا۔ میں سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا۔ پھر میں خدا تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کروں گا کہ اس سے وہ خوش ہو جائے گا۔ پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ پھر میری امت جہنم کے اوپر پل سے گزرنے لگے گی۔ بعض تو نگاہ کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائیں گے۔ بعض تیر کی طرح پار ہو جائیں گے۔ بعض تیز گھوڑوں سے زیادہ تیزی سے پار ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ ایک شخص گھٹنوں کی بل چلتا ہوا نکل جائے گا اور یہ مطابق اعمال کے ہوگا اور جہنم زیادتی طلب کر رہے ہوگی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا۔ پس یہ سمٹ جائے گی اور کہے گی بس بس اور میں حوض پر ہوں گا۔ لوگوں نے کہا حوض کیا؟ فرمایا خدا کی قسم اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس پر برتن آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں۔ جسے اس کا پانی مل گیا وہ کبھی پیسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا اسے کہیں پانی نہیں ملے گا جو سیراب ہو سکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ کہے گی کیا مجھ میں کوئی مکان ہے کہ مجھ میں زیادتی کی جائے؟ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وہ کہے گی کیا مجھ میں ایک کے بھی آنے کی جگہ ہے؟ میں بھر گئی۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس میں جہنمی ڈالے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ کہے گی میں بھر گئی اور کہے گی کیا مجھ سے زیادتی کی گنجائش ہے؟ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ پہلے قول کو ہی اختیار کرتے ہیں۔ اس دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ گویا ان بزرگوں کے نزدیک یہ سوال اس کے بعد ہوگا کہ خدا تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھ دے۔ اب جو اس سے پوچھے گا کہ کیا تو بھر گئی تو وہ جواب دے گی کہ کیا مجھ میں کہیں بھی کوئی جگہ باقی رہی ہے جس میں کوئی آ سکے؟ یعنی باقی نہیں رہی ہو گئی۔ حضرت عون بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب اس میں سوئی کے ناک کے برابر بھی جگہ باقی نہ رہے گی۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے جنت قریب کی جائے گی۔ یعنی قیامت کے دن جو دور نہیں ہے۔ اس لئے کہ جس کا آنا یقینی ہے وہ دور نہیں سمجھا جاتا۔ اب کے معنی رجوع کرنے والا توبہ کرنے والا۔ گناہوں

۱۔ حدیث کے ایمان پر مضمون مطلوب ہے حقیقت حال خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

۲۔ یعنی تمام تفصیلات و حقائق کے ادراک کے ساتھ ورنہ خدا کی ذات کا اجمالی علم تو آپ کو یقیناً تھا۔

سے اٹک جانے والا۔ حَفِیْظُ کے معنی وعدہ کا پابند۔ حضرت عبید بن عمیرؓ فرماتے ہیں: اَوَّابٌ وحفیظ وہ ہے جو کسی مجلس میں بیٹھ کر نہ اٹھے جب تک کہ استغفار نہ کرے۔ جو رَحْمَن سے بن دیکھے ڈرتا ہے یعنی تنہائی میں بھی خوف خدا رکھے حدیث میں ہے وہ بھی قیامت کے دن عرش خدا کا سایہ پائے گا۔ جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں نہ نکلیں اور قیامت کے دن اللہ کے پاس دل سلامت لے کر جائے۔ جو اس کی جانب جھکنے والا ہو۔ اس میں یعنی جنت میں چلے جاؤ۔ خدا کے تمام عذابوں سے تمہیں سلامتی مل گئی اور یہ بھی مطلب ہے کہ فرشتے ان پر سلام کریں گے۔ یہ خُلُود کا دن ہے۔ یعنی جنت میں ہمیشہ کے لئے جا رہے ہو۔ جہاں کبھی موت نہ ہوگی۔ جہاں سے کبھی نکال دیئے جانے کا خطرہ نہیں۔ جہاں سے تبدیلی اور ہیر پھیر نہیں۔ پھر فرمایا یہ وہاں جو چاہیں گے پائیں گے۔ بلکہ اور زیادہ بھی۔ کثیر بن مرہؓ فرماتے ہیں: مزید میں یہ بھی ہے کہ اہل جنت کے پاس سے ایک بادل گزرے گا۔ جس میں سے ندا آئے گی کہ تم کیا چاہتے ہو؟ جو تم چاہو میں برساؤں۔ پس یہ جس چیز کی خواہش کریں گے اس سے برے گی۔ حضرت کثیرؓ فرماتے ہیں: میں اس مرتبہ میں پہنچا اور مجھ سے سوال ہوا تو میں کہوں گا کہ خوبصورت خوش لباس نوجوان کنواریاں برسائی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تمہارا جی جس پرند کے کھانے کو چاہے وہ اسی وقت بھنا بھنایا موجود ہو جائے۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر جنتی اولاد چاہے تو ایک ساعت میں حمل اور بچہ اور بچے کی جوانی ہو جائے گی۔ امام ترمذیؒ نے اسے غریب حسن بتلایا ہے اور ترمذی میں یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ چاہے گا ہو جائے گا اور آیت میں ہے: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ (سورہ یونس: ۱۶) صہیب بن سنان رومیؓ فرماتے ہیں اس زیادتی سے مراد اللہ کریم کی زیارت ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ ہر جمعہ کے دن انہیں دیدار باری تعالیٰ ہوگا۔ یہی مطلب مزید کا ہے۔ مسند شافعی میں ہے حضرت جبریل علیہ السلام ایک سفید آئینہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جس کے وسط میں ایک نکتہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ جمعہ کا دن ہے جو خاص آپ کو اور آپ کی امت کو بطور فضیلت کے عطا فرمایا گیا ہے۔ سب لوگ اس میں تمہارے پیچھے ہیں یہود بھی اور نصاریٰ بھی تمہارے لئے اس میں خیر و برکت ہے۔ اس میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے جو مانگا بل جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اس کا نام یوم المزیّد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا تیرے رب نے جنت الفردوس میں ایک کشادہ میدان بنایا ہے۔ جس میں مشکلی ٹیلے ہیں۔ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ جن جن فرشتوں کو چاہے اتارتا ہے۔ اس کے ارد گرد نوری منبر ہوتے ہیں۔ جن پر انبیاء علیہم السلام رونق افروز ہوتے ہیں۔ شہدا اور صدیق ان کے پیچھے ان مشکلی ٹیلوں پر ہوں گے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ میں نے اپنا وعدہ تم سے سچا کیا۔ اب مجھ سے جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ یہ سب کہیں گے ہمیں تیری خوشی اور رضا مندی مطلوب ہے۔ اللہ فرمائے گا یہ تو میں تمہیں دے چکا۔ میں تم سے راضی ہو گیا۔ اس کے سوا بھی تم جو چاہو گے پاؤ گے اور میرے پاس اور زیادہ ہے۔ پس یہ لوگ جمعہ کے خواہش مند رہیں گے کیونکہ انہیں بہت سی نعمتیں اسی دن ملتی ہیں۔ یہی دن ہے جس دن تمہارا رب عرش پر مستوی ہوا۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن قیامت آئے گی۔ اسی طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجمعہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک بہت بڑا اثر نقل کیا ہے۔ جس میں بہت سی باتیں غریب ہیں۔ مسند احمد میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جنتی ستر سال تک ایک ہی طرف متوجہ بیٹھا رہے گا۔ پھر ایک

۱۔ اور کیا مضائقہ ہے اس تمنا میں عورت کی جانب تو مرد کو فطرتاً اتفاقات ہے ہاں بس اتنا ضرور ہے کہ یہ خواہش جائز حدود میں ہو اس سلسلہ میں حدود شکنی نہ ہونی چاہئے۔

حور آئے گی۔ جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس اپنی طرف متوجہ کرے گی۔ وہ اتنی خوبصورت ہوگی کہ اس کی رخسار میں اسے اپنی شکل اس طرح نظر آئے گی جیسے آبدار آئینے میں۔ وہ زیور پہنے ہوئے ہوگی۔ ان میں کا ایک ایک ادنیٰ موتی ایسا ہوگا کہ اس کی جوت سے ساری دنیا منور ہو جائے۔ وہ سلام کرے گی۔ یہ جواب دے کر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی میں وہ ہوں جسے قرآن میں مزید کہا گیا تھا۔ اس پر ستر چلے ہوں گے۔ تاہم اس کی خوبصورتی اور چمک دمک اور صفائی کی وجہ سے باہر ہی سے اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ اس کی سر پر جڑاؤ تاج ہوگا۔ جس کا ادنیٰ موتی مشرق مغرب کو روشن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ

مَحْصٍ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝۲۷

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝۲۸

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝۲۹

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝۳۰

اور ہم ان (اہل مکہ) سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے (کہیں) زیادہ تھے اور تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے (لیکن جب ہمارا عذاب نازل ہوا تو ان کو) کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اس میں ایک شخص کے لئے بڑی عبرت ہے۔ جس کے پاس فہیم دل ہو۔ یا وہ کم از کم (دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کی درمیان میں ہے ان سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں۔ سوان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی تحمید و تسبیح کرتے رہئے (اس میں نماز بھی داخل ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً صبح کی نماز) اور چھپنے سے پہلے (مثلاً ظہر و عصر) اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے۔ (اس میں مغرب اور عشا آگئی) اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی ○

اقوام و امم کی ہلاکت:

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار تو کیا چیز؟ ان سے بہت سے زیادہ قوت و طاقت اور اسباب و تعداد کے لوگوں کو اسی جرم میں ہم تہ و بالا کر چکے ہیں۔ جنہوں نے شہروں میں اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ زمین میں خوب فساد کیا تھا۔ لمبے لمبے سفر کرتے تھے۔ ہمارے عذاب دیکھ کر بچنے کی جگہ تلاش کرنے لگے۔ مگر یہ کوشش بالکل بے سود تھی۔ خدا کی قضا و قدر اور اس کی پکڑ دھکڑ سے کون بچ سکتا تھا؟ پس تم بھی یاد رکھو کہ جس وقت میرا عذاب آگیا بغلیں جھانکتے رہ جاؤ گے اور حواس باختہ ہو جاؤ گے۔ ہر عقل مند کی لئے اس میں کافی عبرت ہے۔ اگر کوئی ایسا ہو جو سمجھداری کے ساتھ کان لگائے وہ بھی اس میں بہت کچھ پاسکتا ہے۔ یعنی دل کو حاضر کر کے کانوں سے سنے۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو زمینوں کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کیا اور وہ تھکا نہیں۔ اس میں بھی موت کے بعد کی

زندگی پر خدا کے قادر ہونے کا ثبوت ہے کہ جو ایسی بڑی مخلوق اولاً پیدا کر چکا ہے اس پر مردوں کو جلا نا کیا بھاری ہے۔ حضرت قتادہ کا فرمان ہے کہ ملعون یہود کہتے تھے کہ چھ دن میں مخلوق کو رچا کر خالق نے ساتویں دن آرام کیا اور یہ دن ہفتہ کا دن تھا۔ اس کا نام ہی انہوں نے یوم الراحة رکھ چھوڑا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وہابی خیال کی تردید کی کہ ہمیں تھکن ہی نہ تھی آرام کیسا؟ جیسے اور آیت میں: وَلَمْ يَعْ يَخْلُقْهُمْ... (سورہ احقاف: ۳۳) یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا۔ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں کیوں نہیں۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور آیت میں: لَخَلَقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ..... (سورہ مؤمن: ۵۷) البتہ آسمان و زمین کی پیدائش لوگوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں: أَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ السَّمَاءُ بَنَاهَا..... (سورہ نازعات: ۲۷) کیا تمہاری پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی؟ اسے خدا نے بنایا ہے۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہ جھٹلانے اور انکار کرنے والے جو سناتے ہیں اسے صبر سے سنتے رہو اور انہیں مہلت دہو۔ ان کو چھوڑ دو اور سورج سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور رات کو پاکی اور تعریف کیا کرو۔ معراج سے پہلے صبح کی اور عصر کی نماز فرضی تھی اور رات کی تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی۔ اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ اس کے بعد معراج والی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ جن میں فجر اور عصر کی نمازیں جوں کی توں رہیں۔ پس سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور اس طرح اسے دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے دیکھنے میں کوئی دھکا پیلی نہیں۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو خبردار سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نمازیں مغلوب نہ ہو جایا کرو۔ پھر آپ نے آیت: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ پڑھی۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ رات کو بھی اس کی تسبیح بیان کر یعنی نماز پڑھ جیسے: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَسَجَّدْ لَهُ..... (سورہ بنی اسرائیل: ۷۹) یعنی رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرو۔ یہ زیادتی خاص تیرے لئے ہی ہے۔ تجھے تیرا رب مقام محمود میں کھڑا کرنے والا ہے۔ سجدوں کے پیچھے سے مراد بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز کے بعد خدا کی پاکی بیان کرنا ہے۔ صحیحین میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مفلس مہاجر آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالدار لوگ بلند درجے اور ہمیشگی والی نعمتیں حاصل کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ جواب دیا کہ ہماری طرح نماز روزہ تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن وہ صدقہ دیتے ہیں جو ہم نہیں دے سکتے۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسا عمل بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو سب سے آگے نکل جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ نکلے لیکن جو اس عمل کو کرے۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ وہ پھر آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی آپ ﷺ کی اس حدیث کو سنا اور وہ بھی اس عمل کو کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہے دے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مغرب کے بعد دو رکعتیں ہیں۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت حسن بن علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی فرمان ہے اور یہی قول ہے حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت شعبی، حضرت نخعی، حضرت قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ کا۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے بجز فجر اور عصر کی نماز کے۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں ہر نماز کے پیچھے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

۱۔ یعنی ساری دنیا دیکھتی ہے اور ایک دوسرے کے دیکھنے میں مزاحمت نہیں ہوتا۔



کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گزاری۔ آپ نے فجر کے فرضوں سے پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کیں۔ پھر گھر سے نماز کے لئے نکلے اور فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فجر کے پہلے کی دو رکعتیں اَذْبَارَ النُّجُومِ (سورہ طور ۵۲) ہیں۔ مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اَذْبَارَ الشُّجُود۔ یہ اسی رات کا ذکر ہے جس رات حضرت عبداللہ نے تہجد کی نماز کی تیرہ رکعتیں آپ کی اقتدا میں ادا کی تھیں اور اس رات ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی۔ لیکن اوپر جو بیان ہوا۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے غریب بتاتے ہیں۔ ہاں اصل حدیث تہجد کی تو بخاری مسلم میں ہے ممکن ہے کہ آخری کلام حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہو۔ واللہ اعلم۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۖ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ

يَوْمُ الْخُرُوجِ ۚ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ ۖ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۚ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ

عَنْهُمْ سِرَآعًا ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

بِجَبَّارٍ فَذَكَرَ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدَ ۚ

اور سن رکھو کہ جس دن ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے یہ دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا۔ ہم ہی (اب بھی) زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان (مردوں) پر سے کھل جائے گی جبکہ وہ دوڑتے ہوں گے یہ ہمارے نزدیک ایک آسان (جمع کر لینا) ہے تو جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر (منجانب اللہ) جبر کرنے والے (کر کے) نہیں (بھیجے گئے) ہیں تو آپ قرآن کی ذریعے سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہنے جو میرے وعید سے ڈرتا ہے ○

یوم الخروج:

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ بیت المقدس کے پتھر پر کھڑے ہو کر آواز لگائے کہ اے سڑی گلی ہڈیو! اور اے جسم کے متفرق اجزاؤ! تمہیں اللہ جمع ہونے کا حکم دیتا ہے تاکہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ پس مراد اس سے صور ہے۔ یہ حق اس شک و شبہ کو مٹا دے گا جو اس سے پہلے تھا۔ یہ قبروں سے نکل کھڑے ہونے کا دن ہوگا۔ ابتدا پیدا کرنا پھر لوٹانا اور تمام مخلوق کو ایک جگہ لوٹانا یہ ہمارے ہی بس کی بات ہے۔ اس وقت ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ہم دیں گے۔ تمام بھلائی برائی کا عوض ہر شخص پالے گا۔ زمین پھٹ جائے گی اور سب جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا جس سے مخلوقات کے بدن اُگنے لگیں گے۔ جس طرح کیچڑ میں پڑا ہوا دانہ بارش سے اُگ آتا ہے۔ جب جسم کی پوری نشوونما ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ تمام روحیں صور کے سوراخ میں ہوں گی۔ ان کے صور پھونکنے سے روحیں آسمان و زمین کے درمیان پھرنے لگ جائیں گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے عزت و جلال کی قسم ہے۔ ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے جسے اس نے دنیا میں آباد کر رکھا۔ پس ہر روح اپنے اصلی جسم میں ملے گی اور جس طرح زہریلے جانور کا اثر پوپائے

کے رگ وریشہ میں بہت جلد پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے جسم کے رگ وریشہ میں فوراً روح دوڑ جائے گی اور ساری مخلوق اللہ کے فرمان کے ماتحت دوڑتی ہوئی جلد از جلد میدان محشر میں حاضر ہو جائے گی۔ یہ وقت ہوگا جو کافروں کے لئے بہت ہی سخت ہوگا۔ فرمان باری ہے: **يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ**..... (سورہ بنی اسرائیل: ۵۲) جن دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے جواب دو گے اور سمجھتے ہو گے کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔ صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہو گی۔ فرماتا ہے کہ یہ دوبارہ کھڑا کرنا ہم پر بہت ہی آسان ہے۔ جس طرح اللہ جل جلالہ نے فرمایا: **وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ** (سورہ قمر: ۵۰) یعنی ہمارا حکم اس طرح یکبارگی ہو جائے گا۔ جیسے آنکھ کا جھپکنا اور آیت میں ہے: **مَا خَلَقْكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ** (سورہ لقمان: ۲۸) یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور پھر مارنے کے بعد زندہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کا۔ اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہمارے علم سے باہر نہیں۔ تو اسے اہمیت نہ دے۔ ہم خود نبٹ لیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے: **وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ**..... (سورہ حجر: ۹۷) واقعی ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔ سو اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے پروردگار کی پاکی اور تعریف کرتے رہئے اور نمازیوں میں رہئے اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہئے۔ پھر فرماتا ہے تو انہیں ہدایت پر جبراً نہیں لاسکتا نہ ہم نے تجھے اس بات کی تکلیف دی ہے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ ان پر جبر نہ کرو لیکن پہلا قول بہتر ہے کیونکہ الفاظ میں یہ نہیں کہ تم ان پر جبر نہ کرو۔ بلکہ یہ ہے کہ تم ان پر جبر نہیں ہو۔ یعنی آپ مبلغ ہیں تبلیغ کر کے اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جائیے۔ جبر بمعنی خبر کے بھی آتا ہے۔ آپ نصیحت کرتے رہئے۔ جس کے دل میں خوف خدا ہے۔ جو اس کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اس کی رحمتوں کا امیدوار ہے وہ ضرور اس تبلیغ سے نفع اٹھائے گا اور راہ راست پر آ جائے گا۔ جیسے فرمان ہے: **فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَئِنَّا لَإِلْحَسَابُ** (سورہ رعد: ۴) یعنی تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے۔ حساب تو ہمارے ذمے ہے اور جگہ ہے تجھ پر ان کی ہدایت نہیں بلکہ خدا جسے چاہے ہدایت کرتا ہے اور جگہ ہے: **إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ**..... (سورہ قصص: ۵۶) یعنی تم جسے چاہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ بلکہ خدا جسے چاہے راہ راست پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اسی طرح اس مضمون کو یہاں بھی بیان فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ اس آیت کو سن کر یہ دعا کرتے: **اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَتَخَفُ وَعَيْدَكَ وَيَرْجُو مَوْعِدَكَ يَا بَارُّ يَا رَحِيمُ** یعنی اے اللہ تو ہمیں ان میں سے کر جو تیری سزاؤں کے ڈراوے سے ڈرتے ہیں اور تیری رحمتوں کی امید لگائے ہوئے ہیں۔ اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اور اے بہت زیادہ رحم کرنے والے۔

تفسیر سورہ ذاریات

سُورَةُ الذَّرِيَّتِ وَهِيَ سِتُّونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

کل رکوع: ۳ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کل آیات: ۶۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالذَّرِيَّتِ ذُرْوًا ۝ فَالْحَمِلَتِ وَقْرًا ۝ فَالْجَرِيَّتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمَتِ أَمْرًا ۝ إِنَّمَا

تُوْعَدُونَ لَصَادِقٍ ۝ وَإِنَّ الَّذِينَ لَوَاقِعُ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُخْتَلِفٍ ۝ يُؤَفِّكُ عَنْهُ مَنَافِكُ ۝ قُتِلَ الْخَرِصُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي عَمْرَقٍ سَاهُونَ ۝ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۝ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝

قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کوڑا آتی ہوں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ (یعنی بارش) کو اٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں پھر ان فرشتوں کی جو حکم کے موافق اہل ارض میں چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔ جس قیامت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور (اعمال کی) جزا (وسزا) ضرور ہونے والی ہے۔ قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے چلنے کے) راستے ہیں کہ تم (یعنی سب) لوگ (قیامت کے بارے میں) مختلف گفتگو میں ہو اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے۔ جو جہالت میں بھولے ہیں پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا جس دن وہ لوگ آگ پر رکھے جائیں گے (اور کہا جائے گا کہ) اپنی اس سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے ○

قسم ہے ان تمام چیزوں کی:

خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے منبر پر چڑھ کر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی بابت اور جس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت تم سوال کرنا چاہتے ہو کرلو۔ اس پر ابن الکرار نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ ذاریات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا۔ پوچھا حاملات سے؟ فرمایا ابر۔ کہا جاریات سے؟ فرمایا کشتیاں۔ کہا مقسمات سے؟ فرمایا فرشتے۔ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے۔ بزار میں ہے صبیح تمیمی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا تلاؤ ذاریات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا اور اسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا نہ ہوتا تو میں کبھی نہ کہتا۔ پوچھا مقسمات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا فرشتے اور اسے بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے۔ پوچھا جاریات سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کشتیاں۔ یہ بھی اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو تجھ سے نہ کہتا۔ پھر حکم دیا کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ درے مارے گئے اور ایک مکان میں رکھا گیا۔ جب زخم اچھے ہو گئے تو بلوا کر پھر سو کوڑے لگوائے اور سوار کر کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر بھیجا کہ یہ کسی مجلس میں نہ بیٹھنے پائے۔ کچھ دنوں بعد یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا کہ اب میرے خیالات کی پوری اصلاح ہو گئی ہے۔ اب میرے دل میں وہ بد عقیدگی نہیں رہی جو پہلے تھی۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا خیال ہے کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہو گیا ہے اس کے جواب میں دربار خلافت سے فرمان جاری ہوا کہ پھر انہیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے۔ امام ابو بکر بزار فرماتے ہیں کہ اس کے دور اویوں میں کلام ہے۔ پس یہ حدیث ضعیف ہے۔ ٹھیک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث بھی موقوف ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فرمان ہے مرفوع حدیث نہیں۔ امیر المؤمنین نے اسے جو پٹوایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا فساد عقیدہ آپ پر ظاہر ہو

چکا تھا اور اس کے یہ سوالات از روئے انکار اور مخالفت کے تھے۔ واللہ اعلم۔ صبیح کے باپ کا نام عسل تھا اور اس کا یہ قصہ مشہور ہے جسے پورا حافظ ابن عساکر نے ذکر کیا ہے۔ یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت مجاہدؒ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت حسن حضرت قتادہؒ حضرت سدی رحمہم اللہ وغیرہ سے منقول ہے۔ امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے ان آیتوں کی تفسیر میں اور کوئی قول ذکر ہی نہیں۔ حالات سے مراد ابرہہؓ نے کا محاوہ اس شعر سے بھی پایا جاتا ہے۔

وَأَسْلَفْتُ نَفْسِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ لَهُ الْمُنَى تَحْمِلُ غُذًا وَلَا لَا

یعنی میں اپنے تئیں اس خدا کا تابع فرمان کرتا ہوں جس کے تابع فرمان وہ بادل ہیں جو صاف شفاف بیٹھے اور ہلکے پانی کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ جاریات سے مراد بعض نے ستارے لئے ہیں جو آسمان پر چلتے رہتے ہیں۔ یہ معنی لینے سے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوگی۔ اولاً ہوا پھر بادل پھر ستارے پھر فرشتے جو کبھی اللہ کا حکم لے کر اترتے ہیں۔ کبھی کوئی سپرد کردہ کام بجالانے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ چونکہ یہ سب قسمیں اس بات پر ہیں کہ قیامت ضرور آتی ہے اور لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس لئے ان کے بعد ہی فرمایا کہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور حساب کتاب جزا سزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ پھر آسمان کی قسم کھائی جو خوبصورتی رونق حسن اور برابری والا ہے۔ بہت سے سلف نے یہی معنی جبک کے بیان کئے ہیں۔ حضرت ضحاک وغیرہ فرماتے ہیں کہ پانی کی موجیں اور ریت کے ذرے اور کھیتیوں کے پتے ہوا کی زور سے جب لہراتے ہیں اور ہر شکن لہر بے دار ہو جاتے ہیں اور گویا ان میں راستے پڑ جاتے ہیں۔ اسی کو جبک کہتے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہارے پیچھے کذاب بہکانے والا ہے۔ اس کے سر کے بال پیچھے کی طرف جبک جبک ہیں۔ یعنی گھونگھروالے ہیں۔ ابوصالح فرماتے ہیں۔ جبک سے مراد شدت والا خفیف کہتے ہیں۔ مراد خوش منظر ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی خوبصورتی اس کے ستارے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے ساتواں آسمان مراد ہے۔ ممکن ہے آپ کا مطلب یہ ہو کہ قائم رہنے والے ستارے اس آسمان میں ہیں۔ اکثر علمائے ہیئت کا بیان ہے کہ یہ آٹھویں میں ہیں۔ جو ساتواں کے اوپر ہے۔ واللہ اعلم۔ ان تمام اقوال کا ماحصل ایک ہی ہے یعنی حسن و رونق والا آسمان۔ اس کی بلندی اس کی صفائی اس کی پاکیزگی اس کی بناوٹ کی عمدگی اس کی مضبوطی اس کی چوڑائی اور کشادگی۔ اس کا ستاروں سے جگمگانا جن میں سے بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کا سورج اور چاند جیسے سیاروں سے مزین ہونا یہ سب اس کی خوبصورتی اور عمدگی کی چیزیں ہیں۔ پھر فرماتا ہے اے مشرک تم اپنے اقوال میں مختلف اور مضطرب ہو۔ تم کسی صحیح نتیجے پر اب تک خود اپنے طور پر کبھی نہیں پہنچے ہو۔ کسی رائے پر تمہارا اجتماع نہیں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو قرآن کو سچا جانتے ہیں بعض اس کی تکذیب کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ حالت اسی کی ہوتی ہے جو خود گمراہ ہو۔ وہ اپنے ایسے باطل اقوال کی وجہ سے بہک اور بھٹک جاتا ہے۔ صحیح سمجھ اور سچا علم تو یک سر اس سے فوت ہو جاتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے: فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ لَمَّا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ لَا إِلَهَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِحُ الْجَحِيمِ (سورہ صافات: ۱۶۳) یعنی تم لوگ مع اپنے معبودان باطل بجز جنہمی لوگوں کے اور کو بہکا نہیں سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سدی فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلائیوں میں دور ڈال دیا گیا ہو۔ حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں قرآن سے وہی ہوتا ہے جو اسے پہلے ہی سے جھٹلانے پر کمر کس لے۔ پھر فرماتا ہے کہ بے سند باتیں کہنے والے ہلاک ہوں یعنی جھوٹی باتیں بنانے والے جنہیں یقین نہ تھا۔ جو کہتے تھے کہ ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے

ہیں کہ یعنی شک کرنے والے ملعون ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے خطبے میں یہی فرماتے تھے۔ یہ دھوکے والے اور بدگمان لوگ ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگ اپنے کفر و شرک میں غافل اور بے پروا ہیں۔ یہ لوگ از روئے انکار پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن تو یہ آگ سے تپائے جائیں گے جس طرح سونا تپایا جاتا ہے۔ یہ اس میں جلیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا مزہ چکھو اپنے کرتوت کے بدلے برداشت کرو۔ پھر ان کی اور زیادہ حقارت کے لئے ان سے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی جلدی نپار ہے تھے کہ کب آئے گا۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ ۖ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۖ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۖ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۖ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۖ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۖ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ۖ

بے شک متقی لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے (اور) ان کے رب نے ان کو (جو ثواب) عطا کیا ہو گا وہ اس کو (خوشی خوشی) لے رہے ہوں گے (کیوں نہ ہو) وہ لوگ اس کے قبل دنیا میں نیکو کار تھے۔ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں سوا لی اور غیر سوا لی کا حق تھا اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں اور کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا اور تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے (ان) سب کا (معین وقت) آسمان میں ہے تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے جیسا کہ تم باتیں کر رہے ہو ○

اور متقین:

پرہیزگار خدا ترس لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن جنتوں میں اور نہروں میں ہوں گے، بخلاف ان بدکرداروں کے جو عذاب و سزا میں طوق و زنجیر میں سختی اور مار پیٹ میں ہوں گے۔ جو فرائض خدا ان کے پاس آئے تھے یہ ان کے عامل تھے اور ان سے پہلے بھی وہ اخلاص کے کام کرنے والے تھے لیکن اس تفسیر میں ذرا تا مل ہے دو وجہ سے۔ اول تو یہ کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کہی جاتی ہے لیکن سند صحیح سے ان تک نہیں پہنچتی بلکہ اس کی یہ سند بالکل ضعیف ہے۔ دوسرے یہ کہ اخذین کا لفظ حال ہے۔ اگلے جملے سے تو یہ مطلب ہوا کہ متقی لوگ جنت میں خدا کی دی ہوئی نعمتیں حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس سے پہلے وہ بھلائی کے کام کرنے والے تھے۔ یعنی دنیا میں جیسے اللہ تعالیٰ جل و علیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا: كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ یعنی دنیا میں تم نے جو نیکیاں کی تھیں ان کے بدلے اب تم یہاں شوق سے خوشگوار کھانے کھاتے پیتے رہو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے عمل کے اخلاص یعنی ان کے احسان کی تفصیل بیان کر رہا ہے کہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں۔ یہاں مانافیہ

ہے تو بقول حضرت ابن عباس وغیرہ یہ مطلب ہوگا کہ ان پر کوئی ایسی رات نہ گزرتی تھی جس کا کچھ حصہ یا خدا میں نہ گزارتے ہوں۔ خواہ اول میں کچھ نوافل پڑھ لیں خواہ درمیان میں یعنی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی وقت نماز عموماً ہر رات پڑھ ہی لیا کرتے تھے۔ ساری رات سوتے سوتے نہیں گزارتے تھے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ مغرب عشا کے درمیان کچھ نوافل پڑھ لیا کرتے تھے۔ امام ابو جعفر باقر فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے نہیں سوتے تھے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ مایہاں پر موصولہ ہے۔ یعنی ان کی نیند رات کی کم تھی۔ کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے اور اگر دل لگ گیا تو صبح ہو جاتی تھی اور پھر پچھلی رات کو جناب باری میں گزر گزرا کر توبہ استغفار کرتے تھے۔ حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا یہ مطلب بیان کر کے پھر فرماتے تھے افسوس مجھ میں یہ بات نہیں۔ آپ کے شاگرد خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جنتیوں کے جو اعمال اور جو صفات بیان ہوئے ہیں میں جب کبھی اپنے اعمال و صفات کو ان کے مقابلے میں رکھتا ہوں تو بہت کچھ فاصلہ پاتا ہوں۔ لیکن الحمد للہ دوزخیوں کے عقائد کے بالمقابل جب میں اپنے عقائد کو لاتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ تو بالکل ہی خیر سے خالی تھے۔ وہ کتاب اللہ کے منکروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر و موت کے بعد زندگی کے منکر۔ پس ہماری حالت وہی ہے جو خدائے تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کی جتلائی ہے۔ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا (سورہ توبہ: ۱۰۲) یعنی نیکیاں بدیاں ملی جلی۔ حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے قبیلہ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا اے ابوسلمہ یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں۔ ہم تو بہت کم وقت عبادت خدا میں گزارتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا وہ شخص بھی بہت ہی خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ سے ڈرتا رہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ میں اس مجمع میں تھا۔ واللہ آپ کے مبارک چہرے پر نگاہ پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلی بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی تھی یہ کہ آپ نے فرمایا اے لوگو کھانا کھلاتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز ادا کرو۔ تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کن کے لئے ہے؟ فرمایا اُن کے لئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب تک لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے رہیں۔ حضرت زہریؒ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کا اکثر حصہ تہجد میں گزارتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رات کا بہت کم حصہ وہ سوتے ہیں۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کَانُوا قَلِيلًا کو اس سے پہلے کے جملے کے ساتھ ملاتے ہیں اور مِنَ اللَّيْلِ سے ابتدا بتلاتے ہیں۔ لیکن اس قول میں بہت تکلف ہے۔ پھر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں اور مفسرین فرماتے ہیں راتوں کو قیام کرتے ہیں اور صبح ہونے کے وقت اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان باری ہے وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ (سورہ آل عمران: ۱۷) یعنی سحر کے وقت یہ لوگ استغفار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر یہ استغفار نماز ہی میں ہو تو بھی بہت اچھا ہے۔ صحاح ستہ وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت کی کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کوئی گنہگار ہے

توبہ کرے اور میں اس کی توبہ قبول کروں کوئی استغفار کرنے والا ہے جو استغفار کرے اور میں اسے بخشوں۔ کوئی مانگنے والا ہے جو مانگے اور میں اسے دوں فجر کے طلوع ہونے تک یہی فرماتا ہے۔ اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنے لڑکوں سے فرمایا تھا کہ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي (سورہ یوسف: ۹۸) میں اب عنقریب تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ پھر ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں یہ نمازی ہیں اور حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حق بھی نہیں مارتے۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ سلوک احسان اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ان کے مال میں ایک مقررہ حصہ مانگنے والوں اور ان حقداروں کا ہے جو سوال سے بچتے ہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سائل کا حق ہے گو وہ گھوڑے سوار ہو۔ محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو۔ خود اس کے پاس کوئی کام کا ج نہ ہو۔ صنعت و حرفت یاد نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن اتنا نہیں پاتے کہ انہیں کافی ہو جائے۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن اتنا مال تباہ ہو گیا۔ چنانچہ یمامہ میں جب پانی کی طغیانی آئی اور ایک شخص کا تمام مال اسباب بہا لے گئی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں۔ محروم سے مراد وہ شخص ہے جو باوجود حاجت کے کسی سے سوال نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور جنہیں ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں تم دے دیا کرتے ہو بلکہ حقیقتاً وہ لوگ بھی مسکین ہیں جو اتنا نہیں پاتے کہ انہیں حاجت نہ رہے۔ نہ اپنا حال و قال ایسے رکھتے ہیں کہ کسی پر ان کی حاجت و افلاس ظاہر ہو اور کوئی انہیں صدقہ دے (بخاری مسلم) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مکہ شریف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کتا پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے ذبح کردہ بکری کا ایک شانہ کاٹ کر اس کی طرف ڈال دیا اور فرمایا لوگ کہتے ہیں یہ بھی محروم میں سے ہے۔ حضرت شععی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں تو عاجز آ گیا لیکن محروم کے معنی معلوم نہ کر سکا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محروم وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو۔ خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔ یعنی حاصل ہی نہ کر سکا ہو۔ کھانے کمانے کا سلیقہ ہی نہ ہو یا کام ہی نہ چلتا ہو یا کسی آفت کے باعث جمع شدہ مال نہ رہا ہو۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر کافروں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے انہیں غلبہ دیا اور مال غنیمت بھی ملا۔ پھر کچھ لوگ آپ کے پاس وہ بھی آ گئے جو غنیمت حاصل ہونے کے وقت موجود نہ تھے۔ تو یہ آیت اتری۔ اس روایت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ آیت مدنی ہو لیکن دراصل ایسا نہیں بلکہ یہ آیت مکی ہے۔ پھر فرماتا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی بہت سے نشانات قدرت موجود ہیں۔ جو خالق کی عظمت و عزت ہیبت و جلالت پر دلالت کرتے ہیں۔ دیکھو کہ کس طرح اس میں حیوانات اور نباتات کو پھیلا دیا ہے اور کس طرح پہاڑوں اور میدانوں سمندروں اور دریاؤں کو رواں کیا ہے۔ پھر انسان پر نظر ڈالو ان کی زبانوں کے اختلاف کو ان کے رنگ و روپ کے اختلاف کو ان کے ارادوں اور قوتوں کے اختلاف کو ان کی عقل و فہم کے اختلاف کو ان کی حرکات و سکنات کو ان کی نیکی و بدی کو دیکھو ان کی بناوٹ پر غور کرو کہ ہر عضو کیسی مناسب جگہ ہے۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا۔ خود تمہارے وجود میں ہی اس کی بہت سی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ حضرت قتادہ فرماتے ہیں جو شخص اپنی پیدائش میں غور کرے گا۔ اپنے جسم کی ترکیب پر نظر ڈالے گا۔ یقین کرے گا کہ بے شک اسے خدا نے ہی پیدا کیا ہے اور اپنی عبادت کے لئے ہی بنایا ہے۔ پھر فرماتا ہے آسمان میں تمہاری روزی ہے یعنی بارش اور وہ بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ یعنی جنت حضرت واصل احدب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا افسوس میرا رزق تو آسمان میں ہے اور میں اسے زمین میں تلاش کر رہا ہوں؟ یہ کہہ کر بستی چھوڑا جاڑ جنگل

میں چلے گئے۔ تین دن تو انہیں کچھ نہ ملا۔ لیکن تیسرے دن دیکھتے ہیں کہ تر بھجوروں کا ایک خوشہ ان کے پاس رکھا ہوا ہے۔ ان کے بھائی جوان سے بھی زیادہ مخلص و نیک نیت تھے۔ یہ بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ دونوں بھائی آخری دم تک اسی طرح جنگلوں میں ہی رہے۔ پھر اللہ کریم خود اپنی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ میرے جو وعدے ہیں مثلاً قیامت کا۔ دوبارہ زندہ کرنے کا۔ جزا سزا دینے کا یہ یقیناً سچے ہیں اور واقعی ہو کر رہنے والے ہیں۔ جیسے تمہیں تمہاری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں شک نہیں ہوتا اسی طرح تمہیں ان میں بھی کوئی شک ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی بات کہتے تو فرماتے خدا انہیں برباد کرے جو خدا کی قسم کو کبھی نہ مانیں۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ یعنی تابعی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صحابہ کا نام نہیں لیتے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٥﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ
سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴿٢٦﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿٢٧﴾ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا
تَأْكُلُونَ ﴿٢٨﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَتْ
امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجْزٌ عَقِيمٌ ﴿٣٠﴾ قَالُوا كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ
هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٣١﴾

کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے (اور یہ قصہ اس وقت میں) تھا جب کہ وہ (مہمان) ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا۔ ابراہیم نے بھی (جواب میں) کہا سلام (اور کہنے لگے کہ) انجان لوگ (معلوم ہوتے) ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فر بہ بچھڑا (تلا ہوا) لائے اور اس کو ان کے پاس (یعنی سامنے لا کر) رکھا۔ کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔ تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے انہوں نے کہا کہ تم ڈرو مت اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا۔ اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ (اول تو) بڑھیا (پھر) بانجھ فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے ○

مہمانانِ ابراہیم علی ضیافتہم السلام:

یہ واقعہ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی گزر چکا ہے۔ یہ مہمان فرشتے تھے جو بے شکل انسان آئے تھے۔ جنہیں خدا نے عزت و شرافت دے رکھی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے۔ حدیث میں بھی آیا ہے اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ انہوں نے سلام کیا۔ جس کا جواب خلیل خدا علیہ السلام نے بڑھا کر دیا اس کا ثبوت دوسرے سلام پر دو پیش کا ہونا ہے اور یہی فرمان باری تعالیٰ ہے۔ فرماتا ہے: وَإِذَا حُيِّتُمْ بِحَيَّةٍ فَخَبُّوا بِأَحْسَنِ مَنَاسِكِہِہَا ۚ إِنَّهَا مُبْدِئَاتٌ لِّقَوْمٍ یَّحْكُمُونَ ﴿٢٤﴾ یہ طریقہ کوئی مسنون نہیں ہاں اپنے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن ضروری ہے کہ اہل حقوق کے حقوق پورے ہوتے رہیں ورنہ تو یہ زندگی گناہ اور غضب خداوندی کا باعث بنے گی۔

اَوْرُدُوْهَا ط (سورہ نساء: ۸۶) یعنی جب کبھی کوئی تمہیں سلام کرے تو تم اس سے بہتر جواب دو۔ یا کم از کم اتنا ہی۔ پس خلیل اللہ علیہ السلام نے افضل صورت کو اختیار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اس سے ناواقف تھے کہ دراصل فرشتے ہیں۔ اس لئے کہا کہ یہ لوگ اجنبی سے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ فرشتے حضرت جبریل حضرت اسرافیل اور میکائیل علیہ السلام تھے۔ جو خوبصورت نوجوان انسان کی شکل میں آئے تھے۔ ان کے چہروں پر ہیبت و جلال تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اب ان کے لئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور جلدی اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ذرا سی دیر میں تیار کچھڑے کا گوشت بھنا بھنایا ہوا لے آئے اور ان کے سامنے ان کے قریب رکھ دیا اور فرمایا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ اس سے ضیافت کے آداب معلوم ہوئے کہ مہمان سے پوچھے بغیر ہی ان کے شروع سے احساس رکھنے کے پہلے ہی آپ انہیں خبر کئے بغیر ہی چلے گئے اور بجلت بہتر سے بہتر جو چیز پائی اسے تیار کر کے لے آئے اور ان کے سامنے تیار فر بہ کم عمر کچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہیں اور رکھ کر مہمان کی کھینچ تان نہ کی بلکہ ان کے سامنے ان کے پاس لا رکھا۔ پھر انہیں یوں نہیں کہتے کہ کھاؤ کیونکہ اس میں بھی ایک حکم پایا جاتا ہے۔ بلکہ نہایت تواضع سے فرماتے ہیں آپ تناول فرماتا شروع کیوں نہیں کرتے؟ جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر فضل و کرم احسان و سلوک کرنا چاہیں تو کیجئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خلیل اللہ اپنے دل میں اللہ سے خوفزدہ ہو گئے۔ جیسے کہ اور آیت میں ہے: فَلَمَّا رَاْ اٰیٰدِيْهِمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَ هُمْ وَاَوْ جَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً..... (سورہ ہود: ۷۰) یعنی آپ نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہیں تو دہشت زدہ ہو گئے اور دل میں خوف کھانے لگے۔ اس پر مہمانوں نے کہا ڈرو مت ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کے آگے آئے ہیں۔ آپ کی بیوی صاحبہ جو کھڑی ہوئی سن رہی تھی وہ یہ سن کر ہنس دیں تو فرشتوں نے انہیں خوشخبری سنائی کہ تمہارے ہاں حضرت اسحق علیہ السلام پیدا ہوں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اس پر بیوی صاحبہ کو تعجب ہوا اور کہا ہائے افسوس اب میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا؟ میں تو بڑھیا پھوس ہو گئی ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو گئے ہیں۔ یہ سخت تعجب کی چیز ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کے کاموں سے تعجب کرتی ہو؟ خصوصاً تم جیسی ایسے پاک گھرانے کی عورت؟ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تعریفوں کے لائق اور بڑی عظمت اور شان والا ہے۔ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی اور اس سے پہلے کی آیت میں ہے کہ بشارت آپ کی بیوی صاحبہ کو دی تو مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بشارت دی گئی کیونکہ بچے کا ہونا دونوں کی خوشی کا موجب ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ بشارت سن کر آپ کی اہلیہ صاحبہ کے منہ سے زور کی آواز نکل گئی اور اپنے تئیں دو ہنر مار کر ایسی عجیب و غریب خبر کو سن کر حیرت کے ساتھ کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میں بانجھ رہی۔ اب میاں بیوی دونوں پورے بوڑھے ہو گئے تو مجھے حمل ٹھہرے گا؟ اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ یہ خوشخبری کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں دے رہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم تمہیں یہ خبر پہنچا دیں۔ وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ تم جس عز و کرامت کے مستحق ہو وہ خوب جانتا ہے اور اس کا فرمان ہے کہ تمہارے ہاں اس عمر میں بچہ ہوگا۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ نہ اس کا کوئی فرمان حکمت سے خالی ہے۔

پارہ ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۱﴾ قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لِنُرْسِلَ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ﴿۱۷﴾

منزل ۷

عَلَيْهِمْ حَجَارَةٌ مِّنْ طِينٍ ۖ مُّسْوَمَةٌ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ۚ ۞ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ

فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ ۞ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ۚ ۞ وَتَرَكْنَا فِيهَا

آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۚ ۞

ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے (کہ) اچھا تو (یہ بتلاؤ کہ) تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے ہاں (یعنی عالم غیب میں) خاص نشانیاں بھی ہیں حد سے گزرنے والوں کے لئے اور ہم نے جتنے ایماندار تھے وہاں سے نکال کر ان کو علیحدہ کر دیا سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر (مسلمانوں کا) ہم نے نہیں پایا اور ہم نے اس واقعہ میں ہمیشہ کے واسطے ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں ○

عذاب آسمانی:

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب ان نو وارد مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دہشت جاتی رہی۔ بلکہ ان کی زبانی ایک بہت بڑی خوشخبری بھی سن چکے اور اپنی بردباری خدا ترسی اور دردمندی کی وجہ سے خدا کی جناب میں قوم لوط کی سفارش بھی کر چکے اور خدا تعالیٰ کے آخری فیصلے کا اعلان بھی سن چکے۔ اس کے بعد جو ہوا اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس مقصد سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قوم لوط کے گنہگاروں کو ہلاک کرنے کے لئے ہمیں بھیجا گیا ہے۔ ہم ان پر سنگ باری اور پتھراؤ کریں گے۔ ان پتھروں کو ان پر برسائیں گے جن پر خدا کے حکم سے پہلے ہی ان کے نام لکھے جا چکے ہیں اور ہر گنہگار کے لئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ سورہ عنکبوت میں گزر چکا ہے کہ یہ سن کر حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر وہ بستی کی بستی کیسے غارت کر دی جائے گی؟ فرشتوں نے کہا اس کا علم ہمیں بھی ہے ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم انہیں اور مؤمنین نیز ان کے گھرانے کے تمام ایمانداروں کو بچا لیں۔ ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی۔ وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کر دی جائے گی۔ اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس بستی میں جتنے بھی مؤمن تھے سب کو بچا لیا گیا۔ اس سے بھی مراد حضرت لوط اور ان کے گھرانے کے لوگ ہیں۔ سوائے ان کی بیوی کے جو ایمان نہیں لائی تھیں۔ چنانچہ فرما دیا گیا کہ وہاں سوائے ایک گھر کے اور گھر مسلمان تھا ہی نہیں۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ہیں ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ایمان و اسلام کا سہمی ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ یہاں ان ہی لوگوں کو مؤمن کہا گیا ہے اور پھر ان ہی کو مسلمان بھی کہا گیا ہے۔ معزز لہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جسے ایمان بھی کہا جاتا ہے اور اسلام بھی لیکن یہ استدلال ضعیف ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ مؤمن تھے اور یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ہر مؤمن مسلمان ہوتا ہے۔ لیکن مسلمان مؤمن نہیں ہوتا۔ پس حال کی خصوصیت کی وجہ سے انہیں مؤمن مسلم کہا گیا ہے۔ اس سے عام طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر مسلم مؤمن ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کا مذہب ہے کہ جب اسلامی حقیقی اور سچا اسلام ہو تو اسلام ایمان ہے اور اس صورت میں ایمان اسلام ایک ہی چیز ہے۔ ہاں جب اسلام حقیقی طور پر یہ ہو تو بے شک اسلام ایمان میں فرق ہے۔ صحیح بخاری شریف کتاب الایمان ملاحظہ ہو (مترجم) پھر فرماتا ہے کہ ان کی آبادی

شاد بستیوں کو عذاب سے برباد کر کے انہیں سڑے ہوئے بد بودار کھنڈر بنا دینے میں مومنوں کے لئے عبرت کے پورے سامان ہیں جو عذاب خدا کا ڈر رکھتے ہیں۔ وہ اس نمونہ کو دیکھ کر اور اس زبردست نشان کو ملاحظہ کر کے پوری عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَفِي مُوسَى إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۖ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ

مَجْنُونٌ ۚ ۚ فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ۚ ۚ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا

عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۚ ۚ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالْترَمِيمِ ۚ ۚ وَفِي

ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۚ ۚ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ

الصُّعِقَةُ ۚ ۚ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۚ ۚ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُتَّصِرِينَ ۚ ۚ وَقَوْمَ

نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۚ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ ۚ ۚ

اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل (یعنی معجزہ) دے کر بھیجا۔ سو اس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا یہ ساحر ہے یا مجنون۔ سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) اور اس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر نارا مبارک آندھی بھیجی۔ جس چیز پر گزرتی تھی یعنی ان اشیاء میں سے کہ جن کے (ہلاک کا حکم تھا) اس کو بگاڑ دیتی تھی جیسے کوئی چیز گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ان سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں چمیں کر لو۔ سو (اس ڈرانے پر بھی) ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آ لیا اور وہ (اس عذاب کے آثار کو) دیکھ رہے تھے۔ سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا (یعنی اس سبب سے کہ) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے ○

۱۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مہمان سے دریافت کئے بغیر کھانے کا اہتمام اسی وقت ہونا چاہئے جبکہ مہمان کھانے کے وقت میں آئے اور اگر غیر وقت آیا تو اس سے معلوم کرنا ہی بہتر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کھا چکا ہو اور آپ بلا وجہ اہتمام کریں نیز مہمان سے کھانے کے متعلق یہ بھی دریافت کر لینا چاہئے کہ وہ پرہیزی کھانا تو نہیں کھاتا یا مرج وغیرہ کا تناسب کھانے میں کیا اسے مرغوب ہے اور کھانے کی کون سی چیز اسے پسندیدہ ہے اصل مقصود مہمان کو راحت پہنچانا ہے اور ظاہر ہے کہ راحت طبیعت کے موافق ہونے پر موقوف ہے غریب عوم ان اصول سے ناواقفیت کی بنا پر خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور اپنے مہمان کو بھی کبیدہ کرتے ہیں۔

۲۔ لفظ حلیم حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں بھی ارشاد ہوا اور فرعون کے لئے بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عین حالت مایوسی میں بھی مومن کی توبہ کے امکانات روشن اور واضح ہوتے ہیں بخلاف کافر کہ حالت یاس میں اس کا ایمان تک مقبول نہیں امام رازیؒ کی اس نکتہ پر نظر ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ فذنب الومن وقت ظهر الیاس مغفور و ایمان الکافر غیت مقبول۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون:

ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونوں کا واقعہ ہے۔ ہم نے ان کی طرف اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا۔ لیکن ان کے سردار فرعون نے جو تکبر کا مجسمہ تھا، حق کے ماننے سے انکار کر دیا اور ہمارے حکم کو لا پرواہی سے ٹال دیا۔ اس دشمن خدا نے اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ پر اپنے لشکر کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی اور فرعونوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ پس اس کا فرقا جرمعاند متکبر شخص کو ہم نے اس کے لشکر سمیت دریا میں غرق کر دیا۔ اسی طرح عادیوں کے سراسر عبرتناک واقعات بھی تمہارے گوش گزار ہو چکے ہیں۔ جن کی سیاہ کاریوں کے وبال میں ان پر بے برکت ہوائیں بھیجی گئیں۔ جن ہواؤں نے سب کے حلیے بگاڑ دیئے۔ ایک لپٹ جس چیز کی لگ گئی وہ گلی سڑی ہڈی کی طرح ہو گئی۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہوا دوسری زمین میں مسخر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو ہلاک کرنا چاہا۔ تو ہوا کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان کی تباہی کے لئے ہوائیں چلا دو۔ فرشتے نے کہا کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا روزن کر دوں جتنا نیل کا نتھنا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا نہیں اگر اتنا روزن کر دیا تو زمین کو اور اس کی کل کائنات کو الٹ دے گی بلکہ اتنا روزن کرو جتنا انگوٹھی کا حلقہ ہوتا ہے۔ یہ تھیں وہ ہوائیں کہ جہاں جہاں سے گزر گئیں تمام چیزوں کو تہ و بالا کرتی گئیں اس حدیث کا فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا تو منکر ہے سمجھ سے زیادہ قریب بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ یرموک کی لڑائی میں انہیں دو بورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے۔ ممکن ہے ان ہی میں سے بات آپ نے بیان فرمائی ہو۔ یہ ہوائیں جنوبی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مدد پر وہ ہواؤں سے کی گئی ہے اور عادی پچھوا ہواؤں سے ہلاک ہوئے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ثمودیوں کے حالات پر اور ان کے انجام پر غور کرو کہ ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک وقت مقررہ تک تو تم فائدہ اٹھاؤ۔ جیسے اور جگہ فرمایا۔ ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا۔ جس کے باعث سیاہ کاری کا بدلہ تھا۔ ان پر ان کے دیکھتے ہوئے عذاب الہی آ گیا۔ تین دن تک تو یہ انتظار میں رہے۔ عذاب کے آثار دیکھتے رہے۔ آخر چوتھے دن صبح ہی صبح رب کا عذاب دفعۃً آ پڑا۔ حواس باختہ ہو گئے۔ کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ اتنی بھی مہلت نہ ملی۔ کہ کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش تو کرتے۔ یا کسی اور طرح اپنے بچاؤ کی کچھ تو فکر کر سکتے۔ اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب چکھ چکی ہے۔ اپنی بدکاری اور کھلی نافرمانی کا خمیازہ وہ بھی بھگت چکی ہے۔ یہ تمام مفصل واقعات فرعونوں کے عادیوں کے ثمودیوں کے اس سے پہلے کئی سورتوں کی تفسیر میں کئی بار بیان ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿١٧﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمُهْدُونَ ﴿١٨﴾

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٩﴾ فَفِرُّوْا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ

مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢١﴾

اور ہم نے آسمانوں کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں اور ہم نے زمین کو فرش (کے طور پر) بنایا سو ہم کیسے اچھے بچانے والے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تاکہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو۔ تو تم اللہ ہی کی (توحید کی) طرف دوڑو اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو۔ میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف کھلا ڈرانے والا ہوں ○

یہ پوری کائنات:

زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر فرما رہا ہے۔ کہ ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے۔ اسے محفوظ اور بلند چھت بنا دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما 'مجاہد' قنادہ ثوری اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے بنایا ہے اور ہم کشادگی والے ہیں۔ اس کے کنارے ہم نے کشادہ کئے ہیں اور بے ستون اسے کھڑا کر دیا ہے اور قائم رکھا ہے۔ زمین کو ہم نے اپنی مخلوقات کے لئے بچھونا بنا دیا ہے اور بہت ہی اچھا بچھونا ہے۔ تمام مخلوق کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ جیسے آسمان و زمین دن رات سورج چاند خشکی تری اجالا اندھیرا ایمان کفر موت حیات نیکی بدی جنت دوزخ یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کے بھی جوڑے ہیں۔ یہ اس لئے کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔ تم جان لو کہ ان کا سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ بے شریک اور یکتا ہی ہے۔ پس تم اس کی طرف دوڑو۔ اپنی توجہ کامرکز صرف اسی کو بناؤ۔ اپنے تمام تر کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو۔ میں تو تم سب کو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔ خبردار خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میرے کھلم کھلا خوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ ۝٥١ اتَّوَصَّوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝٥٢ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ۝٥٣ وَذَكَرْنَاكَ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝٥٤ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝٥٥ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۝٥٦ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝٥٧ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝٥٨ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ۝٥٩

۵۱

اسی طرح جو کافر لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے پاس ایسا کوئی پیغمبر نہیں آیا جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو۔ کیا

۱۔ گویا کہ پوری کائنات ہماری بنائی ہوئی ہے کسی اور کی نہیں ذکر آسمان اور زمین کا خاص طور پر اس لئے آیا کہ زمین اور آسمان کے بارے میں دنیا پرستوں کی ہر بات ہے کوئی کہتا ہے کہ مادہ خود بخود پھیل گیا کسی کا کہنا ہے کہ غیر مخلوق ہیں کوئی ان کو مستقل دیوتا ہی مانتا ہے جیسا کہ آکاش دیوتا اور دھرتی ماتا آئن مجید نے ان سب کی تردید نہایت مختصر اور جامع انداز میں کر دی زمین کا صرف وہ فائدہ زیر بحث آیا جس سے عام انسان فائدہ اٹھاتے ہیں یعنی اس کا سطح ۱۰۰۰۰ میل سے زیادہ ہے اس سے کوئی فائدہ اور نہ ذکر کی کوئی حاجت۔

اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ (وجہ اس اجماع کی یہ ہوئی کہ) یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں اور سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان لانے والوں کو (بھی) نفع دے گا اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت قوت والا ہے۔ تو ان ظالموں کی (سزا کی) بھی باری (علم الہی میں) مقرر ہے۔ جیسے ان کے (گزشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی۔ سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں۔ غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ○

تخلیق جن و انس کا مقصد:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں سے یہی کہا ہے۔ کافروں کا یہ قول سلسلہ بہ سلسلہ یونہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتے ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتابی میں یہ سب یکساں ہیں۔ اس لئے جو بات پہلوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب ایک سے ہیں۔ پس آپ چشم پوشی کیجئے۔ یہ مجنون کہیں جادوگر کہیں آپ صبر و تحمل سے سن لیں۔ ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیے۔ خدا کی باتیں پہنچاتے چلے جائیے۔ جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک دن راہ پر لگ جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی ضرورت کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ صرف اس لئے کہ میں انہیں ان کے نفع کے لئے اپنی عبادت کا حکم دوں۔ وہ طوعاً و کرہاً میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں۔ مجھے پہچانیں۔ حضرت سدی فرماتے ہیں: بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں دیتیں۔ قرآن میں ایک جگہ ہے کہ اگر تم

۱۔ مجنون تو اس لئے کہتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کا انہماک اپنے ذہنی و تبلیغی مشاغل میں اس طرح ہوتا ہے کہ وہ پوری دنیا سے غافل نظر آتے ہیں دنیائی کو سب سمجھنے والے یعنی دنیا پرست اگر اس مبارک و مسعود حالت کو اپنی کورنجی کی وجہ سے جنون سے تعبیر نہ کرتے تو اور کیا کرتے اور جب حضرات انبیاء علیہم السلام کا کلام عالی اثر انداز ہوتا اور کل کے مخالفین آج کے یکے گہرے دوست ہوتے تو ساحر کے لقب سے یاد کرتے گویا کہ عمل و اخلاص کی تاثیر ان کی نظر میں سحر تھی اور پیکر عمل و اخلاص و جدوجہد مسلسل مجنون تھے۔ والعیاذ باللہ۔

۲۔ ظاہر ہے کہ عبادت سے اس موقع پر مراد صرف پانچ وقت کی نماز ایک ماہ کے روزے سالانہ زکوٰۃ اور بشرط استطاعت حج نہیں اگرچہ یہ بھی عبادات ہیں اور نہایت اہم دنیاوی عبادات ہیں بلکہ مطلوب پوری زندگی کو عبادت بنادینا ہے چنانچہ پھرنا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سونا جاگنا بیوی بچوں کے تعلقات ماں باپ سے تعلق عزیز اقارب سے مراسم پڑوسیوں سے روابط مسلمانوں سے معاملات تجارت کاروبار لین دین لباس معاشرت اور بول چال سب ہی کچھ عبادت بن کر رہ جائے اور یہ کوئی بڑا اہم کام یا دشوار گزار مرحلہ نہیں بہت معمولی کام ہے بشرطیکہ کرنے کا ارادہ کیا جائے آپ کھاتے ہیں شکم سیری یقیناً ہوتی ہے اگر اس کو مسنون طریقہ سے کھائیے یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لیجئے کلی کر لیجئے بسم اللہ سے شروع کیجئے فراغت پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ہاتھ دھو کر کلی ایک مرتبہ اور کر لیجئے یعنی بس یہی عبادت ہوگئی اگر آپ نظافت پسند تھے تو یہی سب کچھ صفائی و نظافت کے خیال سے کرتے اب ان ہی چیزوں کو شریعت کا حکم سمجھ کر لیا تو یہی عبادت ہے پانی لیجئے بسم اللہ کر کے پیچھے بیٹھ کر پیچھے تین گھونٹ کیجئے یہی پانی کا استعمال عبادت ہو جائے گا اور پھر ارحم الراحمین کی رحمت و کرم کہ اس طرح پانی کو استعمال بھی اعتبار سے بھی ہمارے لئے مقید لیکن اس پر بھی ہم کو اجر ایسے جو آدمی وہاب عطا کنندہ کہاں ملتے ہیں بیوی بچوں کو کون نہیں کھلاتا پلاتا لیکن ان کے ساتھ تمام معاملات شرعی حدود میں رہ کر عبادت ہی عبادت ہے گویا کہ ہم خرماد و ہم ثواب ماں باپ سے کس شرف اولاد کو اطاعت کا تعلق نہیں =

ان کافروں سے پوچھو کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ تو گویہ بھی عبادت ہے۔ مگر مشرکوں کو کام نہ آئے گی۔ غرض عابد سب ہیں خواہ عبادت ان کے لئے نافع ہو یا نہ ہو اور حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں اس سے مراد مسلمان انسان اور مؤمن جنات ہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں پڑھایا ہے: اِنِّیْ اَنَا الْوَزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِّیْنُ یہ حدیث ابو داؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اب اس کی عبادت اخلاص کے ساتھ جو بجالائے گا کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا تو وہ مؤمن ہے اور اگر اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا۔ تو وہ بدترین سزائیں بھگتے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاج ہے بلکہ محض بے سرو پا اور سراسر فقیر ہے۔ خالق رازق صرف خدا تعالیٰ ہی ہے۔ مسند احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا۔ میں تیرا سینہ تو نگری اور بے نیازی سے پر کردوں گا اور تیری فقیری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث شریف ہے۔

امام ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں لڑکے حضرت حبہ اور حضرت سواہؓ فرماتے ہیں۔ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے یا غالباً کوئی دیوار تعمیر فرما رہے تھے یا کسی چیز کو درست فرما رہے تھے۔ ہم بھی اسی کام میں لگ گئے۔ جب کام ختم ہوا تو آپ نے ہمیں دعادی اور فرمایا سر ہل جانے تک روزی سے مایوسی نہ ہونا۔ دیکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بوٹی ہوتا ہے۔ بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا۔ پھر خدا تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے (مسند احمد) بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس تو اس سے غفلت نہ کر۔ تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر۔ مجھے ڈھونڈنا کہ مجھے پالے۔ جب تو نے مجھے پالیا تو یقیناً جان کہ تو نے سب کچھ پالیا اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا۔ سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہئے۔ پھر فرماتا ہے یہ کافر میرے عذاب کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کر ہی رہیں گے۔ جیسے ان سے پہلے کافروں کو پہنچے۔ قیامت کے دن جس دن ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی۔

تفسیر سورہ طور مکہ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورہ الطور پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قراءت والا میں نے تو کسی کو نہیں سنا (موطا مالک) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں زمانہ حج میں بیمار تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ نے فرمایا تم سواری پر ہو کر لوگوں کے

= ہوتا لیکن اس اقتضا طبعی کو تقاضائے شرعی سمجھ کر کرنا عبادت ہے اس دنیا کی زندگی میں لباس کس کی سب سے بڑی ضرورت نہیں لیکن لباس مطابق شریعت کر لینا ہی آپ کی عبادت ہے آپ کو ہر مرحلہ پر لین دین کے مراحل کہاں پیش نہ آتے ہوں گے؟ یقیناً دو چار ہونا پڑتا ہوگا انہیں احکام شریعت کے مطابق طے کرنا ہی عبادت ہے بس انہی اغراض میں شریعت کے احکام کو امام بنانا عبادت ہے گویا کہ چھوٹی سی چھوٹی ضرورت اور بڑی سے بڑی احتیاج میں احکام شریعت ہی پر نظر رکھنا اور ان کے مطابق عمل کرنا ہی عبادت ہے اب آپ سمجھے ہوں گے کہ عبادت کا کیا مفہوم ہے اور انسان کی تخلیق سے خدائے کائنات عز اسمہ کا کیا مقصد ہے۔

پیچھے پیچھے طواف کرلو۔ چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ (بخاری)

سُوْرَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَارْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: ﴿١﴾ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٢﴾ كَلَّ آيَاتٍ ۴۹

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالطُّورِ ۱ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۲ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۳ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۴ وَالسَّعْفِ
الْمَرْفُوعِ ۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۶ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۷ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۸ يَوْمَ تَمُورُ
السَّمَاءُ مَوْرًا ۹ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۱۰ قَوْلٌ يَوْمٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۱۱ الَّذِينَ هُمْ فِي
خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۱۲ يَوْمَ يُدْعُونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً ۱۳ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا
تُكَذِّبُونَ ۱۴ أَفَسِحْرُ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۱۵ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا
سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُحْزَنُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۱۶

قسم ہے طور پہاڑ کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ پر لکھی ہے اور (قسم ہے) بیت المعمور کی اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے) اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے) بڑ ہے کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (اور) یہ اس روز واقع ہوگا جس روز آسمان تھر تھرانے لگے گا اور یہ پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جائیں گے۔ تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں ان کی اس روز کم بختی آئے گی جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے کے لادیں گے یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ بھی سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا۔ اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا تمہارے حق میں برابر ہیں۔ جیسا تم

کرتے ہو ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا ○

بے شک وہ دن آنے والا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں فرماتا ہے کہ اس کا عذاب ہو کر ہی رہے گا۔ جب وہ آئے گا کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اسے ہٹا سکے۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت ہوں۔ جیسے وہ پہاڑ جس پر اللہ

تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا اور جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا اور جو خشک پہاڑ ہوا سے جل کہا جاتا ہے۔ طور نہیں کہا جاتا: کِتَابٌ مَّسْطُورٌ سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا خدا کی لکھی ہوئی اتاری ہوئی کتابیں ہیں۔ جو انسانوں کے لئے نازل کی جاتی ہیں۔ اسی لئے ساتھ ہی فرمادیا کھلے ہوئے اوراق میں بیت المعمور کی بابت معراج والی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ساتویں آسمان سے آگے بڑھنے کے بعد مجھے بیت المعمور دکھایا گیا۔ جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت خدا کے لئے جاتے ہیں۔ دوسرے دن اتنے ہی اور لیکن جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔ جس طرح زمین پر کعبۃ اللہ کا طواف ہوتا ہے اسی طرح آسمانیوں کے طواف اور عبادت کی جگہ وہ ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں۔ (اس میں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ چونکہ خلیل خدا بانی بیت اللہ تھے جن کے ہاتھوں زمین میں کعبہ خدا بناتا تھا تو انہیں وہاں بھی اس کعبے سے لگے ہوئے آپ نے دیکھا۔ تو گویا اس عمل کی جزا اسی جیسی پروردگار نے اپنے خلیل کو دی) یہ بیت المعمور ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر ہے اور ہے ساتویں آسمان پر۔ یوں تو ہر آسمان پر ایک ایسا گھر ہے جہاں اس آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پہلے آسمان پر جو ایسی جگہ ہے اس کا نام بیت العزت ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان میں ایک گھر ہے۔ جسے معمور کہتے ہیں۔ جو کعبہ کی سمت میں ہے۔ چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیوان ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ہر روز اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور نکل کر بدن جھاڑتے ہیں۔ جن سے ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں۔ ایک ایک قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے نہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں اور نماز ادا کریں۔ پھر وہ وہاں سے نکل آتے ہیں۔ اب انہیں دوبارہ جانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ان کا ایک سردار ہوتا ہے جسے حکم ہوتا ہے کہ انہیں لے کر کسی اور جگہ کھڑا ہو جائے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے بیان میں لگ جاتے ہیں۔ قیامت تک ان کا یہی شغل رہتا ہے۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ اس کے راوی روح بن صباح اس میں منفرد ہیں۔ حافظوں کی ایک جماعت نے ان پر اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ جیسے جوز جانی عقیلی حاکم وغیرہ امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری اسے بالکل بے اصل بتلاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ بیت المعمور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے اسے صراح کہا جاتا ہے۔ کعبہ کے ٹھیک اوپر ہے۔ جس طرح زمین کا کعبہ عزت کی جگہ ہے۔ اسی طرح وہ آسمانوں میں معزز ہے۔ ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن جو آج گئے تھے ان کی باری قیامت تک پھر نہیں آتی کیونکہ فرشتوں کی تعداد ہی اس قدر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والے ابن کواڑ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ یہ عرش کے محاذ میں ہے۔ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المعمور کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں۔ فرمایا وہ آسمانی کعبہ ہے اور زمینی کعبے کے بالکل اوپر ہے۔ ایسا کہ اگر وہ گرے تو اسی پر گرے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں۔ جن کی باری قیامت تک پھر نہیں آتی۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں۔ یہ فرشتے ابلیس کے قبیلے کے جنات میں سے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اونچی چھت سے

۱۔ بعض مفسرین نے اس موقع پر طور سے صرف مطہر پہاڑ مراد لیا ہے جس پر خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا تھا اگرچہ عام مفسرین کی رائے میں عام پہاڑ مراد ہیں ان تمام چیزوں کا ذکر فرمانے سے بتانا یہ مقصود ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ بزبان حال قیامت کی اطلاع محاسبہ اعمال کی خبر اور جزائے اعمال کی پیش گوئی کر رہے ہیں۔

۲۔ اور یہی صحیح ہے کہ یہ حدیث قطعا روایت کے خلاف اور روایت کے اعتبار سے پست و سطحی ہے۔

مراد آسمان ہے۔ جیسے اور جگہ ہے: وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ مَقْفًا مَّحْفُوظًا (سورہ انبیاء: ۳۲) ربیع بن انس فرماتے ہیں مراد اس سے عرش۔ اس لئے کہ وہ تمام مخلوق کی چھت ہے۔ اس قول کی توجیہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ مراد عام ہونہ بحر مسجور سے مراد وہ پانی ہے جو عرش تلے ہے جو بارش کی طرح بر سے گا۔ جس سے قیامت کے دن مردے اپنی اپنی قبروں سے جی اٹھیں گے۔ جمہور کہتے ہیں یہی عام دریا مراد ہیں۔ انہیں جو مسجور کہا گیا ہے یہ اس لئے کہ قیامت کے دن ان میں آگ لگا دی جائے گی۔ جیسے اور جگہ ہے: وَإِذَا الْبُحَارُ اسْتَجْرَتْ (سورہ طور: ۶) جبکہ دریا بھڑکا دیئے جائیں گے اور جو ان میں آگ لگ جائے گی۔ جو پھیل کر تمام اہل محشر کو گھیر لے گی۔ حضرت علی ابن بدر کہتے ہیں کہ بھڑکتے ہوئے دریا اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کا پانی پینے کے کام آئے اور نہ کھیتی کو دیا جائے۔ یہی حال قیامت کے دن دریاؤں کا ہوگا۔ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دریا بہتا ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دریا پُر شدہ۔ ادھر ادھر جاری۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مسجور سے مراد فارغ یعنی خالی ہے کوئی لوٹھی پانی لینے کو جائے پھر لوٹ کر کہے کہ حوض مسجور ہے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ خالی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اسے زمین سے روک دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ڈبونہ دے۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر رات تین مرتبہ دریا اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو تمام لوگوں کو ڈبودوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسے روک دیتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک بزرگ مجاہد جو سمندر کی سرحد کے لشکریوں میں سے تھے۔ وہ جہاد کی تیاری میں وہیں رہتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں چوکیداری کے لئے نکلا اس رات کوئی اور پہرے پر نہ تھا میں گشت کرتا ہوا میدان میں پہنچا اور وہاں سے سمندر پر نظریں ڈالیں گویا سمندر پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہا ہے۔ بار بار یہی نظارہ میں نے دیکھا۔ میں نے حضرت ابوصالح سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے بروایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوپر کی حدیث مجھے سنائی۔ لیکن اس سند میں ایک راوی مبہم ہے۔ جس کا نام نہیں لیا گیا۔ ان قسموں کے بعد اب جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں۔ ان کا بیان ہو رہا ہے کہ کافروں کو جو عذاب خدا ہونے والا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہے۔ جب وہ آئے گا کسی کے بس میں اس کا روکنا نہ ہوگا۔ اب الی الدنیا میں ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر کی دیکھ بھال کے لئے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کا قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی۔ وہ سورہ والطور پڑھ رہے تھے۔ آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ یہ کعبہ کی قسم سچی ہے۔ پھر اپنے گدھے سے اتر پڑے اور دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔ دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے۔ لیکن خدا کے کلام کی اس پر اثر آیت سے رقت و گریہ کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیماری پر سی کے لئے آتے تھے۔ گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی۔ اسی وقت بجلی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے۔ چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ اس دن آسمان تھر تھرائے گا پھٹ جائے گا۔ چکر کھانے لگے گا پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے۔ ہٹ جائیں گے۔ ادھر کے ادھر ہو جائیں گے۔ کانپ کانپ کر ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ آخر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اڑ جائیں گے اور بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ اس دن ان لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے۔ ویل و حسرت خرابی و ہلاکت ہوگی۔ خدا کا عذاب فرشتوں کی مارِ جہنم کی آگ ان کے لئے ہوگی۔ جو دنیا میں مشغول تھے

۱۔ اس طرح کی احادیث سے انسان کو یہ سمجھنا کہ کائنات پر انسان کا یہ قیام محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی وجہ سے ورنہ کہاں سمندر کی یہ ہلاکت خیز موجیں اٹھیں جہاں ایک کمزور مخلوق انسان کی حفاظت پس صرف خدا ہی کا فضل ہے اور کچھ نہیں۔

اور دین کو ایک کھیل تماشا مقرر کر رکھا تھا۔ اس دن انہیں دھکے دے دے کر نار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہیں گے کہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے۔ پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ۔ یہ تمہیں ہر طرف سے گھیرے گی۔ اب اس کے عذاب کی تمہیں طاقت ہو یا نہ ہو۔ ہائے وائے کرو خواہ خاموش رہو۔ اسی میں پڑے جھلٹے رہو گے۔ کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی۔ کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے۔ یہ خدا کا ظلم نہیں۔ بلکہ صرف تمہارے اعمال بد کا بدلہ ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۖ فَيَكْنِئْنَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَّهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ ۱۸ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ۱۹ ۖ مُتَّكِئِينَ عَلَى سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝ ۲۰

متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں میں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) ان کو جو چیزیں ان کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلہ میں تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم ان کا گوری گوری بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں) سے بیاہ کر دیں گے ○ جنت و نعیم:

اللہ تعالیٰ نیک بختوں کے انجام بیان فرما رہا ہے کہ عذاب و سزا سے محفوظ کر کے جنتیوں میں پہنچا دیے گئے۔ جہاں کی بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرح خوش حال خوش دل ہیں۔ قسم قسم کے ماکولات، مشروبات بہترین لباس، عمدہ عمدہ سواریاں بلند و بالا مکانات اور ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہیں۔ کسی قسم کا ڈر خوف نہیں۔ خدا تعالیٰ فرما چکا ہے کہ تمہیں میرے عذاب سے نجات مل گئی۔ غرض دکھ سے دور سکھ سے سرور، راحت و لذت میں محمور ہیں۔ جو چیز سامنے آتی ہے وہ ایسی ہے جسے نہ کسی کان نے سنا ہو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو۔ نہ کسی دل پر خیال گزرا ہو۔ پھر خدا کی طرف سے بار بار مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے رہو۔ خوش گوار خوش ذائقہ بے تکلف مزیدار مرغوب چیزیں تمہارے لئے مہیا ہیں۔ پھر ان کا دل خوش کرنے حوصلہ بڑھانے اور طبیعت میں امنگ پیدا کرنے کے لئے ساتھ ہی اعلان ہوتا ہے کہ یہ تو تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو تم اس جہان میں کر آئے ہو۔ مرصع اور جڑاؤ شاہانہ تخت پر بڑی بے فکری اور فارغ البالی سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ستر ستر سال گزر جائیں گے۔ انہیں ضرورت نہ ہوگی کہ انھیں یا بلیں جلیں، بے شمار سلیقہ شعار ادب دان خدام ہر طرح کی خدمت کے لئے کمر بستہ۔ جس چیز کو جی چاہے آن کی آن میں موجود۔ آنکھوں کا نور دل کا سرور و افراد موفور سامنے بے انتہا خوبصورت، خوب سیرت گورے گورے پنڈے والی اور بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی بہت سی حوریں، پاک دل عفت مآب عصمت کوش، دل بہلانے اور خواہش پوری کرنے کے لئے سامنے کھڑی۔ ہر ہر نعمت و رحمت ہر طرف بکھری ہوئی۔ پھر بھلا انہیں کس چیز کی کمی؟ ستر سال کے بعد جب دوسری جانب مائل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں اور ہی منظر ہے۔ ہر چیز نئی ہے۔ ہر نعمت پر جو بن ہے۔ اس طرف کی حوروں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے نور کی چکاچوند حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ ان کی پیاری پیاری بھولی بھالی شکلیں اچھوتے پنڈے اور کنوارے پتے کی شرمیلی نظریں اور جوانی کا بانگین دل پر مقناطیسی اثر ڈالتا ہے۔ جنتی کچھ کہے اس سے پہلے ہی

وہ اپنی شیریں کلامی سے عجیب انداز سے کہتی ہیں، شکر ہے کہ آپ کا التفات ہماری طرف بھی ہوا۔ غرض اسی طرح من مانی نعمتوں میں مست ہو رہے ہیں۔

پھر ان جنتیوں کے تحت باوجود قطار وار ہونے کے اس طرح نہ ہوں گے کہ کسی کو کسی پیٹھ ہو۔ بلکہ آمنے سامنے ہوں گے جیسے اور جگہ ہے: وَ عَلٰی سُرِّ مُتَقَابِلِیْنَ تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے ان کے نکاح میں حوریں دے رکھی ہیں جو کبھی دل میلانہ کریں۔ جب آنکھ پڑے جی خوش ہو جائے اور ظاہری خوبصورتی کی تو کسی سے تعریف ہی کیا ہو سکتی ہے؟ ان کے اوصاف کے بیان کی حدیثیں وغیرہ کئی مقامات پر گزر بھی چکی ہیں۔ اس لئے انہیں یہاں وارد کرنا کچھ چنداں ضروری نہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۖ ۚ۱۱ وَ أَمَدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۚ ۚ۱۲ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْتِيمٌ ۚ ۚ۱۳ وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ غُلَمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ۚ ۚ۱۴ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۚ ۚ۱۵ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۚ ۚ۱۶ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدَّنَا عَذَابَ السَّمُومِ ۚ ۚ۱۷ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۚ ۚ۱۸

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کو (کفریہ) میں مجبوس (فی النار) رہے گا اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کا مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھنڈی بھی کریں گے۔ اس میں نہ بک بک لگے گی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور ان کے پاس ایسے بڑے کے آئیں جائیں گے۔ جو خالص ان ہی کے لئے ہوں گے۔ گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر یعنی دنیا میں انجام کار سے بہت ڈرا کرتے۔ سو خدا نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس سے دعا مانگا کرتے تھے۔ واقعی وہ بڑا احسن مہربان ہے ○

برکاتِ ایمان:

اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل و کرم اور لطف و رحم اپنے احسان اور انعام کا بیان فرماتا ہے کہ جن مومنوں کی اولاد بھی ایمان میں

اپنے باپ دادوں کی راہ لگ جائیں۔ لیکن اعمالِ صالحہ میں اپنے بڑوں سے کم ہوں پروردگار ان کے نیک اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر انہیں ان کے بڑوں کے درجے میں پہنچا دے گا تا کہ بڑوں کی آنکھیں چھوٹوں کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کے پاس ہشاش بشاش رہیں۔ ان کے عملوں کی بڑھوتری ان کے بزرگوں کے اعمال کی کمی سے نہ کی جائے گی۔ بلکہ محسن و مہربان خدا انہیں اپنے معمور خزانوں میں سے عطا فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں ایک مرفوع حدیث بھی اس مضمون کی موجود ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب جنتی شخص جنت میں جائے گا اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ جواب ملے گا کہ وہ تمہارے مرتبہ تک نہیں پہنچے۔ یہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تو اپنے لئے اور ان کے لئے نیک اعمال کئے تھے۔ چنانچہ حکم دیا جائے گا اور انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہ بھی روایت کہ جنتیوں کی جس اولاد نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے وہ تو ان کے ساتھ ملا دی جائے گی لیکن ان کے جو چھوٹے بچے انتقال کر گئے تھے۔ وہ بھی ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، شعیب، سعید بن جبیر، ابراہیم، قتادہ، ابوصالح، ربیع بن انس، شاک بن زید بھی یہی کہتے ہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی کو پسند کرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو بچوں کی نسبت دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔ تو آپ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں۔ پھر جب ام المؤمنین کو غمگین دیکھا۔ تو فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تمہارے دل میں ان کا بغض ہو جاتا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر میرا بچہ جو آپ سے ہوا وہ کہاں ہے آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے۔ مؤمن مع اپنی اولاد کے جنت میں ہیں اور کافر اپنی اولاد سمیت جہنم میں ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ یہ تو ہوئی باں باپ کے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے اولاد کی رعایت۔ اب اولاد کی دعا خیر کی وجہ سے ماں باپ کی بزرگی ملاحظہ ہو۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا درجہ جنت میں دفعتاً بڑھاتا ہے۔ وہ دریافت کرنا ہے کہ خدایا میرا یہ درجہ کیسے بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا۔ اس بنا پر میں نے تیرا درجہ بڑھا دیا۔ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے۔ گو بخاری مسلم میں ان لفظوں سے نہیں آئی لیکن اس جیسی ایک روایت صحیح مسلم میں اس طرح موجود ہے کہ ابن آدم کے مرتے ہی اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل کہ وہ مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم دین جن سے نفع پہنچتا رہے (۳) نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعائے خیر کرتی رہے چونکہ یہاں بیان ہوا تھا کہ مؤمنوں کی اولاد کے درجے بلا عمل بڑھا دیئے جاتے ہیں۔ تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اس فضل کے بعد اپنے عدل کا بیان فرماتا ہے کہ کسی کو کسی کے اعمال میں پکڑا نہ جائے گا۔ بلکہ ہر شخص اپنے اپنے عمل میں رہن ہوگا۔ باپ دادا کا بوجھ بیٹے پر اور بیٹے کا بوجھ باپ پر نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے: کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ..... (سورہ مدثر: ۳۸) ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے۔ مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پہنچے

۱۔ یہ اس وجہ سے تصریح فرمائی گئی کہ شاید بعض قاری یہ سمجھیں کہ اولاد کو اسلافِ صالحین کے اعمال کے اجر سے چھ دے دیا جائے اور اس طرح ان صالحین کے اجر میں کم آجائے خدا تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اولاد کو اجر محض ہم اپنے فضل و کرم سے دیں گے جو ان کے آباء کے حسن عمل کی برکت ہوگی کسی کے اجر سے کاٹ کر دینا ہماری شان رحیمی کے قطعاً خلاف ہے نیز ذریت کے لفظ سے صرف اولاد بھی مراد نہیں بلکہ تمام ہی اعزہ و اقارب ہیں جیسا کہ ایک حدیث صحیح سے ثابت ہے ہاں ان تمام کاموں کا مومن ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس قید کو اہتمام سے ذکر کیا ہے عمل میں بے شک یہ اپنے اسلاف سے پیچھے ہوں گے گویا کہ مؤمنین کو بشارت ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ وہ جنت میں چلے جائیں اور ان کی اولاد جہنم میں ہو اور اس طرح ان کا لفظ کرکرا ہو جائے۔

ہیں وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے گنہگاروں سے دریافت کرتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان جنتیوں کو قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے گوشت دیئے جاتے ہیں۔ جس چیز کو جی چاہے جس پر دل آئے وہ یک دم موجود ہو جاتی ہے۔ شراب طہور کے چھلکتے ہوئے جام ایک دوسرے کو پلا رہے ہیں۔ جس کے پینے سے سرور اور کیف اور بہار حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بد زبانی یہودہ گوئی نہیں ہوتی۔ ہذیان نہیں بکتے بے ہوش نہیں ہوتے۔ سچا سرور اور پوری خوشی حاصل۔ بک جھک سے دور۔ گناہ سے غافل باطل و کذب سے دور۔ غیبت و گناہ سے نفور۔ دنیا میں شرابیوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ ان کے سر میں چکر پیٹ میں درد۔ عقل غائب، بکواس بہت، بوہری چہرے، بے رونق، اسی طرح شراب کہ بد ذائقہ اور بد بو۔ یہاں جنت کی شراب ان تمام گندگیوں سے کوسوں دور ہے۔ یہ رنگ میں سفید، پینے میں خوش ذائقہ۔ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں۔ نہ بک جھک ہو۔ نہ بھکیں نہ بھکیں نہ سر درد ہو نہ اور کسی طرح ضرر پہنچائے۔ ہنسی خوشی اس پاک شراب کے جام پی پلا رہے ہوں گے۔ ان کے غلام کمسن نو عمر بچے جو حسن و خوبی میں ایسے ہیں جیسے مروارید ہوں اور وہ بھی ڈبے میں بند رکھے گئے ہوں۔ کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو اور ابھی ابھی تازے تازے نکالے ہوں۔ ان کی آبداری صفائی چمک دمک روپ رنگ کا کیا پوچھنا؟ لیکن ان غلامان کے حسین چہرے انہیں بھی ماند کر دیتے ہیں اور جگہ یہ مضمون ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے: يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانِ مُخَلَّدُونَ..... (سورہ واقعہ: ۱۷) یعنی ہمیشہ نو عمر اور کم سن رہنے والے چھوٹے بچے آب خورے آفتابے اور ایسی شراب صاف کے جام جن کے پینے سے نہ درد سر ہو اور نہ بھکیں اور جس قسم کا میوہ یہ پسند کریں اور جس پرند کا گوشت یہ چاہیں ان کے پاس بار بار لانے کے لئے ہر طرف کمر بستہ پھر رہے ہیں۔ اس دور شراب کے وقت آپس میں گھل مل کر طرح طرح کی باتیں کریں گے۔ دنیا کے احوال یاد آئیں گے۔ کہیں گے کہ ہم دنیا میں جب اپنے اعزہ واقارب میں تھے تو اپنے رب کے آج کے دن کے عذاب سے سخت لرزاں و ترساں تھے۔ الحمد للہ رب نے ہم پر خاص احسان کیا اور ہمارے خوف کی چیز سے ہمیں امن دیا۔ ہم اسی سے دعا کریں اور التجائیں کرتے ہیں۔ اس نے ہماری دعا قبول فرمائی اور ہمارا سوال پورا کر دیا۔ یقیناً وہ بہت ہی نیک سلوک اور رحم والا ہے۔ مسئلہ بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی اپنے دوستوں سے ملنا چاہے گا۔ تو ادھر اس دوست کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہوگی۔ اس کا تخت اڑے گا اور راستہ میں دونوں مل جائیں گے۔ اپنے اپنے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کرنے لگیں گے۔ دنیا کے ذکر چھیڑیں گے اور کہیں گے کہ فلاں دن فلاں جگہ ہم نے اپنی بخشش کی دعا مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا۔ اس حدیث کی سند کمزور ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو یہ دعا پڑھی: اَللّٰهُمَّ مَنْ عَلَيْنَا وَقَنَا عَذَابَ السَّمُومِ اِنَّكَ اَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ حضرت عائشہ راوی حدیث سے پوچھا گیا کہ اس آیت کو پڑھ کر یہ دعا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نماز کے اندر مانگی تھی؟ جواب دیا کہ ہاں۔

فَذَكَرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُوْنٍ ۝۳۱ اَمْ يَقُولُوْنَ شَاعِرٌ تَتَرَبَّصُ

بِهٖ رَبِّبَ الْمُنُوْنِ ۝۳۲ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝۳۳ اَمْ تَأْمُرُهُمْ

اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاعُوْنَ ۝۳۴ اَمْ يَقُولُوْنَ تَقُوْلُهٗ بَلْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۵

فَلْيَاثُوا بِحَدِيثِ مَثَلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ﴿٢٤﴾

تو آپ سمجھاتے رہے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں (جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں) ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ مغلط ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں۔ ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر (اس دعویٰ میں) یہ سچے ہیں۔ ○

تبلیغ اور مسلسل جدوجہد:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں۔ ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ کی صفائی کرتا ہے۔ کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ دین خدا کی تبلیغ کیجئے۔ الحمد للہ آپ نہ تو جنات والے ہیں۔ نہ جنوں والے۔ پھر کافروں کا قول نقل فرماتا ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ایک شاعر ہیں انہیں کہنے دو جو کہہ رہے ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی سی کون کہے گا؟ ان کا یہ دین ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا جواب دینے کو فرماتا ہے کہ اچھا ادھر تم انتظار کرتے ہو ادھر میں بھی منتظر ہوں۔ دنیا دیکھ لے گی کہ انجام کار غلبہ اور لازوال کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے۔ دارالندوہ میں قریش کا مشورہ ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی مثل اور شاعروں کے ایک شعر گو ہیں۔ انہیں قید کر لو۔ وہیں یہ ہلاک ہو جائیں گے۔ جس طرح زہیر اور نابغہ شاعروں کا حشر ہوا۔ اس پر یہ آیتیں اُتریں۔ پھر فرماتا ہے کیا ان کی دانائی انہیں یہی سمجھاتی ہے؟ کہ وہ باوجود جاننے کے پھر بھی تیری نسبت غلط افواہیں اڑائیں اور بہتان بازی کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے سرکش گمراہ اور عناد رکھنے والے لوگ ہیں۔ دشمنی میں آ کر واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ کو بلاوجہ برا بھلا کہتے ہیں۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود آپ بنا لیا ہے؟ فی الواقع ایسا تو نہیں۔ لیکن ان کا کفر ان کے منہ سے یہ غلط اور جھوٹ بات نکلوا رہا ہے۔ اگر یہ سچے ہیں تو پھر یہ خود بھی مل جل کر ہی ایک ایسی بات بنا کر دکھادیں۔ یہ کفار قریش تو کیا اگر ان کے ساتھ روئے زمین کے جنات و انسان مل جائیں جب بھی اس قرآن کی نظیر سے سب عاجز رہیں گے اور قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی قیامت تک نہیں بنالا سکتے۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٢٥﴾ أَمْ خَلِقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يَؤْقِنُونَ ﴿٢٦﴾

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصِيطِرُونَ ﴿٢٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ﴿٢٨﴾

فَلْيَاثُ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٠﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ

أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَعْرَمٍ مَقْتُلُونَ ﴿٣١﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يُرِيدُونَ

كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٧﴾ اٰمَلْتُمْ اَلَّا يَخْلُقَ اللّٰهُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٨﴾

کیا یہ لوگ بدوں کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ (بوجہ جہل کے تو حید کا) یقین نہیں لاتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ اس محکمہ (نبوت کے) حاکم ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر وہ چڑھ کر آسمان کی باتیں سن لیا کرتے ہیں تو ان میں جو (وہاں کی) باتیں سن آتا ہے وہ (اس پر) کوئی صاف دلیل پیش کرے کہ خدا کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ بلیغ احکام کا مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سو یہ کافر خود ہی (اس) برائی میں گرفتار ہوں گے۔ کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے ○

سلطان مسبین:

تو حیدر بو بیت اور تو حید الوہیت کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ فرماتا ہے کیا یہ بغیر موجد کے موجود ہو گئے؟ یا یہ خود اپنے موجد آپ ہیں؟ دراصل دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ کچھ نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا۔ حضرت جبیر بن معظم فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ والطور کی تلاوت کر رہے تھے میں کان لگائے سن رہا تھا۔ جب آپ مُصِطَرُوْنَ تک پہنچے تو میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا میرا دل اڑا جا رہا ہے (بخاری)۔ بدری قیدیوں میں یہ جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آئے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ کافر تھے۔ قرآن پاک کا سننا ان کے اسلام کا ذریعہ بن گیا پھر فرماتا ہے کیا آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے یہ ہیں؟ یہ بھی نہیں بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ خود ان کا اور کل مخلوقات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر بھی یہ اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے۔ پھر فرماتا ہے کہ دنیا میں تصرف ان کا ہے؟ ہر چیز کے خزانوں کے مالک کیا یہ ہیں؟ یا کیا مخلوق کے محاسب یہ ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ مالک و متصرف صرف اللہ عز و جل ہی ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہے کر گزرے۔ پھر فرماتا ہے کیا اونچے آسمان تک چڑھ جانے کا کوئی زینہ ان کے پاس ہے؟ اگر یوں ہے تو ان میں سے جو وہاں پہنچ کر کلام سن آتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال کی کوئی آسمانی دلیل پیش کرے۔ لیکن نہ وہ پیش کر سکتا ہے نہ وہ کسی حقانیت کے پابند ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ کیا حماقت ہے کہ اپنے لئے تو لڑکیاں ناپسند کریں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کریں۔ انہیں اگر معلوم ہو جائے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو غم

ان مبارک الفاظ سے دہریت پر پوری ضرب لگادی گئی یہی تو کہتے ہیں کہ ہم اور یہ عالم خود ہی پیدا ہو گیا حالانکہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز ممکن ہے یعنی نہ اس کا ہونا اور نہ ہی نہ ہونا ضروری اور ایسی چیزوں کو وجود میں لانے کے لئے کوئی طاقت ہونی چاہئے جو ان کے عدم پر ان کے وجود کو ترجیح دے تھوڑی دیر کے لئے سوچنے کے ایک معمولی میز یا کرسی معدوم ہے تاوقتیکہ نجار و بڑھئی ان کے عدم پر ان کے وجود کو ترجیح نہ دے وہ وجود میں کیسے آسکتے ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ ہر جگہ عقل ہی کو امام بنانے والے ان مسائل میں یہ بے تکی اور بے عقلی کی باتیں کیسے کرتے ہیں ایک جماعت فلاسفہ کی ایسی بھی گزری ہے کہ جس کا خیال ہے کہ واقعی عالم اپنی تخلیق میں کسی کا محتاج تھا لیکن وہ عالم خود اپنا خالق ہے کوئی دوسرا اس کا خلاق نہیں بھلا ان احمقوں سے کوئی دریافت کرے علت اور معلول ایک ہی حیثیت سے کس طرح جمع ہوں گے۔

کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بتلائیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ پھر ان کی پرستش کریں۔ پس نہایت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کیا خدا کی لڑکیاں ہیں اور تمہارے لڑکے ہیں؟ پھر فرمایا کیا تو اپنی تبلیغ پر ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتا ہے جو ان پر بھاری پڑے یعنی نبی اللہ دین اللہ کے پہنچانے پر کسی سے کوئی اجرت نہیں مانگتے۔ پھر انہیں یہ پہنچانا کیوں بھاری پڑتا ہے؟ کیا یہ لوگ غیب دان ہیں؟ نہیں زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔ کیا یہ لوگ دین اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو اس کر کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمیوں کو اور عام لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یاد رکھو یہی دھوکے باز دھوکے میں رہ جائیں گے اور وبالِ آخری میٹیں گے۔ پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ اللہ کی عبادت میں بتوں کو اور دوسری چیزوں کو یہ کیوں شریک کرتے ہیں؟ اللہ عزوجل تو شرکت سے مبرا اور شریک سے پاک اور شرکوں کے اس فعل سے سخت بیزار ہے۔

وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَٰكِن أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو یوں کہہ دیں کہ یہ تو بہتہ جما ہوا بادل ہے تو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ جس دن ان کی تدبیریں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گی اور نہ (کہیں سے) ان کو مدد ملے گی اور ان ظالموں کے لئے قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونے والا ہے (جیسے قتل بدر) لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور اٹھتے وقت (مجلس سے یا سونے سے) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشا) اور ستاروں کے پیچھے ○

تہ بہتہ بادل:

مشرکوں اور کافروں کے عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی اور ضد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ خدا کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد بھی ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ یہ اگر دیکھ لیں گے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا خدا کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گزر رہا ہے تو بھی انہیں تصدیق و یقین نہ ہوگا۔ بلکہ صاف کہہ دیں گے کہ غلیظ ابر ہے۔ جو پانی برسائے کو آ رہا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ (سورہ حجر: ۱۳) اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے یعنی معجزات جو یہ طلب کر رہے ہیں اگر ان کی خواہش کے مطابق

ہی دکھادیے جائیں بلکہ خود انہیں آسمانوں پر چڑھا دیا جائے جب بھی یہ کوئی بات بنا کر ٹال دیں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں چھوڑ دیجئے۔ قیامت کے دن خود انہیں معلوم ہو جائے گا۔ اس دن ان کی ساری فریب کاریاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی۔ کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی۔ آج جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے منہ تنگیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا سی بھی مدد کر سکے۔ بلکہ ان کی طرف سے کچھ عذر بھی پیش کر سکے۔ یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہو اور یہاں اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی گزار لیں۔ بلکہ ان ناانصافوں کے لئے اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب تیار ہے۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے: وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (سورہ سجدہ: ۲۱) یعنی ہم انہیں آخرت کے بڑے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ تاکہ یہ رجوع کریں۔ لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں۔ نہیں جانتے کہ یہ دنیوی مصیبتوں میں بھی مبتلا ہوں گے اور خدا کی نافرمانیاں رنگ لائیں گی۔ یہی بے علمی ہے جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ گناہ پر گناہ ظلم پر ظلم کرتے جائیں پکڑے جاتے ہیں۔ عبرت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن پکڑ ہٹی یہ پھر ویسے کے ویسے سخت دل بدکار بن گئے۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ منافق کی مثال اونٹ کی سی ہے۔ جس طرح اونٹ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا؟ اسی طرح منافق بھی نہیں جانتا کہ کیوں بیمار ڈالا گیا؟ اور کیوں تندرست کر دیا گیا؟ اثر الہی میں ہے کہ میں کتنی ایک تیری نافرمانیاں کروں گا اور تو مجھے سزا نہ دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے کتنی مرتبہ میں نے تجھے عافیت دی اور تجھے علم بھی نہ ہوا۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صبر کیجئے۔ ان کی ایذا دہی سے تنگ دل نہ ہو جائیے۔ ان کی طرف سے کوئی خطرہ بھی دل میں نہ لائیے۔ سنیے آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آپ کی نگہبانی کے ذمہ دار ہم ہیں۔ تمام دشمنوں سے آپ کا بچانا ہمارے سپرد ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ آپ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تعریف بیان کیجئے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ دوسرا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ جب رات کو جاگیں۔ دونوں مطلب درست ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ (صحیح مسلم) یعنی اے اللہ تو پاک ہے تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ تیرا نام برکتوں والا ہے۔ تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے تیرے سوا معبود برحق اور کوئی نہیں۔ مسند احمد اور سنن میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد محفوظ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص رات کو جاگے اور کہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پھر خواہ اپنے لئے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے۔ پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری شریف اور سنن میں بھی ہے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کے بیان کرنے کا حکم ہر مجلس سے کھڑے ہونے کے وقت ہے۔ حضرت ابوالاحوص کا قول بھی یہی ہے کہ جب کسی مجلس سے اٹھنا چاہے تو یہ پڑھے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ حضرت عطاء بن ابورباح بھی یہی فرماتے ہیں۔ ان کا فرمانا ہے کہ اگر اس مجلس میں نیکی ہوئی ہے تو وہ اور بڑھ جاتی ہے اور اگر کچھ برا ہوا ہے تو یہ کلمہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ جامع عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی کہ جب کبھی کسی مجلس سے کھڑے ہوں تو: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ پڑھو۔ اس کے راوی حضرت معمر فرماتے ہیں میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ قول اس مجلس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن مسند

حدیثیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں۔ جن کی سندیں ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے وہاں کچھ بک جھک ہو اور کھڑا ہونے سے پہلے ان کلمات کو کہہ لے تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہے۔ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے (ترمذی) اس حدیث کو امام ترمذی صحیح کہتے ہیں۔ امام حاکم اسے مستدرک میں روایت کر کے فرماتے ہیں اس کی سند شرط مسلم پر ہے۔ ہاں امام بخاری نے اس میں علت نکالی ہے میں کہتا ہوں امام احمد، امام مسلم، امام ابو حاتم، امام ابوزرعه، امام دارقطنی وغیرہ نے بھی اسے معلول کہا ہے اور وہم کی نسبت ابن جریج کی طرف کی ہے۔ مگر یہ روایت ابوداؤد میں جس سند سے منقول ہے اس میں ابن جریج ہیں ہی نہیں اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں جس مجلس سے کھڑے ہوتے ان کلمات کو کہتے۔ بلکہ ایک شخص نے پوچھا بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس سے پہلے تو اسے نہیں کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا مجلس میں جو کچھ ہوا ہو یہ کلمات اس کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ یہ مرسل سند سے بھی حضرت ابوالعالیہ سے منقول ہے۔ نسائی۔ واللہ اعلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے اس کے لئے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں۔ مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں پڑھنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں (ابوداؤد وغیرہ)۔ الحمد للہ میں نے ایک علیحدہ جزو میں ان تمام حدیثوں کو ان کے الفاظ کو ان کی سندوں کو جمع کر دیا ہے اور ان کی علتیں بھی بیان کر دی ہیں اور اس کے متعلق جو کچھ لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ رات کے وقت اس کی یاد اور اس کی عبادت تلاوت اور نماز کے ساتھ کرتے رہو۔ جیسے فرمان ہے: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَخَجَّذُ بِهِ..... (سورہ بنی اسرائیل: ۷۹) رات کے وقت تہجد پڑھا کرو۔ یہ تیرے لئے نفل ہے۔ ممکن ہے تیرا رب تجھے مقام محمود پر اٹھائے۔ ستاروں کے ڈوبتے وقت سے مراد صبح کی نماز ہے پہلے کی دو رکعتیں ہیں کہ وہ دونوں ستاروں کے غروب ہونے کے لئے جھک جانے کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ ان سنتوں کو نہ چھوڑو گو تمہیں گھوڑے کچل ڈالیں۔ اسی حدیث کی اہمیت کی وجہ سے امام احمد کے بعض تلامذہ نے تو انہیں واجب کہا لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ سننے والے نے کہا ”کیا مجھ پر اس کے سوا اور کچھ بھی ہے؟“ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے۔ بخاری اور مسلم میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی نفل کی بہ نسبت صبح کی دو سنتوں کے زیادہ پابندی اور نگرانی نہ کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ صبح کے فرضوں سے پہلے کی یہ دو سنتیں ساری دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔

تفسیر سورة النجم

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے سورت جس میں سجدہ تھا سورہ النجم اتری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے جتنے اصحاب تھے۔ سب نے سجدہ کیا۔ لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی میں مٹھی لے کر اسی پر سجدہ کر لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس کے بعد کفر کی حالت میں ہی مارا گیا۔ یہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ لیکن اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ شخص عتبہ بن ربیعہ تھا۔

سُوْرَةُ النِّجْمِ مَكِّيَّةٌ فِي ثَلَاثِينَ آيَةً وَثَلَاثُونَ حَرْفًا

کل آیات: ۳۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کل رکوع: ۳

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَاضٍ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نرمی وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے ○

قسم ہے ستارہ کی:

حضرت معمری فرماتے ہیں خالق اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھالے۔ لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کسی قسم نہیں کھا سکتی (ابن ابی حاتم) ستارے کے جھٹکنے سے مراد فجر کے وقت ثریا ستارے کا غائب ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مراد اس کا جھڑ کر شیطان کی طرف لپکنا ہے اس قول کی اچھی توجیہ ہو سکتی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں اس جملہ کی تفسیر یہ ہے کہ قسم ہے قرآن کی جب وہ اترے۔ اس آیت ہی کے مثل یہ آیت: فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ..... (سورہ واقعہ: ۷۵) بھی ہے۔ پھر جس بات پر قسم کھائی ہے اس کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیکی اور اور رشد والے ہدایت والے اور تابع حق ہیں۔ وہ بے علمی کے ساتھ کسی غلط راہ پر لگے ہوئے یا باوجود علم کے ٹیڑھا راستہ اختیار کئے ہوئے نہیں ہیں۔ گمراہی والے نصرانیوں اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے یہودیوں کی طرح آپ نہیں۔ آپ کا علم کامل آپ کا عمل مطابق علم آپ کا راستہ سیدھا آپ عظیم الشان شریعت کے شارع آپ ﷺ اعتدال والی راہ حق پر قائم ہیں اور آپ کا کوئی قول کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا۔ بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا حکم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ سے ہی زبان سے نکالتے ہیں۔ جو وہاں سے کہا جائے وہ آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔ کمی بیشی زیادتی نقصان سے آپ کا کلام پاک ہوتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ہیں، مثل دو قبیلوں کے یا دو میں سے ایک قبیلے کی کنتی کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر۔ اس پر ایک شخص نے کہا، کیا ربیعہ مضر میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہلوا یا جاتا ہے۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ

ﷺ خدا تعالیٰ قسموں میں جن چیزوں کو اختیار فرماتے ہیں ان میں اور واقعہ جو بیان کرنا چاہتے ہیں بڑی مناسبت اور ربط ہوتا ہے چنانچہ یہاں ستارہ کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ جس طرح ستارے اپنی چال اور سفر متعینہ راہوں پر ہی چلتے ہیں نہ ادھر ہوتے ہیں نہ ادھر اسی طرح پر نبی بھی جادہ اعتدال سے ادھر ادھر نہیں ہوتے ضلال کا مطلب یہ ہے کہ اپنے راستہ کو بالکل بھول جائے اور غواہیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ راستہ تو بالکل نہ بھولے تاہم دوسرے راستہ کو جو اس کی منزل مقصود پر نہیں جاتا اپنی راہ سمجھ لے گویا کہ آنحضور ﷺ نہ ضلال میں مبتلا ہیں اور نہ غواہت میں صاحب کے لفظ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ ۲۴ گھنٹے کے تمہارے رفیق اور تمہارے درمیان میں موجود ہیں خود ان کو خوب دیکھ لو کہ ان کے فعل و عمل قول و کردار کسی میں عدم مطابقت پائی جاتی ہو۔ =

علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا۔ پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ ایک انسان ہیں۔ کبھی غصے اور غضب میں کچھ فرمادیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا۔ پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے۔ بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں بجز حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔ اس پر بعض صحابہ نے کہا حضور کبھی کبھی ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ۝ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۝ فَأَوْخَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْخَى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ۝ أَفَتُمَرُونَهُ عَلَى مَا يَرَى ۝ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ۝ عِنْدَ حَاجَتِ الْمَوْتَى ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۝ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝

ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے۔ پیدائشی طاقتور ہے پھر وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت پر (آپ کے روبرو) نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ فرشتہ آپ کے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا۔ سو دو کمانون کی برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیزیں نزاع کرتے ہو اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتے کو ایک اور دفعہ (صورتِ اصلیہ میں) دیکھا ہے سدرۃ المنتہی کے پاس اس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔ جب اس سدرۃ المنتہی کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائب دیکھے ○

ایک معزز فرشتہ:

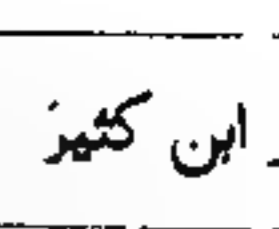
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے: إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ..... (سورہ تکویر: ۱۹) یہ قرآن ایک معزز زور آور فرشتے کا قول ہے۔ جو مالک عرش کے ہاں باعزت سب کا مانا ہوا وہاں معتبر ہے۔ یہاں بھی فرمایا وہ قوت والا ہے۔ ذُو مِرَّةٍ کی ایک تفسیر تو یہی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ وہ خوش شکل ہے۔ حدیث میں بھی ”مِرَّةٌ“ کا لفظ آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقہ لینا مال دار قوت والے تندرست پر حرام ہے۔ پھر وہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ یعنی

۱۔ گویا کہ تدوین اور کتابت حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی شروع ہو چکی تھی خدا تعالیٰ لعنت بھیجے منکرین حدیث پر کہ تمام احادیث کو بھی سازش قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احادیث کی کتابت آپ کے ایک صدی بعد ہوئی اس لئے ان پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے؟

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ؟ (۲۷)

منزل ۵

حضرت جبریل علیہ السلام بلند آسمان کے کناروں پر تھے جہاں سے صبح چڑھتی ہے جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی صورت اصلی پر صرف دو دفعہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ آپ کی خواہش پر امین خدا اپنی صورت میں آپ کو دکھائی دیے۔ آسمانوں کے تمام کنارے ان کے جسم سے ڈھک گئے تھے۔ دوبارہ اس وقت جب کہ آپ کو لے کر حضرت جبریل علیہ السلام اوپر چڑھے تھے۔ یہ مطلب ہے: وَهُوَ بِالْأَفْقِ الْأَعْلَى کا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر میں ایک ایسا قول بیان کیا ہے جو کسی نے نہیں کہا۔ ان کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بلند آسمانوں کے کناروں پر سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے کی تائید کسی نے نہیں کی۔ گو امام صاحب نے عربیت کی حیثیت سے اسے ثابت کیا ہے اور عربی قواعد سے یہ ہو بھی سکتا ہے۔ لیکن ہے یہ واقعہ کے خلاف۔ اس لئے کہ یہ دیکھنا معراج سے پہلے کا ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تھے۔ آپ کی طرف جبریل علیہ السلام اترے تھے اور قریب ہو گئے تھے اور اپنی اصلی صورت پر تھے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ سدرۃ المنتہی کے پاس معراج والی رات میں دیکھا تھا۔ تو یہ دوبارہ کا دیکھنا تھا۔ لیکن پہلی بار کا دیکھنا تو شروع رسالت کے زمانہ کا ذکر ہے۔ پہلی وحی: اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی چند آیتیں آپ پر نازل ہو چکی تھیں۔ پھر وحی بند ہو گئی تھی۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا خیال بلکہ بڑا ملال تھا۔ یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کا ارادہ ہوا کہ پہاڑ سے گر پڑوں۔ لیکن ہر وقت آسمان کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام کی یہ ندا سنائی دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ خدا کے سچے رسول ہیں اور میں جبریل علیہ السلام ہوں آپ کا غم غلط ہو جاتا ہے۔ دل پرسکون اور طبیعت میں قرار ہو جاتا۔ واپس چلے آتے۔ لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد شوق و امن گیر ہوتا اور وحی الہی کی لذت یاد آتی۔ تو نکل کھڑے ہوتے اور پہاڑ پر سے خود کو گرا دینا چاہتے اور اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام تسکین و تسلی کر دیا کرتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ان بطح میں حضرت جبریل علیہ السلام اپنی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ چھ سو پر تھے۔ جسامت نے آسمان کے تمام کنارے ڈھک لئے تھے۔ اب آپ سے قریب آ گئے اور اللہ عز و جل کی وحی آپ کو سنائی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرشتے کی عظمت و جلالت معلوم ہوئی اور جان گئے کہ خدا کے نزدیک یہ کس قدر بلند مرتبہ ہے۔ مسند بزار کی ایک روایت امام ابن جریر کے قول کی تائید میں پیش ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے راوی صرف حارث بن عبید ہیں جو بصرہ کے رہنے والے مشہور شخص ہیں۔ ابو قتادہ ایازی ان کی کنیت ہے۔ مسلم میں ان سے روایتیں آئی ہیں۔ لیکن امام ابن معینؒ انہیں ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں: یہ کوئی چیز نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہیں۔ امام ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں۔ لیکن ان سے دلیل نہیں لی جاسکتی۔ ابن حبان فرماتے ہیں یہ بڑے وہمی تھے۔ ان سے احتجاج درست نہیں پس یہ حدیث صرف ان ہی کی روایت سے ہے تو علاوہ غریب ہونے کے منکر ہے اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو ممکن ہے یہ واقعہ کسی خواب کا ہو۔ اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بیٹھا ہوا تھا جو حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ میرے دونوں کاندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ رکھا اور مجھے کھڑا کیا میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس میں پرندوں کے آشیانوں کی طرح بیٹھنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک میں تو حضرت جبریل علیہ السلام بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ درخت بلند ہونے لگا۔ یہاں تک کہ میں آسمان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں دائیں بائیں کروٹیں بدلتا تھا اور اگر میں چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو لیتا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس وقت ہیبت خدا سے مثل بورے کے بچھے جا رہے ہیں۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی جلالت و قدر کے علم میں



انہیں مجھ پر فضیلت ہے۔ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مجھ پر کھل گیا۔ میں نے بہت بڑا عظیم الشان نور دیکھا اور پردے کے پاس دریا قوت کو ہلتے اور حرکت کرتے دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمائی چاہی وہ فرمائی۔ مسند میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ان کے چہ سو پر تھے۔ ہر ایک ایسا جس نے آسمان کے کنارے پر کر دیئے تھے ان سے زمرہ اور موتی اور مروارید جھڑ رہے تھے اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی تو مشرق کی طرف سے آپ کو کوئی چیز اونچی اٹھتی ہوئی پھیلتی ہوئی نظر آئی جسے دیکھ کر آپ بے ہوش ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام فوراً آئے اور آپ کو ہوش میں لائے اور آپ کی باجھوں سے تھوک دور کیا۔ ابن عساکر میں ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس کے بیٹے نے کہا سفر میں جانے سے پہلے ایک مرتبہ ذرا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا کو ان کے ماننے گالیاں تو دے آؤں۔ چنانچہ یہ آیا اور کہا ”اے محمد! پھر قریب ہوا اور اتر اور دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک آ گیا۔ میں تو اس کا منکر ہوں۔“ چونکہ یہ ناہنجار سخت بے ادب تھا اور بار بار گستاخی سے پیش آتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بد دعا نکل گئی کہ باری تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر کر دے۔ یہ جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس آیا اور ساری باتیں کہہ سنائیں۔ تو اس نے کہا بیٹا اب مجھے تیری جان کا اندیشہ ہو گیا۔ اس کی دعا رد نہ جائے گی۔ اس کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا۔ شام کی سرزمین میں ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس پڑاؤ کیا۔ راہب نے ان سے کہا یہاں تو بھیڑیے اس طرح پھرتے ہیں جیسے بکریوں کے ریوڑ۔ تم یہاں کیوں آ گئے؟ ابولہب یہ سن کر کھٹک گیا اور تمام قافلے والوں کو مخاطب کر کے کہا دیکھو میرے بڑھاپے کا حال تمہیں معلوم ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے کیسے کچھ حقوق تم پر ہیں۔ اب تم سے آج میں عرض کرتا ہوں کہ تم سب اسے قبول کرو گے۔ بات یہ ہے کہ مدعی نبوت نے میرے جگر گوشے کے لئے بد دعا کی ہے اور مجھے اس کی جان کا خطرہ ہے۔ تم سب اپنا سب اسباب اس عبادت خانے کے پاس جمع کرو اور اس پر میرے پیارے بچے کو سلاؤ اور تم سب اس کے ارد گرد پہرا دو۔ لوگوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ یہ اپنے سب جتن کر کے ہوشیار رہے کہ اچانک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھنے لگا اور گویا جسے تلاش کر رہا تھا اسے نہ پایا۔ تو پچھلے پیروں ہٹ کر بہت زور سے جست کی اور ایک چھلانگ میں اس مچان پر پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اس کا بھی منہ سونگھا اور گویا وہی اس کا مطلوب تھا۔ پھر تو اس نے اس کے پرچے اڑا دیئے۔ چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اس وقت ابولہب کہنے لگا اس کا تو مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے بعد یہ بیخ نہیں سکتا۔ پھر فرماتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوئے اور زمین کی طرف اترے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان صرف دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیکی ہو گئی۔ یہاں لفظ اوجس کی خبر دی جاتی ہے اس کے ثابت کرنے کے لئے آیا ہے اور اس پر جو زیادتی ہو اس کی نفی کے لئے جیسے اور جگہ ہے پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ پس وہ مثل پتھروں کے ہیں اَوْ اَشَدَّ قَسْوَةً بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ یعنی پتھر سے کم کسی صورت میں نہیں۔ بلکہ اس سے بھی سختی میں بڑھے ہوئے ہیں اور فرمان ہے وہ لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا کہ اللہ سے اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً بلکہ اس سے بھی زیادہ اور جگہ ہے ہم نے ایک لاکھ کی طرف بھیجا

۱۔ عرب میں قاعدہ تھا کہ جب دو شخص کسی بات پر معاہدہ کرتے تو دونوں قریب ہو کر اپنی کمانوں کو باہم ملا تے یہاں تک کہ دونوں چپے مل جاتے اور کھینچ کر پھر ایک ساتھ دونوں سے تیر چلاتے اب قاب تو سین قریب اور اتصال کے لئے بطور محاورہ کے استعمال ہونے لگا ہے۔

بلکہ زیادہ کی طرف یعنی وہ ایک لاکھ سے کم تو تھے ہی نہیں بلکہ وہ حقیقتاً ایک لاکھ تھے یا اس سے ہی زیادہ۔ پس اپنی خبر کی تحقیق ہے۔ شک و تردد کے لئے نہیں۔ خبر میں خدا کی طرف سے شک کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتا یہ قریب آنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے جیسے اُم المؤمنین عائشہ ابن مسعود ابو ذر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان ہے اور اس سلسلہ کی احادیث بھی عنقریب ہم ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ صحیح مسلم میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا۔ جن میں سے ایک دفعہ کا بیان اس آیت ثُمَّ دَنَا میں ہے اور دوسری بار کا ذکر حضرت انس والی معراج کی حدیث میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ رب العزت قریب ہوا اور نیچے آیا اور اسی لئے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور کئی ایک غرائب ثابت کی ہیں اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ صحیح ہے تو بھی دوسرے وقت اور دوسرے واقعہ پر محمول ہوگی۔ اس آیت کی تفسیر نہیں کہی جاسکتی۔ یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تھے نہ کہ معراج والی رات کا۔

کیونکہ اس کے بیان کے بعد ہی فرمایا ہے ہمارے نبی نے اسے ایک مرتبہ اور بھی سدرہ المنتہی کے پاس دیکھا ہے۔ پس یہ سدرہ المنتہی کے پاس کا دیکھنا تو واقعہ معراج کا ذکر ہے اور پہلی مرتبہ کا دیکھنا یہ زمین پر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چہ سو پر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء نبوت کے وقت آپ نے خواب میں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ پھر آپ اپنی ضروری حاجت سے فارغ ہونے کے لئے نکلے تو سنا کہ کوئی آپ کا نام لے کر آپ کو پکار رہا ہے۔ ہر چند دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار آپ نے اوپر کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے سمیت موڑے ہوئے آسمان کے کناروں کو روکے ہوئے ہیں قریب تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دہشت زدہ ہو جائیں کہ فرشتے نے کہا میں جبریل علیہ السلام ہوں ڈرو نہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبط نہ ہو سکا۔ بھاگ کر لوگوں میں چلے آئے۔ اب جو نظریں ڈالیں تو کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر وہاں سے نکل کر باہر گئے اور آسمان کی طرف نظر ڈالی تو پھر حضرت جبریل علیہ السلام اسی طرح نظر آئے۔ آپ پھر خوف زدہ ہو کر لوگوں کے مجمع میں آ گئے۔ تو یہاں کچھ بھی نہیں۔ باہر نکل کر پھر جو دیکھا تو وہی سماں نظر آیا۔ پس اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ قاب آدمی انگلی کو بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا اور روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت جبریل پر دوریشی طے تھی پھر فرمایا اس نے وحی کی۔ اس سے مراد تو یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف وحی کی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جبریل علیہ السلام کی معرفت وحی نازل فرمائی۔ دونوں معنی صحیح ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی وحی: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا (سورہ صبحی: ۶) اور وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورہ الشرح) تھی اور حضرات سے مروی ہے کہ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ نبیوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ آپ اس میں نہ جائیں اور امتوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ پہلے آپ کی امت داخل نہ ہو جائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آپ نے اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے۔ یعنی خواہ دل کا دیکھنا ہو خواہ ظاہری آنکھوں کا۔ یہ ممکن ہے کہ اس مطلق کو بھی مقید پر محمول کریں۔ یعنی آپ نے اپنے دل سے دیکھا۔ جن بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ انہوں نے ایک غریب قول نقل کیا ہے۔ اس لئے کہ صحابہؓ سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ منقول نہیں۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

حسن اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کے اس قول میں تامل ہے واللہ اعلم۔ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں میں نے یہ سن کر کہا پھر یہ آیت کہاں جائے گی۔ جس میں فرمان ہے: لَا تُدْرِكُهَا لَا بَصَارٌ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (سورہ انعام: ۱۰۳) اسے کوئی نگاہ نہیں پاسکتی اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ وہ اپنے نور کی پوری تجلی کرے۔ ورنہ آپ نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملاقات حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور انہیں پہچان لیا اور ان سے ایک سوال کیا جو ان پر بہت گراں گزرا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہمیں بنو ہاشم نے یہ خبر دی تو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ باتیں کہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ اپنا دیدار کرایا۔ ایک مرتبہ حضرت مسروق حضرت عائشہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے تو ایسی بات کہہ دی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا ام المؤمنین قرآن کریم فرماتا ہے آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو سنو اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام کا دیکھنا ہے۔ جو تم سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے کسی فرمان کو چھپا لیا یا آپ ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات جانتے تھے یعنی قیامت کب قائم ہوگی؟ بارش کب اور کتنی بر سے گی؟ مادہ کے پیٹ میں نہ رہے یا مادہ؟ کون کل کیا کرے گا؟ کون کہاں مرے گا؟ اس نے بڑی غلط بات کہی اور خدا پر بہتان باندھا۔ بات یہ ہے کہ آپ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ دو مرتبہ خدا کے اس امین کو آپ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ایک تو سدرۃ المنتہی کے پاس اور ایک مرتبہ جہاد میں۔ ان کے چھ سو پر تھے اور آسمان کے کل کنارے آپ نے بھر رکھے تھے۔ نسائی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تمہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھی اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ”وہ سرا سر نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا۔“ ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا ”میں نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا۔“ پھر آپ نے آیت: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ پڑھی اور روایت میں ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ہاں دل سے دو دفعہ دیکھا ہے۔ پھر آپ نے آیت: فَمِمَّ ذَنَّا فَنَدْلِي پڑھی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہاں آپ نے دیکھا اور پھر دیکھا۔ سائل نے پھر حضرت حسن سے بھی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس کے جلال و عظمت اور چادر کبریائی کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ یہ جواب دینا بھی منقول ہے کہ میں نے نہر دیکھی اور نہر کے پیچھے پردہ دیکھا اور پردے کے پیچھے نور دیکھا۔ اس کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ یہ حدیث بھی بہت غریب ہے۔ ایک حدیث مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عز وجل کو دیکھا ہے۔ اس کی اسناد شرط صحیح پر ہے۔ لیکن یہ حدیث خواب کا مختصر ٹکڑا ہے۔ چنانچہ طویل حدیث میں ہے کہ میرے پاس میرا رب بہت اچھی صورت میں آج کی رات (راوی کہتا ہے میرے خیال میں) خواب میں آیا اور فرمایا ”اے محمد! جانتے ہو بلند مقام والے

۱۔ تفصیلات اس سلسلہ کی سورہ اسراء کے حواشی میں گزر چکیں۔

فرشتے کس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا ”نہیں“۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو بازوؤں کے درمیان رکھا۔ جس کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی۔ پس زمین و آسمان کی ہر چیز مجھے معلوم ہو گئی۔ پھر مجھ سے وہی سوال کیا۔ میں نے کہا اب مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ وہ ان نیکیوں کے بارے میں جو گناہوں کے بارے میں کفارہ بن جاتی ہیں اور جو درجے بڑھاتی ہیں آپس میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ مجھ سے حق جل شانہ نے پوچھا اچھا پھر تم بھی تلاؤ کفارے کی نیکیاں کیا کیا ہیں۔ میں نے کہا نمازوں کے بعد مسجدوں میں رکے رہنا۔ جماعت کے لئے چل کر آنا۔ جب وضو ناگوار گزرتا ہو تو اچھی طرح مل مل کر وضو کرنا۔ جو ایسا کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندگی گزارے گا اور خیر کے ساتھ انتقال ہوگا اور گناہوں سے اس طرح الگ ہو جائے گا۔ جیسے آج دنیا میں آیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھو یہ کہو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْنِ وَاِذَا اَرَدْتَ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً اَنْ تَقْبِضَنِیْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ یعنی یا اللہ میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے برائیوں کے چھوڑنے مسکینوں سے محبت رکھنے کی توفیق طلب کرتا ہوں۔ تو جب اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھا لینا۔ فرمایا اور درجے بڑھانے والے اعمال یہ ہیں۔ کھانا کھانا اسلام پھیلانا لوگوں کی نیند کے وقت رات کو تہجد پڑھنا۔ اسی کی مثل روایت سورہ ص کی تفسیر کے خاتمہ پر گزر چکی ہے۔ ابن جریر میں یہ روایت دوسری سند سے ہے۔ جس میں غربت والی زیادتی اور بھی بہت سی ہے۔ اس میں کفارہ کے بیان میں ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل چلنے کے قدم۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار۔ میں نے کہا یا اللہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم بنایا اور یہ یہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ اور تیرا بوجھ ہٹا نہیں دیا اور فلاں فلاں احسان تیرے اوپر نہیں کیا اور دوسرے بھی ایسے احسان بتلائے کہ تمہارے سامنے ان کے بیان کی مجھے اجازت نہیں۔ اسی کا ذکر ان آیتوں: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور میرے دل میں پیدا کر دیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا۔ اس کی اسناد ضعیف ہیں اوپر عتبہ بن ابولہب کا یہ کہنا کہ میں اس قریب آنے والے اور نزدیک ہونے والے کو نہیں مانتا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے بددعا کرنا اور شیر کا اسے پھاڑ کر کھانا بیان ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ ذرۃ میں یا سراقۃ میں ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمادی تھی کہ یہ اس طرح ہلاک ہوگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبریل علیہ السلام کو دوبارہ دیکھنا بیان ہو رہا ہے۔ جو معراج والی رات کا واقعہ ہے۔ معراج کی حدیثیں نہایت تفصیل کے ساتھ سورہ بنی اسرائیل کے شروع آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ جن کے دوبارہ یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بیان بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما معراج والی رات دیدار الہی کے ہونے کے قائل ہیں۔ ایک جماعت خلف و سلف کا قول بھی یہی ہے اور صحابہ کی بہت سی جماعتیں اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح تابعین اور دوسرے بھی اس کے خلاف ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل علیہ السلام کو ان کے پروں سمیت دیکھنا وغیرہ۔ اس قسم کی روایتیں اوپر گزر چکی ہیں۔ حضرت عائشہ سے حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پوچھنا اور آپ کا جواب بھی ابھی بیان ہوا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقہؓ نے اپنے اس جواب کے بعد: لَا تُدْرِكُهَا لَا بَصَارٌ..... (سورہ النعام: ۱۰۳) تک کی تلاوت کی اور مَا كَانَ لِبَشَرٍ..... (سورہ شوریٰ: ۵۱) کی بھی تلاوت فرمائی۔ یعنی کوئی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی اور وہ سب

۱۔ کارہنایا دوسری نماز کے لئے یا فجر کے بعد اشراق کے لئے اور مغرب کے بعد ادا میں وغیرہ کے لئے لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ ہر نماز کے بعد بہ شرط فرصت اطمینان و خاطر دوسری نماز کے انتظار میں رکنا کیونکہ حدیث میں ذکر عام نمازوں کا ہے کسی خاص نماز کا نہیں۔

نگاہوں کو پالتا ہے۔ کسی انسان سے خدا کا کلام کرنا ممکن نہیں۔ ہاں وحی کے ذریعے یا پردہ کے پیچھے سے ہو تو اور بات ہے۔ پھر فرمایا جو تم سے کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کی بات کا علم تھا اس نے غلط اور جھوٹ کہا۔ پھر آیت: **إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ** (سورہ زخرف: ۸۵) آخر تک پڑھی اور فرمایا جو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی کسی بات کو چھپایا اس نے بھی جھوٹ کہا اور تہمت باندھی۔ پھر آیت: **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ** (سورہ مائدہ: ۶۷) پڑھی۔ یعنی اے رسول جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔ ہاں آپ نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی صورت دو مرتبہ دیکھا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسروقؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے سورہ نجم کی آیت: **بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ** اور **نَزَّلَهُ** آخری والی آیت پڑھی۔ تو اس کے جواب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس امت میں سب سے پہلے ان آیتوں کے متعلق خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے مراد میرا حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا ہے۔ آپ نے صرف دو دفعہ اس امین خدا تعالیٰ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر آتے ہوئے۔ اس وقت تمام خلا ان کے جسم سے پر تھا۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے۔ مسند احمد میں بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو ایک بات ضرور پوچھتا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کیا پوچھتے۔ کہا یہ کہ آپ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ سوال تو خود میں نے جناب رسالت مآب سے کیا تھا۔ آپ نے مجھے جواب دیا کہ میں نے اس کا نور دیکھا۔ وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا۔ صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث دو سندوں سے ہے۔ دونوں کے الفاظ میں کچھ معمولی فرق ہے۔ حضرت امام احمد فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس حدیث کی کیا توجیہ کروں۔ دل اس پر مطمئن نہیں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے تو دیدار کیا ہے آنکھوں سے نہیں۔ امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں عبداللہ بن شقیق اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان انقطاع ہی اور امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سوال معراج کے واقعہ سے پہلے کا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ جواب دیا ہو۔ اگر یہ سوال معراج کے بعد آپ سے کیا جاتا تو ضرور آپ اس کے جواب میں ہاں فرماتے انکار نہ کرتے۔ لیکن یہ قول سراپا ضعیف ہے۔ اس لئے حضرت عائشہ کا سوال تو قطعاً معراج کے بعد کا تھا۔ مگر آپ کا جواب اس وقت بھی انکار میں ہی رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی عقل کے مطابق کیا گیا۔ یا یہ کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ چنانچہ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التوحید میں یہی لکھا ہے تو دراصل یہ محض خطا ہے اور بالکل غلطی ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دل سے دیکھا ہے۔ لیکن آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ہاں حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر اس وقت فرشتے بکثرت تھے اور نور خدا اس پر جگمگا رہا تھا اور قسم قسم کے رنگ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں معراج والی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ جو ساتویں آسمان پر ہے۔

اچھٹے یا ساتویں آسمان پر یا چھٹے سے لے کر ساتویں آسمان تک پھیلا ہوا ہے تو ایک پیری کا درخت لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم دنیا اور مآخرت کے درمیان یہ مرکز اتصال ہے یعنی عالم بالا سے جتنے احکام صادر ہوتے ہیں وہ پہلے اسی سدرہ پر پہنچتے ہیں اور وہاں سے دنیا میں اور ایسے ہی دنیا سے جو اعمال جاتے ہیں وہ پہلے سدرہ پر اور وہاں سے پھر عالم بالا کو آتے ہیں۔ اس کے درخت کا انکار قطعاً غلط ہو گا اگر آج لوگ سائنس کی تحقیقات کے ذریعے پاند میں پہاڑ اور صحرا وغیرہ کی خبریں دے رہے ہیں تو پھر آسمان پر ایسی چیزوں کے ہونے میں کیا استبعاد ہے۔

زمین سے جو چیزیں چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں۔ پھر اٹھالی جاتی ہیں۔ اسی طرح جو چیزیں خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہیں یہیں تک پہنچتی ہیں۔ پھر یہاں سے پہنچائی جاتی ہیں۔ اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تین چیزیں عطا کی گئیں۔ (۱) پانچویں وقت کی نمازیں (۲) سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور (۳) آپ کی امت میں سے جو شرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش (مسلم)۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوئے کسی درخت کو گھیر لیتے ہیں۔ اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتے چھا رہے تھے۔ وہاں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس درخت کی شاخیں مردار یا قوت اور زبرد کی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور اپنے دل کی آنکھوں سے خدا کی زیارت بھی کی۔ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ آپ نے سدرہ پر کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھانکے ہوئے تھیں اور ہر پتے پر ایک ایک فرشتہ کھرا ہوا خدا کی تسبیح کر رہا تھا۔ آپ کی نگاہیں دائیں بائیں نہیں ہوئیں۔ جس چیز کے دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں۔ ثابت قدمی اور کامل اطاعت کی یہ پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجالائے۔ جو آپ کو دیا گیا وہی لے کر خوش ہوئے۔ اسی کو ایک ناظم نے تعریفاً کہا ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ جیسے اور جگہ ہے: لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى (سورہ طہ: ۲۳) اس لئے کہ ہم نے تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ جو ہماری کامل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں ان دونوں کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو خدا کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا۔ کیونکہ ارشاد باری ہے کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اگر خود خدا کا دیدار کیا ہوتا تو اسی دیدار کا ذکر ہوتا اور لوگوں پر اسے ظاہر کیا جاتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول گزر چکا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر دوسری مرتبہ آسمان پر چڑھتے وقت حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ پس جب حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کو خبر دی پھر اپنی اصلی صورت میں ہو گئے اور سجدہ ادا کیا۔ پس سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوبارہ دیکھنے سے مراد انہی کا دیکھنا ہے۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے اور غریب ہے۔

أَفْرَأَيْتُمُ اللَّتَّ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةِ الْآخِرَىٰ ۖ أَلَكُمُ الذَّكْرُ وَلَهُ

الْأُنثَىٰ ۚ تِلْكَ إِذْ أَوَّسَمَةٌ ضِيزَىٰ ۚ إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيَتْ مُوْهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْهُدَىٰ ۚ أَمَّا لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ۚ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ

وَالْأُولَىٰ ۚ وَكَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَعَدَ

أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۝

بھلا تم نے لات وعزئی اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے۔ کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجويز) ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں اس حالت تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی یہ (معبودات مذکورہ) نہ نام ہی نام ہیں۔ جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل بھیجی نہیں (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسول) ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے۔ سو خدا کے ہی اختیار میں ہے آخرت اور دنیا (کی بھی) اور بہت سے فرشتے آسمان میں موجود ہیں ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی۔ مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دے دیں اور اس کے لئے شفاعت کرنے سے راضی ہوں ○

لات وعزئی:

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ڈانٹ رہا ہے کہ وہ بتوں اور خدا کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خدا کا خانہ کعبہ بنایا ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے معبودان باطل کے پرستش کدے بنا رہے ہیں۔ لات ایک سفید منقش پتھر تھا۔ جس پر قبہ بنا رکھا تھا۔ غلاف چڑھائے جاتے تھے۔ فجاذر اور محافظ اور جاروب کش مقرر تھے۔ اس کے آس پاس کی جگہ کو مثل حرم کے حرمت و بزرگی والی جانتے تھے۔ اہل طائف کا یہ بتکدہ تھا۔ قبیلہ ثقیف اس کا پجاری اور اس کا متولی تھا۔ قریش کے سوا اور باقی سب لوگوں پر یہ فخر جتایا کرتے تھے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ ”لات“ بنایا تھا گویا اس کا مونث بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام شریکوں سے پاک ہے۔ ایک قراءت میں لفظ ”لات“ تے کی تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی گھولنے والا۔ اس کو لات اس لئے کہتے تھے کہ یہ ایک نیک شخص تھا۔ موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی اور رفتہ رفتہ اس کی عبادت کرنے لگے۔ اسی طرح لفظ ”عزئی“ لفظ عزیز سے لیا گیا ہے۔ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا۔ اس پر قبہ بنا ہوا تھا۔ چادریں چڑھی ہوئی تھیں۔ قریش اس کی عظمت کرتے تھے۔ ابوسفیان نے احد والے دن بھی کہا تھا۔ ہمارا عزئی ہے اور تمہارا نہیں۔ جس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلویا تھا اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا کوئی بھی تو والی نہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے جو شخص لات وعزئی کی قسم کھا بیٹھے اسے چاہئے کہ فوراً لا الہ الا اللہ کہہ لے اور جو اپنے ساتھی سے کہہ دے کہ آؤ جو اٹھیلیں سے صدقہ کرنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں چونکہ اسی کی قسم کھائی جاتی تھی۔ تو اب اسلام کے بعد بھی اگر کسی کی زبان سے عادت کے موافق یہ الفاظ نکل جائیں تو اسے کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اسی طرح لات وعزئی کی قسم کھا بیٹھے۔ جس پر لوگوں نے انہیں متنبہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھ لو اور تین مرتبہ: اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھ کر اپنی بائیں جانب تھوک دو اور آئندہ سے ایسا نہ کرنا کہے اور مدینے کے درمیان قدید کے پاس مشلل میں مناة تھا۔ قبیلہ خزاع اور اوس اور خزرج جاہلیت میں اس کی بہت عظمت کرتے تھے۔ یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ کے لئے جاتے تھے۔ اسی طرح علاوہ ان تین کے اور بھی بہت سے بت اور تھان تھے۔ جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے اور بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے لیکن چونکہ ان تین کی شہرت بہت زیادہ تھی۔ اس لئے یہاں صرف ان تین کا بیان فرمایا۔ ان مقامات کے یہ لوگ طواف بھی

کرتے تھے۔ قریانیوں کے جانوروں ہاں لے جاتے تھے۔ ان کے نام پر جانور چڑھاتے تھے۔ باوجود اس کے کہ یہ سب لوگ کعبہ کی حرمت و عظمت کے قائل تھے۔ اسے مسجد ابراہیم مانتے تھے اور اس کی خاطر خواہ تو قیر کرتے تھے۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قریش اور بنو کنانہ عزیزی کے پجاری تھے جو نخلہ میں تھا۔ اس کا نگہبان اور متوفی قبیلہ بنو شیبان تھا۔ جو قبیلہ سلیم کی شاخ تھا اور بنو ہاشم کے ساتھ ان کا کا بھائی چارہ تھا۔ اس بت کے توڑنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہتے جاتے تھے:

يَا عَزَّى كُفْرَانِكَ لَا سُبْحَانَكَ ☆ اِنِّي رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ اَهَانَكَ

”یعنی اے عزیزی میں تیرا منکر ہوں تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں۔ میرا ایمان ہے تیری عزت کو خدا نے خاک میں ملا دیا۔“
یہ بول کے تین درختوں پر تھا۔ وہ دخت کاٹ ڈالے اور قبہ ڈھا دیا اور واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا تم نے کچھ نہیں کیا۔ پھر دوبارہ واپس جاؤ۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوبارہ تشریف لے جانے پر وہاں کے محافظ اور خدام نے بڑے بڑے مکرو فریب کئے اور خوب غل مچا مچا کر یا عزیزی یا عزیزی کے نعرے لگائے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دیکھا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے۔ آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا عزیزی یہی تھی۔ لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا۔ جو طائف میں تھا۔ اس کی تولیت اور مجاورت بنو معتب میں تھی۔ یہاں اس کے ڈھانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا۔ جنہوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنادی۔ مناة اوس و خزرج اور ان کے ہم خیال لوگوں کا بت تھا۔ یہ مثل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا۔ یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور آپ اس کے ریزے ریزے کر گئے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں یہ کفرستان فنا ہوا۔ ذوالخلصہ نامی بت خانہ اوس اور حشم اور جیلہ کا تھا اور جو لوگ ان کے ہم وطن تھے۔ یہ تبادلہ میں تھا اور اسے یہ لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور مکہ کے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے۔ یہ حضرت جریر عبد اللہ بنجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فنا ہوا۔ قلسی نامی بت خانہ قبیلہ طے اور ان کے آس پاس کے عربوں کا تھا۔ یہ جبل طے میں سلمیٰ اور احبا کے درمیان تھا۔ اس کے توڑنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور ہوئے۔ آپ نے اسے توڑ دیا اور یہاں سے دو تلواریں لے گئے تھے۔ ایک اسوب اور دوسری محرم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں انہی کو دے دیں۔ قبیلہ حمیر اور اہل یمن نے اپنا بت خانہ صنعا میں ایام نامی بنا رکھا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک سیاہ کتا تھا اور وہ دو حمیری جو تیج کے ساتھ نکلے تھے۔ انہوں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ضانامی بت کدہ بنو ربیعہ سعد کا تھا۔ اس کو مستو غر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے اسلام میں ڈھایا۔ ابن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو تیس سال کی ہوئی تھی۔ جس کا بیان انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ ذوالکعات نامی صنم خانہ بکر اور تغلب رہا قبیلہ کا سنداد میں تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تمہارے لئے تو لڑ کے ہوں اور خدا کی لڑکیاں ہوں؟ کیونکہ یہ مشرکین فرشتوں کو خدا کی لڑکیاں سمجھتے تھے۔ تو اللہ فرماتا ہے اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو صرف لڑکے دو تو بھی وہ راضی نہ ہوگا اور یہ تقسیم نا انصافی سمجھی جائے گی چہ جائیکہ تم خدا کے لئے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لئے لڑکے پسند کرو۔ پھر فرماتا ہے ان کو تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے معبود ٹھہرا کر جو چاہا نام گھریا۔ ورنہ دراصل نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے نام کے مستحق ہیں۔ خود یہ لوگ بھی ان کی پوجا

پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ صرف اپنے بڑوں کی تقلید میں جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ باوجود دلیل آجانے کے خدا کی باتیں واضح ہو جانے کے پھر بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔ پھر فرماتا ہے کیا ہر انسان کی تمنا خواہ مخواہ پوری ہوتی ہے؟ جو کہے میں حق پر ہوں تو کیا وہ حق پر ہی ہوگا؟ تم گود غوے لے چوڑے ہی کرو۔ لیکن دعووں سے مراد اور مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی چیز کی خواہش کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ کیا خواہش کر رہے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ اس خواہش پر تمہارے لئے لکھا جائے گا۔ تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ دنیا اور آخرت میں تصور اسی کا ہے۔ جو اس نے چاہا۔ ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ بغیر اجازت خدا تعالیٰ کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کے لئے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا۔ جیسے فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ (سورہ بقرہ: ۲۵۵) کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ اس کے فرمان کے بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی۔ پس جب کہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے نادان! تمہارے یہ بت اور تھان کیا نفع پہنچا دیں گے؟ ان کی پرستش سے خدا روک رہا ہے تمام رسول اور کل آسمانی کتابیں خدا کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں۔ پھر بھی تم ان کو اپنا سفارشی سمجھ رہے ہو۔ کس قدر غلط راہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةً الْأُنثَى ۖ وَمَا لَهُمْ بِهِ

مَنْ عِلْمٌ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ

فَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ هَٰٓؤُلَاءِ ۖ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ

مِّنَ الْعِلْمِ ۖ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّٰ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ۚ

اور (اس کے لئے شفاعت کرنے سے) راضی ہوں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔ تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطالبہ) مقصود نہ ہو۔ ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس (یہی دنیوی زندگی) ہے۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

بے حقیقت نام:

اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے: وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ..... (سورہ زخرف: ۱۹) یعنی خدا کے مقبول بندوں فرشتوں کو انہوں نے لڑکیاں ٹھہرا دیا ہے۔ کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرستش کی جائے گی۔ یہاں بھی فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنانہ نام رکھتے ہیں۔ جو ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے۔ محض جھوٹ کھلا بہتان بلکہ صریح شرک ہے۔ یہ صرف ان کے خیالات ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ظلمات حق کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ حق سے

منزل ۴

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۚ

اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کر لیں۔ ان کا منہجائے نظر صرف زندگانی دنیا ہے اور جس کی غایت یہ سفلی دنیا ہو اس کا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا۔ ان کے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طلبی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جو (آخرت میں) کنکال ہو۔ اسے جمع کرنے کی دھن میں وہ رہتا ہے۔ جو عقل سے خالی ہو۔ ایک منقول دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ مَقِيْنًا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا پروردگار تو ہماری اہم تر کوشش اور تمہارے نظر اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر۔ پھر فرماتا ہے کہ جمع مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے صحیح طور پر وہی واقف ہے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے۔ سب کچھ اس کی قدرت اور علم اور حکمت سے ہو رہا ہے۔ وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور اندازہ مقرر کرنے میں ظلم اور بے انصافی نہیں کرتا۔

وَاللّٰهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبِيْرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ اِلَّا اللَّمَمٰتِ اِنَّ رَبَّكَ وَّاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذَا اَنْتُمْ اَجْنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَتَّقٰی ﴿۳۲﴾

اور جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان کے (برے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دے گا۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) وہ بچتے ہیں۔ مگر ہلکے ہلکے گناہ۔ بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے وہ تم کو (اور تمہارے احوال کو اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس) تقویٰ والوں کو وہ ہی خوب جانتا ہے ○

یہ زمین و آسمان:

مالک زمین و آسمان بے پروائے مطلق شہنشاہ حقیقی عادل و خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دینے والا۔ نیکی پر نیک جزا اور بدی پر بری سزا دہی دے گا۔ اس کے نزدیک بھلے لوگ وہ ہیں۔ جو اس کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں سے گناہوں اور بدکاریوں و نالائقیوں سے الگ رہیں۔ ان سے بھتھائے بشریت اگر کبھی کوئی چھوٹا سا گناہ سرزد ہو جائے تو پروردگار پردہ پوشی کرتا ہے اور یہی دلیل ہے ان کے احمق اور سفیہ ہونے کی بھلا جو لوگ اس عالم دنیا ہی کو اپنا مقصد بنالیں ظاہر ہے کہ ان کی نظر کس قدر سطحی اور ان کی طلب و جستجو کتنی محدود ہوگی اس کو تو ایسا سمجھئے کہ کسی شخص کو ایک لاکھ کی خطیر رقم بھی ملنے والی ہو اور چند کوڑیاں بھی اور وہ لاکھوں کی رقم کو چھوڑ کر کوڑیوں کو اپنا منہجائے نظر بنالے آپ کیا کہیں گے ایسے شخص کے بارے میں یہی نا کہ احمق ہے پس اصل کوشش تو ہونی چاہئے عالم آخرت کے لئے جو اس دنیا کے بعد شروع ہوگا اور جو لازوال و غیر فانی ہے اور انہوں نے طلب شروع کر دی اس فانی دنیا کی جو ہر وقت اور ہر لمحہ زوال پذیر ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ﴿۳۶﴾

اور معاف فرمادیتا ہے۔ جیسے کہ دوسری آیت میں ہے۔ **إِنْ تَجْتَبُوا كِتَابَهُ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ.....** (سورہ نساء: ۳۱) اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے پاک دامن رہے جن سے تمہیں روک دیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیوں کو معاف فرمادیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ یعنی جنت میں داخل کر دیں گے۔ یہاں بھی فرمایا مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں اور انسانیت کی کمزوریاں معاف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”کم“ کی تفسیر میرے خیال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے۔ جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا بولنا ہے۔ دل اُمگ اور آرزو کرتا ہے۔ اب شرمگاہ خواہ اسے سچا کر دکھائے یا جھوٹا (صحیحین) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے اور ہونٹوں کا زنا بوسہ لینا اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پیروں کا زنا چلنا ہے اور شرمگاہ اسے سچا کرتی ہے یا جھوٹا کرتی ہے۔ یعنی اگر شرمگاہ کو نہ روک سکا اور بدکاری کر بیٹھا ہے تو سب اعضاء کا زنا ثابت اور اگر اپنی اس عضو کو روک لیا تو وہ ”کم“ میں داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”کم“ ”بوسہ لینا“ چھیڑنا اور مس کرنا ہے اور جب شرمگاہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا اور زنا کا گناہ ثابت ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کی تفسیر یہی منقول ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ مجاہد فرماتے ہیں گناہ سے آلودگی ہو تو ”کم“ میں داخل ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

إِنْ تَغْفِرَ اللَّهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا ۖ وَآئِي عَبْدُكَ مَا آتَا

اے اللہ جب تو معاف فرماتا ہے تو سب ہی کچھ معاف فرمادے۔ ورنہ یوں آلودہ عصیان تو ہر انسان ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے طواف میں عموماً اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ ابن جریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شعر کو پڑھنا منقول ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں اس کی پسند معلوم نہیں۔ صرف اسی سند سے مرفوعاً منقول ہے۔ ابن ابی حاتم اور بغوی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ بغوی نے اسے سورہ تنزیل میں روایت کیا ہے۔ لیکن اس مرفوع کی صحت میں نظر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوٹے۔ چوری کے قریب ہو جانے کے بعد چوری نہ کی اور توبہ کر کے لوٹ آیا۔ اسی طرح شراب پینے کے قریب ہو کر شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ آیا۔ یہ سب العام ہیں۔ جو ایک مؤمن کو معاف ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔ ایک روایت میں صحابہؓ سے عموماً اس کا مروی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں دو حدوں کے درمیان ہو حد زنا اور عذاب آخرت۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان ہو حد دنیا اور حد آخرت نماز میں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے حد دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر خدا تعالیٰ نے دنیوی سزا مقرر کر دی ہے اور حد آخرت وہ ہے کہ جس چیز پر خدا نے جہنم واجب کر دی ہے اور اس کی سزا دنیا میں مقرر نہیں کی۔ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے۔ ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اس کا احاطہ ہے۔ جیسے فرمان ہے: **قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا.....** (سورہ زمر: ۵۳) اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام کو سننے والا اور تمہارے تمام تر اعمال سے واقف ہے۔ جب کہ اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا اور ان کی پیٹھ سے ان کی اولاد کو نکالا۔ جو چوٹیوں کی طرح پھیل گئی۔ پھر ان کی تقسیم کر کے دو گروہ بنا

دیئے۔ ایک جنت کے لئے اور ایک جہنم کے لئے اور جب کہ تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے۔ اس کے مقرر کردہ فرشتے نے روزی و نیکی بدی لکھ لی بہت سے بچے پیٹ ہی سے گر جاتے ہیں۔ بہت سے دودھ پینے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں۔ بہت سے دودھ چھٹنے کے بعد بلوغت سے پہلے ہی چل بستے ہیں۔ بہت سے عین جوانی میں وارد دنیا خالی کر جاتے ہیں۔ اب جبکہ ہم ان تمام منازل کو طے کر چکے اور بڑھاپے میں آ گئے۔ جس جس کے بعد کوئی منزل موت کے سوا نہیں۔ اب بھی اگر ہم نہ سنبھلیں تو ہم سے بڑھ کر غافل کون ہے؟ خبردار تم اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرو۔ اپنے نیک اعمال کی تعریفیں نہ کرنے بیٹھ جاؤ۔ خود کی تعریف کرنے نہ لگو۔ جس کے دل میں رب کا ڈر ہے اس کو رب ہی خوب جانتا ہے اور آیت میں ہے: **الَّذِينَ يَزُكُّونَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا** (سورہ نساء: ۴۹) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے نفس کے پاکیزگی بیان کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا کے ہاتھ ہے جسے چاہے برتر اعلیٰ اور پاک صاف کر دے۔ کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ محمد بن عمرو بن عطا فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی لڑکی کا نام برہ رکھا تو مجھ سے حضرت زینب بنت ابوسلمہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا ہے۔ خود میرا نام بھی برہ تھا۔ جس پر آپ نے فرمایا ”تم خود اپنی برتری اور پاکی آپ بیان نہ کرو۔ تم میں سے نیکی والوں کا علم پورے طور پر خدا ہی کو ہے۔“ لوگوں نے کہا پھر ہم اس نام کیا رکھیں؟ فرمایا زینب نام رکھو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریفیں بیان کیں۔ آپ نے فرمایا افسوس تو نے اس کی گردن ماری۔ کئی مرتبہ یہی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو میرا گمان فلاں شخص کے بارے میں ایسا ہے۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے۔ پھر اپنی معلومات بیان کرو۔ خود کسی کی پاکیزگیاں بیان کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ ابو داؤد مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کی تعریفیں بیان کرنا شروع کیں۔ اس پر حضرات مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے منہ میں مٹی بھرنے لگے اور فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ہم تعریفیں کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دیں۔

أَفْرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَاعْطَىٰ قَلِيلًا وَآكَدَىٰ ۖ ۝۳۶ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ۖ ۝۳۷ أَمْ لَمْ يُنَبِّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۖ ۝۳۸ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۖ ۝۳۹ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ ۝۴۰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۖ ۝۴۱ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءُ الْأَوْفَىٰ ۖ ۝۴۲

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دین حق سے) روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا کہا اس شخص کے پاس (کسی صحیح ذریعہ سے) علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی (اور وہ مضمون) یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا اور یہ کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا

○ گائے

ذرا ان کو بھی دیکھئے:

اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کی مذمت کر رہا ہے۔ جو خدا کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیں۔ سچائی نہ کریں۔ نہ نمازیں ادا کریں۔ بلکہ جھٹلائیں، اعراض کریں۔ راہِ خدا میں بہت ہم کم دیں۔ دل کو نصیحت قبول کرنے والا نہ بنائیں۔ کبھی کچھ کہنا مان لیا۔ پھر رسیاں کاٹ کر الگ ہو گئے۔ عرب ”اکدی“ اس وقت کہتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ کنواں کھود رہے ہوں۔ درمیان میں کوئی سخت چٹان آ جائے اور وہ کھودنا چھوڑ دیں۔ فرماتا ہے کیا اس کے پاس علم غیب ہے۔ جس سے اس نے جان لیا کہ اگر میں راہِ خدا میں اپنا زور مال دوں گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا؟ یعنی دراصل یوں نہیں بلکہ یہ صدقہ سے نیکی سے اور بھلائی سے از روئے بخل اور جمع اور خود غرضی اور نامرادی اور بے دلی رک رہا ہے۔ حدیث میں ہے ”اے بلال خرچ کر اور عرش والے سے فقیر بنا دینے کا ڈر نہ رکھ۔“ خود قرآن کریم میں ہے: وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (سورہ سبأ: ۳۹) تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہی بہترین رزاق ہے ”ونی“ کے معنی ایک تو یہ کئے گئے ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا تھا وہ سب انہوں نے پہنچا دیا۔ دوسرے معنی یہ بیان کئے گئے کہ جو حکم ملا اسے بجا لائے۔ ٹھیک یہ ہے کہ یہ دونوں ہی معنی ہیں۔ جیسے کہ دوسرے آیت میں ہے: وَإِذْ ابْتَلَىٰ (سورہ بقرہ: ۱۲۳) ابراہیم علیہ السلام کو جب کبھی جس کسی آزمائش کے ساتھ اس کے رب نے آزمایا۔ آپ نے کامیابی کے ساتھ اس کو پورا کیا۔ یعنی ہر حکم بجالائے ہر ممنوع سے رکے رہے۔ رب کی رسالت پوری طرح پہنچا دی۔ پس خدا نے انہیں امام بنا کر دوسروں کو اس کا تابع بنا دیا۔ جیسے ارشاد ہوا ہے: ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورہ نحل: ۱۲۳) ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر۔ جو مشرک نہ تھا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر روز وہ دن نکلتے ہی چار رکعت ادا کیا کرتے تھے۔ یہی ان کی وفاداری تھی۔ ترمذی میں ایک حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم اول دن میں تو میرے لئے چار رکعت نماز ادا کر لے۔ میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے لفظ ”ونی“ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ ہر صبح و شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ (سورہ روم: ۱۷) یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ختم کی۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ صحف ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام میں کیا تھا؟ ان میں یہ تھا کہ جس کسی نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ مثلاً شرک و کفر کیا یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کیا تو اس کا وبال خود اس پر ہے۔ اس کا یہ بوجھ کوئی اور نہ اٹھائے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے: وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ (سورہ فاطر: ۱۸) اگر کوئی بوجھل اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا۔ تو اس میں سے کچھ نہ اٹھایا جائے گا۔ اگرچہ وہ قرابت دار ہو۔ ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ انسان کے لئے صرف وہی ہے جو اس نے حاصل کیا۔ یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا بوجھ نہیں لادا جائے گا۔ دوسرے کی بد اعمالیوں میں اسے نہیں پکڑا جائے گا۔ اسی طرح دوسرے کی نیکی بھی اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا۔ اس لئے کہ نہ تو یہ

۱۔ مفسر ابن کثیر نے جیسا کہ لکھا ہے یہ مذہب کہ ایصالِ ثواب مردہ کے حق میں مفید نہیں صرف صیدنا الشافعی الامام واسعہ کا ہے بخلاف سید الامم امام ابو حنیفہ امام مالک امام احمد اور جمہور امت کی رائے یہ ہے کہ ایصالِ ثواب اموات کے حق میں یقیناً مفید ہے گویا کہ امام شافعی اپنے خیال میں بالکل منفرد اور تنہا ہیں جیسا کہ امام المفسرین قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی لکھا ہے: قَالَ الشافعی لا یتاب احد بعمل غیرہ و قال ابو حنیفہ و مالک و احمد و جمہور الخلف و السلف بخلاف ذلك جمہور امت کی جانب سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بہت سے دلائل پیش کئے گئے ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ یہ آیت یعنی

ان کا عمل ہے نہ کسب۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی نہ انہیں اس

لیس للانسان الا ما سعی کہ کوئی دوسرے کی کوشش سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جو امام شافعی کے مسلک کی سب سے بڑی دلیل ہے آیت: الذین امنوا واتبعوهم فربهم بایمان الحقناہم فربہم کہ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان لانے میں ان کی شریک رہے انجام و آخرت میں ہم اس مومن اولاد کو ان کے مومن آباء کے ساتھ کر دیں گے سے منسوخ ہے اور ان کی اولاد بھی ایمان لانے میں ان کی شریک رہے انجام و آخرت میں ہم اس مومن اولاد کو ان کے مومن آباء کے ساتھ کر دیں گے سے منسوخ ہے کیونکہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے آباء کے حسن اعمال اخلاف و اولاد کے لئے مفید ہیں یہ خیال اور رائے صحابی رسول مفسر القرآن سیدنا ابن عباسؓ کا ہے اور ابن عباسؓ کے مشہور شاگرد عکرمہ کی رائے میں آیت: لیس للانسان الا ما سعی قوم ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے ساتھ مخصوص ہے یعنی ان کی قوم میں ایسا تھا کہ کسی کا حسن عمل دوسرے کے لئے مفید نہیں تھا اور نہ امت محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ حکم نہیں اس امت میں ایک کا حسن عمل دوسرے کے لئے مفید ہے تفسیر مظہری میں ہے کہ: قال عکرمہ انہا خاصۃ بقوم ابراہیم وموسیٰ فاما هذه الامتہ فلہا ما سعت وما سعی لہا بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ الانسان سے صرف کافر مراد ہے یعنی کفار دوسرے کے اعمال سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے بہر حال یہ تو دلائل ہیں امام شافعی کے جواب میں اور رہے وہ دلائل جو ایصال ثواب کے لئے مفید ہونے کے سلسلہ میں معتبر ہیں ان کی تفصیل یہ ہے محدث ابو نعیم نے ایک حدیث حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مومن مر جاتا ہے تو اس پر متعین فرشتے بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں اے بار الہی آپ نے ہم کو اپنے بندہ پر متعین فرما رکھا تھا ہم اس کے اعمال لکھتے تھے اب آپ نے اس کی روح قبض کر لی ہے سو ہم کو پھر زمین پر بھیج دیجئے اللہ تعالیٰ اس پر ارشاد فرماتے ہیں کہ میری زمین تو ایسے لوگوں سے بھری ہوئی ہے جو کہ میری تسبیح کرتے ہیں سو تمہاری ضرورت نہیں لیکن تم میرے اسی مردہ بندہ کی قبر پر قیام کرو اور میری تسبیح و تہلیل و تکبیر کرتے رہو اور اپنے اس عمل کو مردہ کے اعمال میں درج کرتے رہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا عمل مفید ہے دیکھئے فرشتے عمل کریں گے اور شمار ہو گا وہ بندہ مومن کا حسن عمل اس کے علاوہ صحیح مسلم میں حدیث ابو ہریرہؓ موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے ہاں تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں ایک صدقہ جاریہ مثلاً کنواں تیار کرانا، مسافر خانہ بنوانا، سبیل لگانا، مدرسہ جاری کرنا وغیرہ دوسرے اس کا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے مثلاً تصانیف اور تلامیذ کا سلسلہ یا اولاد صالح جو اپنے والدین کے لئے دعا مغفرت کرتی رہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایصال ثواب قطعاً مفید ہے کیونکہ حدیث میں اولاد صالح ثواب کو مقبول اور کارآمد والدین کے بتایا گیا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت جمہور امت کے نظریہ کی صحت کا ہو سکتا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے بندہ مومن مردہ کا اچانک مقام فردوس برین میں بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ حیرت سے پوچھتا ہے کہ یا اللہ یہ اچانک کیا معاملہ پیش آیا؟ اس پر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد کی دعائے مغفرت کی وجہ سے یہ ترقی مرتبہ درجہ ہوئی اس سے زیادہ صاف حدیث اور کیا ملے گی نیز حضرت ابن عباسؓ نے روایت فرمائی ہے کہ مردہ کا حال قبر میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا جو تنکے کے سہارے کا بھی متلاشی ہوتا ہے وہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا منتظر رہتا ہے والدین کی طرف سے یا اپنی اولاد کی طرف سے یا اپنے دوست کی جانب سے اور جب یہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو مردہ کے لئے یہ دعا دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ کارآمد اور محبوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ دعائے مغفرت کو قبروں میں بڑھا کر پہاڑوں کی طرح داخل فرماتے ہیں اور یاد رکھو کہ سب سے بڑا ہدیہ مردہ کے لئے دعائے مغفرت ہے حدیث میں قطعاً تصریح ہے کہ عمل دوسرے کا مفید ہے ایک اور حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ میری امت مرحومہ ہے یہ قبروں میں گناہ لے کر جائیں گے اور پھر مومنین کی دعاؤں کے نتیجہ میں قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں تھا۔

اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث جو کہ بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے حاصل جس کا یہ ہے کہ ایک صاحب نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری والدہ نے خودکشی کر لی اور کوئی وصیت انہوں نے نہیں کی اگر ان کو موقع ملتا تو ضرور کرتیں اب اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو ان کو فائدہ یا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک ان کو اجر پہنچے گا حدیث میں صاف آگیا کہ دوسرے کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچے گا سعد بن عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ کا انتقال ہو گیا کون سا صدقہ بہتر ہو گا؟ آپ نے فرمایا کہ پانی.....

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ؟

پر آمادہ کیا نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعے سے نہ کسی اشارے کنائے سے۔ ٹھیک اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کے لئے بھیجا ہو۔ اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو ہم سے بہت زیادہ سبقت نیکیوں کی طرف کرنے والے صحابہ کرام تھے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ نیکیوں کے کام قرآن و حدیث کے صاف فرمان سے ثابت ہوتے ہیں۔ کسی قسم کی رائے قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اس پر اجماع ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ سے ثابت ہے جو حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے مرنے پر اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں: (۱) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے یا (۲) وہ صدقہ جو اس کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے یا (۳) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ درحقیقت یہ تینوں چیزیں بھی خود میت کی سعی اور اس کی کوشش اور اسی کا عمل ہیں۔ یعنی اور کسی کے عمل کا اجرا سے نہیں پہنچ رہا۔ سینے حدیث میں ہے۔ سب سے بہتر انسان کا کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں حاصل کیا ہو اور انسان کی اولاد بھی اسی کی کمائی اور اسی کی حاصل کردہ چیز ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرتی ہے وہ دراصل اسی کا عمل ہے۔ اسی طرح صدقہ جاریہ مثلاً وقف وغیرہ کہ وہ بھی اسی کے عمل کا اثر ہے اور اسی کا کیا ہوا وقف ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے: **إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ**..... (سورہ یسین: ۱۲) یعنی ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات نیک کا ثواب انہیں پہنچتا رہتا ہے۔ رہا وہ علم جسے اس نے لوگوں میں پھیلایا اور اس کے انتقال کے بعد بھی لوگ اس پر عامل اور کار بند رہے۔ وہ بھی دراصل اسی کی سعی اور اسی کا عمل ہے جو اس کے بعد باقی رہا اور اسے اس کا ثواب پہنچتا رہا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ”جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اور جتنے لوگ اس کی تابعداری کریں ان سب کے اجر کے مثل اسے اجر ملتا ہے۔ دراصل حالانکہ ان کے اجر گھٹتے نہیں۔ پھر فرماتا ہے اس کی کوشش قیامت کے دن جانچی جائے گی۔ اس دن کا عمل دیکھا جائے گا۔ جیسے فرمایا: **وَقُلْ**

..... کا انتظام سو حضرت سعد نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں تیار کر لیا طبرانی سے اوسط میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جب کسی مردہ کے لئے ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نور کی صورت میں طبع میں لے کر مردہ کی قبر پر حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے صاحب قبر یہ بدیہ تمہارے عزیز و اقارب کی جانب سے ہے اس کو قبول کرو مردہ اس کو لیتا ہے اور بہت ہی خوش ہوتا ہے اور دوسرے مردے جو اس کے قریب میں دفن ہیں وہ رنجیدہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کو انکے اعزہ کی جانب سے کوئی ایسی چیز نہیں پہنچی۔

ایسے ہی ابن عمرؓ کی حدیث صحیح ہے کہ آپ نے فرمایا جو اپنے والدین کی فوات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے خدا تعالیٰ والدین کو بھی ثواب پہنچاتا ہے اور کرانے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے ایک حدیث میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جو شخص قبرستان میں پہنچے اور دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر ثواب پہنچائے تو خدا تعالیٰ تمام قبرستان کے مردوں کو برابر برابر اس کا اجر عنایت فرماتا ہے بہر حال ایک دو نہیں بہت سی احادیث صحیح اس سلسلے میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایصال ثواب مردہ کے لئے مفید اور کارآمد ہے انہی احادیث کی کثرت اور صحت کے پیش نظر امت کی رائے یہی ہے کہ ایک عمل دوسرے کے لئے اور خصوصاً ایصال ثواب مفید ہے لیکن ایصال ثواب قطعاً شرعی حدود میں ہونا چاہئے شرعی حدود سے باہر ہو کر کوئی کام نہ صرف یہ کہ مفید نہیں بلکہ مضر اور بدعت ہے ایصال ثواب کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبرستان میں جائے مسنون سلام کرے بعد میں اول و آخر دو شریف ایک ایک مرتبہ پڑھے سورہ فاتحہ ایک مرتبہ معوذتین اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ کر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے خدا تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ میں نے جو پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں فلاں مردہ کو پہنچ جائے اور ایسے ہی کھانے پینے کی چیزوں کا ثواب۔

اعْمَلُوا..... (سورہ توبہ: ۱۰۵) یعنی کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے اور عنقریب تم چھپے کھلے کے جاننے والے خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال سے خبردار کرے گا۔ یعنی ہر نیکی کی جزا اور ہر بدی کی سزا دے گا یہاں بھی فرمایا پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۖ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۖ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۖ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۖ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۖ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشَأَ الْأُخْرَىٰ ۖ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَ أَقْنَىٰ ۖ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۖ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۖ وَثَمُودَ أَفْئَمَا أَبْقَىٰ ۖ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۖ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۖ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ

تَتَمَّارَىٰ ۝

اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر و مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب (رحم میں) ڈالا جاتا ہے اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ (دے کر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی اور یہ کہ اس نے قدیم قوم عاد کو بھی (اس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے) کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوح کو (ہلاک کیا) بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے اور انھی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا سو تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک (و انکار) کرتا رہے گا ○

معاد:

ارشاد ہوتا ہے کہ لوٹنا آخر خدا ہی کی طرف ہے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹ کر اسی کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنو اود میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا ”اے نبی اود! میں خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر تمہاری طرف آیا ہوں تم یقین کرو کہ تم سب کا لوٹنا خدا کی طرف ہے۔ پھر یا تو جنت میں پہنچائے جاؤ یا جہنم میں دھکیلے جاؤ۔“ بغوی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا جائز نہیں۔“ جیسے دوسرے حدیث میں ہے۔ مخلوق پر غور بھری نظریں ڈالو۔ لیکن ذات باری خالق میں گہرے نہ اُتر دو۔ اسے عقل و ادراک فکر و ذہن نہیں پاسکتا۔ گو ان لفظوں سے یہ حدیث محفوظ نہیں ہے مگر صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔ اس میں ہے کہ ”شیطان کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اے کس نے پیدا کیا؟ اور اے کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو تو اعوذ پڑھ لے اور اس خیال



کو دل سے دور کر دے۔“ سنن کی ایک حدیث میں ہے۔ مخلوقات خدا میں غور و فکر کرو۔ لیکن ذات خدا میں غور و فکر نہ کرو۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے۔ جس کے کان کی لو سے لے کر موٹھ ہرے تک تین سو سال کا راستہ ہے۔ اَوْ كَمَا قَالَ۔ پھر فرماتا ہے کہ بندوں میں ہنسنے رونے کا مادہ اور ان کے اسباب بھی اسی نے پیدا کئے ہیں جو بالکل مختلف ہیں۔ وہی موت اور حیات کا خالق ہے۔ جیسے فرمایا۔ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ (سورہ ملک: ۲) اس نے موت و حیات کو پیدا کیا۔ اسی نے نطفہ سے ہر جاندار کا جوڑا بنایا۔ جیسے دوسری جگہ فرمان ہے: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى..... (سورہ قیام: ۳۶) کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا۔ جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر کیا وہ بستہ خون نہ تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا اور درست کیا اور اسے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ کیا ایسی قدرتوں والا خدا اس بات پر قادر نہیں؟ کہ مردہ کو زندہ کر دے؟ پھر فرماتا ہے کہ وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ جیسے اس نے ابتداء پیدا کیا ہے۔ اسی طرح مار ڈالنے کے بعد دوبارہ کی پیدائش اسی کے ذمہ ہے۔ اسی نے اپنے بندوں کو غنی بنا دیا ہے اور مال ان کے قبضہ میں دے دیا ہے۔ جو ان کے پاس ہی بطور پونجی کے رہتا ہے۔ اکثر مفسرین کے کلام کا خلاصہ اس مقام پر یہی ہے۔ گو بعض سے منقول ہے کہ اس نے مال دیا اور غلام دیئے۔ اس نے دیا اور خوش ہوا اسے غنی کر کے اور مخلوق کو اس کا دست نگر بنا دیا جسے چاہا غنی کیا اور جسے چاہا فقیر لیکن یہ پچھلے دونوں قول الفاظ سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔ ”شعری“ اس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم الجوزا، بھی کہتے ہیں۔ بعض عرب اس کی پرستش کرتے تھے۔ عداوولی یعنی قوم ہود کو جسے عاد بن ارم بن سام بن نوح کہا جاتا ہے۔ اسی نے ان کو طفیان کی بنا پر تباہ کر دیا۔ جیسے فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ..... (سورہ فجر: ۶) یعنی تو نے کیا نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم کے ساتھ جو بڑے قد آور تھے جن کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یہ قوم بڑی قوی اور بڑی زور آور تھی۔ ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی بڑی نافرمان اور رسولؐ سے بڑی سرتاب تھی۔ ان پر ہوا کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن برابر رہا۔ اسی طرح ثمود یوں کو بھی اس نے ہلاک کیا۔ جن میں سے ایک بھی باقی نہ بچا اور ان سے پہلے قوم نوح تباہ ہو چکی ہے۔ جو بڑے نا انصاف اور شریر تھے اور لوط کی بستیاں جنہیں خدائے قہار نے زیروزبر کر دیا اور آسمانی پتھروں سے سب بدکاروں کو ہلاک کر دیا۔ انہیں ایک چیز نے ڈھانک لیا۔ یعنی پتھروں نے۔ جن کا مینہ ان پر برسنا اور برے حالوں تباہ ہوئے۔ ان بستیوں میں چار لاکھ آدمی آباد تھے۔ آبادی کی کل سر زمین آگ اور گندھک اور تیل بن کر ان پر بھڑک اٹھی۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ جو بہت غریب سند ہے۔ ابن ابی عاتم میں موجود ہے۔ پھر فرمایا تو اے انسان اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟ بعض کہتے ہیں یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ لیکن خطاب کو عام رکھنا بہتر ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی عام رکھنے کو ہی پسند فرماتے ہیں۔

۱۔ دراصل ملعون ابلیس اس کوشش میں رہتا ہے کہ انسان کو کسی طرح اغوا کر کے اور غلط راہ پر ڈال دے چنانچہ اس کے لئے وہ ہر وہ راستہ اختیار کرتا ہے جس سے انسان کو گمراہ کرنا ممکن ہو بعض اوقات عمل کی گمراہی کے ساتھ فکر و عقیدہ کی گمراہی میں مبتلا کرتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ جن کی کوئی نظیر اور مثل نہیں کہ خواہی ارشاد ہے ایسے کمثلہ شنی ان کے بارے میں طرح طرح کے وساوس قلب میں ڈالتا ہے کبھی ان کی حقیقت کی دریافت کا وسوسہ ڈالتا ہے اور کبھی پٹھانہ اور کائنات انہوں نے کبھی بھی اس کا مکلف نہیں کیا کہ ان کی غایت و حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی جائے آخر آپ مانتے ہیں یا نہیں کہ سعودی عرب کا ایک بادشاہ نے حالانکہ کتنوں نے آپ سے ان کو دیکھا ہے؟ اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ان مسائل میں الجھنا قطعاً شیطانی وسوسہ ہے جن سے آپ کے عقیدہ و عمل اور نجات کو کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ شعری کے متعلق سائنسدانوں کا خیال ہے کہ یہ سب سے زیادہ روشن ستارہ ہے اس کی پرستش نہ صرف عرب میں بلکہ رومی اور یونانی میں بھی ہوتی رہی خدا تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ شعری کا ذکر فرما کر ستارہ پرستی کے تمام ہی بے ہودہ مشاغل پر بھرپور تنقید و تردید فرمادی۔

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذْرِ الْأُولَى ۝ أَرَأَيْتِ الْأَزِفَةَ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝ أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَتَبَكَّرُونَ ۝ وَأَنْتُمْ سَمِدُونَ ۝ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝

یہ (پیغمبر) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی آنے والی چیز قریب آنے والی ہے کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں۔ سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو سو اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کی بلا شرکت) عبادت کرو ○

قیامت:

یہ ڈر خوف سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی رسالت بھی ایسی ہے۔ جیسی آپ سے پہلے رسالت تھی۔ جیسے اور آیت میں ہے: قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَاءِ مَنِ الرُّسُلِ یعنی میں کوئی نیا رسول تو نہیں ہوں۔ رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بہت سے رسول اللہ آچکے ہیں۔ قریب آنے والی کا وقت آگیا۔ یعنی قیامت قریب آگئی۔ نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے۔ نہ اس کے آنے کے صحیح وقت معین کا کسی کا علم ہے نہ یسعربی میں اسے کہتے ہیں مثلاً ایک جماعت ہے جس میں ایک شخص نے ڈراؤنی کوئی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے۔ یعنی ڈر اور خوف کی خبر سنانے والا۔ جیسے اور آیت میں ہے: نَذِيرٌ لَّكُمْ يَوْمَ يَذِي عَذَابٍ شَدِيدٍ (سورہ احقاف: ۹) میں تمہیں سخت عذاب سے طلع کرنے والا ہوں۔ حدیث میں ہے تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو۔ اسی میں بھاگا دوڑا آ جائے اور قوم کو دفعۃً متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آ رہی ہے۔ فوراً تدارک کر لو۔ اسی قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں۔ جیسے کہ ان کے بعد کی سورت میں ہے: اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ (سورہ سہا: ۴۶) قیامت قریب آچکی ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگو! گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جانتی سے بچو۔ سنو چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اُترا۔ سب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے آئے۔ تو گو ہر ایک کے پاس لکڑیاں کم کم ہیں۔ لیکن جب وہ سب جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے۔ جس سے دیکھیں کی دیکھیں پک جائیں۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیا جاتا ہے اور یہ ہلاک ہو جاتا ہے اور حدیث میں ہے میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے۔ پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا۔ میری اور آخرت کی مثال دو گھوڑوں کی سی ہے میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اس طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو طلا یہ پر بھیجا۔ اس نے دشمن کا لشکر بالکل نزدیک کی کمین گاہ میں چھاپہ مارنے کے لئے تیار دیکھا۔ یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی کہیں یہ نہ پہنچ جائیں۔ تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہیں سے کپڑا ہلا کر انہیں اشارے سے بتا دیا کہ خبردار ہو جاؤ دشمن سر پر موجود ہے۔ پس میں ایسا ہی ڈرانے والا ہوں۔ اس حدیث کی تائید میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پروائی برتتے ہیں بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کیساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنستی کرنے لگتے ہیں۔ چاہئے یہ تھا کہ ایمانداروں کی طرح اسے سن کر روتے۔ عبرت حاصل کرتے۔ جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ شریف کو سن کر روتے دھوتے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خشوع و خضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سجدہ گانے کو کہتے ہیں۔ یہ یعنی لغت آپ سے سامدوں کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی منقول ہیں۔ حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں غفلت کرنے والے۔ پھر اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ تو حید و اخلاص کے پابند رہو۔ خضوع خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے مسلمانوں نے اور مشرکوں نے اور جن وانس نے سورۃ النجم کے سجدے کے موقع پر سجدہ کیا مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم پڑھی۔ پس آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپ کے پاس تھے۔ راوی حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورہ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے۔ یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔

تفسیر سورہ اقتربت الساعۃ (قمر)

ابو واقد کی روایت اس سے پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز میں سورہ ق اور سورہ اقتربت الساعۃ پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح بڑی بڑی محفلوں میں بھی آپ ان دونوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے کیونکہ اس میں وعدے و عید کا ابتدائے آفرینش اور دوبارہ زندگی کا ساتھ ہی توحید اور اثبات رسالت وغیرہ اہم مقاصد اسلامیہ کا ذکر ہے۔

سُبْحَانَ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَمِائَتَانِ وَثَلَاثُونَ كَوْكَبًا

کُلُّ رُكُوعٍ ۳ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۵۵

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۚ
وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ

مُذَدَّجَرٌ ۚ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۚ

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے اور ان لوگوں کے پاس (تو اہم ماضیہ

کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت ہے یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی (حاصل ہو سکتی ہے سوان کی کیفیت یہ ہے کہ) خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتیں ○

شق قمر:

اللہ تعالیٰ قیامت کے قرب کی اور دنیا کے خاتمہ کی اطلاع دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے: اَتَىٰ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ط (سورہ نحل: ۱) اللہ تعالیٰ کا امر آچکا اب تو اس کی طلب کی جلدی چھوڑ دو اور فرمایا: اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (سورہ انبیاء: ۷) لوگوں کے حساب کا وقت آ پہنچا اور اب تک وہ غفلت میں ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت سی ہیں۔ بزار میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سورج کے ڈوبنے کے وقت جب کہ وہ تھوڑا سا ہی باقی رہ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ دنیا کے گزرے ہوئے حصے میں اور باقی ماندہ حصے میں وہی نسبت ہے جو اس دن کے گزرے ہوئے اور باقی بچے ہوئے حصے میں ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں حضرت خلف بن موسیٰ کو ابن حبان ثقہ راویوں میں گنتے تو ہیں۔ لیکن فرماتے ہیں کبھی کبھی خطا بھی کر جاتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے جو اس کی تقویت بلکہ تفسیر بھی کرتی ہے۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے کہ عصر کے بعد جب کہ سورج بالکل غروب ہو چکا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری عمریں گزشتہ لوگوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہی ہیں جتنا یہ باقی دن گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلمہ کی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں اور روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ قریب تھا کہ وہ مجھ سے پہلے آ جائے۔ ولید بن عبد الملک کے پاس جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تو اس نے قیامت کے بارے میں حدیث کا سوال کیا جس پر آپ نے فرمایا میں نے حضور سے سنا ہے کہ تم اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہو۔ اس کی شہادت اس حدیث سے ہو سکتی ہے جس میں آپ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام حاشر آیا ہے اور حاشر وہ ہے جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہو۔ حضرت نبہر کی روایت ہے کہ حضرت عتبہ بن غزو ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا اور کبھی کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا دنیا کے خاتمہ کا اعلان ہو چکا۔ یہ پیٹھ پھیرے بھاگی جا رہی ہے اور جس طرح برتن کا کھانا کھالیا جائے اور کناروں میں کچھ لگا لپٹا رہ جائے۔ اسی طرح دنیا کی عمر کا کل حصہ مکمل ہو چکا صرف برائے نام باقی ہے۔ تم یہاں سے ایسے جہان کی طرف جانے والے ہو جسے فنا نہیں۔ پس تم سے جو ہو سکے بھلائیاں اپنی ساتھ لے کر جاؤ۔ سنو ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا۔ جو برابر ستر سال تک نیچے کی طرف جاتا رہے گا لیکن تلے تک نہ پہنچے گا۔ خدا کی قسم جہنم کا یہ گہرا گڑھا انسانوں سے پر ہونے والا ہے۔ تم اس پر تعجب نہ کرو۔ ہم نے یہ سنا ہے کہ جنت کی چوکھٹ کی دو لکڑیوں کے درمیان چالیس کا راستہ ہے اور وہ بھی ایک دن اس قدر بڑھ ہوگی کہ بھری نظر آئے گی۔ (مسلم) ابو عبد الرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ بدائن گیا اور بستی سے تین میل کے فاصلے پر ہم ٹھہرے جمعہ کے لئے میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطیب تھے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔ لوگو سنو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ بے شک قیامت قریب آ چکی ہے۔ بے شک چاند پھٹ گیا ہے۔ آج کا دن کوشش اور تیاری کا ہے کل تو دوڑ بھاگ کر کے آگے بڑھ جانے کا دن ہوگا۔ میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ کل کیا دوڑ ہوگی۔ جس میں آگے نکلنا ہوگا؟ میرے باپ نے مجھ سے فرمایا تم نادان ہو یہاں مراد نیک اعمال میں ایک دوسرے پر

سبقت لے جانا ہے۔ دوسرے جمعہ کو جب ہم آئے تو بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی فرماتے ہوئے سنا۔ اس کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ غیت آگ ہے اور سابق وہ ہے جو جنت میں پہلے پہنچ گیا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ذکر ہے۔ جیسے کہ متواتر حدیثوں میں صحت کے ساتھ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچویں چیزیں روم دھواں، لزام، بطشہ اور چاند کا پھٹنا یہ سب گزر چکا ہے۔ اس بارے میں حدیثیں سنئے۔ مسند احمد میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ جس پر دو مرتبہ چاند شق ہو گیا۔ جس کا ذکر ان دونوں آیتوں میں ہے۔ بخاری میں ہے کہ انہیں چاند کے دو ٹکڑے دکھا دیئے۔ ایک حرا کے اس طرف ایک اُس طرف۔ مسند میں ہے ایک پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر۔ اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ لیکن سمجھداروں نے کہا اگر مان لیا جائے کہ ہم پر جادو کر دیا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں پر تو نہیں کر سکتا اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور روایتیں بھی بہت سی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند گرہن ہوا ہے کافر کہنے لگے چاند پر جادو ہوا ہے۔ اس پر یہ آیتیں مُسْتَمِرُّ تِلْكَ اُتْرِیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب چاند پھٹا اور اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک پہاڑ کے پیچھے اور ایک آگے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ نے فرمایا دیکھو یاد رکھنا اور گواہ رہنا۔ آپ فرماتے ہیں اس وقت ہم سب منیٰ میں تھے اور روایت میں ہے کہ مکہ میں تھے۔ ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہا یہ ابن ابی کبشہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا جادو ہے۔ لیکن سمجھداروں نے کہا مان لو ہم پر جادو کیا ہے۔ لیکن ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا۔ اب جو لوگ سفر سے آئیں ان سے دریافت کرنا کہ کیا انہوں نے بھی اس رات کو چاند دو ٹکڑوں میں دیکھا تھا۔ چنانچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا۔ انہوں نے بھی اس کی

۱۔ آنحضور ﷺ کے جو معجزات نہایت مشہور ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور معجزہ قرآن مجید کے بعد شق قمر کا ہے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کا قیام ابھی مکہ میں ہی تھا ایک مرتبہ آپ غالباً حج کے ارادہ سے منیٰ میں مقیم تھے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ پیش آیا ان آیات میں اسی عظیم معجزہ کا ذکر ہے خدا تعالیٰ کی غیر محدود اور وسیع طاقتوں پر یقین رکھنے والے تو ظاہر ہے کہ بالمثل اس معجزہ کو تسلیم کر ہی لیں گے لیکن انکار کرنے والے ذرا سوچیں کہ کل تک یہ اس کو کوئی تسلیم کر سکتا تھا کہ چاند پر آدمی پہنچ جائے گا یا فلاں سیارے پر اور اپنی کے کافی ذخیرے موجود ہیں ابھی تک نہ چاند سے پرے آدمی پہنچا اور نہ برف اور پانی کا ذخیرہ کا پتہ چل سکا تاہم چند سائنسدانوں کے کہنے پر دنیا یقین کر رہی ہے لیکن افسوس کہ خدا تعالیٰ کی باتوں پر اور خبروں پر یقین نہیں کیا جاسکتا خبر ہے کہ کس بھی واقعہ کا ثبوت جو پہلے گزر چکا تاریخ سے مل سکتا ہے آپ تاریخی روایات پر ایک نظر ڈال لیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ معجزہ شق القمر کا انکار کس حد تک صحیح ہے روح المعانی میں ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہجرت سے پانچ سال پہلے پیش آیا اور شق کے سلسلہ کی صحیح احادیث بکثرت موجود ہیں شرح موافقت میں تو اس واقعہ کی خبر کو متواتر کہا گیا ہے ابن السبکی کی بھی یہی رائے ہے ابن السبکی کہتے ہیں کہ قرآن کی تصریح اور احادیث کی کثرت کے پیش نظر اب اس کو متواتر کہنے میں کوئی تامل نہیں بھلا ہے کہ یہ واقعہ تواتر سے نص ہوا اور کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

اس بارے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی فیض الباری شرح بخاری میں تحریر فرمایا ہے کہ آج اجرام سماویہ میں چڑھنا پھٹنا ٹوٹنا کرنا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا سب کچھ ثابت ہو چکا ہے اب اس معجزہ کا انکار کیسے صحیح ہوگا اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج گرہن باوجودیکہ دن ہی میں پیش آتا ہے تاہم منیٰ مقامات پر گرہن کا پتہ بھی نہیں چلتا اور یہ کیفیت گرہن کی ہو کر ختم بھی ہو جاتی ہے تو معجزہ شق القمر جبکہ رات کو پیش آیا اور بالعموم رات کے واقعات عام مصلحت سے چھوٹ جاتے ہیں تو اگر فرض کرو یہ واقعہ کسی سے بھی نقل نہ ہوتا اور اس کا ذکر صرف قرآن و حدیث ہی میں ہوتا تو بھی اس کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہئے علاوہ ازیں تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے کہ ہندوستان میں راجہ وچال نے بھی شق القمر دیکھا تھا یہی وہ راجہ ہے جس کے نام پر بھوپال کی ریاست آباد ہوئی۔

تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب کو ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہ کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔ اب جو باہر سے آیا جب کبھی آیا۔ جس طرف سے آیا۔ ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہاں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: پہاڑ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر تم گواہ رہنا اور مشرکین نے اس زبردست معجزے کو بھی جادو کہہ کر ٹال دیا۔ اسی کا ذکر ہے کہ یہ جب دلیل حجت اور برہان دیکھتے ہیں: سہل انگاری سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے اور مانتے نہیں۔ بلکہ حق کو جھٹلا کر احکام نبوی کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت اور کم عقلی سے باز نہیں آتے۔ ہر امر مستقر ہے۔ یعنی خیر خیر والوں کے ساتھ شر شر والوں کے ساتھ اور یہ بھی معنی ہیں کہ قیامت کے دن ہر امر واقع ہونے والا ہے اگلی لوگوں کے وہ واقعات جو دل کو ہلا دینے والے اور اپنے اندر کامل عبرت رکھنے والے ہیں ان کے پاس آچکے ہیں۔ ان کی تکذیب کے سلسلہ میں ان پر جو بلائیں اتریں اور ان کے جو قصے ان تک پہنچے وہ سراسر عبرت و نصیحت کے خزانے ہیں اور وعظ و نصیحت سے پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہیں ہدایت کریں اور جسے چاہیں گمراہ کرے۔ اس میں بھی اس کی حکمت بالغہ موجود ہے۔ ان پر شقاوت لکھی جا چکی ہے جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ انہیں کوئی ہدایت پر نہیں لاسکتا۔ جیسے فرمایا: قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ (سورہ انعام: ۱۴۹) اللہ تعالیٰ کی دلیلیں ہر طرح کامل ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر لاکھڑا کرتا۔

اور جگہ ہے:

وَمَا تَغْنِي الْآيَاتُ وَالنَّذْرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ (سورہ یونس: ۱۰۱)
بے ایمانوں کو کسی معجزے نے اور کسی ڈرنے اور ڈرسانے والے نے کوئی نفع نہ پہنچایا۔

فَقَوْلٌ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعُ إِلَى شَيْءٍ تُكْرِهُونَ ۖ خُشْعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ

الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرُونَ ۖ مَّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمُ

عَسِرٌ ۝

تو آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ ان کو ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی آنکھیں (مارے ذلت کے) جھلکی ہوئی ہوں گی اور قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے۔ جیسے بڑی پھیل جاتی ہے اور پھر نکل کر بلانے والے کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہوں گے کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے ○

سخت دن:

ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی تم ان کافروں کو جن کے لئے معجزہ وغیرہ بھی مفید نہیں، چھوڑ دو ان سے منہ پھیر دو اور انہیں قیامت کے انتظار میں رہنے دو۔ اس دن انہیں حساب کی جگہ ٹھہرنے کے لئے ایک پکارنے والا پکارے گا۔ جو ہولناک جگہ ہوگی۔ جہاں بلائیں اور

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۖ

منزل ۴

آفتیں ہوں گی۔ ان کے چہروں پر ذلت اور کمینگی برس رہی ہوگی۔ ندامت کی وجہ سے آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی ہوں گی اور قبروں سے نکلیں گے۔ پھر جس طرح ٹڈی دل چلتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی انتظار و سرعت کے ساتھ میدانِ حساب کی طرف بھاگیں گے۔ پکارنے والے کی پکار پر کان ہوں گے اور تیز تیز چل رہے ہوں گے۔ نہ مخالفت کی تاب ہے نہ دیر لگانے کی طاقت۔ اس سخت ہولناکی کے سخت دن کو دیکھ کر کافر چیخ اٹھیں گے کہ یہ تو بڑا بھاری اور بے حد سخت دن ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ① فَدَعَا رَبَّهُ

أَنِّي مَغْلُوبٌ فَأَنْتَصِرْ ② فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ③ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا

فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ④ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ الْأَوَاجِ وَدُسِرَ ⑤ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا

جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ⑥ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ⑦ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

وَنُذِرٍ ⑧ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ⑨

ان لوگوں سے پہلے قومِ نوح نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندے (خاص نوح) کی اور کہا کہ یہ مجنون ہے اور نوح کو دھمکی دی گئی تو نوح نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں در ماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔ پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (حکمِ الہی میں) تھا تجویز ہو چکا تھا اور ہم نے نوح کو تختوں اور میٹھوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مومنین کے) سوار کیا۔ یہ سب اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے رہنے دیا کیا کوئی نصیحت کرنے والا ہے پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ○

طوفانِ نوح:

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اس امت سے پہلے امتِ نوح نے بھی اپنے نبی کی جو ہمارے بندے حضرت نوح تھے تکذیب کی۔ اسے مجنون کہا اور ہر طرح ڈانٹا اور دھمکایا۔ صاف کہہ دیا تھا کہ اے نوح اگر تم باز نہ رہے تو ہم تجھے پتھروں سے مار ڈالیں۔ خدا تعالیٰ کسی بھی حقیقت کو سمجھانے کے لئے ایسی ہی تعبیرات اختیار فرماتے ہیں جن سے حقائق ہمارے لئے کسی درجہ میں قریب الفہم ہو جائیں وہ ہماری جانی پہچانی کیفیات سامنے لا کر ہم کو حقائق سمجھانے کے خواگر ہیں چنانچہ میدانِ حشر میں پوری کائنات جس طرح میدانِ حشر میں آگے کی طرف بڑھ رہی ہوگی اس کی کثرت اور جھوم کو سمجھانے کے لئے ٹڈی دل کے چھا جانے کا منظر ہمارے سامنے پیش کیا جو منہ کے منت فضا سے آسمان پر اس طرح چھا جاتا ہے کہ فضا تھوڑی دیر کے لئے تیر و تار یک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ دن کی روشنی بھی باقی نہیں رہتی امریکہ میں ایک مرتبہ ٹڈی دل نے حملہ کیا تھا جو تین میل چوڑا اور مانڈ میل لمبا دل تھا۔

گے۔ ہمارے بندے اور رسول حضرت نوحؑ نے ہمیں پکارا کہ پروردگار میں ان کے مقابلہ میں محض ناتواں اور ضعیف ہوں۔ میں طرح نہ اپنی ہستی کو سنبھال سکتا ہوں نہ تیرے دین کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ تو ہی میری مدد فرما اور مجھے غلبہ دے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور اس کا فرقہ پر مشہور طوفانِ نوح بھیجا گیا۔ موسلا دھار بارش کے دروازے آسمان سے ابلتے ہوئے پانی کے چشمے زمین سے کھلے دیئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جو پانی کی جگہ نہ تھی مثلاً تنور وغیرہ وہاں سے زمین پانی اگل رہی تھی۔ ہر طرف پانی بھر گیا تھا۔ نہ آب سے برسنا موقوف ہوا نہ زمین سے ابلنا اور اس طرح ایک طے شدہ فیصلہ ہو کر رہا۔ ہمیشہ پانی ابر سے برستا ہے۔ لیکن اس وقت آسمان سے پانی کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور عذابِ خدا پانی کی شکل میں برس رہا تھا۔ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا پانی برسا نہ اس کے کبھی ایسا برسے۔ ادھر سے آسمان کی یہ رنگت اُدھر سے زمین کو حکم کہ پانی اگل دے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے دہانے کھول دیئے گئے اور ان میں سے براہِ راست پانی برسا۔ اس طوفان سے ہم نے اپنے بندے کو بچالیا۔ انہیں کشتی پر سوار کیا۔ تختوں میں کیلیں لگا کر بنائی گئی تھی۔ دُسر کے معنی کشتی کے پائیں کا حصہ اور ابتدائی حصہ۔ جس پر موج تھپڑے مارتی ہے اور اس اصل اور اس کے جوڑ کے بھی کئے گئے ہیں۔ وہ ہمارے حکم سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور صحیح و سچ جاری تھی۔ حضرت نوحؑ کی مدد میں کفار سے یہ انتقام تھا۔ ہم نے اس واقعہ کو بطور عبرت نشانی کی طرح چھوڑ دیا۔ یعنی اس کشتی کو عبرت کے باقی رکھا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس امت کے اوائل لوگوں نے بھی اسے دیکھا۔ لیکن ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کشتی نمونے پر اور کشتیاں ہم نے بطور نشان کے دنیا میں قائم رکھیں جیسے اور آیت میں ہے: **وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِ الْمَشْحُونِ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ** (سورہ یسین: ۴۱) یعنی ان کی نشانی ہے کہ ہم نے نسل آدم کو بھری ہوئی کشتی میں کر دیا اور کشتی کے مانند اور بھی ایسی سواریاں دیں جن پر وہ سوار ہوں اور جگہ ہے: **إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ.....** (سورہ حاقہ: ۱۱) جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی میں لے لیا تاکہ تمہارے لئے نصیحت و عبرت ہو اور یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھ سکیں پس کوئی ہے جو ذکر و وعظ حاصل کرے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَدَدِ پڑھایا ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس لفظ کی قراءت اسی طرح منقول ہے۔ حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے یہ لفظ دال سے یا ذال سے؟ فرمایا میں نے عبد اللہ سے یہ لفظ دال سے سنا ہے اور وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دال کے ساتھ سنا ہے۔ پھر فرماتا ہے میرا عذاب میرے ساتھ کفر کرنے اور میرے رسولوں کو جھوٹا کہنے اور میری نصیحت سے عبرت حاصل کرنے والوں پر کیسا ہوا؟ میں نے کس طرح اپنی رسولوں کے دشمنوں سے بدلہ لیا؟ اور کس طرح ان دشمنانِ دین حق کو تہس نہس کر دیا۔ ہم نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی کو ہر اس شخص کے لئے آسان کر دیا ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھے جیسے فرمایا: **كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهَا إِلَيْكَ مُبَارَكٌ.....** (سورہ ص: ۲۹) ہم نے تیری طرف یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اس آیتوں میں تدبر کریں اور اس لئے کہ عقل مند لوگ یاد رکھ لیں اور جگہ ہے: **فَإِنَّمَا يَسْتُرُنَّ بِلسَانِكَ.....** (سورہ مریم: ۹) یعنی نے اسے تیری زبان اس لئے آسان کیا ہے کہ تو پرہیزگار لوگوں کو خوشی سنا دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرادے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی تلاوت اور قراءت اللہ تعالیٰ نے آسان کر دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اس میں آسانی نہ رکھ دیتا تو مخلوق کی طاقت نہ تھی کہ اللہ عز و جل کے کلام کو پڑھ سکے۔ میں کہتا ہوں انہی آسانیوں میں ایک آسانی ہے جو پہلے حدیث میں گزر چکی ہے کہ یہ قرآن سات قراءتوں پر نازل کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے تمام طرق و الفاظ ہم نے پہلے جمع



دیئے ہیں۔ اب دوبارہ یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ پس اس قرآن کو بہت ہی آسان کر دیا۔ اب سے کوئی طالب علم جو اس خدائی علم کو حاصل کرے جو بالکل آسان ہے۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝۱۸ اِنَّا ارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْجًا صَرْصَرًا
فِيْ يَوْمٍ نَّحْسٍ مُّسَمَّرٍ ۝۱۹ تَنْزِعُ النَّاسُ كَاَنَّهُمْ اَعْمَاجُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝۲۰ فَكَيْفَ كَانَ
عَذَابِي وَنُذُرِ ۝۲۱ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝۲۲

عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی سو (اس کا قصہ سنو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر ایک تیز ہوا بھیجی ایک دوا می نحوست کے دن میں وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ اکھاڑ کر پھیلتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو دیکھو میرا ڈرانا اور میرا عذاب کیسا (ہولناک) ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ○

برفانی ہواؤں کے جھکڑ:

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ قوم ہود نے بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھوٹا کہا اور بالکل قوم نوح کی طرح سرکشی پر اتر آئے تو ان پر سخت ٹھنڈی مہلک ہوا بھیجی گئی۔ وہ دن ان کے لئے سراسر منحوس تھا۔ برابر ان پر ہوائیں چلتی رہیں اور انہیں تہ وبالا کرتی رہیں۔ دنیوی و اخروی عذاب میں گرفتار کر لئے گئے۔ ہوا کا جھونکا آتا۔ ان میں سے کسی کو اٹھا کر لے جاتا۔ یہاں تک کہ زمین والوں کی حد نظر سے وہ بالا ہو جاتا۔ پھر اسے زمین پر اوندھے منہ پھینک دیتا۔ سر کچل دیتا۔ بھیجا نکل پڑتا۔ سرا لگ دھڑا لگ۔ ایسا معلوم ہوتا گویا کھجور کے درخت کے بن سرے ٹنڈ ہیں۔ دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا؟ میں نے تو اس قرآن کو آسان کر دیا۔ جو چاہے نصیحت و عبرت حاصل کرے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝۲۳ فَقَالُوا ابْشِرْنَا مِنَّا وَاحِدًا اَنْتَبِعْهُ اِنَّا اِذَا لَفِیْ ضَلٰلٍ
وَسُعُرٍ ۝۲۴ اَلْقٰی الَّذِیْ كُرْ عَلَیْهِ مِنْ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌّ ۝۲۵ سَیَعْلَمُوْنَ عَذَابًا مِّنْ

۱۔ صاف اشارہ ہے آج کے دن کے بحری دھاتی آدم بردار سامان بردار اور سینکڑوں قسم کے جہازوں کی جانب جو پانی پر چل رہے ہیں اور جن کی نئی نئی شکلیں قیامت تک ہمارے سامنے آتی رہیں گی۔

۲۔ یعنی قرآنی مضامین سے عبرت و موعظت نصیحت اور تذکیر حاصل کرنا بالکل آسان و سہل ہے لیکن اس کے مطابق حقائق پر اطلاع مسائل پر استنباط نکات پر واقفیت مضامین کے عمق میں غور و فکر نہایت دقیق اور اہم ترین فن ہے جس کے لئے مخصوص علوم طویل مطالعہ نیک قیمتی تقویٰ و اخلاص جیسی شرائط ہیں اب اس آیت کو دیکھ کر جدید تعلیم یافتہ دو چار عربی لفظ سیکھ کر کہتا ہے کہ قرآن ہم بھی سمجھ سکتے ہیں قرآن فہمی کوئی علما کی مخصوص پر اپنی نہیں اور استدلال میں استعمال کرتے ہیں ایسی ہی آیات کو اور نہیں سمجھتے کہ قرآن کے آسان ہونے کا مطلب کیا ہے۔

الْكَذَّابُ الْأَشْرُ ۝ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةَ فِتْنَةً لَهُمْ فَأَرْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝
وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شَرْبٍ مُحْتَظَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ
فَتَعَاظَى فَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنَذِيرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً
وَّاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝

شہود نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جائیں۔ کیا ہم سب میں (منتخب ہو کر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔ ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔ ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں۔ ان کی آزمائش کے لئے سوان کو دیکھتے بھالتے رہنا اور ان لوگوں کو یہ بتلادینا کہ پانی (کنوئیں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔ سوانہوں نے اپنے رفیق (حقدار) کو بلایا سوان نے (اونٹنی پر) وار کیا اور مارڈالا سودیکھو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سودہ (اس سے) ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باز لگانے والے (کی باز) کا چورا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ○

ایٹھی دھما کے :

شہودیوں نے رسول خدا حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تعجب کے طور پر محال سمجھ کر کہنے لگے کہ ایسا ہو بھی سکتا ہے کہ ہم اپنے میں سے ایک شخص کے تابع دار بن جائیں؟ آخر اس کی اتنی بڑی فضیلت کی کیا وجہ؟ پھر اس سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم نہیں مان سکتے کہ ہم سب میں سے کسی ایک پر ہی صرف خدا کی باتیں نازل ہوں۔ پھر اس سے بھی قدم بڑھایا اور نبی اللہ کو کھلے لفظوں میں جھوٹا اور شیخی باز کہا بطور ڈانٹ کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اب تو جو چاہو کہہ لو لیکن کل کھل جائے گا کہ دراصل جھوٹا اور جھوٹ میں حد سے بڑھ جانے والا کون تھا؟ (ہم نے نبی کو مطلع کیا کہ) ان کی آزمائش کے لئے فتنہ بنا کر ہم ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی طلب کے موافق پتھر کی ایک سخت چٹان میں سے ایک چٹکے جوڑے اعضاء والی گیا بھن اونٹنی نکلی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ تم اب دیکھتے ہو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اور ان کی مصیبت پر صبر کرو۔ دنیا اور آخرت میں انجام کار غلبہ آپ ہی کا رہے گا۔ اب ان سے کہہ دیجئے کہ پانی پر ایک دن تو ان کا ہوگا اور ایک دن اس اونٹنی کا۔ جیسے اور آیت میں ہے: لَهَا شَرْبٌ وَلَكُمْ شَرْبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ (سورہ شعراء: ۱۵۵) ہر باری موجود کی گئی ہے۔ یعنی جب اونٹنی نہ ہو تو پانی موجود ہے اور جب اونٹنی ہو تو اس کا دودھ حاضر ہے۔ انہوں نے مل جل کر اپنے رفیق قدار بن سالف کو آواز دی اور یہ بڑا ہی بد بخت تھا۔ جیسے اور آیت میں ہے: إِذْ أَبْعَثْنَا شِقَاقَهَا (سورہ شمس: ۱۲) ان کا بدترین آدمی تھا۔ اس نے آ کر پکڑا اور زخمی کیا۔ پھر تو ان کے کفر و تکذیب کا میں نے بھی پورا بدلہ لیا اور جس طرح کھیتی کے کٹے ہوئے سوکھے پتے اڑا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ انہیں بھی ہم نے بے نام و نشان کر دیا۔ خشک چارہ جس طرح جنگل میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انہیں بھی برباد

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۝

منزل ۶

کر دیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو خشک کانٹے دار باڑے میں رکھ لیا جاتا تھا۔ جب اس باڑہ کو روند دیا جائے اس وقت اس کی جیسی حالت ہو جاتی ہے وہی حالت ان کی ہو گئی کہ ایک بھی نہ بچا۔ جیسے مٹی دیوار سے جھڑ جاتی ہے اسی طرح ان کے بھی پر پڑے اکھڑ گئے۔ یہ سب اقوال مفسرین کے اس جملہ کی تفسیر میں ہیں۔ لیکن اول اقویٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذْرِ ۚ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُمْ
بِسُحْرِ ۚ ﴿٣٤﴾ نِعْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۚ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا
فَتَمَارَوْا بِالنُّذْرِ ۚ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاودُوهُ عَنْ صَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي
وَنُذِرِ ۚ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَحَ لُوطٌ يُّكْرَهُ عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ ۚ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذِرِ ۚ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ
يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۚ ﴿٤٠﴾

قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی، ہم نے ان پتھروں کا مینہ برسایا، بجز متعلقین لوط کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں بچا لیا۔ اپنی جانب سے فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں اور (قبل عذاب آنے کے) لوط علیہ السلام نے ان کے ہمارے دار و گیر سے ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے اور ان لوگوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چو پٹ کر دیں کہ لوط میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (یہ تو اس وقت واقعہ ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آ پہنچا (اور ارشاد ہوا) کہ لوط میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ○

مخصوص قسم کے بم:

لوطیوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کر کے کس مکروہ کام کو کیا۔ جسے ان سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا۔ یعنی اغلام بازی۔ اسی لئے ان کی ہلاکت کی صورت بھی ایسی ہی نئی اختیار کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب پہنچا کر اونڈھی مار دیں اور ان پر آسمان سے ان کے نام کے پتھر برسائے۔ مگر لوط علیہ السلام کے ماننے والوں کو سحر کے وقت یعنی رات کی آخری گھڑی میں بچا لیا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ۔ حضرت لوط ۱۔ آج بھی سردی کے زمانہ میں جبکہ کڑا کے کا جاڑا پالا اور ساتھ ہی بر فانی ہوائیں چل پڑیں تو کہتے ہی سرکوں پر تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہیں اور پرند چرند سردی کی شدت سے ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

۲۔ عرب میں دستور تھا کہ جنگلات کے ارد گرد کانٹوں کی باڑ لگا دیتے تھیں کچھ مدت بعد یہ کانٹے سوکھ جاتے اور ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتے اور گر کر جمع ہو جاتے اور پھر جب ہوائیں چلتیں تو یہ ذرات اڑ کر ادھ ادھر منتشر ہو جاتے اسی منظر کو سامنے لا کر عرب والوں سمجھانے کی کوشش کی جو قرآن مجید کے اول مخاطب ہیں۔

علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا۔ یہاں تک کہ خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ ہی رہی۔ قوم میں سے بھی ایک شخص کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ پس عذاب الہی سے کوئی بھی نہ بچا۔ آپ کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہی ساتھ ہلاک ہوئی۔ صرف آپ اور آپ کی لڑکیاں اس نحوست سے بچا لئے گئے۔ شاگردوں کے خدا اسی طرح برے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے اور انہیں ان کی شکرگزاری کا پھل دیتا ہے۔ عذاب کے آنے سے پہلے ہی حضرت لوط علیہ السلام انہیں آگاہ کر چکے تھے۔ لیکن انہوں نے توجہ تک نہ کی بلکہ شک و شبہ اور جھگڑا کیا اور ان کے مہمانوں سے انہیں پکمدینا چاہا۔ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام حضرت اسرافیل علیہ السلام وغیرہ فرشتے انسانی صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے تھے۔ نہایت خوبصورت چہرے، پیاری پیاری شکلیں اور عنفوان شباب کی عمر۔ ادھر یہ رات کے وقت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر اترے، ان کی بیوی نے جو کافرہ تھی قوم کو اطلاع دی کہ آج لوط کے مہمان آئے ہیں۔ ان لوگوں کو انعام کی بدعادت تو تھی۔ دوڑ بھاگ کر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان کو گھیر لیا۔ حضرت لوط نے دروازے بند کر لئے۔ انہوں نے ترکیبیں شروع کیں کہ کسی طرح مہمان ہاتھ لگیں۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا، شام کا وقت تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام انہیں سمجھا رہے تھے۔ ان سے کہہ رہے تھے کہ یہ میری بیٹیاں، یعنی تمہاری جو روئیں موجود ہیں۔ تم اس بد فعلی کو چھوڑ دو اور حلال چیز سے فائدہ اٹھاؤ۔ لیکن ان سرکشوں کا جواب تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں عورتوں کی خواہش نہیں۔ جو ہمارا ارادہ ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ تم ہمیں اپنے مہمان سوئپ دو۔ جب اسی بحث و مباحثہ میں بہت وقت گزر گیا تو وہ لوگ مقابلہ پر تل گئے اور حضرت لوط علیہ السلام بے حد تنگ ہو گئے۔ تب حضرت جبریل علیہ السلام باہر نکلے اور اپنا پران کی آنکھوں پر پھیرا۔ جس سے سب اندھے ہو گئے۔ آنکھیں بالکل جاتی رہیں۔ اب تو حضرت لوط علیہ السلام کو برا کہتے ہوئے اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے صبح کا وعدہ دے کر پچھلے پاؤں واپس ہوئے لیکن صبح کے وقت ہی ان پر عذاب خدا آ گیا۔ جس سے نہ بھاگ سکیں نہ اس سے پیچھا چھڑا سکیں۔ انداز کے نتیجہ اور عذاب کی آمد کی طرف دھیان نہ کرنے کا وبال انہوں نے چکھ لیا۔ یہ قرآن تو بہت ہی آسان ہے جو چاہے نصیحت حاصل کر سکتا ہے کوئی ہے جو اس سے پند و وعظ حاصل کر لے۔

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذْرُ ۖ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخَذَ عَزِيزٍ

مُقْتَدِرٍ ۚ أَكْفَارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۚ أَمْ يَقُولُونَ

نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرُونَ ۚ سَيَهْزِمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ ۚ بَلِ السَّاعَةُ

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَىٰ وَأَمْرٌ ۚ

اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے والوں کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے ہماری (ان) تمام نشانیوں کو

۱۔ محققین نے کہا ہے کہ نبی کے گھر میں کافرہ آ سکتی ہے لیکن ایک بدکار زانیہ نبی کے نکاح میں نہیں آ سکتی کیونکہ قرآن اصول ہے کہ: الطبیات للطیبین والخبیثات للخبیثین۔ یہ عورت بوجہ کفر کے اس طرح کے اقدام کرتی تھی لیکن شاعت کا نہ تھی۔

جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کو زبردست قدرت کا بگڑنا پکڑا کیا تم میں جو کافر ہیں ان میں ان (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے۔ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے غمگین، (ان کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت ناگوار چیز ہے ○

قوم فرعون:

فرعون اور اس کی قوم کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام بشارت اور انذار لے کر آتے ہیں۔ بڑے بڑے معجزے اور زبردست نشانیاں خدا کی طرف سے انہیں دی جاتی ہیں۔ جو ان کی نبوت کی حقانیت پر پوری پوری دلیلیں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ فرعون ان سب کو جھٹلاتے ہیں۔ جس کی نحوست میں ان پر عذاب خدا نازل ہوتے ہیں اور بالکل ہی بھس اڑا دیا جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے اے مشرکین قریش اب بتلاؤ تم ان سے کچھ بہتر ہو؟ جب وہ تم سے بڑی جماعت والے ہو کر ہمارے عذاب سے نہ بچ سکے۔ تو بھلا تم کیا چیز ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں کوئی چھٹکارا لکھا ہوا ہے؟ کہ ان کے کفر پر انہیں تو عذاب کیا جائے لیکن تم کفر کئے جاؤ اور تمہیں کوئی سزا نہ دی جائے؟ پھر فرماتا ہے کیا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے اور ہمیں کوئی برائی ہماری کثرت اور جماعت کی وجہ سے نہیں پہنچے گی؟ اگر یہ خیال ہو تو انہیں یقین کر لینا چاہئے کہ ان کی یہ یک جہتی توڑ دی جائے گی۔ ان کی جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا جائے گا۔ انہیں ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھریں گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بدر والے دن اپنے ڈیرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں تجھے تیرا عہد و پیمان یاد دلاتا ہوں۔ اے اللہ اگر تیری تقدیر یہی ہے کہ آج کے دن کے بعد تیری عبادت و حدانیت کے ساتھ زمین پر کی ہی نہ جائے۔ بس اتنا کہا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس کیجئے۔ آپ نے بہت الحاح کر لی۔ اب آپ اپنے خیمے سے باہر آئے اور زبان پر یہ دونوں آیتیں سبھلزم جاری تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے کے وقت میں سوچ رہا تھا کہ اس وقت مراد کوئی جماعت ہو گی؟ جب بدر والے دن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ زرہ پہنے ہوئے اپنے کیمپ سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ اس دن میری سمجھ میں اس کی تفسیر آ گئی۔ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میری چھوٹی سی عمر تھی۔ اپنی ہجولیوں میں کھیلتی پھرتی تھی۔ اس وقت یہ آیت: بَلِ السَّاعَةُ..... اُتری ہے۔ یہ روایت بخاری میں فضائل القرآن کے موقع پر طویل موجود ہے۔ مسلم میں یہ حدیث نہیں۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلٰلٍ وَسُعْرِ ۖ يَوْمَ يُسْعَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُقُوا

مَسَّ سَقَرَ ۚ ۞ اِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۚ ۞ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ ۚ كَلَمَجٍ بِالْبَصَرِ ۚ ۞

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۚ ۞ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۚ ۞

كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ ۝۸۲۱ اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَهْرٍ ۝۸۲۲ فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ

عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝۸۲۳

یہ بحر میں (یعنی کفار) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی) آگ کے لگنے کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکنا اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمال ناموں میں (بھی مندرج) ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے۔ پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ○

مالک وقادری:

بدکار لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔ راہ حق سے بھٹک چکے ہیں اور شکوک و اضطراب میں ہیں۔ یہ بدکار لوگ خواہ کفار ہوں خواہ اور فرقوں کے گنہگار ہوں۔ ان کا یہ فعل انہیں اوندھے منہ جہنم میں گھسیٹے گا اور جس طرح یہاں غافل ہیں وہ تو اس وقت بھی بے خبر ہوں گے کہ نہ معلوم کس طرف لئے جاتے ہیں۔ اس وقت انہیں ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہا جائے گا کہ اب آتش دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کا اندازہ سے پیدا کیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر چیز کو ہم نے پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا اور جگہ فرمایا اپنے رب کی جو بلند و بالا ہے پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا اور درست کیا اور انداز کیا اور راہ دکھائی یعنی تقدیر مقرر کی۔ پھر اس کی طرف رہنمائی کی۔ ائمہ اہل سنت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا مقدار ان کی پیدائش سے پہلے ہی مقرر کر دیا ہے اور ہر چیز اپنی ظہور سے پہلے اللہ کے ہاں لکھی جا چکی ہے۔ فرقہ قدریہ اس کا منکر ہے۔ یہ لوگ صحابہ کے آخر زمانہ میں ہی نکل پڑے تھے۔ اہل سنت ان کے مسلک کے خلاف اس قسم کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کی احادیث کو بھی۔ اس مسئلہ کی مفصل بحث ہم صحیح بخاری کتاب الایمان کی شرح میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں صرف وہ حدیثیں لکھتے ہیں۔ جو مضمون آیت سے متعلق ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مشرکین قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں بحث کرنے لگے۔ اس پر یہ آیتیں اُتریں۔ (مسند احمد مسلم وغیرہ) بروایت حضرت عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ یہ آیتیں منکرین تقدیر کی تردید میں ہی اُتری ہیں (بزار)۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا یہ میری امت کے ان لوگوں کے حق میں اُتری ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے اور تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ اس وقت چاہ زم زم پانی نکال رہے تھے۔ آپ کے کپڑوں کے دامن پانی سے بھیکے ہوئے تھے۔ میں نے کہا تقدیر کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ لوگ اس مسئلہ میں موافق و مخالف ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسا کیا؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہو رہا ہے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ آیتیں ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں: ذُو قُوَامَسَّ سَقَرَهُ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔ یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے بدترین لوگ ہیں۔ ان کے بیماروں کی تیمارداری نہ کرو۔ ان کے مردوں کے جنازے نہ پڑھو۔ ان میں کا اگر کوئی مجھے مل جائے تو میں اپنی انگلیوں سے ان کی آنکھیں نکال دوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۝۸۲۴

منزل ۶

سامنے ذکر آیا کہ آج ایک شخص آیا ہے جو منکر تقدیر ہے۔ فرمایا اچھا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ لوگوں نے کہا آپ نابینا ہیں آپ اس کے پاس چل کر کیا کریں گے؟ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میرا بس چلے تو میں اس کی ناک توڑ دوں گا اور اگر اس کی گردن میرے ہاتھ میں آگئی تو میں مروڑ دوں گا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بنو فہر کی عورتیں خزر ج کے ارد گرد طواف کرتی پھرتی ہیں۔ ان کے جسم حرکت کرتے ہیں۔ وہ مشرک عورتیں ہیں۔ اس امت کا پہلا شرک یہی ہے۔ اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ان کی کج فہمی یہاں تک بڑھے گی کہ اللہ تعالیٰ کو بھلائی کا مقدر کرنے والا بھی نہ مانیں گے۔ جس طرح برائی کا مقدر کرنے والا نہ مانا (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دوست شامی تھا جس سے آپ کی خط و کتابت تھی۔ حضرت عبداللہ نے کہیں سن پایا کہ وہ تقدیر کے بارے میں موشگافیاں کرتا ہے۔ آپ نے فوراً اسے خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تو تقدیر کے مسئلہ میں کچھ کلام کرتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو بس مجھ سے خط کتابت کی امید نہ رکھنا۔ آج سے بند سمجھنا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ ہوں گے (ابوداؤد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں۔ میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہوں۔ اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عبادت نہ کی جائے اور وہ مرجائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھو۔ (مسند احمد) اس امت میں مسخ ہوگا یعنی لوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔ یاد رکھو یہ ان میں ہوگا جو تقدیر کو جھٹلائیں اور زندگی قیامت کریں۔ (ترمذی وغیرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز خدا کے مقرر کردہ اندازے سے یہاں تک کہ نادانی اور عقل مندی بھی (مسلم)۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور عاجز اور بے وقوف نہ بن۔ پھر اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو کہہ دے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا تھا اور جو خدا نے چاہا کیا۔ پھر یوں نہ کہہ کہ اگر یوں کرتا تو یوں نہ ہوتا۔ اس لئے کہ اس طرح ”اگر“ کہنے سے شیطانی وساوس کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ جان رکھ اگر تمام امت جمع ہو کر تجھے وہ نفع پہنچانا چاہے جو اللہ تعالیٰ نے تیری قسمت میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچا سکتی اور اگر سب اتفاق کر کے تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور تیری تقدیر میں وہ نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے۔ قلمیں خشک ہو چکیں اور دفتر لپیٹ کر تہہ کر دیئے گئے۔ حضرت ولید بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری میں جب کہ ان کی حالت بالکل غیر تھی عرض کیا کہ اباجی ہمیں کچھ وصیت کر جائیے۔ آپ نے فرمایا اچھا مجھے بٹھا دو۔ جب لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا تو آپ نے فرمایا اے میرے پیارے بچے ایمان کا لطف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو علم تجھے حاصل ہے اس کی تہہ تک تو نہیں پہنچ سکتا جب تک تیرا ایمان تقدیر کی بھلائی برائی پر نہ ہو۔ میں نے پوچھا اباجی میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرا ایمان تقدیر خیر و شر ہے؟ فرمایا اس طرح کہ تجھے یقین ہو کہ جو تجھے نہیں ملا وہ ملنے والا تھا ہی نہیں اور جو نقصان تجھے پہنچا وہ ملنے والا ہی نہ تھا۔ میرے بچے سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے فرمایا لکھو۔ پس وہ اسی وقت چل پڑا اور قیامت کے دن تک جو ہونے والا تھا سب لکھ ڈالا۔ اے بیٹے اگر انتقال کے وقت تک اس عقیدے پر نہ رہے تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔ ترمذی میں یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

۱۔ افسوس کہ آج ہم منکرین خدا کیمنسٹوں سے منکرین حدیث سے قادیانوں سے کفار سے اور سینکڑوں زانفین اور باطل پرستوں سے خوب تعلق رکھتے سمجھتے ہیں کہ یہ رواداری اور توسع ہے حالانکہ خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ کیسی رواداری اور کہاں کا توسع؟
۲۔ فقیر کا خیال ہے کہ تمام فرقوں خصوصاً کیمنسٹوں قادیانیوں کے ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہئے۔

حسن صحیح غریب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار باتوں پر اس کا ایمان نہ ہو۔ شہادت دے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جسے اس نے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور مرنے کے بعد جینے پر ایمان رکھے اور تقدیر کی بھلائی برائی منجانب اللہ ہونے کو مانے (ترمذی وغیرہ)۔ صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ امام ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ پھر پروردگار عالم اپنی تقدیر احکام کے بے روک ٹوک جاری اور پورا ہونے کو بیان فرماتا ہے کہ جس طرح جو کچھ میں نے مقدر کیا ہے وہ وہی ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس کام کا میں ارادہ کروں صرف ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے۔ دوبارہ تاکید حکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پلک جھپکنے کے برابر میں وہ کام میرے منشا کے مطابق ہو جاتا ہے۔ عرب شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

إِذَا مَا أَرَادَ اللَّهُ أَمْرًا فَاِنْمَا ☆ يَقُولُ لَهُ كُنْ قَوْلُهُ فَيَكُونُ

یعنی اللہ تعالیٰ جب کبھی جس کام کا ارادہ کرتا ہے صرف فرما دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔

ہم نے تم جیسوں کو تم سے پہلے ان کی سرکشی کے باعث فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ پھر تم کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ان کے عذاب اور ان کی رسوائی کے واقعات میں کیا تمہارے لئے نصیحت و تذکیر نہیں؟ جیسے اور آیت میں فرمایا: وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ (سورہ سبا: ۵۴) یعنی ان کے اور ان کی تمناؤں کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا۔ جیسے کہ ان سے اگلوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے نامہ اعمال میں مکتوب ہے۔ جو خدا کے امین فرشتوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔ ان کا ہر چھوٹا بڑا عمل جمع شدہ ہے اور لکھا ہوا ہے۔ ایک بھی تو ایسا نہیں رہا جو لکھنے سے رہ گیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ صغیرہ گناہوں کو بھی باکانہ جانو خدا کی طرف سے اس کا بھی حساب ہونے والا ہے (نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ) حضرت سلیمان بن مغیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر جانا۔ رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان۔

لا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوبِ صَغِيرًا ❁ إِنَّ الصَّغِيرَ غَدًا يَّغُودُ كَبِيرًا
إِنَّ الصَّغِيرَ وَلَوْ تَقَانَمَ غِنْدُهُ ❁ عِنْدَ اللَّهِ مُسَطَّرٌ بِسَطِيرًا
فَإِنْ جُرَّ هَوَاكَ عِنْدَ الْبَطَالَةِ لَا تَكُنْ ❁ صَغَبَ الْقِيَادِ وَشَمَزْنَ تَشْمِيرًا
إِنَّ الْمُجِبَّ إِذَا أَحَبَّ إِلَهَهُ ❁ طَارَا الْفُؤَادُ وَالْهَمُّ التَّفَكِيرًا
فَاسْتَأْثَالَ هَذَا أَيْتَكَ الْإِلَهَ فَنَتَبَّدَ ❁ فَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا

یعنی صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر اور ناچیز نہ سمجھ۔ یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے۔ گو گناہ چھوٹے چھوٹے ہوں اور انہیں کئے ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے موجود ہیں۔ بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھو اور ایسا نہ ہو جا کہ مشکل سے نیکی کی طرف آئے۔ بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک۔

جب کوئی شخص بچے دل سے اللہ تعالیٰ کی محبت کرتا ہے تو اس کا دل اُڑنے لگتا ہے اور اسے خدا کی جانب سے غور و فکر کی عادت

آج جس وقت کہ چھوٹے گناہوں پر اصرار ہو تو وہ کبارین جاتے ہیں جیسا کہ کبار تو بہ واستغفار سے قطعاً معاف ہو سکتے ہیں۔

الہام کی جاتی ہے۔ اپنے رب سے ہدایت طلب کر اور نرمی اور ملائمت کر۔ ہدایت اور نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان بدکاروں کے خلاف نیک کار لوگوں کی حالت ہوگی۔ وہ تو ضلالت و تکلیف میں تھے اور اوندھے منہ جہنم کی طرف بھینے گئے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ ہوئی لیکن یہ نیکو کار جنتوں میں ہوں گے۔ بہتے ہوئے خوش گوار صاف شفاف چشموں کے مالک ہوں گے اور عزت و کرامت رضوان و فضیلت جو دو احسان فضل و امتنان نعمت و رحمت آسائش و راحت کے مکان میں خوش خوش رہیں گے۔ باری تعالیٰ مالک و وقار کا قرب انہیں نصیب ہوگا۔ جو تمام چیزوں کا خالق ہے۔ سب کی اندر مقرر کرنے والا ہے۔ ہر چیز پر قدرت رکھتا۔ وہ ان پر ہیزگار خدا ترس لوگوں کی ایک ایک خواہش پوری کرے گا۔ ایک ایک تمنا پوری فرمائے گا۔ مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عدل و انصاف کرنے والے نیک کردار لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے منبروں پر رحمان کی دائیں جانب ہوں گے۔ خدا کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں۔ یہ عادل لوگ وہ ہیں جو اپنے احکام میں اپنے اہل و عیال میں اور جو چیز ان کے قبضے میں ہو اس میں خدائی فرمان کا خلاف نہیں کرتے۔ بلکہ عدل و انصاف سے ہی کام لیتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔

تفسیر سورة الرحمن

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا قرآن میں جو لفظ: مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اَيْسِنْ ہے یہ اَيْسِنْ لفظ ہے یا اَيْسِنْ تو آپ نے فرمایا گویا تو نے باقی سارا قرآن سمجھ لیا ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کی تمام سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر تو جیسے شعر جلدی جلدی پڑھے جاتے ہیں اسی طرح تو قرآن بھی جلدی جلدی پڑھتا ہوگا۔ افسوس مجھے خوب محفوظ رہے کہ مفصل کی ابتدائی کون کون سی دو دو برابر والی سورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملایا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت میں مفصل کی سب سے پہلی سورت یہی سورہ الرحمن ہے (مسند احمد)۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے مجمع میں ایک روز تشریف لائے اور سورہ الرحمن کی اول سے آخر تک تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خاموشی سے سنتے رہے۔ آپ نے فرمایا تم سے تو جنات ہی جواب دینے میں اچھے رہے۔ میں نے جب ان کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی تو میں جب کبھی: قَبَائِيْ الْاٰءِ رَبِّكُمْ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الْكَرِيْمُ پڑھتا تو وہ کہتے: لَا بَشِيْءٌ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نَخْذِبُ فَلَكَ الْحَمْدُ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے اور یہی روایت ابن جریر میں بھی موجود ہے۔ اس میں ہے کہ یا تو آپ نے یہ سورت پڑھی یا آپ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی۔ اس وقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خاموشی پر آپ نے فرمایا اور جواب کے الفاظ یہ ہیں: لَا بَشِيْءٌ مِّنْ نِّعَمِ رَبَّنَا نَخْذِبُ۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ثَمَانِيْنَ سَبْعُوْنَ اَيَّةً وَثَلَاثُ رُكُوْعًا

کُلُّ رُكُوْعٍ ٣ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کُلُّ اٰیٰتٍ ٨ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

مُحْسِبَانِ ۵ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۶ وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۸ وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۹ وَالْاَرْضُ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ۱۲ وَالرَّيْحَانُ ۱۳ فَبِاَيِّ آيَةٍ رَبِّكُمْ تَكْفُرْنَ ۱۴

رحمن نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو گویائی سکھائی۔ سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت (اللہ کے) مطیع ہیں اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اسی نے (دنیا میں) ترازو رکھ دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور انصاف (اور حق رسانی) کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت اور اسی نے خلقت کے واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا کہ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں۔ جن (کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے اور (اس میں) غلہ ہے جن میں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور (اس میں) غذا کی چیز (بھی) ہے سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ○

تعلیم قرآن:

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اپنے فضل و کرم سے اس کا حفظ کرنا بالکل آسان کر دیا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ قادی وغیرہ کہتے ہیں بیان سے مراد خیر و شر ہے۔ لیکن بولنا ہی مراد لیت یہاں مناسب ہے۔ حضرت حسن کا قول بھی یہی ہے اور ساتھ ہی تعلیم قرآن کا ذکر ہے۔ جس سے مراد تلاوت قرآن ہے اور تلاوت موقوف ہے بولنے کی آسانی پر۔ ہر حرف اپنے مخرج سے بے تکلف زبان ادا کرتی رہتی ہے۔ خواہ حلق سے نکلتا ہو خواہ دونوں ہونٹوں کے ملانے سے مختلف مخرج اور مختلف اور مختلف قسم کے حروف کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھا دی۔ سورج اور چاند ایک دوسرے کے پیچھے اپنے اپنے مقررہ حساب کے مطابق گردش میں ہیں۔ نہ ان میں اختلاف ہو نہ اضطراب نہ یہ آگے بڑھے نہ وہ اس پر غالب آئے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ تیرتا پھرتا ہے اور جگہ فرمایا ہے: فَلْيَقُ الْاَصْبَاحُ..... (سورہ انعام: ۹۶) خدا تعالیٰ صبح کا نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو تمہارے لئے آرام کا وقت بنایا ہے اور سورج چاند کا ایک اندازہ رکھا ہے۔ یہ مقررہ اندازہ ہے غالب اور دانا خدا کا۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں تمام انسانوں کی جنات کی چو پایوں کی پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک شخص ہی کی آنکھوں میں کر دی جائے۔ پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص بھی اس کی طرف دیکھ سکے۔ باوجودیکہ سورج کا نور کرسی کے نور کا ستر ہواں حصہ ہے۔ پس خیال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنتی بندوں کی آنکھوں میں کس قدر نور دے رکھا ہوگا کہ وہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے چہرے کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے بے روک دیکھیں (ابن ابی حاتم) اس پر تو مفسرین کا اتفاق ہے کہ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جو تنے والا ہو۔ لیکن نجم کے معنی کئی ایک ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ نجم سے مراد بلیں ہیں۔ جن کا تہ نہیں ہوتا اور زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں مراد اس سے ستارے ہیں جو آسمان میں ہیں۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ گواول قول امام ابن جریر کا اختیار

کر رہے۔ واللہ اعلم۔ قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس دوسرے قول کی تائید کرتی ہے۔ فرمان ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے لئے آسمان وزمین کی تمام مخلوقات اور سورج چاند ستارے پہاڑ درخت چوپائے جانور اور اکثر لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے آسمان کو اسی نے بلند کیا ہے اور اسی نے میزان رکھی ہے۔ یعنی عدل۔ جیسے اور آیت میں ہے: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (سورہ حدید: ۲۵) یعنی یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ اور ترازو کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں۔ یہاں بھی اس کے ساتھ ہی فرمایا تاکہ تم ترازو میں حد سے نہ گزر جاؤ۔ یعنی اس خدا نے آسمان وزمین کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا کیا۔ تاکہ تمام چیزیں حق و عدل کے ساتھ ہو جائیں۔ پس فرماتا ہے جب وزن کرو تو سیدھی ترازو سے عدل و حق کے ساتھ وزن کرو۔ کی زیادتی نہ کرو کہ لیتے وقت زیادہ تول لیا اور دیتے وقت کم دے دیا اور جگہ ارشاد ہے: وَزِنُوْا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيْمِ (سورہ شعراء: ۱۸۲) درستگی کے ساتھ تول لیا کرو۔ آسمان کو تو اس نے بلند و بالا کیا اور زمین کو اس نے نیچی اور پست کر کے بچھا دی اور اس میں مضبوط پہاڑ مثل میخ کے گاڑ دیئے۔ تاکہ وہ ہلے جلے نہیں اور اس پر جو مخلوق بستی ہے وہ با آرام رہے۔ پھر زمین کی مخلوق کو دیکھو ان کی مختلف قسموں مختلف شکلوں مختلف رنگوں مختلف زبانوں مختلف عادات و اطوار پر نظر ڈال کر خدا کی قدرت کاملہ کا اندازہ کرو۔ ساتھ ہی زمین کی پیداوار کو دیکھو کہ رنگ رنگ کے کھٹے میٹھے سلونے طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے پھل فروٹ اور خصوصاً کھجور کے درخت جو نفع دینے والا اور لگنے کے وقت سے خشک ہو جانے تک اور اس کے بعد بھی کھانے کے کام میں آنے والا عام میوہ ہے۔ اس پر خوشے ہوتے ہیں جنہیں چیر کر پھل آتا ہے۔ پھر گدر ہو جاتا ہے پھر تر ہو جاتا ہے۔ پھر پک کر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بہت نافع ہے۔ ساتھ ہی اس کا درخت بالکل سیدھا اور بے ضرر ہوتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ قیصر نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میرے قاصد جو آپ کے پاس سے واپس آئے کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک درخت ہوتا ہے جس کی خوبیاں اور منافع کسی اور میں نہیں۔ وہ جانور کے کان کی طرح زمین سے نکلتا ہے۔ پھر کھل کر موتی کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر سبز ہو کر زمر کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر سرخ ہو کر یا قوت جیسا بن جاتا ہے۔ پھر پکتا ہے اور تیار ہو کر بہترین فالودے کے مزے کا ہو جاتا ہے۔ پھر خشک ہو کر مقیم لوگوں کے بچاؤ کی اور مسافروں کے خوشے بھٹے کی چیزیں بن جاتا ہے۔ پس میرے قاصد کی یہ روایت اگر صحیح ہے تو میرے خیال میں تو یہ درخت جنت کا درخت ہے۔ اس کے جواب میں شاہ اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ یہ خط ہے خدا کے غلام مسلمان بادشاہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے شاہ روم قیصر کے نام۔ آپ کے قاصدوں نے جو خبر آپ کو دی ہے وہ سچ ہے۔ اس قسم کے درخت ملک عرب میں بکثرت ہیں۔ یہی وہ درخت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اگایا تھا۔ جب کہ ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ پس اے بادشاہ اللہ سے ڈرا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نہ سمجھو۔ اللہ ایک ہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر فرمایا ہو جا پس وہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے سچی اور برحق بات یہی ہے تجھے چاہئے کہ شک و شبہ کرنے والوں میں

۲۔ آیت میں جا بجا اپنے احسانات کا تذکرہ فرمایا سب سے پہلے قرآن مجید کا کہ وہ کائنات انسان کی تمام فلاں اور بہبودی تعلیمات و احکام پر پھینکا ہوا ہے پھر خود انسان کی پیدائش کہ وہ انسان کے حق میں ایک بڑی نعمت ہے پھر قوت بیان کہ انسان صرف اسی ایک قوت کی وجہ سے تمام حیوانات سے ممتاز ہے پھر اجرام فلکی کا جو انسان کے بہترین خادم ہیں اس کے بعد ترازو کا ہرگز مت سمجھئے کہ ترازو کا تذکرہ یوں ہی آگیا ذرا سوچئے کہ تالونے اور ناپنے کے یہ تمام پیچیدہ آلات اگر آج ایجاد نہ ہوتے تو بطیعات (فرکس) کی حیرت انگیز ترقی کیسے ممکن ہوتی؟

نہ ہے۔ اُکھام کے معنی لیف کے بھی کئے جاتے ہیں۔ جو درخت کھجور کی گردن پر پوست کی طرح ہوتا ہے اور اس نے زمین میں بھوسی اور اناج پیدا کیا۔ عصف کے معنی کھیتی کے وہ سبز پتے جو اوپر سے کاٹ دیئے گئے ہوں۔ پھر سکھائے ہوں۔ ریحان سے مراد پتے یہی ریحان جو اسی نام سے مشہور ہے یا کھیتی کے سبز پتے۔ مطلب یہ ہے کہ گیہوں جو وغیرہ کے وہ دانے جو بال پر بھوسی سمیت ہوتے ہیں اور جو پتے ان کے درختوں پر لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور بھی کہا گیا ہے کہ کھیتی کے پہلے ہی اگے ہوئے پتوں کو عصف کہتے ہیں اور دانے نکل آئیں بالیں پیدا ہو جائیں تو انہیں ریحان کہتے ہیں۔ جیسے کہ زید بن عمرو ابن نفیل کے مشہور قصیدے میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اے جنو اور انسانو! تم اپنی رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یعنی تم اس کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو اور مالا مال ہو رہے ہو۔ ناممکن ہے کہ حقیقی طور پر تم کسی نعمت کا انکار کر سکو اور اسے جھوٹا بتا سکو۔ ایک دو نعمتیں ہوں تو خیر۔ یہاں تو سرتاپا اس کی نعمتوں سے تم ہر ہو رہے ہو۔ اسی لئے مومن جنوں نے اسے سن کر جواب دیا: اَللّٰهُمَّ وَلَا بِشَيْءٍ مِّنَ الْاٰتِیَّاتِ رَبَّنَا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے: لَا فَاَیَّهَا یَا رَبِّ یعنی خدایا ہم ان میں کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شروع رسالت کے زمانہ میں کہ ابھی امر اسلام کا پوری طرح اعلان نہ ہوا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں دکن کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور مشرکین بھی سن رہے تھے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۝۱۶ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۷ فَاِیَّ الْاِیَّ رَبِّکُمَا تُکَذِّبْنَ ۝۱۸ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ۝۱۹ فَاِیَّ الْاِیَّ رَبِّکُمَا تُکَذِّبْنَ ۝۲۰ مَرْجَ الْبَحْرِیْنِ یَلْتَقِیْنَ ۝۲۱ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا یَبْغِیْنَ ۝۲۲ فَاِیَّ الْاِیَّ رَبِّکُمَا تُکَذِّبْنَ ۝۲۳ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ۝۲۴ فَاِیَّ الْاِیَّ رَبِّکُمَا تُکَذِّبْنَ ۝۲۵

اس نے انسان (کی اصل اول یعنی آدم) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بھٹی تھی پیدا کیا اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔ سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے۔ سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی نے دو دریاؤں کو (صورۃ) ملایا کہ (ظاہر میں باہم ملے ہوئے ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے۔ سوائے جن والنس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ

اور نعمتوں کی سب سے بڑی تکذیب یہ ہے کہ ان کو غلط استعمال کیا جائے اور منعم حقیقی کے تمام احکام پر پابندی سے عمل نہ کیا جائے اس سورت میں یہ آیات بار آتی ہے اور جیسا کہ دستور قرآنی ہے ہر مرتبہ ایک نئے معنی کی حامل ہو کر تاہم اگر کوئی مصرعہ کہ آیت میں تکرار ہے اور کوئی نئے معنی پیدا نہیں ہوتے تو مضائقہ ہے اس لئے کہ عرب میں اس طرح کی تکرار بلاغت و فصاحت کا ایک اہم عنصر ہے اس کو خلاف بلاغت و فصاحت نہیں سمجھا جاتا۔

گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی نے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے نظر آتے ہیں سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ○

تخلیق انسانی:

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش بجنے والی ٹھیکری جیسی مٹی سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی ہے جو خالص اور احسن تھا۔ مسند کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فرشتے نور سے جنات نار سے اور انسان اس مٹی سے جس کا ذکر تمہارے سامنے ہو چکا ہے پیدائش کے گئے ہیں۔ پھر اپنی کسی نعمت کو نہ جھٹلانے کی ہدایت کر کے فرماتا ہے جاؤ اور مٹی کے دو سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کی دو مختلف جگہیں ہیں کہ وہاں سے چڑھتا اترتا ہے اور موسم کے لحاظ سے یہ بدلتی رہتی ہیں۔ بردن اُلٹ پھیر ہوتی رہتی ہے جیسے دوسری آیت میں ہے۔ مشرق و مغرب کا رب وہی ہے۔ تو اسی کو اپنا وکیل سمجھ۔ تو یہاں مراد جنس مشرق و مغرب ہے اور دو مشرق مغرب سے مراد طلوع و غروب کی دو جگہیں ہیں اور چونکہ طلوع و غروب کی جگہ کے جدا جدا ہونے میں انسانی منفعت اور اس کی مصلحت بنی تھی۔ اس لئے پھر فرمایا کہ کیا اب بھی تم اپنے رب کی نعمتوں کے منکر ہی رہو گے؟ اس کی قدرت کا نظارہ دیکھو کہ دو سمندر برابر چل رہے ہیں ایک کھاری پانی کا ہی دوسرے میٹھے پانی کا لیکن نہ اس کا پانی اس میں مل کر اسے کھاری کرتا ہے نہ اس کا میٹھا پانی اس میں مل کر اس میٹھا کر سکتا ہے۔ بلکہ دونوں اپنی رفتار سے چل رہے۔ دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ نہ وہ اس میں مل سکے نہ وہ اس میں جاسکے۔ یہ اپنی حد میں ہے وہ اپنی حد میں ہے اور قدرتی فاصلہ انہیں الگ الگ کئے ہوئے ہے۔ حالانکہ دونوں پانی ملے ہوئے ہیں۔ سورہ فرقان کی آیت: وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ (سورہ فرقان: ۵۲) کی تفسیر میں اس کی پوری تشریح کر چکی ہے۔ امام ابن جریر تو فرماتے ہیں اس سے مراد آسمان کا دریا اور زمین کا دریا ہے۔ امام ابن جریر یہ بھی فرماتے ہیں کہ آسمان میں جو پانی کا قطرہ ہے اور صدف جو زمین کے دریا میں ہے۔ ان دونوں سے مل کر لولو پیدا ہوتا ہے۔ واقعہ تو ٹھیک یہ ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس طرح کرنی چھ مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ آیت میں ان دونوں کے درمیان برزخ یعنی آڑ کا ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ جو اس کو اس سے اور اس کو اس سے روکے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں زمین میں ہی ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے سے مل کر چلتے ہیں۔ مگر قدرت انہیں جدا رکھتی ہے۔ آسمان و زمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ برزخ اور حجر نہیں کہا جاتا۔ اس لئے صحیح قول یہی ہے کہ یہ زمین کے دو دریاؤں کا ذکر ہے۔ نہ کہ آسمان اور زمین کے دریا کا۔ ان دونوں میں سے نہیں دونوں میں سے ایک میں سے جیسے اور جگہ جن وانس و خطاب کر کے سوال ہوا ہے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ رسول صرف انسانوں میں سے ہی ہوئے ہیں۔ جنات میں کوئی جن نہیں آیا۔ تو جیسے یہاں اطلاع صحیح ہے حالانکہ وقوع ایک میں ہے۔ اسی طرح اس آیت میں بھی اطلاق دونوں دریا پر ہے اور وقوع ایک میں ہی ہے۔ لولو یعنی موتی تو ایک مشہور و معروف چیز ہے۔ مرجان کی نسبت کہا گیا ہے کہ چھوٹے موتی کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ بہت بڑے موتی کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ بہترین اور عمدہ موتی کو مرجان کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں سرخ رنگ جو اہر کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں سرخ رنگ مہرے کا نام ہے اور آیت میں ہے: وَمِنْ كُلِّ ثَلَاثَةٍ ثَلَاثَةٌ لِّحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُ حَوْنَ حَلِيَّةٍ تَلْبَسُونَهَا (سورہ فاطر: ۱۲) یعنی تم ہر ایک میں سے نکلا ہوا گوشت کھاتے ہو جو تازہ ہوتا ہے اور پہننے کے زیور نکالتے ہو۔ تو خیر پھلی تو کھاری اور میٹھے پانی سے دونوں سے نکلتی ہے اور موتی مونگے صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں۔ میٹھے میں سے نہیں نکلتے حضرت ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان کا جو قطرہ سمندر کی سیپ کے منہ میں سیدھا جاتا ہے وہ ملوؤ بن جاتا ہے اور جو صدف میں نہیں جاتا تو اس سے عنبر پیدا ہوتا ہے۔ مینہ برسنے کے وقت سیپ اپنا منہ کھول دیتا ہے۔ پس اس نعمت کو بیان فرما کر پھر دریافت فرماتا ہے کہ ایسی ہی بے شمار نعمتیں جس رب کی ہیں بھلا کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے بادبانوں والے جہاز جو دور سے نظر پڑتے ہیں اور پہاڑوں کی طرح کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ جو ہزاروں من مال اور سینکڑوں انسانوں کو ادھر ادھر لے جاتے ہیں لے آتے ہیں۔ یہ بھی تو اس خدا کی ملکیت میں ہیں۔ اس مالیشان نعمت کو یاد دلا کر پھر پوچھتا ہے کہ اب تلاؤ انکار کئے کیسے بن آئے گی؟ حضرت عمیرہ بن سوید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پر تھا ایک بلند و بالا بڑا جہاز آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ نے اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس آیت کی تلاوت کی۔ پھر فرمایا اس خدا کی قسم جس نے پہاڑوں جیسی ان کشتیوں کو موج سمندر میں جاری کیا ہے۔ نہ میں نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا نہ اس کے قتل کا ارادہ کیا نہ قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا نہ ان سے خوش نہ ان پر نرم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَإِنَّ ۖ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبِينَ ۚ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۚ سَنَفْرُغُ لَكُمْ آيَةَ الثَّقَلَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۚ

جتنے (جن والنس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔ سوائے جن والنس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے جن والنس ہم عنقریب تمہارے (حساب کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں۔ سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ○

انجام دھر ہے کل من علیہا فان:

فرماتا ہے کہ زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے۔ ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا۔ کل جاندار مخلوق کو موت آ جائے گی۔ اس طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے۔ مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔ صرف ذات خدا باقی رہ جائے گی۔ جو ہمیشہ ہے اور ہمیشہ گی۔ جو موت وفات سے پاک ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اولاً تو پیدائش کا ذکر فرمایا۔ پھر ان کی فنا کا ذکر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منقول دعا میں بھی ہے: قَبُومُ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيثُ أَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنَا إِلَى أَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ وَلَا إِلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ۔ یعنی اے ہمیشہ جینے والے اور ابد قابل غور ہے یہ حقیقت کہ قرآن مجید بحری منافع کا کس اہمیت کے ساتھ اور بار بار تذکرہ کرتا ہے اعلام کی تصریح نے صاف کر دیا کہ قرآن مجید کے پیش نظر چھوٹی چھوٹی معمولی کشتیاں نہیں بلکہ وہ بڑے جہاز ہیں جن کی سینکڑوں اقسام بحری وجود میں قیامت تک آتی رہیں گی۔

لا باد تک قائم رہنے والے خدا اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے رب اے جلال اور بزرگی والے رب تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم تیری رحمت ہی سے استغاثہ کرتے ہیں۔ ہمارے تمام کام بنادے اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تو ہمیں ہماری طرف نہ سوئپ دے اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کی طرف۔ حضرت شعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب: کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ پڑھا جائے تو ٹھہرنا نہیں چاہئے بلکہ ساتھ ہی: وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ پڑھا لیا جائے۔ اس آیت کا مضمون دوسری آیت میں اس طرح ہے: کُلُّ شَيْءٍ خَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ط (سورہ قصص: ۸۸) سوائے ذات باری کے ہر چیز ناپید ہونے والی ہے۔ پھر اپنے چہرے کی تعریف میں فرماتا ہے وہ ذوالجلال ہے۔ یعنی اس قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے۔ اس کا جاہ و جلال مانا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کے فرمان کی خلاف ورزی سے رکا جائے۔ جیسے اور جگہ ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ (سورہ کہف: ۲۸) جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کی ذات کے مرید ہیں۔ تو ان کے ساتھ اپنے نفس کو روک رکھ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نیک لوگ صدقہ دیتے وقت سمجھتے ہیں کہ ہم محض اللہ تعالیٰ کے منہ کی وجہ سے کھلاتے پلاتے ہیں۔ وہ کبریائی بڑائی عظمت اور جلال والا ہے۔ پس اس بات کو بیان فرما کر کہ تمام اہل زمین فوت ہونے میں اور قیامت کے دن خدا کے سامنے پیش ہونے میں برابر ہیں اور اس دن وہ بزرگی والا خدا ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ حکم فرمائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا۔ اب تم اے جن والنس رب کی کون سی نعمت کا انکار کرتے ہو؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور کل مخلوق اس کی یکسر محتاج ہے۔ سب کے سب سائل ہیں اور وہ غنی ہے۔ سب فقیر ہیں اور وہ سب کے سوال پورے کرنے والا ہے۔ ہر مخلوق اپنے حال و حال سے اپنی حاجتیں اس کی سرکار میں لے جاتی ہے اور ان کے پورا کرنے کا سوال کرتی ہے۔ وہ ہر دن نئی شان میں ہے۔ اس کی شان ہے کہ ہر پکارنے والے کو جواب دے۔ مانگنے والے کو عطا فرمائے۔ تنگ حالوں کو کشادگی دے۔ مصیبت و آفات والوں کو رہائی بخشنے۔ بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائے۔ غم و ہم دور کرے۔ بے قراری کی بے قراری کے وقت کی دعا قبول فرما کر اسے قرار اور آرام عنایت فرمائے۔ گنہگاروں کے وادیل پر متوجہ ہو کر خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ گنہگاروں کو بخشنے زندگی وہ دے۔ موت وہ لائے۔ تمام روئے زمین والے۔ کل آسمان والے اس کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔ چھوٹوں کو بڑا وہ کرتا ہے۔ قیدیوں کو رہائی وہ دیتا ہے۔ نیک لوگوں کی حاجتوں کا ملہبی ان کی پکار کا مدعا ان کے شکوے شکایت کا مرجع وہی ہے۔ غلاموں کو آزادی رغبت والوں کو عطیہ وہی عطا فرماتا ہے۔ یہی اس کی شان ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ شان کیا ہے؟ فرمایا گناہوں کا بخشنا، دکھ کو دور کرنا، لوگوں کو ترقی اور تنزل پر لانا، ابن ابی حاتم میں اور ابن عساکر میں بھی کچھ اسی قسم کے ہم معنی ایک حدیث ہے۔ صحیح بخاری میں یہ روایت معلقاً حضرت ابوالدرداء رضی اللہ

۱۔ آیت مبارکہ میں رد آگیا ان تمام گمراہ افکار اور عقائد کا جو خدا تعالیٰ کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کائنات کے پیدا کرنے کے بعد اب بالکل فارغ و معطل ہے اور اب اس عالم کا انتظام دوسری طاقتیں چلا رہی ہیں ساتھ ہی رد آگیا دور حاضر کے سب سے بڑے کافر محمد اعظم بانی انقلاب روس لینن کا جس نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ سائنٹفک سوشلزم نے خدا کو بے کار کر دیا ہے والعیاذ باللہ عقل کا کوارا کیسے سمجھتا کہ انسان کے راکٹ بھی آسمان پر محض خدا تعالیٰ ہی مشیت سے اڑ رہے ہیں اور یہی وہ اس کی شان ہے جو ہر لحظہ ہر چیز میں کار فرما اور متصرف ہے۔

۲۔ یہ راقم السطور ایک عرصے سے طویل اور پریشان کن بیماری میں مبتلا ہے تدابیر و معالجات کے باوجود اب تک صحت کاملہ حاصل نہ ہو سکی اے پروردگار شافع مطلق مجیب الدعوات سمیع الدعا آپ کا ہر وعدہ سچا ہے آپ اصدق القائلین ہیں اپنے وعدے پورے کرتے ہیں بطیفیل سید سرور کائنات ﷺ اس عاصی و جملہ مومنین کو صحت کاملہ عاجلہ مسترہ دائمہ حیات طویلہ طیبہ مبارکہ مسعودہ عنایت فرمائیے آمین بجاہ سید المرسلین تمام ناظرین سے اسی دعا کی مخلصانہ گزارش ہے۔

تعالیٰ عنہ کے قول سے موجود ہے۔ بزار میں بھی کچھ الفاظ کی کمی کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا۔ اس کے دونوں پٹھے سرخ یا قوت کے ہیں۔ اس کا قلم نوری ہے۔ اس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے۔ ہر نگاہ پر جلاتا اور مارتا اور عزت و ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔

يَمْعَشِرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
فَأَنْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَنِ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۱
يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا
شُوَاطِمٌ مِّنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرِينَ ۝۳۲ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۳۳

اے گروہ جن و انس کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان کی حدود سے اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو (مگر) بدوں زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں) سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا۔ پھر تم (اس کو) ہٹانہ سکو گے۔ سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ○

حساب و کتاب:

فارغ ہو جانے کے یہ معنی نہیں کہ اب وہ کسی مشغولیت میں ہے۔ بلکہ یہ بطور ڈانٹ کے فرمایا گیا ہے کہ صرف تمہاری طرف پوری توجہ فرمانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ اب کھرے کھرے فیصلے ہو جائیں گے۔ اسے کوئی اور چیز مشغول نہ کرے گی۔ بلکہ صرف تمہارے حساب ہی لے لے گا۔ محاورہ عرب کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے جیسے غصہ کے وقت کوئی کسی سے کہتا ہے۔ اچھا فرصت کے وقت تجھ سے نمٹ لوں گا۔ تو یہ معنی نہیں کہ اس وقت مشغول ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک خاص وقت تجھ سے نمٹنے کا نکالوں گا اور تیری غفلت میں تجھے پکڑ لوں گا۔ ثقلین سے مراد انسان اور جن ہیں۔ جیسے ایک حدیث میں ہے اے سوائے ثقلین کے ہر چیز سنتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے اور حدیث میں صاف ہے کہ ثقلین یعنی جن و انس پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر سے بھاگ کر بچ نہیں سکتے۔ بلکہ وہ تم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کا ہر حکم تم پر بے روک جاری ہے۔ جہاں جاؤ اسی کی سلطنت ہے حقیقتاً یہ واقع ہوگا۔ میدان حشر میں کہ مخلوقات کو ہر طرف سے فرشتے احاطہ کئے ہوئے ہوں گے۔ چاروں جانب ان کی سات سات صفیں ہوں گی۔ کوئی شخص بغیر دلیل کے ادھر ادھر نہ ہو سکے گا اور دلیل سوائے امر الہی حکم خدا کے اور کچھ نہیں۔ انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کدھر ہے؟ لیکن جواب ملے گا کہ آج تو رب کے سامنے ہی کھڑا ہونے کی جگہ ہے اور آیت میں ہے: وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ (سورہ یونس: ۲۷) یعنی بدیاں کرنے والوں کو ان کی برائیوں کے پانندہ سزا ملے گی۔ ان پر ذلت سوار ہوگی اور اللہ کی پکڑ سے پناہ دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کے منہ مثل اندھیری رات کے ٹکڑوں کے ہوں گے۔ یہ جہنمی گروہ ہے۔ جو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ شوَاطِطُ کے معنی آگ کے شعلے جو دھواں ملے ہوئے سبز رنگ کے

جھلسا دینے والے ہوں۔ بعض کہتے ہیں بے دھوئیں کا آگ کے اوپر کا شعلہ جو اس طرح لپکتا ہے کہ گویا کہ پانی کی موج ہے۔ نحاس کہتے ہیں دھوئیں کو۔ یہ لفظ نون کے زبر سے بھی آتا ہے۔ لیکن یہاں قراءت نون کے پیش سے ہی ہے۔ نابغہ کے شعر میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے۔ ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے کہ شواظ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو اور آپ نے اس سند میں امیہ بن ابوصلت کا شعر پڑھ کر سنایا اور نحاس کے معنی آپ نے کئے ہیں محض دھواں جس میں شعلہ نہ ہو اور اس کی شہادت میں بھی ایک عربی شعر نابغہ کا پڑھ کر سنایا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں نحاس سے مراد پیتل ہے۔ جو پگھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ بہر صورت مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے دن میدانِ محشر سے بھاگنا چاہو تو فرشتے اور جہنم کے داروغے تم پر آگ برسا کر دھواں چھوڑ کر تمہارے سر پر گھلا ہوا پیتل بہا کر تمہیں واپس لوٹا لائیں گے۔ تم نہ ان سے مقابلہ کر سکتے ہو نہ انہیں دفع کر سکتے ہو۔ نہ ان سے انتقام لے سکتے ہو۔ پس تمہیں رب کی کسی نعمت سے انکار نہ کرنا چاہئے۔

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٣٨﴾

فِيَوْمَذِي لَا يَسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌ ﴿٣٩﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ يُعْرِفُ

الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٢﴾

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾ يُطَوَّفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ ﴿٤٤﴾ فَبِأَيِّ

۲۴

الْآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾

غرض جب (قیامت آئے گی جس میں) آسمان پھٹ جائے گا اور ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے سرخ زری (یعنی چمڑا) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تو اس روز (اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے کے لئے) کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنے حلیہ سے (کہ سیاہی چہرہ و نیلگوں چشم ہے) پہچانے جائیں گے۔ سو (ان کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ لوگ دوزخ کے ارد گرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ○

قیامت کی ہولناکیاں:

آسمان کا پھٹ جانا اور آیتوں میں بھی بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: **وَأَنشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَذِي وَاهِيَةٌ** (سورہ حاقہ: ۱۶) اور جگہ ہے: **وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ** (سورہ فرقان: ۲۸) اور فرمان ہے: **إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ** (سورہ انشقاق: ۱) وغیرہ۔ جس طرح چاندی وغیرہ پگھلائی جاتی ہے۔ یہی حالت آسمان کی ہو جائے گی۔ رنگ پر رنگ بدلے گا کیونکہ قیامت کی ہولناکی اس کی شدت و دہشت ہے ہی ایسی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور آسمان ان پر ہلکی بارش کی طرح

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ﴿٢٤﴾

منزل ۴

برستا ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سرخ چڑے کی طرح ہو جائے گا اور روایت میں ہے۔ گلابی رنگ گھوڑے کے رنگ جیسا آسمان کا رنگ ہو جائے گا۔ ابوصالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ پہلے گلابی رنگ ہوگا پھر سرخ ہو جائے گا۔ گلابی رنگ گھوڑے کا رنگ موسم بہار میں تو زردی مائل نظر آتا ہے اور جاڑے میں بدل کر سرخ معلوم ہوتا ہے۔ جوں جوں سردی بڑھتی ہے اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح آسمان پر بھی رنگ پر رنگ بدلے گا۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ جیسے روغن گلاب کا رنگ ہوتا ہے۔ اس رنگ کا آسمان ہو جائے گا۔ آج وہ سبز رنگ ہے۔ لیکن اس دن اس کا رنگ سرخی لئے ہوئے ہوگا۔ زیتون کے تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا۔ جیسے اور آیت میں ہے: هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ..... (سورہ مرسلات: ۳۸) یہ وہ دن ہے کہ بات نہ کریں گے۔ نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر معذرت کریں۔ ہاں اور آیات میں ان کا بولنا عذر کرنا ان سے حساب لیا جانا وغیرہ بھی بیان ہوا ہے۔ فرمان ہے: قَوْلُ رَبِّكَ تَسْتَلْتَهُمْ أَجْمَعِينَ (سورہ حجر: ۹۲) تیرے رب کی قسم ہم سب سے سوال کریں گے اور ان کے کل کاموں کی پریش کر دیں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ایک موقع پر یہ ہے۔ دوسرے موقع پر یہ ہے پریش ہوئی حساب کتاب ہوا عذر معذرت ختم کر دی گئی۔ اب منہ پر مہر لگ گئی۔ ہاتھ پاؤں اور اعضاء جسم نے گواہی دی۔ پھر پوچھ گچھ کی ضرورت نہ رہی۔ عذر معذرت توڑ دی گئی اور یہ تطبیق بھی ہے کہ کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں عمل کیا؟ یا نہیں کیا؟ کیوں کہ خدا کو خوب معلوم ہے۔ ہاں جو سوال ہوگا وہ یہ کہ ایسا کیوں کیا؟ تیسرا قول یہ ہے کہ فرشتے پوچھیں گے نہیں۔ وہ تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور جہنمی زنجیروں سے باندھ کر اوندھے گھسیٹ کر جہنم واصل کر دیں گے۔ جیسے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ گنہگار اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے ہی پہچان لئے جائیں گے چہرے سیاہ ہوں گے آنکھیں کیری ہوں گی۔ ٹھیک اسی طرح مومنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے۔ ان کے اعضاء وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ گنہگاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جس طرح بڑی مکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنور میں جھونک دیا جاتا ہے۔ پیٹھ کی طرف سے زنجیر لا کر گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دیئے جائیں گے۔ کمر توڑ دی جائے گی اور قدم اور پیشانی ملا دی جائے گی اور جکڑ دیا جائے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ قبیلہ بنو کنندہ کا ایک شخص سیدھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا۔ پردے کے پیچھے بیٹھا اور ام المومنین سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ کسی وقت آپ کو کسی شخص کی شفاعت کا اختیار نہ ہوگا۔ ام المومنین نے جواب دیا ہاں ایک مرتبہ ایک ہی کپڑے میں ہم دونوں تھے۔ جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہاں جب کہ پل صراط رکھا جائے گا۔ اس وقت مجھے کسی کی شفاعت سفارش کا اختیار نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ میں جان لوں گا کہ خود مجھے کہاں لے جاتے ہیں؟ اور جس وقت کہ چہرے سیاہ سفید ہونے شروع ہوں گے۔ یہاں تک کہ میں دیکھ لوں گا کہ مجھ پر کیا وحی بھیجی جاتی ہے؟ اور جب جہنم پر پل رکھا جائے اور تیز اور گرم کیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ اس کی تیزی اور گرمی کی کیا حد ہے؟ فرمایا تلوار کی دھار جیسا تیز ہوگا اور آگ کے انگارے جیسا گرم ہوگا۔ مومن تو بے ضرر گزر جائے گا اور منافق لٹک جائے گا۔ جب بیچ میں پہنچے گا۔ اس کے قدم پھنس جائیں گے۔ یہ اپنے ہاتھ اپنے پیروں کی طرف جھکائے گا۔ جس طرح کوئی ننگے پاؤں چل رہا ہو اور اسے کانٹا لگ جائے اور اس زور کا لگے گویا اس نے اس کے پاؤں کو چھید دیا تو کس طرح بے صبری اور جلدی سے وہ سر اور ہاتھ جھکا کر اس کی طرف جھک پڑتا ہے اسی طرح یہ جھکے گا۔ ادھر یہ جھکا ادھر داروغہ جہنم اس کی پیشانی اور قدم جہنم کی زنجیروں سے جکڑ لیں گے اور جہنم کی آگ میں گر ادیں گے۔ جس میں تقریباً پچاس سال تک وہ گہرا اترتا جائے گا۔ میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جہنمی کس قدر بوجھل ہوگا۔ آپ نے فرمایا مثل دس گیا بھن اونٹنیوں کے۔ پھر

آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے بعض فقروں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے منکر ہونا ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ہے جس کا نام بھی نیچے کے راوی نے نہیں لیا۔ ایسے دلائل صحت کے قابل نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم۔ ان گنہگاروں سے کہا جائے گا کہ لو جس جہنم کا تم انکار کرتے تھے اے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ یہ انہیں بطور رسوا اور ذلیل کرنے شرمندہ اور نادام کرنے ان کی خفت بڑھانے کے لئے کہا جائے گا۔ پھر ان کی یہ حالت ہوگی کہ کبھی آگ کا عذاب ہو رہا ہے۔ کبھی پانی کا۔ کبھی جحیم میں جلانے جا رہے ہیں اور کبھی حیم پلائے جاتے ہیں۔ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح محض آگ ہے جو آنتوں کو کاٹ دیتی ہے اور جگہ ہے: إِذَا لَا غَلَّالٌ فِي أَعْنَاقِهِمْ (سورہ غافر: ۷۱) جب کہ ان گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں۔ وہ حیم سے جحیم میں گھسیٹے جائیں گے اور بار بار جلانے جائیں گے۔ یہ گرم پانی حد درجہ گرم ہوگا۔ یعنی یوں کہنا ٹھیک ہے کہ وہ بھی جہنم کی آگ ہی ہے۔ جو پانی کی صورت میں ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت سے آج تک وہ گرم کیا جا رہا ہے۔ محمد بن کعب فرماتے ہیں بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ تمام گوشت گھل جائے گا اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا۔ بس وہ آنکھوں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا۔ اسی کو فرمایا: فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ (سورہ غافر: ۷۲) کے معنی حاضر کئے بھی کئی گئے ہیں اور آیت میں ہے: تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ آتِيَةٍ (سورہ غاشیہ: ۵) سخت گرم موجود پانی کی نہر سے انہیں پانی پلایا جائے گا۔ جو ہرگز نہ پی سکیں گے۔ کیونکہ وہ بے انتہا گرم بلکہ مثل آگ کے ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے: غَيْرَ نَاطِرِينَ إِيَّاهُ (سورہ احزاب: ۵۳) وہاں مراد تیاری اور پک جانا ہے۔ چونکہ بدکاروں کی سزا اور نیک کاروں کی جزا بھی اس کا فضل و رحمت عدل و لطف ہے۔ اپنے ان عذابوں کا پہلے سے بیان کر دینا تاکہ شرک و معاصی کے کرنے والے ہوشیار ہو جائیں۔ یہ بھی اس کی نعمت ہے۔ اس لئے فرمایا پھر تم اے جن والنس اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ۖ فِيهَا أَيْ الْأَعْرَافُ تَكْذِبُ ۖ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۖ

فِيهَا أَيْ الْأَعْرَافُ تَكْذِبُ ۖ فِيهَا عَيْنٌ تَجْرِي ۖ فِيهَا أَيْ الْأَعْرَافُ تَكْذِبُ ۖ

فِيهَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجِينَ ۖ فِيهَا أَيْ الْأَعْرَافُ تَكْذِبُ ۖ

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے (جنت میں دو باغ ہوں گے۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے کثیر شاخوں والے ہوں گے۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جائیں گے۔ سوائے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی۔ سوائے جن و انس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ○

خشیتِ الہی:

ابن شوذب اور عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت: وَبِمَنْ خَافَ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے

میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عطیہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جس نے کہا کہ مجھے آگ میں جلا دینا تا کہ میں اللہ تعالیٰ کو نہ ملوں۔ اس کلمے کے کہنے کے بعد ایک رات ایک دن توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اسے جنت میں لے گیا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کا قول یہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہے اور خود کو نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے اور سرکشی نہیں کرتا۔ زندگانی دنیا کے پیچھے کے پڑ کر آخرت سے غفلت نہیں کرتا۔ بلکہ آخرت کی فکر زیادہ کرتا ہے اور اسے بہتر اور پائیدار سمجھتا ہے۔ فرائض بجالاتا ہے۔ محرمات سے رکھتا ہے۔ قیامت کے دن اسے ایک چھوڑ دو جنتیں ملیں گی۔ صحیح بخاری میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا کل سامان بھی چاندی ہی کا ہوگا اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہوگا۔ ان جنتیوں میں اور دیدار باری میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے اس کبریائی کے پردے کے جو اللہ عزوجل کے چہرے پر ہے۔ یہ جنت عدن میں ہوں گے۔ یہ حدیث صحاح کی اور کتابوں میں بھی ہے بجز ابوداؤد کے۔ عماد فرماتے ہیں میرے خیال میں تو یہ حدیث مرفوع ہے۔ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَلَمَنْ خَافَ وَ مِنْ ذُنُوبِهِمَا جَنَّاتٍ كِي۔ سونے کی دو جنتیں مقربین کے لئے اور چاندی کی دو جنتیں اصحاب یمن کے لئے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے کہا اگر چہ زنا اور چوری بھی اس سے ہوگئی ہو۔ آپ نے پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ میں نے پھر وہی کہا۔ آپ نے پھر یہی آیت پڑھی۔ میں نے پھر یہی سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا اگر چہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ نسائی۔ بعض سند سے یہ روایت موقوف بھی ہے اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ جس دل میں خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا، ناممکن ہے کہ اس سے زنا ہو یا چوری ہو۔ یہ آیت عام ہے انسانوں اور جنات دونوں کو شامل ہے اور اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جنوں میں سے بھی جو ایمان لائیں اور تقویٰ کریں۔ وہ جنت میں جائیں گے۔ اسی لئے جن وانس کو اس کے بعد خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ان دونوں جنتوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ یہ نہایت ہی سرسبز شاداب ہیں۔ بہترین اعلیٰ خوش ذائقہ عمدہ اور تیار پھل ہر قسم کے ان میں موجود ہیں۔ تمہیں نہ چاہئے کہ تم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کا انکار کرو۔ افنان شاخوں اور ڈالیوں کو کہتے ہیں۔ یہ اپنی کثرت سے ایک دوسری سے ملی جلی ہوئی ہوں گی۔ یہ سایہ دار ہوں گی۔ جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوا ہوگا۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ یہی معنی بیان کرتے ہیں اور عربی کے شعر کو اس پر دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ یہ شاخیں سیدھی اور پھیلی ہوئی ہوں گی۔ رنگ برنگ کی ہوں گی۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان میں طرح طرح کے میوے ہوں گے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کی شاخوں کا سایہ اس قدر دراز ہے کہ سوار سو سال تک اس میں چلا جاتا رہے گا اور فرمایا سو سوار اس کے تلے سایہ حاصل کر لیں۔ سونے کی ٹڈیاں اس پر چھائی ہوئی تھیں۔ اس کے پھل بڑے بڑے مشکوں جیسے اور بہت بڑے گول تھے (ترمذی)۔ پھر ان میں نہریں بہہ رہی ہیں۔ ایک ستھرے پانی کی دوسری لذت والے بے نشے کے شراب کی۔ ان میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے بھی موجود ہیں اور پھل بھی وہ جن سے تم صورت شناس ہو لیکن لذت شناس نہیں ہو کیونکہ وہاں کی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی دماغ میں آ سکتی ہیں۔ تمہیں رب کی نعمتوں کی ناشکری سے رک جانا چاہئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دنیا میں جتنے بھی کڑوے میٹھے پھل ہیں وہ سب جنت میں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حنظل یعنی اندرائن بھی ہاں دنیا کی ان چیزوں اور جنت کی ان چیزوں

کے نام تو ملتے جلتے ہیں۔ حقیقت اور لذت بالکل جداگانہ ہے۔ یہاں تو صرف نام ہیں۔ اصلیت تو جنت میں ہے۔ اس فضیلت کا فرق وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے۔

مُتَكِيْنٌ عَلَى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

تُكْذِبُ ۖ ۝۵۵ فِيْهِنَّ قِصِرَاتُ الظَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۖ فَبِأَيِّ

الْآءِ رَبِّكُمَا تُكْذِبُ ۖ ۝۵۶ كَانْتَهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكْذِبُ ۖ ۝۵۷

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۖ ۝۵۸ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكْذِبُ ۖ ۝۵۹

وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا۔ سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی کہ ان جنتی لوگوں سے پہلے ان پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ سوائے جن والنس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ○

فردوس بریں اور اس کی نعمتیں:

جنتی لوگ بے فکری سے تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ خواہ لیٹے ہوئے ہوں خواہ بآرام بیٹھے ہوئے تکیہ سے لگے ہوئے ہوں۔ ان کے بچھونے بھی اتنے بڑھیا ہوں گے کہ ان کے اندر کا استر بھی دبیز اور خالص زریں ریشم کا ہوگا۔ پھر ذرا سوچو کہ اوپر کا ابر کیسا کچھ ہوگا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ استر کا حال یہ ہے اور ابرا تو محض نورانی ہوگا۔ جو سرا سرا ظہار رحمت و نور ہوگا۔ پھر اس پر بہترین گلکاریاں ہیں۔ جنہیں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان جنتوں کے پھل جنتیوں سے بالکل قریب ہیں۔ جب چاہیں جس حال میں چاہیں وہیں سے لے لیں۔ لیٹے ہوں تو بیٹھا ہونے کی اور بیٹھے ہوں تو کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں۔ خود بخود شاخیں جھوم جھوم کر جھکتی رہتی ہیں جیسے فرمایا: قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ (سورہ حاقہ: ۲۳) اور وَدَانِيَةٌ عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا..... (سورہ دھر: ۱۴) یعنی بے حد قریب میوے ہیں۔ لینے والے کو کوئی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہیں۔ خود شاخیں جھک جھک کر انہیں میوے دے رہی ہیں۔ پس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے انکار سے باز رہو۔ چونکہ فروش کا بیان ہوا تھا۔ تو ساتھ ہی فرمایا کہ ان فروش پر ان کے ساتھ ان کی بیویاں ہوں گی۔ جو عقیقہ پاک دامن شرمیلی نیچی نگاہ والی ہوں گی کہ اپنے خاوند کے سوا کسی پر نظریں نہ ڈالیں گی اور ان کے خاوند بھی ان پر سو جان سے مائل ہوں گے۔ یہ بھی جنت کی کسی چیز کو اپنے مومن خاوندوں سے بہتر نہ پائیں گی۔ یہ بھی نقل ہے کہ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی خدا کی قسم ساری جنت میں میرے لئے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش و محبت اتنی نہیں۔ جنتی آپ کی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو میرے حصے میں کر دیا اور مجھے آپ کی خدمت کا شرف بخشا۔ یہ حوریں کنواری دوشیزائیں ہوں گی۔ ان جنتیوں سے پہلے ان کی کسی انس و جن کا ہاتھ بھی نہیں لگا۔ یہ آیت بھی مومن جنوں

منزل ۴

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۖ ۝۶۰

کے جنت میں جانے کی دلیل ہے۔ حضرت ضمیر بن جیب سے سوال ہوتا ہے کہ کیا مومن جن بھی جنت میں جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور جہنہ عورتوں سے ان کے نکاح ہوں گے۔ جیسے انسانوں کے انسان عورتوں سے۔ پھر یہی آیتیں تلاوت کیں۔ پھر ان حوروں کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی صفائی اور خوبی اور حسن میں ایسی یا قوت و مرجان۔ یا قوت سے صفائی میں تشبیہ دی اور مرجان سے بیاض میں۔ اس لئے مرجان سے مراد یہاں لؤلؤ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ اندر کا گودا بھی۔ پھر آپ نے آیت: **كَانَتْهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ** پڑھی اور فرمایا دیکھو یا قوت ایک پتھر ہے لیکن قدرت نے اس کی صفائی اور جوت ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں تاکہ پرودہ تو باہر سے نظر آتا ہے (ابن ابی حاتم)۔ یہ روایت ترمذی میں بھی موقوفاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موجود ہے اور امام ترمذی اسے صحیح بتلاتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے پیغمبر مدنی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں اس صفت کی ہوں گی کہ ستر ستر جلے پہن لینے کے بعد بھی ان کی پنڈلیوں کی جھلک نمودار رہے گی۔ بلکہ اندر کا گودا بھی بوجہ صفائی کے دکھائی دے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ یا تو فخر کے طور پر یا مذکرہ کے طور پر یہ بحث چھڑ گئی کہ جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی یا مرد؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی وہ چاند جیسی صورتوں والی ہوگی۔ ان کے پیچھے جو جماعت جائے گی وہ آسمان کے بہترین چمکیلے تاروں جیسے چہروں والی ہوگی۔ ان میں سے ہر شخص کی دو دو بیویاں ہوں گی۔ ایسی جن کی پنڈلی کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا اور جنت میں کوئی بے بیوی کے نہ ہوگا۔ اس حدیث کی اصل بخاری میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا کی راہ کی صبح اور اس کی راہ کی شام ساری دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔ جنت میں جو جگہ تمہیں ملے گی ان میں سے ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر کی جگہ ساری دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے افضل ہے۔ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں جھانک لے تو زمین و آسمان کی جگہ گادے اور خوشبو سے تمام عالم مہک اٹھے۔ ان کی ہلکی سی چھوٹی دوپٹا بھی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے گراں ہے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث بھی ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ دنیا میں جس نے نیکی کی اس کا بدلہ آخرت میں سلوک و احسان کے سوا اور کچھ نہیں۔ جیسے ارشاد ہے: **كَانَتْهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ** نیکی کرنے والے کے لئے نیکی اور زیادتی۔ یعنی جنت اور دیدار باری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کر کے اپنے اصحاب سے پوچھا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں جس پر اپنی توحید کا انعام دنیا میں کروں اس کا بدلہ آخرت میں جنت ہے اور چونکہ یہ بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے جو دراصل کسی عمل کے بدلے نہیں بلکہ صرف اس احسان اور فضل و کرم ہے۔ اس کے بعد ہی فرمایا اب تم میری کس کس نعمت سے لاپرواہی برتو گے؟ رب کے مقام سے ڈرنے والے کی بشارت کے متعلق ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی ذہن میں رہے کہ جو ڈرے گا وہ رات کے وقت ہی کوچ کرے گا اور جو اندھیری رات میں چل پڑا وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ خبردار ہو جاؤ خدا کا سودا بہت گراں ہے۔ یاد رکھو وہ سودا جنت ہے۔ امام ترمذی اس حدیث کو غریب بتلاتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے منبر پر وعظ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے آیت: **وَلَمَنْ خَافَ** پڑھتی تو میں نے کہا اگرچہ چوری کی ہو؟ بانی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۚ مُدْهَمَمَتَيْنِ ۚ
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۚ فِيهِمَا عَيْنَتَانِ نَضَّاخَتَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۚ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۚ فِيهِنَّ
 خَيْرَاتُ حَسَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۚ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۚ فَبِأَيِّ
 آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۚ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۚ مُتَكَبِّرِينَ عَلَى رَفْرَفٍ خُضِرٌ وَعَبْقَرِيُّ حَسَانٍ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۚ تَبَرَّكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَلِ وَالْإِكْرَامِ ۚ

اور ان دونوں باغوں سے کم درجہ دو باغ اور ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی (اور خیموں میں محفوظ ہوں گی) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) ان جنتی لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہو گا نہ کسی جن نے۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ سبز شجر اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بڑا برکت والا نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے حدیث

دو دوسری جنتیں:

یہ دونوں جنتیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان جنتوں سے کم مرتبہ ہیں۔ جن کا ذکر پہلے گزرا اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی جس میں ہے دو جنتیں سونے کی اور دو جنتیں چاندنی کی ہوں گی۔ پہلی دو تو مقربین خاص کی جگہ ہیں اور دوسری دو اصحاب یمین کی۔ الغرض درجے اور فضیلت میں یہ دو ان دو سے کم ہیں۔ جس کی دلیلیں بہت سی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا ذکر اور صفت ان سے بہت پہلے بیان ہوئی اور یہ تقدیم بیان بھی دلیل ہے ان کی فضیلت کی۔ پھر یہاں: وَمِنْ دُونِهِمَا فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ ان سے کم مرتبہ ہیں۔ وہاں ان کی تعریف میں: ذَوَاتَا أَفْنَانٍ کہا تھا۔ یعنی بکثرت مختلف مزے کے میووں والی شاخوں دار۔ یہاں فرمایا: مُدْهَمَمَتَانِ یعنی پانی کی پوری

تری سے سیاہ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سبز۔ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سبزی سے ہر۔ قنادہ فرماتے ہیں اتر
قد پھل پکے ہوئے تیار ہیں کہ وہ ساری جنت سرسبز معلوم ہو رہی ہے۔ الغرض وہاں شاخوں کی کثرت بیان ہوئی اور یہاں درختوں
کثرت بیان فرمائی گئی تو ظاہر ہے کہ اس میں اور اس میں بھی بہت فرق ہے۔ ان کی نہروں کی بابت لفظ تعجریان ہے اور یہاں لفظ نخ
ختان ہے یعنی ابلنے والی اور یہ ظاہر ہے کہ نضج سے جری یعنی ابلنے سے بہنا بہت برتری والا ہے۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
یعنی پُر ہیں پانی رکنا نہیں اور لیجئے وہاں فرمایا تھا کہ ہر قسم کے میوؤں کے جوڑے ہیں اور یہاں فرمایا اس میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں
تو ظاہر ہے کہ پہلے کے الفاظ عمومیت لئے ہوئے ہیں۔ وہ قسم کے اعتبار سے اور کثرت کے اعتبار سے بھی اس سے افضلیت رکھتے ہیں
کیونکہ یہاں لفظ فَاكِهَةٌ اگرچہ نکرہ ہے لیکن سیاق میں اثبات کے ہے۔ اس لئے عام نہ ہوگا۔ اسی لئے بطور تفسیر کے بعد میں نخل و درماں
کہہ دیا۔ جیسے عطف خاص عام پر ہوتا ہے۔ امام بخاری وغیرہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ کھجور اور انار کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ اور میوؤں
انہیں شرف ہے۔ مسند عبد بن حمید میں ہے یہودیوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں
آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا ہاں ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں گے پیئیں گے
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بلکہ بہت کچھ زیادہ بہت کچھ زیادہ۔ انہوں نے کہا پھر کیا وہاں فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پسیدہ
آ کر سب ہضم ہو جائے گا۔ ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ جنتی کھجور کے درختوں کے ریش کا جنتیوں کا لباس بنے گا۔
سرخ رنگ سونے کے ہوں گے۔ اس کے تنے سبز زرد دیں ہوں گے۔ اس کے پھل شہد سے زیادہ میٹھے اور مسکے سے زیادہ نرم ہوں گے
گٹھلی بالکل نہ ہوگی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے جنت کے انار دیکھے۔ اتنے بڑے تھے کہ جیسے اونٹ مع ہودج۔ خیرات کے معنی
بہ کثرت اور بہت حسین۔ نہایت نیک خلق اور بہتر خلق۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ معنی مروی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حور عین
جو گانا گائیں گی ان میں یہ بھی ہوگا ہم خوش خلق خوبصورت ہیں۔ جو بزرگ خاوندوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ پوری حدیث سورہ واقعہ
کی تفسیر میں ابھی آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ لفظ تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی
تکذیب کرتے ہو؟ حوریں ہیں خیموں میں رہتی سہتی ہیں۔ یہاں بھی وہی فرق ملاحظہ ہو کہ وہاں تو فرمایا تھا کہ خود وہ حوریں اپنی نگاہ نیچی
رکھتی ہیں اور یہاں فرمایا ان کی نگاہیں نیچی کی گئی ہیں۔ پس اپنے آپ ایک کام کو کرنا اور دوسرے سے کرایا جانا ان دونوں میں کس قدر
فرق ہے۔ گو پردہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے خیرہ ہے
یعنی نیک اور نورانی حور اور ہر خیرہ کے لئے خیمہ ہے اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہیں۔ جن میں سے ہر روز تحفہ کرامت ہدیہ اور انعام آ
رہتا ہے۔ نہ وہاں کوئی فساد ہے نہ سختی ہے نہ گندگی ہے نہ بدبو ہے۔ حوروں کی صحبت ہے جو اچھوتے صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں
صحیح بخاری شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جنت میں ایک خیمہ ہے درمجوف کا۔ جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے
اس کے ہر ہر کونے میں جنتی کی بیویاں ہیں۔ جو دوسرے کو نے والیوں کو نظر نہیں آتیں۔ مومن ان سب کے پاس آتا جاتا رہے گا۔ دوسرے
روایت میں چوڑاں کا تیس میل ہونا مروی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔ حضرت ابو درداء فرماتے ہیں خیمہ ایک ہی لؤلؤ کا
۱۔ فلسطین و شام کے علاقے میں انار ایسے بھی ملتے ہیں جن کے چمکے کے سائے میں ایک آدمی بخوبی بیٹھ جائے دیکھو کتاب بلاد فلسطین شام۔ اس
لئے ایسی احادیث کا انکار نہ کرنا چاہئے۔

۲۔ ایسا گانا جیسا کہ ہر ایک آدمی سرور و مسرت کے وقت میں کچھ نہ کچھ گنگنا لیتا ہے ظاہر ہے کہ گانے سے یہاں منہ اور نا جائز گانا مراد نہیں ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ؟ (۲۷)

ہے۔ جس کے ستر دروازے موتی کے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا۔ چار فرخ چوڑا۔ جس کے چار ہزار دروازے ہوں گے اور چوٹیں سب سونے کی ہوں گی۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے: ادنیٰ درجے کے جنتی کے اسی ہزار خادم ہوں گے اور بہتر بیویاں ہوں گی اور لوگوں کو زبرد کا محل ہوگا۔ جو جابیہ^۱ سے صنعا تک پہنچے۔ پھر فرماتا ہے: ان بے مثل حسینوں کی پنڈیاں اچھوتی ہیں۔ کسی جن وانس کا گزر ان کے پاس نہیں ہوا۔ پہلے بھی اس قسم کی آیت مع تفسیر گزر چکی ہے۔ ہاں پہلی جنتوں کی حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ وہاں تھا کہ وہ یا قوت و مرجان جیسی ہیں یہاں ان کے لئے یہ نہیں فرمایا گیا۔ پھر سوال ہوا کہ تمہیں رب کی کس نعمت کا انکار ہے۔ یعنی کس نعمت کا انکار نہ کرنا چاہئے یہ جنتی سبز رنگ کے اعلیٰ قیمتی فرشوں غالیچوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ تخت۔ ہوں گے اور تختوں پر پاکیزہ اعلیٰ فرش ہوں گے اور بہترین منقش تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔ یہ تخت اور یہ فرش اور یہ تکیے جنتی باغیچوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے۔ یہ اعلیٰ درجہ کے دھاری دار اور نقشین ریشم کے ہوں گے اور یہی ان کے فرش ہوں گے۔ کوئی سرخ رنگ کا ہوگا، کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ۔ جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلیٰ اور بالا ہوں گے۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے تشبیہ دی جائے۔

یہ بستر مخملی ہوں گے جو بہت نرم اور بالکل خاص ہوں گے۔ کئی رنگ کے ملے جلے نقش ان میں بنے ہوئے ہوں گے۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں: عبقر ایک جگہ کا نام ہے جہاں منقش بہترین کپڑے بنے جاتے تھے۔ خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا میں نے کسی کو عبقری نہیں دیکھا جو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو۔ یہاں بھی خیال فرمائیے کہ پہلی دو جنتوں کے فرش و فرش اور وہاں کے تکیوں کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ان سے اعلیٰ ہے۔ اس کے ابرے یعنی اوپر کے کپڑے کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ پھر اگلی دو جنتوں کے اوصاف کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ اطاعت کا صلہ سوا عنایت کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ تو ان اہل جنت کے اوصاف میں احسان کو بیان فرمایا جو اعلیٰ مرتبہ اور غایت ہے۔ جیسے کہ حضرت جبریل علیہ السلام والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اسلام کا سوال کیا۔ پھر ایمان کا پھر احسان کا۔ پس یہ کئی کئی وجوہ ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ پہلے کی دو جنتوں کو ان دو جنتوں پر بہترین فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم و وہاب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ ہمیں بھی ان جنتوں میں کرے جو ان دو جنتوں میں ہوں گے۔ جن کے اوصاف پہلے بیان ہوئے آمین۔

پھر فرماتا ہے تیرے رب ذو الجلال والاكرام کا نام بابرکت ہے۔ وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اس کا جلال مانا جائے اور اس کی بزرگی کا لحاظ مانا جائے اور اس کی بزرگی کا لحاظ کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت گزاری کی جائے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے۔ یعنی اس کی عبادت کی جائے۔ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کی جائے بلکہ اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔ وہ عظمت اور کبریائی والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ جابیہ اور صنعا دو جگہوں کا نام ہے جن میں کافی فاصلہ ہے حدیث میں مقصود صرف طویل فاصلہ دکھانا ہے ایسی تمام احادیث کو صحیح سمجھنا اور تنصیحات خدا تعالیٰ ہی کے علم پر چھوڑنا ہی ایمان ہے۔

۲۔ اور یہی فقیر محشی کی اپنے لئے اور تمام مومنین کے لئے دعا جس وقت یہ سطور قلم سے نکل رہی ہیں تو درالعلوم کی مسجد کے منار سے مؤذن عصر کی آواز کے ساتھ آواز بلند کر رہا ہے زبان قلم پر یہ دعا ہے اور دل میں یہی تمنا و آرزو ہے خدا تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس دعا کو قبول فرمائیں آمین بجا سید المرسلین سید المرسلین

اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو۔ اس کی عظمت مانو وہ تمہیں بخش دے گا (احمد) اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ماننے میں یہ بھی داخل کہ بوڑھے مسلمان کی اور بادشاہ کی اور حامل قرآن کی جو قرآن میں کمی زیادتی نہ کرتا ہو۔ یعنی نہ اس میں غلو کرتا ہو نہ کمی کرتا ہو۔ عز کی جائے۔ ابو یعلیٰ میں ہے: يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کے ساتھ چمٹ جاؤ۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند کو غیر محفوظ اور غریب بتلاتے ہیں۔ مسند احمد میں دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے۔ اس میں یا کا لفظ نہیں۔ جو ہر فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی کو چمٹ جائے اسے تھام لے تو عرب میں کہتے ہیں اَلْظُّ یہی لفظ اس حدیث میں آیا ہے۔ تو مطلب یہ کہ الحاح و خلوص عاجزی اور مسکینی کے ساتھ پیشگی اور لزوم سے دامن خدا میں لٹک جاؤ۔ صحیح مسلم اور سنن اربع میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نماز سے سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی ہی دیر بیٹھتے کہ یہ کلمات کہہ لیں: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

تفسیر سورۃ الواقعہ

ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ﷺ کوڑھے ہو گئے آپ نے فرمایا ہاں مجھے سورہ ہود نے اور سورہ واقعہ نے اور سورہ والمرسلات نے اور سورہ عم یسألون نے اور سورہ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بیمار ہوئے۔ جس بیماری سے آپ جانبر نہ ہوئے۔ اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے فرمایا اپنے گناہوں کا۔ دریافت کیا خواہش کیا ہے؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت کی۔ پوچھا کسی طبیب کو بھیج دوں؟ فرمایا طبیب نے ہی تو بیمار کر ڈالا ہے۔ پوچھا کچھ مال بھیج دوں؟ فرمایا مجھے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہا آپ کے بعد آپ کے بچوں کے کام آئے گا۔ فرمایا کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے۔ سننے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہہ دیا ہے وہ ہر رات سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سورہ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابو ظبیہ بھی اس سورت کو بلا ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح تم آج پڑھتے ہو۔ لیکن آپ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی۔ فجر کی نماز میں آپ سورہ واقعہ اور اسی جیسی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ هِيَ سِتُّونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ ۳۰ آيَةً ۹۶: ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱۔ مراد مسلمان عادل نیک اور قبیح سنت و شریعت بادشاہ ہے۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں میں قیامت کے احوال اس کی ہولناکیوں حساب (کتاب) عذاب و ثواب ہر شخص سے بلا تخصیص محاسبہ کی وہ اطلاعات ہیں جن پر ایک مومن کا نرم و گداز قلب متاثر ہوتا ہے اور قلب کے تاثر سے جسم پر ضعف و ناتوانی کے آثار ایک مشاہدہ ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ؟ (۲۷)

منزل ۶

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ لَيْسَ لَوْقَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۖ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۚ إِذَا رُجَّتِ
الْأَرْضُ رَجًّا ۚ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۚ فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًّا ۚ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا
ثَلَاثَةً ۖ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ مَا أَصْحَابُ
الْمَشْأَمَةِ ۖ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۖ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۖ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۖ

جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ (بعض کو) پست کر دے گی (اور بعض کو) بلند کر دے گی۔ جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں اور وہ (خدا کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں۔ (یہ مقرب) لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے ○

قیامت حساب و کتاب مقربین کی جماعت اور فردوس بریں:

واقعہ قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے: فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (سورہ حاقہ: ۱۵) اس دن ہونے والی ہو کر رہے گی۔ اس واقعہ کا ہونا حتمی امر ہے۔ نہ اسے کوئی ٹال سکے نہ ہٹا سکے۔ وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر ہی رہے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے: اِسْتَجِیْبُوا لِرَبِّکُمْ (سورہ شوریٰ: ۴۷) اپنے پروردگار کی باتیں مان لو۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں اور جگہ فرمایا: سَأَلْ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ (سورہ معارج: ۱) سائل کا سوال اس عذاب سے ہے جو یقیناً آنے والا ہے۔ جسے کوئی روک نہیں سکے گا اور آیت میں ہے: یَوْمَ یَقُولُ کُنْ فِیکُنْ (سورہ انعام: ۵۳) جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔ اسی کا قول ہے اسی کا ملک ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا۔ وہ عالم غیب و ظاہر ہے اور حکیم و خبیر ہے۔ قیامت کی اطلاع غلط نہیں بلکہ وہ برحق ہے۔ ضرور ہونے والی ہے۔ اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے کاذبہ مصدر ہے جیسے عاقبۃ اور عافیۃ وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے۔ بہت سے لوگوں کو بچ کر کے جہنم میں پہنچا دے گا۔ جو دنیا میں بڑے ذی عزت و وقعت تھے اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کر دے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت نعیم تک پہنچا دے گا۔ جو دنیا میں وہ پست اور بے قدر تھے۔ دشمنان خدا ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور اولیاء اللہ عزیز ہو کر جنتی ہو جائیں گے۔ متکبرین کو وہ ذلیل کر دے گی اور متواضعین کو وہ عزیز کر دے گی۔ وہ نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر ایک کو چوکنا کر دے گی۔ وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی۔ پھر اونچی ہوگی اور دو والوں کو سنائے گی۔ زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی۔ چپہ چپہ کپکپانے لگے گا۔ طول و عرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا اور وہ بری طرح ہلنے لگے گی۔ یہ حالت ہو جائے گی کہ گویا چھلنی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے اور آیت میں ہے: إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (سورہ زلزال: ۱) اور جگہ ہے: یَاٰیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْنٌ عَظِیْمٌ (سورہ حج: ۱) لوگو خدا سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جگہ الفاظ: کَیِّیَّاً مَّهِیلاً آئے ہیں۔ پس وہ مثل غبار پریشان ہو جائیں گے۔ جسے ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے۔

ہبّاء ان شراروں کو بھی کہتے ہیں۔ جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں۔ نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے۔ مُثْبُث اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کر دے اور پھیلا کر نیست و نابود کر دے۔ جیسے خشک پتوں کو ہوا ادھر سے ادھر کر دیتی ہے۔ اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔ ایک جماعت عرش کے دائیں ہوگی اور وہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی داہنی کروٹ سے نکلے تھے اور نامہ اعمال ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے۔ یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے۔ دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں کروٹ سے نکلے ہوں گے۔ انہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے۔ یہ سب جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے محفوظ رکھے۔ تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہوگی۔ یہ خاص الخالص لوگ ہیں۔ یہ اصحاب یمین سے بھی زیادہ با وقعت اور خالص قرب کے مالک ہیں یہ اہل جنت کے سردار ہیں۔ ان میں رسول ہیں انبیاء ہیں صدیق و شہدا ہیں۔ یہ تعداد میں بہ نسبت دائیں ہاتھ والوں کے کم ہیں۔ پس یہ تین قسم تمام اہل محشر کی ہو جائے گی۔ جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح سورہ ملائکہ میں فرمایا ہے: ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ (سورہ فاطر: ۳۲) یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا۔ پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔ پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں۔ یہ اس وقت جب کہ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ کی وہ تفسیر لیں جو اس کے مطابق ہے۔ ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقع پر گزر چکا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ دو گروہ تو ایک جنتی اور ایک جہنمی۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (سورہ تکویر: ۷) جب لوگوں کے جوڑے ملائے جائیں فرمایا قسم قسم کے یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم پر ہو جاؤ گے۔ یعنی اصحاب یمین اصحاب شمال اور سابقین۔ مسند احمد میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت کی تلاوت کی اور اپنی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ جائیں گے؟ انہوں نے کہا اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن کو جب ان کا حق دیا جائے تو وہ قبول کر لیں اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کریں اور لوگوں کے لئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں۔ سابقون کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں مثلاً انبیاء اہل علیین حضرت یوشع علیہ السلام بن نون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ وہ مومن جن کا ذکر سورہ یاسین میں ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے ایمان لائے تھے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان پر قبول کرنے میں سب پر سبقت لے گئے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔ ہر امت کے وہ لوگ جو اپنے اپنے نبیوں پر پہلے پہل ایمان لائے تھے۔ وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں۔ جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔ یہ سب اقوال دراصل صحیح ہیں۔ یعنی یہ سب لوگ سابقون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس لئے یعنی خود را فضیلت و دیگران را نصیحت کے مصداق نہ ہوں بلکہ عمل خیر کے خود عادی ہوں اور دوسروں کو بھی نیکی کی طرف بلائیں جو چیز اپنے لئے پسند کریں وہی اپنے بھائی مسلمان کے لئے بھی ان کو پسند ہو۔

میں داخل ہیں۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے: وَمَسَارِعُو إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ (سورہ آل عمران: ۱۳۳) اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو۔ جس کا عرض مثل آسمان وزمین کے ہے۔ پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی۔ وہ آخرت میں خدا کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا۔ ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے۔ جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔ اسی لئے یہاں ان کی نسبت فرمایا گیا ہے یہ مقربین خدا ہیں۔ یہ نعمتوں والی جنت میں ہیں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتوں نے بارگاہ خدا میں عرض کی کہ پروردگار تو نے ابن آدم کے لئے تو دنیا بنادی ہے۔ وہ وہاں کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ پس ہمارے لئے آخرت کر دے۔ جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی۔ پس خدا تعالیٰ نے فرمایا میں نے جسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اسے ان جیسا ہرگز نہ کروں گا۔ جنہیں میں نے صرف لفظ کن سے پیدا کیا۔ حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اثر کو بھی اپنی کتاب الروعی الجیمیہ میں ذکر کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عز و جل فی فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ اس کی نیک اولاد کو میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ ۱۴ ۝ وَ قَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝ ۱۵ ۝ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ۝ ۱۶ ۝ مُّتَكِّئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَبِّلِينَ ۝ ۱۷ ۝ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۝ ۱۸ ۝ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ ۝ ۱۹ ۝ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝ ۲۰ ۝ لَا يَصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنَزِفُونَ ۝ ۲۱ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ ۲۲ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ ۲۳ ۝ وَحُورٌ عِينٌ ۝ ۲۴ ۝ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝ ۲۵ ۝ جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ۲۶ ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيًا ۝ ۲۷ ۝ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا ۝ ۲۸ ۝

ان کا بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہو گا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے ارد گرد ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے۔ آنچورے اور آفتابی اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو درد سر ہو گا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو گا اور ان کی لئے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ یہ ان کے اعمال کے صلے میں ملے گا (اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بات بیہودہ۔ پس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آئے گی ○

ایک بڑا گروہ:

ارشاد ہوتا ہے کہ مقربین خاص بہت سے پہلے کے ہیں اور کچھ پچھلون میں سے بھی ہیں۔ ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ مثلاً اگلی امتوں میں سے اور اس امت میں سے۔ امام ابن جریر اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور اس قول حدیث کو بھی اس قول کی صحت میں پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کچھ ملال خاطر ہوا۔ پس یہ آیت اُتری: ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ نصف تم ہو۔ تم آدھی جنت کے مالک ہو گے اور باقی آدھی تمام امتوں میں تقسیم ہوگی۔ جن میں تم بھی شریک ہو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کو سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اگلی امتوں میں بہت سے لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟ اس سوال کے ایک سال بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلی امتوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بہت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر کہا کہ سنو حضرت آدم علیہ السلام نے لے کر مجھ تک ٹلہ ہے اور صرف میری امت ٹلہ ہے۔ ہم اپنے ٹلہ کو پورا کرنے کے لئے ان حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ایک اور لاشریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ لیکن روایت کی سند میں کچھ کمزوری ہے۔ ہاں بہت سی سندوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو اور پھر باقی مضمون وہی ہے جو دوسری روایت میں آچکا ہے۔ پس الحمد للہ یہ ایک بہترین خوش خبری ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے جس قول کو پسند فرمایا ہے وہ کمزور ہے کیونکہ الفاظ قرآن سے اس امت کا اور تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہے۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ مقربین بارگاہ احدیت اور امتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں۔ ہاں یہ تو جیہہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام امتوں کے مقرب مل کر صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد بڑھ جائیں۔ لیکن یہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقربین سے صرف اس امت کے مقربین زیادہ ہوں گے اور واقعہ کا علم خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس اُمت کے شروع زمانہ کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم۔ یہی قول عام طور پر مشہور ہے چنانچہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گزر چکے۔ اے اللہ تعالیٰ تو ہمیں اصحاب یمن میں کر دے اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس امت میں سے جو گزر چکے ان میں مقربین بہت تھے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے۔ تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یوں ہی ہو۔ یعنی ہر امت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ بہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے۔ چنانچہ صحاح وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا ہے۔ پھر اس کے بعد والا۔ پھر اس کے متصل۔ ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میری اُمت کی مثال بارش جیسی ہے۔ نہ معلوم کہ شروع زمانہ کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانہ کی۔ تو یہ حدیث جب کہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دے دیا جائے، محمول ہے اس امر پر کہ جس طرح دین کو شروع کے لوگوں کی ضرورت تھی۔ جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں۔ اسی طرح آخر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں

۱۔ یعنی دنیا میں اگرچہ وہ غریب و مفلس ہیں لیکن ایمان کی دولت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے یہاں معزز و محترم اس دور میں غرباء کا پیشہ اونٹ چرانا تھا اس لئے حدیث میں اسی کا ذکر آگیا اس لئے حدیث کا مطلب غرباء مومنین و مسلمین ہیں اونٹ چرانے والوں کی کوئی خصوصیت نہیں۔

Marfat.com

شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے۔ جن کے چہرے پر بکثرت تل ہیں۔ ان کے بال گویا پانی سے تر ہیں۔ جب وہ باتیں کرتے تو ان کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں۔ پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق و عادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ آپ لوگ سب ان کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سے آگے ایک دہلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے۔ میں نے دیکھا کہ گویا آپ اسے اٹھا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ یہ حالت بدل گئی اور آپ نے فرمایا سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو وہ دین ہے جسے میں لے کر خدا کی طرف سے آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو، ہر ابھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہی وہ دنیا ہے اور اس کی عیش و عشرت کا دل لبھانے والا سامان میں اور میرے اصحاب تو اس سے گزر جائیں گے۔ نہ ہم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چمٹے گی۔ نہ ہمارا تعلق اس سے ہوگا۔ نہ اس کا تعلق ہم سے۔ نہ ہم اس کی تمنا کریں گے۔ نہ وہ ہمیں لپٹے گی۔ پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئی گی۔ جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہوگی۔ ان میں سے بعض تو اس دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پالیں گے۔ پھر ان کے بعد زبردست جماعت آئے گی۔ جو اس دنیا میں بالکل مستغرق ہو جائے گی اور دائیں بائیں بہک جائے گی: فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے۔ یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ جس منبر کے آخری ساتویں درجہ پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے۔ میں آخری ہزارویں سال میں ہوں میرے دائیں جس گندی رنگ موٹی تھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ ہیں۔ جب وہ کلام کرتے ہیں تو لوگ اونچے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے مشرف ہم کلامی حاصل ہو چکا ہے اور جنہیں تم نے میرے بائیں دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے تلوں والے تھے۔ جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ چونکہ ان کا اکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ ہم سب بھی ان کا احترام کرتے ہیں اور شیخ کو تم نے بالکل مجھ سے دیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ہم سب ان کا قصد کرتے ہیں اور ان کی اقتدا اور تابعداری کرتے ہیں اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اسے کھڑی کر رہا ہوں۔ اس سے مراد قیامت ہے۔ جو میری امت پر قائم ہوگی۔ نہ میرے بعد کوئی نبی ہے نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہے۔ فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ خواب بیان کر دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعبیر دے دیا کرتے تھے۔ ان کے بیٹھنے کے تحت اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے یہ فعلیل معنی میں مفعول کے ہے۔ اسی لئے اونٹنی کے پیٹ کے نیچے والے حصے کو وضین کہتے ہیں۔ سب کے منہ ایک دوسرے کے آپس میں سامنے ہوں گے۔ کوئی کسی کی طرف پشت کئے ہوئے نہ بیٹھا ہوگا۔ وہ غلامان ان کی خدمت گزاری میں مشغول ہوں گے۔ جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں گے نہ بوڑھے ہوں نہ ان میں تغیر و تبدل آئے۔ اکو اب کہتے ہیں ان کوزوں کو جن کی ٹوٹنی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو اور اباریق وہ آفتابے جو ٹوٹنی دار اور پکڑے جانے کے قابل ہوں۔ یہ سب شراب کی جاری نہر سے تھلکتے ہوئے ہوں گے۔ جو شراب نہ ختم ہو نہ کم ہو کیونکہ اس کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ جام تھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لئے ہوئے یہ گل اندام ساقی ادھر ادھر گشت کر رہے ہوں گے۔ اس شراب سے نہ انہیں درد سر ہو نہ ان کی عقل زائل ہو۔ بلکہ باوجود پورے سرور اور کیف کے عقل و حواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہوگی۔ شراب میں چار صفتیں ہیں۔ نشہ سرور دتے اور پیشاب۔ پس پروردگار عالم نے جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں خرابیوں کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے

آیا اور مجھے مدینہ سے لے چلا اور جنت میں پہنچا دیا۔

پھر بیان کیا اور ان ہی لوگوں کے نام لئے جن کے نام قاصد نے لئے تھے طبرانی میں ہے کہ جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا وہیں

اس جیسا دوسرا پھل لگ جائے گا مسند احمد میں ہے کہ جنتی پرندے بختی اونٹ کے برابر ہیں جو جنت میں چرتے چلتے ہیں حضرت صدیق نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ پرند تو نہایت ہی مزے کے ہوں گے آپ نے فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ ناز و نعمت والے ہوں گے تین مرتبہ یہی جملہ ارشاد فرمایا پھر فرمایا مجھے خدا سے امید ہے کہ اے ابوبکر! تم ان میں سے ہو جو ان پرندوں کا گوشت کھائیں گے حافظ ابو عبد اللہ مصری کی کتاب صفۃ الجنۃ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طوبیٰ کا ذکر ہوا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو پورا علم ہے آپ نے فرمایا جنت کا ایک درخت ہے جس کے طول کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں اس کی ایک ایک شاخ تلے تیز سوار ستر ستر سال چلا جائے پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو اس کے تنے بڑے چوڑے چوڑے ہیں ان پر بختی اونٹ کے برابر پرند آ کر بیٹھتے ہیں ابوبکرؓ نے کہا پھر تو یہ پرند بڑی نعمتوں والے ہوں گے آپ نے فرمایا ان سے زیادہ نعمتوں والے ان کے کھانے والے ہوں گے اور انشاء اللہ تم بھی ان ہی میں ہو حضرت قتادہ سے بھی یہ پچھلا حصہ روایت ہے ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوثر کی بات سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ جنتی نہر ہے جو مجھے اللہ عز و جل نے عطا فرمائی ہے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اس کا پانی ہے اس کے کنارے بختی اونٹوں جیسے گردنوں والے پرند ہوتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ پرند تو بڑے مزے میں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا کھانے والا ان سے زیادہ مزے میں ہیں (ترمذی) امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک پرند ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں جنتی کے دسترخوان پر وہ آئے گا ہر پر سے اس کی ایک قسم نکلے گی جو دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھی پھر دوسرے پر دوسری قسم نکلے گی اسی طرح ہر پر سے ایک دوسرے سے جدا گانہ پھر وہ پرند اڑ جائے گا یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کے راوی رصافی اور اس کے استاد دونوں ضعیف ہیں ابن ابی حاتم میں حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ جنتی پرند مثل اونٹوں کے ہوں گے جو جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں جنتیوں کا دل جس پرند کو کھانے کو چاہے گا وہ اس کے سامنے آ جائے گا وہ چاہے گا جس پہلو سے چاہے گا اور گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پرند اڑ جائے اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آ جائے حور کی دوسری قرأت رے کے زیر سے بھی ہے پیش سے تو یہ مطلب ہے کہ جنتیوں کے لئے حوریں ہوں گی اور زیر سے یہ مطلب ہے کہ گویا اگلے اعراب کی ماتحتی میں یہ اعراب بھی ہے جیسے (سورہ مائدہ: ۶) میں زیر کی قرأت ہے جیسے کہ عَلَیْہُمْ ثِیَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَاسْتَبْرَقٌ (سورہ نساء: ۱۲) میں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غلمان اپنے ساتھ حوریں بھی لئے ہوئے ہوں گے لیکن یہ ان کے محلات میں اور خیموں میں نہ کہ عام طور پر واللہ اعلم۔ یہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے تروتازہ سفید صاف موتی ہوں جیسے سورہ صافات میں ہے کَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مِّمَّنُّونَ (سورہ صافات: ۱۹) سورہ الرحمن میں بھی یہ وصف منع تفسیر گزر چکا ہے یہ ان نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے یعنی یہ تحفے ان کی حسن کارگزاری کا انعام ہے یہ جنت میں لغو بے ہودہ بے معنی خلاف طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے حقارت اور برائی کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا جیسے کہ ایک اور آیت میں ہے لَا تَسْمَعُ فِیْہَا لَا غِیۃَ (سورہ عاشیہ: ۱۱) فضول کلامی سے ان کے کان محفوظ رہیں گے نہ کوئی قبیح کلام کان میں پڑے گا ہاں سلامتی بھرے سلام کے کلمات ایک دوسروں کو کہیں گے جیسے اور جگہ ارشاد ہے فرمایا تَحِیَّتُهُمْ فِیْہَا سَلَامٌ (سورہ یونس: ۱۰) ان کا تحفہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا ان کی بات چیت لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۖ فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ ۖ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۖ وَظِلٍّ
مَّمْدُودٍ ۖ وَوَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۖ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۖ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۖ وَفُرْشٍ
مَّرْفُوعَةٍ ۖ إِنَّا أَنشَأْنَهُمْ إِنِشَاءً ۖ فَجَعَلْنَهُمْ أَبْكَارًا ۖ عُرْبًا أَتْرَابًا ۖ لِأَصْحَابِ
الْيَمِينِ ۖ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۖ وَثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۖ

اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے کیسے اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سیاہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ہم نے (وہاں کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عصر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان (اصحاب الیمین) یا ایک گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا ○

اصحاب الیمین :

سابقین کا حال بیان کر کے اللہ تعالیٰ اب ابرء کا حال بیان کر رہا ہے جو سابقین سے کم درجہ ہیں ان کا کیا حال ہے اور کیا نتیجہ ہے اسے سنو! یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیری کے درخت ہیں لیکن کانٹے دار نہیں اور پھل بکثرت اور بہترین ہیں دنیا میں بیری کے درخت زیادہ کانٹوں والے اور کم پھلوں والے ہوتے ہیں جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جاتے ہوں گے حافظ ابو بکر احمد بن بخار نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ صحابہ کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں ایک درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا ہے آپ نے پوچھا وہ کون سا ہے؟ اس نے کہا بیری کا درخت آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مخدو نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہیں ہر بیری میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا یہ روایت دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے اس میں لفظ ^{طلح} ہے اور ستر ذائقوں کا بیان ہے ^{طلح} ایک بڑا درخت ہے جو جاز کی سرزمین میں ہوتا ہے یہ کانٹوں دار درخت ہے اس میں کانٹے بہت ہوتے ہیں چنانچہ ابن جریر میں شہادت عربی کے ایک شعر میں بھی دی ہے منصور کے معنی تہ بہ تہ پھل والا پھلوں سے لدا ہوا ان دونوں کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ عرب ان درختوں کی گہری اور میٹھی چھاؤں کو پسند کرتے تھے یہ درخت بظاہر دنیوی درخت جیسا ہوگا لیکن بجائے کانٹوں کے اس میں شیریں پھل ہوں گے جو ہری فرماتے ہیں ^{طلح} بھی کہتے ہیں اور ^{طلح} بھی حضرت علیؑ سے بھی یہ منقول ہے تو ممکن ہے کہ یہ بھی بیری کی ہی صفت ہو یعنی وہ بیریاں بے خار اور بکثرت پھل دار ہیں واللہ اعلم اور حضرات نے ^{طلح} سے مراد کیلے کا درخت کہا اہل یمن کیلہ کو ^{طلح} کہتے ہیں اور اہل حجاز موز کہتے ہیں لمبے لمبے سایوں میں یہ ہوں گے صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سایے تلے تیز سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن سایہ ختم نہ ہوگا اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد میں بھی اور مسند ابویعلیٰ میں بھی مسند کی دوسری روایت میں ذراروی کے شک کے ساتھ ہے یعنی ستر یا سوار یہ بھی ہے کہ یہ شجرۃ الخلد ہے

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۖ (٢٤)

④ منزل

ابن جریر اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے پس یہ حدیث متواتر اور قطعاً صحیح ہے اس کی اسناد بہت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعبؓ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا کہ اگر کوئی شخص نو جوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت تک چلتا رہے جب تک وہ بوڑھا ہو کر گر جائے تو بھی اس کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا اللہ تعالیٰ نے اسے ہاتھ سے بویا ہے اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلتی ہوئی ہیں جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں ابو حصین کہتے ہیں کہ ایک موضع میں ایک دروازے پر ہم تھے ہمارے ساتھ ابوصالح شقیق جہمی بھی تھے ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہؓ والی مذکورہ بالا حدیث بیان کی اور کہا کیا تو ابو ہریرہؓ کو جھٹلاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں ان کو تو نہیں تجھے پس یہ قاریوں پر بہت گراں گزرا میں کہتا ہوں اس ثابت صحیح اور مرفوع حدیث کو جو جھٹلائے وہ غلطی پر ہے ترمذی میں ہے جنت کے ہر درخت کا تنہ سونے کا ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر طرف سو سو سال کے راستے تک سایہ پھیلا ہوا ہے جنتی لوگ اس کے نیچے آکر بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں کسی کو دنیاوی کھیل تماشے اور بدل بہلاوے یاد آتے ہیں تو اسی وقت ایک جنتی ہوا چلتی ہے اور اس درخت میں سے تمام راگ راگیاں باجے گاجے اور کھیل تماشے کی آوازیں آنے لگتی ہیں یہ اثر غریب ہے اور اس کی سند قوی ہے حضرت عمرو بن میمونؓ یہ فرماتے ہیں یہ سایہ ستر ہزار سال کی طولانی میں ہوگا آپ سے پانچ سو سال بھی مروی ہے حسنؓ فرماتے ہیں ایک سال آپ سے مرفوع حدیث میں ایک سو سال منقول ہے یہ سایہ کتنا ہی نہیں نہ سورج آئے نہ گرمی ستائے فجر کے طلوع ہونے سے پیشتر کا سماں ہر وقت اس کے نیچے رہتا ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے سایہ کے مضمون کی روایتیں بھی اس سے پہلے گزر چکی ہیں جیسے نَدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (سورہ نساء: ۵۷) اور اُكْلُهَا ذَايِمٌ وَظِلُّهَا (سورہ مد: ۳۵) وَفِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ (سورہ مرسلات: ۱۳) وغیرہ پانی ہوگا بہتا ہوا مگر نہروں کے گڑھے اور کھدی ہوئی زمین نہ ہوگی اس کی پوری تفسیر فیہا اَنْهَرُ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آبٍ (سورہ محمد: ۱۵) میں گزر چکی ہے ان کے بکثرت طرح طرح کے لذیذ میوے ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسانی دل پر ان کا وہم و خیال گزرا جیسے اور آیت میں ہے جب وہاں پھل دیئے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو ہم کو بھی دیئے گئے تھے کیونکہ بالکل ہم شکل ہوں گے لیکن جب کھائیں گے تو ذائقہ اور ہی پائیں گے صحیحین میں سدرۃ المنتہی کے ذکر میں ہے کہ اس کے پتے مثل ہاتھی کے کانوں کے ہوں گے اور پھل مثل ہجر کے بڑے بڑے منکوں کے ہوں گے حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گہن کی نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے یہ بھی کہ بعد فراغت آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے ابو یعلیٰ میں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور ہم بھی پھر آپ نے گویا کوئی چیز لینی چاہی پھر پیچھے ہٹ آئے نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج تو

آپ نے ایسی بات کو جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تروتازگی اور سبزی ہے میں نے اس میں سے ایک انگور کی خوشہ توڑنا چاہا تا کہ لا کر تمہیں دوں پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر میں اسے تمہارے درمیان لے آتا تو زمین و آسمان کے درمیان کی کل مخلوق اسے کھاتی رہتی تب بھی اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی اسی کے مثل حضرت جابرؓ نے صحیح مسلم شریف میں بھی روایت ہے مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی نے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کوثر کی بابت سوال کیا اور جنت کا بھی ذکر کیا پوچھا کہ کیا اس میں میوے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں وہاں طوبی نامی درخت بھی ہے؟ اس کے بعد کچھ اور کہا جو مجھے یاد نہیں پھر پوچھا وہ درخت ہماری زمین کے کس درخت سے مشابہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے ملک کی زمین میں کوئی درخت اس کا ہم شکل نہیں کیا تو شام میں گیا ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا شام میں ایک درخت ہوتا ہے وہ البتہ اس کے مشابہ ہوتا ہے اس نے پوچھا جنتی خوشے کتنے بڑے ہوتے ہیں فرمایا کالا کوامہینہ بھراڑتا رہے۔ اتنے بڑے وہ کہنے لگا اس درخت کا تنہ کس قدر موٹا ہے آپ نے فرمایا اگر تو اپنے اونٹنی کے بچے کو چھوڑ دے اور وہ چلتا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے تب بھی اس کے تنے کا چکر پورا نہیں کر سکتا اس نے کہا اس میں انگور بھی لگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں پوچھا کتنے بڑے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کیا کبھی تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کی کھال کھینچ کر تیری ماں کو دے کر کہا ہے کہ اس کا ڈول بنا لو؟ اس نے کہا ہاں فرمایا بس اتنے ہی بڑے بڑے انگور کے دانے ہوتے ہیں اس نے کہا پھر تو ایک ہی دانہ مجھ کو اور میرے گھر والوں کو کافی ہے آپ نے فرمایا بلکہ ساری برادری کو پھر یہ میوے بھی ہیشگی والے ہیں نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے یہ بھی کہ جاڑے میں ہیں اور گرمیوں میں نہیں یا گرمیوں میں ہیں اور جاڑوں میں ندارد بلکہ یہ میوے دوام والے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جب طلب کریں پالیں خدا کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے بلکہ کسی کانٹے اور کسی شاخ کی بھی آڑ نہ ہو گی نہ حاصل کرنے میں تکلیف اور تکلف ہوگا بلکہ ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا جیسا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے ان کے فروش بلند و بالا نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین و آسمان کی یعنی پانچ سو سال کی (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے بعض اہل معافی نے کہا ہے کہ مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ فرش کی بلندی درجے کی زمین و آسمان کی برابر ہے یعنی ایک درجہ دوسرے درجے سے اس قدر بلند ہے کہ ہر درجوں میں پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے پھر بھی یہ خیال رہے کہ یہ روایت رشد بن سعد سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں اور یہ روایت ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی ہے حضرت حسن سے مروی ہے کہ ان کی اونچائی اتنی سال کی ہے اس کے بعد ضمیر لائے جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں اس لئے کہ قرینہ موجود ہے بستر کا ذکر آیا جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی پس اس کی طرف ضمیر پھرو ہی جیسے حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں توارت کا لفظ آیا ہے اور شمس کا لفظ اس سے پہلے نہیں قرینہ کافی ہے لیکن حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں پہلے مذکور ہو چکا

۱۔ کالے کوئے کی تیز رفتاری مشہور ہے۔ حیاۃ الحیوان نامی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ کو صبح کو نہایت سویرے جاگتا ہے اور جب تک دوسرے جانور جاگیں یہ میلوں کی مسافت طے کر کے آچکا ہوتا ہے۔

۲۔ اس طرح کی احادیث کو خلاف عقل سمجھنا خود خلاف عقل بات ہے آج کشمیری سیب اور چھوٹے سیب میں جو کچھ فرق ہے وہ سب کو معلوم ہے چھوٹا سیب چھٹانک دو چھٹانک سے زیادہ نہیں ہوتا قدھاری انار کا وزن سیر بھر تک پہنچ جاتا ہے عام طور پر خر بوزہ کا وزن زیادہ سے زیادہ سیر آدھ سیر ہے لیکن اسی برصغیر میں ایک جگہ ایسی ہے جہاں کے ایک خر بوزہ کا وزن ڈھائی سیر سے کم نہ ہوگا تو جب یہیں مختلف آہوا سے وزن اور مزہ بدل جاتا ہے تو ایک مسلسل عالم کی تبدیلی سے تغیرات کیوں ممکن نہیں؟

ہے وَحُورٌ عِینٌ پس فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی بیویوں کو نئی پیدائش میں پیدا کیا ہے اس کے بعد کہ وہ بالکل بڑھیا تھیں ہم نے انہیں نو عمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش میں پیدا کیا ہے بوجہ اپنی ظرافت ملاحت کے حسن صورت اور جسامت کے خوش خلقی اور حلاوت کے اپنے شوہروں کو بڑی پیاریاں ہیں سلیمان کہتے ہیں عربا کا مطلب ہے ناز و کرشمہ والیوں کو حدیث میں ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اب جنت میں گئی ہیں تو انہیں نو عمر و غیرہ کر دیا ہے اور روایت میں ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا شبیہ تھیں اللہ تعالیٰ ان سب کو ایسی کر دے گا ایک بڑھیا عورت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ نے فرمایا اے ام فلاں جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی وہ روتی ہوئی واپس ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ انہیں سمجھا دو مطلب یہ ہے کہ جب وہ جنت میں جائے گی تو بڑھیا نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم انہیں نئی پیدا کریں گے پھر باکرہ کر دیں گے (شمائل ترمذی وغیرہ) طبرانی میں ہے حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حور عین کی مجھے خبر دیجئے آپ نے فرمایا وہ گورے رنگ کی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے کہ گدھ کا پر میں نے کہا لو مکنون کی بابت خبر دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا ان کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو میں نے کہا خَيْرَاتٌ حَسَنَاتٌ (سورہ رحمن: ۲۳) کی کیا تفسیر ہے؟ فرمایا خوش خلق خوبصورت میں نے کہا بَيَاضٌ مَكْنُونٌ (سورہ صافات: ۴۹) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ان کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اس جھلی کی مانند ہوگی جو اندر ہوتی ہے میں نے عُرْبًا اَتْرَابًا کے معنی دریافت کئے فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان عورتیں جنتی ہیں جو بالکل بڑھیا تھیں اللہ تعالیٰ نے نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور اپنے شوہروں سے عشق کرنے والیاں اور ہم عمر بنادیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حور عین؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حور عین سے بہت افضل ہیں جیسے استر سے ابراہیم ہوتا ہے میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا نمازیں روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے نور سے ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں سفید ریشم اور سبز ریشم اور زرد سنہرے ریشم اور زرد سنہرے زیور بخوردان موتی کے کنگھیاں سونے کی یہ کہتی رہیں گی۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوتُ اَبَدًا ۝ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا تَبَاسُ اَبَدًا

وَنَحْنُ الْمُقِيمَاتُ فَلَا نَطْعَنُ اَبَدًا ۝ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا

طُوبَى لِمَنْ كُنَّا لَهُ وَكَانَ لَنَا

یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں ہم ناز و نعمت والیاں ہیں کبھی مفلس اور بے نعمت نہ ہوں گی ہم اقامت کرنے والیاں ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گی ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گی نہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لئے ہم ہیں اور خوش نصیب ہیں ہم کہ ان کے لئے ہیں میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض عورتوں کے دو دو تین تین چار چار شوہر ہو جاتے ہیں اس کے بعد انہیں موت آتی ہے مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے سب خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا اے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے پروردگار! یہ مجھ سے بہت اچھی بود و باش رکھتا تھا اس کے نکاح میں مجھے دے اے ام سلمہ حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائوں کو لئے ہوئے ہے حور کی مشہور ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا خدا کی قسم تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں کو جانتے ہوں گے پس ایک ایک جنتی کی بہتر بہتر بیویاں ہوں گی جو خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور دو بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں اپنی عبادت کی وجہ سے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا یہ اس بالا خانے میں ہوگی جو یا قوت کا بنا ہوا ہوگا اور جزاؤں کا ہوگا ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوگی جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی کہ ان کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف دیکھ لے گا تو صاف نظر آجائے گا کپڑے گوشت ہڈی کوئی چیز حائل نہ ہو سکے گی اس قدر اس کی پنڈلی صاف اور آئینہ نما ہوگی جس طرح مروارید میں سوراخ کبر کے ڈورہ ڈال دیں تو وہ ڈورہ باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا الغرض یہ اس کی آئینہ ہوگی اور وہ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوگا نہ یہ تھکے نہ وہ نہ اس کا دل بھرے نہ اس کا جب کبھی نزدیکی کرے گا تو کنواری پائے گا نہ اس کا عضو مست ہو نہ اسے گراں گزرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے یہ یوں ہی مشغول ہوگا کہ کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا نہ ان کا آپ سے مگر آپ کی دوسری بیویاں بھی ہیں اب یہ یہاں سے آئے گا اور ایک ایک کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی پر تجھ سے زیادہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں پہنچ کر جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خوب اچھی طرح بہترین طریق پر جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پاک صاف اچھوٹی بارہ بن جائے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت ملے گی طہرائی کی حدیث میں ہے ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئے گا حافظ عبد اللہ مقدسی فرماتے ہیں یہ حدیث شرط صحیح پر ہے واللہ اعلم۔ ابن عباسؓ عربا کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوندان کے عاشق۔ عکرمہؓ سے روایت ہے کہ اس کے معنی ناز و کرشمہ والی ہے اور ایک سند سے منقول ہے کہ نزاکت والی ہے تمیم بن جلد کہتے ہیں عربا اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھے زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد خوش کلام ہے اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں جب کچھ بولیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں عرب اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی اتراب کے معنی ہیں ہم عمر یعنی ۳۳ برس کی اور معنی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت خلق بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ بھی خوش جو اس کو ناپسند اسے ناپسند یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ آپس میں ان کے اندر بغیر بغض حسد اور رشک نہ ہوگا یہ سب آپس میں بھی ہم عمر ہوں گی تاکہ بے تکلفی سے ایک دوسرے سے ملیں جلیں کھیلیں اور کودیں ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر ریلے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی سریلی آواز اور رسیلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی ان کا گانا وہی ہوگا جو اوپر بیان ہوا ابو یعلیٰ میں ہے کہ ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا۔

نَحْنُ خَيْرَاتُ جَسَانٍ ۖ خَبْنًا لِأَزْوَاجٍ كِرَامٍ

یعنی ہم پاک صاف خوش وضع اور خوبصورت عورتیں ہیں جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کے لئے چھپا کر رکھی گئی تھیں اور

روایت میں خیرات کے بدلے جوار کا لفظ آیا ہے پھر فرمایا کہ یہ اصحاب یمین کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور انہی کے لئے محفوظ و مصنوع رکھی گئی تھیں لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعلق ہیں انا انشاءناہن کے یعنی ہم نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے حضرت ابوسلیمان دارائی سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی چونکہ سخت سردی تھی بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے تھے اس لئے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آگئی خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا کہ اس کی طرح خوبصورت اور نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گزری اس نے مجھ سے کہا اے ابوسلیمان ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لئے اپنی خاص نعمتوں میں پرورش کر رہا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لام متعلق اترابا کے ہو یعنی ان کی ہم عمر ہوں گی جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے مانند ہوں گے ان کے بعد والی جماعت کے بہت چمکدار ستارے روشن چہرے ہوں گے یہ پاخانے پیشاب تھوک اور رینٹ سے پاک ہوں گے ان کی کٹھیاں سونے کی ہوں گی ان کے پسینے مشک کی خوشبو کی طرح ہوں گے ان کی انگلیٹھیاں لؤلؤ کی ہوں گی ان کی بیویاں حوریں ہوں گی ان سب کے اخلاق مثل ایک ہی شخص کے ہوں گے یہ سب اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ساٹھ ہاتھ لہجے قد کے ہوں گے طبرانی میں ہے کہ اہل جنت بے بال اور بے ریش گورے رنگ والے خوش خلق اور خوب صورت سرگیں آنکھوں والے ۳۳ برس کی عمر کے ساٹھ ہاتھ لہجے اور سات ہاتھ چوڑے چکے مضبوط بدن والے ہوں گے اس کا کچھ حصہ ترمذی میں بھی ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ گو کسی عمر میں انتقال ہوا ہو دخول جنت کے وقت ۳۳ سالہ عمر کے ہوں گے اور اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے اسی طرح جہنمی بھی (ترمذی) ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ فرشتے کے ہاتھ کے اعتبار سے ہوں گے قد آدم علیہ السلام حسن یوسف علیہ السلام عمر عیسیٰ یعنی ۳۳ سال اور زبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی عربی زبان والے ہوں گے بے بال کے اور سرگیں آنکھوں والے (ابن ابی الدنیا) اور ایک روایت میں ہے کہ دخول جنت کے ساتھ ہی انہیں ایک جنت کے درخت کے پاس لایا جائے گا اور انہیں وہاں کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے کپڑے نہ تو بوسیدہ ہوں نہ پرانے پڑیں نہ میلے ہوں اور ان کی جوانی نہ ڈھلے نہ جائے نہ فنا ہوا صاحب یمین اگلوں میں سے بھی بہت ہیں اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہیں ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے بیان فرمایا میرے سامنے انبیاء مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے بعض نبی گزرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی اور بعض نبی کے ساتھ تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا راوی حدیث حضرت قتادہ نے اتنا بیان فرمایا کہ یہ آیت پڑھی: اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ وَشَيْدٌ (سورہ ہود: ۷۸) کیا تم میں سے ایک بھی رشد و سمجھ والا نہیں یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران گزرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والی امت ہے میں نے پوچھا خدا یا میری امت کہاں ہے؟ فرمایا اپنی جانب نیچے کی طرف دیکھو! میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے پھر مجھ سے پوچھا کہ وہاب تو خوش ہو؟ میں نے کہا ہاں خدا یا خوش ہوں مجھ سے پھر فرمایا اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہاں بھی بے شمار لوگ تھے پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو! ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے ہی جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضرت عکاشہ کھڑے ہو گئے یہ قبیلہ بنو اسد سے مخصن کے لڑکے تھے یہ بدر کی لڑائی میں موجود تھے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہی میں

شامل فرمادے آپ نے دعا کی پھر ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہا اے نبی اللہ میرے لئے بھی دعا کیجئے آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا پھر آپ نے فرمایا لوگو تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر تم سے ہو سکے تو تم ان ستر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جاؤ گے ورنہ کم سے کم داہنی جانب والوں میں سے ہو جاؤ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی الجھ جاتے ہیں پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہی ہوگی پس ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا بلکہ مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی ہو گے ہم پھر تکبیر کہی فرمایا اور سنو! تم نصف اہل جنت میں سے ہو گے ہم نے پھر تکبیر کہی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت: ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ کی تلاوت کی اب ہم میں آپس میں مذاکرہ ہوا کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہیں پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور شرک کیا ہی نہیں ہوگا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور قال نہیں لیتے اور اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں یہ حدیث بہت سی سندوں سے صحابہ کی روایت سے بہت سی کتابوں میں صحت کے ساتھ موجود ہے ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیت سے پہلے پچھلوں سے مراد میری امت کے اگلے پچھلے ہی ہیں۔

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ؕ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۖ فِي سَمُومٍ وَ حَمِيمٍ ۖ وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُومٍ ۖ
لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۖ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ
الْعَظِيمِ ۖ وَكَانُوا يَقُولُونَ ؕ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ؕ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۖ أَوَّابُونَ
الْأَوَّلُونَ ۖ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۖ لَمَجْمُوعُونَ ؕ إِلَىٰ مِيقَاتٍ يَّوْمٍ
مَّعْلُومٍ ۖ ثُمَّ إِنَّكُمْ رَأَيْتُمُ الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۖ لَا يَكُونُ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ
زَقُّومٍ ۖ فَمُلِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۖ فَشَرِبُونَ
شُرْبَ الْهَيْمِ ۖ هٰذَا نَزْلُ يَوْمِ الدِّينِ ۖ

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک و کفر) پر اصرار کیا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا اس کے بعد ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کئے جاویں گے آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جاویں گے ایک تاریخ کے وقت پر پھر جمع ہونے کے بعد تم کو اے گمراہ بھٹلانے والو درخت زقوم سے کھانا ہوگا پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا پھر اس

پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا (غرض) ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی ○

اصحاب شمال:

اصحاب یمن کا ذکر کرنے کے بعد اصحاب شمال کا ذکر ہو رہا ہے فرمایا جا رہا ہے کہ ان کا کیا حال ہے؟ یہ کس عذاب میں ہیں؟ پھر ان عذابوں کا بیان فرماتا ہے کہ یہ گرم ہوا کے تھپڑوں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں ہیں اور دھوئیں کے سخت سیاہ سائے میں جیسے اور جگہ انْطَلِقُوا إِلَى مَا كُنْتُمْ بِهِ لِلْمُكَذِّبِينَ (سورہ مرسلات: ۲۹) تک فرمایا ہے یعنی اس دوزخ کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے چلو تین شاخوں والے سایہ کی طرف جو نہ گھنا ہے نہ آگ کے شعلے بے بچا سکتا ہے وہ دوزخ محل کی اونچائی کی برابر چنگاریاں پھینکتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زرد اونٹنیاں ہیں آج تک ذیاب کرنے والوں کی خرابی ہے اسی طرح یہ بھی فرمان ہے کہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں ہاتھ اندامہ دیا گیا ہے یہ سخت سیاہ دھوئیں میں ہوں گے جو نہ جسم کو اچھا لگے نہ آنکھوں کو بھلا معلوم ہو یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جس چیز کی زیادہ برائی بیان کرنی ہو وہاں اس کا ہر ایک برا وصف بیان کر کے اس کے بعد ولا کو یہ کہہ دیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے کہ دنیا میں جو خدا تعالیٰ کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں مست ہو گئے رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی بدکاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ بھی نہ رہی۔ حنث العظیم سے مراد بقول حضرت ابن عباس کفر و شرک ہے بعض کہتے ہیں جھوٹی قسم ہے پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے اس کی تکذیب کرتے تھے اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مرنے کے بعد مٹی میں مل کر بھی کہیں کوئی زندہ ہو سکتا ہے؟ انہیں جواب مل رہا ہے کہ کل اولاد آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر ایک میدان میں جمع ہوگی ایک وجود ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں آیا ہو اور یہاں نہ ہو جیسے اور جگہ ہے اس دن سب جمع کر دیئے جائیں گے یہ حاضری کا دن ہے تمہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے قیامت کے دن کون ہے جو بلا اجازت خدا تعالیٰ کے لب بھی ہلا سکے انسان دو قسم پر تقسیم کر دیئے جائیں گے نیک الگ اور بد علیحدہ قیامت کا وقت معین اور مقرر ہے کمی زیادتی تقدیم یا تاخیر اس میں بالکل نہ ہوگی پھر تم اسے گمراہو اور جھٹلانے والو زقوم کے درخت کھلوائے جاؤ گے ان ہی سے پیٹ بوجھل کرو گے کیونکہ جبر اوہ تمہارے حلق میں ٹھوسا جائے گا پھر اس پر کھولتا ہوا گرم پانی تمہیں پینا پڑے گا اور بھی اسی طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو وہیم جمع ہے اس کا واحد اھیم ہے اور مونث ھیماء ہے ہائیم اور ہائمتہ بھی کہا جاتا ہے سخت پیاس والے اونٹ کو کہتے ہیں جسے پیاس کی بیماری ہوتی ہے پانی چوستا رہتا ہے لیکن سیرابی نہیں ہوتی اور نہ اس بیماری سے اونٹ جان بڑھتا ہے اسی طرح یہ جہنمی جبراً سخت گرم پانی پلائے جائیں گے جو خود ایک بدترین عذاب ہوگا بھلا اس سے پیاس کیا رکhti؟ حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے اس لئے مکروہ ہے پھر فرمایا ان مجرموں کی ضیافت آج جزاء کے دن یہی ہے جس طرح متقین کے بارے میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ ان کی مہمان داری کی جگہ جنت الفردوس ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿۵۷﴾ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ﴿۵۸﴾ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدْ رَبَّابْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۶۰﴾ عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ

أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ النَّشَأَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝

ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے اچھا تم پھر بتلاؤ تم جو (عورتوں نے زم میں) منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معیین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تو اور تم جیسے (آدمی) پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں جن کو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ○

خالق کائنات:

اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لا جواب کرنے کے لئے قیامت کے قائم ہونے کی اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جبکہ تم کچھ نہ تھے تمہیں پیدا کر دیا تو اب فنا ہونے کے بعد جب کہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟ جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے رحم میں پہنچ جاتے ہیں اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب ان قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں کوئی ہاتھ نہیں کوئی قدرت نہیں کوئی تدبیر نہیں یہ صفت پیدا کرنا تو صرف خالق کل اللہ رب العزت کی ہی ہے ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے کل آسمان وزمین والوں کی موت کا متصرف بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا یہ نہیں کر سکتا کہ قیامت کے دن تمہاری موت کو پیدائش میں تبدیل کر کے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سر نو پیدا کر دے پس جب کہ جانتے ہو اور مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش اسی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی بات ایک اور جگہ بیان ہوئی ہے وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (سورہ روم: ۲۷) خدا تعالیٰ نے ہی پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہی دوبارہ دہرائے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے سورہ یاسین میں أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَن سَلَّمْنَا إِلَيْهِ الْفُلْكَ وَهُوَ الْكَافِرُ (سورہ یسین: ۷) تک ارشاد فرمایا یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ تم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے طرف سے جواب دو کہ وہ انہیں زندہ کرتے گا جس نے پہلے پیدا کیا ہے وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے سورہ قیامت میں فرمایا اَبْحَسِبُ الْإِنْسَانُ (سورہ قیامت: ۳۶) سے آخر سورۃ تک یعنی کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں نہ تھا پھر خون کے لوتھڑے کی صورت میں نمایاں ہوا تھا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا درست کیا مرد اور عورت بنائے کیا ایسا خدا تعالیٰ مردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ ۝ أَنْتُمْ تَزْرَعُونَهَا أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا الْمَغْرُمُونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ ۝ أَفَرَأَيْتُمْ

الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۖ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۖ
لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۖ ءَأَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۖ
ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ۖ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا
لِّلْمُقْوِينَ ۖ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۖ

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چورا چورا کر دیں پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گزرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم کیوں نہیں شکر کرتے اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے سو آپ عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے ○

یہ لہلہاتی کھیتیاں:

ارشاد باری ہے کہ تم کھیتیاں بوتے ہو زمین کھود کر بیج بوتے ہو پھر ان بیجوں کو اگانا بھی کیا تمہارے بس میں ہے؟ نہیں نہیں بلکہ انہیں اگانا انہیں پھل پھول دنیا ہمارا کام ہے ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرعت نہ کہا کرو بلکہ حوثت کہا کرو یعنی یوں کہو میں نے بویا یوں نہ کہو کہ میں نے اگایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث سنا کر پھر اسی آیت کی تلاوت کی امام حجر مذری ان آیتوں کے ایسے سوال کے موقعوں پر جب پڑھتے تو کہتے بَلْ أَنتَ يَارَبِّیْ ہم نے نہیں بلکہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہی پھر فرماتا ہے کہ پیدا کرنے کے بعد بھی ہماری مہربانی ہے کہ ہم اسے بڑھائیں اور پکائیں ورنہ ہمیں قدرت ہے کہ سکھا دیں اور مضبوط نہ ہونے دیں برباد کر دیں اور بے نشان بنادیں اور تم ہاتھ ملتے ہی رہ جاؤ کہ ہائے ہم پر آفت آگئی ہائے ہماری تو اصل بھی ماری گئی بڑا نقصان ہو گیا نفع ایک طرف پونجی بھی غارت ہو گئی غم و رنج سے نہ جانے کیا کیا بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگو کبھی کہو کاش کہ اب کی مرتبہ بوتے ہی نہ کاش کہ اس طرح کرتے یا اس طرح کرتے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اس وقت تم اپنے گناہوں پر نادام ہو جاؤ۔ تفکھ کا لفظ اپنے دونوں معنی رکھتا ہے نفع کے اور غم کے مزین بادل کو کہتے ہیں پھر اپنی پانی جیسی اعلیٰ نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میرے قبضہ میں ہے کوئی ہے جو اسے بادل سے اتار لائے اور جب اتر آیا پھر بھی اس میں مٹھاس اور تلخی پیدا کرنے پر مجھے قدرت ہے یہ مٹھا پانی بیٹھے بٹھائے میں تمہیں دوں جس سے تم نہاؤ دھوؤ اور کپڑے صاف کرو کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرو جانوروں کو پلاؤ پھر کیا تمہیں یہی چاہئے کہ میرا شکر بھی ادا نہ کرو؟ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی کر فرمایا کرتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَاْهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوبِنَا یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں مٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے پلایا اور ہمارے گناہوں کی خاطر اسے کھاری اور اس سے کہ اگانا تو خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے بندہ تو صرف بوتا ہے حدیث میں اس ادب کی تعلیم دی گئی جو ہر ایک مومن کے دل و دماغ اور زبان پر ہونا چاہئے۔

کڑوانہ بنایا عرب میں دو درخت ہوتے ہیں مرغ اور عفاء ان کی سبز شاخیں جب ایک دوسری سے رگڑ جائیں تو آگ نکلتی ہے اس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس سے تم پکاتے رہندھتے ہو اور سینکڑوں فائدے حاصل کر رہے ہو بتلاؤ اس کی اصل یعنی اس درخت کے پیدا کرنے والے تم ہو یا میں ہوں؟ اس آگ کو ہم نے تذکرہ بنایا ہے یعنی اسے دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرو اور اس سے بچنے کی راہ لو حضرت قتادہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی بہت کچھ ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر سترواں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بجھایا گیا ہے اب یہ اس قابل ہوا ہے کہ تم اس سے نفع اٹھا سکو اور اس کے قریب جاسکو یہ مرسل حدیث مسند میں ہے اور بالکل صحیح ہے مقوین سے مراد مسافر ہیں بعضوں نے کہا ہے جنگل میں رہنے سہنے والے لوگ مراد ہیں بعضوں نے کہا ہے ہر بھوکا مراد ہے غرضیکہ ہر وہ شخص مراد ہے جسے آگ کی ضرورت ہو اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کا محتاج ہو ہر امیر فقیر شہری دیہاتی مسافر مقیم کو اس کی حاجت ہوتی ہے پکانے کے لئے تاپنے کے لئے روشنی کے لئے وغیرہ وغیرہ پھر خدا کی اس کریمی کو دیکھئے کہ درختوں میں لوہے میں اس نے اسے رکھ دیا تاکہ مسافر اپنے ساتھ لے جاسکے اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکال سکے ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں مسلمان کا برابر کا حصہ ہے آگ گھاس اور پانی ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں ایک روایت میں ہے ان کی قیمت کا بھی ذکر ہے لیکن اس سند ضعیف ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ تم سب کو چاہئے کہ اس بہت بڑی قدرتوں کے مالک خدا تعالیٰ کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو جس نے آگ جیسی جلادینے والی چیز کو تمہارے لئے نفع دینے والی بنا دیا جس نے پانی کو کھاری اور کڑوانہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے تکلیف اٹھاؤ بلکہ اسے میٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنا دیا کہ دنیا میں رب کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ تو پھر آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں دنیا میں یہ آگ اس نے تمہارے فائدے کے لئے بنائی ہے اور ساتھ اس لئے کہ آخرت کی آگ کا بھی تم اندازہ کر سکو اور اس سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بن جاؤ۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۖ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۖ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ

كَرِيمٌ ۖ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۖ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۖ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝۸۰

أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُذْهِبُونَ ۖ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكَذِّبُونَ ۝۸۱

میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے کہ یہ ایک مکرم کتاب ہے جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں درج ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے سو کیا تم اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو اور تکذیب کو اپنی غذا بنا رہے ہو ○

ستاروں کی شکست و ریخت:

حضرت ضحاک فرماتے ہیں خدا کی یہ قسمیں کلام کو شروع کرنے کے لئے ہوا کرتی ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے جمہور فرماتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور ان میں ان چیزوں کی عظمت کا اظہار ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر لازماً ہے اور انہ لقرآن..... جواب قسم ہے

اور لوگ کہتے ہیں لا کو زائد قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے جب کہ کسی چیز پر قسم کھائی جائے وہ منفی ہو جیسے حضرت عائشہؓ کے اس قول میں کہ: **وَاللّٰهُ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ يَدٌ اَمْرًا قَطُّ** یعنی خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے لگایا نہیں یعنی بیت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا اسی طرح یہاں بھی لا قسم کے شروع میں مطابق قاعدہ ہے نہ کہ زائد تو کلام کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآن کریم کی نسبت ہیں کہ یہ جادو ہے یہ کہانت ہے غلط ہے بلکہ یہ پاک کتاب کلام اللہ ہے بعض عرب کہتے ہیں کہ لا سے ان کے کلام کا انکار ہے پھر اصل امر کا اثبات الفاظ میں ہے مواقع نجوم سے مراد قرآن کا بتدریج اترنا ہے لوح محفوظ سے تولیۃ القدر میں ایک ساتھ آسمان اول پر اتر آیا پھر حسب ضرورت تھوڑا وقت بروقت اترتا رہا یہاں تک کہ کئی برسوں میں پورا نزول قرآن ہو گیا حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد ستاروں کے طلوع اور ظاہر ہونے کی آسمان کی جگہیں ہیں مواقع سے مراد منازل ہیں حسن فرماتے ہیں قیامت کے دن ان کا منتشر ہو جانا ہے ضحاک فرماتے ہیں اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کی نسبت مشرکین عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی پھر بیان ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے اس لئے کہ جس امر پر یہ قسم کھائی گئی ہے وہ بہت بڑا امر ہے یعنی یہ قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے معظم و محفوظ اور مضبوط کتاب میں ہے کہ جسے صرف پاک ہاتھ ہی سمیتے ہیں یعنی فرشتوں کے ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا میں اسے سب کے ہاتھ لگتے ہیں ابن مسعودؓ کی قرأت میں ما یمسہ ہے اور ابو جالیہؓ کہتے ہیں یہاں پاک سے مراد انسان نہیں انسان تو گنہگار ہے یہ کفار کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو نے کر شیطان اترتے ہیں جیسے اور جگہ صاف فرمایا **وَمَا تَنْزَلَتْ بِهٖ الشَّيْطٰنُ** (سورہ شعراء: ۲۱۰) یعنی نہ تو اسے شیطان لے کر اترتے ہیں نہ ان کے یہ لائق نہ ان کی یہ مجال بلکہ وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں یہی قول اس آیت کی تفسیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے اور اقوال بھی اس کے مطابق ہو سکتے ہیں قرآن نے کہا ہے اس کا ذائقہ اور اس کا لطف صرف با ایمان لوگوں کو ہی میسر آتا ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد جنابت اور حدیث سے پاک ہونا ہے گو یہ خبر ہے لیکن مراد اس سے انشا ہے اور قرآن سے مراد یہاں پر مصحف ہے مطلب یہ ہے کہ مسلمان ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ نہ لگائے ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہوا سے دشمن کچھ نقصان پہنچائے (مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان حضرت عمرو بن حزمؓ کو لکھ کر دیا تھا اس میں بھی یہ تھا کہ قرآن کو پاک ہی چھوئے (موطا امام مالک) مراہیل ابوداؤد میں ہے زہری فرماتے ہیں میں نے خود اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں یہ جملہ پڑھا ہے گو اس رعایت کی بہت سندیں ہیں لیکن ہر ایک محل نظر ہے واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ قرآن شعر و سخن نہیں اور جادو اور فن نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے اور اسی کی جانب سے اترتا ہے یہ سراسر حق ہے بلکہ صرف یہی حق ہے اس کے علاوہ جو اس کے خلاف ہے باطل اور یکسر مردود ہے پھر تم ایسی پاک بات کا کیوں انکار کرتے ہو؟ کیوں اس سے ہٹنا اور یکسو ہو جانا چاہتے ہو؟ کیا اس کا شکر بھی ہے کہ تم اسے جھٹلاؤ؟ قبیلہ ازد کے کلام میں رزق بمعنی شکر آتا ہے مسند کی ایک حدیث میں بھی رزق کا معنی شکر کیا ہے یعنی تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہمیں پانی ملا اور فلاں ستارے سے فلاں چیز ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر بارش کے موقع پر بعض لوگ کفر یہ کلمات بک دیتے ہیں کہ بارش کا باعث فلاں ستارہ ہے موطا میں ہے ہم حدیبیہ کے میدان میں تھے رات کو بارش ہوئی صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جانتے ہو آج رات تمہارے رب نے کیا فرمایا؟

۱۔ قرآن مجید کو ناپاک آدمی نہ چھوئے محققین کی رائے میں یہ مسئلہ اس آیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہاں دوسرے مستقل دلائل سے یہ مسئلہ امت میں متفق علیہ ہے کہ قرآن کریم کو طہارت کے بغیر چھونا ہرگز جائز نہیں۔

قَالَ فَمَا عَطَبُكُمْ ۝۲۷

منزل ۴

لوگوں نے کہا خدا کو معلوم ہے اور اس کے رسول کو آپ نے فرمایا سنو یہ فرمایا کہ آج میرے بندوں میں سے بہت کافر ہو گئے اور بہت سے ایماندار بن گئے جس نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پانی برسا وہ تو میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں سے کفر کرنے والا ہوا اور جس نے کہا کہ ہم فلاں فلاں ستارے سے بارش برسی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس ستارے پر ایمان لایا مسلم کی حدیث میں کہ آسمان سے جو برکت نازل ہوتی ہے وہ بعض کے ایمان کا اور بعض کے کفر کا باعث بن جاتی ہے ہاں یہ خیال رہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا تھا کہ ثریا ستارہ کتنا باقی ہے؟ پھر کہا تھا کہ اس علم والوں کا خیال ہے کہ یہ اپنے ساقط ہو جانے کے ہفتہ بھر بعد افق پر نمودار ہوتا ہے چنانچہ یہی ہوا کہ اس سوال و جواب اور استسقا کو سات روز گزرے تھے جو پانی برسا یہ واقعہ محمول ہے عادت اور تجربہ پر نہ یہ کہ اس ستارے میں ہے اور اس ستارے کو اثر کا موجد جانتے ہو اس قسم کا عقیدہ تو کفر ہے ہاں تجربے سے کوئی چیز معلوم کر لینا یا کوئی بات کہہ دینا دوسری چیز ہے اس بارے میں بہت سی حدیثیں آیت مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ (سورہ مومن: ۲) کی تفسیر میں گزر چکی ہیں ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ فلاں ستارے کے اثر سے بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے یہ تو اللہ کی برسائی ہوئی ہے یہ رزق اللہ تعالیٰ کا ہے ایک مرفوع حدیث میں ہے لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے اگر سات سال قحط سالی رہے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بارش برسائے تو بھی یہ فوراً زبان سے نکالنے لگیں گے کہ فلاں ستارے نے برسایا مجاہد فرماتے ہیں اپنی روزی تکذیب کو ہی نہ بتالیں یعنی یوں نہ کہو کہ فلاں فراخی کا سبب فلاں چیز ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن میں ان کا کچھ حصہ نہیں بلکہ ان کا حصہ یہی ہے کہ یہ اسے جھوٹا کہتے ہیں اور اسی مطلب کی تائید اس سے پہلے کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ۙ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ۙ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ ۖ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۙ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۙ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ

صِدِّقِينَ ۙ

سو جس وقت روح خلق تک آ پہنچی ہے اور تم اس وقت نکلا کرتے ہو اور ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو تو (فی الواقع) اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے ہو اگر تم سچے ہو ○

سکرات موت اور انسان کی بے چارگی:

اس مضمون کی آیتیں سورہ قیامہ میں بھی ہیں فرماتا ہے کہ ایک شخص اپنے آخری وقت میں ہے نزع کا عالم ہے روح پرواز کر رہی ہے تم سب پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہمارے فرشتے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تم سے بھی زیادہ قریب اس مرنے والے سے ہیں جیسے اور جگہ ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً (سورہ انعام: ۶۱) خدا اپنے بندوں پر غالب ہے وہ تم پر اپنے پاس سے محافظ بھیجتا ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اسے مکمل فوت کر لیتے ہیں پھر وہ سب اللہ

تعالیٰ مولائے حق کی طرف لوٹائے جائیں گے جو حاکم ہے اور جلد حساب لینے والا ہے یہاں فرماتا ہے اگر واقعی تم لوگ کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اگر یہ حق ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے اور میدان قیامت میں حاضر ہونے کے قائل نہیں ہو اور اس بات میں تم حق پر ہو اگر تمہیں حشر و نشر کا یقین نہیں اگر تم پر عذاب نہیں ہوگا وغیرہ تو ہم کہتے ہیں اس روح کو جانے ہی کیوں دیتے ہو؟ اگر تمہارے بس میں ہے تو حلق تک پہنچی ہوئی روح کو واپس اس کی جگہ پہنچا دو پس یاد رکھو جیسے اس روح کو اس جسم میں ڈالنے پر ہم قادر تھے اور اسے بھی تم نے پچشم خود دیکھ لیا تو یقین کرو اسی طرح ہم دوبارہ اس روح کو اس جسم میں ڈال کر نئی زندگی بخشے پر بھی قادر ہیں تمہارا نہ اپنی پیدائش میں دخل نہ مرنے میں تو پھر دوبارہ جی اٹھنے میں تمہارا دخل کہاں سے ہو گیا؟ جو تم کہتے پھرتے ہو کہ ہم مرنے کے بعد نہیں جنیں گے۔

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۖ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۖ وَجَدَتْهُ نَعِيمٌ ۝۸۸ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۖ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝۸۹ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۖ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ۖ وَتَصْلِيَةٌ جَاحِشٍ ۖ إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ۝۹۰ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝۹۱

پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے تو راحت ہے اور فراغت کی غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص دالہ والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے امن و امان ہے کہ تو دالہ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا بے شک یہ (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیق یقینی بات ہے سوائے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے ○

راحتیں اور آسودگیاں:

یہاں وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت سکرات دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا مقرب ہے یا اس سے کم درجہ کا ہے جن کے دالہ ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا یا بالکل بد نصیب ہے جو اللہ سے جاہل رہا اور راہ حق سے غافل رہا تو فرماتا ہے جو مقربین بارگاہ خدا ہیں جو احکام کے عامل تھے نافرمانیوں کے تارک تھے انہیں تو فرشتے طرح طرح کے مژدہ اور خوشخبریاں سناتے ہیں جیسے کہ پہلے براءؓ کی حدیث گزری ہے کہ رحمت کے فرشتے اسے کہتے ہیں اے پاک روح پاک جسم والی روح چل راحت و آرام کی طرف چل کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمان کی طرف روح سے مراد راحت ہے اور ریحان سے مراد آرام ہے غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے ابدی سرور اور سچی خوشی خدا کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے وہ جنت عدن کی طرف لپکتا ہے حضرت ابو العالیہؓ فرماتے ہیں جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت مقرب خدا کی روح قبض کی جاتی ہے محمد بن کعبؓ فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہی ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے (یا اللہ اس وقت تو ہماری مدد فرما ہمیں ایمان کے ساتھ اٹھا اور اپنی رضا مندی کی خوشخبری سنا کر سکون و راحت

کے ساتھ یہاں سے لے جا آئیں! گو سکرانے کے وقت کی احادیث ہم سورہ ابراہیم کی آیت یُثَبِّتُ اللّٰهُ... (سورہ ابراہیم ۲۷) کی تفسیر میں ذکر کر چکے ہیں لیکن چونکہ یہ ان کا بہترین موقع ہے اس لئے یہاں ایک ٹکڑا بیان کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اسے میرے دربار میں لے آئیں نے اسے رنج و راحت، آرام و تکلیف، خوشی ناخوشی، غرض ہر آزمائش میں آزمایا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا بس اب میں ابدی راحت دینا چاہتا ہوں جا اسے میرے خاص دربار میں پیش کر ملک الموت پانچ سو رحمت کے فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لے کر اس کے پاس آتے ہیں گورین خان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں ہر ایک کی جداگانہ مہک ہوتی ہے سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں مشک کی لپٹیں آتی ہیں..... مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فروح رے کے پیش سے تھی لیکن تمام قاریوں کی قرأت رے کے زبر سے ہے یعنی فروح مسند میں ہے حضرت ام ہانیؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے؟ اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا روح ایک پرند ہو جائے گی جو درختوں کے میوے چکے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اس وقت اپنے جسم میں چلی جائے گی اس حدیث میں ہر مومن کے لئے بہت بڑی بشارت ہے مسند احمد میں بھی اس کی تائید میں ایک حدیث ہے جس کی اسناد بہت بہتر ہے اور متن بھی بہت قوی ہے اور صحیح روایت میں ہے شہیدوں کی رو حیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں ساری جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں اور عرش تلے لٹکتی ہوئی قندیلوں میں آ بیٹھتی ہیں مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابویعلیٰ ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے آپ کی عمر اس وقت بڑھا پے کی تھی سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اسی اثنا میں آپ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے ملنا چاہتا ہے اور خدا سے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے صحابہ یہ سن کر سر جھکا کر رونے لگے آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ صحابہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھلا موت کو کون پسند کرتا ہے؟ فرمایا سنو سنو! مطلب سکرانے کے وقت سے ہے اس وقت نیک مقرب بندے کو تو راحت و انعام اور آرام وہ جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ تعالیٰ سے ملے تاکہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس خدا تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے اور اگر بد عمل بندہ ہے تو اسے موت کے وقت گرم پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے جس سے یہ بے زار ہو جاتا ہے اور اس کی روح رو نگئے رو نگئے میں چھپنے اور اٹکنے لگتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ کسی طرح خدا کے حضور میں حاضر نہ ہونے پاؤں پس اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے پھر فرماتا ہے کہ اگر وہ سعادت مندوں میں سے ہے تو موت کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمین میں سے ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اسے سلام کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا..... (سورہ حم السجده: ۳۰) یعنی سچے پکے توحید والوں کے پاس ان کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر

نہ اور یہی دعا محشی کی بھی اپنے پاک پروردگار سے ہے اے اللہ قادر اے مقتدر اے عزیز اے غالب اے دعاؤں کو قبول کرنے والے اے مجیب الدعوات جس وقت یہ سطور زیر قلم ہیں جمعہ کا مقدس دن ہے جس میں مقبول دعاؤں کا وعدہ ہے اے اللہ موت سکرانے، نزع، قبر، برزخ، عالم آخرت اور اس دنیا میں آپ کے باپایاں رحمتیں ہر وقت شامل حال رہیں اے اللہ اس دنیا میں ہر قنہ سے بچانا اور موت اور مابعد بھی ہر قنہ سے حسبی اللہ لدینی حسبی اللہ عند الموت حسبی اللہ عند المسئلہ فی القبر حسبی اللہ عنہ المیزان حسبی اللہ لا الہ الا هو علیہ تو کلت وهو رب العرش العظیم -

خوف نہیں کچھ رنج و غم نہ کر جنت تیرے لئے حسب وعدہ تیار ہے دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کے لئے موجود ہیں جو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے موجود ہے جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی غفور و رحیم خدا کے تم ذی عزت مہمان ہو گے بخاری میں ہے یعنی تیرے لئے طے ہے کہ تو اصحاب یمین میں ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دعا کے معنی میں ہو واللہ اعلم۔ اور اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اس کی ضیافت اس گرم حمیم سے ہوگی جو آنتیں اور کھال تھلکا دے پھر چاروں طرف سے جہنم کی آگ گھیر لے گی جس میں جلتا بھنتر رہے گا پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں جن کے حق کے ہونے میں کوئی شبہ نہیں پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح کرتا رہ مسند میں ہے کہ اس آیت کے اترنے پر آپ نے فرمایا اسے رکوع میں رکھو اور پھر سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی نازل ہونے پر فرمایا اسے سجدہ میں رکھو آپ فرماتے ہیں جس نے سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ کہا اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے (ترمذی) صحیح بخاری شریف کے ختم پر یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بوجھل ہیں خدا کو بہت پیارے ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اور سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

تفسیر سورہ حدید مدنیہ

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھتے تھے جن کا شروع سبوح سے یا یسبح ہے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے جس آیت کی فضیلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے غالباً وہ آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ ہے واللہ اعلم۔ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے انشاء اللہ۔

سُورَةُ الْحَدِيدِ مَكِّيَّةٌ وَحْيٌ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَأَرْبَعٌ رُّكُوعًا

کل رکوع: ۴ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کل آیات: ۲۹

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۳

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی حیات دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے ○

تبیح رب:

تمام حیوانات سب بنات اس کی پاکی بیان کرتے ہیں سات آسمان اور زمینیں اور ان کی مخلوق اور ہر چیز اس کی ستائش کرنے میں مشغول ہے گو تم ان کی تسبیح نہ سمجھ سکو خدا حلیم و غفور ہے اس کے ہر کوئی پست و عاجز ولا چار ہے اس کی مقرر کردہ شریعت اور اس کے احکام حکمت سے پر ہیں حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں آسمان و زمین میں وہی ہے خلق میں متصرف وہی ہے زندگی موت اسی کے قبضے میں ہے وہی فنا کرتا ہے وہی پیدا کرتا ہے جسے جو چاہے عنایت فرماتا ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا اس کے بعد کی آیت: هو الاول وہ آیت ہے جس کی بابت اوپر کی حدیث میں گزرا کہ ایک ہزار آیتوں سے فصل ہے حضرت ابو زہمیلؓ حضرت ابن عباسؓ سے کہتے ہیں کہ میرے دل میں ایک شبہ ہے لیکن زبان پر لانے کو جی نہیں چاہتا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے مسکرا کر فرمایا شاید کچھ شک ہوگا جس سے کوئی نہیں بچا یہاں تک کہ قرآن میں ہے: فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ (سورہ یونس: ۹۴) یعنی اگر جو کچھ جو تیری طرف نازل کیا گیا ہے اس میں شک ہو تو تجھ سے پہلے جو کتاب پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے پھر فرمایا جب تیرے دل میں کوئی شک ہو تو اس آیت کو پڑھ لیا کرو هُوَ الْاَوَّلُ اس آیت کی تفسیر میں دس سے اوپر اقوال ہیں امام بخاری فرماتے ہیں یحییٰ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن سے مراد از روئے علم ہر چیز پر ظاہر اور پوشیدہ ہونا ہے یہ یحییٰ زیادہ فرا کے لڑکے ہیں ان کی ایک تصنیف ہے جس نام معانی القرآن ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُّنْزِلَ التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِيْلِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اِخْدُمُ بِنَاصِيَتِهِ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرَةُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اَقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔

اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے اور عرش عظیم کے رب اے ہمارے اور ہر چیز کے رب اے تورات و انجیل کے اتارنے والے اے دانوں اور گٹھلیوں کے اگانے والے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں تیری پناہ میں آتا ہوں اور ہر اس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے تو اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں ہمارے فرض ادا کرادے اور ہمیں فقیری سے غنادے حضرت ابوصالح اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے کہ سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے ملاحظہ ہو مسلم۔ ابویعلیٰ میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا بسترہ قبلہ رخ بچھایا جاتا تھا آپ اپنے داہنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر آرام فرماتے پھر آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہتے لیکن آخر رات میں با آواز بلند یہ دعا پڑھتے (جو اوپر بیان ہوئی) الفاظ میں کچھ تغیر یہاں بھی ہے اس آیت میں جامع ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرماتے تھے کہ ایک بادل سر پر آگیا آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے والے ہیں فرمایا اے عمان کہتے ہیں یہ ذہین کو سیراب کرنے والے ہیں اور لوگوں پر بھی یہ برسائے جاتے ہیں جو نہ خدا کے شکر گزار ہیں نہ خدا کے پکارنے والے پھر پوچھا معلوم ہے تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں فرمایا بلند محفوظ چھت اور لپٹی ہوئی موج جانتے ہو تم میں اور اس میں کس قدر فاصلہ ہے؟ وہی جواب ملا فرمایا پانچ سو سال کا راستہ پھر پوچھا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے پھر اپنی لاعلمی ان ہی الفاظ میں ظاہر کی تو آپ نے فرمایا اس کے اوپر پھر دوسرا آسمان ہے اور ان دونوں آسمانوں میں بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اسی طرح آپ نے سات آسمان گنوائے اور ہر دو

میں اتنی ہی دوری بیان فرمائی پھر سوال کیا اور جواب سن کر فرمایا ان ساتوں کے اوپر اتنے ہی فاصلے پر عرش ہے پھر پوچھا جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ اور وہی جواب سن کر فرمایا دوسری زمین ہے پھر سوال وجواب کے بعد فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور دونوں زمینوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اسی طرح سات زمینیں اسی فاصلہ کے ساتھ ایک دوسری نیچے بتلائیں پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم کوئی رستی سب سے نیچے کی زمین کی طرف لٹکاؤ تو بھی اللہ کے پاس پہنچے گی پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی لیکن یہ حدیث غریب ہے اس کے راوی حسن کا اسے اپنے استاد حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا ثابت نہیں جیسے کہ ایوب یونس اور علی بن زید محدثین کا قول ہے بعض اہل علم نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد رستی کا اللہ تعالیٰ کے علم قدرت اور غلبے تک پہنچنا ہے (نہ کہ ذات باری تک تعالیٰ اللہ) خدائے تعالیٰ کا علم اور اس کا غلبہ اور سلطنت بے شک ہر جگہ ہے لیکن اپنی ذات سے عرش پر ہے جیسا کہ اس نے اپنا یہ وصف اپنی کتاب میں خود بیان فرمایا ہے مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں دو دو زمینوں کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کا بیان ہوا ہے ابن ابی حاتم اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے لیکن ابن ابی حاتم میں رستی لٹکانے کا جملہ نہیں اور ہر دو زمین کے درمیان کی دوری اس میں بھی پانچ سو سال کی بیان ہوئی ہے امام بزار نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بجز حضرت ابو ہریرہؓ کے اور کوئی نہیں ابن جریر میں یہ حدیث مرسلہ موجود ہے یعنی قتادہ فرماتے ہیں ہم سے یوں ذکر کیا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہیں صحابی کا نام نہیں لیتے ممکن ہے یہی ٹھیک ہو واللہ اعلم حضرت ابو ذر غفاری سے مسند بزار اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں یہ حدیث روایت ہے لیکن اس کی اسناد ضعیف سے خالی نہیں ہے بلکہ متن میں غرابت و نکارت ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریرؒ یہ آیت وَمِنْ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (سورہ طلاق: ۱۲) کی تفسیر میں حضرت قتادہ کا قول لائے ہیں کہ آسمان و زمین کے درمیان چار فرشتوں کی ملاقات ہوئی آپس میں پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ تو ایک نے کہا ساتویں آسمان سے مجھے خدائے عزوجل نے بھیجا تھا اور خدا وہیں تھا دوسرے نے کہا ساتویں زمین سے مجھے خدا نے بھیجا ہے اور میں نے خدا کو وہیں چھوڑا ہے تیسرے نے کہا میرے رب نے مجھے مشرق سے بھیجا ہے جہاں وہ تھا چوتھے نے کہا مجھے مغرب سے اللہ نے بھیجا ہے اور میں اسے وہیں چھوڑ کر آ رہا ہوں لیکن یہ روایت بھی غریب ہے بلکہ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہ والی اوپر کی روایت میں جو مرسلہ بیان ہوئی ہے ممکن ہے وہ بھی حضرت قتادہ کا اپنا قول ہے جیسے یہ قول خود قتادہ کا اپنا ہے واللہ اعلم۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ
مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ
أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ① لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللَّهِ
تُرْجَعُ الْأُمُورُ ② يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ
الصُّدُورِ ③

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ④

منزل ⑤

وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے اسی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جاویں گے وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے (جس رات بڑی ہو جاتی ہے) اور وہ دل کی باتوں تک کو جانتا ہے ○

صرف چھ روز میں:

اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا اور عرش پر جلوہ افروز ہونا سورہ اعراف کی تفسیر میں پوری طرح بیان ہو چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں اسے بخوبی علم ہے کہ اس قدر بوندیں بارش کی زمین میں گئیں کتنے دانے زمین میں پڑے اور کیا چارے پیدا ہوئے کس قدر کھیتیاں ہوئی اور کتنے پھل پیدا ہوئے جیسے اور آیت میں ہے عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (سورہ انعام: ۵۹) غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے کسی پتے کا گرنا بھی اس کے علم سے باہر نہیں زمین کی اندھیروں میں پوشیدہ دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی بارش ازلے اور برف اور تقریریں اور احکام جو بذریعہ برتر فرشتوں کے نازل ہوتے ہیں سب اس کے علم میں ہیں سورہ بقرہ کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ خدا کے مقرر کردہ فرشتے بارش کے ایک ایک قطرے کو خدا تعالیٰ کی بتلائی ہوئی جگہ میں پہنچا دیتے ہیں آسمان سے اترنے والے فرشتے اور اعمال بھی اس کے وسیع علم میں ہیں جیسے صحیح حدیث میں ہے رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیئے جاتے ہیں وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارا نگہبان ہے تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں اور تم بھی خواہ خشکی میں ہو خواہ تری میں ہو راتیں ہوں یا دن ہوں تم گھر میں ہو یا جنگل میں ہو ہر حالت میں اس کے علم کے لئے یکساں ہر وقت کی اس نگاہیں اور اس کا سننا تمہارے ساتھ ہے تمہارے تمام کلمات وہ سنتا رہتا ہے تمہارا حال وہ دیکھتا رہتا ہے تمہارے کھلے چھپے کا اسے علم ہے جیسے فرمایا کہ اس سے جو چھیننا چاہے اس کا وہ فعل فضول ہے بھلا ظاہر و باطن بلکہ دلوں کے ارادے تک سے واقفیت رکھنے والے سے کوئی کیسے چھپ سکتا ہے؟ اور آیت میں ہے پوشیدہ باتیں اور ظاہر باتیں راتوں کو دن کو جو بھی ہوں سب اس پر روشن ہیں سچ ہے وہی رب ہے وہی معبود برحق ہے صحیح حدیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے ایک شخص آکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا حکمت کا توشہ دیجئے کہ میری زندگی سنور جائے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لحاظ کر اور اس سے اس طرح شرمائیے کہ تو اپنے کسی نزدیک کی نیک قرابت دار سے شرماتا ہے جو تجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا ہو یہ حدیث ابو بکر اسماعیلی نے روایت کی ہے سند غریب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا مزہ اٹھالیا ایک اللہ کی عبادت دوسرا اپنے مال کی زکوٰۃ نہی خوشی دی اور فراخ دلی اور رضامندی سے ادا کی جانور اگر زکوٰۃ میں دینے میں تو بوڑھے بے کار و بے پتلے اور بیمار نہ دے بلکہ متوسط درجہ کے راہ خدا میں دے تیسرا اپنے نفس کو پاک کیا اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات کو دل میں محسوس رکھے اور یقین و عقیدہ رکھے کہ ہر جگہ خدا اس کے ساتھ ہے (ابو نعیم) ایک اور حدیث میں ہے افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان

رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے (نعیم بن حطاہ) حضرت امام احمد اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہتے تھے

إِذَا مَا خَلَوْتُ الذَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ ❀ خَلَوْتُ وَلَكِنْ قُلْ عَلَى رَقِيبٍ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ يَغْفِلُ سَاعَةً ❀ وَلَا أَنَّ مَا يَخْفَى عَلَيْهِ يَغِيبُ

یعنی جب تو بالکل تنہا اور خلوت ہو اس وقت بھی یہ نہ کہہ کہ میں اکیلا ہی ہوں بلکہ کہتا رہ کہ تجھ پر ایک نگہبان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی ساعت بھی بے خبر نہ سمجھ اور مخفی سے مخفی کام کو اس سے چھپا ہوا نہ سمجھ پھر فرماتا ہے کہ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے جیسے اور آیت میں ہے وَأَنَّ لَنَا لِلْآخِرَةِ وَالْأُولَى (سورہ لیل: ۱۳) دنیا آخرت کی ملکیت ہماری ہی ہے اس کی تعریف اس بادشاہت پر بھی کرنی ہمارا فرض ہے فرماتا ہے وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ (سورہ قصص: ۷۰) وہی معبود برحق ہے اور وہی سزاوار حمد و ثنا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس کی ملکیت میں آسمان و زمین کی تمام چیزیں ہیں اور اسی کی حمد ہے آخرت میں اور وہ دانا اور وہ خبردار ہے پس ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے اسی کی بادشاہت میں ہے ساری آسمان و زمین کی مخلوق اس کی غلامی میں ہے اور اس کی خدمت گزار اور اس کے سامنے پست ہے جیسے فرمایا کہ إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا ابْنَىٰ الرَّحْمَنِ عَبْدًا..... (سورہ مریم: ۹۳) آسمان و زمین کی کل مخلوق رحمن کے سامنے غلامی کی حیثیت میں پیش ہونے والی ہے ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اس کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں اپنی مخلوق میں جو چاہے حکم دیتا ہے وہ عادل ہے ظلم نہیں کرتا بس ایک نیکی کو دس گنا بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے ارشاد ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ..... (سورہ انبیاء: ۴۷) قیامت کے روز ہم عدل کی ترازو رکھیں گے اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا رائی کے برابر کا عمل بھی ہم سامنے لا رکھیں گے اور ہم حساب کرنے اور لینے میں کافی ہیں پھر فرمایا خلق میں تصرف بھی اسی کا چلتا ہے دن رات کی گردش بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اپنی حکمت سے گھٹاتا ہے کبھی کے دن لمبے کبھی کی راتیں اور کبھی دونوں یکساں کبھی جاڑا کبھی گرمی کبھی بارش بہار کبھی خزاں اور یہ سب بندوں کی خیر خواہی اور ان کی مصلحت کے لحاظ سے ہے وہ دلوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور دور کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

أٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۖ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ يَدْعُوْكُمْ
لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ
عَلٰى عَبْدِهٖ اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۹ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَبِلَدِّ مِيْرٰثِ السَّمٰوٰتِ

وَالْأَرْضُ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ
 دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتِلُوا ۚ وَكَلَّا وَعَدَدَا اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ
 بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ ۚ
 وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ایمان لا کر جس مال میں تم کو اس نے قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہو گا اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور خود خدا تعالیٰ نے تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو ایمان لانا ہو وہ (رحیم) ایسا ہے کہ اپنے بندے (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر و جہل کی تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان و زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور لڑے اور یوں اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس (دیئے ہوئے کے ثواب) کو اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ○

دعوتِ ایمان :

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اوپر اور اپنے رسول کے اوپر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی اور مداومت کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی ترغیب دلاتا ہے جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گزاری میں اسے خرچ کرو اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عنقریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے بہت نزدیکی حاصل کرے اور ممکن ہے کہ وہ بد ہو اور اپنی بدستی اور سیاہ کاری میں تیرا انداختہ فنا کر دے اور اس کی برائیوں کا باعث تو بنے نہ تو چھوڑتا نہ وہ اڑاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم الہامی پڑھ کر فرمانے لگے انسان کو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے وہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھالیا پہن لیا صدقہ کر لیا کمایا ہوا فنا ہو گیا پہتا ہوا پرانا ہو کر برباد ہو گیا ہاں راہ خدا میں دیا ہوا بطور خزانے کے جمع رہا (مسلم) اور جو رہ گیا وہ تو اوروں کا مال ہے تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔

پھر ان ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور وہ بہت بڑے اجر کا وعدہ کرتا ہے پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کون سی چیز روکتی ہے؟ رسول تم میں موجود ہے اور تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں دلائل دے رہے ہیں اور معجزے دکھا رہے ہیں صحیح بخاری کی شرح کے

ابتدائی حصے کتاب الایمان میں ہم یہ حدیث بیان کر آئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا سب سے اچھے ایمان والے تمہارے نزدیک کون ہیں؟ کہا فرشتے فرمایا وہ تو اللہ کے پاس ہی ہیں پھر ایمان کیوں نہ لاتے؟ کہا پھر انبیاء فرمایا ان پر وحی اور کلام خدا اترتا ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے کہا پھر ہم؟ فرمایا وہ تم ایمان سے کیسے رک سکتے تھے میں تم میں زندہ موجود ہوں سنو! بہترین اور عجیب تر ایمان دار وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے صحیفوں میں لکھا دیکھیں گے اور ایمان قبول کریں گے سورہ بقرہ کے شروع میں آیت الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (سورہ بقرہ: ۳) کی تفسیر میں بھی ہم ایسی احادیث لکھ آئے ہیں پھر انہیں روز میثاق کا قول و قرار یاد دلاتا ہے جیسے اور آیت میں ہے وَادْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (سورہ بقرہ: ۲۳۱) اس سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنا ہے اور امام ابن جریر فرماتے ہیں مراد وہ میثاق ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں ان سے لیا گیا تھا مجاہد کا بھی یہی مذہب ہے واللہ اعلم۔ وہ خدا تعالیٰ جو اپنے بندے پر روشن جتیں اور بہترین دلائل اور عمدہ آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ ظلم و جور کی گھنگور گھٹاؤں اور رائے و قیاس کی بدترین اندھیروں سے تمہیں نکال کر نور وانی اور روشن اور صاف سیدھی راہ حق پر لا کھڑ کر دے خدا رؤف ہے ساتھ ہی رحیم ہے یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کے لئے کتابیں نازل فرمائیں رسول بھیجے شک و شبہ دور کر دیئے ہدایت کی وضاحت کر دی ایمان اور خیرات کا حکم کر کے پھر ایمان کی رغبت دلا کر اور یہ بیان فرما کر کہ ایمان نہ لانے کا اب کوئی عذر میں نے باقی نہیں رکھا پھر صدقات کی رغبت دلائی اور فرمایا میری راہ میں خرچ کرو اور غربت سے دوڑ و جس کی راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ زمین و آسمان کے خزانوں کا تنہا مالک ہے عرش و کرسی اسی کی ہے اور وہ تم سے اس خیر کے بدل کا وعدہ کر چکا ہے فرماتا ہے وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (سورہ سبأ: ۳۹) جو کچھ راہ اللہ دو گے اس کا بہترین بدلہ وہ تمہیں دے گا اور روزی رساں درحقیقت وہی ہے اور فرمایا ہے وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ (سورہ نحل: ۹۶) یہ فانی مال تم خرچ کرو گے وہ اپنے پاس سے ہمیشہ رہنے والا مال تمہیں دے گا تو کل والے خرچ کرتے رہتے ہیں اور مالک عرش ان کو تنگدستی سے دور رکھتا ہے ان کو اس بابت کا اعتماد ہوتا ہے کہ ہمارے فی سبیل اللہ خرچ کردہ مال کا بدلہ دونوں جہاں میں ہمیں یقیناً مل کر رہے گا پھر اس امر کا بیان ہو رہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے راہ اللہ اپنے مال خرچ کئے اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا گو مکہ فتح ہونے کے بعد کیا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی اور لا چاری زیادہ تھی اور قوت و طاقت کم تھی اور اس لئے بھی کہ اس وقت ایمان وہی قبول کرتا تھا جس کا دل ہر میل کچیل سے پاک ہوتا تھا فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے انہیں بہت بڑے اجر ملیں گے گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں بعضوں نے کہا ہے فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ میں کچھ اختلاف ہو گیا جس میں حضرت خالدؓ نے فرمایا تم اسی پر اکڑ رہے ہو کہ ہم نے کچھ دن پہلے اسلام لائے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا میرے صحابہ گو میرے لئے چھوڑ دو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر احد کے پہاڑ یا کسی اور پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دو تو بھی ان کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت خالدؓ کے مسلمان ہو جانے کے بعد کا ہے اور آپ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے اور یہ اختلاف جس کا ذکر اس روایت میں بنو جذیمہ کے بارے میں ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالدؓ کی امارت میں ان کی طرف ایک لشکر بھیجا تھا جب یہ وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ ہم مسلمان ہو گئے لیکن اپنی نادانیت کی وجہ سے یہ تو نہ کہا کہ ہم اسلام لائے بلکہ کہنے لگے کہ ہم صابی ہوئے یعنی بے دین

ہوئے اس لئے کہ کفار مسلمانوں کو یہی کہا کرتے تھے حضرت خالدؓ نے غالباً اس کلمہ کا اصل مطلب یہ سمجھ کر ان کے قتل کا حکم دے دیا بلکہ ان کے جو لوگ گرفتار کر لئے گئے تھے انہیں قتل کرنے کو فرمایا اس واقعہ پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کی مخالفت کی اس واقعہ کا مختصر بیان اوپر والی حدیث میں ہے صحیح حدیث میں ہے میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان کے کم سے کم ثواب کو نہیں پہنچے گا بلکہ ڈیڑھ پاؤ کو بھی نہ پہنچے گا ابن جریر میں ہے حدیبیہ والے سال ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب عسفان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگو گے ہم نے کہا کیا قریشی؟ فرمایا نہیں بلکہ یمنی نہایت نرم دل اور نہایت خوش اخلاق سادہ مزاج ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر کیا رہے ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو اور وہ اسے راہ اللہ خرچ کرے تو تم میں سے ایک کے تین پاؤ بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا یاد رکھو کہ ہم میں اور دوسرے تمام لوگوں میں یہی فرق ہے پھر آپ نے اسی آیت لا یستوی کی تلاوت فرمائی لیکن یہ روایت غریب ہے صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں خارجیوں کے ذکر میں ہے کہ تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر اور کم تر شمار کرو گے وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے۔ ابن جریر میں ہے عنقریب ایک قوم آئے گی کہ تم اپنے اعمال کو کم تر سمجھنے لگو گے جب ان کے اعمال سے موازنہ کرو گے صحابہؓ نے پوچھا کیا وہ قریشیوں میں سے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں وہ سادہ مزاج نرم دل یہاں والے ہیں اور آپ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر فرمایا وہ یمنی لوگ ہیں ایمان تو یمن والوں کا ایمان ہے اور حکمت یمن والوں کی حکمت ہے ہم نے پوچھا کیا وہ ہم سے افضل ہوں گے؟ فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اسے وہ راہ خدا میں دے ڈالے تو بھی تمہارے ایک مدیا آدھے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا پھر آپ نے اپنی اور انگلیاں تو بند کر لیں اور چھنگلیاں کو دراز کر کے فرمایا خبردار رہو یہ ہے فرق ہم میں اور دوسرے لوگوں میں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی پس اس حدیث میں حدیبیہ کا ذکر نہیں پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے فتح مکہ میں سے پہلے ہی فتح مکہ کے بعد کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دی ہو جیسے کہ سورہ مزمل میں جو ان ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ شریف میں نازل ہوئیں تھیں پروردگار نے خبر دی تھی کہ **وَآخِرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** (سورہ مزمل: ۲۰) یعنی کچھ اور لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس جس طرح اس آیت میں ایک آنے والے واقعہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس آیت کو اور حدیث کو بھی سمجھ لیا جائے واللہ اعلم پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جس نے جو کچھ راہ اللہ دیا ہے اس کا اجر وہ پائے گا یہ اور بات ہے کہ کسی کو بہت زیادہ دیا جائے کسی کو اس سے کم جیسے اور جگہ ہے کہ مجاہد اور غیر مجاہد جو غزوہ والے بھی نہ ہوں درجے میں برابر نہیں گو ثواب کے وعدے میں دونوں شامل ہیں صحیح حدیث ہے قوی مومن خدا کے نزدیک ضعیف مومن سے افضل ہے لیکن بھلائی دونوں میں ہے اگر یہ فقرہ اس آیت میں نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کسی کو ان کے بعد والوں کی سبکی

۱۔ گویا کہ اس حدیث میں خارجیوں کی تعریف نہیں بلکہ مذمت ہے یعنی باوجودیکہ وہ عبادت بے پناہ کرتے ہوں گے تاہم عقائد صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ان کی یہ عبادت قطعاً مفید نہیں بلکہ مضر سے بخلاف ان احادیث کے جن میں نیکوں کا ذکر ہے کہ ان میں اہل یمن کی تعریف ہے۔

۲۔ کیونکہ وہ جہاد وغیرہ میں خوب حصہ لے سکتا ہے حدیث سے یہ سمجھنا کہ موٹا ہونا یا پہلوان بننا اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرنا اور پھر بھی اس حدیث کا خود کو مستحق سمجھنا جہالت ہے۔

کا خیال گزرے اس لئے فضیلت بیان فرما کر پھر عطف ڈال کر اصل اجر میں دونوں کو شریک بنایا پھر فرمایا تمہارے تمام اعمال کی تمہارے رب کو خبر ہے وہ درجات میں جو تفاوت رکھتا ہے وہ بھی اندازے سے نہیں بلکہ صحیح علم سے حدیث شریف میں ہے ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے یہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کے بڑے مصداق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اس لئے اس پر عمل کرنے والے تمام انبیاء کی امت کے سردار آپ ہیں آپ نے ابتدائی تنگی کے وقت اپنا تمام مال راہ اللہ دے دیا تھا جس کا بدلہ بجز خدا کے کسی اور سے مطلوب نہ تھا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ بھی تھے صرف ایک عبا آپ کے جسم پر تھی گریبان کانٹے سے انکائے ہوئے تھے جو حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور پوچھا کیا بات ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے صرف ایک عبا پہن رکھی ہے اور کانٹا لگا رکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اپنا کل مال میرے کاموں میں فتح سے پہلے ہی راہ اللہ خرچ کر ڈالا ہے اب ان کے پاس کچھ نہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ان سے کہو کہ خدا تعالیٰ انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا اس فقیری میں تم مجھ سے خوش ہو؟ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے واقعہ بیان فرمایا اور جواب مانگا انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے رب عزوجل سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں بلکہ میں تو اس حال میں بہت خوش ہوں یہ حدیث سنداً ضعیف ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے اس سے مراد خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا ہے بعضوں نے کہا ہے ہال بچوں کو کھلانا پلانا وغیرہ خرچ مراد ہے ہو سکتا ہے کہ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے دونوں سورتوں کو شامل ہو پھر اس پر وعدہ فرماتا ہے کہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر بدلہ ملے گا اور پاکیزہ تر روزی جنت میں ملے گی اس آیت کو سن کر حضرت ابودھراح انصاریؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر انہوں نے عرض کیا کہ ذرا اپنا ہاتھ تو دیجئے آپ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا میرا باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں وہ میں نے اپنے رب کو دیا آپ کے بیوی بچے بھی اسی باغ میں تھے آپ آئے اور باغ کے دروازے پر کھڑے رہ کر اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی وہ لپیک کہتی ہوئی آئیں تو فرمانے لگے بچوں کو لے کر چلی آؤ یہ باغ اپنے رب عزوجل کو قرض دے دیا ہے وہ خوش ہو کر کہنے لگیں کہ آپ نے بہت نفع کی تجارت کی اور بال بچوں کو اور گھر کے اثاثہ کو لے کر باہر چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے جنتی درخت وہاں کے باغات جو میووں سے لدے ہوئے ہیں اور جن کی شاخیں یا قوت اور موتی کی ہیں ابودھراح کو خدا تعالیٰ نے دے دیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
تُشَارِكُ الْيَوْمَ جَنَّتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ
مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورَةٍ بَابٌ

بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قَبْلِهِ الْعَذَابُ ۝ يَنَادُوا وَهُمْ أَلَمْ يَكُنْ مَعَكُمْ
قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ
أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝ ۱۶ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ
الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَا أُولَٰئِكَ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ ۱۷

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے (اور یہ وہ دن ہوگا) جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط پر) کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کر لو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو پھر ان (فریقین) کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب یہ (منافق) ان کو پکارے گا کہ کیا (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے وہ (مسلمان) کہیں گے کہ (ہاں) تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور (اسلام کے حق ہونے میں) تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم پہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے یعنی شیطان نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا غرض آج نہ تم سے کوئی معاذہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ (واقعی) برا ٹھکانہ ہے ○

وہ دن:

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے نیک اعمال کے مطابق نور ملے گا جو قیامت کے دن ان کے ساتھ ساتھ رہے گا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجور کے درختوں کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر سب سے کم نور جس کنہکا مومن کا ہوگا اس کے پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا جو کبھی روشن ہوتا ہوگا اور کبھی بجھ جاتا ہوگا (ابن جریر) حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہوگا کہ جس قدر مدینہ سے عدن کا فاصلہ ہے اور امین دور ہے اور صنعا کا فاصلہ ہے بعض اس سے کم بعض اس سے کم یہاں تک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے صرف ان کے دونوں قدموں کے پاس ہی اجالا ہوگا حضرت حباد بن ابوامیہؓ فرماتے ہیں لوگو! تمہارے نام مع ولایت کے اور خاص نشانیوں کے خدا کے ہاں لکھے ہوئے ہیں اسی طرح تمہارا ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی حضرت نساکؓ فرماتے ہیں اول تو ہر شخص کو نور عطا ہوگا لیکن جب پل صراط پر جائیں گے تو منافق کا نور بجھ جائے گا اسے دیکھ کر مومن بھی ڈرنے لگیں گے گویا کہ نور میں یہی زیادتی اعمال حسنہ میں کمی و زیادتی کی وجہ سے ہے جس کے اچھی اعمال زیادہ اس کا وزن بھی زیادہ جس نے کم اس کا نور بھی کم۔

کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارا نور بھی بجھ جائے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ خدایا ہمارا نور ہمارے لئے پورا پورا کر حضرت حسن فرماتے ہیں اس آیت سے مراد بل صراط پر نور کا ملنا ہے تاکہ اس اندھیری جگہ سے با آرام گزر جائیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے سجدے کی اجازت قیامت کے دن مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سزا اٹھانے کا حکم بھی مجھے ہوگا میں آگے پیچھے دائیں بائیں نظریں ڈالوں گا اور اپنی امت کو پہچان لوں گا تو ایک شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک کی تمام امتیں اس میدان میں اکٹھی ہوں گی ان میں سے آپ اپنی امت کی شناخت کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا بعض مخصوص نشانیوں کی وجہ سے میری امت کے اعضاء وضو چمک رہے ہوں گے یہ وصف کسی اور امت میں نہ ہوگا اور انہیں ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور ان کا نور ان کے آگے آگے چلتا ہوگا اور ان کی اولاد ان کے ساتھ ہوگی ضحاک فرماتے ہیں ان کے داہنے ہاتھ میں ان کا عمل نامہ ہوگا جیسے اور آیتوں میں تشریح ہے ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے ہر گوشے میں چشمے جاری ہیں جہاں سے کبھی نکلنا نہیں یہ زبردست کامیابی ہے اس کے بعد کی آیت میں میدان قیامت کے ہولناک دل شکن اور کپکپا دینے والے واقعہ کا بیان ہے کہ سوائے سچے ایمان اور اچھے اعمال والوں کے نجات کسی کو نہ ہوگی سلیم بن عامر فرماتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں تھے جب جنازے کی نماز ہو چکی اور دفن کا کام شروع ہوا تو حضرت ابو امامہ باہلی نے فرمایا لوگو! تم اس دنیا کی منزل میں صبح شام کر رہے ہو نیکیاں اور برائیاں کر سکتے ہو اس کے بعد ایک اور منزل کی طرف تم سب کوچ کرنے والے ہو وہ منزل یہی قبر ہے جو تنہائی کا اندھیرے کا کیڑوں اور تنگی تاریکی والا گھر ہے مگر جس کے لئے خدا تعالیٰ اسے وسعت دے دے یہاں سے پھر تم میدان قیامت کے مختلف مقامات پر آؤ گے ایک جگہ بہت سے لوگوں کے چہرے سفید ہو جائیں گے اور بہت سے لوگوں کے سیاہ پڑ جائیں گے پھر ایک اور میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہوگا وہاں ایمانداروں کو نور تقسیم کیا جائے گا اور کافر و منافق بے نور رہ جائیں گے اسی کا ذکر آیت **كَظَلُمْتُ** میں ہے پس جس طرح آنکھوں والے کی بصارت سے اندھا کوئی نفع حاصل کر نہیں سکتا منافق و کافر ایماندار کے نور سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے گا تو منافق ایمانداروں سے آرزو کریں گے کہ اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ کچھ تو ٹھہرو جو ہم بھی تمہارے نور کے سایہ میں چلیں تو جس طرح دنیا میں مسلمانوں سے یہ لوگ مکر و فریب کرتے تھے آج ان سے کہا جائے گا کہ لوٹ جاؤ اور نور تلاش کر کے لاؤ یہ واپس نور کی تقسیم کی جگہ جائیں گے لیکن وہاں کچھ نہ پائیں گے یہی خدا تعالیٰ کی وہ تدبیر ہے جس کا بیان **وَهُوَ خَادِعُهُمْ** (سورہ نساء: ۱۱۲) میں ہے اب لوٹ کر جو یہاں آئیں گے تو دیکھیں گے کہ مومنین اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی ہے جس کے اس طرف رحمت ہی رحمت ہے اور اس طرف عذاب و سزا ہی ہے پس منافق نور کی تقسیم کے وقت تک دھوکے میں ہی رہے گا نور مل جانے پر راز کھل جائے گا تمیز ہو جائے گی اور یہ منافق خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب کامل اندھیرا چھایا ہوا ہوگا کہ کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے گا اس وقت اللہ تعالیٰ ایک نور ظاہر کرے گا مسلمان اس طرف جانے لگیں گے تو منافق بھی پیچھے لگ جائیں گے جب مومن زیادہ آگے جائیں گے تو یہ انہیں ٹھہرانے کے لئے آواز دیں گے اور یاد دلائیں گے کہ دنیا میں ہم سب ساتھ ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی پردہ پوشی کے لئے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا مگر بل صراط پر امتیاز ہو جائے گا مومنوں کو نور ملے گا اور منافقوں کو بھی ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچ جائیں گے تو منافقوں کا نور بجھ جائے گا یہ مومنوں کو آواز دیں گے لیکن اس وقت مومن خود خوف زدہ ہو رہے ہوں گے یہ ایک ایسا وقت ہوگا کہ ہر ایک نفسی

میں ہوگا جس دیوار کا یہاں ذکر ہے یہ جنت دوزخ کے درمیان حد فاصل ہوگی اسی کا ذکر آیت: وَيَنْهَاهَا حِجَابٌ (سورہ احزاب ۴۶) میں ہے پس جنت میں رحمت اور جہنم میں عذاب ٹھیک بات یہی ہے لیکن بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے جو جہنم کی وادی کے پاس ہوگی حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ یہ دیوار بیت المقدس کی شرقی دیوار ہے جس کے باطن میں مسجد وغیرہ ہے اور جس کے ظاہر میں وادی جہنم ہے اور بعض بزرگوں نے بھی یہی کہا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا مطلب نہیں کہ بعینہ یہ دیوار اس آیت سے مراد ہے بلکہ اس کا ذکر بطور قرب معنی کے اس آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے کر دیا ہے اس لئے کہ جنت آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں ہے اور جہنم اسفل السافلین میں اور حضرت کعبؓ احبار سے جو منقول ہے کہ جس دروازے کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد مسجد کا بات الرحمت ہے یہ بنو اسرائیل کی روایت ہے جو ہمارے لئے سند نہیں بن سکتی حقیقت یہ ہے کہ یہ دیوار قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کے درمیان علیحدگی کے لئے کھڑی کی جائے گی مومن تو اس دروازے میں سے جا کر جنت میں پہنچ جائیں گے پھر دروازہ بند ہو جائے گا اور منافق حیرت زدہ ظلمت و عذاب میں رہ جائیں گے جیسے کہ دنیا میں بھی یہ لوگ کفر و جہالت شک و حیرت کی اندھیروں میں تھے اب یہ یاد دلانے کے کہ دیکھو دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے جمعہ جماعت ادا کرتے تھے عرفات اور غزوات میں موجود رہتے تھے واجبات ادا کرتے تھے ایماندار کہیں گے ہاں بات تو ٹھیک ہے لیکن اپنے کرتوت تو دیکھو گناہوں میں نفسانی خواہشوں میں خدا کی نافرمانیوں میں عمر بھر تم لذتیں اٹھاتے رہے اور آج تو بہ کر لیں گے کل بد اعمالیاں چھوڑ دیں گے اسی میں رہے انتظار ہی میں عمر گزاری کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور تمہیں یہ بھی یقین نہ ہوا کہ قیامت آئے گی یا نہیں اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی بھی تو ہم ضرور بخش دیئے جائیں گے اور مرتے دم تک خدا کی طرف خلوص کے ساتھ جھکنے کی توفیق تمہیں میسر نہ آئی اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دکھو کے میں ہی رکھا یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے مطلب یہ ہے کہ جسموں میں تم ہمارے ساتھ تھے لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے ریا کاری میں رہے اور دل لگا کر یاد خدا کرنی کبھی تمہیں نصیب نہ ہوئی حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ نکاح مجلس جمع موت زیست میں شریک رہے لیکن اب یہاں بالکل الگ کر دیئے گئے سورہ مدثر کی آیتوں میں ہے کہ مسلمان مجرموں سے ان کو جہنم میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ تم آخر یہاں کیسے پھنس گئے؟ اور وہ اپنے اعمال بد کا ذکر کریں گے واضح رہے کہ یہ سوال صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں شرمندہ کرنے کے لئے ہوگا ورنہ حقیقت حال سے مسلمان خوب آگاہ ہوں گے پھر جیسے وہاں فرمایا گیا تھا کہ کسی کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی یہاں فرمایا آج ان سے فد یہ نہ لیا جائے گا گویا زمین بھر سونا بھی دیں تو قبول نہ کیا جائے گا نہ منافقوں سے نہ کافروں سے ان کا ٹھکانا جہنم ہے وہی ان کے لائق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ١٧ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٧﴾

کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو زمین حق (مخانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان کے قبل کتاب (آسمانی) ملی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ) پھر (اسی حالت میں) ان پر زمانہ دراز گزر گیا (اور توبہ نہ کی) پھر ان کے دل (خوب ہی) سخت ہو گئے اور بہت سے آدمی ان میں کے (آج) کافر ہیں یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کر دیئے ہیں تا کہ تم سمجھو ○

کیا وہ وقت نہیں آیا؟

پرو دگار عالم فرماتا ہے کیا مومنوں کے لئے اب تک وہ وقت نہیں آیا؟ کہ ذکر خدا وعظ ونصیحت آیات قرآنی اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں؟ سنیں اور مانیں احکام بجالائیں ممنوعات سے پرہیز کریں ابن عباسؓ فرماتے ہیں قرآن نازل ہوتے ہوئے تیرہ سال کا عرصہ نہ گزرا تھا جو مسلمانوں کے دلوں کو اس طرف نہ جھکنے اور تاخیر کرنے کی شکایت کی گئی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں چار ہی سال گزرے تھے جو ہم پر یہ عتاب آیا (مسلم) اصحاب رسول پر ملال ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بات تو بیان فرمائیے پس یہ آیت اترتی ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ (سورہ یوسف: ۳) پھر ایک مرتبہ کچھ دنوں بعد یہی عرض کرتے ہیں تو آیت اترتی ہے اللہ تَزُولُ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ (سورہ زمر: ۲۳) پھر ایک عرصہ کے بعد یہی کہتے ہیں تو یہ آیت اترتی ہے اَلَمْ يَأْنِ لِلرَّسُولِ أَنْ يَأْتِيَ صَافٍ (سورہ صافات: ۳۵) خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلی خیر جو میری امت سے اٹھ جائے گی وہ خشوع ہوگا پھر فرمایا تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کتاب اللہ کو بدل دیا تھا تھوڑے تھوڑے سے مول پر اسے فروخت کر دیا پس کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر رائے اور قیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگے اور خدا کے دین میں دوسروں کی تقلید کرنے لگے اپنے علما و اولیاء راہبوں کی الٹ سلت باتیں دین میں داخل کر لیں ان بد اعمالیوں کی سزا میں خدا نے ان کے دل سخت کر دیئے کچھ ہی خدا کی باتیں کیوں نہ سناؤ ان کے دل نرم نہیں ہوتے کوئی وعظ ونصیحت ان پر اثر انداز نہیں ہوتا کوئی وعدہ وعید ان کے دل خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے بلکہ وہ اکثر و بیشتر فاسق اور بدکار بن گئے دل کے کھوٹے اور اعمال کے بھی کچے جیسے اور آیت میں ہے فَبِمَا نَقُضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ..... (سورہ مائدہ: ۱۳) ان کی بد عہدی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیئے یہ احکام کو اپنی جگہ سے تحریف کر دیتے ہیں اور ہماری نصیحتیں بھلا بیٹھتے ہیں یعنی ان کے دل فاسد ہو گئے خدا کی باتیں بدلنے لگے نیکیاں چھوڑ دیں برائیوں میں منہمک ہو گئے اسی لئے رب العالمین اس امت کو متنبہ کر رہا ہے کہ خبردار ان کی بد اعمالیاں تم نہ سیکھ لینا اصل و فرع میں ان سے بالکل الگ رہو ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ربیع بن ابوعبیدہؓ فرماتے ہیں قرآن و حدیث کی مٹھاس تو مسلم ہی ہے لیکن میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک بہت ہی پیاری اور میٹھی بات سنی ہے جو مجھے بے حد محبوب اور مرغوب ہے آپ نے فرمایا جب بنو اسرائیل کی آسمانی کتاب پر کچھ عرصہ گزر گیا تو ان لوگوں نے کچھ کتابیں خود تصنیف کر لیں اور ان میں وہ مسائل لکھے جو انہیں پسند تھے اور جو اپنے ذہن سے انہوں نے تراش لئے تھے اب مزے لے لے کر زبانیں موڑ موڑ کر انہیں پڑھنے لگے ان میں کے اکثر مسائل خدا کی کتاب کے خلاف تھے جن جن احکام کے ماننے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا انہوں نے بدل ڈالے تھے اور اپنی کتاب میں اپنی طبیعت کے مطابق مسائل جمع کر لئے تھے اور انہی پر عامل ہو گئے یعنی معمولی منافع کی خاطر خدا تعالیٰ کے احکام میں ہر طرح کا تصرف اور تغیر کرتے رہے۔

۱۔ یعنی معمولی منافع کی خاطر خدا تعالیٰ کے احکام میں ہر طرح کا تصرف اور تغیر کرتے رہے۔

قَالَ فِيهَا خُطْبُكُمْ ۖ (٢٤)

منزل ④

اب انہیں سوچھی کہ اور لوگوں کو بھی منوائیں اور انہیں بھی آمادہ کریں کہ ان ہی ہماری لکھی ہوئی کتابوں کو آسمانی کتابیں سمجھیں اور عمل انہی پر نہیں اب لوگوں کو اسی کی دعوت دینے لگے اور زور پکڑتے گئے یہاں تک کہ جو ان کی کتابوں کو نہ مانتا اس کو یہ ستاتے تکلیف دیتے مارتے پیٹتے بلکہ قتل کر ڈالتے ان میں ایک شخص اللہ والے پورے عالم اور متقی تھے انہوں نے ان کی طاقت اور زیادتی سے مرعوب ہو کر کتاب اللہ کو ایک لطیف چیز پر لکھ کر ایک زنگھے میں ڈال کر اپنی گردن میں اسے ڈال لیا ان لوگوں کا شر و فساد روز بروز بڑھتا جا رہا تھا یہاں تک کہ بہت سے ان لوگوں کو جو کتاب اللہ پر عامل تھے انہوں نے قتل کر دیا پھر آپس میں مشور کیا کہ دیکھو اس طرح ایک ایک شخص کو کب تک قتل کرتے رہیں گے ان کا بڑا عالم اور ہماری اس کتاب کو بالکل نہ ماننے والا تمام بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عامل فلاں عالم ہے اسے پکڑو اور اس سے اپنی یہ رائے قیاس کی کتاب منواؤ اگر وہ مان لے گا تو پھر ہماری کامیابی ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اسے قتل کر دو پھر تمہاری اس کتاب کا مخالف کوئی نہ رہے گا اور دوسرے لوگ خواہ مخواہ ہماری ان کتابوں کو قبول کر لیں گے اور انہیں ماننے لگیں گے چنانچہ ان رائے قیاس والوں نے کتاب اللہ کے عالم و عامل اس بزرگ کو پکڑوا کر منگوایا اور اس سے کہا کہ دیکھ ہماری اس کتاب میں جو ہے اسے سب کو تو مانتا ہے یا نہیں؟ اس خدا ترس کتاب اللہ کو ماننے والے عالم نے کہا کہ اس میں تم نے کیا لکھا ہے؟ ذرا مجھے سناؤ تو انہوں نے سنایا اور کہا اس کو تو مانتا ہے؟ اس بزرگ کو اپنی جان کا ڈر تھا اس لیے جرأت کے ساتھ یہ تو نہ کہہ سکے کہ نہیں مانتا بلکہ اس زنگھے کی طرف اشارہ کر کے کہا میرا اس پر ایمان ہے وہ سمجھ بیٹھے کہ اس کا اشارہ ہماری اس کتاب کی طرف ہے چنانچہ اس کی ایذا رسانی سے باز رہے لیکن تاہم اس کے اطوار و افعال سے کھٹکتے ہی رہے یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے تفتیش شروع کی کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے پاس کتاب اللہ اور دین کے سچے مسائل کی کوئی کتاب ہو آخر وہ زنگھا ان کے ہاتھ لگ گیا پڑھا تو اس میں اصل مسائل کتاب اللہ موجود تھے اور بات بتائی کہ ہم نے تو کبھی یہ مسائل نہیں سنے ایسی باتیں ہمارے دین میں نہیں چنانچہ زبردست فتنہ برپا ہو گیا اور بہتر گروہ بن گئے ان سب میں بہتر وہاں گروہ جو راستی اور حق پر تھا وہ تھا جو اس زنگھے والے مسائل پر عامل تھا حضرت ابن مسعودؓ نے یہ واقعہ بیان فرما کر کہا کہ لوگو! تم میں سے جو باقی رہے گا وہ ایسے ہی امور کا معائنہ کرے گا اور وہ بالکل بے بس ہو گا ان بری کتابوں کو مٹانے کی اس میں قدرت نہ ہوگی پس ایسی مجبوری اور بے کسی کے وقت بھی اس کا یہ فرض تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ ثابت کر دے کہ وہ انہیں سب کو برا جانتا ہے امام ابو جعفر طبریؒ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ عترت بن عرقوبؒ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور اے عبد اللہ! شخص بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے وہ ہلاک ہوا آپ نے فرمایا ہلاک وہ ہو گا جو اپنے دل سے اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ جانے پھر آپ نے بنی اسرائیل کا یہ واقعہ بیان فرمایا پھر ارشاد باری ہے کہ جان رکھو مردہ زمین کو خدا زندہ کر دیتا ہے اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ سخت دلوں کی سختی کے بعد بھی خدا انہیں نرم کرنے پر قادر ہے گمراہیوں کی تہ میں اتر جانے کے بعد بھی اللہ راہ راست پر لاتا ہے جس طرح بارش خشک زمین کو تر کر دیتی ہے اسی طرح کتاب اللہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے بادلوں میں جب گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا ہو کتاب اللہ کی روشنی اسے دفعۃً منور کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ کی وحی دل کے قفل کی کنجی ہے سچا ہادی وہی ہے گمراہی کے بعد راہ پر لانے والا جو چاہے کرنے والا حکمت و عدل والا اور لطف و خیر والا کبر و جلال والا بلند و علو والا وہی ہے۔

إِنَّ الْمُصَدِّقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَعِفْ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ

كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
الْجَحِيمِ ۝

صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ (صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ باعتبار ثواب کے ان کے لئے بلاشبہ بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے اجر پسندیدہ ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے (جنت میں ان کا اجر خاص) اور (صراط پر) ان کا نور (خاص) ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں ○

اجر کریم:

فقیر مسکین وغیرہ محتاجوں اور حاجتمندوں کو خالص خدا کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے راہ خدا میں صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلے بہت کچھ بڑھا چڑھا کر خدا تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا دس دس گنے اور اس سے بھی زیادہ سات سات سو گنے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ان کے ثواب بے حساب ہیں ان کے اجر بہت بڑے ہیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے ہی صدیق و شہید ہیں ان دونوں اوصاف کے مستحق صرف با ایمان لوگ ہیں بعض حضرات نے الشہداء کو الگ جملہ مانا ہے غرض تین قسمیں ہوئیں مصدقین۔ صدیقین۔ شہداء۔ جیسے اور روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطاعت گزار انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہے جو نبی علیہ السلام اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ ہیں پس صدیق و شہید میں یہاں بھی فرق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ ہیں صدیق کا درجہ شہید سے یقیناً بڑا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو لوگوں نے کہا یہ درجے تو صرف انبیاء کے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی (بخاری و مسلم) ایک غریب حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور صدیق دونوں وصف اس آیت میں اسی مومن کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے مومن شہید ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی حضرت عمر بن مہمون کا قول ہے یہ دونوں ان انگلیوں کی طرح قیامت کے دن آئیں گے بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے شہیدوں کی رومیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہوں گی جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں سہارا لیں گی ان کے رب نے ان کی طرف ایک بار دیکھا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کہ آپ دنیا میں ہمیں دوبارہ بھیج دیں تاکہ ہم پھر آپ کی راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا پھر فرماتا ہے کہ انہیں اجر و نور ملے گا جو نور ان کے سامنے رہے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ہوگا مسند احمد کی حدیث میں ہے شہیدوں کی چار قسمیں ہیں وہ بکے ایمان والا مومن جو دشمن خدا سے بھڑ گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا درجہ ہے کہ اہل محشر اس طرح سراٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اس قدر اپنا سر بلند کیا کہ ٹوپی نیچے گر گئی اور اس حدیث کے راوی حضرت عمرؓ نے بھی اس

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ۖ (۲۷)

منزل ۷

کے بیان کرنے کے وقت اتنا ہی اپنا سر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی بھی زمین پر جا پڑی دوسرا شخص جو ایماندار ہے جہاد کے لئے نکلا مگر دل میں جرات کم ہے کہ یکا یک ایک تیر آگیا اور روح پرواز کر گئی یہ دوسرے درجہ کا جہتی اور شہید ہے تیسرا وہ جس کی بھلے برے اعمال تھے لیکن رب نے اسے پسند فرمالیا اور میدان جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی یہ تیسرے درجہ میں ہے چوتھا وہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جہاد میں نکلا اور خدا نے شہادت نصیب فرما کر اپنے پاس بلوالیا ان نیک لوگوں کا انجام بیان کر کے اب بد لوگوں کا نتیجہ بیان کیا کہ یہ جہنمی ہیں۔

إِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ
وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ
حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ٥ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ٦

تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو و لعب اور ایک ظاہری زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال میں اور اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے جیسے مینہ برستا ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشت کاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اس کو دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا اسباب ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور (نیز) ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

دُنیاوی زندگی:

دنیا کی تحقیر تو توہین بیان ہو رہی ہے کہ اہل دنیا کو بجز لہو و لعب زینت و فخر اور اولاد و مال کی بہتات کی خواہش کے سوائے اور ہے ہی کیا؟ جیسے آیت میں ہے زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ ... (سورہ آل عمران: ۱۴) یعنی لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزوں کو مزین بنا دیا گیا ہے جیسے عورتیں بچے وغیرہ پھر حیات دنیا کی مثال بیان ہو رہی ہے کہ اس کی تازگی جانی ہے اور یہاں کی نعمتیں زوال پذیر ہیں غیث کہتے ہیں اس بارش کو جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد برے جیسے فرمان ہے: وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا (سورہ شوریٰ: ۲۸) خدا وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش برساتا ہے پس جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سے کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ

لہلہاتی ہوئی کسان کی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اہل دنیا اسباب دنیوی پر پھولتے ہیں لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زرد پڑ جاتی ہے پھر آخر سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے ٹھیک اسی طرح دنیا کی تروتازگی اور یہاں کی ترقی بھی خاک میں مل جانے والی ہے دنیا کی بھی یہی صورتیں ہوتی ہیں کہ ایک وقت جوان ہے پھر ادھیڑ ہے پھر بڑھاپا ہے ٹھیک اسی طرح خود انسان کی حالت ہے اس کے بچپن جوانی ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کو دیکھ جائیے پھر اس کی موت اور فنا کو سامنے رکھئے کہاں جوانی کے وقت کا جوش اور خروش زور و طاقت اور کس بل؟ اور کہاں بڑھاپے کی کمزوری جھریاں پڑا ہوا جسم خمیدہ کمر اور بے طاقت ہڈیاں جیسے ارشاد باری ہے: **اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَ شَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ هُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ** (سورہ روم ۵۴) اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا ہے پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی پھر اس قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ عالم اور قادر ہے اس مثال سے دنیا کی فنا اور اس کا زوال ظاہر کر کے پھر آخرت کے دونوں منظر دکھا کر ایک سے ڈراتا ہے اور دوسرے کی رغبت دلاتا ہے پس فرماتا ہے عنقریب آنے والی قیامت اپنے ساتھ عذاب اور سزاؤں کو لائے گی اور مغفرت اور ضمائے الہی کو لائے گی پس تم کام کو وہ کہ ناراضگی سے بچ جاؤ اور رضا حاصل کر لو سزاؤں سے بچ جاؤ اور بخشش کے حقدار بن جاؤ دنیا صرف دھوکے کی ٹٹی ہے اس کی طرف جھکنے والے پر آخر وقت آ جاتا ہے کہ یہ اس کے سوائے کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں کرتا اس کی دھن میں روز و شب مشغول رہتا ہے بلکہ کمی والی اور زوال والی کمینی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگتا ہے شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ بسا اوقات آخرت کا منکر ہو جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک کوڑے برابر جنت کی جگہ ساری دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے پڑھو قرآن فرماتا ہے کہ دنیا تو صرف دھوکے کا سامان ہے (ابن جریر) آیت کی زیادتی بغیر یہ حدیث میں بھی ہے واللہ اعلم۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک سے جنت اس طرح قریب ہے جتنا تمہارا جوتی کا تسمہ اور اسی طرح جہنم بھی (بخاری) پس معلوم ہوا کہ خیر و شر انسان سے بہت نزدیک ہے اور اس لئے اسے چاہئے کہ بھلائیوں کی طرف سبقت کرے اور برائیوں سے بچتا رہے تاکہ گناہ اور برائیاں معاف ہو جائیں اور ثواب اور درجے بلند ہو جائیں اسی لئے اس کے ساتھ ہی فرمایا دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی جنس کے برابر ہے جیسے اور آیت میں ہے: **وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ** (سورہ آل عمران: ۱۳۳) اپنے رب کی مغفرت کی اور جنت کی طرف سبقت کرو جس کی کشادگی کل آسمان اور ساری زمینیں ہیں جو پارسا لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے یہاں فرمایا کہ یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے یہ لوگ اللہ کے اس فضل کے لائق تھے اس لئے اس بڑے فضل و کرم والے نے اپنی نوازش کے لئے انہیں چن لیا اور ان پر اپنا پورا احسان اور اعلیٰ انعام کیا پہلے ایک صحیح حدیث بیان ہو چکی ہے کہ مہاجرین میں سے فقراء نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالدار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو اور ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتوں کو پا گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیسے؟ تو کہا نماز روزہ تو ہم سب کرتے ہیں لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں مگر مفلسی کی وجہ سے یہ کام ہم نہیں کر سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک چیز بتاؤں کہ اس کے کرنے سے تم ہر شخص سے آگے بڑھ جاؤ گے مگر ان سے جو تمہاری طرح خود بھی اس کو کرنے لگیں دیکھو تم ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی ہی بار اللہ اکبر اور اسی طرح الحمد للہ کچھ دنوں بعد یہ بزرگ پھر حاضر رسالت ہوئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مالدار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور انہوں نے بھی اسے پڑھنا شروع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا
إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَافَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ
لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ
فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ
ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے (یہ بات بتلا اس لئے دی ہے) تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر اتنا
رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے کسی شیخی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ
(: ب دنیاں وجہ سے) خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو شخص اعراض کرے گا دین حق
سے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں سزاوار حمد میں) ○

مصائب اور پریشانیاں:

اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کی خبر دے رہا ہے جو اس نے مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنی مخلوق کی تقدیر مقرر کی تھی تو فرمایا
کہ زمین کے جس حصے میں کوئی آفت آئے یا جس کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آپڑے اسے یقین رکھنا چاہئے کہ خلق کی پیدائش سے پہلے ہی
یہ علم اللہ میں مقرر تھا اور اس کا ہونا یقینی تھا بعض کہتے ہیں جانوں کی پیدائش سے پہلے ہی لیکن زیادہ ٹھیک بات یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش
سے پہلے ہی امام حسن سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمانے لگے سبحان اللہ ہر مصیبت جو زمین و آسمان میں ہے وہ جانوں کی پیدائش
سے پہلے ہی رب کی کتاب میں موجود ہے اس میں کیا شک ہے؟ زمین کی مصیبتوں سے مراد خشک سالی قحط وغیرہ ہے اور جانوں کی مصیبت
درد دکھ اور بیماری ہے جس کسی کو کوئی خراش لگتی ہے یا لغزش پائے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کسی سخت محنت سے پسینہ آ جاتا ہے یہ سب اس کے
گناہوں کی وجہ سے ہے اور ابھی تو بہت سے گناہ ہیں جنہیں وہ غفور رحیم خدا بخش دیتا ہے یہ آیت بہترین اور بہت اعلیٰ دلیل ہے قدر یہ کی
تردید میں جن کا خیال ہے کہ سابق علم کوئی چیز نہیں خدا انہیں ذلیل کرے صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں مقرر ہیں آسمان و
زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے اور روایت میں ہے کہ اس کا عرش پانی پر تھا (ترمذی) پھر فرماتا ہے کاموں کے وجود میں آنے
سے پہلے ان کا اندازہ کر لینا ان کے ہونے کا علم حاصل کر لینا اور اسے لکھ دینا خدا پر کچھ مشکل نہیں وہی تو ان کا پیدا کرنے والا ہے جس کا علم
ہو چکی اور ہونے والی تمام چیزوں کو شامل ہے پھر ارشاد ہوتا ہے ہم تمہیں یہ خبر اس لئے دے رہے ہیں کہ تم یقین رکھو کہ جو تمہیں پہنچے وہ ہرگز
کسی صورت میں ٹلنے والا نہیں تھا پس مصیبت کے وقت صبر و شکر استقلال اور ثابت قدمی مضبوط دلی اور روحانی طاقت تم میں موجود رہے
ہائے وائے بے صبری اور بے ضبطی تم سے دور رہے جزع فزع تم پر چھانے جائے تم اطمینان سے رہو کہ یہ تکلیف تو آنے والی تھی ہی اسی
طرح اگر مال و دولت غلبہ وغیرہ مل جائے تو اس وقت غرور اور تکبر نہ کرو اسے عطیہ خدا مانو تکبر اور غرور تم میں نہ آئے ایسا نہ ہو کہ دولت و مال

وغیرہ کے نشے میں پھول جاؤ اور خدا کو بھول جاؤ اس لئے کہ اس وقت بھی ہماری یہ تعلیم تمہارے سامنے ہوگی کہ یہ میرے دست بازو کا میری عقل و ہوش کا نتیجہ نہیں بلکہ داد خدا ہے ایک قرأت اس کی اتنا کم ہے دوسری اتنا کم ہے اور دونوں ہی صحیح ہیں دونوں میں تلازم ہے اسی لئے ارشاد ہے کہ اپنے جی میں خود کو بڑا سمجھنے والے دوسروں پر فخر کرنے والے خدا کے دشمن ہیں حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ رنج و راحت خوشی و غم تو ہر شخص پر آتا ہے خوشی کو شکر میں اور غم کو صبر میں گزر دو پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود بھی بخیل اور خلاف شرع کام کرنے والے اور دوسروں کو بھی برابر استہ بتاتے ہیں جو شخص اللہ کی حکم برداری سے ہٹ جائے وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا کیونکہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ہر طرح سزاوار حمد ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ (سورہ ابراہیم ۸)۔ یعنی تم اور تمام روئے زمین کے انسان کافر ہو جائیں تو بھی خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ تو تمام مخلوق سے غنی ہے اور مستحق حمد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ
النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيْهِ بَاسٌ شَدِيْدٌ وَمَنْ اَفْعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ
اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

ہم نے اسی اصلاح آخرت کے لئے اپنے پیغمبروں کو کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل کیا تاکہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور (اسی کے علاوہ) لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں اور (اس لئے لوہا پیدا کیا) تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے اللہ قوی اور زبردست ہے ○

کارآمد فوائد:

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو معجزے دے کر اور مضبوط جہتیں عطا فرما کر اور بھرپور دلائل دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا پھر ساتھ ہی کتاب بھی انہیں دی جو صاف سچی ہے اور عدل و حق دیا جس سے ہر عقل مند انسان ان کی باتوں کے قبول کر لینے پر فطرتاً مجبور ہو جاتا ہے ہاں فاسد رائے والے اور پھری ہوئی عقل والے اس سے محروم رہ جاتے ہیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے: اَقْمِنُ كَانْ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (سورہ ہود: ۱۷) جو شخص اپنے رب کی طرف کی دلیل پر ہو اور ساتھ ہی اس کے شاہد بھی ہو اور جگہ ہے اللہ کی یہ فطرت ہے جس پر مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے اور فرماتا ہے آسمان کو اس نے بلند کیا ہے اور میزان رکھ دی پس یہاں ارشاد ہے یہ اس لئے کہ لوگ حق پر قائم ہو جائیں یعنی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنے لگیں اور امر رسول بجالائیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تمام باتوں کو حق سمجھیں کیونکہ اس کے سوا سراسر حق کسی اور کا کلام نہیں جیسے فرمان ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا (سورہ انعام: ۱۱۵) تیرے رب کا کلمہ ہو اپنی خبروں میں سچا اور اپنے احکام میں عدل والا ہے پورا ہو چکا ہے یہی وجہ ہے کہ جب ایماندار جنتوں میں پہنچ جائیں گے اور خدا کی نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں گے تو کہیں گے خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اگر اس کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ﴿۲۶﴾

منزل ۴

اس ہدایت پر نہیں لگ سکتے تھے ہمارے رب کے رسول علیہ السلام ہمارے پاس حق لائے تھے پھر فرماتا ہے کہ ہم نے منکرین حق کی سروبی کے لئے لوہا بنایا ہے یعنی اولاً کتاب و رسول اور حق سے حجت قائم کی پھر غلط دل والوں کی کنجی نکالنے کے لئے لوہے کو پیدا کیا اس سے ہتھیار بنیں اور خدا دوست حضرات دشمنان خدا کے دل کا کاٹنا نکال دیں یہی نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بالکل عیاں نظر آتا ہے کہ مکہ میں تیرہ سال مشرکین کو سمجھانے بھانے تو حید و سنت کی دعوت دینے ان کے غلط عقائد کی اصلاح کرنے میں گزارے خود اپنے اوپر مصیبتیں جھیلیں لیکن جب یہ حجت ختم ہو گئی تو شرع نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی پھر حکم ہوا کہ اب ان مخالفین سے جنہوں نے اسلام کی اشاعت کو روک رکھا ہے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے ان کی زندگی دو بھر کر دی ہے ان سے باقاعدہ جنگ کر دان کی کمر نہیں مارو اور ان مخالفین و جی خدا سے زمین کو پاک کرو مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما۔ تم میں میں قیامت کے آگے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ہی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھا گیا ہے اور مکینہ پن اور ذلت ان لوگوں پر ہے جو میرے حکم کے خلاف کریں اور کسی قوم کی مشابہت کرے وہ ان ہی میں سے ہے پس لوہے سے ہتھیار بنتے ہیں جیسے تلوار نیزے چھریاں تیز زہریں وغیرہ اور لوگوں کے لئے اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں جیسے سکے کدال پھاڑے آگے بھتی کے آلات بننے کے آلات پکانے کے برتن روٹی کے توڑے وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سی ایسی ہی چیزیں ہیں جو انسانی زندگی کی ضروریات سے ہیں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں تین چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آئیں نہائی سنسی اور ہتھوڑا (ابن جریر) پھر فرمایا تاکہ اللہ جان لے کہ ان ہتھیاروں کے اٹھانے سے اللہ رسول کی مدد کرنے کا نیک ارادہ کس کا ہے؟ خدا قوت اور غلبہ والا ہے اور اس کے دین کی جو مدد کرے وہ اس کی مدد کرتا ہے دراصل اپنے دین کو وہی قوی کرتا ہے اس نے جہاد تو صرف اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے مقرر فرمایا ہے ورنہ غلبہ و نصرت تو اسی کی طرف سے ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ③ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَىٰ

۱۔ خدا تعالیٰ نے اس موقع پر لوہے کا ذکر جس سیاق میں فرمایا ہے اس کا سابق مضامین سے ربط مفہم ابن کثیر نے نہایت عمد و بیان کیا ہے یعنی اور انبیاء و زبان سے جہاد کرتے رہیں اور جب اس طرح کام نہ چلے تو مخالفین اسلام کی سروبی کے لئے ہتھیار اٹھائیں آج اس تمدن و ترقی کی کامیاب دنیا میں وہ بے نی جو قدر و قیمت یا ضرورت ہے اس سے سب ہی واقف ہیں ایک معمولی سوئی سے لے کر ریل گاڑیاں مشین آلات کارخانے تا ریفریجیفر و ٹیلی ویژن بمطیورنے انجن ٹینک میزائل کون سی ایسی چیز ہے جس میں اس لوہے کی ضرورت نہیں خصوصاً اس صنعتی دور میں اور بالخصوص آج کل کی ٹرانزیوں میں جس طرح لوہا ہی ہوا صرف کارآمد ہے پھر قرآن مجید کا لوہے کا ذکر کرنا بالکل ایک معجزہ ہے یہاں لفظ انزال پر نظر رہے حالانکہ ہمارا شہد ہے کہ لوہا آسمان سے اترتا نہیں ہندو و کافروں سے پیدا ہوتا ہے پھر قرآن نے یہ لفظ کس طرح استعمال کیا ہے اس کا ایک جواب تو خود ان ہی میں آ گیا ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ لوہا بھی جنت سے اتر آیا تھا اس لئے لفظ اترنا (انزال) قطعاً صحیح ہے اور فقیر خوشی کی رائے یہ بھی ہے کہ قرآن کے مصلوحے چھوڑا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ عموماً کثیر منافع چیزوں کو انزال کے ساتھ ہی تمیز فرماتے ہیں مثلاً کتب کا انزال بارش کا نزول وغیرہ اور یوں کہ لوہا ایک نہایت نفع چیز تھی جیسا کہ عرض کیا گیا اس لئے حسب دستور لفظ "انزال" کا استعمال ہوا۔ اللہ اعلم بالصواب۔

ابْن مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً
وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا
رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۷۷﴾

اور ہم نے نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی سو ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے پھر ان کے بعد اور رسولوں کو (جو کہ صاحب شریعت مستقلہ نہ تھے) یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس (رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر (موعود) دیا اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں ○

بعثت انبیاء علیہم السلام:

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس فضیلت کو دیکھئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک جتنے پیغمبر آئے سب آپ ہی کی نسل سے آئے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے نبی اور رسول آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل میں سے ہوئے جیسے اور آیت میں ہے وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (سورہ عنکبوت: ۲۷) یہاں تک کہ بنو اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریم نے حضور ﷺ کی خوشخبری سنائی۔ پس نوح اور ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہما کے بعد برابر رسولوں کا سلسلہ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جنہیں انجیل ملی اور جن کی تابع فرمان امت رحم دل اور نرم مزاج واقع ہوئی خشیست خدا اور رحمت خلق کے پاک اوصاف سے متصف پھر نصرانیوں کی ایک بدعت کا ذکر ہے جو ان کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے خود اپنی طرف سے اسے ایجاد کر لیا اس کے بعد کے جملہ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ مقصد ان کا نیک تھا خدا کی رضا جوئی کے لئے یہ طریقہ نکالا تھا حضرت سعید بن جبیرؓ حضرت قتادہؓ وغیرہ کا یہی قول ہے دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا ہاں ہم نے ان پر صرف اللہ کی رضا جوئی واجب کی تھی پھر فرماتا ہے کہ یہ اسے بھی نہ بھاسکے جیسا چاہئے تھا اس طرح پر بھی نہ جسے پس دہری خرابی آئی ایک اپنی طرف سے نئی بات دین خدا میں ایجاد کرنے کی دوسری اس پر بھی قائم نہ رہنے کی یعنی جسے وہ قرب خدا کا ذریعہ اپنے ذہن میں سمجھ بیٹھے تھے بالآخر اس پر بھی پورے نہ اترے ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو پکارا آپ نے لبیک کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو بنی اسرائیل کے بہتر گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی پہلے فرقہ نے تو بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر ان کی ہدایت کے لئے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر ان کے بڑوں کو تبلیغ شروع کی لیکن آخر وہ لگ جہاد و قتال پر اتر آئے اور بادشاہ اور امراء نے جو اس تبلیغ سے بہت گھبراتے تھے ان پر لشکر کشی کی اور انہیں قتل بھی کیا قید

۱۔ قرآن مجید کی اس آیت میں تعریف انہیں نصاریٰ کی ہو رہی ہے جو واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکار تھے دور حاضر کے مسیحائیوں کی تعریف نہیں جو توحید سے دور پیچریت کے قریب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

بھی کیا ان لوگوں نے تو نجات حاصل کر لی پھر دوسری جماعت کھڑی ہوئی ان میں مقابلے کی طاقت تو نہ تھی تاہم اپنے دین کی قوت سے سرکشوں اور بادشاہوں کے دربار میں حق گوئی شروع کی اور خدا کے سچے دین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی مسک کی طرف انہیں دعوت دینے لگے ان بد نصیبوں نے انہیں قتل بھی کرایا آروں سے بھی چیرا اور آگ سے بھی جلایا جسے اس جماعت نے سبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا اور نجات حاصل کی پھر تیسری جماعت اٹھی یہ ان سے زیادہ کمزور تھے ان میں طاقت نہ تھی کہ اصل دین کے احکام کی تبلیغ ان ظالموں میں کریں اس لئے انہوں نے اپنے دین کا تحفظ اسی میں سمجھا کہ جنگلوں میں نکل جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں عبادت میں مشغول ہو جائیں اور دنیا کو ترک کر دیں انہیں کا ذکر رہبانیت والی آیت میں ہے یہی حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے اس میں تہتر فرقوں کا بیان ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے گھر میں سے لوگوں کو نکال دیا اور ان میں اکثر فاسق ہیں اور وہ وہ ہیں جو مجھے جھٹلائیں اور میرے خلاف کریں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد توریت میں اور انجیل میں تبدیلیاں کر لیں لیکن ایک جماعت ایمان پر قائم رہی اور اصلی توریت و انجیل ان کے ہاتھ میں رہی جسے وہ تلاوت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ان لوگوں نے جنہوں نے کتاب میں رد و بدل کر لیا تھا اپنے بادشاہوں سے ان سچے مومنوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ کتاب اللہ کہہ کر جس کتاب کو پڑھتے ہیں اس میں تو ہمیں گالیاں لکھی ہیں اس میں لکھا ہے جو کوئی خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے اور اسی طرح کی بہت سی آیتیں ہیں پھر یہ لوگ ہمارے اعمال پر بھی عیب گیری کرتے رہتے ہیں لہذا آپ انہیں دربار میں بلوایئے اور انہیں مجبور کیجئے کہ یا تو وہ اس طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ویسا ہی عقیدہ اور ایمان رکھیں جیسا ہمارا ہے ورنہ انہیں بدترین عبرتناک سزا دیجئے چنانچہ ان بے مسلمانوں کو دربار میں بلوایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یا تو ہماری اصلاح کردہ کتاب پڑھا کرو اور تمہارے پاس جو کتابیں ہیں انہیں چھوڑ دو ورنہ جانوں سے ہاتھ دھولو اور قتل گاہ کی طرف قدم بڑھاؤ اس پر ان پاک بازوں کی ایک جماعت نے تو کہا کہ تم ہم کو ستاؤ نہیں تم اونچی عمارت بنا دو ہمیں وہاں پہنچا دو اور ذوری چھبڑی دے دو ہمارا کھانا پینا اس میں ڈال دیا کرو ہم اوپر سے گھیٹ لیا کریں گے نیچے اتریں گے ہی نہیں اور تمہاری آبادیوں میں آئیں گے ہی نہیں ایک جماعت نے کہا سنو! ہم یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں تمہاری بادشاہت کی سرزمین سے باہر چلے جاتے ہیں چشموں نہروں ندیوں نالوں اور تالابوں سے جانوروں کی طرح منہ لگا کر پانی پی لیا کریں گے اور جو چیز مل جائے گی ان پر گزارہ کر لیں گے اس کے بعد اگر تم ہمیں اپنے ملک میں دیکھ لو تو بے شک گردن اڑا دینا تیسری جماعت نے کہا ہمیں اپنی آبادی کے ایک طرف کچھ زمین دے دو اور وہاں حصار کھینچ دو وہیں پر ہم کنوئیں کھود لیں گے اور کھیتی کر لیں کریں گے تم لوگوں میں ہرگز نہ آئیں گے چونکہ اس خدا پرست جماعت سے ان لوگوں کی قریبی رشتہ داریاں تھیں اس لئے یہ درخواستیں منظور کر لی گئیں اور یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے لیکن ان کے ساتھ بعض اور لوگ بھی لگ گئے جنہیں دراصل علم و ایمان نہ تھا تقلیداً ساتھ ہو لئے ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت وَرَهْبَانِيَّةً نازل ہوئی پس جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس وقت ان میں بہت کم لوگ رہ گئے تھے آپ کی بعثت کی خبر سنتے ہی خانقاہوں سے اور جنگلوں والے اپنے جنگلوں سے اور حصار والے اپنے حصاروں سے نکل کھڑے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ پر ایمان لائے آپ کی تصدیق کی جس کا ذکر اس آیت میں ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تمہیں اللہ اپنی رحمت کا دو گنا حصہ دے گا (یعنی قرآن و سنت) تاکہ اہل

کتاب جان لیں (جو تم جیسے ہیں) کہ اللہ کے کسی فضل کا اختیار انہیں نہیں اور سارا فضل خدا کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے دیتا ہے اور ان بڑے فضل کا مالک ہے یہ سیاق غریب ہے اور ان دونوں پچھلی آیتوں کی تفسیر اس آیت کے بعد ہی آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ لوگ حضرت انس بن احمدؓ کے پاس مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خلافت کے زمانہ میں آئے آپ اس وقت امیر مدینہ تھے جب یہ آئے اس وقت حضرت نماز ادا کر رہے تھے اور بہت مختصر نماز پڑھ رہے تھے جیسے مسافرت کی نماز ہو یا قریب قریب اس جیسے جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے فرض نماز پڑھی یا نفل؟ فرمایا فرض اور یہی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی میں نے تو اس میں کوئی خطا نہیں کی ہاں اگر کچھ بھول گیا ہوں تو اس کی بابت نہیں کہہ سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی جان پر سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی اور ان پر بھی سختی کی گئی پس ان کی بقایا خانقاہوں میں اور ایسے ہی گھروں میں اب بھی دیکھ لو یہ بھی وہ سختی کی ترک دنیا جو خدا نے ان پر واجب نہیں کی تھی دوسرے دن ہم لوگوں نے کہا آئیے سوار یوں پر چلیں اور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں حضرت انسؓ نے فرمایا بہت اچھا پس سب سوار ہو کر چلے اور کئی بستیاں دیکھیں جو بالکل اجڑ گئی تھیں اور مکانات بالکل اوندھے پڑے ہوئے تھے تو ہم نے کہا ان شہروں سے آپ واقف ہیں؟ فرمایا خوب اچھی طرح بلکہ ان کے باشندوں سے بھی انہیں سرکشی اور حسد نے ہلاک کیا حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور سرکشی اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے آنکھ بھی زنا ہے ہاتھ اور قدم اور زبان کا بھی زنا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی علیہ السلام کے لئے رہبانیت تھی اور میری امت کی رہبانیت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے ایک شخص حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کچھ وصیت کیجئے آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے وہ سوال کیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی یہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور تو جہاد کو ضروری سمجھ یہی اسلام ہے رہبانیت ہے اور ذکر اللہ اور تلاوت قرآن مجید پر مداومت کر یہی تیری راحت و روح ہے آسمانوں میں اور یہی تیری یاد ہے زمین میں یہ روایت مسند احمد میں ہے واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ
وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَعَلَّكُمْ
أَهْلُ الْكِتَابِ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

۱۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام میں مطلوب احکام پر مداومت ہے نہ کہ جائز اور شرعی سہولتوں کو چھوڑ کر خود کو ضیق اور تنگی میں مبتلا کرنا جائز ماکولات و مشروبات کو چھوڑنا جائز لباس فاخرہ کو ترک کرنا جائز اور مشروع تفریحات اسلام ان میں سے کسی سے بھی روکتا وہ کوئی غیر فطری مذہب نہیں جو فطرت کے اصل تقاضوں پر بھی پہرہ بٹھا دے رہا تصوف و سلوک میں بعض چیزوں کا اہتمام مثلاً کم کھانا، کم پینا، کم بولنا وغیرہ سو یہ اس طرح روحانی علاج و معالجہ کی چیزیں ہیں جیسا کہ لیبب کسی مریض کے لئے بعض اوقات پرہیز تجویز کرتا ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ ﴿٢٦﴾

اے (عیسیٰ علیہ السلام پر) ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے) دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اس پہنچائے ہوئے چلتے پھرتے ہو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے (اور یہ دو تیس تم کو اس لئے عنایت کرے گا) تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر دسترس نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دے دے اور اللہ بڑے فضل اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

تقویٰ اور نورِ الہی:

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جن مومنوں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد اہل کتاب مومن ہیں اور انہیں دو ہر اجر ملے گا جیسے کہ سورہ قصص کی آیت میں ہے اور جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جن شخصوں کو اللہ تعالیٰ دو ہر اجر دے گا ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر بھی ایمان لایا اسے دو ہر اجر ہے دوسرے وہ غلام جو اپنے آقا کی تابعداری کرے اور خدا کا حق بھی ادا کرے اسے بھی دو ہر اجر ہیں اور وہ جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے یعنی شرعی ادب پھر اسے آزاد کر دے اور نکاح کر دے وہ بھی دو ہر اجر کا مستحق ہے (بخاری و مسلم) حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں جب اہل کتاب اس دو ہر اجر پر فخر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس امت کے حق میں نازل فرمائی پس انہیں دو ہر اجر کے بعد نور ہدایت دینے کا بھی وعدہ کیا اور مغفرت کا بھی پس نور اور مغفرت انہیں زیادہ ملی (ابن جریر) اسی مضمون کی آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ (سورہ انفال: ۲۹) یعنی اے ایمان اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہارے لئے فرقان کرے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے حضرت عمر فاروقؓ نے یہودیوں کے ایک بڑے عالم سے دریافت کیا کہ تمہیں ایک نیکی پر زیادہ سے زیادہ کس قدر فضیلت ملتی ہے اس نے کہا ساڑھے تین سو تک آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا ہمیں تم سے دو ہر املا ہے حضرت سعید نے اسے بیان فرما کر یہی آیت پڑھی اور اسی طرح جمعہ کا دو ہر اجر ہے مسند احمد کی حدیث میں ہے تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانے چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لے کر آدھے دن تک کام کرے؟ پس یہود تیار ہو گئے! اس نے پھر کہا ظہر سے عصر تک اب جو کام کرے اسے میں ایک قیراط دوں گا اس پر نصرانی تیار ہو گئے کام کیا اور اجرت لی اس نے پھر کہا اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اسے دو قیراط دوں گا پس وہ تم مسلمان ہو اس پر یہود و نصاریٰ بہت بگڑے اور کہنے لگے کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انہیں زیادہ ملے ہمیں کم دیا گیا تو انہیں جواب ملا کہ میں نے تمہارا کوئی حق تو نہیں مارا انہوں نے کہا نہیں ایسا تو نہیں ہوا جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں صحیح بخاری شریف میں ہے مسلمانوں اور یہود و نصرائیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چند لوگوں کو کام پر لگایا اجرت ٹھہرائی اور کہا دن بھر کام کرو وہ کام پر لگ گئے لیکن آدھے دن کام کر کے کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں جو ہم نے کیا ہم اس کی اجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام نہیں کریں گے اس نے انہیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو کام پورا کرو اور مزدوری لے جاؤ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کام ادھورا چھوڑ کر اجرت لئے بغیر چلتے بنے اس نے اور مزدور لگائے اور کہا کہ باقی کام شام تک تم پورا کرو اور پورے دن کی مزدوری میں تمہیں دوں گا یہ کام پر لگے لیکن عصر کے وقت یہ بھی کام سے ہٹ گئے اور کہہ دیا کہ اب ہم سے نہیں ہو سکتا ہمیں آپ کی اجرت نہیں چاہئے اس نے انہیں بھی سمجھایا کہ دیکھو اب دن باقی ہی کیا رہ گیا ہے تم کام پورا کرو اور اجرت لے جاؤ لیکن نہ مانے اور چلے گئے اس نے پھر اوروں کو بلایا اور کہا تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ چنانچہ انہوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی

احترام بھی یہی لے گئے پس یہ ہے مثال ابن لی اور اس نور کی مثال جسے انہوں نے قبول کیا پھر فرماتا ہے یہ اس لئے کہ اہل کتاب یقین کر لیں کہ خدا جسے دے یہ اس کے لوٹانے اور جسے دے اسے دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور اس بات کو بھی وہ جان لیں کہ فضل و کرم کا مالک صرف وہی پروردگار ہے اس کے فضل کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگ سکتا امام ابن جریر فرماتے ہیں لَنْتَلَا يَعْلَمَ كَمَا مَعْنَى لِيَعْلَمَ ہے حضرت ابن مسعود کی قرأت میں لَكِي يَعْلَمَ ہے اسی طرح حضرت عطاء بن عبد اللہ اور حضرت سعید بن جبیرؓ سے بھی یہی قرأت منقول ہے غرض یہ ہے کہ کلام عرب میں لاصلہ کے لئے آتا ہے جو کلام کے اول آخر میں آجاتا ہے اور وہاں انکار مراد نہیں ہوتا جیسے مَا مَنَعَكَ لَا تَسْجُدُ (سورہ اعراف ۱۲) میں اور وَمَا يَشْعُرُكُمْ أَنَّهُمَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ (سورہ انعام ۱۰۹) اور وَحَرَامٌ عَلَى قَرْبَةٍ أَهْلُكُنَّاهُ أَنَّهُمْ لَا يُؤْجَعُونَ۔ (سورہ انبیاء: ۹۵) میں

پارہ: ۲۸

تفسیر سورہ مجادلہ مدنیہ

سُورَةُ الْمُجَادَلَةِ مَكِّيَّةٌ فِي ثَمَانِ عَشْرَ آيَاتٍ وَثَلَاثُونَ

کل روع ۳۰ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کل آیت ۲۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ①

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اپنے رنج و غم کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ○

ایک خانگی جھگڑا:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثنا کے لائق ہے جس نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں کہ باوجود اسی گھر میں ہونے کے میں مطلقاً نہ سمجھ سکی کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ آواز کو بھی سن لیا اور یہ آیت اتری (بخاری و مسند احمد وغیرہ) اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ بابرکت ہے وہ خدا جو ہر اونچی نیچی آواز کو سنتا ہے یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا ورنہ اکثر باتیں باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ②

منزل ③

وسلم میری جوانی تو ان کے ساتھ کئی بچے ان سے پیدا ہوئے اب جب کہ میں بڑھیا ہو گئی تو میرے شوہر نے مجھ سے ظہار کر لیا اے اللہ میں تیرے سامنے اپنے اس دکھڑے کاروناروتی ہوں ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے باہر نکلی تھیں جو حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت اترے ان کے خاوند کا نام حضرت اولیس بن صامت تھا (ابن ابی حاتم) انہیں کچھ دماغی عارضہ کی شکایت تھی جس کا جب زور ہوتا تو ان حالت میں اپنی بی بی صاحبہ سے ظہار کر لیتے پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کہ دونوں میں کوئی تلخ کلامی پیش ہی نہیں آئی یہ بی بی صاحبہ سنو صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھنے اور خدا کے سامنے اپنی التجایان کرنے آئیں جس پر یہ آیت اتری حضرت ابو یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں کے ساتھ جارہے تھے جو ایک عورت نے آواز دے کر ٹھہرا لیا حضرت عمرؓ فوراً ٹھہر گئے اور ان سے پاس توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کراچکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المومنینؓ بھی وہیں آئے ایک شخص نے کہا امیر المومنین ایک بڑھیا کے کہنے سے آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا آپ نے فرمایا افسوس جانتے بھی ہو یہ یوں تھیں؟ اس نے کہا نہیں فرمایا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ حضرت حولہ بنت ثعلبہؓ ہیں اگر یہ آج باتیں کرتے رات کر دیتیں تو بھی میں ان کی باتیں سنتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر مہربانہ خدمت کے لئے حاضر ہو جاتا (ابن ابی حاتم) اس کی سند منقطع ہے اور دوسرے طریق سے مروی ہے ایک روایت میں ہے کہ یہ خولہ بنت صامت تھیں اور ان کی والدہ کا نام معاذہؓ تھا جن کے بارے میں یہ آیت: وَلَا تَكْرَهُوا فِتْيَانَكُمْ (سورہ نور ۳۳) نازل ہوئی تھی لیکن درست یہ ہے کہ حضرت خولہؓ کو س بن صامتؓ کی بیوی تھیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ مَاهُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ
وَأَنَّهُمْ لَيَقُولُنَّ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ۝
يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۝
قَبْلَ أَنْ يَتِمَّ آذَانُكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝
فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتِمَّ آذَانُكُمْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِطَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا
ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً یوں کہہ دیتے ہیں انت علی کظہر امی) وہ ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو ظہار فقہاء کی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کے عضو کے ساتھ تشبیہ کی جو شوہر کے لئے حرام تھی مثلاً شوہر کے لئے انت علی کظہر امی تو مجھ پر ایسی حرام ہے جیسا کہ مجھ پر میری ماں کی پشت وغیرہ فیہا کے یہاں اس لحاظ سے ایک عورت کی عورتی جہانی شوہر کی بیوی میں واقع ہو جاتی ہے۔

صرف وہی ہیں جنہوں نے ان کو جتنا ہے اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور (چونکہ) جھوٹ بات کہتے ہیں (اس لئے گناہ ضرور ہو گا) اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخش دینے والے ہیں اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنی چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بیوی) باہم اختلاط کریں اس نئے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے پھر جس کو (غلام و لونڈی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمے پیاپے (یعنی لگاتار) دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ حکم اس لئے (بیان کیا گیا) ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور یہ اللہ کی حدیں (باندھی ہوئی) ہیں اور کافروں کے لئے سخت دردناک عذاب ہوگا ○

ظہار اور اس کے احکام:

حضرت خولہ بنت ثعلبہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں اس سورہ مجادلہ کی شروع کی (چار آیتیں اتری ہیں) میں ان کے گھر میں تھی یہ بوڑھے اور بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے ایک دن باتوں ہی باتوں میں نے ان کی کسی بات کا خلاف کیا اور انہیں کچھ جواب دیا جس پر وہ بڑے غضبناک ہوئے اور غصے میں فرمانے لگے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر گھر سے چلے گئے اور باہر مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنی چاہی تمہیں نے کہا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں خویلہ کی جان ہے تمہارے اس کہنے کے بعد یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر وہ چونکہ کمزور اور ضعیف تھے میں ان پر غالب آگئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی اور اس سے کپڑا مانگا اور اوڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اس واقعہ کو بھی بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنی شروع کر دیں آپ یہی فرماتے جاتے تھے خویلہ اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو وہ بوڑھے ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی جب وحی اتر چکی تو آپ نے فرمایا خویلہ تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئی ہیں پھر آپ نے : قَدْ سَمِعَ اللَّهُ مِنْكُمْ تِلْكَ الْكَلِمَہِ کہہ دو کہ ایک غلام آزاد کر دیں میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بہت مسکین شخص ہیں آپ نے فرمایا اچھا تو دو مہنے کے لگا تار روزے رکھیں میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں کمزور ہیں انہیں دو ماہ کے روزوں کی بھی طاقت نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً چار من پختہ) کھجوریں دے دیں میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین کے پاس یہ بھی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا آدھا وسق کھجوریں میں اپنے پاس سے دے دوں گا میں نے کہا بہتر آدھا وسق میں دے دوں گی آپ نے فرمایا یہ تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا جاؤ یہ ادا کر دو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کے لڑکے ہیں محبت پیار خیر خواہی اور فرمانبرداری سے گزارا کرو (مسند احمد و ابوداؤد) ان کا نام بعض روایتوں میں خویلہ کے بجائے خولہ بھی آیا ہے اور بنت ثعلبہ کے بدلے بنت مالک بن ثعلبہ بھی آیا ہے ان اقوال میں ایسا کوئی اختلاف نہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہو واللہ اعلم۔ اس سورت کی ان شروع کی آیتوں کا صحیح شان

۱۔ مطلب وہی ہے کہ ان دنوں میں کچھ شکایات دماغی کی وجہ سے خاص الجھن میں رہتے جن کی بنا پر تحمل اور برداشت کرنے پر قدرت نہیں تھی۔

۲۔ یعنی ہم بستری کی خواہش کی۔

۲۰ یعنی جو ابھی تم نے مجھ کو اپنی ماں کے ساتھ تشبیہ دی اور جس کے عرب جاہلیت میں ایک طرح سے طلاق ہو جاتی تھی۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۖ (۲۸)

نزول یہی ہے حضرت سلمہ بن صحز کا واقعہ جواب آرہا ہے وہ اس کے نزول کا باعث نہیں ہوا ہاں البتہ جو حکم ظہار کا ان آیتوں میں تھا انہیں بھی دیا گیا یعنی آزادگی غلام یا روزے یا کھانا دینا حضرت سلمہ بن صحز انصاریؓ کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ جماع کی طاقت اوروں سے بہت زیادہ تھی رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہوں میں روزے کے وقت میں بیچ نہ سکوں میں نے رمضان بھر کے لئے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی بدن پر سے کپڑا ہٹ گیا پھر تاب کہاں تھی؟ اس سے بات چیت کر بیٹھا صبح اپنی قوم کے پاس آکر میں نے کہا رات ایسا واقعہ ہو گیا ہے تم مجھے لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اور آپ سے پوچھو کہ اس گناہ کا بدلہ کیا ہے؟ سب نے انکار کیا کہ ہم تو تیرے ساتھ نہیں جائیں گے ایسا نہ ہو کہ قرآن کریم میں اس کی بابت کوئی آیت اترے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات فرمادیں کہ ہمیشہ کے لئے ہم پر عار باقی رہ جائے تو جانے تیرا کام تو نے ایسا کیوں کیا؟ ہم تیرے ساتھ نہیں میں نے کہا اچھا پھر میں اکیلا جاتا ہوں چنانچہ میں گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ایسا واقعہ ہو گیا آپ نے پھر فرمایا تم نے ایسا کیا؟ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ خطا ہو گئی آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی فرمایا میں نے پھر اقرار کیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہوں جو سزا میرے لئے تجویز کی جائے میں اسے صبر سے برداشت کروں گا آپ حکم دیجئے آپ نے فرمایا جاؤ ایک غلام آزاد کرو میں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو صرف اس کا مالک ہوں خدا کی قسم مجھے غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں آپ نے فرمایا پھر دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا۔ آپ نے فرمایا پھر جاؤ صدقہ کرو میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس کچھ نہیں ہے بلکہ آج کی شب سب گھر والوں نے فاقہ کیا فرمایا اچھا بنو زریق کے قبیلے کے صدقے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ صدقہ کا مال تمہیں دے دے تم اس میں ایک وسق کھجور تو ساٹھ مسکینوں کو دے دے اور باقی تم اپنے اور اپنے بال بچوں کے کام لاؤ میں خوش خوش واپس لوٹا اور اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا تمہارے پاس تو میں نے تنگی اور برائی پائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنے صدقے تم مجھے دے دو چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیئے (مسند احمد ابو داؤد وغیرہ) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اوس بن صامتؓ اور ان کی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے واقعہ کے بعد کا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ ظہار کا واقعہ حضرت اوس بن صامتؓ کا ہے جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے ان کی بیوی کا نام خولہ بنت ثعلبہ بن مالک تھا رضی اللہ عنہا۔ اس واقعہ سے حضرت خولہ کو اندیشہ تھا کہ شاید طلاق ہو گئی انہوں نے خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا ہے اور اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو دونوں برباد ہو جائیں گے میں اب اس لائق بھی نہیں رہی کہ مجھ سے اولاد ہو جائے اس تعلق کو بھی زمانہ گزر چکا ہے اور بھی اسی طرح کی باتیں کہتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں اب تک ظہار کا کوئی حکم اسلام میں نہ تھا اس پر یہ آیتیں شروع سورت سے الیم تک اتریں حضور نے حضرت اویس کو بلوایا اور پوچھا کہ غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر انکار کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے رقم جمع کی انہوں نے اس سے غلام خرید کر آزاد کیا اور اپنی بیوی سے رجوع کیا (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کا یہی بیان ہے کہ یہ آیتیں انہی

۱۔ اس جواب کا سن کر آنحضور ﷺ کا خاموش ہو جانا ظاہر ہے کہ آپ کا ایک خصوصی فیصلہ ہے ورنہ اس طرح کے خطرات کو فقہا اس درجہ اہمیت دینے کے سے تیار نہیں کہ مسئلہ کا حکم ہی بدل دیں۔

کے بارے میں نازل ہوئی ہیں واللہ اعلم لفظ ظہار مشتق ہے ظہر سے چونکہ اہل جاہلیت اپنی بیوی سے ظہار کرتے وقت یوں کہتے تھے کہ: **أَنْتَ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي** یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ شریعت میں حکم یہ ہے کہ اس طرح خواہ کسی عضو کا نام لے ظہار ہو جائے گا ظہار جاہلیت کے زمانے میں طلاق سمجھا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس میں کفارہ مقرر کر دیا اور طلاق شمار نہیں کیا جیسے کہ جاہلیت کا دستور تھا سلف میں سے اکثر حضرات نے یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباسؓ جاہلیت کے اس دستور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں اسلام میں جب خویلو والا واقعہ پیش آیا اور دونوں میاں بیوی نادوم ہوئے تو حضرت اوس نے اپنی بیوی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا یہ جب آئیں تو دیکھا کہ آپؐ کنگھی کر رہے ہیں آپ نے واقعہ سن کر فرمایا ہمارے پاس اس کا کوئی حکم نہیں اتنے میں یہ آیتیں اتریں اور آپ نے حضرت خویلو کو اس کی خوشخبری دی اور پڑھ کر سنائیں جب غلام کو آزاد کرنے کا ذکر آیا تو عذر کیا کہ ہمارے پاس غلام نہیں پھر روزوں کا ذکر سن کر کہا کہ اگر ہر روز تین مرتبہ پانی نہ پیئیں تو بوجہ اپنے بڑھاپے کے فوت ہو جائیں جب کھانا کھلانے کا ذکر سنا تو کہا چند لقموں پر تو سارا دن گزرتا ہے اور وہ کو دینا تو کہاں ممکن؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا وسیق تم میں صاع منگوا کر انہیں دیئے اور فرمایا اسے صدقہ کرو اور اپنی بیوی سے رجوع کر لو (ابن جریر) اس کی اسناد قوی اور پختہ ہیں لیکن ادائیگی کی غربت سے خالی نہیں حضرت ابوالعالیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے فرماتے ہیں خولہ بنت دخیج ایک انصاری کی بیوی تھیں جو کم نگاہ والے مفلس اور کج خلق تھے کسی دن کسی بات پر میاں بیوی میں جھگڑا ہو گیا تو جاہلیت کی رسم کے مطابق ظہار کر لیا جو ان کی طلاق تھی یہ بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اس وقت آپؐ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے اور ام المومنینؓ آپؐ کا سردھور ہی تھیں جا کر سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے؟ میرے علم میں تو اس پر حرام ہو گئی یہ سن کر کہنے لگیں خدایا میری عرض تجھ سے ہے اب حضرت عائشہؓ آپ کے سر مبارک کا ایک طرف کا حصہ دھو کر گھوم کر دوسری جانب آئیں اور ادھر کا حصہ دھونے لگیں تو حضرت خولہ بھی گھوم کر اس طرف آئیں اور اپنا واقعہ دہرایا آپ نے پھر یہی جواب دیا حضرت ام المومنین نے دیکھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے تو ان سے کہا کہ دور ہٹ کر بیٹھو یہ دور کھسک گئیں ادھر وحی نازل ہوئی شروع ہوئی جب اتر چکی تو آپ نے فرمایا وہ عورت کہاں ہے؟ حضرت ام المومنین نے انہیں آواز دے کر بلایا آپ نے فرمایا جاؤ اپنے خاوند کو لے آؤ یہ دوڑتی ہوئی گئی اور اپنے شوہر کو بلالائیں تو واقعی آپ ایسے ہی تھے جیسے انہوں نے کہا تھا آپ نے: **اِسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** پڑھ کر اس سورت کی یہ آیتیں سنائیں اور فرمایا کہ تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر دو تین دفعہ دن میں نہ کھاؤں تو بینائی بالکل جاتی رہتی ہے فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا لیکن اگر میری مدد فرمائیں تو اور بات ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اعانت کی اور فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور جاہلیت کی اس رسم طلاق کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ نے اسے ظہار مقرر فرمایا (ابن ابی حاتم و ابن جریر) حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں ایلا اور ظہار جاہلیت کے زمانہ کی طلاقیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ایلا میں تو چار مہینے کی مدت مقرر فرمائی اور ظہار میں کفارہ مقرر فرمایا حضرت امام مالکؒ نے لفظ منکم سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ یہاں مومنوں سے خطاب ہے اس لئے اس حکم میں کافر داخل نہیں جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے ورنہ سچی کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ باعتبار غلبہ کے کہہ دیا گیا ہے اس لئے بطور قید کے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں لے سکتے لفظ من نساہم سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ لوٹھی سے ظہار نہیں نہ وہ اس خطاب میں داخل ہے پھر فرماتا ہے اس کہنے سے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے یا میرے لئے تو مثل میری ماں کے ہے یا مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا اور ایسے ہی الفاظ

اپنی بیوی کو کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی حقیقی ماں تو وہی ہے جس کے بطن سے یہ تولد ہوا ہے یہ لوگ اپنے منہ سے خش اور باطل قول بول دیتے ہیں اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخش دینے والا ہے اس نے جاہلیت کی اس تنگی کو تم سے دور کر دیا اسی طرح ہر وہ کلام جو ایک دم زبان سے بغیر سوچے سمجھے اور بلا قصد نکل جائے چنانچہ ابو داؤد وغیرہ: ۱۷۱۱ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے اے میری بہن تو آپ نے فرمایا کیا یہ تیری بہن ہے؟ غرض یہ کہنا برا لگا اسے روکا مگر اس سے حرمت ثابت نہیں کی کیونکہ دراصل اس کا مقصود یہ نہ تھا یونہی بغیر قصد کے نکل گیا تھا ورنہ ضرور ہی حرمت ثابت ہو جاتی کیونکہ صحیح قول یہی ہے کہ اپنی بیوی کو جو شخص اس نام سے یاد کرے جو محرمات ابدیہ ہیں مثلاً بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ تو وہ بھی حکم میں ماں کے ہیں جو لوگ ظہر کریں پھر اپنے کہنے سے لوٹیں اس کا مطلب ایک تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظاہر کیا پھر مکرر اس لفظ کو کہا کہ لیکن یہ ٹھیک نہیں بقول حضرت امام شافعیؒ مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی امام احمد فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تا وقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا پھر جماع ہے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد جو شخص اب ظہار کرے گا اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے حضرت سعید فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو یہ کفارہ ادا کرے حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ مجامعت کرنی چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ابن عباسؒ وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مس سے مراد صحبت کرنا ہے زہری فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا بوسہ لینا بھی کفارہ کی ادائیگی سے قبل جائز نہیں سنن میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے میں اس سے مل لیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے ایسا تو نے کیوں کیا کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندی رات میں اس کے خلخال (پازیب) کی چمک نے مجھے بے تاب کر دیا آپ نے فرمایا اب اس سے قربت نہ کرنا جب تک کہ خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کفارہ ادا نہ کر دے نسائی میں یہ حدیث مرسل موجود ہے پھر کفارہ بیان ہو رہا ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہاں یہ قید نہیں کہ مومن ہی ہو جیسے قتل کے کفارے میں غلام کے مومن ہونے کی قید ہے امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں یہ مطلق اس مقید پر محمول ہوگی کیونکہ آزادی جیسی وہاں ہے ایسی ہی یہاں ہے اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کہ ایک سیاہ فام لونڈی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے اوپر واقعہ گزر چکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہار کر کے پھر کفارہ سے قبل واقعہ ہونے والے کو دوسرا کفارہ ادا کرنے کو نہیں فرمایا پھر فرماتا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی دھمکایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں سے خبردار ہے اور تمہارے احوال کا عالم ہے جو غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنے کے بعد اپنی بیوی سے اس صورت میں مل سکتا ہے اور اگر اس کا بھی مقدور نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینے کے بعد پہلے حدیثیں گزر چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدم پہلی صورت پھر دوسری پھر تیسری جیسے کہ صحیحین کی اس حدیث میں بھی ہے جس میں آپ نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کیا اور اس طرح غلام آزاد کرنے کی ایک صورت یہ تھی کہ کوئی شخص غلام کا مالک ہی نہیں تھا ایسے ہی مجبوری کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ غلام کا رواج ہی نہ ہو جیسا کہ اب ہندوستان پاکستان اور دوسرے اکثر ممالک میں بہر حال ایسے شخص کے لئے متبادل صورت پھر یہی ہے کہ وہ روزے رکھے نیز یہ بھی فقہانے سے ہے کہ اگر کسی ایک ہی شخص کو ساٹھ روز مسلسل کھلا دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کرنے والے کو فرمایا تھا ہم نے یہ احکام اس لئے مقرر کئے ہیں تاکہ تمہارا کامل ایمان اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو جائے یہ خدا کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کے محرمات ہیں خبردار اس حرمت کو نہ توڑنا جو کافر ہوں یعنی ایمان نہ لائیں حکم برداری نہ کریں شریعت کے احکام کی بے عزتی کریں ان پر لا پرواہی کریں انہیں بلاؤں سے بچنے والا نہ سمجھیں بلکہ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ الْمُرْتَانِ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ آيِنٌ مَا كَانُوا ثُمَّ يَنْبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب نازل ہوگا جس روز ان سب کو اللہ دوبارہ زندہ کرے گا پھر ان سب کا کیا ہوا ان کو بتلا دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ یعنی اللہ نہ ہو اور نہ پانچ کی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ (اس عدد) سے کم (میں) ہوتی ہے (جیسے دو یا چار میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان (سب) کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے ○

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت:

فرمان ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اور احکام شریعت سے سرتابی کرنے والے ذلت، نحوست اور لعنت کے مستحق ہیں جس طرح ان سے پہلے انہی اعمال کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے اسی طرح یہ بھی اس سرکشی کے باعث تباہ اور برباد کئے جائیں گے ہم نے اس طرح واضح اس قدر ظاہر اتنی صاف اور ایسی کھلی ہوئی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ آیت کے ذیل میں بعض علماء نے ان تمام مسلمان قانون ساز حکام اور با اختیار اداروں کو بھی داخل کیا ہے جو شرعی احکام کے بجائے غیر اسلامی قوانین بنا کرتے ہوں لیکن صاحب روح المعانی علامہ آلوسی زادہ نے لکھا ہے کہ صحیح نہیں۔

سوائے اس کے جس کے اطوار سرکشی کے ہوں کوئی ان سے انکار نہیں کر سکتا اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ایسے کفار کے لئے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت آمیز عذاب ہیں یہاں ان کے تکبر نے خدا کی طرف جھکنے سے روکا وہاں اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا خوب روند جائے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس نے کی تھی اس سے اسے آگاہ کرے گا گو یہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اسے یاد رکھا تھا اس کے فرشتوں نے اسے لکھ رکھا تھا نہ تو اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز چھپ سکے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے پھر بیان فرماتا ہے کہ تم جہاں ہو جس حالت میں ہو نہ تمہاری باتیں خدا تعالیٰ کے سننے سے رہ سکیں نہ تمہاری حالتیں خدا کے دیکھنے سے پوشیدہ رہیں اس کے علم نے ساری دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اسے ہر زبان و مکان کی اطلاع ہر وقت ہے وہ زمین و آسمان کی تمام کائنات سے با علم ہے تین شخص آپس میں مل کر نہایت پوشیدگی سے رازداری کے ساتھ اپنی باتیں ظاہر کریں انہیں وہ سنتا ہے اور وہ خود کو تین ہی نہ سمجھیں بلکہ اپنا چوتھا خدا کو گنیں اور جو پانچ شخص تنہائی میں رازداریاں کر رہے ہوں وہ بھی یقین رکھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان کے ساتھ ان کا اللہ ہے یعنی ان کے حال قال سے مطلع ہے ان کے کلام کو سن رہا ہے اور ان کی حالتوں کو دیکھ رہا ہے پھر ساتھ ہی ساتھ اس کے فرشتے لکھتے بھی جا رہے ہیں جیسے اور جگہ ہے: اَلَمْ يَعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (سورہ توبہ: ۷۸) کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگیوں اور ان کی سرگوشیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام غیوبوں پر اطلاع رکھنے والا ہے اور جگہ ارشاد ہے: اَمْ يَحْسَبُونَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ (سورہ زخرف: ۸۰) کیا ان کا یہ گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور خفیہ باتوں اور مشوروں کو سن نہیں رہے؟ برابر سن رہے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس موجود ہیں جو لکھتے جا رہے ہیں اکثر بزرگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت میں مراد معیت علمی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود نہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر جگہ ہے ہر تین کے مجمع میں چوتھا اس کا علم ہے تبارک و تعالیٰ بے شک و شبہ اس بات پر ایمان کامل اور یقین راسخ رکھنا چاہئے کہ یہاں مراد ذات کے ساتھ نہیں بلکہ علم کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہونا ہے ہاں بے شک اس کا سننا دیکھنا بھی اسی طرح اس کے علم کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی مخلوق پر مطلع ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں پھر قیامت کے دن انہیں ان کے تمام اعمال پر متنبہ کرے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو شروع بھی اپنے علم کے بیان سے کیا تھا اور ختم بھی علم خدا کے بیان پر کیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوا عَنْ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَبَّجُوْنَ بِالْاِثْمِ

وَالْعُدُوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ

فِيْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلُوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ

الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝۹ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ

مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا (مگر) پھر (بھی) وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور وہ جب لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور اپنے جی میں (یا اپنے آپس میں) کہتے ہیں کہ اگر یہ پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے کہنے پر سزا فوراً کیوں نہیں دیتا ان کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ ضرور داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانہ ہے اسے ایمان لانے والو جب تم کسی ضرورت سے نہ سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسائی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے (یعنی اس کے بہکانے سے) ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور وہ شیطان بدوں خدا کے ارادے کے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مسلمان کو تو دہرا امر میں اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے ○

خدا تعالیٰ کا ایک حکم:

غلط قسم کی سرگوشیوں سے یہودیوں کو روک دیا گیا تھا اس لئے کہ ان میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب صلح و صفائی تھی تو لوگ یہ حرکت کرنے لگے کہ جہاں کہیں بھی کسی مسلمان کو دیکھا اور جہاں کہیں کوئی ان کے پاس گیا کہ یہ ادھر ادھر جمع ہو کر چپکے اشارے کنائے سے اس طرح کا نا پھوسی کرنے لگتے کہ اکیلا اکیلا مسلمان یہ گمان کرتا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں میرے خلاف اور ایمانداروں کے خلاف کچھ مخفی ترکیبیں سوچ رہے ہیں اسے ان کی طرف جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے جب یہ شکایات عام ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اس غلط حرکت سے روک دیا لیکن وہ باز نہ آئے ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے ہم لوگ باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام ہو تو کریں ایک روز باری والے بھی آئے اور کچھ اور لوگ بھی بہ نیت ثواب آگئے چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم چند جماعتوں میں تقسیم ہو کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت بات کرنے لگی اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رشریف لائے اور فرمایا یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری توبہ ہے ہم مسیح دجال کا ذکر رہے تھے کیونکہ اس سے کھٹکا لگا رہتا ہے آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتلا دوں وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہو اور دوسروں کے دکھانے کے لئے کوئی دینی کام کرے (یعنی ریاکاری) اس کی اسناد غریب ہے اور اس میں بعض راوی ضعیف ہیں پھر بیان ہوتا ہے کہ ان کی سرگوشیاں یا تو گناہ کاموں کے لئے ہوتی ہیں جس میں ان کا ذاتی نقصان ہے یا ظلم پر ہوتی ہیں جس میں دوسروں کے نقصان کی ترکیبیں سوچتے ہیں یا اللہ علیہ السلام کی مخالفت پر ایک دوسرے کو پختہ کرتے ہیں اور آپ کی نافرمانیوں کے منصوبے گانٹتے ہیں پھر ان بدکاروں کی ایک بدتر خصلت بیان ہو رہی ہے کہ سلام کے الفاظ کو بھی یہ بدل دیتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئے اور کہا: اَلْسَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ سام کے معنی موت کے ہیں اس پر حضرت عائشہ نے ناراض ہو کر اس بد باطن یہودی کو کہنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا اے عائشہ! اللہ تعالیٰ برے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے میں نے کہا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں سنا؟ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام نہیں کہا بلکہ السام کہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا؟ میں نے کہ دیا: وعلیکم۔ اسی کا بیان یہاں ہو رہا ہے دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان کے جواب میں فرمایا تھا: عَلَیْکُمُ السَّامُ وَالذَّامُ وَاللَّعْنَةُ اور آپ نے حضرت صدیقہ کو روکتے ہوئے فرمایا کہ ہماری دعا ان کے حق میں مقبول ہے اور ان کا ہمیں کو سنا نام مقبول ہے۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ) ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی نے آکر سلام کیا صحابہؓ نے جواب دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا معلوم بھی ہے اس نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کیا تھا آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا تھا سام علیکم یعنی تمہارا دین مغلوب ہو مٹ جائے پھر آپ نے حکم دیا کہ اس یہودی کو بلاؤ جب وہ آگیا تو آپ نے فرمایا سچ بتا کیا تو نے سام علیکم نہیں کہا تھا؟ اس نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہی کہا تھا آپ نے فرمایا سنو جب کبھی کوئی اہل کتاب تم میں سے کسی کو سلام کرے تو تم صرف علیک کہہ دیا کرو یعنی جو تو نے کہا ہو وہ تجھ پر (ابن جریر) پھر یہ لوگ اپنے اس کرتوت پر خوش ہو کر اپنے دل میں کہتے کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہماری اس چال بازی پر ہمیں دنیا میں ضرور عذاب کرتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے باطنی حالات سے بخوبی واقف ہے پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے انہیں دار آخرت کا عذاب ہی کافی ہے جہاں یہ جہنم میں جائیں گے اور بری جگہ پہنچیں گے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہودیوں کا اس طریقے کا سلام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ منافق اسی طرح سلام کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا تم گناہ کے کاموں اور حد سے گزر جانے اور نبی کی نہ ماننے کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی کے اور اپنے تحفظ کے مشورے کرنے چاہئیں تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے جو اس وقت ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال و اقوال سے متنبہ کرے گا گو تم بھول گئے ہو لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا دست گرامی اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا یاد ہے فلاں گناہ تم نے کیا تھا فلاں کیا تھا یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا تنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ دنیا میں بھی میں نے تیری پرورش کی اور آج بھی میں نے بخشش کی پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ خدا پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں خبردار ہو جاؤ ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہے پھر ارشاد ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے شیطان ان منافقوں وغیرہ سے یہ کام اس لئے کراتا ہے کہ مومنوں کو رنج و غم ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہ شیطان نہ کوئی اور انہیں ضرر نہیں پہنچا سکتے جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہئے کہ اعوذ پڑھے خدا کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا ایسی کا نا پھوسی جو کسی مسلمان کو ناگوار گزرے حدیث میں بھی منع آیا ہے مسند احمد میں

۱۔ گویا میں ان کو ان کی بیہودگی کا مناسب جواب دے چکا ہوں اب زیادہ کہنا حدود سے تجاوز ہوگا۔

۲۔ کیونکہ انہوں نے ابتدا کی اور ابتدا کرنے والا ظالم ہوتا ہے اور ظاہر کہ ظالم کی دعا قبول نہیں ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مظلوم کے لئے راجحت بروقت کھلا رہتا ہے۔

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دو مل کر کان میں منہ ڈال کر باتیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ اس سے اس تیسرے کا دل رنجیدہ ہوگا (صحیحین) اور روایت ہے کہ ہاں اگر اس کی اجازت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانْشُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تم تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تم کو جنت میں کھلی جگہ دے گا اور جب (کسی ضرورت سے) یہ کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں ان لوگوں کے جن کو علم دین عطا ہوا ہے (آخری) درجے بلند کر دے اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے ○

ایک اخلاقی فریضہ:

یہاں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ مجلسی آداب سکھاتا ہے انہیں حکم دیتا ہے کہ نشست و برخاست میں بھی ایک دوسرے کا خیال و لحاظ رکھو ارشاد ہے کہ جب مجلس جمع ہو اور کوئی آئے تو ذرا ادھر ادھر ہٹ ہٹا کر اسے بھی جگہ دو مجلس میں کشادگی کرو اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنا دے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا اور حدیث میں ہے جو کسی سختی والے پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی کر دے گا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے اللہ تعالیٰ خود اپنے اس بندے کی مدد پر رہتا ہے اور بھی اسی طرح کی بہت سی احادیث ہیں حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہ آیت مجلس ذکر کے بارے میں اتری ہے مثلاً وعظ ہو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نصیحت کی باتیں فرما رہے ہیں لوگ بیٹھے سن رہے ہیں اب جو کوئی دوسرا آیا تو کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکھتا کہ اسے بھی جگہ مل جائے تو قرآن کریم نے حکم دیا کہ ایسا نہ کرو ادھر ادھر کھل جایا کرو تا کہ اس آنے والے کی جگہ ہو جائے حضرت مقاتل فرماتے ہیں جمعہ کے دن یہ آیت اتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفہ میں تھے یعنی مسجد کے ایک چھپر کے نیچے جگہ تنگ تھی اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جو مہاجر اور انصاری بدر کی لڑائی میں آپ کے ساتھ تھے آپ کی اور ان کی بڑی عزت اور تکریم کیا کرتے تھے اس دن چند بدری صحابہ ذرا دیر سے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام علیک ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا پھر اور اہل مجلس کو سلام کیا انہوں نے بھی جواب دیا اب یہ اسی امید پر کھڑے رہے کہ مجلس میں ذرا کشادگی دیکھیں تو بیٹھ جائیں لیکن کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا جو ان کے لئے جگہ ہوتی آنحضرت صلی اللہ علی وسلم نے جب یہ دیکھا تو نام لے لے کر بعض لوگوں کو ان کی جگہ سے کھڑا کیا اور ان بدری صحابیوں کو بیٹھنے کو فرمایا جو لوگ کھڑے کرائے گئے تھے انہیں ذرا ناگوار گزرا ادھر منافقین کے ہاتھ ایک مشغلہ لگ گیا کہنے لگے لیجئے یہ

۱۔ اے اللہ اے رحم الراحمین اے ستار العیوب اے غفار اے غفور رحیم کاش کہ جناب کا یہ معاملہ اس ظالم کار عیباں شعار کے ساتھ بھی ہو۔

۲۔ اور نفسیاتی طور پر وہ سمجھے گا کہ شاید یہ میری شکایت کر رہے ہیں۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۝

عدل کرنے کے مدعی نبی ہیں کہ جو لوگ شوق سے آئے پہلے آئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جگہ لی اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھ گئے انہیں تو ان کی جگہ سے کھڑا کر دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ دلوادی کس قدر نا انصافی ہے ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میلے نہ ہوں اس لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے مجلس میں جگہ کر دے اس حدیث کو سنتے ہی صحابہؓ نے فوراً اپنی جگہ سے ہٹا اور آنے والوں کو جگہ دینا شروع کر دیا اور جمعہ ہی کے دن یہ آیت اتری (ابن ابی حاتم) بخاری، مسلم مسند وغیرہ میں حدیث ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ہٹا کر اس جگہ آپ وہاں نہ بیٹھے بلکہ تمہیں چاہئے کہ ادھر ادھر ہٹ کر اس کے لئے جگہ بنا دو شافعی میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے ہرگز نہ اٹھائے بلکہ کہہ دے کہ گنجائش کرو اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے کہ کسی آنے والے کے لئے کھڑے ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ تو اجازت نہیں دیتے اور یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے سیدھے کھڑے ہو جایا کریں وہ جہنم میں اپنی جگہ بنالے بعض بزرگ تفصیل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سفر سے اگر کوئی آیا ہو تو اور حاکم کے لئے اس کی حکومت کی جگہ کھڑے ہو جانا درست ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے لئے کھڑے ہونے کو فرمایا تھا یہ حضرت سعد بن معاذؓ تھے بنو قریظہ کے آپ حاکم بنائے گئے تھے جب انہیں آتا ہوا دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور یہ بطور تعظیم کے نہ تھا بلکہ صرف اس لئے تھا کہ ان کے احکام کو بخوبی جاری کرائیں واللہ اعلم۔ ہاں اسے عادت بنالینا کہ مجلس میں جہاں کوئی بڑا آدمی آیا اور لوگ کھڑے ہو گئے یہ عجمیوں کا طریقہ ہے سنن کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب اور با عزت کوئی نہ تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند نہیں کرتے سنن کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہی مجلس کے خاتمہ پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو جاتے ہیں وہی جگہ صدارت کی جگہ بن جاتی اور صحابہ کرامؓ اپنے اپنے مراتب کے مطابق مجلس میں بیٹھ جاتے حضرت الصدیقؓ آپ کے دائیں جانب فاروقؓ آپ کے بائیں جانب اور عموماً حضرت عثمانؓ و علیؓ رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے بیٹھتے تھے کیونکہ یہ دونوں بزرگ کاتب وحی تھے آپ ان سے فرماتے اور یہ وحی کو لکھ لیا کرتے تھے صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ مجھ سے قریب ہو کر عقل مند لوگ صاحب فراست لوگ بیٹھیں پھر درجہ بدرجہ اور یہ انتظام اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات یہ حضرات سنیں اور بخوبی سمجھیں یہی وجہ تھی کہ صفہ والی مجلس میں جس کا ذکر ابھی ابھی گزرا ہے آپ نے اور لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر وہ جگہ بدری صحابہ کو دلوائی گو اس کے ساتھ اور اسباب بھی تھے مثلاً ان لوگوں کو خود چاہئے تھا کہ ان بزرگ صحابہ کا خیال کرتے اور لحاظ و مروت برت کر خود ہٹ کر انہیں جگہ دیتے جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر حکما ان سے ایسا کرایا گیا اسی طرح پہلے کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم = یعنی اس تیسرے شخص کی۔

ظاہر ہے کہ وہ حضرات صحابہ جنہوں نے بدر کے معرکہ میں شرکت کی تھی اپنی جان سپاری اخلاص ایثار جب فی اللہ اور اسلام کی اس وقت خدمت جب کہ اسلام کا نام لینا بھی مشکل تھا ان فضائل کی وجہ سے ہر طرح کے احترام کے مستحق تھے اس لئے آپ نے ان کو بٹھانے کا اہتمام کیا اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام بہر حال ضروری ہے۔

۱۔ کیونکہ جب تک کسی حاکم کی تعظیم اور توقیر دل و دماغ میں قائم نہیں ہوتی اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ بھی لوگوں میں نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا اس طرح کا احترام اگر آپ ہی قائم نہ کرتے تو اور کون کرتا۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی صفوں کی درستی کے وقت ہمارے موٹے ہونے سے خود پکڑ پکڑ کر ٹھیک کرتے اور فرماتے جاتے سیدھے رہو ٹیڑھے ترچھے نہ کھڑے ہوا کرو دانائی اور عقل مندی والے مجھ سے بالکل قریب رہیں پھر درجہ بدرجہ حضرت ابو مسعودؓ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے ہیں باوجود اس حکم کے افسوس کہ تم اب بڑی ٹیڑھی صفیں کرتے ہو مسلم ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے ظاہر ہے کہ جب آپ کا یہ حکم نماز کے لئے تھا تو نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں تو یقیناً یہی حکم رہے گا ابو داؤد و شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو درست رکھو موٹے ملائے رکھو صفوں کے درمیان خالی جگہ نہ چھوڑو اپنے بھائیوں کے لئے صف میں نرم بن جایا کرو صف میں شیطان کے لئے سوراخ نہ چھوڑو صف ملانے والے کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور صف توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کاٹ دیتا ہے اسی لئے سید القراء حضرت ابی بن کعبؓ جب پہنچتے تو صف اول میں کسی ضعیف العقل شخص کو پیچھے ہٹا دیتے اور خود پہلی صف میں مل جاتے اور اسی حدیث کی دلیل میں پیش فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھ سے قریب ذی رائے اور اعلیٰ عقلمند کھڑے ہوں پھر درجہ بدرجہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھ کر اگر کوئی شخص کھڑا ہو جاتا تو آپ اس کی جگہ پر نہ بیٹھتے اور اس حدیث کو پیش کرتے جو اوپر گزری کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ میں اور نہ بیٹھے یہاں بطور نمونے کے یہ چند مسائل اور تھوڑی حدیثیں لکھ کر ہم آگے چلتے ہیں تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ تین شخص آئے ایک تو مجلس کے درمیان جگہ خالی دیکھ کر وہاں آکر بیٹھ گئے دوسرے نے مجلس کے آخر میں جگہ بنالی تیسرے واپس چلے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میں تمہیں تین شخصوں کی بابت خبر دوں ایک نے تو اللہ کی طرف جگہ لی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دی دوسرے نے شرم کی اللہ نے بھی اس سے حیا کی تیسرے نے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا مسند احمد میں ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان تفریق کرے ہاں ان کی خوشنودی سے ہو تو اور بات ہے (ابو داؤد و ترمذی) امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے حضرت ابن عباسؓ بصریؒ وغیرہ فرماتے ہیں مجلسوں کی کشادگی کا حکم جہاد کے بارے میں ہے اسی طرح اٹھ کھڑے ہونے کا حکم بھی جہاد کے بارے میں ہے حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یعنی جب تمہیں بھلائی اور کار خیر کی طرف بلایا جائے تو تم فوراً آ جاؤ حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں نماز کے لئے بلایا جائے تو آ جایا کرو حضرت عبدالرحمن بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آتے تو جاتے وقت ہر ایک کی تمنا یہ ہوتی کہ سب سے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوں بسا اوقات آپ کو کوئی کام ہوتا تو بڑا حرج ہوتا لیکن آپ مروت سے کچھ نہ فرماتے اس پر یہ حکم ہوا کہ جب تم سے کھڑے ہونے کو کہا جائے تو کھڑے ہو جایا کرو جیسے اور جگہ ہے: **وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا** (سورہ نور: ۲۸) اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ پھر فرماتا ہے کہ مجلسوں میں جب جگہ دینے کو کہا جائے تو چلے جانے میں اپنی ہتک نہ سمجھو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ کرنا اور اپنی توقیر کرنا ہے اسے خدا ضائع نہ کرے گا بلکہ اس پر دنیا اور آخرت میں نیک بدلہ دے گا جو شخص احکام خدا پر تواضع سے گردن جھکا دے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور اس کی شہرت نیکی کے ساتھ کرتا ہے ایمان والوں اور صحیح علم والوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ خدا کے احکام کے سامنے گردن جھکا دیا کریں اور اس سے وہ بلند درجوں کے مستحق ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بلند مرتبہ کا مستحق کون ہے؟ اور کون نہیں حضرت نافع بن عبد الحارثؒ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی ملاقات عسفان میں ہوئی ہے حضرت عمرؓ نے انہیں مکہ

۱۔ اس طرح دونوں بزرگوں کا مل مختلف تھا اور امت کے لئے اس طریق کا اختیار کرنے کی گنجائش نکل آئی اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

شریف کا عامل بنایا تھا تو ان سے پوچھا کہ تم مکہ شریف میں اپنی جگہ کسے چھوڑ آئے ہو؟ جواب دیا کہ ابن ابزیٰ کو۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا وہ تو ہمارے مولیٰ ہیں یعنی آزاد کردہ غلام انہیں تم اہل مکہ کا امیر بنا کر چلے ہو؟ کہا ہاں اس لئے کہ وہ خدا کی کتاب کا ماہر اور فرائض کا جاننے والا اور اچھا وعظ کہنے والا ہے حضرت عمرؓ نے اس وقت فرمایا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے ایک قوم کو عزت پر پہنچا کر بلند مرتبہ کرے گا اور بعضوں کو پست و کم مرتبہ بنا دے گا (مسلم) علم اور علماء کی فضیلت جو اس آیت اور دیگر آیات و احادیث سے ظاہر ہے میں نے ان سب کو بخاری شریف کی کتاب العلم کی شرح میں جمع کر دیا ہے۔ والحمد للہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِمُْوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ
ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنِ اتَّخَذُوكُمُ اللَّهُ غُفُورًا رَّحِيمًا ۝^{۱۳} وَأَشْفَقْتُمْ أَنَّ
تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقْتُمْ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا
الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۝ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝^{۱۴}

اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور گناہوں سے پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو صدقہ دینے کی مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو (اخیر) جب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور رسول کا کہنا مانا کرو اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے ○

ایک حکمت آمیز امر:

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے نبی سے جب تم کوئی راز کی بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے میری راہ میں خیرات کیا کرو تا کہ تم پاک صاف ہو جاؤ اور اس قابل بن جاؤ کہ میرے پیغمبر سے مشورہ کر سکو ہاں اگر کوئی غریب مسکین شخص ہو تو خیر سے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے رحم پر نظریں رکھنی چاہئیں یعنی یہ حکم صرف انہیں ہے جو مالدار ہوں پھر فرمایا کیا تمہیں اس حکم کے باقی رہ جانے کا اندیشہ تھا اور خوف تھا کہ یہ صدقہ کب تک واجب رہے گا اچھا جب تم نے اسے نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں معاف فرمایا تو اب اور مذکورہ بالا فرائض کا پوری طرح خیال رکھو کہا جاتا ہے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ کرنے کا شرف صف حضرت علیؓ کو حاصل ہوا ہے پھر یہ حکم ختم ہو گیا ایک دینار صدقہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے پوشیدہ باتیں کیں دس مسائل پوچھے پھر تو یہ حکم ہی ختم ہو گیا حضرت علیؓ سے خود بھی یہ واقعہ بہ تفصیل منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اس آیت پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی عمل کر سکا میرے پاس ایک دینار تھا جسے بھنا کر میں نے دس درہم لئے ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی مسکین کو دے دیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سرگوشی کی پھر تو یہ حکم ختم ہو گیا تو مجھ سے پہلے بھی کسی نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد کوئی اس پر عمل کر سکتا ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا صدقہ کی مقدار ایک دینار مقرر کرنی چاہئے آپ نے فرمایا یہ تو بہت ہوئی فرمایا پھر آدھا دینار کہا ہر شخص کو اس کی بھی طاقت نہیں آپ نے فرمایا اچھا تم ہی بتلاؤ کس قدر؟ فرمایا ایک جو

برابر سونا آپ نے فرمایا واہ واہم تو بڑے ہی زاہد ہو حضرت علیؓ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مسلمان برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رازداری کرنے سے پہلے صدقہ نکالا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھادیا آپ فرماتے ہیں صحابہؓ نے کثرت سے سوالات کرنے شروع کر دیئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے کر آپ پر تخفیف کر دی۔ کیونکہ اب لوگوں نے سوالات چھوڑ دیئے پھر اللہ تعالیٰ نے نرمی سے کام لیا اور اس حکم کو منسوخ کر دیا بکرمہ اور حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے حضرت قتادہ اور حضرت مقاتلؒ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت قتادہ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا حضرت علیؓ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کر سکا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے ہوا تھا جو منسوخ ہو گیا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَّا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝۱۴ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۵ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝۱۶ لَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۱۷ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝۱۸ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۖ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝۱۹

کیا ان لوگوں پر آپ نے نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے یہ (منافق) لوگ نہ تو (پورے پورے) تم میں ہیں اور نہ ان ہی میں ہیں اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں اور وہ خود (بھی) جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے (کیونکہ) بے شک وہ برے برے کام کیا کرتے تھے انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) سپر بنا رکھا ہے پھر خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں سو (اس وجہ سے) ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے ان کے اموال اور اولاد اللہ کے عذاب سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے اور یہ لوگ دوزخی ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے جس روز اللہ

۱۔ اور اسی مصلحت کے لئے یہ حکم نازل ہوا تھا لیکن اس حکم کے بعد جب حضرات صحابہؓ نے ضروری مسائل معلوم کرنا بھی چھوڑ دیئے کیونکہ وہ غریب تھے اور یہ رقم ان کے لئے مہیا کرنا دشوار تھی تو خدا تعالیٰ نے حکم کو منسوخ کر دیا بہر حال اگرچہ یہ حکم کچھ ہی دیر کے لئے رہا تاہم اس کی وقتی و عارضی مشروعیت بھی فائدہ سے خالی نہ رہی اور حضرات صحابہؓ غیر ضروری اور کثرت سوالات سے اجتناب فرمانے لگے۔

ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اس کے سامنے بھی (جھوٹی) قسمیں کھا دیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں اور یوں خیال کریں گے کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں خوب سن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے ○

منافقین کی مفسدانہ حرکتیں اور ان پر شدید انتباہ:

منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ اپنے دل میں یہود کی محبت رکھتے ہیں اگرچہ ان کے بھی دل سے ساتھی نہیں اور نہ تمہارے ہیں گویا نہ ادھر کے نہ ادھر کے صاف جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں ایمانداروں کے پاس آکر ان کی سی کہنے لگتے ہیں رسول کے پاس آکر قسمیں کھا کر اپنی ایمانداری کا یقین دلاتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات پاتے ہیں اور اپنی غلط گوئی کا علم رکھتے ہوئے بے دھڑک قسمیں کھا لیتے ہیں ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے انہیں سخت عذاب ہوں گے اس دھوکہ بازی کا برابر بدلہ انہیں دیا جائے گا یہ تو اپنی قسموں کو اپنی ڈھالیں بنائے ہوئے ہیں اور خدا کی راہ سے رک گئے ہیں ایمان ظاہر کرتے ہیں کفر دل میں رکھتے ہیں اور قسموں سے اپنی برائی کو چھپاتے ہیں اور ناواقف لوگوں پر اپنی سچائی کا ثبوت اپنی قسموں سے پیش کر کے انہیں اپنا مداح بنا لیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ انہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اور خدا کی راہ سے روک دیتے ہیں چونکہ انہوں نے جھوٹی قسموں سے خدا تعالیٰ کے پر از صد ہزار تکریم نام کی بے عزتی کی تھی اس لئے انہیں ذلت و اہانت والے عذاب ہوں گے جن عذابوں کو نہ ان کے مال دفع کر سکیں نہ اس وقت ان کی اولاد کام آئے یہ تو جہنمی بن چکے اور وہاں سے ان کا نکلنا بھی کبھی نہ ہوگا قیامت والے دن جب ان کا حشر ہوگا اور ایک بھی اس میدان میں آئے بغیر نہ رہ سکے گا سب جمع ہو جائیں گے تو چونکہ زندگی میں ان کی عادت تھی کہ اپنی جھوٹی باتوں کو قسموں سے سچ کر دکھاتے تھے آج خدا کے سامنے بھی اپنی ہدایت و استقامت پر بڑی بڑی قسمیں کھالیں گے اور سمجھتے ہوں گے کہ یہاں بھی یہ چالاکی چل جائے گی مگر ان جھوٹوں کی بھلا خدا کے سامنے چال بازی کہاں چل سکتی ہے؟ وہ تو ان کا جھوٹا ہونا یہاں بھی مسلمانوں میں بیان فرما چکا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی حجرے کے سائے میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام بھی آس پاس بیٹھے تھے سایہ دار جگہ کم تھی بمشکل لوگ اس میں پناہ لئے بیٹھے تھے آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطانی نگاہ سے دیکھتا ہے وہ آئے تو اسے بات نہ کرنا تھوڑی دیر میں ایک کیری آنکھوں والا شخص آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کیوں بستی تو اور فلاں اور فلاں مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟ یہ یہاں سے چلا گیا اور جن جن کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا انہیں لے کر آیا اور پھر تو قسموں کا تانتا باندھ دیا کہ ہم میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بے ادبی نہیں کی اس پر یہ آیت اتری کہ یہ جھوٹے ہیں یہی حال مشرکوں کا بھی دربار خدا میں ہوگا کہ قسمیں کھا جائیں گے کہ ہمیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم نے شرک نہیں کیا پھر فرماتا ہے ان پر شیطان مسلط ہے اور اس نے ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے یاد خدا ذکر اللہ سے انہیں دور ڈال دیا ہے ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہے بھیڑ یا اس بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو حضرت سائب فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے پھر فرماتا ہے کہ خدا کا ذکر فراموش کرنے والے شیطانی جماعت کے افراد ہیں شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کار ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُكَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَأَخْلِبَنَّ

أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے ○

مخالفین خدا اور رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجہ کے ذلیل بے وقار اور خستہ حال ہیں رحمت رب سے دو خدا کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا اور آخرت میں برباد ہیں اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے گی نہ بدلے گی نہ اس کو بدلنے کی کسی میں طاقت ہے کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے جیسے اور جگہ ہے: **إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا.....** (سورہ مومن: ۵۱) ہم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایماندار بندوں کی ضرورت مدد کریں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ قائم ہو جائیں گے اور جس دن گنہگاروں کو کوئی عذر عذرت فائدہ نہ پہنچائے گی ان پر لعنتیں برستی ہوں گی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا یہ لکھنے والا خدا قوی ہے وہ غالب و قہار ہے اپنے دشمنوں پر ہر وقت قابو رکھنے والا ہے اس کا یہ فیصلہ اٹل فیصلہ اور طے شدہ امر ہے کہ دونوں جہان میں انجام کے اعتبار سے غلبہ و نصرت مومنوں کا حصہ ہے پھر فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے دوست دشمنان خدا سے محبت رکھیں اور جگہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا ولی دوست نہ بنائیں ایسا کرنے والے خدا کے ہاں کسی گنتی میں نہیں ہاں ڈر خوف کے وقت بطور مصلحت کے ہو تو اور بات ہے اللہ تمہیں اپنی گرامی ذات سے ڈرا رہا ہے اور جگہ ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا بیٹے

پوتے بیوی بچے کنبہ قبیلہ مال و دولت تجارت حرفت گھریا زو غیرہ تمہیں بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں تو تم خدا تعالیٰ کے عنقریب ہونے والے عذابوں کا انتظار کرو اس قسم کے فاسقوں کی رہبری بھی خدا کی طرف سے نہیں ہوئی حضرت سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں یہ آیت ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن جراح کے بارے میں اتری ہے جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حالت میں کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے آپ نے انہیں قتل کر دیا حضرت عمرؓ نے اپنے آخری وقت میں جب کہ خلافت کے لئے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ یہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اس وقت حضرت کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو انہی کو خلیفہ مقرر کرتا اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی مثلاً حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے تو اپنے والد کو قتل کیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عبیدہ بن حارث نے اپنی قریبی رشتہ داروں عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا واللہ اعلم۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی آسکتا ہے کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تو فرمایا کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کر لیں اور یہ چھوڑ دیئے جائیں کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبہ رشتے کے لیکن حضرت عمرؓ نے اپنی رائے اس کے بالکل خلاف دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے ہم اللہ تعالیٰ کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں مجھے میرا فلاں رشتہ دار سو نپ دیجئے اور حضرت علیؓ کے حوالے عقیل کو کر دیجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کا فردے دیجئے وغیرہ پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو دشمنان خدا کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے بھی محبت چھوڑ دے وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں جما لی ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت حج گئی ہے اور ان کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی پاس کی روح سے کی ہے یعنی انہیں قوی بنا دیا ہے یہی بہتی ہوئی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں اللہ تعالیٰ ان سے راضی یہ خدا تعالیٰ سے خوش مطلب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے خدا کے لئے رشتہ کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہو گیا اور انہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی بہت خوش ہو گئے خدائی لشکر یہی ہے اور کامیاب گروہ بھی یہی ہے جو شیطانی لشکر اور ناکام گروہ کے مقابل ہے حضرت ابو حازم اعرجؓ نے زہریؒ کو لکھا کہ جاہ دو قسم کی ہے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے جو حضرات عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں جتتے جن کی عام شہرت نہیں ہوتی جن کی صفت اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہ متقی نیکو کار ہیں اگر وہ نہ آئیں تو پوچھ گچھ نہ ہو اور آجائیں تو آؤ بھگت نہ ہو ان کے دل میں ہدایت کے چراغ ہیں ہر سیاہ رنگ اندھیرے والے فتنے سے نکلتے ہیں یہ ہیں وہ اولیاء اللہ جنہیں خدا نے اپنا لشکر فرمایا ہے اور جن کی کامیابی کا اعلان کیا ہے (ابن ابی حاتم) مسند نعیم بن حماد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں فرمایا اے اللہ کسی فاسق فاجر کا کوئی احسان اور سلوک مجھ پر نہ رکھ کیونکہ میں نے تیری

آیت سے حضرات صحابہؓ کی خصوصی فضیلت ثابت ہے اب ان پاکیزہ نفوس سے کسی بھی قسم کی بدگمانی اپنے ہی ایمان کی کمزوری اور عاقبت کی خرابی کی علامت ہے۔

نازل وحی میں پڑھا ہے کہ ایماندار مخالفین خدا کے دوست نہیں ہوتے حضرت سفیان فرماتے ہیں علماء کا خیال ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو بادشاہ سے خلط ملط رکھتے ہوں۔ (ابو احمد عسکری)

تفسیر سورہ حشر

اور بقول حضرت ابن عباسؓ

سورہ بنو نضیر مدنیہ

صحیح بخاری شریف صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سعید ابن جبیرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ سورہ حشر ہے تو آپ نے فرمایا قبیلہ بنو نضیر کے بارے میں اتری ہے بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ سورت سورہ بنو نضیر ہے۔

سُورَةُ الْحَشْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ الْبَعْثُ وَتَرْوَايَةُ وَتِلْكَ رُكُوعَاتُهَا

کل رکوع: ۳ ﴿﴾ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿﴾ کل آیات: ۲۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ① هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَتْهُمْ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ② فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ③ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ④ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ⑤ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ⑥ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْرِجَ الْفَاسِقِينَ ⑦

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ زبان حال سے یا قال سے) اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (ان) کفار اہل کتاب (یعنی بنو نضیر) ان کے گھروں سے پہلی بار اکٹھا کر کے نکال دیا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ (کبھی اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور (خود) انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے سوان پر خدا (کا عتاب) ایسی جگہ سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے سوائے دانش مندو (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو ان کو دنیا ہی میں قتل کی سزا دیتا اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب (تیار) ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی ہے اور وہ جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والا ہے جو کچھوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو (دونوں باتیں) خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے ○

عبرت کدہ عالم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید تقدیس و تمجید تکبیر تو حید میں مشغول ہے جیسے دوسری جگہ فرمان ہے: **وَأَنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ** (سورہ بنی اسرائیل: ۴۳) یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور ثنا خوانی کرتی ہے وہ غلبہ والا اور بلند جناب والا اور عالی سرکار ہے اور اپنے تمام احکام اور کل فرمان میں حکمت والا ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے صلح کر لی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں لیکن ان لوگوں نے ان کو یہاں سے نکال دیا مسلمانوں کو کبھی اس کا خیال تک نہ تھا خود یہ یہودی بھی سمجھ رہے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا لیکن خدا تعالیٰ کی پکڑ آئی یہ سب حفاظتی اقدامات بے کار ثابت ہوئے وہ اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا بعض تو شام کی زراعتی زمینوں میں چلے گئے جو حشر و نشر کی جگہ اور بعض خیبر کی طرف جانکے ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لا کر جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ اس لئے انہوں نے اپنے گھروں کو اجاڑ دیا توڑ پھوڑ کر جو چیزیں لے جاسکتے تھے اپنے ساتھ اٹھالیں جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں اس واقعہ کو بیان کر کے فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ کس طرح ان پر عذاب الہی اچانک آپڑا اور دنیا میں بھی تباہ و برباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلی و رسوا ہو گئے اور دردناک میں جا پڑے ابوداؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس خزرج میں سے تھے کفار قریش نے خط لکھا یہ خط انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے میدان سے واپس لوٹیں اس سے پہلے مل گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے بس یا تو تم اس سے لڑائی کرو اور اسے نکال باہر کرو یا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے تمام لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو ہم تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو لونڈیاں بنالیں گے خدا کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا اب تم سوچ سمجھ لو عبد اللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کی تجویز بالا اتفاق منظور کر لی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سازشیں معلوم ہوئیں تو آپ خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم لوگ اپنی موت کا سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اور اولاد اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں ایک مرتبہ موقعہ دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے برے ارادے سے باز آ جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلائے یہ پھر بھرے پر چڑھ گئے اور بنو نضیر نے صاف طور پر بد عہد کی پرکمر باندھ لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ تمیں آدمی لے کر آئیے ہم میں سے بھی تمیں ذی علم آدمی آتے ہیں ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ ساٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں اس بد عہد کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر لے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا کہ اب اگر تم نئے سرے سے امن و امان کا عہد و پیمان کرو تو خیر ورنہ تمہیں امن نہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی دوسری صبح کو آپ بنو قریظہ کی طرف لشکر لے کر بڑھے اور بنو نضیر کو یوں ہی چھوڑا ان سے بھی یہی فرمایا کہ تم نئے سرے سے عہد و پیمان کرو انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا آپ وہاں سے فارغ ہو کر پھر بنو نضیر کی طرف آئے لڑائی شروع ہو گئی آخر ان کی شکست ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ خالی کر دو جو اسباب لے جانا چاہو اونٹوں پر لاد کر لے جاؤ چنانچہ انہوں نے گھریار کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور لکڑیاں بھی اونٹوں پر لادیں اور جلا وطن ہو گئے ان کے کھجوروں کے درخت مخصوص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے اللہ تعالیٰ نے یہ آپ کو ہی دلوا دیے جیسے آیت: وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ..... (سورہ حشر: ۷) میں ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر حصہ مہاجرین کو دے دیا ہاں انصاریوں میں سے صرف دو حاجت مندوں کو ہی حصہ دیا ورنہ سب کا سب مہاجرین میں تقسیم کر دیا جو باقی رہ گیا تھا یہی وہ مال تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا اور جو بنو فاطمہ کے ہاتھ لگا غزوہ بنو نضیر کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مشرکوں نے دھوکہ بازی سے صحابہ کرامؓ کو بیڑ معونہ میں شہید کر دیا جن کے بعد استر تہ ان میں سے ایک حضرت عمرو بن امیہ ضمیریؓ بچ کر بھاگ نکلے مدینہ کی طرف آتے ہوئے انہوں نے قبیلہ بنو عامر کے دو شخصوں کو قتل کر دیا حالانکہ یہ قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر چکا تھا اور آپ نے انہیں امن و امان دے رکھا تھا لیکن اس کی خبر نہ نرت عمروؓ کو نہ تھی جب یہ مدینہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انہیں قتل کر دیا اب مجھے ان کے وارثوں کو دیت یعنی جرمانہ قتل و خون بہا ادا کرنا پڑے گا بنو نضیر اور بنو عامر میں بھی حلف و عقد اور آپس میں مصالحت تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف چلے تاکہ کچھ یہ دیں اور کچھ آپ دیں اور بنو عامر کو راضی کر لیا جائے قبیلہ نضیر کی گڑھی مدینہ کی مشرق کی جانب کئی میل کے فاصلہ پر تھی جب آپ یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا ہاں حضور ہم موجود ہیں ابھی ابھی جمع کر کے اپنے حصہ کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں ادھر آپ سے ہٹ کر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اسے بہتر موقعہ کب ہاتھ لگے گا؟ اس وقت آپ قبضہ میں ہیں آؤ کام تمام کر ڈالو چنانچہ یہ مشورہ ہوا کہ جس دیوار سے آپ لگے بیٹھے ہیں اس گھر پر کوئی چڑھ جائے او وہاں سے بڑا سا پتھر آپ پر پھینک دے کہ آپ دب جائیں عمرو بن جہاش بن کعب اس کام پر مقرر ہوا اس نے آپ کی جان لینے کا بیڑ اٹھایا اور چھت پر چڑھ گیا چاہتا تھا کہ پتھر لڑھکا دے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ آپ یہاں سے اٹھا کھڑے ہوں چنانچہ آپ فوراً ہٹ گئے اور یہ بد باطن اپنے برے ارادے میں ناکام رہے آپ کے ساتھ اس وقت چند صحابہؓ تھے مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت علیؓ وغیرہ آپ یہاں سے فوراً مدینہ شریف کی طرف چل پڑے ادھر جو صحابہ آپ کے ساتھ نہ تھے اور مدینہ میں آپ کے منتظر تھے انہیں دیر لگنے کے باعث خیال ہوا اور وہ آپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص سے معلوم ہوا کہ آپ مدینہ شریف پہنچ گئے ہیں چنانچہ یہ لوگ واپس آئے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا واقعہ ہے آپ نے سارا قصہ سنایا اور

حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو مجاہدین نے کمزریں باندھ لیں اور راہ حق میں نکل کھڑے ہوئے یہودیوں نے لشکروں کو دیکھ کر اپنے قلعے کے بھانک بند کر لئے اور پناہ گزیں ہو گئے آپ نے محاصرہ کر لیا پھر حکم دیا کہ ان کے کھجور کے درخت جو آس پاس میں ہیں وہ کاٹ دیئے جائیں اور جلادئے جائیں اب تو یہود چیخنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ تو زمین میں فساد کرنے سے اوروں کو روکتے تھے اور فساد یوں کو برا بھلا کہتے تھے پھر یہ کیا ہونے لگا؟ پس ادھر تو درخت کاٹنے کا غم اور ادھر جو کمک آنے والی تھی اس کی طرف سے مایوسی ان دونوں چیزوں نے ان یہودیوں کی کمر توڑ دی کمک کا واقعہ یہ ہے کہ بنو عوف بن خزیمہ کا قبیلہ جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور دبیہ اور مالک بن ابو قوئل اور سوید اور داعس وغیرہ تھے ان لوگوں نے بنو نضیر کو کہلوا بھیجا کہ تم مقابلے پر جے رہو اور قلعہ حوالے نہ کرو ہم تمہاری مدد پر ہیں تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے ہم تمہارے ساتھ مل کر اس سے لڑیں گے اور اگر تم نکلے تو ہم بھی نکلیں گے لیکن اب تک ان کا یہ وعدہ پورا نہ ہوا اور انہوں نے یہودیوں کی کوئی مدد نہ کی ادھر ان کے دل مرعوب ہو گئے تو انہوں نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان بخشی کیجئے ہم مدینہ چھوڑ جاتے ہیں لیکن ہم اپنا جو مال اونٹوں پر لاد کر لے جا سکیں وہ ہمیں دے دیا جائے آپ نے ان پر رحم کھا کر ان کی یہ درخواست منظور فرمائی اور یہ لوگ یہاں سے چلے گئے جاتے وقت اپنے دروازوں تک کو اکھیڑ کر لے گئے گھروں کو گرا گئے اور شام وغیرہ میں جا کر آباد ہو گئے ان کے باقی کے مال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے کہ آپ جس طرح چاہیں انہیں خرچ کریں چنانچہ آپ نے مہاجرین اولین کو یہ مال تقسیم کر دیا ہاں انصار میں سے صرف دو شخصوں کو یعنی سہل بن حنیف اور ابود جانہ سماک بن خرشہ کو دیا اس لئے کہ یہ دونوں حضرات مساکین تھے بنو نضیر میں سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے جن کے مال انہی کے پاس رہے ایک تو یامین بن عمیر جو عمرو بن حجاج کے چچا کے لڑکے کا لڑکا تھا یہ عمرو وہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکنے کا بیڑا اٹھایا تھا دوسرے ابوسعید بن وہب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یامینؓ سے فرمایا کہ اے یامین تیرے اس چچا زاد بھائی نے دیکھ تو میرے ساتھ کس قدر برابر تاؤ کیا اور مجھے نقصان پہنچانے کی کس بے باکی سے کوشش کی حضرت یامینؓ نے ایک شخص کو کچھ دینا کر کے عمرو کو قتل کرادیا سورہ حشر اسی واقعہ بنو نضیر کے بیان میں اتری ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جسے اس میں شک ہو کہ محشر کی زمین شام کا ملک ہے وہ اس آیت کو پڑھ لے ان یہودیوں سے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ تو انہوں نے کہا ہم کہاں جائیں آپ نے فرمایا محشر کی زمین کی طرف حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو جلاوطن کیا تو فرمایا یہ اول حشر ہے اور ہم بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے ہیں (ابن جریر) بنو نضیر کے ان قلعوں کا محاصرہ صرف چھ روز رہا تھا محاصرین کو قلعہ کی مضبوطی یہودیوں کی زیادتی یک جہتی منافقین کی سازشیں اور خفیہ چالیں وغیرہ دیکھ کر ہرگز یہ یقین نہ تھا کہ اس قدر جلد یہ قلعہ خالی کر دیں گے ادھر خود یہود بھی اپنے قلعہ کی مضبوطی پر نازاں تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر طرح محفوظ ہیں لیکن امر اللہ ایسی جگہ سے آگیا جو ان کے خیال میں بھی نہ تھی یہی دستور خدا ہے کہ مکار اپنی مکاری ہی میں رہتے ہیں اور بے خبری میں ان پر عذاب خدا آجاتا ہے ان کے دلوں میں رعب چھا گیا اور بھلا رعب کیوں نہ چھا جاتا محاصرہ کرنے والے وہ تھے جنہیں خدا کی طرف سے رعب دیا گیا تھا کہ دشمن مہینہ بھر کی راہ پر ہو اور وہیں اس کا دل دہلنے لگتا تھا صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ یہودی اپنے ہاتھوں اپنے گھروں کو برباد کرنے لگے چھتوں کی لکڑیاں اور دروازے لے جانے کے لئے توڑنے پھوڑنے شروع کر دیئے مقاتل فرماتے ہیں مسلمانوں نے بھی ان کے گھر توڑے اس طرح کہ جوں جوں آگے بڑھتے گئے ان کے جو مکانات وغیرہ قبضے میں آتے گئے اسی طرح خود یہود بھی اپنے مکانوں کو آگے سے محفوظ کرتے جاتے تھے اور پیچھے سے نقب لگا کر نکلنے کے راستے بناتے جاتے تھے پھر فرماتا ہے کہ اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو اور اس خدا سے ڈرو جس کی لاشی کی آواز نہیں اگر ان یہودیوں

کے مقدر میں جلا وطنی نہ ہوتی تو انہیں اس سے بھی سخت عذاب کیا جاتا یہ قتل ہوتے اور قید کر لئے جاتے وغیرہ وغیرہ پھر آخرت کے بدترین عذاب بھی ان کے لئے تیار ہیں بنو نضیر کی یہ لڑائی جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوئی مال جو اونٹوں پر لد جائیں انہیں لے جانے کی اجازت تھی مگر ہتھیار لے جانے کی اجازت نہ تھی یہ اس قبیلے کے لوگ تھے جنہیں اس سے پہلے بھی جلا وطنی ہوئی ہی نہ تھی بقول حضرت عروہ بن زبیر شروع سورت سے فاسقین تک آیتیں اسی واقعہ کے بیان میں نازل ہوئی ہیں جلاء کے معنی قتل و فنا کے بھی کئے گئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلا وطنی کے وقت تین تین میں ایک ایک اونٹ اور ایک ایک مشک دی تھی اس فیصلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ کو ان کے پاس بھیجا تھا اور انہیں اجازت تھی کہ تین دن میں اپنا سامان ٹھیک کر کے چلے جائیں اس دنیوی عذاب کے ساتھ اخروی عذاب کا بھی بیان ہو رہا ہے کہ وہاں بھی ان کے لئے حتمی اور لازمی طور پر جہنم کی آگ ہے ان پر اس سختی کی اصل وجہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کیا اور ایک اعتبار سے تمام نبیوں کو جھٹلایا اس لئے کہ ہر نبی علیہ السلام نے آپ کی بابت پیشگوئی کی تھی یہ لوگ آپ کو پوری طرح جانتے تھے بلکہ اولاد کو ان کا باپ جس طرح پہچانتا ہے اس سے بھی زیادہ یہ لوگ نبی آخر الزمان کو جانتے تھے لیکن تاہم سرکشی اور حسد کی وجہ سے مانا نہیں بلکہ مقاتل پر تل گئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مخالفوں پر سخت عذاب نازل فرماتا ہے ایسے کہتے ہیں اچھی کھجوروں کے درختوں کو۔ عجوہ اور برنی جو کھجور کی قسمیں ہیں بقول بعض وہ لینا میں داخل نہیں اور بعض کہتے ہیں صرف عجوہ نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں ہر قسم کی کھجوریں اس میں داخل ہیں بوریہ بھی داخل ہے یہودیوں نے جو بطور طعنہ کے کہا تھا کہ کھجوروں کے درخت کٹوا کر اپنے قول کے خلاف فعل کر کے زمین فساد کیوں پھیلاتے ہو؟ یہ اس کا جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حکم رب ہے اور اجازت خدا سے دشمنان خدا کو ذلیل کرنے اور ناکام بنانے اور انہیں پست و بد نصیب کرنے کے لئے ہو رہا ہے جو درخت باقی رکھے جائیں وہ اجازت سے اور جو کاٹے جاتے ہیں وہ بھی مصلحت کے تحت یہ بھی مروی ہے کہ بعض مہاجرین نے بعض کو ان درختوں کے کاٹنے سے منع کیا تھا کہ آخر کو تو یہ مسلمانوں کو بطور غنیمت ملنے والے ہیں پھر انہیں کیوں کاٹا جائے؟ جس پر یہ آیت اتری کہ روکنے والے بھی حق بہ جانب ہیں اور کاٹنے والے بھی حق پر ہیں ان کی نیت مسلمانوں کے نفع کی ہے اور ان کی نیت کافروں کو غنیمت و غضب میں لانے اور انہیں ان کی شرارت کا مزہ چکھانے کی ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اس سے جل کر وہ غصے میں پھر کر میدان میں جائیں تو دو دو ہاتھ ہو جائیں اور اعداء دین کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے صحابہؓ نے یہ فعل تو کر لیا اور پھر ڈرے کی ایسا نہ ہو کاٹنے میں اور باقی چھوڑنے میں خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور یہ آیت نازل ہوئی یعنی دونوں باتوں پر اجر ہے کاٹنے پر بھی اور چھوڑنے پر بھی بعض روایتوں میں ہے کہ کٹوائے بھی اور جلوائے بھی تھے بنو قریظہ کے یہودیوں پر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کیا اور ان کو مدینہ شریف میں ہی رہنے دیا لیکن بالآخر جب یہ لوگ مقابلے پر آئے اور شکست کھائی تو لڑنے والے مرد قتل کر دیئے گئے اور عورتیں اور مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہاں جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ایمان لائے وہ بچ رہے پھر مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا گیا بنو قریظہ کو بھی جن میں سے حضرت عبداللہ بن سلامؓ تھے اور ہارث کو بھی اور کل یہودیوں کو جلا وطن کیا ان تمام واقعات کو عرب شاعروں نے اپنے اشعار میں بھی نہایت خوبی سے ادا کیا ہے جو سیر ابن اسحاق میں مروی ہے یہ واقعہ بقول ابن اسحاق کے احد اور بیر معونہ کے بعد کا ہے اور بقول عروہ بدر کے چھ مہینے بعد کا ہے واللہ اعلم۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنْ

لِلّٰهِ يَسْلُطُ رُسُلُهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑥ مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ
رُسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَابْنِ السَّبِيلِ كَىٰ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا أَتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ⑦

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلویا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ (اسی طور پر) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور آپ کے قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مال) تمہارے تو نگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے) افعال اور احکام میں بھی تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے ○

مال غنیمت اور اس کا مستحق:

نے کس مال کو کہتے ہیں؟ اس کا حکم کیا ہے؟ اس کی صفت کیا ہے؟ یہ سب یہاں بیان ہو رہا ہے پس نے کافروں کے اس مال کو کہتے ہیں جو ان سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آجائے جیسے بنو نضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گزر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آمنے سامنے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل خدا نے اپنے رسول کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعے خالی کر کے قبضے میں آگئے اسے نے کہتے ہیں اور یہ مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گیا آپ جس طرح چاہیں تصرف کریں پس آپ نے نیکی اور فلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی آیت میں ہے پس فرماتا ہے کہ بنو نضیر کا جو مال بطور نے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دلویا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف خدا نے اپنے فضل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور خدا تعالیٰ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی سب اس کے تابع فرمان پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبضے میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے یہ ہے نے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنو نضیر کے مال بطور نے کے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے تھے آپ اس سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو حج رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے۔ (سنن مسند وغیرہ) ابو داؤد میں حضرت مالک بن اوس سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی پر جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو میں نے کہا اچھا ہوتا اگر

جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہت بہتر اتنے میں آپ کا داروغہ یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت زبیر بن عوف اور حضرت سعد بن وقاص تشریف لائے ہیں کیا انہیں اجازت ہے آپ نے فرمایا ہاں انہیں آنے دو چنانچہ یہ حضرات تشریف لائے یرفا پھر آیا اور کہا امیر المومنین حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اجازت طلب کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اجازت ہے یہ دونوں حضرات بھی تشریف لائے حضرت عباسؓ نے کہا اے امیر المومنین میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علیؓ کا تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المومنین ان بزرگوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں راحت پہنچائیے حضرت مالکؓ فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھہرو پھر چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں اس خدا کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا تاہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے اس کا اقرار کیا پھر آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خاصہ بنایا تھا جو کسی کے لئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت وَمَا آفَاءَ اللَّهِ..... پڑھی اور فرمایا بنو نضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے تھے خدا کی قسم نہ تو میں نے تم پر اس میں کسی کو ترجیح دی اور نہ خود اسے لے لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے اہل کا سال کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے انہوں نے کہا ہاں پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے بھی اثبات میں جواب دیا پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوجی ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اے عباسؓ تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچا زاد بھائی کے مال میں سے ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ بھی حضرت علیؓ اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہؓ کی طرف سے ان کے والد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں سے ورثہ طلب کرتے ہیں جس کے جواب میں تم دونوں سے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا تاہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ یقیناً راست گونیکو کا رشد و ہدایت والے اور تابع حق تھے چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت الصدیق نے کی آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں اور وہ مال میری ولایت میں رہا پھر آپ دونوں کے دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو اپنے قبضے میں کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سونپ دیتا ہوں تم نے اس بات کو قبول کر لیا اور خدا کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی پھر تم جواب آئے کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم خدا کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی اور فیصلہ میں نہیں کر سکتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو اسے پھر لوٹا دو تا کہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک ہوتا رہا مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے یہاں تک کہ قریظہ اور بنو نضیر کے

کرنا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۞

منزل ۶

اموال آپ کے قبضے میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو ان کے دیئے ہوئے مال واپس لینے شروع کئے حضرت انسؓ کو بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا بھی سب یا جتنا چاہیں ہمیں واپس کر دیں میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس کرنے کو فرمایا لیکن آپ یہ سب ام ایمن کو دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا تو انہوں نے آ کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے وہ سب کچھ دے چکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام ایمن تم نہ گھبراؤ ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتادیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور یہی کہے چلی گئیں آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا اتادیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں آپ نے پھر فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتادیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے تقریباً دس گنا زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا یہ نے کا مال جن جگہوں میں صرف ہو گا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورہ انفال میں ان کی پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کامل التفسیر الحمد للہ گزر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے پھر فرماتا ہے کہ مال نے کے یہ مصارف ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں کہ یہ مال داروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ نہ بن جائے کہ اپنی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر تم سے کہیں تم اسے کرو اور جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔

یقین مانو جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے یعنی چڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جو تلوں کی طرح نشان بنالیتی ہیں اس سے اور بالوں میں بال ملا لینے سے جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اس سے منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول اللہ میں؟ آپ نے فرمایا کتاب میں بھی اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں اس عورت کہا کہ خدا کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس قدر قرآن شریف میں ہے میں نے سب پڑھا اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت وَمَا اَنْتُمْ بِالرَّاسُوْلَیْنَ نہیں پڑھی؟ اس نے کہا یہ تو پڑھی ہے فرمایا (قرآن سے ثابت ہوا کہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ممانعت رسول قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے ہیں اس عورت نے کہا حضرت یہ تو آپ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھ آؤ گئیں اور دیکھ آئیں اور کہنے لگیں معاف کیجئے غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ خدا کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا: مَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ (سورہ ہود: ۸۸) یعنی میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس چیز سے روکوں خود میں اس کا خلاف کروں مسند احمد اور بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور گودے اور جو پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئی اور پوچھا

۱۔ اور یقیناً یہ بھی حرام ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کی وضع و تراش اور لباس کی قطع و برید مردوں کی طرح کرائیں حیف ان والدین اور شوہروں پر جو صریح حرام کا ارتکاب دیکھتے ہیں اور چپ رہتے ہیں۔

کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے اور جو قرآن میں موجود ہے اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم نہیں پایا ہے آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتے تو ضرور پاتے کیا تم نے آیت: مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ..... نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ پڑھی ہے پھر آپ نے وہ حدیث سنائی اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم رک جاؤ نسائی میں حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے کدو کے برتن میں اور سبز ٹھیلہ میں اور کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھیلیاں میں نبیذ بنانے سے یعنی کھجور یا کش مش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا پھر اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرماتا ہے کہ عذاب سے بچنے کیلئے اسکے احکام بجالاؤ اور اس کی ممنوعات سے بچتے رہو یاد رکھو کہ اسکی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کو اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کے کرنے والوں کو وہ سخت سزا دیتا ہے اور دکھ کی مار مارتا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝
وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ
فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوَقِّ شُخَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
وَالَّذِينَ جَاءُوا
مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

اور ان حاجت مند و مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گمروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جدا کر دیئے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے آنے سے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی شک نہیں پاتے ہیں اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بغل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کا (اس مال نے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین نے) حق میں دعا کرتے ہیں (دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو) (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں ۝

وہ مصارف جہاں غنیمت تقسیم کی جائے:

اوپر بیان ہوا تھا کہ نے کمال یعنی کافروں کا جو مسلمانوں کے قبضے میں میدان جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آگیا ہو اس کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر آپ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان بھی اوپر ہوا تھا اب ان آیتوں میں بھی انہی مستحقین نے کامزید بیان ہو رہا ہے کہ اس کے حقدار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور خون پسینہ ایک کر کے جمع کیا ہو مال وغیرہ سب چھوڑ کر چل دینا پڑا اللہ کے دین کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت میں وہ برابر مشغول ہیں خدا کے فضل و خوشنودی کے متلاشی ہیں یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے فعل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا یہ اوصاف سادات مہاجرین میں تھے پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت شرافت کرم اور بزرگی کا اظہار ہو رہا ہے ان کی کشادہ دلی نیک نفسی ایثار و سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرت سے پہلے ہی دارالہجرت مدینہ میں اپنی بود و باش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا مہاجر پہنچیں اس سے پہلے ہی یہ ایمان لا چکے تھے بلکہ بہت سے تو مہاجرین سے بھی پہلے ایمان لا چکے تھے صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر یہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اپنے بعد خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حق ادا کرتا رہے ان کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی ان کے اچھے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگزر اور چشم پوشی کرے ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کہ جو بھی راہ خدا میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر دے دیں اور اپنا جان و مال ان پر سے نثار کرنا اپنا فخر جانتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ جہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں دیتے ہیں اور حسان نہیں رکھتے کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا کاسارا اجر انہی کو نہ مل جائے آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثنا اور تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے دعائیں مانگتے رہو گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار یوں کو بلا کر فرمایا کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی نہ دے دیں ہم اسے نہیں لیں گے آپ نے فرمایا اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ بھی صبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ صحیح بخاری شریف میں اور حدیث میں ہے کہ انصار یوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کھجوروں کے باغ ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں پھر فرمایا سنو کام کاج بھی تم ہی کرو اور ہم سب کو تو پیداوار میں شریک رکھو انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بھی بخوشی منظور ہے پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر و منزلت اور ذکر مرتبہ پر نہیں کرتے جو انہیں مل جائے انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انسؓ کی روایت سے موجود ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے تھوڑی دیر میں ایک انصاریؓ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی اے مطلب یہ ہے کہ ہمارے ساتھ اتنا اچھا معاملہ کر رہے ہیں جس کی بنا پر ہمارے نیک اعمال کے اجر بھی انہیں کو ملنا چاہئیں آپ نے سمجھایا کہا اگر تم ان کی تعریف کرے رہو گے تو یہ تمہارا ایک اور حسن عمل ہو گا اور ایک ان کے نیک سلوک کا بہترین بدلہ اس وقت تک تمہارا اجر نیک اعمال کا ضائع نہ ہو گا۔

جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آرہے تھے داڑھی پر پانی ٹپک رہا تھا دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے تیسرے دن بھی یہی ہوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہوئے اور ان انصاری سے کہنے لگے حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ بول چال ہوگئی ہے جس میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گزار دوں انہوں نے کہا بہت اچھا چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں ان کے گھر میں گزاریں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی کوئی لمبی نماز بھی نہ پڑھتے تھے صرف اتنا کرتے ہیں جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عظمت اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے انھیں ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی بات ہوئی نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آرہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہوں اور دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں جو زندگی ہی میں مبارک زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین دن رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا اب جارہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتلائیے آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جنتی بنایا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال کو تو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں چنانچہ ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی ہی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی اور حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں امام نسائی نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے غرض یہ ہے کہ ان انصار میں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے بنو نضیر کے مال جب مہاجرین ہی میں تقسیم ہوئے تو کسی انصاری نے اس میں کلام کیا جس پر آیت: وَمَا آفَاةُ اللَّهِ..... اتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے مہاجرین بھائی بھی مال و اولاد چھوڑ کر تمہاری طرف آتے ہیں انصار نے کہا پھر حضور ہمارا مال ان میں اور ہم میں برابر بانٹ دیجئے آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ ایثار کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا مہاجر کھیت اور باغات کا کام نہیں جانتے تم آپ اپنے مال کو قبضہ میں رکھو خود کام کرو خود باغات میں محنت کرو اور پیداوار میں انہیں شریک کر دو انصار نے اسے بھی بہ کشاہ پیشانی منظور کر لیا پھر فرماتا ہے کہ باوجود خود کو حاجت ہونے کے بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی حاجت کو مقدم رکھتے ہیں اپنی ضرورت خواہ باقی رہ جائے لیکن اور مسلمان کی ضرورت جلد پوری ہو جائے یہ ان کی ہر وقت کی تمنا ہے ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ جس کے پاس کمی اور قلت ہو خود کو ضرورت ہو اور پھر صدقہ کرے اس کا صدقہ افضل اور بہتر ہے یہ درجہ ان لوگوں کے درجہ سے بھی بڑھا ہوا ہے جن کا ذکر اور جگہ ہے کہ مال کی ضرورت کے باوجود وہ اسے راہ اللہ خرچ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ تو خود اپنی حاجت ہوتے ہوئے صرف کرتے ہیں محبت ہوتی ہے اور حاجت نہیں ہوتی ہے اس وقت کا خرچ اس

درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ خود کو ضرورت ہو اور پھر بھی راہ اللہ دے دینا حضرت ابوبکر صدیق کا صدقہ اسی قسم کا ہے کہ آپ نے اپنا کل لا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھیر کر دیا آپ نے پوچھا بھی کہ ابوبکر کچھ باقی بھی رکھ آئے ہو؟ جواب دیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی رکھ آیا ہوں اسی طرح وہ واقعہ ہے جو جبکہ یرموک میں حضرت عکرمہؓ اور ان کے ساتھیوں کو پیش آیا کہ میدان جہاد میں زخم خوردہ پڑے ہوئے ہیں ریت اور مٹی زخموں میں بھر رہی ہے کراہ رہے ہیں تڑپ رہے ہیں سخت دھوپ پڑ رہی ہے پیاس کی وجہ سے حلق چب رہا ہے اتنے میں ایک مسلمان کندھے پر مشک لٹکائے آ جاتا ہے اور ان مجروح مجاہدین کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ایک کہتا ہے اس دوسرے کو پہلے پلاؤ دوسرا کہتا ہے اس تیسرے کو پہلے پلاؤ وہ ابھی تیسرے تک پہنچا ہی نہیں جو ایک شہید ہو جاتا ہے دوسرے کو دیکھتا ہے وہ بھی پیاسا ہی چل بسا تیسرے کے پاس آتا ہے لیکن دیکھتا ہے کہ وہ بھی سوکھے ہونٹوں ہی خدا سے جا ملا اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے خوش ہو اور انہیں بھی اپنی ذات سے خوش رکھے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت حاجت مند ہوں مجھے کچھ کھلوائیے آپ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا لیکن تمام گھروں سے جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خود کچھ نہیں یہ معلوم کر کے پھر آپ نے اور لوگوں سے کہا کہ کوئی ہے جو آج کی رات انہیں مہمان رکھے؟ ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں انہیں اپنا مہمان رکھوں گا چنانچہ لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں آج گو ہمیں کچھ کھانے کو نہ ملے لیکن یہ بھوکے نہ رہیں بیوی صاحبہ نے کہا آج گھر میں بھی برکت ہے بچوں کے لئے البتہ کچھ ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں انصاری نے کہا اچھا بچوں کو تو بہلا پھسلا کر بھوکا سلا دو اور ہم تم دونوں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھ کر فاتے سے رات گزار دیں گے کھاتے وقت چراغ بجھا دینا تا کہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم کھا رہے ہیں اور دراصل یہ کھائیں گے نہیں چنانچہ ایسا ہی کیا جب یہ شخص انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے اور اس کی بیوی کے رات کے عمل سے اللہ تعالیٰ خوش ہو اور ہنس دیا انہی کے بارے میں آیت وَيُؤْتِرُونَ نازل ہوئی صحیح مسلم کی روایت میں ان انصاری کا نام بھی ہے یعنی ابو طلحہ پھر فرماتا ہے جو اپنے نفس کی بخیلی حرص اور لالچ سے بچ گیا اس نے نجات پالی مسند احمد اور مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگو ظلم سے بچو قیامت کے دن یہ ظلم اندھیریاں بن جائے گا لوگو بخل اور حرص سے بچو یہی وہ چیز ہے جس نے تم سے پہلے لوگوں کو برباد کیا اسی کی وجہ سے انہوں نے خونریزیاں کیں اور حرام کو حلال بنا لیا اور سند سے یہ بھی مروی ہے کہ خش سے بچو اللہ تعالیٰ خش باتوں اور بے حیائی کے کاموں کو ناپسند کرتا ہے حرص اور بخل کی مذمت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اسی کے باعث اگلوں نے ظلم کئے فسق و فجور کئے اور قطع رحمی کی ابوداؤد وغیرہ میں ہے اللہ کی راہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں جمع ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح بخل اور ایمان بھی کسی بندہ کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے یعنی راہ خدا کی گرد جس پر پڑی وہ جہنم سے آزاد ہو گیا اور جس کے دل میں بخل نے گھر کر لیا اس کے دل میں ایمان کے رہنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی حضرت عبداللہ کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن میں تو ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا قرآن میں تو ہے جو اپنے نفس کے بخل سے بچا دیا گیا اس نے فلاح پالی اور میں تو مال کو بڑا روکنے والا ہوں خرچ کرتے ہوئے دل رکھتا ہے آپ نے فرمایا اس کنجوسی کا ذکر اس آیت میں نہیں یہاں مراد بخیلی سے یہ ہے کہ تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال ظلم سے کھا جائے ہاں بخل بمعنی کنجوسی بھی ہے بہت بری ہے اور یہ خود کشی بھی نہیں اس لئے کہ خود کشی تو وہ ہے جو ارادہ اور خود کشی کی نیت سے ہو یہاں تو سراپا راخلاص اور دوسرے کو خود پر ترجیح دینے جذبہ تھا جو ہر حال میں خدا تعالیٰ کے یہاں محبوب اور مطلوب ہے۔

گاؤں کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ دوں گا جس کی پیشانی پر اس مال کے حاصل کرنے کے لئے پسینہ تک نہ آیا ہو۔

الْمُتَرِّلِ الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ

۱۔ اور ظاہر ہے کہ آدمی زنا کرتا ہے اس لئے کہ جائز بیویاں رکھ کر ان کے حقیقی اخراجات برداشت نہیں کر پاتا اور ساتھ ہی حرص و شہوت کا غلبہ ہے چوری کرتا ہے وہ بھی بخل ہی کی وجہ سے کہ اپنا جو مال اس کے پاس ہے اس کو خرچ نہ کرے اور دوسروں کے اموال پر نظر رکھے مگر فقیر دعا حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنے حالات کے پیش نظر فرمائی کیونکہ وہ زبردست رئیس اور مجتہد شخص تھے اور ظاہر ہے کہ ایک مال بخل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں یا حرص کی بنا پر اس لئے اس دعا کی عام توجیہ کرنا زیادہ بہتر نہیں۔

۲ اور آج بھی ہو رہا ہے کہ پچھلے اگلوں کو برا کہہ رہے ہیں یہ انکار حدیث اور اسی طرح کے دوسرے فتنے بنیاد سب کو اگلوں کو برا کہنے ہی پر

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۝ (۲۸)

لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ
لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ
قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُوهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُولُنَّ إِلَّا بَارِئُ شِمَّا لَا يَنْصُرُونَ ۝
لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝
لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ
بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝
كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ
مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ
خَالِدَيْنِ فِيهَا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝

کیا آپ نے ان منافقین (عبداللہ بن ابی وغیرہ) کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے (ہم مذہب) بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں (یعنی بنی نصیر سے) کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جاویں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کا کبھی کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر بفرض محال ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی بے شک تم لوگوں کا خوف ان (منافقین) کے دلوں اللہ سے بھی زیادہ ہے (اور) یہ ان کا تم سے ڈرنا خدا سے ڈرنا اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں یہ لوگ تو سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار (قلعہ و شہر پناہ) کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس ہی میں بڑی تیز ہے اے مخاطب تو ان کو (ظاہر میں) متفق خیال کرتا ہے حالانکہ اب ان کے قلوب غیر متفق ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کی عقل نہیں رکھتے ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو دنیا میں بھی اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں بھی) ان کے دردناک عذاب ہونے والا ہے شیطان کی سی مثال ہے کہ اول تو انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس وقت

صاف کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے (ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے دوسرا ہونے کی وجہ سے) اور ظالموں کی یہی سزا ہے ○

منافقین کی سیہ کاریاں:

عبداللہ بن ابی اور اسی جیسے منافقین کی چال بازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں بنو نضیر کے یہودیوں کو تھپک کر جھوٹا دلاسا دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے بھڑا دیا ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور تم ہمارے گئے اور مدینہ سے واپس نکالا ملا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑیں گے لیکن بوقت وعدہ ہی ایفا کرنے کی نیت نہ تھی اور یہ بھی کہ اتنا حوصلہ ہی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑائی میں کی ان مدد کر سکیں نہ برے وقت ان کا ساتھ دیں اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیر و تلوار کی صورت دیکھتے ہی رو نکلے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے پھر مستقل طور پر پیش گوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلہ میں امداد نہ کی جائے گی یہ خدا سے بھی اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ بھی ارشاد ہے: **إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً** (سورہ نساء: ۷۷) یعنی ان کا ایک فریق لوگوں سے اتنا ڈرتا ہے جتنا اللہ سے بلکہ اس سے بھی زیادہ بات یہ ہے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں ان کی نامردی اور بزدلی کی یہ حالت ہے کہ میدان کی لڑائی کبھی نہیں لڑ سکتے ہاں اگر مضبوط اور محفوظ قلعوں میں بیٹھے ہوئے ہوں یا مورچوں کی آڑ میں چھپ کر کچھ کارروائی کرنے کا موقع ہو تو خیر بسبب ضرورت کے کر گزریں گے لیکن میدان میں آ کر بہادری کے جوہر دکھانا یہ ان کا کام نہیں یہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں جیسا کہ دوسرے کے موقع پر ارشاد ہے **وَيُذِيقُ بَعْضُكُم بَأْسَ بَعْضٍ** (سورہ انعام: ۶۵) بعض کو بعض سے لڑائی کا مزہ چکھاتا ہے تم انہیں مجتمع اور متفق و متحد سمجھ رہے ہو لیکن دراصل متفرق و مختلف ہیں ایک کا دل دوسرے نہیں ملتا منافق اپنی جگہ اور اہل کتاب اپنی جگہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں وجہ یہ ہے کہ بے عقل لوگ ہیں پھر فرمایا ان کی مثال ان سے کچھ ہی پہلے کے کافروں جیسی ہے جنہوں نے یہاں بھی اپنے کئے کا بدلہ بھگتا اور وہاں کا بھگتنا ابھی باقی ہے اس سے مراد یا تو کفار قریش ہیں کہ بذروالے دن ان کی کمر کبڑی ہو گئی اور سخت نقصان اٹھا کر کشتوں کے پستے چھوڑ گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے یا بنو قریظہ کے یہود ہیں کہ وہ بھی شرارت پر اتر آئے خدا نے ان پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غالب کیا اور آپ نے انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا یہ دونوں واقعے ابھی ابھی کے ہیں اور تمہاری عبرت کا صحیح سبق ہیں لیکن اس وقت کہ کوئی عبرت حاصل کرنے والا انجام کو سوچنے والا ہو بھی زیادہ مناسب مقام بنو قریظہ کے یہود کا واقعہ ہی ہے واللہ اعلم۔ منافقین کے وعدوں پر ان یہودیوں کا شرارت پر آمادہ ہونا اور ان کے بھرے میں آ کر معاہدہ توڑ ڈالنا پھر ان منافقین کا انہیں موقع پر کام نہ آنا لڑائی کے وقت مدد نہ پہنچانا نہ جلا وطنی میں ساتھ دینا ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرتا ہے اور اپنا اللہ والا ظاہر کرنے لگتا ہے اسی مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا ساٹھ سال اسے عبادت میں گزر چکے تھے شیطان نے اسے درغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر

۱۔ اور یہ کچھ مسلمانوں کی حمایت میں نہ تھا کہ اس طرح وہ یہود کو مسلمانوں سے لڑا دیں اور ان کی امداد نہ کر کے میدان جنگ میں تنہا شکست کھانے کے لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں چھوڑ دیں اس لئے کہ منافقین کو اپنے نفاق کی وجہ سے نہ مسلمانوں سے دلچسپی تھی اور نہ کسی اور سے آیات میں پس نفاق کی اسی مذموم خصلت کو بتانا ہے۔

۲۔ اور بے سمجھی ہی کی بنا پر جس سے ڈرنا چاہئے اس سے ڈرتے نہیں اور جن سے نہ ڈرنا چاہئے ان سے ڈرتے ہیں۔

کیا کہ گویا اسے جنات ستار ہے ہیں ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا وغیرہ شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی۔ ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہو گئی اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتلائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا ادھر اس نے جا کر عورت کے بھائیوں کو شک دلوا دیا وہ دوڑے ہوئے آئے شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آرہے ہیں عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی اگر مجھے خوش کر لے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور ایمان دونوں بچ سکتی ہیں اس نے کہا جس طرح تو چاہے میں تیار ہوں شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر عابد نے اسے سجدہ کر لیا یہ کہنے لگا تف ہے تجھ پر کم بخت میں تو اب تجھ سے بزار ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے (ابن جریر) ایک اور روایت میں اسی طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ کے نیچے رات گزارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدیر کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو انکار کر دینا بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی ایک روز رات کے وقت موقع پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجڑی جگہ زمین میں دبا دیا اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتا دی صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کر دوں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا ہے ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے چنانچہ انہوں نے جا کر حکومت کو اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو اس خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کئے کام ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا اس نے کہا جو تو کہے کہا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و اس مقاتل بن حیانؓ وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کی بیشی کے ساتھ منقول ہے واللہ اعلم۔ اس کے بالکل برعکس جرج عابد کا قصہ ہے کہ ایک بدکار عورت نے ان پر تہمت لگا دی کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور یہ بچہ جو مجھے ہوا ہے وہ اسی کا ہے چنانچہ لوگوں نے حضرت جرج کے عبادت خانے کو گھیر لیا اور نہایت بے ادبی سے زد و کوب کرتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے باہر لے آئے عبادت خانے کو ڈھا دیا یہ بے چارے گھبرائے ہوئے ہر چند پوچھتے ہیں کہ آخر واقعہ کیا ہے؟ لیکن مجمع آپے سے باہر آخر کسی نے کہا کہ دشمن خدا اولیاء اللہ کے لباس میں یہ شیطانی حرکت؟ اس عورت سے تو نے بدکاری کی حضرت جرج نے فرمایا اچھا ٹھہر و صبر کرو اس بچہ کو لاؤ چنانچہ وہ دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ لایا گیا حضرت جرج نے اپنی عزت کی بقا کی خدا سے دعا کی پھر اس بچے سے پوچھا اے بچے بتلا تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے کو خدا نے اپنے دلی کی عزت بچانے کے لئے اپنی قدرت سے گویائی کی قوت عطا کی اور اس نے صاف فصیح

زبان میں اونچی آواز سے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے یہ سنتے ہی بنی اسرائیل کے ہوش جاتے رہے یہ اس بزرگ کے سامنے معذرت کرنے لگے معافی مانگنے لگے انہوں نے کہا بس اب مجھے چھوڑ دو لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنا دیتے ہیں آپ نے فرمایا بس اسے جیسی وہ تھی ویسے ہی رہنے دو پھر فرماتا ہے کہ آخر انجام کفر کے کرنے اور حکم دینے والے کا یہی ہوا کہ دونوں ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے ہر ظالم اپنے ظلم کی سزا پا ہی لیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۵۹﴾ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۶۰﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کو تمہاری سب خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پروا بنا دیا ہے یہی لوگ نافرمان ہیں اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب ہیں ○

محاسبہ اعمال:

حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ ہم دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور کھلے پیر تھے صرف چادروں یا عباؤں سے بدن چھپائے ہوئے تلواریں گردنوں میں جمائل کئے ہوئے تھے اکثر بلکہ کل کے کل قبیلہ مضر میں سے تھے ان کی اس فقر و فاقہ کی حالت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی رنگت کو متغیر کر دیا تھا آپ گھر میں گئے پھر باہر آئے پھر حضرت بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا اذان ہوئی پھر اقامت ہوئی آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ شروع کیا اور آیت: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ (سورہ نساء: ۲) تلاوت کی پھر سورہ حشر کی آیت: وَالْتَنْظُرْ نَفْسٌ پڑھی اور لوگوں کو خیرات دینے کی رغبت دلائی جس پر لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا بہت سے درہم دینا رکھڑے لے لیتے گے یہوں کھجوریں وغیرہ آگئیں آپ برابر تقریر کئے جاتے تھے یہاں تک کہ فرمایا اگر ادھی کھجور بھی دے سکتے ہو تو لے آؤ ایک انصاری ایک تھیلی نقدی بھری ہوئی بہت وزنی جسے بمشکل اٹھا سکتے تھے لے آئے پھر تو لوگوں نے تابڑ توڑ جو پایا لانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ہر چیز کے ڈھیر لگ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اداس چہرہ اب کھل گیا اور مثل سونے کے چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا جو بھی کسی اسلامی کار خیر کو شروع کرے اسے اپنا بھی اور اس کے بعد جو بھی اس

۱۔ اور یہ سب واقعات صحت ان کی بہر حال مشکوک ہے تاہم واقعات کی اصل روح یعنی شیطان کا انسان سے برے کام کرانا اور پھر جدا ہو جانا اور خدا تعالیٰ کا نیک کام کرانا اور مصائب سے اپنے بندوں کو نکالنا ایک حقیقت ہے۔

۲۔ حدیث میں تصریح نہیں کہ یہ نماز کون سی تھی بہر حال یہ کوئی وقتی نماز ہوگی کیونکہ کسی دوسری نماز کیلئے باقاعدہ اذان و اقامت اور جماعت مشروع نہیں۔

کام کو کریں سب کا بدلہ ملتا ہے لیکن بعد والوں کے اجر گھٹ کر نہیں آتا۔ اسی طرح جو اسلام میں کسی برے اور خلاف شرع طریقے کو جاری کرے اس پر اس کا اپنا گناہ بھی ہوتا ہے اور پھر جتنے لوگ اس پر کار بند ہوں سب کو جتنا گناہ ملے گا اتنا ہی اسے بھی ملتا ہے مگر ان کے گناہ مٹتے نہیں (مسلم) آیت میں پہلے حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی صورت پیدا کرو یعنی اس کے احکام بجالا کر اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر پھر فرمان ہے کہ وقت سے پہلے اپنا حساب آپ لیا کرو دیکھتے رہو کہ قیامت کے دن جب خدا کے سامنے پیش ہو گے تب کام آنے والے نیک اعمال کا کتنا کچھ حصہ ذخیرہ تمہارے پاس ہے پھر تاکید ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تمہارے اعمال و احوال سے اللہ تعالیٰ پورا باخبر ہے نہ کوئی چھوٹا سا کام اس سے پوشیدہ ہے نہ بڑا نہ چھپا نہ کھلا پھر فرمان ہے کہ اللہ کے ذکر کو نہ بھولو ورنہ تمہیں نیک اعمال جو آخرت میں نفع دینے والے ہیں بھلا دے گا اس لئے کہ ہر عمل کا بدلہ اسی کی جنس سے ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ یہی لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والے اور قیامت کے دن نقصان پانے والے اور ہلاکت میں پڑنے والے یہی لوگ ہیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ منافقون: ۹) مسلمانو! تمہیں تمہارے مال و اولاد یا خدا سے غافل نہ کریں جو ایسا کریں وہ سخت زیاں کار ہیں طبرانی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایک خطبہ کا مختصر سا حصہ یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے؟ کہ صبح و شام تم اپنے مقررہ وقت کی طرف بڑھ رہے ہو پس تمہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کے اوقات اللہ عزوجل کی فرمانبرداری میں گزارو اور اس مقصد کو بجز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے صرف اپنی طاقت و قوت سے کوئی حاصل نہیں کر سکتا جن لوگوں نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے سوا اور کاموں میں کھپائی ان جیسے تم نہ ہونا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان جیسا ہونے سے منع فرمایا ہے لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوْا اللّٰهَ فَاَنْفُسُهُمْ اَنْفُسُهُمْ خِيَالُكُمْ کہو کہ تمہاری جان پہچان کے تمہارے بھائی آج کہاں ہیں؟ انہوں نے اپنے گزشتہ ایام میں جو اعمال کئے تھے ان کا بدلہ لینے یا ان کی سزا بھگتنے کے لئے وہ دربار خدا میں جا پہنچے یا تو انہوں نے سعادت اور خوش نصیبی پائی یا ناامردی اور شقاوت حاصل کر لی کہاں ہیں وہ سرکش لوگ جنہوں نے بارونق شہر بسائے اور ان کے مضبوط قلعے کھڑے کئے آج وہ قبروں کے گڑھوں میں پتھروں تلے دبے پڑے ہیں یہ ہے کتاب اللہ قرآن کریم تم اس نور سے روشنی حاصل کرو جو تمہیں قیامت کے دن کی اندھیریوں میں کام آ سکے اس کی خوبی بیان سے عبرت حاصل کرو اور بن سنور جاؤ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسْرِ عُوْنٍ فِی الْخَبْرٰتِ وَیَدْعُوْنَآ رَغْبًا وَرَهْبًا وَّكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ (سورہ انبیاء: ۹۰) یعنی وہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اور بڑے لالچ اور سخت خوف کے ساتھ ہم سے دعائیں کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے جھکے جاتے تھے سنو وہ بات بھلائی سے خالی ہے جس سے خدا کی رضا مندی مقصود نہ ہو وہ مال خیر و برکت والا نہیں جو خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا جاتا ہو وہ شخص نیک بختی سے دور ہے جس کی جہالت بردباری پر غالب ہو اسی طرح وہ شخص بھی نیکی سے خالی ہاتھ ہے جو اللہ کے احکام کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کرنے والے کی سے خوف کھائے اس کی اسناد بہت عمدہ ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں گو اس کے ایک راوی نعیم بن نوح ثقاہت یا عدم ثقاہت سے معروف نہیں لیکن امام ابوداؤد و دجستانی کا یہ فیصلہ کافی ہے یعنی بعد والوں کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ ابتدا کرنے والوں کو ملا تھا حدیث کے آخر میں گناہ کے متعلق اور اس کے عذاب سے متعلق ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے۔

۲ یعنی موت سے قریب ہوا ہو۔

ہے کہ جریر بن عثمان کے تمام استاد ثقہ ہیں اور یہ بھی آپ ہی کے اساتذہ میں سے ہیں اور اس خطبہ کے اور شواہد بھی ہیں واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جہنمی اور جنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یکساں نہیں جیسے فرمان ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (سورہ جاثیہ: ۲۱) کیا بدکاروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں با ایمان نیک کار لوگوں کے مثل کر دیں گے ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے ان کا یہ دعویٰ غلط اور برا ہے اور جگہ ہے وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْر (سورہ مومن: ۱۹) اندھا اور دیکھتا ایماندار صالح اور بدکار برابر نہیں تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کر رہے ہو اور فرمان ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ اٰمَنُوا (سورہ ص: ۲۸) کیا ہم ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو فساد یوں جیسا کر دیں گے یا پرہیزگاروں کو مثل فاجروں کے کر دیں گے اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ نیکو کار لوگوں کا اکرام ہوگا اور بدکار لوگوں کی رسوائی ہوگی یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ جنتی لوگ کامیاب اور فلاح و نجات یافتہ ہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے یہ بال بال بچ جائیں گے۔

لَوْ اَنْزَلْنَاهُذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۱۲
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ
الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۳ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ
الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۴

(اور اہل نارنا کام ہیں) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اور ان مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے (فتح کے) لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بننے کے لائق نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان رحم والا ہے وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیوں) سے پاک ہے سالم ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے زبردست ہے خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑی عظمت والا ہے اللہ تعالیٰ (جس کی شان یہ ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہ معبود (برحق) ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے (یعنی ہر چیز کو حکمت سے موافق بناتا ہے) صورت بنانے والا اس کے اچھے اچھے نام ہیں سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے ○

قرآن عظیم:

قرآن کریم کی عظمت بیان ہو رہی ہے کہ فی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں روٹنے کھڑے ہو جائیں گے کلیجے کپکپا جائیں اس کے سچے وعدے اور اس کی حقانی ڈانٹ ہر برسنے والے کو تھرا دے اور دربار خدا میں سر بسجود کر دے اگر یہ قرآن جناب باری کی سخت بلند اور اونچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اسے غور و فکر اور فہم و فراست کی حس بھی دیتا تا کہ وہ سمجھ لے تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا پھر انسانوں کے دلوں پر جو نسبتاً بہت نرم اور چھوٹے ہیں جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہئے ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور و فکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈر اور عاجزی چاہئے حدیث میں ہے کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا بچھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تادور ہو گیا تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر وہ رونے لگا جیسے کوئی بچہ ہلکے ہلکے کرتا ہے اور اسے چپ کرایا جا رہا ہو کیونکہ اسے اس ذکر اور وحی کے سننے سے کچھ دوری ہو گئی امام حسن بصریؒ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے تھے کہ لوگو ایک کھجور کا تنہ اس قدر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شائق ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس سے آگے رہو اور جگہ فرمان خدا ہے وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ (سورہ رد: ۳۱) یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلا دیئے جائیں یا زمین کا ٹکڑا دی جائے یا مردے بول پڑیں تو اس کے قابل یہی قرآن تھا مگر پھر بھی ان کفار کو ایمان نصیب نہ ہوتا دوسری جگہ فرمان عالی شان ہے وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ (سورہ بقرہ: ۷۴) یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہہ نکلتی ہیں بعض وہ ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلتا ہے بعض خدا کے خوف سے گر پڑتے ہیں پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی پالنے اور پرورش کرنے والا ہے نہ اس کے سوا کسی کی ایسی ذات ہے کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کرے کوئی اس کے سوا جن جن کی لوگ پرستش اور پوجا کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں وہ تمام کائنات کا علم رکھنے والا ہے جو چیزیں ہم پر ظاہر ہیں اور جو چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں سب اس پر عیاں ہیں خواہ بڑی ہوں یہاں تک کہ اندھیریوں کے ذرے بھی اس پر ظاہر ہیں وہ اتنی بڑی وسیع رحمت والا ہے اس کی رحمت تمام مخلوق پر شامل ہے وہ دنیا اور آخرت میں رحمت بھی ہے اور رحیم بھی ہے ہماری تفسیر کے شروع میں ان دونوں ناموں کی پوری تفسیر گزر چکی ہے قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے: وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (سورہ اعراف: ۱۵۶) میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے ایک اور موقع پر فرمان ہے: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (سورہ انعام: ۵۴) تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحم و رحمت لکھ لی ہے اور فرمان ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ (سورہ یونس: ۴۶) کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ ہی خوش ہونا چاہئے تمہاری جمع کردہ چیز سے بہتر یہی ہے اس مالک رب معبود کے سوا اور کوئی اوصاف والا نہیں تمام چیزوں کا تہا و ہی مالک و مختار ہے ہر چیز پر قبضہ اور تصرف کرنے والا بھی وہی ہے کوئی نہیں جو اس کی مزاحمت یا ممانعت کر سکے یا اسے ممانعت کر سکے وہ قدوس ہے یعنی ظاہر ہے مبارک ذاتی اور صفاتی نقصانات سے پال ہے تمام بلند مرتبہ فرشتے اور سب کی سب اعلیٰ مخلوق اس کی تسبیح و تقدیس میں عا الدوام مشغول ہے کل عیبوں اور نقصانوں سے مبرا اور منزہ ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اپنے افعال میں بھی اس کی ذات ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے وہ مومن ہے یعنی تمام مخلوق کو اس نے اس بات سے بے خوف رکھا ہے کہ ان پر کسی طرح کا کسی وقت اپنی طرف سے ظلم ہو اس نے یہ فرما کر کہ وہ حق ہے سب کو

! حالانکہ پہاڑ کی بے بسی مشہور ہے تاہم اگر بقدر ضرورت اس کو فہم عطا کر کے پھر اس پر قرآن عظیم نازل ہوتا تو حالات سے اس کے پر نہیں اڑ جاتے۔

امن دے رکھا ہے اپنے ایماندار بندوں کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے وہ مہیمن ہے یعنی اپنی تمام مخلوق کے کل اعمال کا ہر وقت یکساں طور پر رحیم ہے اور نگہبان ہے جیسے فرمان ہے: وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (سورہ مجادلہ: ۲) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد اور نگہبان ہے اور جگہ فرمان ہے: ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ (سورہ یونس: ۳۶) اللہ تعالیٰ ان کے تمام افعال پر گواہ ہے اور جگہ فرمایا: أَقْمَنُ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ (سورہ رعد: ۳۳) مطلب یہ ہے کہ ہر نفس جو کچھ کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے وہ عزیز ہے ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے کل مخلوق پر وہ غالب ہے پس اس کی عزت، عظمت، جبروت، کبریائی کی وجہ سے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا وہ جبار اور متکبر ہے جبریت اور تکبر صرف اسی کی شایان شان ہے صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عظمت میرا تہیہ ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو مجھ سے ان دونوں میں سے کسی کو چھیننا چاہے گا میں اسے عذاب دوں گا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جس چیز پر چاہے رکھ سکتا ہے کل کاموں کی اصلاح اسی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر برائی سے نفرت اور دوری رکھنے والا ہے جو لوگ اپنی کم سمجھی کی وجہ سے دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں وہ ان سب سے بیزار ہے اس کی خدائی شرکت سے مبرا ہے اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مقدر کرنے والا ہے پھر باری ہے یعنی اسے جاری اور ظاہر کرنے والا ہے کوئی ایسا نہیں کہ جو تقدیر اور تنقید دونوں پر قادر ہو جو چاہے اندازہ مقرر کرے اور پھر اسی کے مطابق اسے چلائے بھی کبھی بھی اس میں فرق نہ آنے دے بہت سے ترتیب دینے والے اور اندازہ کرنے والے جو پھر اسے جاری کرنے اور اسی کے مطابق برابر جاری رکھنے پر قادر نہیں تقدیر کے ساتھ ایجاد اور تنقید پر بھی قدرت رکھنے والی بھی اللہ ہی کی ذات ہے پس خلق سے مراد تقدیر اور برو سے مراد تنقید ہے عرب میں یہ الفاظ ان معنوں میں برابر بطور مثال کے بھی مروج ہیں اسی کی شان ہے کہ جس چیز کو جب جس طرح کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی طرح اسی صورت میں ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے: فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ (سورہ انفطار: ۸) جس صورت میں اس نے چاہا تجھے ترکیب دی اس لئے یہاں فرماتا ہے وہ مصور ہے یعنی جس کی ایجاد جس طرح چاہتا ہے کر گزرتا ہے پیارے پیارے اور بزرگتر ناموں والا وہی ہے سورہ اعراف میں اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے جو بخاری، مسلم میں بہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سونام ہیں انہیں شمار کرے یا درکھ لے وہ جنت میں داخل ہو گا وہ تر ہے یعنی واحد ہے اور اکائی کو دوست رکھتا ہے ترمذی میں ان ناموں کی صراحت آئی ہے جو نام یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں صرف معبود برحق وہی ہے اور وہی رحمن، رحیم، ملک، قدوس، سلام، مومن، مہیمن، عزیز، جبار، متکبر، خالق، باری، مصور، غفار، وھاب، رزاق، قہار، فتاح، علیم، قابض، باسط، خافض، رافع، معز، مذل، سمیع، بصیر، حکم، عدل، لطیف، خیر، حلیم، عظیم، غفور، شکور، علی، کبیر، حفیظ، مقیت، حسیب، جلیل، کریم، رقیب، مجیب، واسع، حکیم، ودود، مجید، باعث، شہید، حق، وکیل، قوی، متین، ولی، حمید، محصى، مبدی، معید، مخی، ممیت، حی، قیوم، واجد، ماجد، واحد، صمد، قادر، مقتدر، مقدم، موخر، اول، آخر، ظاہر، باطن، والی، متعال، بر، توابع، منتقم، عفو، رؤف، مالک، الملك، ذوالجلال والاكرام، مقسط، جامع، غنی، مغنی، معطی، مانع، ضار، نافع، نور، ہادی، بدیع، باقی، وارث، رشید، صبور۔ ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں کچھ تقدیم تاخیر کی زیادتی بھی ہے الغرض ان تمام حدیثوں کا ذکر ۱۔ اور اس طرح پورا رہنمائی کے جسم سے متصل ہوتے ہیں ایسے ہی یہ صفات بس مجھ ہی سے متصل اور متعلق ہونی چاہئیں۔ ۲۔ صرف اور اسی وجہ سے نام بھی پورے نہیں بلکہ عدد و طاق ان میں اختیار فرمایا۔

سوا اعراف میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے باقی سب کو دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں آسمان وزمین کی ملک چیزیں اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں جیسے دوسری جگہ فرمان ہے: تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ خَلِيفًا غَفُورًا (سورہ بنی اسرائیل ۴۳) اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان میں جو مخلوق ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان نہ کرتی ہو لیکن تم اس کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ بردبار اور بخشنش کرنے والا ہے وہ عزیز ہے اس کی حکمت والی سرکار اپنے احکام اور تقدیر کے معاملہ میں ایسی نہیں کہ کسی ارح کی کمی نکالی جائے یا کوئی اعتراض قائم کیا جاسکے مسند احمد کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعُ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھ کر سورہ حشر کے آخر کی (ان) تین آیتوں کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ پاتا ہے اور جو شخص ان کی تلاوت شام کے وقت کرے وہ بھی اسی حکم میں ہے ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے غریب بتاتے ہیں۔

تفسیر سورہ منتحنہ

رَأَى الْمُنْتَحِنَةَ مَدَّ يَدَيْهِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

کل روع ۲: ۱۳۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کل آیات ۱۳۰

شروع کرتے ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ① إِنْ يَتَّقُوكُمْ يُكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ③

اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں رسول کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے ہو شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے رستے پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضا مندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو (فورا) اظہار عداوت کرنے لگیں اور (وہ اظہار عداوت یہ کہ) تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں (یہ دنیوی اضرائیہ ہے کہ) وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ تم کا فریبی ہو جاؤ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہارے کام نہ آئیں گے خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے ○

کفار سے ترک تعلق:

حضرت حاطب بن ابولتعه کے بارے میں اس سورت کی شروع کی آیتیں نازل ہوئی ہیں واقعہ یہ ہوا کہ حضرت حاطب مہاجرین میں سے تھے بدر کی لڑائی میں بھی آپ نے مسلمانوں کے لشکر میں شرکت کی تھی ان کے بال بچے اور مال و دولت مکہ ہی میں تھا اور خود قریش میں سے نہ تھے صرف حضرت عثمان کے حلیف تھے اس وجہ سے مکہ میں انہیں امن حاصل تھا اب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں تھے یہاں تک کہ جب اہل مکہ نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنا چاہا تو آپ کی خواہش تھی کہ ان پر اچانک حملہ کیا جائے تاکہ خونریزی نہ ہونے پائے اور مکہ شریف پر قبضہ ہو جائے اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی کہ باری تعالیٰ ہماری تیاری کی خبریں ہمارے پہنچنے تک مکہ کو نہ پہنچیں ادھر آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا حضرت حاطب نے اس موقع پر ایک خط اہل مکہ کے نام لکھا اور ایک قریشیہ عورت کے ہاتھ اسے چلتا کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارادے اور مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر درج تھی آپ کا ارادہ اس سے صرف یہ تھا کہ میرا کوئی انسان قریش پر رہ جائے جس کے باعث میرے بال بچے اور مال و دولت محفوظ رہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو چکی تھی ناممکن تھا کہ قریشیوں کو کسی ذریعہ سے بھی اس ارادے کا علم ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس پوشیدہ راز سے مطلع فرما دیا اور آپ نے اس عورت کے پیچھے اپنے سوار بھیجے راستے میں اسے روکا گیا اور خط اس سے حاصل کر لیا گیا یہ مفصل واقعہ صحیح حدیثوں میں آچکا ہے مسند احمد میں ہے حضرت علی کو اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہاں سے فوراً کوچ کرو روضہ خانہ میں تم جب پہنچو گے تو تمہیں ایک سائڈنی سوار عورت ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے تم اسے قبضہ میں کرو اور یہاں لے آؤ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر بہت تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے روضہ خانہ میں جب پہنچے تو فی الواقع ہمیں ایک سائڈنی سوار عورت دکھائی ہم نے اس سے کہا کہ جو خط تیرے پاس ہے وہ ہمارے حوالے کر اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے کہا تو غلط کہتی ہے تیرے پاس خط یقیناً ہے اگر تو نہ دے گی تو ہم جامہ تلاشی کر کے جبراً وہ خط تجھ سے چھینیں گے اب تو وہ سٹ پٹائی اور آخر اس نے اپنی چٹیا کھول کر اس میں وہ پرچہ نکال کر ہمارے حوالے کر دیا ہم اسی وقت وہاں سے واپس روانہ ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا پڑھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حاطب نے اسے لکھا ہے اور یہاں کے حالات کی اطلاع دی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادوں سے بھی کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے آپ نے کہا حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطب نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی نہ کیجئے میری بھی سن لیجئے میں قریشیوں سے ملا ہوا تھا خود قریشیوں میں سے نہ تھا پھر آپ پر ایمان لا کر آپ کے ساتھ ہجرت کی جتنے اور مہاجرین ہیں ان سب کے قرابت دار مکہ میں موجود ہیں جو

ان کے بال بچے وغیرہ مکہ میں رہ گئے ہیں وہ ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن میرا کوئی رشتہ دار نہیں جو میرے بچوں کی حفاظت کرے اس لئے میں نے چاہا کہ قریشیوں کے ساتھ کوئی سلوک و احسان کر دوں جس سے میرے بچوں کی حفاظت وہ کریں اور جس طرح اوروں کے نسب کی وجہ سے ان کا تعلق ہے میرے احسان کی وجہ سے میرا تعلق ہو جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کوئی کفر نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہوا ہوں نہ اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوا ہوں بس اس خط کی وجہ صرف اپنے بچوں کی حفاظت کا حیلہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو تم سے جو واقعہ حاطب بیان کرتے ہیں وہ بالکل حرف بحرف سچا ہے کہ اپنے نفع کی خاطر ایک غلطی کر بیٹھے نہ کہ مسلمانوں کو نقصان یا کفار کی مدد کرنا ان کے پیش نظر ہو حضرت فاروق اعظمؓ اس موقع پر موجود تھے اور یہ واقعات آپ کے سامنے ہوئے آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بدر والوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا یہ روایت اور بھی بہت سی حدیث کی کتابوں میں ہے صحیح بخاری شریف میں کتاب المغازی میں اتنا اور بھی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری اور کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسی بارے میں آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا..... اتری لیکن راوی کو شک ہے کہ آیت کے اترنے کا بیان حضرت عمرؓ کا ہے یا حدیث میں ہے امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں حضرت سفیانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ آیت اسی میں اتری ہے؟ تو سفیان نے فرمایا یہ لوگوں کی بات میں ہے میں نے اسے عمروؓ سے حفظ کیا ہے اور ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میرا خیال ہے کہ میرے سوا کسی اور نے اسے حفظ بھی نہیں رکھا بخاری مسلم کی ایک روایت میں حضرت مقداد کے نام کے بعد حضرت ابو مرثد کا نام ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس عورت کے پاس حضرت حاطبؓ کا خط ہے اس عورت کی سواری کو بٹھا کر اس کے انکار پر ہر چند ٹولتے ہیں لیکن کوئی پرچہ ہاتھ نہیں لگتا آخر ہم عاجز آگئے اور کہیں سے پرچہ نہ ملا تو ہم نے اس عورت سے کہا کہ اس میں تو مطلق شک نہیں کہ تیرے پاس پرچہ ہے گو ہمیں نہیں ملتا لیکن تیرے پاس ہے ضرور یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط ہو اب اگر تو نہیں دیتی تو تیرے کپڑے اتار کر ٹولیں گے جب اس نے دیکھ لیا کہ انہیں پختہ یقین ہے اور یہ لئے بغیر نہ ٹولیں گے تو اس نے اپنا سر کھول کر اپنے بالوں میں سے پرچہ نکال کر ہمیں دے دیا ہم اسے لے کر واپس خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ دیکھ سن کر فرمایا اس نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی خیانت کی مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ سے دریافت کیا اور انہوں نے وہ جواب دیا جو اوپر گزر چکا ہے آپ نے سب سے فرما دیا کہ انہیں کچھ نہ کہو اور حضرت عمرؓ سے بھی وہ فرمایا جو پہلے بیان ہوا کہ بدری صحابہ میں سے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب کر دی جسے سن کر حضرت عمرؓ رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کو اور اس کے رسول کو ہی کامل علم ہے یہ حدیث ان الفاظ میں صحیح بخاری کتاب المغازی میں غزوہ بدر کے ذکر میں ہے اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکہ جانے کا ارادہ اپنے چند ہم راز صحابہ کبار کے سامنے تو ظاہر کیا تھا جن میں حضرت حاطبؓ بھی تھے باقی عام طور پر مشہور تھا کہ خیر جار ہے ہیں اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ہم خط کو سارے سامان میں ٹول چکے اور نہ ملا تو حضرت ابو مرثدؓ نے کہا شاید اس کے پاس کوئی پرچہ ہے ہی نہیں اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا ناممکن ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طلب نہیں کہ کفر و شرک یا نفاق زنا و بدکاری کرو میں نے بہر حال تم کو معاف فرمایا بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے غیر محدود و ہم کی بنا پر خوب جانتے تھے کہ بدر میں شریک ہونے والے اب کسی جرم کا ارتکاب کریں گے ہی نہیں انشاء اللہ تعالیٰ گویا کہ من جانب اللہ یہ ارشاد ایک طرح کی پیشگوئی تھی حضرات بدرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کہ وہ بینات و معاصی سے قطعاً محفوظ رہیں گے۔

عالیہ وسلم جھوٹ بول سکتے ہیں نہ ہم نے جھوٹ کہا جب ہم نے اسے دھمکایا تو اس نے کہا تمہیں اللہ کا خوف نہیں؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پرچہ اپنے جسم میں سے نکالا حضرت عمر کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ بدر میں موجود تو ضرور تھے لیکن عہد شکنی کی اور دشمنوں میں ہماری خبر رسانی کی اور روایت میں ہے کہ یہ عورت قبیلہ مزینہ کی عورت تھی بعض کہتے ہیں اس کا نام سارہ تھا اولاد عبدالمطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی حضرت حاطبؓ نے اسے کچھ دینا کیا تھا اور اس نے اپنے بالوں کے نیچے کاغذ رکھ کر اوپر سے سر گوندھ لیا تھا آپ نے اپنے گھوڑے سواروں سے فرمادیا تھا کہ اس کے پاس حاطبؓ کا دیا ہوا اس مضمون کا خط ہے آسمان سے اس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی ابواحمد کے حلفیہ میں یہ عورت پکڑی گئی تھی اس عورت نے ان سے کہا تھا تم منہ پھیر لو میں نکال دیتی ہوں انہوں نے منہ پھیر لیا پھر اس نے نکال کر حوالے کیا اس روایت میں حضرت حاطبؓ کے جواب میں یہ بھی ہے کہ خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں کوئی تغیر تبدیل میرے ایمان میں نہیں ہوا اور اسی بارے میں اس سورت کی آیتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے ختم پر آتیں اور روایت میں ہے کہ اس عورت کو اس کی اجرت کے دس درہم حضرت حاطبؓ نے دیئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کے حاصل کرنے کے لئے حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا اور جگہ میں یہ ملی تھی مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اے مسلمانو! مشرکین اور کفار کو جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن بندوں سے لڑنے والے ہیں جن کے دل تمہاری عداوت سے پر ہیں تمہیں ہرگز لائق نہیں کہ ان سے دوستی اور محبت میل ملاپ اور اپنائیت رکھو تمہیں اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ.....** (سورہ مائدہ: ۵۱) اے ایمان دارو یہود و نصاریٰ سے دوستی مت گانٹو وہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو بھی ان سے موالات و محبت کرے وہ انہی میں سے ہوگا اس میں اس قدر ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے اور جگہ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَلَعِبًا.....** (سورہ مائدہ: ۵۷) مسلمانو! ان اہل کتاب اور کفار سے دوستیاں مت کرو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل کود سمجھتے ہیں اگر تم میں ایمان ہے تو ذات باری سے ڈرو اور جگہ ارشاد ہے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں نہ کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا کھلا الزام ثابت کر لو تم اور جگہ فرمایا مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کے علاوہ کافروں سے دوستی نہ کریں جو ایسا کرے وہ خدا کی طرف سے کسی چیز میں نہیں ہاں بطور دفع الوقتی اور بچاؤ کے ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے اسی بنا پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ کا عذر قبول فرمایا کہ مال و اولاد کے تحفظ کی خاطر ان سے یہ کام ہو گیا تھا مسند احمد میں ہے کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مثالیں بیان فرمائیں ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ اور پھر ان میں سے بہ تفصیل صرف ایک ہی بیان کی باقی سب چھوڑ دیں فرمایا ایک ضعیف مسکین قوم تھی جس پر زور آور ظالم قوم چڑھائی کر کے آگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کی مدد کی اور انہیں اپنے دشمن پر غالب کر دیا غالب آکر ان میں رعونت سما

۱۔ آیت میں عنوان خطاب خاص طور پر پیش نظر رہے اے ایمان والو ارشاد فرما کر مخاطب کیا اور ظاہر ہے کہ اس میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ بھی شریک تھے گویا من جانب اللہ ان کے ایمان کی اطلاع تھی۔

۲۔ ان سے موالات کرے اور ظاہر ہے کہ حضرت حاطبؓ قطعاً کفار سے ہرگز حامی نہ تھے۔

۳۔ یعنی اپنی اس حرکت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کو خود سے ناراض کر لو۔

۴۔ یعنی بحیثیت مومن اس کا شمار نہ ہوگا۔

گئی اور انہوں نے ان پر مظالم شروع کر دیئے جس پر اللہ تعالیٰ ان پر ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گیا پھر مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ تم ان دشمنانِ دین سے کیوں محبت و مودت رکھتے ہو؟ حالانکہ تم سے یہ بدسلوکی کرنے میں کسی موقعہ پر کمی نہیں کرتے کیا یہ تازہ واقعہ بھی تمہارے ذہن سے اتر گیا کہ انہوں نے تمہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبراً وطن سے نکال باہر کیا اور اس کی کوئی اور وجہ نہ تھی بجز اس کے کہ تمہاری توحید اور فرمانبرداری رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان پر گراں گزرتی تھی جیسے اور جگہ ہے: وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (سورہ بروج: ۸) یعنی مومنوں سے صرف اس بنا پر مخالفت اور دشمنی ہے کہ وہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان رکھتے ہیں اور جگہ ہے یہ لوگ محض اس وجہ سے ناحق جلاوطن کئے گئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے پھر فرماتا ہے کہ اگر واقعہ تم میری راہ میں جہاد کو نکلے ہو اور میری رضامندی کے طالب ہو تو ہرگز ان کفار سے جو تمہارے اور میرے دشمن ہیں میرے دین کو اور تمہارے جان و مال کو نقصان پہنچا رہے ہیں دوستیاں پیدا نہ کرو بھلا کس قدر غلطی ہے کہ تم ان سے پوشیدہ طور پر دوستانہ رکھو؟ کیا یہ پوشیدگی خدا تعالیٰ سے بھی پوشیدہ رہ سکتی ہے جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے دلوں کے بھید اور نفس کے دسو سے بھی جس کے سامنے کھلے ہوتے ہیں پس سن لو جو بھی ان کفار سے بھی موالات و محبت رکھے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ ان کافروں کا اگر بس چلے اگر انہیں کوئی موقع مل جائے تو نہ اپنے ہاتھ پاؤں سے تمہیں نقصان پہنچانے میں دریغ کریں گے نہ برا کہنے میں اپنی زبانیں روکیں گے جو ان کے امکان میں ہے کر گزریں گے بلکہ تمام تر کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنالیں پس جب کہ ان کی اندرونی اور بیرونی دشمنی کا حال تمہیں بخوبی معلوم ہے پھر کیا اندھیر ہے؟ کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھ رہے ہو اور اپنی راہ میں آپ کاٹے ہو؟ غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافروں پر اعتماد کرنے اور ان سے ایسے گہرے تعلقات رکھنے اور دلی میل رکھنے سے روکا جا رہا ہے اور وہ باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں جو ان سے علیحدگی پر آمادہ کر دیں تمہاری قرابتیں اور رشتہ داریاں تمہیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی اگر تم خدا کو ناراض کر کے انہیں خوش کرو اور چاہو کہ تمہیں نفع ہو یا نقصان ہٹ جائے یہ بالکل خام خیالی ہے نہ خدا تعالیٰ کی طرف کے نقصان کو کوئی ٹال سکے نہ اس کے دیئے ہوئے نفع کو کوئی روک سکے اپنے والوں سے ان کے کفر پر جس نے موافقت کی وہ برباد ہوا گورشتہ دار کیسا ہی ہو کچھ نفع نہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ماں باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا سن میرا باپ اور تیرا باپ دونوں ہی جہنم میں ہیں یہ حدیث صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا الْقَوْمِ هُمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَا اسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ④

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَن يَتَوَلَّ
فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

تمہارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو کہ (ایمان و اطاعت میں) ان کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض (زیادہ) ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے (استغفار سے زیادہ) مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور اے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دیجئے بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کے (سامنے جانے) کا اور قیامت کے دن (کے آنے) کا استقادر کہتے ہیں اور جو شخص (اس حکم سے) روگردانی کرے گا سو (اسی کا ضرر ہوگا کیونکہ اللہ تو) بالکل بے نیاز اور

سزاوارتہ ہے ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزیمت:

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کفار سے موالات اور دوستی نہ کرنے کی ہدایت فرما کر ان کے سامنے اپنے خلیل علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انہوں نے اپنے رشتے کنبہ اور قوم کے لوگوں سے بر ملا فرما دیا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہو ان سے بے زار بری الذمہ اور الگ تھلگ ہیں ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں جب تک تم اس طریقے اور مذہب پر ہو تم ہمیں اپنا دشمن سمجھو نا ممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں ہاں یہ اور بات ہے کہ خدا تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید مان لو اور اسی ایک کی عبادت شروع کر دو اور جن جن کو تم نے خدا کا شریک اور ساتھی ٹھہرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا پاٹ میں مشغول ہو ان سب کو ترک کر دو اپنی اس روش کفر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تو پھر بے شک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تم ہم سے علیحدہ ہو ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا اور پھر اسے پورا کیا اس میں ان کی اقتدا نہیں اس لئے کہ یہ استغفار اس وقت تک رہا جس وقت تک کہ اپنے والد کا دشمن خدا ہونا ان پر وضاحت کے ساتھ ظاہر نہ ہوا تھا جب انہیں یقینی طور پر اس کی خدا سے دشمنی کھل گئی تو اس سے صاف بیزاری ظاہر کر دی بعض مومن اپنے مشرک ماں باپ کے لئے دعا و استغفار کرتے تھے اور سند

۱۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دو یا تین ارشاد فرمائیں ایک کفار کی مذہبی راہ و رسم سے بیزاری جس کا اظہار انا براؤ منکم و مما تعبدون سے فرمایا اور دوسری معاملات اور معاشرے میں انقطاع تعلق جس کا اعلان بدا بیننا و بینکم العداۃ والبغضاء سے کیا رہا صلہ رحمی یا حقوق قرابت کا لحاظ سو وہ دوسری نصوص سے ماخوذ ہے اور ان آیات کو ان معاملات سے کوئی تعارض نہیں۔

میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لئے دعا مانگنا پیش کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ (سورہ توبہ: ۱۱۳) پوری دوائیوں تک نازل فرمایا اور یہاں اسوہ ابراہیمی میں سے اس کا استغفار کر لیا کہ اس بات میں ان کی پیروی تمہارے لئے ممنوع ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استغفار کی تفصیل بھی کر دی اور اس کا خاص سبب اور خاص وقت بھی بیان فرمادیا حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ قنادہؒ مقاتل بن حیانؒ ضحاکؒ وغیرہ نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ قوم سے برأت کر کے اب دامن خدا میں چھپتے ہیں اور جناب باری میں عاجزی اور انکساری سے عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ تمام کاموں میں ہمارا بھروسہ اور اعتماد تیری ہی پاک ذات پر ہے ہم اپنے کام تجھے سونپتے ہیں تیری طرف رجوع و رغبت کرتے ہیں دار آخرت میں بھی ہمیں تیری ہی جانب لوٹنا ہے پھر کہتے ہیں خدایا تو ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ ہم پر غالب آکر ہمیں مصیبت میں مبتلا کر دیں اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ تیری طرف سے ہم پر کوئی عتاب و عذاب نازل ہو اور وہ ان کے اور بہکنے کا سبب بنے کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو خدا انہیں عذاب کیوں کرتا؟ اگر یہ کسی میدان میں جیت گئے تو بھی ان کے لئے یہ فتنہ کا سبب ہوگا کہ ہم اس لئے غائب آئے کہ ہم ہی حق پر ہیں اسی طرح اگر یہ ہم پر غالب آگئے تو ایسا نہ ہو کہ تکلیفیں پہنچا پہنچا کر تیرے دین سے برگشتہ نہ کر دیں پھر جو دعائیں مانگتے ہیں کہ خدایا ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے ہماری پردہ پوشی کر اور ہمیں معاف فرما تو عزیز ہے تیری جناب میں پناہ لینے والا نامراد نہیں پھرتا تیرے در کو کھڑکانے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا تو اپنی شریعت کے تقرر میں اپنے اقوال و افعال میں اور قضا و قدر مقرر کرنے میں حکمتوں والا ہے تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں پھر بطور تاکید کے وہی پہلی بات دہرائی جاتی ہے کہ ان میں تمہارا لئے نیک نمونہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے آنے کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہو اسے ان کی اقتدا میں آگے بڑھ کر قدم رکھنا پائے اور جو احکام خدا سے روگردانی کرے وہ جان لے کہ خدا اس سے بے پروا ہے اور وہ سزاوار حمد و ثنا ہے مخلوق اس خالق کی تعریف میں مشغول ہے جیسے اور جگہ ہے إِنَّ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ (سورہ ابراہیم: ۸) اگر تم اور تمام روئے زمین کفر پر اور خدا کے نہ ماننے پر اتر آئیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ سب سے غنی سب سے بے نیاز ہے اور سب سے بے پروا ہے اور وہ تعریف کیا گیا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں غنی اسے کہا جاتا ہے جو اپنے غنا میں کامل ہو اللہ تعالیٰ ہی کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر طرح بے نیاز اور بالکل بے پروا ہے کسی اور کی ذات ایسی نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں اس کے مثل کوئی اور نہیں وہ پاک ہے اکیلا ہے سب پر حاکم سب پر غالب سب کا بادشاہ ہے حمید ہے یعنی مخلوق اسے سراہ رہی ہے اپنے جمیع اقوال میں تمام افعال میں وہ ستائشوں اور تعریفوں والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سوا کوئی پالنے والا نہیں رب وہی ہے معبود وہی ہے۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوْدَّةً وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ⑦ لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَ تُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ⑧ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الدِّينِ قَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ

أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ①

اللہ تعالیٰ سے امید ہے (یعنی ادھر سے وعدہ ہے) کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے اور اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے میں منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں ٹوٹے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اور اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں (خواہ بالفعل یا بالعزم) اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور اگر نکالا نہ بھی ہو (لیکن) تمہارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی) مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا سو وہ گنہگار ہوں گے ○

اور یہ بھی ممکن ہے:

کافروں سے محبت رکھنے کی ممانعت اور ان کی بغض و عداوت کے بیان کے بعد اب ارشاد ہوتا ہے کہ ایسا بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں مصالحت کر دے بغض نفرت اور فرقت کے بعد محبت مودت اور الفت پیدا کر دے کون سی چیز ہے جس پر خدا قادر نہ ہو؟ وہ متبائن اور مختلف چیزوں کو جمع کر سکتا ہے عداوت و قساوت کے بعد دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دینا اس کے ہاتھ ہے جیسے اور جگہ انصار پر اپنی نعمت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے: **وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ.....** (سورہ آل عمران: ۱۰۳) تم پر جو خدا کی نعمت ہے اسے یاد کرو کہ تمہاری دلی عداوت کو اس نے الفت قلبی سے بدل دیا اور تم ایسے ہو گئے جیسے حقیقی بھائی ہوں تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے لیکن اس نے تمہیں وہاں سے بچالیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے ہی تمہیں ہدایت دی اور تم متفرق تھے میری وجہ سے تمہیں جمع کر دیا قرآن کریم میں ہے **هُوَ الَّذِي ابْدَكَ بَنَصْرِهِ.....** (سورہ انفال: ۶۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے مومنوں کو ساتھ کر کے اے نبی تیری مدد کی اور ایمانداروں میں آپس میں وہ محبت اور یک جہتی پیدا کر دی کہ اگر روئے زمین کی دولت خرچ کر کے تو وہ یگانگت پیدا کرنی چاہتا تو نہ کر سکتا تھا یہ الفت منجانب اللہ تعالیٰ تھی جو عزیز و حکیم ہے ایک حدیث میں ہے دوستوں کی دوستی کے وقت بھی اس بات کو پیش نظر رکھو کہ کیا عجب اس سے کسی وقت دشمنی ہو جائے؟ اور دشمنی میں بھی حد سے تجاوز نہ کرو کیا خبر کب دوستی ہو جائے؟ عرب شعر کہتا ہے

وَقَدْ يَجْمَعُ اللَّهُ الشَّيْثَيْنِ بَغْذًا مَا ☆ يَظْنَانِ كُلُّ الظَّنِّ أَنْ لَا تَلَاقِيَا

یعنی ایسے دو دشمنوں میں بھی جو ایک سے ایک جدا ہوں اور اس طرح کہ دل میں گرہ دے لی ہو کہ ابد الابد تک اب کبھی نہ ملیں گے اللہ تعالیٰ اتحاد و اتفاق پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح ایک ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی دو نہ تھے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے کافر جب توبہ کریں خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا جب وہ اس کی طرف جھکیں وہ انہیں اپنے سایہ رحمت میں لے لے گا کوئی گناہ ہو اور کوئی گنہگار ہو ادھر وہ مالک کی طرف جھکا ادھر اس کی رحمت کی آغوش کھلی حضرت مقل بن حیاؓ فرماتے ہیں یہ آیت ابوسفیان صحرا بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا تھا اور یہی مناکحت محبت کا سبب بن گئی لیکن یہ قول کچھ مناسب معلوم

۱۔ اور پھر دوستی ہو جانے کے بعد اپنی دشمنی پر ندامت یا زمانہ دشمنی کی تلخ یاد پر عہد دوستی میں شرمندہ ہونا پڑے۔

۲۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف خالد اور ابوسفیانؓ بلکہ سینکڑوں و ہزاروں وہ اعداء اسلام لے آئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدترین دشمنی رکھتے تھے۔

نہیں ہوتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح فتح مکہ سے بہت پہلے ہوا تھا اور حضرت ابوسفیان کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا رات ہے بلکہ اس سے بھی بہت اچھی توجیہ تو وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان صحز بن حرب کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ آرہے تھے کہ راستے میں ذوالخوار مرتدل گیا آپ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے پس مرتدین سے سب سے پہلی لڑائی لڑنے والے مجاہد فی الدین آپ ہیں حضرت ابن شہاب کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت: عَسَى اللہ..... اثری ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضرت ابوسفیانؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تین درخواستیں ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں آپ نے فرمایا کہ تو کہا اول تو یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح کفر کے زمانہ میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانے میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں آپ نے اسے منظور فرمایا پھر کہا میرے لڑکے کے معاویہ گواپنا منشی بنا لیجئے آپ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گزر چکا) اور میری بہترین عرب بچی ام حبیبہ کو آپ اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں آپ نے یہ بھی قبول فرمایا اس پر بھی کلام پہلے گزر چکا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جن کفار نے تم سے مذہبی لڑائی نہیں لڑی نہ تمہیں جلاوطن کیا جیسے عورتیں اور کمزور لوگ وغیرہ ان کے ساتھ سلوک و احسان اور عدل و انصاف کرنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ وہ تو ایسے باانصاف لوگوں سے محبت رکھتا ہے بخاری مسلم میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کے پاس ان کی مشرکہ ماں آئیں یہ اس زمانے کا ذکر ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان صلحنامہ ہو چکا تھا تو حضرت اسماء خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھتی ہیں کہ میری ماں آئی ہوئی ہیں اب تک وہ اس دین سے الگ ہیں کیا مجھے جائز ہے کہ میں ان کے ساتھ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں جاؤ ان سے صلہ رحمی کرو مسند کی اس روایت میں ہے کہ ان کا نام قبیلہ تھا یہ مکہ سے گوہ اور پیئر اور گھی بطور تحفہ کے لے کر آئی تھیں لیکن حضرت اسماء نے اپنی مشرکہ ماں کو نہ تو اپنے گھر میں آنے دیا نہ یہ تحفہ ہدیہ قبول کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور آپ کی اجازت پر ہدیہ بھی لیا اور اپنے ہاں ٹھہرایا بھی بزار کی حدیث میں حضرت عائشہؓ کا نام بھی ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی والدہ کا نام ام رومانؓ تھا اور وہ اسلام لا چکی تھیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائی تھیں ہاں حضرت اسماءؓ کی والدہ ام رومان نہ تھیں چنانچہ ان کا نام قبیلہ اوپر کی حدیث میں گزر چکا ہے واللہ اعلم۔

مقسطین کی تفسیر سورہ حجرات میں گزر چکی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے حدیث میں ہے مقسطین وہ عدل کے ساتھ حکم کرتے ہیں گواہل و عیال کا معاملہ ہو یا زبردستوں کا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے پھر فرماتا ہے کہ خدا کی ممانعت تو ان لوگوں کی دوستی سے ہے جو تمہارے عداوت سے تمہارے مقابل نکل کھڑے ہوئے تم سے صرف تمہارے مذہب کی وجہ سے لڑے جھگڑے تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیا تمہارے دشمنوں کی مدد کی پھر مشرکین سے اتحاد و اتفاق دوستی و یک جہتی رکھنے والوں کو دھمکاتا ہے اور اس کا گناہ بتلاتا ہے کہ ایسا کرنے والے ظالم گنہگار ہیں اور جگہ فرمایا یہودیوں نصرانیوں سے دوستی کرنے والا ہمارے نزدیک انہی جیسا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۚ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ

فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ

يَحْلُونَ لَهُنَّ وَأَتَوْهُنَّ مَا انْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ
أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْفَقُوا
ذَلِكَ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑤ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ
مِّنْ أَزْوَاجِكُمُ إِلَى الْكُفَّارِ فَعاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا أَنْفَقُوا
وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ⑥

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کر لیا کرو ان کے ایمان کو
اللہ ہی خوب جانتا ہے پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو (کیونکہ) نہ تو وہ
عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافران عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر
دو اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہو گا جب کہ تم ان کے مہر ادا کر دو اور (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں کے تعلقات
کو باقی مت رکھو اور (اس صورت میں) جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو (ان کافروں سے) مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ
(تم سے) مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے (اس کا اتباع کرو) وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر
تمہاری بیویوں میں سے کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سے (بالکل ہی تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں
ہاتھ سے نکل گئیں جتنا (مہر) انہوں نے (ان بیویوں پر) خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو اور اللہ سے کہ جس پر تم ایمان
رکھتے ہو ڈرتے رہو ○

ایک حکم مؤمنات سے متعلق:

سورہ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے اس صلح کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے
درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
اسے اہل مکہ کو واپس کر دیں لیکن قرآن کریم نے ان میں سے ان عورتوں کو مخصوص کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور فی الواقع
ہو بھی وہ سچی ایماندار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ کریں حدیث شریف کی تخصیص قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے
اور بعض سلف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی ناسخ ہے اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابومعیط مسلمان ہو
کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کے واپس لینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور آپ سے کہا سنا پس یہ آیت امتحان نازل ہوئی اور مومنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی حضرت ابن عباسؓ
سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے آپ نے بتایا اس طرح کہ خدا کی قسم کھا کر سچ سچ
کہے کہ وہ اپنے خاوند کی ناجاتی کی وجہ سے نہیں چلی آئی اور ایسے ہی صرف آب و ہوا اور زمین کی تبدیلی کرنے کے لئے بطور سیر و سیاحت

نہیں آئی او کسی دنیاوی مقصد کے لئے نہیں چلی آئی بلکہ خدا تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اسلام کی خاطر ترک وطن کیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں قسم دے کر ان سوالات کا کرنا اور خوب آزمائنا یہ کام حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد تھا اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹا دینے کا حکم تھا مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کے اختلاف کی وجہ سے یا کسی اور شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ اس آیت کے اس جملہ سے اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ باایمان عورت ہے تو اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا ورنہ اس سے پہلے مومنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول مسلمہ تھیں بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے حضرت زینبؓ نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ کا ہار ان کے فدیہ میں بھیجا تھا کہ آزاد ہو کر آ جائیں جسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا تم پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو مسلمانوں نے بخوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ بھیج بھی دیا یہ واقعہ ۲ھ کا ہے حضرت زینبؓ نے مدینہ میں ہی قیام پذیر ہوئیں اور یوں ہی بیٹھی رہیں یہاں تک کہ ۸ھ میں ان کے خاوند حضرت ابوالعاص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی سابقہ نکاح پر بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر بندھا امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت یزید نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں اور وہ روایت از روئے سند بہت اعلیٰ ہے اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمرو بن شعیبؓ ہیں اور عمل اسی پر ہے لیکن یہ یاد رہے کہ عمرو بن شعیبؓ والی روایت ایک راوی حجاج بن ارطاة کو حضرت امام احمد بن حنبلؓ وغیرہ ضعیف بتلاتے ہیں حضرت ابن عباسؓ والی روایت کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہے ممکن ہے کہ ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح منہج ہو جاتا ہے ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے اگر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اسی پر حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو محمول کرتے ہیں پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجر عورتوں سے فدیہ نہ دے ان کے اخراجات جو ہوئے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر پھر فرمان ہے کہ اب انہیں ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں عدت کا گزر جانا ولی کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو پوری کر کے ان مہاجر عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانو ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں اسی کافرہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے اس حکم کے نازل ہوتے ہی

۱۔ یہ سب صحیح ہے ظاہر ہے کہ یہ بیانات اور بیانات کے حالات ہی سے اندازہ لگایا جائے گا اور اس طرح کے انداز سے یقیناً تک سب پہنچتے ہیں چنانچہ صاحب مدارک نے بھی اس موقع پر لکھا ہے کہ یہ بیان معنی ظن غالب ہے۔ جصاص نے تو بالکل صاف لکھ دیا کہ یقیناً تک رسائی کی کوئی صورت ہی ممکن نہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنی دو کافر بیویوں کو فوراً طلاق دے دی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے صلح کی اور ابھی تو آپ حدیبیہ کے نیچے کے حصے میں ہی تھے جو یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا باایمان ہونا اور خلوص نیت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو جائے تو اس کے کافر خاوندوں کو ان کے دیئے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنا دیا گیا اس حکم کی وجہ وہ عہد نامہ تھا جو ابھی مرتب ہو تھا حضرت فاروقؓ نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریبہ تھا یہ ابوامیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عمرو بن حدل خزاعی کی لڑکی تھی حضرت عبید اللہ کی والدہ یہی تھی اس سے ابوجہم بن حذیفہ بن غانم خزاعی نے نکاح کر لیا یہ مشرک تھا اسی طرح اس حکم کے ماتحت حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اپنی کافرہ بیوی اردی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دی اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے خرچ کیا ہے اسے کافروں سے لے لیں جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آجائیں انہیں تم ان کی خرچ دے دو صلح کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ بیان ہو چکا ہے جو اس نے اپنی مخلوق میں کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام مصلحتوں سے باخبر ہے اور اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ علی الاطلاق حکیم وہی ہے اس کے بعد کی آیت **وَإِنْ فَاتَكُمْ** کا مطلب حضرت قتادہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صلح و صفائی نہیں اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان سے جا ملے تو ظاہر ہے کہ اس کے خاوند کا کیا ہوا خرچ نہیں دیں گے تو اس کے بدلے تمہیں بھی اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاوند کو کچھ نہ دو جب تک وہ نہ دیں حضرت زہریؒ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو خدا کے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لئے ہوئے مہر ان کے خاوندوں کو واپس کئے لیکن مشرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت اتری۔

مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آجائے تو تم اپنا وہ خرچ نکال کر باقی اگر کچھ بچے تو دے دو ورنہ معاملہ ختم ہوا حضرت ابن عباسؓ سے اس کا یہ مطلب منقول ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں جا ملے اور کافروں کے خاوند کو اس کا کیا ہوا خرچ ادا نہ کریں تو مال غنیمت میں سے آپ اس مسلمان کو بقدر اس کے خرچ کے دے دیں پس فعاقبتہم کے معنی یہ ہوئے کہ پھر تمہیں قریش یا کسی اور جماعت کفار سے مال غنیمت ہاتھ لگے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہوا خرچ ادا کیجی مہر مثل ان اقوال میں کوئی تضاد اور خلاف نہیں مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت اگر ممکن ہو تو وہ سہی ورنہ مال غنیمت میں سے اس کا حق سے دیا جائے دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم میں وسعت ہے حضرت امام ابن جریرؒ اس تطبیق کو پسند فرماتے ہیں فالحمد لله۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ

يَفْتَرِيَنَّهُ بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی ادا دلائیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنالیں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کیا کیجئے بے شک اللہ غفور رحیم ہے ○

عورتوں کی بیعت:

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آئی تھیں ان کا امتحان اس آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانی فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملائے ہوں قسم خدا کی آپ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا صرف زبانی فرما دیتے کہ ان باتوں میں میں نے بیعت لی ترمذی نسائی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امیمہ بنت وقیقہؓ فرماتی ہیں کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم اچھی باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی، کے اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ کر ہے پھر ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کو بیعت کے لئے کافی ہے پس بیعت ہو چکی امام ترمذی اس حدیث کو حسن کہتے ہیں مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ نہیں کیا یہ حضرت امیمہؓ حضرت خدیجہؓ کی بہن اور حضرت فاطمہؓ کی خالہ ہوتی ہیں مسند احمد میں ہے حضرت سلمیٰ بنت قیسؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی تھی بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لئے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کریں کہ خیانت و دھوکہ نہ کرنے سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دیں مسند کی حدیث میں ہے کہ

۱۔ پھر اس قدر خلاف سنت ہے ان جھوٹے اور دغا باز بیہوشوں کا معمول جو اپنی مرید عورتوں سے پردہ نہیں کرتے بے تکلف ان سے باتیں کرتے ہیں اور ان کے جسم کو چھوتے ہیں الحمد للہ اکابر دارالعلوم نے ہمیشہ عورتوں کی بیعت مسنون طریق پر فرمائی سیدی مولائی شیخنا شیخ اکمل حضرت مولانا حسین احمد عورتوں کی بیعت ہمیشہ مسنون طریقہ پر فرماتے اور ہرگز ہرگز کسی مرید عورت کو سامنے نہ آنے دیتے بعینہ یہی طرز عمل اپنے والد ماجد حضرت امام اعظم سید اکمل شیخ الاسلام حضرت مولانا نور شاہ کشمیریؒ کا دیکھا ہے۔ (انظر شاہ)

حضرت عائشہ بنت قدامہؓ فرماتی ہیں میں اپنی والدہ رایتہ بنت سفیان خزاعیہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والوں میں تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں اس کا اقرار کرتی تھیں میری والدہ کے حکم سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہؓ سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مردے پر نوحہ نہ کریں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس اثنا میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مردے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن تھوڑی دیر میں واپس آئی اور بیعت کر لی مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلیم بنت ملحان نے ہی پورا کیا بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا ام سلیمؓ ام علاءؓ اور ابوسبرہؓ کی بیٹی جو حضرت معاذؓ کی بیوی تھیں اور دو عورتیں اور یا ابوسبرہؓ کی بیٹی اور حضرت معاذؓ کی بیوی اور ایک عورت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ لیا کرتے تھے بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کی غید کی نماز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر عمر عثمانؓ کے ساتھ پڑھی سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے اترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جاتا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لارہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے آپ نے یہاں پہنچ کر اسی آیت کی تلاوت فرمائی پھر آپ نے دریافت کیا کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو؟ ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کسی اور نے جواب نہیں دیا راوی حدیث حضرت حسنؓ کو یہ نہیں معلوم کہ یہ جواب دینے والی کون سی عورتیں تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا یا چنانچہ عورتوں نے اس میں بے گنہی کی اور گنہیہ والی انگلیاں راہ اللہ ڈالیں مسند احمد کی روایت میں حضرت امیہؓ کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نوحہ کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا بخاری مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے بھی ایک مجلس میں فرمایا کہ مجھ سے ان باتوں کی بیعت کرو جو اس آیت میں ہیں جو شخص اس کو نبھا دے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو اس کے کچھ خلاف کر گزرے اور وہ مسلم حکومت سے پوشیدہ رہے اس کا حساب اللہ تعالیٰ سے ہے اگر چاہے بخش دے اور اگر چاہے عذاب کرے حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ عقبہ اولیٰ میں ہم بارہ شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور انہی باتوں پر جو اس آیت میں مذکور ہیں آپ نے ہم سے بیعت لی اور فرمایا اگر تم اس پر پورے اترے تو یقیناً تمہارے لئے جنت ہے یہ واقعہ جہاد کی فرضیت سے پہلے کا ہے ابن جریر کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم اس پر بیعت لیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ان بیعت لینے کے لئے آنے والوں میں حضرت ہندہ بھی تھیں جو عقبہ بن ربیعہؓ کی بیٹی اور حضرت سفیانؓ کی بیوی تھیں یہی تھیں جنہوں نے اپنے کفر کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کا پیٹ چیر دیا تھا اس وجہ سے یہ ان عورتوں میں ایسی حالت میں آتی تھیں کہ کوئی لے اور ظاہر ہے کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہے اور کوئی بات جرم کی نوعیت کی پیش آئی مثلاً زنا وغیرہ تو خود حکومت اسلامی شریعت کے مطابق سزا دے گی بشرطیکہ جرم حکومت کے علم میں آگیا ہو۔

اس کو پہچان نہ سکے اس نے جب فرمان سنا تو کہنے لگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اگر بولوں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہچان لیں گے اور اگر پہچان لیں گے تو میرے قتل کا حکم دے دیں گے میں اسی وجہ سے اس طرح آئی ہوں کہ پہنچانی نہ جاؤں مگر اور عورتیں سب خاموش رہیں اور ان کی بات اپنی زبان سے کہنے سے انکار کر دیا آخر ان ہی کو کہنا پڑا کہ یہ ٹھیک ہے جب شرک سے ممانعت مردوں کو ہے تو عورتوں کو کیوں نہ ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا پھر حضرت عمرؓ سے کہا ان سے کہہ دو کہ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چوری نہ کریں اس پر ہندو نے کہا میں ابوسفیانؓ کی معمولی سی چیز کبھی کبھی لے لیا کرتی ہوں کیا خبر یہ بھی چوری میں داخل ہے یا نہیں؟ اور میرے لئے یہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ حضرت ابوسفیانؓ بھی اس مجلس میں موجود تھے یہ سنتے ہی کہنے لگے میرے گھر میں سے جو کچھ بھی تو نے لیا ہو خواہ وہ خرچ میں آگیا ہو یا اب بھی باقی ہو وہ سب تیرے لئے حلال کرتا ہوں اب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف پہچان لیا کہ میرے چچا حمزہؓ کی قاتلہ اور اس کے کلچے کو چیرنے والی پھر اسے چبانے والی عورت ہندو ہے آپ انہیں پہچان کر اور ان کی یہ گفتگو سن کر اور حالت دیکھ کر مسکرا دیئے اور انہیں اپنے پاس بلایا انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام کر معافی مانگی آپ نے فرمایا تم وہی ہندو ہو؟ انہوں نے کہا گزشتہ گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے اور بیعت کے سلسلے میں پھر لگ گئے اور فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں سے کوئی بدکاری نہ کرے اس پر حضرت ہندو نے کہا کیا کوئی آزاد عورت بھی بدکاری کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے خدا کی قسم آزاد عورتیں اس برے کام سے ہرگز آلودہ نہیں ہوتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں ہندو نے کہا آپ نے انہیں بدر کے دن قتل کیا ہے آپ جانیں اور وہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچویں یہ ہے کہ خود اپنی ہی طرف سے جوڑ کر بے سر پیر کا کوئی خاص بہتان نہ تراش لیں اور چھٹی بات یہ ہے کہ میری نافرمانی نہ کریں اور ساتواں عہد آپ نے ان سے یہ بھی لیا کہ وہ نوحہ نہ کریں اہل جاہلیت کسی کے مرجانے پر کپڑے پھاڑتے تھے منہ نوچ لیتے تھے بال کٹوا دیتے تھے اور ہائے وائے کیا کرتے تھے یہ اثر غریب ہے اور اس کے بعض حصے نکارت بھی ہے اس لئے کہ ابوسفیانؓ اور ان کی بیوی ہندو کے اسلام کے وقت انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی آپ نے صفائی اور محبت کا اظہار کر دیا تھا واللہ اعلم۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ والے دن بیعت والی یہ آیت نازل ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پر مردوں سے بیعت لی اور حضرت عمرؓ نے عورتوں سے بیعت لی اس میں اتنا اور بھی ہے کہ اولاد کے قتل کی ممانعت سن کر حضرت ہندو نے فرمایا کہ ہم نے تو انہیں بچپن سے پال پوس کر بڑا کیا لیکن ان بڑوں کو تم نے قتل کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسی کی وجہ سے لوٹ پوٹ گئے۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ جب ہند بیعت کرنے آئیں تو ان کے ہاتھ مردوں کی طرف سفید تھے آپ نے فرمایا جاؤ ان کا رنگ بدل لو چنانچہ وہ مہندی لگا کر حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں دوسو نے کے کڑے تھے انہوں نے پوچھا کہ ان کی نسبت کیا حکم ہے فرمایا جہنم کی آگ کے دوانگارے ہیں یہ حکم اس وقت ہے جب ان کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے اس بیعت کے لینے کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جب اولاد کے قتل کی ممانعت پر ان سے عہد لیا گیا تو ایک عورت نے کہا کہ ان کے باپ دادوں کو تو قتل کیا اور ان کی اولاد کی وصیت ہمیں ہو رہی ہے یہ شروع صورت بیعت کی تھی لیکن پھر اس کے بعد تو آپ نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ جب بیعت کرنے کے لئے عورتیں جمع ہو جاتیں تو آپ یہ سب باتیں ان کے سامنے پیش فرماتے وہ ان کا اقرار کرتیں اور واپس لوٹ جاتیں پس فرمان خدا ہے کہ جو عورت ان امور پر بیعت کرنے کے لئے آئے تو اس سے

۱۔ یہ سب باتیں بطور تضرع کے تھیں اس لئے نہ آنحضور ﷺ نے ان پر کوئی اظہار ناراضگی فرمایا اور نہ عورتوں ہی نے ان کے کہنے میں کوئی تاثر کیا۔

بیعت لے لو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا غیر لوگوں کے مال نہ چرانا ہاں اس عورت کو جس کا خاوند اپنی طاقت کے مطابق کھانے پینے پہننے اوڑھنے کو نہ دیتا ہو تو جائز ہے کہ اپنے خاوند کے مال سے مطابق دستور اور بقدر اپنی حاجت کے لے گو خاوند کو اس کا علم نہ ہو اس کی دلیل حضرت ہند والی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے خاوند ابوسفیان بخیل ہیں وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو سکے اس لئے ان کی بے خبری میں ان کے مال سے لے لوں تو مجھے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بہ طریق معروف اس کے مال سے اتنا لے لے جو تجھے اور تیرے بال بچوں کو کفایت کرے (صحیحین) اور وہ زنا کاری نہ کریں جیسے اور جگہ ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَانِ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا (سورہ بنی اسرائیل: ۳۲) زنا کے لئے نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے حضرت سمرہؓ والی حدیث میں زنا کی سزا دردناک عذاب جہنم بیان کی گئی مسند احمد میں ہے کہ فاطمہ بنت عقبہ جب بیعت کے لئے آئیں اور اس آیت کی تلاوت ان کے سامنے کی گئی تو انہوں نے شرم سے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا آپ کو ان کی یہ حیا اچھی معلوم ہوئی حضرت عائشہؓ نے فرمایا انہی شرطوں پر سب نے بیعت کی ہے یہ سن کر انہوں نے بھی بیعت کر لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت کے طریقے اوپر بیان ہو چکے ہیں اولاد کو قتل نہ کرنے کا حکم عام ہے پیدا شدہ اولاد کو مار ڈالنا بھی اسی ممانعت میں ہے جیسے کہ جاہلیت کے زمانے والے اس خوف سے کرتے تھے کہ انہیں کہاں سے کھلائیں گے پلائیں گے اور حمل گرا دینا بھی اسی ممانعت میں ہے خواہ اس طرح ہو کہ ایسے علاج کئے جائیں جس سے حمل ٹھہرے ہی نہیں یا ٹھہرے حمل کو کسی طرح گرا دیا جائے بری غرض وغیرہ سے بہتان نہ باندھنے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباسؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ دوسرے کی اولاد کو اپنے خاوند کی طرف منسوب کرنا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ملاعنہ کی آیت کے نازل ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں اسے داخل کرے جو اس قوم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی گنتی میں شمار نہیں اور جو شخص اپنی اولاد سے انکار کر جائے حالانکہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اللہ تعالیٰ اس سے آڑ کر لے گا اور تمام اگلوں پچھلوں کے سامنے اسے رسوا و ذلیل کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں یعنی آپ کے احکام بجالائیں اور آپ کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جاپا کریں یہ شرط یعنی معروف ہونے کی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے لگا دی ہے حضرت میمونؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فقط معروف میں رکھی ہے اور معروف ہی طاعت ہے۔ حضرت ابن زیدؓ فرماتے ہیں دیکھ لو کہ بہترین خلق رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کا حکم بھی معروف میں ہی ہے اس بیعت والے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا اقرار بھی لیا تھا جیسے حضرت ام عطیہؓ کی حدیث میں پہلے گزر چکا ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے اس بیعت میں یہ بھی تھا کہ عورتیں غیر محرموں سے بات چیت نہ کریں اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم گھر پر موجود نہیں ہوتے اور مہمان آ جاتے ہیں آپ نے فرمایا میری مراد ان سے بات چیت کرنے کی ممانعت سے نہیں میں

۱۔ غور سے پڑھیں صدیوں پہلے ایک مفسر کے ان جملوں کو بھلا بتائیے ضبط تولید یعنی بچہ کی پیدائش روکنا اور اس طرح کی ادویہ استعمال کرنا جو انقباض رحم کو مانع ہوں اسلام میں ان کی گنجائش بھی ہے؟

۲۔ عربی محاورے میں بہر حال اس نکڑے کا مطلب یہ ہوا کہ زنا سے پیدا شدہ بچہ کو اپنے شوہر کا بچہ بتا دینا اور یا کسی دوسرے کی اولاد کو چرا کر اپنی اور اپنے شوہر کی اولاد مشہور کر دینا۔

۳۔ سبحان اللہ کہاں بیعت میں خصوصیت کے ساتھ اس عہد کا تذکرہ اور کہاں آج کل مسلمان لڑکیاں کہ بے حیائی و بے باکی کے تمام مظاہرے اسکول کالج، ملازمت، میل جول، چھپے تعلقات وادارے اسلام تجھ کو بھی رسوا کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ (۲۸)

منزل (۴)

ان سے کام کی بات کرنے سے نہیں روکتا (ابن جریر) ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت کے موقع پر عورتوں کو نامحرم مردوں سے باتیں کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا بعض لوگ وہ بھی ہوتے ہیں کہ غیر عورتوں سے باتیں کرنے میں ہی مزہ لیا کرتے ہیں یہاں تک کہ مذی نکل جاتی ہے اور حدیث بیان ہو چکی ہے نوحہ نہ کرنے کی شرط پر ایک عورت نے کہا فلاں قبیلے کی عورتوں نے میرا ساتھ دیا ہے تو ان کے نوحے میں میں بھی ان کا ساتھ دے کر بدلہ ضرور اتاروں گی چنانچہ وہ گئیں بدلہ اتارا پھر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی حضرت ام سلیم جن کا نام ان عورتوں میں ہے جنہوں نے نوحہ کرنے کی بیعت کو پورا کیا یہ ملحان کی بیٹی اور حضرت انسؓ کی والدہ ہیں اور روایت میں ہے کہ جس عورت نے بدلہ کے نوحہ کی اجازت مانگی تھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی تھی یہی وہ معروف ہے جس میں نافرمانی منع ہے بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ معروف میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوحیں بال نہ منڈوائیں کپڑے نہ پھاڑیں ہائے وائے نہ کریں ابن جریر میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دن آپ نے حکم دیا کہ سب انصاریہ عورتیں فلاں گھر میں جمع ہوں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا ہم نے آپ کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحبا ہو اور آپ کے قاصد کو بھی حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں حکم کروں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا چوری اور زنا کاری سے بچنا اسی پر تم بیعت کرو ہم نے کہا ہم سب حاضر ہیں اور اقرار کرتی ہیں چنانچہ آپ نے وہیں باہر کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ اندر کی طرف بڑھا دیا اور ہم نے اپنے ہاتھ اندر سے اندر ہی بڑھائے پھر آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ پھر ہمیں حکم ہوا کہ دونوں عیدوں میں ہم اپنی حائضہ عورتوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو لے جایا کریں ہم پر جمعہ فرض نہیں ہمیں جنازوں کے ساتھ نہ جانا چاہئے حضرت اسماعیل راوی حدیث فرماتے ہیں میں نے اپنی دادی صاحبہ حضرت ام عطیہؓ سے پوچھا عورتیں معروف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ نوح نہ کریں بخاری مسلم میں ہے کہ جو کوئی مصیبت کے وقت اپنے کلوں پر تھپڑ مارے دامن چاک کرے اور جاہلیت کے وقت کی ہائی دہائی مچائے وہ ہم میں سے نہیں اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں جو گلا پھاڑ کر ہائے وائے کرے بال نوحے یا منڈوائے اور کپڑے پھاڑے یا دامن چیرے ابو یعلیٰ میں ہے کہ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑے گی حسب نسب پر فخر کرنا انسان کو اس کے نسب کا طعنہ دینا ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ گئے مر جائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا پیرا ہن پہنایا جائے گا اور کھجلی کی چادر اڑھائی جائے گی مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں پر اور نوحہ کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ معروف میں نافرمانی کرنے سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے یہ حدیث ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے اور امام ترمذی اس کو حسن غریب کہتے ہیں۔

۱۔ یہ اجازت قطعاً وقتی تھی اور ان کے ساتھ خاص جیسا کہ آپ نے ایک موقع پر ایک صحابی کو کفارہ معاف کر دیا تھا اس کو حجت بنا کر اس وقت نوحہ جائز قرار دینا ظلم ہوگا۔

۲۔ یعنی بڑی عمر کی عورتیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَپْسُوْا مِنْ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِيسُ الْكَفَّارُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۚ

اے ایمان والو! ان لوگوں سے (بھی) دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت (کے خیر و ثواب) سے ایسے ناامید ہو گئے ہیں جیسے کفار جو قبروں میں مدفون ہیں ناامید ہیں ○

محروم آخرت:

اس سورت کی ابتدا میں جو حکم تھا وہی آخر میں بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے جن پر خدا کا غضب اور اس کی لعنت ہو چکی ہے اور خدا کی رحمت اور اس کی شفقت سے دور ہو چکے جیسے تم ان سے دوستانہ اور میل ملاپ نہ رکھو وہ آخرت کے ثواب سے اور وہاں کی نعمتوں سے ناامید ہو چکے ہیں جیسے قبروں والے کافر اس پچھلے جملہ کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ جیسے زندہ کافر اپنے مردہ کافروں کے دوبارہ زندہ ہونے سے مایوس ہو چکے ہیں دوسرے یہ کہ جس طرح مردہ کافر ہر بھلائی سے ناامید ہو چکے ہیں وہ مر کر آخرت کے احوال دیکھ چکے ہیں اور اب انہیں کسی قسم کی بھلائی کی توقع نہیں رہی۔

تفسیر سورہ صف مدنیہ

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ ایک دن یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرے کہ خدا کو سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ مگر ابھی کوئی گیا بھی نہ تھا کہ ہمارے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ نے اس پوری سورت کی تلاوت فرمائی (مسند احمد) (اس میں ذکر ہے کہ جہاد سب سے زیادہ محبوب عمل خدا تعالیٰ کو ہے) ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت پڑھ کر سنائی تھی اسی طرح روایت کے بیان کرنے والے صحابیؓ نے تابعیؓ کو پڑھ کر سنائی اور تابعیؓ نے اپنے شاگرد کو۔ اس طرح آخر تک اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں مجھ سے میرے استاد شیخ مسند ابوالعباس احمد بن ابوطالب حجار نے بھی اپنی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اس میں مسلسل ہر استاد کا اپنے شاگرد کو یہ سورت پڑھ کر سنانا مروی ہے یہاں تک کہ میرے استاد نے بھی اپنے استاد سے اسے سنا ہے لیکن چونکہ وہ خود امی تھے اور اسے یاد کرنے کا

۱۔ بہر حال مغضوب قوموں کو آخرت میں کسی فلاح کی توقع نہیں یہود اگرچہ ایک آسمانی دین ہی کے پابند تھے تاہم فکر آخرت سے غفلت کا یہ عالم تھا کہ آج ان کے محرف صحیفوں میں سب کچھ ہے لیکن آخرت کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۔ اعمال میں خوبی اور محبوبیت کا تعلق بڑی حد تک احوال و ظروف پر ہے کسی دور میں جہاد کی ضرورت تھی تو جہاد ہی سب سے زیادہ محبوب عمل ٹھہرا اور گاہے فی سبیل اللہ انفاق کی حاجت تھی تو وہی سب سے زیادہ پسندیدہ عمل قرار دیا ایسی تمام احادیث پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کو وہ عمل ہر دور میں محبوب رہتا ہے جس کی اسلام کو سب سے زیادہ ہے کبھی بدعات کو ختم کرنا ہی محبوب عمل ہوگا اور گاہے قادیانیت کی بیخ کنی پسندیدہ عمل ٹھہرے گی اور پھر کبھی انکار حدیث اور کیونرم کے مقابلہ میں محاذ آرائی ہی سب سے افضل ہوگا۔

انہیں وقت نہیں ملا انہوں نے مجھ پڑھ کر نہیں سنائی لیکن الحمد للہ میرے دوسرے استاد حافظ کبیر ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان نے اپنی سند سے یہ حدیث مجھے پڑھاتے وقت یہ سورت بھی پوری پڑھ کر سنائی ہے۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ نَبِيَّهِ وَهِيَ اَبْعَ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: ﴿﴾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿﴾ کُلُّ آيَاتٍ ۱۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهِ صَفًّا کَاَنْهُمْ بُنِیَآءٌ مَّرْصُوصٌ ﴿۴﴾

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں (قالا یا حالاً) جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو خاص طور پر پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے کہ جس میں سیسہ پلایا گیا ہے ○

قول و عمل کی عدم مطابقت:

پہلی آیت کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے اب پھر اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں پھر ان لوگوں پر انکار ہوتا ہے جو کہیں اور نہ کریں وعدہ کریں اور وفانہ کریں بعض عطاء سلف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا واجب ہے جس سے وعدہ کیا ہے خواہ وہ تاکید کرے یا نہ کرے ان کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین کی تین عادتیں ہوتی ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب امانت دیا جائے خیانت کرے دوسری صحیح حدیث میں ہے چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک ہو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہے جب تک اسے نہ چھوڑے ان میں ایک عادت وعدہ خلافی کی ہے شرح صحیح بخاری کی ابتدا میں ہم نے ان دونوں حدیثوں کی پوری شرح کر دی ہے فالحمد للہ اسی لئے یہاں بھی اس کی تاکید میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبد اللہ بن عادی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں دوں گی آپ نے فرمایا پھر تو خیر ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ جب وعدے کے ساتھ وعدہ کئے ہوئے کی تاکید کا تعلق ہو تو اس وعدہ کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے

کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا اس نے نکاح کر لیا تو جب تک نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے وعدے کے مطابق دیتا رہے اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفائے عہد مطلق واجب ہی نہیں اس آیت کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فریضیت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ دیکھنے لگے جس پر یہ آیت اتری جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ یعنی تو نے کیا انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز کوۃ کا خیال رکھو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے خدا سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ کہنے لگے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقررہ تک پیچھے نہ چھوڑا جو قریب ہی تو ہے تو کہہ دے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پر ہیزگاروں کے لئے آخرت بہترین چیز ہے تم پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا تم کہیں بھی ہو تمہیں موت ڈھونڈ نکالے گی گو تم مضبوط محلوں میں ہو اور جگہ ہے: وَيَقُولُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَوْلَا نَزَّلَتْ سُوْرَةٌ یعنی مسلمان کہتے ہیں کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکم سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو دیکھ لے گا کہ بیمار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بے ہوشی ہو اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد فریضیت سے پہلے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ وہ عمل بتاتا جو اسے سب سے زیادہ پسندیدہ ہوتا تا کہ ہم اس پر عامل ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک و شبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر حکم جاری ہوا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے اس پر اللہ عزوجل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں صفیں باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں پھر احد والے دن ان کی آزمائش ہو گئی اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمان عالی شان اترا کہ کیوں وہ کہتے ہو کہ نہیں دکھاتے؟ بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہیں کہ ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو کہہ دیں کہ ہم زخمی ہوئے اور ہوئے نہ ہوں کہہ دیں کہ ہم پر مار پڑی اور پڑی نہ ہو کہہ دیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں ابن زید فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے زید بن اسلم جہاد مراد لیتے ہیں حضرت مجاہد فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ بھی تھے جب یہ آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کر لیا کہ میں نے تو اب سے لے کر مرتے دم تک خدا کی راہ میں خود کو وقف کر دیا چنانچہ اسی پر قائم رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید ہو گئے حضرت ابو موسیٰ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاری قرآن تھا پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سنو ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو مسجحات کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر خود بخود ہم اس کو بھول گئے ہاں اس میں سے اتنا یاد رہ گیا: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَنُكْتُبُ شَهَادَةَ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَتَسْأَلُوْنَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی اے ایمان والو وہ کیوں کہو جو نہ کرو پھر وہ لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ کے لکھا دیا جائے

۱۔ اگرچہ وعدہ کا پورا کرنا مستحب افضل ہے بلکہ بہت ضروری ہے قرآن مجید ہی نے ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ تم سے ان عہدوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا جو تم نے کئے تھے اور پھر ان کو پورا نہیں کیا۔

پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو صفیں باندھ کر دشمنان خدا کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو مسند میں ہے تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہنس دیتا ہے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والے نماز کے لئے صفیں باندھنے والے میدان جنگ میں صف بندی کرنے والے ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مطرف فرماتے ہیں مجھے یہ روایت حضرت ابو ذر ایک حدیث پہنچی تھی میری خواہش تھی کہ خود حضرت ابو ذر سے مل کر یہ حدیث سن لوں چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا آپ نے خوشنودی کا اظہار کیا اور کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے فرمایا ہاں میں اپنے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا فی الواقع آپ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو خدا کی راہ میں جہاد کرے اور صرف خوشنودی خدا تعالیٰ کی نیت سے نکلے دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی ابن ابی حاتم میں یہ حدیث اسی طرح ان ہی الفاظ میں اتنی ہی آئی ہے ہاں ترمذی اور نسائی میں پوری حدیث ہے اور ہم نے اسے دوسری جگہ پوری ذکر کی ہے فالحمد للہ حضرت کعب احبار سے ابن ابی حاتم میں منقول ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بد خلق بد زبان بازاروں میں شور و غل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں کرتے بلکہ درگزر کر کے معاف کر دیتے ہیں جائے پیدائش آپ کی مکہ ہے جائے ہجرت طابہ ہے ملک آپ کا شام ہے امت آپ کی بکثرت حمد خدا کرنے والی ہے ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہتے ہیں صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھوں کی بھنبھناہٹ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور تہہ اپنی آدھی پنڈلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدان جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسے نماز میں پھر حضرت کعبؓ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا سورج کی نگہبانی کرنے والے جہاں وقت نماز آجائے نماز ادا کر لینے والے گوسوری پر ہوں حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفیں نہ بندھوا لیں دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو خدا کی دی ہوئی ہے ایک دوسرے سے ملارہے ثابت قدم رہیں اور مقابلہ سے ہٹیں نہیں ایک دوسرے ملا ہوا کھڑا رہے تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانے والا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو یا ٹیڑھی ترچھی ہو یا سوراخ رہ جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے امر میں اختلاف ہو میدان جنگ میں اور بوقت نماز مسلمانوں میں صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجا لائے گا یہ اس کے لئے عصمت اور بچاؤ ہے ابو بکرؓ فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا پسند نہیں کرتے تھے انہیں یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آمنے سامنے مقابلہ کریں آپ فرماتے ہیں جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے ادھر ادھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملا مت کرنا اور برا بھلا کہنا۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تُوذُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ٥ وَإِذْ قَالَ عِيسَىٰ

ابْنُ مَرْيَمَ بْنِ إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ
وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ

مُبِينٌ ⑥

اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب (اس فرمائش پر بھی) وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور (زیادہ) ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا معمول ہے کہ وہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق ہی نہیں دیتے اور (اسی طرح وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے) جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے تورات (آچکی) ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت کہنے لگے یہ صریح جادو ہے ○

قوم سے ایک درخواست:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم میری رسالت کی سچائی جانتے ہو؟ پھر کیوں میرے درپے آزاد ہو؟ اس میں گویا ایک طرح پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے چنانچہ آپ کو بھی جب ستایا جاتا تو فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے ان کو اس سے زیادہ پریشان کیا گیا لیکن پھر بھی صابر رہے اور ساتھ ہی اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچائیں ایسا نہ کریں جس سے آپ کا دل میلا ہو جیسے اور جگہ ہے لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى..... (سورہ احزاب: ۶۹) ایمان والو تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دینے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو ان کی افتر پردازیوں سے پاک کیا پس جب کہ یہ لوگ باوجود علم کے اتباع حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھ چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ہدایت سے ہٹا دیے چنانچہ وہ شک و حیرت میں پڑ گئے جیسے اور جگہ ہے وَنَقَلَبُ افْئِدَتَهُمْ..... (سورہ انعام: ۱۰۰) یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے جس میں سرگرداں رہیں گے اور جگہ ہے وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ..... (سورہ نساء: ۱۱۵) جو رسول کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہونے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی کی تابعداری کرے ہم اسے اسی طرف متوجہ کریں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کرتا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطبہ بیان ہوتا ہے جو آپ نے بنی اسرائیل میں پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا کہ تورات میں میری خوشخبری دی گئی تھی اور اب میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی پیش گوئی سناتا ہوں جو نبی عربی امی مکی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کل انبیاء اور مرسلین کے خاتم ہیں آپ کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے نہ رسول نبوت اور رسالت سب آپ پر من کل الوجوہ ختم ہو گئی صحیح بخاری میں

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ②۸

منزل ④

ایک نہایت پاکیزہ حدیث ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم احمد ماحی جس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹا دیا اور میں حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے ابو داؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو ہمیں محفوظ رہے ان میں چند یہ ہیں فرمایا میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں حاشر ہوں میں مقفی ہوں میں نبی الرحمتہ ہوں میں نبی التوبہ ہوں میں نبی الحکمہ ہوں یہ حدیث بھی صحیح مسلم شریف میں ہے قرآن کریم میں ہے: **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ.....** (سورہ اعراف: ۱۵۷) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول نبی امی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں تو رات میں بھی اور انجیل میں بھی اور جگہ فرمان ہے: **وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ.....** (سورہ آل عمران: ۸۱) اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے عہد لیا کہ جب کبھی میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اسے پہنچاتا ہو جو تمہارے ساتھ تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرورت دکر و گے کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد لیتے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے فرمایا بس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس سے یہ اقرار نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے جائیں تو وہ آپ کی تابعداری کرے بلکہ ہر نبی علیہ السلام سے یہ وعدہ بھی لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اپنی امت سے بھی یہ عہد لے لیں ایک مرتبہ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں کچھ اپنے بارے میں بتائیے آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہوئے تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر بصرہ کے محلات چمک اٹھے (ابن اسحق) اس کی سند عمدہ ہے اور دوسری سندوں سے اس کے شواہد بھی ہیں مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا در آنحالیکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندے ہوئے تھے میں تمہیں اس کی ابتدا سناؤں میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں انبیاء کی والدہ عموماً اسی طرح کے خواب دیکھتی ہیں مسند احمد میں اور سند میں بھی اسی کے قریب روایت ہے مسند کی روایت اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھیج دیا تھا ہم تقریباً اتنی آدمی تھے ہم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت جعفرؓ حضرت عبداللہ بن روحؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت ابو موسیٰ وغیرہ بھی تھے ہمارے یہاں پہنچنے پر قریش نے یہ خبر پا کر ہمارے پیچھے اپنی طرف سے بادشاہ کے پاس دو سفیر بھیجے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید ان کے ساتھ دربار شاہی کے لئے تحفے بھی بھیجے جب یہ آئے تو انہوں نے بادشاہ کے سامنے سجدہ کیا پھر دائیں بائیں گھوم کر بیٹھ گئے پھر اپنی درخواست پیش کی کہ ہمارے کنبہ قبیلے کے چند لوگ ہمارے دین کو چھوڑ کر ہم سے بگڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے ہیں ہماری قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے نجاشی نے پوچھا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہیں اسی شہر میں ہیں حکم دیا کہ انہیں حاضر کرو چنانچہ یہ مسلمان صحابہؓ دربار میں آئے ان کے خطیب اس وقت حضرت جعفرؓ تھے باقی لوگ ان کے اظہار ہے کہ خدا تعالیٰ کو تو یقیناً معلوم تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کب مبعوث ہوں گے اور آپ کے دور میں کوئی بھی نبی نہ ہوگا تاہم محض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور آپ کی عصمت کو ظاہر کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا جاتا رہا اور مزید اس میں مقصود یہ تھا کہ حضرات انبیاء کی وساطت سے ان کی امتوں سے مہدیہ جائے اور معلوم ہے کہ امتیں تو اب بھی بہت سے انبیاء علیہم السلام کی موجود ہیں۔

۲ یعنی حمل کا استقرار ہوا۔

ماتحت تھے جب یہ آئے تو انہوں نے سلام کیا لیکن سجدہ نہیں کیا درباریوں نے کہا تم بادشاہ کے سامنے سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ جواب ملا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو سجدہ نہیں کرتے پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف بھیجا اور اس رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم نمازیں پڑھیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اب عمرو بن عاص سے نہ رہا گیا کہ ایسا نہ ہو ان باتوں کا اثر بادشاہ پر پڑے درباریوں اور خود بادشاہ کو بھڑکانے کے لئے وہ بیچ میں بول پڑا کہ حضور ان کے اعتقاد حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں آپ لوگوں سے بالکل مخالف ہیں اس پر بادشاہ نے پوچھا بتلاؤ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا عقیدہ اس بارے میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں ہمیں تعلیم فرمایا ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں روح اللہ ہیں جس روح کو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم بتول کی طرف القا کیا جو کنواری تھیں کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا نہ انہیں بچہ ہونے کا کوئی موقعہ تھا بادشاہ نے یہ سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے حبشہ کے لوگو اور اے واعظو عالمو اور درویشو ان کا اور ہمارا اس بارے میں ایک ہی عقیدہ ہے خدا کی قسم ان کے اور ہمارے عقیدہ میں اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں اے جماعت مہاجرین تمہیں مرجبا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مرجبا ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری گواہی ہے کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں وہی ہیں جن کی پیش گوئی ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے میری طرف سے تمہیں عام اجازت ہے جہاں چاہو رہو ہو خدا کی قسم اگر ملک کے اس جھنجھٹ سے میں آزاد ہوتا تو میں قطعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ کی جوتیاں اٹھاتا آپ کی خدمت کرتا اور آپ کو وضو کراتا اتنا کہہ کر حکم دیا کہ یہ دونوں قریشی جو تحفہ لے کر آئے ہیں وہ انہیں واپس کر دیا جائے ان مہاجرین کرام میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو جلدی ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آئے جنگ بدر میں بھی آپ نے شرکت کی اس شاہ حبشہ کے انتقال کی خبر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی یہ پورا واقعہ حضرت جعفرؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے تفسیری موضوع سے چونکہ یہ الگ چیز ہے اس لئے ہم نے اسے یہاں مختصراً ذکر کر دیا ہے مزید اس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں ملاحظہ ہو ہمارا مقصود یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اگلے انبیاء کرام علیہم السلام برابر پیش گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفات سناتے رہے اور آپ کی اتباع اور نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے ہاں آپ کے امر کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوئی جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعا خلیل علیہ السلام اور نوید مسیح علیہ السلام کی طرف کی ہے اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ آپ کا اپنی والدہ محترمہ کے خواب کا ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا اللہ تعالیٰ عزوجل آپ پر بے شمار درود و رحمت بھیجے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیش گوئیوں کے بھی جب آپ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین نے اور کافروں نے کہا کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۷

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۷ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ

الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اور (واقعی) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا تو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اس اتمام نور کے لئے) اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سپادین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے (کہ یہی اتمام ہے) گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں ○

یہ کیسا ظلم؟

ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھے اور اس کے شریک مقرر کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بے خبر ہوتا جب بھی ایک بات تھی یہاں تو یہ حالت ہے کہ اس کو تو حید اور اخلاص کی طرف بلایا جا رہا ہے بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی تمنا تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کر دیں ان کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی سورج کو پھونک سے بے نور کرنا چاہے اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ خدا کا دین ان کفار سے رد ہو جائے اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے گا کافر برامائیں تو مانتے رہیں اس کے بعد اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر سورہ برات میں گزر چکی ہے۔
فالحمد لله۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ تَوَاصَوْا بِاللَّهِ

وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ

تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنَ

طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ

قَرِيبٌ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت میں) ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور

عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں رہتے ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس ثمرہ اخرویہ) کے علاوہ ایک اور (ثمرہ دنیویہ) بھی ہے کہ تم اس کو (بھی خاص طور پر) پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتیابی اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے ○

ایک نہایت کارآمد سودا:

حضرت عبداللہ بن سلامؓ والی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو کون سا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی جس میں فرما رہا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفع والا تجارت بتلاؤں جس میں نقصان کا کوئی امکان ہی نہیں جس سے مقصود حاصل اور ذرائع ہو جائے گا وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان و مال اس کی راہ قربان کرنے پر تل جاؤ جان لو کہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کے لئے کد و کاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے اگر اس میری بتلائی ہوئی تجارت کے تم تاجر بن گئے تو تمہاری ہر لغزش سے ہر گناہ سے ہر درگزر کر لوں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں بلند و بالا درجوں میں تمہیں پہنچاؤں گا تمہارے بالا خانوں اور ان ہیشگی والے باغات کے درختوں تلے سے شفاف نہریں پوری روانی سے جاری ہوں گی یقین مان لو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصد یہی ہے اچھا اس سے زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ میں میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو تو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا ادھر مقابلہ ہوا ادھر فتح ہوئی ادھر سامنے آئے ادھر فتح و نصرت نے رکاب بوسی کی اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ** (سورہ محمد: ۷) اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کے مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم بنائیت فرمائے گا اور فرمان ہے: **وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرْهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ** یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور دین خدا کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اے نبی ان ایمان والوں کو میری طرف سے یہ خوشخبری پہنچا دو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَنْتَ ظَلَيْفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرْتَ ظَلَيْفَةً فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ٥٧

اے ایمان والو تم اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے (ان) حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں سو اس کوشش کے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان

لائے اور کچھ لوگ منکر رہے سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے ○

ابن مریم علیہ السلام کی آواز پر لبیک:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر آن اور ہر لحظہ جان و مال عزت و آبرو قول و فعل نقل و حرکت سے دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کو قبول کرتے رہیں پھر مثال دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کو دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر فوراً لبیک پکار اٹھے اور ان کے اس کہنے پر کہ کوئی ہے جو خدا کی باتوں پر میری امداد کرے انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ ہم سب آپ کے ساتھی ہیں اور دین اللہ کی امداد میں آپ کے تابع ہیں چنانچہ روح اللہ علیہ صلوات اللہ نے اسرائیلیوں اور یونانیوں میں انہیں مبلغ بنا کر شام کے شہروں میں بھیجا جج کے دنوں میں سرور رسل صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تاکہ میں خدا کی رسالت کو پہنچا دوں قریش تو مجھے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں چنانچہ مدینہ کے اوس اور خزرج کو خدا تعالیٰ نے یہ سعادت ابدی بخشی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں قبول کیں اور مضبوط عہد و پیمان کئے کہ اگر آپ ہمارے ہاں آجائیں تو پھر کسی سرخ و سیاہ کی طاقت نہیں جو آپ کو دکھ پہنچائے ہم آپ پر اپنی جانیں نثار کر دیں اور آپ پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر ہجرت کر کے ہاں گئے تو فی الواقع انہوں نے اپنے کہنے کو پورا کر دکھایا اور اپنی زبان کی پاسداری کی اسی لئے انصار کے معزز لقب سے ممتاز ہوئے اور یہ لقب گویا ان کا امتیازی نام بن گیا اللہ ان سے خوش ہو اور انہیں بھی راضی کرے آمین۔ اب جب کہ حواریوں کو لے کر آپ دین اللہ کی تبلیغ کے لئے کھڑے ہوئے تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو راہ راست پر آ گئے اور کچھ لوگ نہ آئے بلکہ آپ کو اور آپ کی والدہ ماجدہ طاہری کو بدترین برائی کی طرف منسوب کیا ان یہودیوں پر خدا تعالیٰ کی پھٹکار پڑی اور ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ بن گئے پھر ماننے والوں میں سے بھی ایک جماعت ماننے کی حد سے گزر گئی اور انہیں ان کے درجہ سے بہت بڑھا دیا پھر اس گروہ میں بھی کئی گروہ ہو گئے بعض تو کہنے لگے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں بعض نے کہا تین میں کے تیسرے ہیں یعنی باپ بیٹا اور روح القدس اور بعضوں نے تو آپ کو خدا ہی مان لیا ان سب کا ذکر سورہ نساء میں مفصل ملاحظہ ہو سچے ایمان والوں کی جناب باری نے اپنے آخر الزماں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تائید کی ان کے دشمن نصرانیوں پر انہیں غالب کر دیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر چڑھائے آپ نہادھو کر اپنے اصحاب کے پاس آئے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ بارہ صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کفر کریں گے اور ایک دودفعہ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر آمادہ ہے کہ وہ میرا ہم شکل کر دیا جائے اور اس طرح میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے ایک نوجوان جوان سب میں کم عمر تھا اٹھ کھڑا ہوا اور خود کو پیش کیا آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ پھر وہی بات فرمائی اب کی مرتبہ بھی وہی کم عمر نوجوان صحابی کھڑے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھا دیا پھر تیسری مرتبہ بھی یہی سوال کیا اب کی مرتبہ بھی یہی نوجوان کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا بہتر اسی وقت ان کی شکل و صورت بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اب یہودیوں کی دوڑ آئی اور

۱۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ تو اس پر قادر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیں اور چنانچہ اٹھالیا پھر خواہ مخواہ ایک آدمی کی جان کیوں

انہوں نے اس نوجوان کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی کے مطابق ان باقی کے گیارہ لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا حالانکہ اس سے پہلے ایماندار تھے پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہو گئے ایک فرقہ نے تو کہا کہ خود خدا ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا جب تک چاہا رہا پھر آسمان پر چڑھ گیا انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے ایک فرقہ نے کہا ہم میں خدا کا بیٹا تھا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھ لیا انہیں نسطوریہ کہا جاتا ہے تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں تھے جب تک خدا کی مشیت رہی آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا یہ جماعت مسلمانوں کی ہے پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل و غارت کرنا شروع کیا اور یہ مغلوب ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ سے کفر کیا پس ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب آ جانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کر دینا ہی ان کا غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر اور سنن نسائی پس یہ امت حق پر قائم رہ کر ہمیشہ تک غالب رہے گی یہاں تک کہ امر اللہ یعنی قیامت آ جائے اور یہاں تک کہ اس امت کے آخری لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر مسیح دجال سے لڑائی کریں گے جیسے کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔

تفسیر سورہ جمعہ مدنیہ

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورہ منافقون پڑھا کرتے تھے۔

سُورَةُ الْجُمُعَةِ قَدْ قَرَأَ أَحَدُكُمْ بِشَرِّهَا وَفِيهَا رُكُوعَانِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: ۱۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۚ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

= لی گئی اصل میں بہت سی مصاحح ہیں مثلاً یہی کہ کون اس صورت حال پر یقین لاتا ہے اور کون انکار کرتا ہے اور یہ کہ یہودیوں کی گمراہی میں اور اضافہ کی سمجھیں کہ ہم نے معاذ اللہ خدا کو ختم کر دیا۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ①

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قَالَ وَحَالًا) اللہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے (عیسوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی کی قوم میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطل و اخلاق ذمیرہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ آپ کی (بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے اور علاوہ ان موجودین کے دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ زبردست حکمت والا ہے یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آنا خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

النبی الامی:

ہر بے زبان اور ناطق چیز اللہ تعالیٰ عز و جل کی پاکیزگی بیان کرتی رہتی ہے جیسے اور جگہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو تمام مخلوق خواہ آسمان کی ہو خواہ زمین کی اس کی پاکیزگیوں کے بیان میں مصروف و مشغول ہے وہ آسمان وزمین کا بادشاہ اور ان دونوں میں اپنا پورا تصرف اور حکم جاری کرنے والا ہے و اتمام تصرفات سے پاک اور بے عیب ہے تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے وہ عزیز و حکیم ہے اس کی تفسیر کی کئی بار گزر چکی ہے امیوں سے مراد عرب ہیں جیسے ارشاد ہے وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ ءَاسَلَمْتُمُ..... (سورہ آل عمران: ۲۰) یعنی آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کیا تم نے اسلام قبول کیا ہے؟ اور وہ مسلمان ہو جائیں تو راہ راست پر ہیں اور اگر منہ پھیر لیں تو آپ پر تو صرف اسلام کا پہنچا دینا ہے اور بندوں کی پوری دیکھ بھال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے یہاں عرب کا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ غیر عرب کی نفی ہو بلکہ صرف اس لئے ہے کہ ان پر احسان و اکرام بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ہے لہجے اور جگہ ہے وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (سورہ زخرف: ۴۴) یعنی یہ تیرے لئے بھی نصیحت ہے اور تیری قوم کے لئے بھی یہاں بھی قوم کی خصوصیت نہیں کیونکہ قرآن کریم جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے۔ اسی طرح اور جگہ فرمان ہے وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (سورہ شعرا: ۲۱۴) اپنی قرابت کتبہ والوں کو ڈرادے یہاں بھی یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ کی تنبیہ صرف اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے بلکہ عام ہے ارشاد باری ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (سورہ اعراف: ۱۵۸) لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں اور جگہ فرمان ہے يَاأَنْذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ (سورہ انعام: ۱۹) یعنی اس کے ساتھ میں تمہیں خبردار کردوں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے اسی طرح قرآن کی بابت فرمایا وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَاَلنَّارُ مَوْعِدُهُ (سورہ ہود: ۱۷) تمام گروہ میں سے جو بھی اس کا انکار کرے وہ جہنمی ہے اسی طرح کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت روئے زمین کی طرف تھی کل مخلوق کے آپ پیغمبر تھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا کر بھیجے گئے تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ سورہ انعام کی تفسیر میں اس کا پورا بیان ہم کر چکے ہیں اور بہت سی آیات و احادیث ہم نے وہاں ذکر کی ہیں فالحمد للہ یہاں یہ فرمانا کہ ان پڑھوں یعنی عربوں میں اپنا رسول بھیجنا اس لئے ہے کہ حضرت خلیل اللہ کی دعا کی قبولیت معلوم ہو جائے آپ نے اہل مکہ کے لئے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایک رسول ان ہی میں سے بھیجے جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے انہیں پاکیزگی

! اس حیثیت سے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم میں مبعوث ہوئے انہیں کے خاندان قبیلہ سے تھے اور سب سے پہلے مخاطب بھی وہی تھے۔

سکھائے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور جب کہ مخلوق کو نبی اللہ کی سخت حاجت تھی سوائے چند اہل کتاب کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم تھے اور افراط و تفریط سے الگ تھے باقی تمام دنیا دین حق کو بھلا بیٹھی تھی اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کے کاموں میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا آپ نے ان ناخواندہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے کلام کی آیتیں پڑھ کر سنائیں انہیں پاکیزگی سکھائی اور کتاب و حکمت کا معلم بنا دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے سینے عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے دعویدار تھے لیکن حالت یہ تھی کہ اصل دین کو خود برد کر چکے تھے اس میں اس قدر تغیر و تبدل کر دیا کہ توحید کا عقیدہ شرک سے اور یقین شک سے بدل چکا تھا ساتھ ہی بہت ساری بدعتیں دین اللہ میں شامل کر دی تھیں اسی طرح اہل کتاب نے بھی اپنی کتابوں کو بدل دیا تھا ان میں تحریف کر لی تھی اور متغیر کر دیا تھا ساتھ ہی معنی میں بھی الٹ پھیر کر لیا تھا پس اللہ پاک نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان شریعت اور کامل مکمل دین دے کر دنیا والوں کی طرف بھیجا کہ اس فساد کی اصلاح کریں اہل دنیا کو اصل احکام پہنچائیں خدا کی مرضی اور ناراضی کے احکام لوگوں کو معلوم کرائیں جنت سے قریب کرنے والے عذاب سے نجات دلانے والے تمام اعمال بتلائیں ساری مخلوق کے ہادی بنیں اصول و فروع سب سکھائیں کوئی چھوٹی بڑی بات باقی نہ چھوڑیں تمام شک شبہ سب کے دور کر دیں اور ایسے دین پر لوگوں کو ڈال دیں جس میں ہر بھلائی موجود ہو اس بلند و بالا خدمت کے لئے آپ میں وہ برتیاں اور بزرگیاں جمع کر دیں جو نہ آپ سے پہلے کسی میں تھیں نہ آپ کے بعد کسی میں ہو سکیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر درود و سلام نازل فرمائے آمین دوسری آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ ماخوین منہم سے کون مراد ہے؟ تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا تب آپ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر رکھا اور اگر ایمان بڑھا ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پالیتے اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے صرف عرب والوں کے لئے مخصوص نہیں کیونکہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فارس والوں کو بتایا اسی عام بعثت کی بنا پر آپ نے فارس و روم کے بادشاہوں کے نام اسلام قبول کرنے کے فرامین بھیجے حضرت مجاہد وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی عرب کے سوا کے لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کریں ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی وہ خدا عزت و حکمت والا ہے اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب با حکمت ہے پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمانا اور اس فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا یہ خاص خدا کا فضل ہے اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے وہ بڑا فضل و کرم والا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا

۱۔ صاف بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ”آخریں“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے عہد مبارک میں نہیں تھے اور بعد میں آنے والے تھے گویا کہ قیامت تک نہ ہونے والے تمام انسان۔ چنانچہ معائم التنزیل میں ابن زید کے حوالے یہ لکھا ہے: وقال ابن زيدهم جميع من دخل في الاسلام بعد النبي الى يوم القيامة

القيامة

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۲۸

منزل ۵

بُسْ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا آيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنْكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَتُّوا الْمَوْتَ إِنْ
كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَتُّونَهُ أَبَدًا إِمَّا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝
قُلْ إِنْ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

ع

جن لوگوں کو توراۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے (غرض) ان لوگوں کی بری حالت ہے جنہوں نے خدائی آیات کو جھٹلایا (جیسے یہود ہیں) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیا کرتا اور اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم باوجود اس حالت کے بھی اللہ کے مقبول ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے یہودیو اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلا شرکت غیرے اللہ کے مقبول (و محبوب) ہو تو تم (اس کی تصدیق کے لئے) موت کی تمنا کر کے دکھلا دو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹتے ہیں اور اللہ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت) ایک روز تم کو آپکڑے گی پھر تم پورے اور ظاہر جاننے والے (خدا) کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو سب کئے ہوئے کام بتا دے گا (اور سزا دے گا) ○

چار یا یہ بروکتا بے چند:

ان آیتوں میں یہودیوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے کہ انہیں تورات دی گئی اور عمل کرنے کے لئے انہوں نے اسے لیا پھر عمل نہ کیا فرمایا جاتا ہے کہ ان کی مثال گدھے کی سی ہے کہ اگر اس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے تو اسے یہ تو معلوم ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے اسی طرح یہ یہود ہیں کہ ظاہری الفاظ تو خوب رٹے ہوئے ہیں لیکن مر تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ اور تبدیل و تحریف کرتے رہتے ہیں پس دراصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے اسی لئے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے اُولَٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولَٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (سورہ اعراف: ۱۷۹) یہ لوگ مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے زیادہ بہکے ہوئے یہ غافل لوگ ہیں یہاں فرمایا اللہ کی آیتوں کے جھٹلانے والوں کی بری مثال ہے ایسے ظالم خدا کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا لے جو قطعاً نفع اپنے بوجھ سے نہیں اٹھاتا اسی طرح یہ بھی اپنے علوم سے فائدہ حاصل نہیں کرتے گویا کہ تشبیہ غیہ نافع ہونے میں ہے اور مذمت اس سے نہ آتا کہ اس کی مہارت بالکل مسلم ہے چنانچہ امام برازی نے بھی لکھا ہے۔ و فی الحمار من الذل والحقارة مالا یكون فی غیرہ۔

پھر فرماتا ہے اے یہودیو اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم حق پر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ناحق پر ہیں تو آؤ اور دعائے ہم دونوں میں سے جو ناحق پر ہو خدا تعالیٰ اسے موت دے پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں وہ ان کے سامنے ہیں مثلاً کفر، فسق، فجور، ظلم، نافرمانی وغیرہ اس وجہ سے ہماری پیش گوئی ہے کہ وہ اس پر تیار نہ ہوں گے ان ظالموں کو خدا بخوبی جانتا ہے سورہ بقرہ کی آیت: قُلْ اِنْ كَانَتْ (سورہ بقرہ: ۹۳) کی تفسیر میں یہودیوں کے اس مباہلے کا پورا ذکر ہم کر چکے ہیں اور وہیں بھی بیان کر دیا ہے کہ اپنے اوپر اگر خود گمراہ ہوں یا اپنے مقابل پر اگر وہ گمراہ ہوں تو موت کی بددعا کریں جیسے کہ نصرانیوں کے مباہلہ ذکر سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے ملاحظہ ہو تفسیر آیت: فَمَنْ حَاجَّكَ (سورہ آل عمران: ۶۱) مشرکین سے بھی مباہلہ کا اعلان کیا گیا تھا ملاحظہ ہو تفسیر سورہ مریم آیت: قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ (سورہ مریم: ۷۵) یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہو رحمن اسے اور بڑھادے مسند احمد میں ہے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو جہل لعنہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے پاس دیکھوں گا تو اس کی گردن ناپوں گا جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ اب کرتا تو سب دیکھتے کہ فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہود میرے مقابلہ پر آ کر موت طلب کرتے تو یقیناً وہ مر جاتے اور اپنی جگہ جہنم دیکھ لیتے اور اگر مباہلہ کے لئے لوگ نکلتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل و عیال کو ہرگز نہ پاتے یہ حدیث بخاری ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے پھر فرماتا ہے موت سے بچ ہی نہیں سکتا جیسے سورہ نسا میں ہے اِنَّ مَا تَكُونُوْنَ يَذِرُكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ (سورہ نسا: ۷۸) یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو وہاں تمہیں موت پا ہی لے گی گو مضبوط محلوں میں ہو معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے یہ مانگ بیٹھے بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنے بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور زمین نے اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کر دو پھر وہاں سے دم دبائے تیزی سے بھاگی آ کر یوں ہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہو گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۖ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف (فورا) چل پڑا کرو اور خرید و فروخت اور (اسی طرح) دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی اور بیع وغیرہ کا فانی پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو اس وقت تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور اس میں بھی اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ ۝

۲ جمعہ کا خطبہ سننا بے حد ضروری ہے احادیث میں شدید وعید ہے اس شخص کے لئے جو خطبہ کے درمیان گفتگو میں مصروف ہو۔

۳ اس لئے کہ ایک شخص کو اگرچہ اس نے روکا لیکن وہ بھی ایسے وقت میں بولا جب کہ بولنا قطعاً ممنوع ہے۔

صلوٰۃ جمعہ:

جمعہ کا لفظ جمع سے مشتق ہے وجہ استتقاق یہ ہے کہ اس دن مسلمان بڑی بڑی مساجد میں خدا کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی وجہ ہے کہ اسی دن تمام مخلوق کامل ہوئی چھ دن میں ساری کائنات بنائی گئی چھٹا دن جمعہ کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی دن جنت میں بسائے گئے اور اسی دن وہاں سے نکالے گئے اسی دن قیامت قائم ہوگی اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے جیسے کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان سے پوچھا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا اسی دن تیرے ماں باپ آدم و حوا کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا یایوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فالحمد للہ پہلے اسے یوم العروہ کہا جاتا تھا پہلی امتوں کو بھی ہر سات دن میں ایک دن دیا گیا تھا لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہ ہوئی یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی نصاریٰ نے اتوار کو اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ پسند فرمایا جس دن میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا جیسے صحیح بخاری کی حدیث میں ہے ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب سے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی پھر ان کے اس دن کے بارے میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ راست دکھائی پس لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصرانی پرسوں مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سے سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائے گا یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لئے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے سعی سے یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کے لئے قصد کرو چل پڑو کوشش کرو کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ جیسے اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے وَمَنْ ارَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا (سورہ بنی اسرائیل ۱۹) یعنی جو شخص آخرت کا ارادہ کرے پھر اس کے لئے کوشش بھی کرے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں بجائے فاسعوا کے فامضوا ہے یہ یاد رہے کہ نماز کے لئے دوڑ کر جانا منع ہے۔ صحیحین میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو۔ دوڑ نہیں جتنی پاؤ پڑھ لو جو فوت ہو ادا کر لو ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نماز میں تھے تو لوگوں کی آہٹ زور زور سے سنی فارغ ہو کر فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہوئے فرمایا ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جتنی پاؤ پڑھ لو جو چھوٹ جائے پوری کر لو حضرت حسنؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کی طرف آؤ یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور خشوع خضوع ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو جیسے اور جگہ ہے: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعَىٰ (سورہ صافات: ۱۰۲) حضرت ذبیح اللہ جب خلیل اللہ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے جمعہ کے لئے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہئے بخاری مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کر لیا کرے اور حدیث میں ہے کہ جمعہ کے

۱ جبکہ وہ آسمان سے علیحدہ علیحدہ اتارے گئے تو جمعہ ہی کے دن ایک دوسرے کے ساتھ ملے۔

۲ سیدنا امام مولانا نور شاہ کشمیریؒ کی تقریر فیض الباری میں ہے کہ بس ایسا اہتمام جمعہ کے دن ہونا چاہئے جس سے معلوم ہو کہ آج جمعہ کا دن ہے اور یہ مسلمان اس کی تیاریوں میں لگا ہوا ہے اور ایسے ہی جمعہ کے نماز میں شرکت کے لئے چننا چاہئے تیز تیز قدم سے جو دوڑنے کی حد تک نہ ہونا چاہئے اور جس میں وقار و سکون بھی باقی رہے یہی مطلب ہے عی الی الجمعہ کا۔

دن غسل ہر بالغ پر واجب ہے اور روایت میں ہے کہ ہر بالغ پر ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ وہ دن جمعہ کا دن ہے سنن اربعہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے ہی مسجد کی طرف چل دے پیدل ہو سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبہ کو کان لگا کر سننے لغو نہ کرے تو اسے ہر ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے بخاری و مسلم میں ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کر کے اول ساعت میں جائے اس نے گویا ایک اونٹ خدا کی راہ میں قربان کیا دوسری ساعت میں جانے والا مثل گائے قربانی کرنے والے کے ہے تیسری ساعت میں جانے والا بھیڑ کی قربانی کرنے والے جیسا ہے چوتھی ساعت میں جانے والا مرغ راہ خدا میں تصدق کرنے والے کی طرح ہے پانچویں ساعت میں جانے والا انڈا راہ اللہ دینے والے جیسا ہے پھر جب امام آجائے فرشتے خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے خوشبو لگائے مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لئے آئے ایک حدیث میں غسل کے بیان کے ساتھ ہی مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے مسند میں ہے جو جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے اور مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آجائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے ابوداؤد ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے محنتی لباس کے علاوہ وہ کپڑے خرید کر جمعہ کے لئے مخصوص کر رکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کر لو جس اذان کا یہاں ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی اذان تھی جب آپ گھر سے تشریف لاتے منبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی اس سے پہلے کی اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی اسے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کیا صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں جمعہ کی اذان صرف اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کہنے کے لئے بیٹھ جائے حضرت عثمان کے زمانہ میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے دوسری اذان ایک الگ جگہ پر کہلوانی شروع کی اس مکان کا نام زوراء تھا مسجد سے سب سے بلند یہی مکان تھا حضرت مکحول سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی جب نماز کھڑی ہونے لگے اسی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام تھی حضرت عثمان نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں غلاموں اور بچوں کو نہیں مسافر مریض اور بیمار اور ایسے ہی اور عذر والے بھی معذور گئے گئے ہیں جیسے کہ کتب فقہ کا بیان موجود ہے پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لئے چل پڑو تجارت کو ترک کر دو جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے علماء کرام کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے اس میں اختلاف ہے کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف تمہارا آنا ہی

۱۔ امام ابوحنیفہ کے یہاں جمعہ کا غسل مستحب ہے۔

۲۔ خرید و فروخت کا ذکر صرف اس لئے آگیا کہ عموماً یہی بصرفیات ہیں جو انسان کو ذکر اللہ سے روکتی ہیں ورنہ اصل مقصود تو ان تمام مشاغل کو ترک کرنا ہے جو کہ ذکر اللہ میں مانع ہوں۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۲۸

منزل ۴

تمہارے حق میں دین و دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے اٹھ کر چلے جانا اور خدا کے فضل کی تلاش میں لگ جانا تمہارے لئے حلال ہے عراق بن مالک جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجِبْتُ ذَعْوَتَكَ وَصَلَّیْتُ فَرِیضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ کَمَا امَرْتَنِ فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِكَ وَانْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ یعنی اے اللہ میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے (ابن ابی حاتم) اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا پھر فرماتا ہے کہ خرید و فروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کرو دنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ اخروی نفع بھول جاؤ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی ضرورت سے بازار جائے اور وہاں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَخَدُّهُ لَا شَرِیْکَ لَهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَفْظُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں معاف فرماتا ہے حضرت مجاہد فرماتے ہیں بندہ کثیر الذکر اسی وقت کہلاتا ہے جب کہ کھڑے بیٹھے لیئے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا رہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا ۖ انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۖ قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنْ

اللَّهِوِّ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۵۱﴾

اور (بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب و قرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے ○

تنبیہ:

مدینہ میں جمعہ کے دن تجارتی مال کے آجانے کی وجہ سے جو حضرات خطبہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے انہیں اللہ تعالیٰ عتاب کر رہا ہے کہ یہ لوگ کوئی تجارت یا کھیل تماشہ دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کو خطبہ میں کھڑا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں حضرت مقاتل بن حیان فرماتے ہیں یہ مال تجارت وحیہ بن خلیفہ کا تھا جمعہ کے دن آیا اور شہر میں خبر کے لئے طبل بجنے لگا حضرت وحیہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے طبل کی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے صرف چند آدمی رہ گئے مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے جس پر یہ آیت اتری مسند یعلیٰ میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اٹھ کر چلے جاتے تو تم سب پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بازار میں خرید و فروخت کی مصروفیت زیادہ ہوتی ہے اس لئے عموماً آدمی ذکر اللہ اس وقت بھول جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ غفلت کے ایسے اوقات میں خدا تعالیٰ کو یاد رکھنا سب سے بڑا کمال اور عظیم اجر کا باعث ہے۔

۲ یہ نئے مسلمان تھے جو ابھی اسلام اور احکام اسلام سے ناواقف تھے یہ سمجھے کہ نماز تو آخر ہو ہی گئی اب بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے۔

سے نہیں گئے تھے ان میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ فارغ ہو کر پڑھنا چاہئے۔ صحیح مسلم میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے پڑھتے تھے درمیان میں بیٹھ جاتے تھے قرآن شریف پڑھتے تھے اور لوگوں کو تذکیر و نصیحت فرماتے تھے یہاں یہ بات بھی معلوم رہنی چاہئے کہ یہ واقعہ بہ قول بعض اس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسے عیدین میں ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ خطبہ سنا رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ وحیہ بن خلیفہ مال تجارت لے کر آیا ہے یہ سن کر سوائے چند لوگوں کے اور سب اٹھ کھڑے ہوئے پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خبر سنا دو کہ دار آخرت کا ثواب جو عند اللہ ہے وہ کھیل تماشے سے خرید و فروخت سے بہت ہی بہتر ہے تو کل خدا پر کھ کر طلب رزق اوقات اجازت میں جو کرے اللہ اسے بہترین طریق پر روزیاں دے گا۔

تفسیر سورة المنفقون مدنیہ

سُورَةُ الْمُنْفِقُونَ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ أَحَدُ عَشَرَ آيَةً وَفِيهَا ثَلَاثُونَ

کل رکوع ۲: ﴿﴾ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿﴾ کل آیات: ۱۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا أَنشَهُدُكَ لِرَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لِرَسُولِهِ
وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّ الْمُنْفِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝١ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٢ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ
فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝٣ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُجَبِّكُ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ
خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صِحَّةٍ عَلَيْهِمْ وَالْعَدُوُّ فَاحْذَرُهُمْ قَاتِلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى
يُؤْفَكُونَ ۝٤

يُؤْفَكُونَ ۝٤

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو
۱۔ معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ بیٹھ کر دیتے یا کھڑے ہو کر؟ اس پر ابن عمرؓ نے سائل سے دریافت
فرمایا کہ یہاں کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت دتر کوک قاہما نہیں پڑھی گویا کہ انہوں نے اس آیت سے سائل کو جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ
دیتے تھے۔

اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اس میں تو ان کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی) اور (باوجود اس کے) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو (اپنی جان و مال بچانے کے لئے) بنا رکھا ہے پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک ان کے یہ اعمال بہت برے ہیں اور ہمارا یہ کہنا کہ ان کے اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے ہے کہ یہ (اقوال ظاہر میں) ایمان لائے پھر (کلمات کفریہ کہہ کر) کافر ہو گئے سوان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے تو یہ (حق بات کو نہیں سمجھتے اور جب آپ ان کو دیکھیں تو) (شان و شوکت ظاہری کی وجہ سے) ان کے قد و قامت آپ کو خوش نما معلوم ہوں گے اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتیں سن لیں گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں جو (دیوار کے) سہارے لگائی ہوئی (کھڑی) ہیں ہر غل پکار کو (خواہ وہ کس وجہ سے ہو) اپنے اوپر (پڑنے والی) خیال کرنے لگتے ہیں یہی لوگ (تمہارے پورے) دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہئے خدا ان کو عارت کرے (دین حق سے) کہاں پھرے جارہے ہیں ○

منافقانہ چال بازیاں:

اللہ تعالیٰ منافقوں کے نفاق کو ظاہر کرتا ہے کہ گویہ تیرے پاس آ کر قسمیں کھا کر اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں مگر دل کے کھوٹے ہیں فی الواقع آپ رسول اللہ بھی ہیں ان کا یہ قول بھی ہے مگر چونکہ دل میں اس کا کوئی اثر نہیں لہذا یہ جھوٹے ہیں اس بات میں کہ یہ تجھے رسول اللہ مانتے ہیں یہ سچے ہونے کے لئے گو قسمیں کھائیں لیکن آپ یقین نہ کیجئے یہ قسمیں تو ان کا ایک معمولی مشغلہ ہے گویا کہ یہ اپنے جھوٹ کو سچ بنانے کا ایک ذریعہ ہیں مقصد یہ ہے کہ مسلمان ان سے ہوشیار رہیں کہیں انہیں سچا ایماندار سمجھ کر کسی بات میں ان کی تقلید نہ کرنے لگیں اور پھر یہ اسلام کے رنگ میں ان سے کفر نہ کرادیں یہ خدا کی راہ سے دور اور بد اعمال لوگ ہیں ضحاک کی قرأت میں ایمانہم الف کے زیر کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی ظاہری تصدیق کو اپنے لئے تقیہ بنا لیا ہے کہ قتل سے اور حکم کفر سے دنیا میں بچ جائیں یہ نفاق ان کے دلوں میں اس گناہ کی محسوسیت کے باعث رچ گیا ہے کہ ان کے دل ایمان سے گھوم کر کفر کی طرف اور ہدایت سے ہٹ کر ضلالت کی جانب آ گئے ہیں اب دلوں پر مہر خدا لگ چکی ہے اور بات کی تہ کو پہنچنے کی قابلیت سب سلب ہو چکی ہے بظاہر تو خوش رو خوش اس فصاحت اور بلاغت سے گفتگو کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کا دل انکا لیں لیکن باطن میں بڑے کھوٹے بڑے کمزور دل نامراد اور بدنیت ہیں جہاں کوئی واقعہ بھی رونما ہوا اور سمجھ بیٹھے کہ ہائے مرے اور جگہ ہے: اَشْحٰۃٌ عَلَیْکُمْ..... (سورہ احزاب: ۱۹) تمہارے مقابلہ میں بخل کرتے ہیں پھر جس وقت خوف ہوتا ہے تو تمہاری طرف اس طرح آنکھیں پھیر پھیر کر دیکھتے ہیں گویا کسی شخص پر موت کی بے ہوشی طاری ہے پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تمہیں اپنی بدکلامی سے چھید ڈالتے ہیں اور مال غنیمت کی حرص میں نہ کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں یہ بے ایمان ہیں ان کے اعمال عارت ہیں اللہ پر یہ امر نہایت ہی آسان ہے پس ان کی یہ آوازیں خالی پیٹ کے ڈھول کی بلند بانگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں یہی تمہارے دشمن ہیں ان کی چکنی چڑی باتوں اور مسکین صورتوں کے دھوکہ میں نہ آ جانا اللہ انہیں برباد کرے ذرا سوچیں تو کیوں ہدایت کو چھوڑ کر بے راہی پر چل رہے ہیں؟ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کے لئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک تو اضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور و غل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑ رہے والے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُم تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّارُ عُرُوسِهِمْ وَرَأَيْتَهُمْ يُصَدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُوا ۖ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۖ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤ تمہارے لئے رسول اللہ استغفار کر دیں تو وہ اپنا سر پھیر دیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ (اس ناصح اور تحصیل استغفار سے) تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہو تو) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خود ان کے لئے آپ استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو (توفیق) ہدایت کی نہیں دیتا یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور (ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں (اور یہ لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں جائیں گے تو عزت و لا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا اور یہ (کہنا جہل محض ہے بلکہ) اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ و الرسول کے) لیکن منافقین جانتے نہیں ○

منافقین کو دعوت لیکن اس کی قبولیت سے اعراض:

ملعون منافقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے گناہوں پر جب ان سے سچے مسلمان کہتے ہیں کہ آؤ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا تو یہ تکبر کے ساتھ سر ہلانے لگتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں اور رک جاتے ہیں اس کا بدلہ یہی ہے کہ اب ان کے لئے بخشش کے دروازے بند ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار بھی انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ بھلا ان فاسقوں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ سورہ برأت میں بھی اس مضمون کی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفسیر اور ساتھ ہی اس کے متعلق کی حدیثیں بیان کر دی گئی ہیں ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان منافق نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا تھا اور غضب و تکبر کے ساتھ ترچھی آنکھ سے گھورا تھا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے اور سلف میں سے اکثر حضرات کا فرمان ہے کہ سب کا سب بیان عبد اللہ بن ابی کا ہے جیسے کہ عنقریب آرہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی سلول اپنی قوم کا بڑا شخص تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ایمان نہیں اور نبی کا استغفار اسی کے حق میں مفید ہوتا ہے جو مومن عاصی ہو۔

وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھتے تھے تو یہ کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو اور آپ کی عزت و تکریم کرو آپ کا فرمان سنو اور جو فرمائیں بجالاؤ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا احد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر واپس مدینہ لوٹ آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے فارغ ہو کر مدینہ میں بخیریت تشریف لائے جمعہ کا دن آیا اور آپ منبر پر چڑھے اور حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کہنے لگے دشمن خدا بیٹھ جاتا تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے بکارے یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی کی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا چند انصاری اسے مسجد کے دروازے پر مل گئے انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ تو کہا کہ میں تو اس کا کام مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اچھل کر آ گئے مجھے گھسیٹنے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا کہ میں کسی بری بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں انہوں نے کہا خیر اب تم واپس چلو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے خدا سے بخشش چاہیں گے اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں حضرت قتادہ اور حضرت سدی فرماتے ہیں یہ آیت عبد اللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا تو یہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا انصاریوں نے اس صحابی کی ملامت کی اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا جانا اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس منافق کی جھوٹی قسموں کا اور اس نوجوان صحابی کی صداقت کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کر تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلا دیا اور نہ گیا ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس منزل میں اترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیتے غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ عبد اللہ بن ابی کہہ رہا ہے کہ ہم عزت والے ان ذلت والوں کو مدینہ پہنچ کر نکال دیں گے پس آپ نے آخری دن اترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا اس سے کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنی خطا کی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کر اس کا بیان اس آیت میں ہے اس کی اسناد سعید بن جبیر تک تو صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اس میں تامل ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ عبد اللہ بن ابی سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لے کر یہ تو لوٹ گیا تھا کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں تو یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مرسیع یعنی غزوہ بنو المصطلق کا ہے چنانچہ اس قصہ میں حضرت محمد بن یحییٰ بن حیان اور حضرت عبد اللہ بن ابوبکر اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے منقول ہے کہ اس لڑائی کے موقع پر حضور کا ایک جگہ پر قیام تھا وہاں حضرت جبجہ بن سعید غفاری اور حضرت سان بن یزید کا پانی کے اثر دھام پر کچھ جھگڑا ہو گیا جبجہ بن سعید حضرت عمرؓ کے کارندے تھے جھگڑے نے طول پکڑا سان نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لئے آواز دی اور جبجہ نے مہاجرین کو اس وقت حضرت زید بن ارقم وغیرہ انصار کی ایک جماعت عبد اللہ بن ابی سلول کے پاس بیٹھی تھی اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا لو ہمارے شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے خدا کی قسم ہماری اور قریشیوں کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو مونا تازہ کرتا کہ تجھے ہی کاٹنے خدا کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان غیر مقدوروں کو وہاں سے نکال دیں گے پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے

پاس بیٹھے تھے ان سے کہنے لگا یہ سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انہیں اپنے مالوں کا آدھوں آدھ حصہ دیا اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو تو یہ خود تک آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے حضرت زید بن ارقم نے یہ تمام باتیں سنیں آپ اس وقت بہت کم عمر تھے سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان فرمایا اس وقت آپ پاس کے حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے غضب ناک ہو کر فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباد بن بشر کو حکم فرمائیے کہ اس کی گردن الگ کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کر دو عبد اللہ بن ابی سلول کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا ہے تو بہت سٹ پٹایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر معذرت اور حیلے حوالے تاویل اور تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں قوی عزت اور با وقعت تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس بچے نے ہی غلطی کی ہو اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے راستے میں حضرت اسید بن حنظلؓ ملے اور آپ کی شان نبوت کے قابل با ادب سلام کیا پھر عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج کیا بات ہے جو وقت سے پہلے ہی جناب نے کوچ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ ابن ابی نے کیا کہا وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیزان ذلیلوں کو نکال دیں گے حضرت اسیدؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیں دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے سنئے اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کو لے آیا اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہی رہے دو پہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی رات ہوئی صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آ گئی تب آپ نے پڑاؤ کیا تا کہ لوگ اس بات پر پھر نہ الجھ جائیں چونکہ تمام لوگ تھکے ہارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے ادھر یہ سورت نازل ہوئی (سیرۃ ابن اسحاق) پہنچتی میں ہے کہ ہم غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصاری کو پتھر مار دیا اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی بانگ لگانے لگے اس فضول خراب عادت کو چھوڑ دو عبد اللہ بن ابی بن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم ذی عزت ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے اس وقت مدینہ شریف میں انصار کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے حضرت عمرؓ کو جب ابن ابی کے اس قول کا علم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپ نے روک دیا مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول بیان کیا اور اس نے آنکار کیا اور قسمیں کھا گیا اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج و غم میں تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذاب نازل فرمایا اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا الصَّافِينَ هُمْ أُولَئِكَ يَكُونُ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ** یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم کا یہ بیان اس طرح ہے کہ میں اپنے چچا کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا اور میں نے عبد اللہ بن ابی کی یہ دونوں باتیں سنیں میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے چچا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیں جب آپ نے اسے بلایا اس نے آنکار کیا اور قسمیں کھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا اور مجھے جھوٹا جانا میرے چچا

نے بھی مجھے بہت برا بھلا کہا اور مجھے اس قدر غم اور ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اتری اور آپ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ پڑھ کر سنائی مسند کی اور روایت ہے کہ ایک سفر کے موقع پر جب صحابہ کو تنگی پہنچی تو اس نے انہیں کچھ دینے کی ممانعت کر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں اس لئے بلوایا کہ ان کے لئے استغفار کریں تو انہوں نے اس سے بھی منہ پھیر لیا قرآن کریم نے انہیں ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں اس لئے کہا کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے ترمذی وغیرہ میں حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ بدوی بھی تھے پانی کی جگہ وہ پہلے پہنچنا چاہتے تھے اسی طرح ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر قبضہ کر کے حوض پر کر لیا اور اس کے ارد گرد پتھر رکھ دیئے اور اوپر سے چمڑا پھیلا دیا ایک انصاری نے آ کر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا انصاری نے پلانے پر زور دیا اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا یہ چونکہ عبد اللہ بن ابی کا ساتھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنا عبد اللہ بڑا بگڑا اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دو یہ خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے یہ کھانے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جاتے تھے اور کھالیا کرتے تھے تو عبد اللہ بن ابی نے کہا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا لے کر ایسے وقت جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھالیں گے یہ رہ جائیں گے یوں ہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کمینوں کو نکال باہر کریں گے میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا اور میں نے جب یہ سنا اپنے چچا سے ذکر کیا چچا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے اسے بلوایا یہ انکار کر گیا اور حلف اٹھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا تو نے یہ کیا حرکت کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر ناراض ہو گئے اور تجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی تجھ کو جھوٹا سمجھا مجھ پر تو غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غم کی حالت میں سر جھکائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی جو آپ میرے پاس آئے میرا کان پکڑا جب میں نے سراٹھا کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرائے اور چل دیئے اللہ کی قسم مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مجھے مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہو سکتا تھا پھر حضرت صدیق اکبرؓ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا فرمایا تو کچھ نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے آپ نے فرمایا بس پھر خوش ہو آپ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ تشریف لائے یہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے یہی جواب دیا صبح کو سورہ منافقون نازل ہوئی دوسری روایت میں اس سورت کا پہنچا تک پڑھنا بھی مروی ہے عبد اللہ بن لہیعہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی اس حدیث کو مغازی میں بیان کیا لیکن ان دونوں کی روایت میں خبر پہنچانے والے کا نام اوس بن افرم ہے جو قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھے تو ممکن ہے کہ زید بن ارقم نے بھی خبر پہنچائی ہو اور حضرت اوسؓ نے بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ راوی سے نام میں غلطی ہو گئی ہو واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ واقعہ مرتبے کے غزوہ کا ہے یہ وہ غزوہ ہے جس میں حضرت خالدؓ کو بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مناقہ بت کو تر وایا تھا جو قفا مثل اور سمندر کے درمیان تھا ان غزوہ میں دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا اور ایک مہاجر تھا دوسرا قبیلہ بنز کا تھا اور قبیلہ بنز انصاریوں کا حریف تھا بنزی نے انصاریوں اور مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی کچھ لوگ دونوں طرف سے کھڑے ہو گئے اور جھگڑا ہونے لگا جب ختم ہوا تو منافق لوگ عبد اللہ بن ابی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں تو تم سے بہت کچھ امیدیں تھیں تم ہمارے دشمنوں سے ہمارا بچاؤ تھے اب تو تم بے کار سے ہو گئے نہ نفع کا خیال نہ نقصان کا تم نے ہی ان جلایب کو اتنا چڑھا دیا کہ بات بات پر یہ ہم پر چڑھ دوڑیں نے مہاجرین کو یہ

لوگ جلا لیب کہتے تھے اس دشمن خدا نے یہ جواب دیا کہ اب مدینہ پہنچتے ہی ان سب کو وہاں سے دیس نکال دیں گے مالک بن ویش جو منافق تھا اس نے کہا میں تو تمہیں پہلے ہی سے کہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چھوڑ دو خود بخود منتشر ہو جائیں گے یہ باتیں حضرت عمرؓ نے سن لیں اور خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آکر عرض کرنے لگے کہ اس بانی فتنہ عبد اللہ بن ابی کا قصہ پاک کرنے کی مجھے اجازت دیجئے آپ نے فرمایا اچھا اگر اجازت دوں تو کیا تم اسے قتل کر ڈالو گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم ابھی اپنے ہاتھ سے اس کی گردن ماروں گا آپ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ اتنے میں حضرت اسید بن حضیر بھی یہی کہتے ہوئے آئے آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا آپ نے انہیں بھی بٹھالیا پھر تھوڑی دیر گزری ہوگی جو کوچ کرنے کا حکم دیا اور وقت سے پہلے ہی کوچ کیا وہ دن رات دوسری صبح تک برابر چلتے ہی رہے جب دھوپ میں تیزی آگئی اترنے کو فرمایا پھر دوپہر ڈھلتے ہی جلدی سے کوچ کیا اور اسی طرح چلتے رہے تیسرے دن صبح کو قفا مثلث سے مدینہ شریف پہنچ گئے حضرت عمرؓ کو بلوایا ان سے پوچھا کہ اگر میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا تو تم اسے مار دیتے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یقیناً میں اس کا سرتن سے جدا کر دیتا آپ نے فرمایا اگر تم اسے اس دن قتل کر دیتے تو بہت سے لوگوں کے ناک خاک آلود ہو جاتے کہ اگر میں انہیں کہتا تو وہ بھی اسے مار ڈالنے میں تامل نہ کرتے پھر لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بھی بے دردی سے مار ڈالتا ہے اسی واقعہ کا بیان ان آیتوں میں ہے یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سی ایسی عمدہ باتیں ہیں جو دوسری روایتوں میں نہیں سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبد اللہ جو سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے میں آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یونہی ہے تو اس کے قتل کا حکم کسی اور کو نہ کیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں قسم خدا کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان و سلوک اور محبت اور عزت کرنے والا نہیں لیکن میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں اگر کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں میں اسے نہ مار دوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں ایک کافر کے بدلے مسلمان کا مار کر جہنمی ہو جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا مجھے حکم دیجئے آپ نے فرمایا نہیں میں اسے قتل نہیں کرنا چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے حضرت عکرمہؓ اور حضرت ابن زیدؓ کا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکروں سمیت مدینہ پہنچے تو اس منافق عبد اللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبد اللہ مدینہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تلوار کھینچ لی لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو مدینہ میں نہ جاؤ اس نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روکتے ہو؟ حضرت عبد اللہ نے کہا تو مدینہ میں نہیں جاسکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لئے اجازت نہ دیں عزت والے آپ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے یہ رک کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ لشکر کے آخری حصے میں ہوتے تھے آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی آپ نے اس سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم ہے خدا کی جب تک آپ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جاسکتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اب حضرت عبد اللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا مسند حمیدی میں ہے کہ آپ نے اپنے والد سے کہا کہ جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں اور میں ذلیل ہوں تو مدینہ

میں نہیں جاسکتا اور اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن آپ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں سے چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ① وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ② وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ③

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ کی یاد (اور اطاعت) سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پائے اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور (منجملہ طاعات کے) ایک اطاعت مالیہ کا حکم دیا جاتا ہے کہ ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (حقوق واجبہ) اس سے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ بطور تمنا و حسرت کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑی مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب کہ اس کی میعاد (عمر ختم ہونے پر) آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (ویسی ہی جزا کے مستحق ہو گے) ○

ذکر اللہ کا اہتمام:

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بکثرت ذکر اللہ کیا کریں اور تنبیہ کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو مال اولاد کی محبت میں پھنس کر ذکر اللہ سے غافل ہو جائیں پھر فرماتا ہے کہ جو ذکر اللہ سے غافل ہو جائے اور دنیا کی زینت پر رتجھ جائے اپنے رب کی اطاعت میں سست پڑ جائے وہ اپنا نقصان آپ کرنے والا ہے پھر اپنی اطاعت میں مال خرچ کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ اپنی موت سے پہلے خرچ کر لو موت کے وقت کی بے کسی دیکھ کر نادم ہونا اور امیدیں باندھنا کچھ نفع نہ دے گا اس وقت چاہے گا کہ تھوڑی سی دیر کے لئے بھی اگر چھوڑ دیا تو جو کچھ نیک عمل ہو سکے کر لے اور اپنا دل کھول کر مال راہ اللہ دے لے لیکن آہ اب وقت کہاں؟ آنے والی مصیبت آن پڑی اور نہ ٹٹنے والی مصیبت سر پر کھڑی ہو گئی اور جگہ فرمان ہے: وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ (سورہ ابراہیم: ۱۴۳) یعنی لوگوں کو ہوشیار کر دو جس دن ان کے پاس عذاب آجائے گا تو یہ ظالم کہنے لگیں گے اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت مل جائے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کر لیں اور تیرے رسولوں کی اتباع اس آیت میں کافروں کی مذمت کا ذکر ہے دوسری آیت میں نیک عمل میں کمی کرنے والوں کے افسوس کا بیان اس طرح ہوا ہے: حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (سورہ مومن: ۹۹) یعنی جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب مجھے لوٹ دے تو میں نیک عمل کر لوں یہاں فرماتا ہے موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوتا خدا خواہ

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ④

منزل ۵

رکھنے والا ہے کہ کون اپنے قول میں صادق ہے اور اپنے سوال میں حق بجانب ہے یہ لوگ تو اگر لوٹائے جائیں تو پھر ان باتوں کو بھول جائیں اور وہی کچھ کرنے لگیں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر وہ شخص جو مالدار ہو اور اس نے حج نہ کیا ہو یا زکوٰۃ نہ دی ہو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے ایک شخص نے کہا حضرت اللہ کا خوف کیجیے واپسی کی آرزو تو کافر کرتے ہیں آپ نے فرمایا جلدی کیوں کرتے ہو؟ سنو قرآن فرماتا ہے پھر آپ نے یہ پورا رکوع تلاوت کر کے سنا اس نے پوچھا زکوٰۃ کتنے میں واجب ہے فرمایا دو سو اور زیادہ میں پوچھا حج کب فرض ہو جاتا ہے فرمایا جب راہ خراج اور سواری خرچ کی طاقت ہو ایک مرفوع روایت بھی اسی طرح مروی ہے لیکن موقوف ہی زیادہ صحیح ہے ضحاک کی روایت ابن عباسؓ والی بھی منقطع ہے دوسری سند میں ایک راوی ابو جناب کلبی ہے وہ بھی ضعیف ہے واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ نے زیادہ عمر کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب اجل آجائے پھر موخر نہیں ہوتی زیادتی عمر صرف اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نیک صالح اولاد دے جو اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے اور وہ اسے اس کی قبر میں پہنچتی رہے۔

تفسیر سورہ تغابن مدنیہ

ابن عساکر کی ایک بہت ہی غریب بلکہ منکر حدیث اس میں ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے جوڑوں میں سورہ تغابن کی پانچ آیتیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

سُورَةُ التَّغَابُنِ نَبِيَّهِمْ ثَمَانِ عَشْرَةَ آيَةً فِيهَا رُكُوعَانِ

کل رکوع ۲۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کل آیات: ۱۸

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ① هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ③ وَآلِیْهِ الْمَصِیْرُ ④ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ⑤ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑥

! نوید کہ حدیث میں نہیں اور نہ قابل قبول۔

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں اللہ کی پاکی (قَالَ وَحَالًا) بیان کرتی ہیں اسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو باوجود اس کے بھی تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال (ایمانیہ و کفریہ) کو دیکھ رہا ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور اسی کے پاس (سب کو) لوٹنا ہے (اور) وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو اعلانیہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے ○

خلاقِ عالم:

مسححات کی سورتوں میں سب سے آخری سورت یہی ہے مخلوقات کی تسبیح الہی کا بیان کئی دفعہ ہو چکا ہے ملک اور حمد والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ہر چیز پر اس کی حکومت ہر کام میں اور ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے میں وہ سزاوار تعریف جس چیز کا ارادہ کرے اسے پورا کرنے کی قدرت نہ کوئی اس کا مزاحم بن سکے نہ اسے کوئی روک سکے وہ اگر نہ چاہے تو کچھ بھی نہ ہو وہی تمام مخلوق کا خالق ہے اس کے ارادے سے بعض انسان کافر ہوئے بعض مومن وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ وہ اپنے بندوں کے اعمال پر شاہد ہے اور ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا اس نے عدل و حکمت کے ساتھ آسمان و زمین کی پیدائش کی ہے اسی نے تمہیں پاکیزہ خوبصورت شکلیں دے رکھی ہیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ (سورہ انفطار: ۶) اے انسان تجھے تیرے رب کریم سے کس نے غافل کر دیا اسی نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی اور جگہ ارشاد ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا (سورہ غافر: ۳۷) اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں صورتیں دیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو عنایت فرمائیں آخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے آسمان و زمین اور ہر ہر نفس کل کائنات کا علم اسے حاصل ہے یہاں تک کہ دل کے ارادوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے۔

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَاَقْوَوْا اَبَالْ اَمْرِهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۰۰ ذٰلِكَ بِاَنَّهُۥ كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشْرُ يَّهْدُوْنَناۙ

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنٰی اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِیُّ حَمِيْدٌ ۝۱۰۱

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اپنے ان اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا اور اس کے علاوہ آخرت میں بھی ان کے لئے عذاب دردناک ہونے والا ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضح لے کر آئے تو ان لوگوں نے (رسولوں کی نسبت) کہا کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے غرض انہوں نے کفر کیا اور اعراض کیا اور خدا نے بھی ان کی کچھ پروا نہ کی اور اللہ سب سے بے نیاز (اور) ستودہ صفات ہے ○

پہلوں کی عبرتناک تاریخ:

یہاں پہلے کافروں کو کفر کا اور ان کی بری سزا اور بدترین بدلے کا ذکر ہو رہا ہے کہ کیا تمہیں تم سے پہلے منکروں کا حال معلوم نہیں؟

کہ رسولوں کا مخالفت اور حق کی تکذیب کیا رنگ لائی؟ دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے یہاں بھی اپنے بد افعال کا خمیازہ بھگتنا اور وہاں کا بھگتان ابھی باقی ہے جو نہایت الم انگیز ہے اس کی وجہ سے وجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ دلائل و براہین و روشن نشان کے ساتھ جو انبیاء اللہ ان کے پاس آئے انہوں نے انہیں نہ مانا اور اپنے نزدیک انہیں محال جانا کہ انسان پیغمبر ہو اور انہی جیسے ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں ہدایت دی جائے پس انکار کر بیٹھے اور عمل چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پروائی برتی وہ تو غنی ہے اور ساتھ ہی سزاوار حمد ہے۔

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَالنُّوْرَ الَّذِيْ اَنْزَلْنَا ۝ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۝ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

یہ کافر (مضمون عذاب آخرت کو سن کر) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو جو کچھ تم نے کیا ہے تجھ کو سب جتلا دیا جائے گا اور اس پر سزا دی جائے گی اور یہ بعث (وجزا) اللہ کو بالکل آسان ہے سو تم (کو چاہئے کہ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر) یعنی قرآن کریم پر (کہ تم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے) اور اس دن کو یاد کرو کہ جس دن تم سب کو ایک جمع ہونے کے دن جمع کرے گا یہی دن ہے سوروزیاں کا اور (بیان اس کا یہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہ (اور) بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہوگا ○

خیال باطل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار مشرکین ملحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد حشر نہیں ہوگا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دو کہ یہاں ضرور ہوگا پھر تمہارے چھوٹے بڑے چھپے کھلے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائے گا سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام خدا تعالیٰ پر بالکل آسان ہے یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھا کر قیامت کی حقانیت کے بیان کرنے کو فرمایا قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ (۲۸)

منزل (۶)

ہے پہلی آیت تو سورہ یونس میں ہے وَيَسْتَبِشُّوْكَ اَحَقُّ هُوَ قُلْ اِيَّ وَرَبِّيْ اِنَّهٗ لَحَقُّ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (سورہ یونس: ۵۳) یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم وہ حق ہے اور تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے دوسری آیت سورہ سبأ میں ہے: قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ (سورہ سبأ: ۳) کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم یقیناً اور بالضرور آئے گی اور تیسری آیت بھی پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور منزل پر یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور اسی لئے اس کا نام یوم الجمع رکھا ہے جیسے اور جگہ ہے: ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لِّهٖ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (سورہ ہود: ۱۰۳) یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے اور جگہ ہے قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ سورہ اقصہ: ۵۰-۴۹) یعنی قیامت والے دن تمام اولین اور آخرین جمع کئے جائیں گے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جہنم میں لے جائیں گے گویا اس کی تفسیر اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ ایماندار نیک اعمال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بہت نہروں والی بیشگی کی جنت میں اسے داخل کیا جائے گا اور پوری کامیابی کو پہنچ جائے گا اور کفر و تکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں پڑے جھلٹے رہیں گے اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہو سکتا ہے؟

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ اللّٰهُ قَلْبَهٗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَۙ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلٰى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳

کوئی مصیبت بدوں حکم خدا کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر پورا ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر و رضا کی) راہ دکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود (بننے کے قابل) نہیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر (مصائب وغیرہ میں) توکل رکھنا چاہئے ○

مصائب کا فلسفہ:

سورہ حدید میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی اجازت اور اس کے حکم سے ہوتا ہے اس کی قدر و شہیت بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اب جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے مجھے یہ تکلیف پہنچی پھر صبر و تحمل کرے اور اللہ کی مرضی پر ثابت قدم رہے اور صفائی اور بھلائی کی امید رکھے رضا بہ قضا کے سوالب نہ ہلائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی رہبری کرتا ہے اور اسے بدلے کے طور پر ہدایت قلبی عطا فرماتا ہے یقیناً صادق کی چمک وہ دل میں رکھتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا بدلہ یا اس سے بھی بہتر دنیا ہی میں عطا فرما دیتا ہے حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اسے مصائب ڈھیلا نہیں

کر سکتے وہ جانتا ہے کہ جو پہنچا وہ خطا کرنے والا نہ تھا حضرت علقمہ کے سامنے یہ آیت پڑھی جاتی ہے اور آپ سے اس کا مطلب دریافت کیا جاتا ہے تو فرماتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر مصیبت کے وقت اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ منجانب اللہ تعالیٰ ہے پھر راضی خوشی اسے برداشت کرے یہی مطلب ہے کہ وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے متفق علیہ حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے ہر بات میں اس کی بہتری ہوتی ہے ضرر اور نقصان پر صبر اور سہار کر کے نفع اور بھلائی پر شکر و احسان مندی کر کے بہتری سمیٹ لیتا ہے یہ وہ طرفہ بھلائی مومن کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کی تصدیق کرنی اس کے راہ میں جہاد کرنا اس نے کہا حضرت میں کوئی آسان کام چاہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو فیصلہ قسمت کا تجھ پر جاری ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ نہ کر اس کی رضا پر راضی رہ یہ اس کا حلقہ امر ہے پھر اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا ہے کہ امور شرعی میں ان اطاعتوں سے سرمو تجاوز نہ کر جس کا حکم ملے بجا لاؤ جس سے روکا جائے رک جاؤ اگر تم اس کے ماننے سے اعراض کرتے ہو تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بوجھ نہیں ان کے ذمہ صرف تبلیغ تھی جو وہ کر چکے اب عمل نہ کرنے کی سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی پھر فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و صمد ہے اس کے سوا کسی کی ذات کسی طرح کی عبادت کے لائق نہیں یہ خبر معنی میں طلب کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید مانو اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادتیں کرو پھر فرماتا ہے چونکہ تو کل اور بھروسے کے لائق بھی وہی ہے تم اسی پر بھروسہ رکھو جیسے اور جگہ ارشاد ہے: رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا (سورہ زل: ۹) مشرق اور مغرب کا رب وہی ہے جو معبود حقیقی بھی اس کے سوا کوئی نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن مِّنْ أَرْوَاحِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقْ شَحْخَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ إِن تَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اے ایمان والو تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے (دین کی) دشمن ہیں سو تم ان سے ہوشیار رہو (اور ان کے ایسے امر پر عمل مت کرو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کا بخشنے والا (اور تمہارے حال پر رحم کرنے والا ہے تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے اور (جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو اللہ کے پاس (اس کے لئے) بڑا اجر ہے تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام کو سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ

بھی کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں فلاح پانے والے ہیں اور اگر تم اللہ کو اچھی (خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان ہے) کہ عمل صالح قبول فرماتا ہے اور) برباد ہے پوشیدہ اور ظاہر عمل کو جاننے والا ہے (اور) زبردست (اور) حکمت والا ہے ○

فتنہ اموال و اولاد:

ارشاد ہوتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یاد خدا اور نیک عمل سے روک دیتی ہیں جو درحقیقت دشمنی ہے جس سے پہلے بھی تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یاد خدا سے غافل کر دے اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا نقصان رہے گا یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان سے ہوشیار رہو اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو بیوی اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے خدا کی نافرمانی پر تل جاتا ہے ان کی محبت میں پھنس کر احکام الہی کو پس پشت ڈال دیتا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن و فرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا یہ لوگ حاضر حضور ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے اب جی میں آیا کہ اپنے بال بچوں کو سزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ **إِنْ تَعْفُوا.....** یعنی اب درگزر کرو آئندہ کے لئے ہوشیار رہو اللہ مال و اولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ معصیت میں مبتلا ہونے والے کون ہیں؟ اور اطاعت گزار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جواہر عظیم ہے تمہیں چاہئے اس پر نگاہیں رکھو جیسے اور جگہ فرمان ہے: **زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ** (سورہ آل عمران: ۱۴) یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لئے دنیوی خواہشات یعنی بیبیوں اور اولاد اور سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیر اور شائستہ گھوڑوں اور مویشی اور کھیتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کا سامان ہے اور ہمیشگی والا اچھا ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ لائے کرتے پہنے آگے دونوں بچے کرتوں میں الجھ الجھ کر گرتے پڑتے آرہے تھے یہ کرتے سرخ رنگ کے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھالائے اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ آسکا آخرت خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھانا پڑا مندر میں ہے حضرت اشعث بن قیسؓ فرماتے ہیں کندہ قبیلے کے وقف میں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے پوچھا تمہاری اولاد بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کی بجائے کوئی درندہ ہوتا آپ نے فرمایا خبردار ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اگر انتقال کر جائیں تو اجر ہے پھر فرمایا ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بن جاتے ہیں یہ بزدلی اور غم اور رنج بھی ہیں بزار میں ہے اولاد دول کا پھل ہے اور یہ بخل و نامرادی اور غمگینی کا باعث بھی ہے طبرانی میں ہے تیرا دشمن صرف وہی نہیں جو تیرے مقابلہ میں کفر پر جم کر لڑائی کے لئے آیا کیونکہ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تیرے لئے باعث نور ہے اور اگر اس نے تجھے قتل کر دیا تو تو قطعاً جنتی ہو گیا پھر فرمایا شاید تیرا پورا دشمن تیرا بچہ ہے جو تیری پیٹھ سے نکلا پھر تجھ سے دشمنی کرنے لگا پھر فرماتا ہے اپنے مقدور بھرا اللہ کا خوف رکھو اس کے عذابوں سے بچاؤ مہیا کرو صحیحین میں ہے جو حکم میں کروں اسے مقدور بھر بجالاؤ جس سے میں روک دوں رک جاؤ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سورہ آل عمران کی آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ.....** (سورہ آل عمران: ۱۰۲) کی مانح یہ آیت ہے یعنی پہلے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈر جتنا اس سے ڈرنا

چاہئے لیکن اب فرمادیا کہ اپنی طاقت کے مطابق ڈر چنانچہ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں پہلی آیت لوگوں پر بڑی بھاری پڑی تھی اس قدر لمبے قیام کرتے تھے کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا اور اتنے لمبے سجدے کرتے تھے کہ پیشانیاں زخمی ہو جاتی تھیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت اتار کر تخفیف کر دی اور بعض مفسرین نے یہی فرمایا ہے اور پہلی آیت کو منسوخ اور دوسری آیت کو ناسخ بتلایا ہے پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری بن جاؤ ان کے حکم سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو نہ آگے بڑھو نہ پیچھے سرکوا سی کے کسی امر کو نہ چھوڑو اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرو جو خدا تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے رشتہ داروں کو فقیروں کو مسکینوں کو اور حاجتمندوں کو دیتے رہو خدا تعالیٰ نے تم پر احسان کیا تم دوسری مخلوق پر احسان کرو تا کہ اس جہان میں بھی خدا تعالیٰ کے احسان کے مستحق بن جاؤ اور اگر یہ نہ کیا تو دونوں جہان کی بربادی اپنے ہاتھوں مول لو گے آیت وَمَنْ يُّوقْ..... (سورہ حشر: ۹) کی تفسیر سورہ حشر کی اس آیت میں گزر چکی ہے جب تم کوئی چیز راہ اللہ دو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا ہر صدقے کی جزا عطا فرمائے گا تمہارا مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنا گویا خدا تعالیٰ کو قرض دینا ہے بخاری مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے کہ جو ایسے کو قرض دے جو نہ ظالم ہے نہ مفلس نہ نادہندہ پس فرماتا ہے وہ تمہیں بہت کچھ بڑھ چڑھا کر پھیر دے گا جیسے سورہ بقرہ میں بھی فرمایا ہے کہ کئی گنا بڑھا کر دے گا ساتھ ہی خیرات سے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اللہ بڑا قدر دان ہے تھوڑی سی نیکی کا بہت بڑا اجر دیتا ہے وہ بردباد ہے درگزر کرتا ہے بخش دیتا ہے گناہوں سے اور لغزشوں سے چشم پوشی کر لیتا ہے خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے وہ چھپے کھلے کا عالم ہے وہ غالب اور باحکمت ہے ان اسمائے حسنہ کی تفسیر کئی کئی مرتبہ اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

تفسیر سورہ طلاق مدنیہ

سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ثَمَانِيَّةٌ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: ۱۲ ۱۲: ۱۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ①

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم لوگ (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے لگو تو (ان کو زمانہ) عدت (یعنی

حیض) سے پہلے (یعنی طہور میں) طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو (کیونکہ ممکنہ مطلقہ کا مثل منکوحہ کے واجب ہے) اور وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے اور یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی تجاوز کرے گا (مثلاً اس عورت کو گھر سے نکال دیا) اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ بعد (اس طلاق دینے) کے کوئی نئی بات (تیرے دل میں) پیدا کر دے ○

کچھ مسائل:

اولاً تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرامت کے طور پر خطاب کیا گیا پھر آپ کی امت سے خطاب کیا گیا اور طلاق کے مسئلہ کو سمجھا گیا ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دی وہ اپنے میکے آگئیں اس پر یہ آیت اتری اور آپ سے فرمایا کہ ان سے رجوع کر لو وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور وہ یہاں بھی آپ کی بیوی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی ازواج میں داخل ہیں یہی روایت مرسل ابن جریر میں ہے اور سندوں سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دی پھر رجوع کر لیا صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اپنی بیوی صاحبہ کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی حضرت عمرؓ نے یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ ناراض ہوئے اور فرمایا انہیں چاہئے کہ رجوع کر لیں پھر حیض سے پاک ہونے تک روکے رکھیں پھر دوسرا حیض آئے اور اس سے نہالیں پھر اگر جی چاہے طلاق دیں بہر حال پاکیزگی کی حالت میں طلاق ہونی چاہئے بات چیت کرنے سے پہلے یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مذکور ہے حضرت عبدالرحمن بن ریحان جو غرہ کے مولیٰ ہیں حضرت ابوالزبیرؓ کے سنتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں طلاق دی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لوٹا لے چنانچہ ابن عمرؓ نے رجوع کر لیا اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس کے پاک ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے خواہ طلاق دے خواہ نہ دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي قَبْلِ عِدَّتِهِنَّ (مسلم) دوسری روایت میں: فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ یعنی طہر کی حالت میں جماع سے پہلے بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی حالت حیض میں طلاق نہ دے نہ اس طہر میں طلاق دو جس میں جماع ہو چکا ہو بلکہ اس وقت چھوڑ دو جب حیض آجائے پھر اس سے نہالے تب ایک طلاق دو۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں عدت سے مراد طہر ہے قزو سے مراد حیض ہے یا حمل کی حالت میں جب حمل ظاہر ہو جس طہر میں مجامعت کر چکا ہے اس میں طلاق نہ دے نہ معلوم حاملہ ہے یا نہیں یہیں سے با سمجھ علمائے احکام طلاق لئے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں کی ہیں طلاق سنت اور طلاق بدعت طلاق سنت تو یہ ہے کہ طہر کی یعنی پاکیزگی کی حالت میں جماع کرنے سے پہلے طلاق دے دے یا حالت حمل میں طلاق دے اور بدعی طلاق یہ ہے کہ حالت حیض میں

۱۔ طلاق کے مسائل کو سمجھنے کے لئے یہ مختصر بات ذہن میں رکھئے کہ طلاق عند اللہ مباح ہونے کے باوجود شدید مبغوض حاملہ ہے اس لئے اس میں شریعت نے اس قدر پابندیاں عائد کی ہیں جن کے نتیجہ میں طلاق کی صورت بہت ہی نادر ہو جائے اور ان تمام خطرات کا سد باب کیا ہے جن سے طلاق کے غیر الوقوع ہونے کا امکان تھا مثلاً بعض اوقات شوہر جماع کا شائق ہوتا ہے عین اس وقت میں عورت کا عذر حیض کر دینا اس پر نہایت گراں گزرتا ہے اور شدت غضب میں وہ طلاق تک دے بیٹھتا ہے اس لئے شریعت نے ضروری قرار دیا کہ عورت حائضہ نہ ہو اگر کسی خاص وجہ سے طلاق دینا ہی ضروری ہو تو ابتداءً آید دینے کا حکم ہوتا کہ اگر رجوع کرنا چاہے تو اس کا امکان باقی رہے۔

طلاق دے یا طہر میں دے لیکن مجامعت کر چکا ہو اور معلوم نہ ہو کہ حمل ہے یا نہیں؟ طلاق کی تیسری قسم بھی ہے جو طلاق سنت ہے نہ طلاق بدعت اور وہ نابالغہ کی طلاق ہے اور اس عورت کی جسے حیض کے آنے سے ناامیدی ہو چکی ہو اور اس عورت کی جس سے جماع نہ ہوا ہو ان سب کے احکام اور تفصیلی بحث کی جگہ کتب فروع ہیں نہ کہ تفسیر واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ پھر فرمان ہے عدت کی حفاظت کرو اس کی ابتدا انتہا کی دیکھ بھال رکھو ایسا نہ ہو کہ عدت کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے اور اس بارے میں اپنے معبود حقیقی پرودگار عالم سے ڈرتے رہو عدت کے زمانے میں مطلقہ عورت کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے وہ اسے نکال نہ دے اور نہ خود اسے نکلنا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے **فَاحْشَةُ مُبَيِّنَةٍ** زنا کو بھی شامل ہے اور اسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو تنگ کرے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے یا بد زبانی و کج خلقی شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچائے تو ان صورتوں میں بے شک خاوند کو جائز ہے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے بتلائے ہوئے احکام ہیں جو شخص ان پر عمل نہ کرے انہیں بے حرمتی کے ساتھ توڑ دے ان کے آگے بڑھ جائے وہ اپنا ہی برا کرنے والا اور اپنی ہی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دے اللہ کے ارادوں کو اور ہونے والی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا عدت کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گزارنے کا حکم دینا اس مصلحت سے ہے کہ ممکن ہے اس مدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں طلاق دینے پر نادم ہو دل میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر رجوع کر کے دونوں میاں بیوی امن و امان سے گزارا کرنے لگیں نیا کام پیدا کرنے سے مراد بھی رجعت ہے اسی بنا پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً امام احمد بن حنبل وغیرہ کا مذہب ہے کہ مہوتہ یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد خاوند کو رجعت کا حق باقی نہ رہا ہو اس کے لئے عدت گزارنے کے زمانہ تک مکان کا دینا خاوند کے ذمہ نہیں اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اسے بھی رہائشی مکان عدت تک کے لئے دینا اس کے وارثوں پر نہیں ان کی اعتمادی دلیل حضرت فاطمہ بنت قیس فہرہ والی حدیث ہے کہ جب ان کے خاوند حضرت ابو عمر بن حفص نے ان کو تیسری اور آخری طلاق دے دی اور وہ اس وقت یہاں موجود نہ تھے بلکہ یمن میں تھے اور وہیں سے طلاق دی تھی تو ان کے وکیل نے ان کے پاس تھوڑے سے جو بھیج دیئے تھے کہ یہ تمہاری خوراک ہے یہ بہت ناراض ہوئیں اس نے کہا بگڑتی کیوں ہو؟ تمہارا نفقہ کھانا پینا ہمارے ذمہ نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تیرا نفقہ اس پر نہیں مسلم میں ہے نہ تیرے رہنے سہنے کا گھر ان سے فرمایا کہ تم ام شریک کے ہاں اپنی عدت گزارو پھر فرمایا وہاں تو میرے اکثر صحابہؓ جایا آیا کرتے ہیں تم عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں اپنی عدت گزارو وہ ایک نابینا آدمی ہیں تم وہاں آرام سے اپنے کپڑے بھی رکھ سکتی ہو مسند احمد میں ہے کہ ان کے خاوند کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جہاد پر بھیجا تھا انہوں نے وہیں سے انہیں طلاق بھیج دی ان کے بھائی نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر سے چلی جاؤ انہوں نے کہا انہیں جب تک عدت ختم نہ ہو جائے میرا رہنا سہنا اور کھانا پینا میرے خاوند کے ذمے ہے اس نے انکار کیا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پہنچا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آخری تیسری طلاق ہے تب آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا نان نفقہ گھر بار خاوند کے ذمہ اس صورت میں ہے کہ اسے حق رجعت حاصل ہو جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں تم یہاں سے چلی جاؤ اور فلاں عورت کے گھر اپنی عدت گزارو پھر فرمایا وہاں تو صحابہؓ کی آمد و رفت ہے تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت کا زمانہ گزارو وہ نابینا ہیں تمہیں دیکھ نہیں سکتے..... طبرانی میں ہے یہ حضرت فاطمہ بنت قیس ضحاک بن قیس قرشی کی بہن تھیں ان کے خاوند مخزومی قبیلہ کے تھے طلاق کی خبر کے بعد ان کے نان نفقہ طلب کرنے پر ان کے اولیاء نے کہا تھا نہ تو تمہارے میاں نے کچھ بھیجا

ہے نہ ہمیں دینے کو کہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں یہ بھی ہے کہ جب عورت کو وہ طلاق مل جائے جس کے بعد وہ اپنے اگلے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے جب تک دوسرے سے نکاح اور پھر قطعاً علیحدگی نہ ہو جائے تو اس صورت میں عدت کا نان نفقہ اور رہنے کا مکان اس کے خاوند کے ذمہ نہیں۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۖ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳

(مثلاً طلاق) میں ندامت ہو تو رجعی میں اس کا تدارک ہو سکتا ہے پھر جب وہ (مطلقہ) عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں (تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور آپس میں دو معتبر فحصول کو گواہ کر لو (اے گواہ ہو اگر گواہی کی حاجت پڑی تو) ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے (بلا رو رعایت) گواہی دو اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضر توں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہے) پورا کر کے رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے ○

اختتام عدت اور مستقبل کی باتیں:

• ارشاد ہوتا ہے کہ عدت والی عورتوں کی عدت جب پوری ہونے کے قریب پہنچ جائے تو ان کے خاوندوں کو چاہئے کہ دو باتوں میں سے ایک کر لیں یا تو انہیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روک لیں یعنی طلاق جو دی تھی اس سے رجوع کر کے باقاعدہ اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا انہیں اور طلاق دے دیں لیکن برا بھلا کہے بغیر گالی گلوچ دیئے بغیر سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کئے بغیر بھلائی اور اچھائی اور خوبصورتی کے ساتھ (یہ یاد رہے کہ رجعت کا اختیار اس وقت ہے جب ایک طلاق ہوئی یا دو ہوئی ہوں) پھر فرماتا ہے اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کرو یعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی اب دوبارہ ایسا نہ کرنا حضرت عطاء فرماتے ہیں نکاح طلاق رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان خدا ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے کا اور بھی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں خدا کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں حضرت امام شافعی فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی منقول ہے اسی طرح نکاح

پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتلاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے رجعت بغیر زبانی کہے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے پھر فرما ہے کہ جو شخص احکام خدا بجالاتا ہے اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخلصی پیدا کرتا ہے اور ایسی جگہ اس طرح رزق پہنچتا ہے کہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو مسند احمد میں ہے حضرت ابوذر فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا اے ابوذر اگر تمام لوگ صرف اسے ہی لے لیں تو کافی ہے۔ پھر آپ نے بار بار اس کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مجھے اونگھ آنے لگی پھر آپ نے فرمایا ابوذر تم کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا جواب دیا کہ میں اور کشاہ کی طرف چلا جاؤں گا یعنی مکہ شریف کو وہیں کا کبوتر بن کر رہ جاؤں گا آپ نے فرمایا پھر کیا کریں گے جب تمہیں وہاں سے نکال دیا جائے؟ میں نے کہا شام کی پاک زمین میں چلا جاؤں گا فرمایا جب شام سے نکالا جائے گا تو کیا کرو گے میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پھر تو اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ کر مقابلہ کر جاؤں گا آپ نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر ترکیب بتلاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد ہو فرمایا بس سنتے اور مانتے رہو اگر چہ تمہارا امیر اچھٹی غلام ہو ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بہت ہی جامع آیت **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ.....** (سورہ نحل: ۹۰) ہے اور سب سے زیادہ کشاہ کی کا وعدہ اس آیت: **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ.....** میں مسند میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بکثرت استغفار کرتا رہے اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات اور ہر تنگی سے فراخی دے گا ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے خیال و گمان تک نہ ہو گا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی کربس بے چینی سے نجات دے گا ریح فرماتے ہیں لوگوں پر جو کام بھاری ہوں اس پر آسان ہو جائے گا حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو خدا کے حکم کے مطابق طلاق دے گا اللہ تعالیٰ اسے مخلصی کی راہ اور نجات دے گا ابن مسعود وغیرہ سے منقول ہے کہ جانتا ہے کہ اللہ چاہے دے اگر نہ چاہے نہ دے حضرت قتادہ فرماتے ہیں تمام امور کے شبہ سے اور موت کی تکلیف سے بچالے گا اور روزِ اکیس جگہ سے دے گا جہاں کا گمان بھی نہ ہو حضرت سدی فرماتے ہیں یہاں اللہ سے ڈرنے کے یہ معنی ہیں کہ سنت کے مطابق طلاق دے اور سنت کے مطابق رجوع کر لے آپ فرماتے ہیں حضرت عوف بن مالک انجعی کے صاحبزادے کو کفار گرفتار کر کے لے گئے اور انہیں جیل خانے میں ڈال دیا ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور اپنے بیٹے کی حالت اور حاجت مصیبت اور تکلیف بیان کرتے رہتے آپ انہیں صبر کی تلقین کرتے رہتے اور فرماتے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لئے جنات کی سبیل بنادے گا تھوڑے دن گزرے ہوں گے جو ان کے بیٹے کے دشمنوں میں سے نکل بھاگے راستے میں دشمنوں کی بکریوں کا ریوڑ مل گیا جسے اپنے ساتھ ہنکالائے اور بکریاں لئے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں جا پہنچے پس یہ آیت اتری کہ متقی لوگوں کو خدا تعالیٰ نجات دیتا ہے اور اس کا گمان بھی نہ ہو وہاں سے انہیں روزی پہنچاتا ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم ہو جاتا ہے تقدیر کو لوٹانے والی چیز صرف دعا ہے۔ عمر میں زیادتی کرنے والی چیز صرف نیکی اور خوش سلوکی ہے سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت عوف کے لڑکے جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوادو کہ بکثرت **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** پڑھو

۱۔ اگرچہ یہ بھی تقدیر سے باہر امر نہیں یعنی تقدیر ہی میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کی دعائیں فلاں معاملہ میں مقدر کو یوں کر دیں گی۔

رہیں ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور وہاں سے نکل بھاگے ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو گئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں اپنے ساتھ ہنکالائے وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا خدا کی قسم یہ تو عوف ہے ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے کھولا دیکھا تو ان کے لڑکے حضرت عوفؓ اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت پوچھ آؤں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب تمہارا مال ہے جو چاہو کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل خدا آسان کرتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے جو شخص ہر طرف سے کھینچ کر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اللہ اس کی ہر مشکل میں اسے کفایت کرتا ہے اور بے حساب روزیاں دیتا ہے اور جو خدا سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ تعالیٰ بھی اسے اسی کی طرف سوئپ دیتا ہے مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں سنو تم اللہ تعالیٰ کی یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھ گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرو تو اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے جب کچھ مانگنا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے چاہو کہ تمام امت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور خدا تعالیٰ کو منظور نہ ہو تو ذرا بھی نہیں پہنچا سکتے اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو قلمیں اٹھ چکی اور صحیفے خشک ہو گئے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں مسند کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا جلدی اسی دنیا میں یا دیر کے بعد یعنی موت کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا یا اور احکام جس طرح اور جیسے چاہے اپنی مخلوق میں پورے کرنے والا ہے اور اچھی طرح جاری رکھنے والا ہے ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ (سورہ رعد: ۸) ہر چیز اس کے پاس ایک انداز سے ہے۔

وَالَّذِي يَكْنُسُ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۚ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ

أَجْرًا ۝

۱۔ یہ تھا احتیاط اور تقویٰ کا عالم۔

۲۔ یعنی جو تقدیر میں تھا وہ طے ہو چکا۔

۳۔ بہر حال جو بندہ کے مناسب اور اس کی بہترین مصالح کے مطابق ہو۔

(اور عدت کا اجمالاً ذکر تھا) اور (تفصیل یہ کہ) تمہاری (مطلقہ) بیویوں میں جو عورتیں بوجہ زیادہ عمر کے حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو ان کی عدت کے تعین میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص (ان معاملات میں اور دوسرے امور میں بھی) اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا (کہ حضرت عظمیہ کا سبب ہے اور اس کو بڑا اجر دے گا) ○

کہنہ عمر مستورات:

جن بڑھیا عورتوں کے بوجہ اپنی بڑی عمر کے ایام بند ہو گئے ہوں ان کی عدت یہاں بتلائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گزاریں جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کی آیت اسی طرح وہ نابالغ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں حیض آئے ان کی عدت بھی تین مہینے رکھی اگر تمہیں شک ہو اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اپنا خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گزرے کہ آیا حیض کا خون ہے یا بیماری کا دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یاد رکھ لو یہ دوسرا قول ہی زیادہ واضح ہے اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی عورتوں کی عدت ابھی نہیں ہوئی کم سن عورتیں بڑی بوڑھی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اتاری پھر حاملہ کی عدت بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا دیر بعد ہی ہو جائے جیسے اس آیت کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے ہاں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گزارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گزر چکے اور بچہ پیدا نہیں ہوا تو بچے کے پیدا ہونے تک عدت ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گزارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اسے گزارنی پڑے گی ابو سلمہ نے کہا قرآن میں جو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا میں بھی اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابو سلمہؓ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے حضرت ابن عباسؓ نے اسی وقت اپنے غلام کریم کو حضرت سیدہ ام سلمہؓ کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انہوں نے فرمایا سیدہ اسمیہؓ کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت حاملہ تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ پیدا ہو گیا اس وقت ان کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام بھیجنے والوں میں حضرت ابوالسائبؓ بھی تھے یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن عتبہؓ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقمؓ زہریؓ کو لکھا کہ وہ سیدہ بنت حارث اسمیہؓ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن دخولہؓ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر آراستہ ہو کر بیٹھ گئیں حضرت ابوالسائبؓ بن بعلک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گزر جائیں میں یہ سن کر چادر اوڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو اپنا نکاح کرلو (مسلم) صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابویعلیٰ بھی تھے جن کی تعظیم و تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں میں کی میعاد بتلائی اس پر میں نے حضرت سبیحہؓ والی حدیث بیان کی اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹھوکے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرأت کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرمائے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے میں تو حضرت ابو عطیہ مالک بن عامر سے ملے انہوں نے مجھے حضرت سبیحہؓ والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس باب حضرت عبداللہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا ہم حضرت عبداللہ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصریٰ یعنی سورہ الطلاق سورہ نساء طولیٰ کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ملاعنہ کرنا جو بھی چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلے میں آئے اور جھوٹے پر خدا کی لعنت کی دعا کرے میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی مدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کے خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ آیتیں ان عورتوں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند انتقال کر جائے اور وہ حاملہ ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے عدت سے نکل گئی ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں ثنی بن صباح ہے اور بالکل متروک الحدیث ہے لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر شکل میں آسانی اور ہر تکلیف سے احتیاط فرمادیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اور چیزوں کے ڈر سے اللہ تعالیٰ بچالیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔

اَسْكُنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارَّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ
اُولَاتٍ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاَتُوْهُنَّ اَجُوْرَهُنَّ
وَاتِمِّرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فِى تَرْضِعْ لَهَا اُخْرٰى ۝۱۰ لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ
سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُفْسَقْ مِمَّا آتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اَلًا مَّا آتٰهَا

سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝

تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے (اس کے بارے میں تکلیف مت پہنچاؤ) اور اگر وہ (مطلقہ) عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو پھر اگر وہ (مطلقہ) عورتیں (جب کہ پہلے ہی بچے والیاں ہوں یا بچہ ہی پیدا ہونے سے ان کی عدت ختم ہوتی ہو تمہارے لئے (بچہ کو اجرت پر) دودھ پلائیں تو تم ان کو (مقررہ) اجرت دو اور اجرت کے بارے میں مناسب طور پر مشورہ کر لیا کرو اور اگر تم باہم کش مکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی (آگے بچہ کے نفقہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ) وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق (بچہ) پر خرچ کرنا چاہئے اور جن کی آمدنی کم ہو ان کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں خرچ کرے خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہو خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلد ہی فراغت بھی کرے گا (گو بقدر ضرورت حاجت ذاتی سہی) ○

حسن معاشرت:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گزر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے یہ جگہ اپنی طاقت کے مطابق ہے یہاں تک کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دے دے اسے تکلیفیں دے کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لئے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح کی طلاق دی کہ دیکھا فقط دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دے دی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تاکہ وہ بے چاری نہ سہاگن رہے نہ رائٹ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے اکثر علما کا خیال ہے کہ یہ حکم خاص ان عورتوں کے لئے بیان ہو رہا ہے جنہیں آخری طلاق دے گئی ہو جس سے رجوع کرنے کا حق ان کے خاوندوں کو نہ رہا ہو اس لئے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے ان کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی وہ حمل سے ہوں تب بھی اور بے حمل ہوں تب بھی اور حضرات علما فرماتے ہیں یہ حکم بھی انہیں عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہی کا بیان تھا اب الگ اس لئے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے تو کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اس لئے صاف طور پر فرما دیا کہ رجعت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھنا پینا خاوند کے ذمہ ہے پھر اس میں بھی علما کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لئے حمل کے واسطے سے ہے یا حمل کے لئے ہی۔ امام شافعی وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں اور اس بنا پر بہت سے فروعی مسائل میں بھی اختلاف ہوا ہے پھر فرماتا ہے کہ جب یہ مطلقہ عورتیں حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں تو تمہیں ان کے دودھ پلانے کی اجرت دینی چاہئے ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلائے یا نہ پلائے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہئے گو پھر دودھ نہ پلائے کیونکہ عموماً بچے کی زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے تو اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو ماں باپ کے درمیان جو اجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہئے تمہیں میں آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہونے چاہئیں نہ یہ اس کے نقصان کے درپے رہے نہ وہ اسے ایذا پہنچانے کی کوشش کرے جیسے سورہ بقرہ میں فرمایا لَا تُضَارَّ وَالِدَةُ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودُهُ بِوَلَدِهِ (سورہ بقرہ: ۲۳۳) یعنی بچہ کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرر پہنچانا چاہئے نہ اس کے باپ کو پھر فرماتا ہے اگر باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی دونوں کسی بات پر

ضرر یہی کہ شوہر سوچے کہ بچے کی محبت تو ماں کو زیادہ ہوتی ہے اس لئے مجبوراً دودھ پلائے گی خواہ میں احرت دوں یا نہ دوں یہ بچے کی وجہ سے

رضامند نہیں ہوتے تو اختیار ہے کہ کسی اور دایہ کو دے دیں ہاں جو اور دایہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اس پر اس بچہ کی ماں رضامند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا ولی جو ہوا سے چاہئے کہ بچہ پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے طاقت سے بڑھ کر تکلیف کسی کو اللہ نہیں دیتا تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ کی بابت حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ موٹا پہنتے ہیں اور ہلکی غذا کھاتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار بھجوادو اور جس کے ہاتھ بھجوائے جائیں ان سے کہہ دیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پا کر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرفیاں انہیں مل گئیں تو انہوں نے باریک کپڑے پہنے اور نہایت نفیس غذائیں کھانا شروع کر دیں قاصد نے واپس آ کر حضرت عمرؓ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کشادگی والا اپنی کشادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی والا اپنی حالت کے موافق طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہ خدا صدقہ کیا دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے اس میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کئے تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے اس نے اس میں سے اللہ تعالیٰ کے نام پر دس اوقیہ خرچ کئے تو یہ سب اجر میں خدا تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں اس لئے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا جیسے اور جگہ فرمایا **فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا** (سورہ نحر: ۵) تحقیق سختی کے ساتھ آسانی ہے مسند احمد کی حدیث اس جگہ ذکر کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا پہلے زمانہ میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر و فاقہ سے اپنی زندگی گزار رہے تھے پاس کچھ نہ تھا ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا بھوک کے مارے بے تاب تھا آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا ہاں آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آ پہنچی ہے اس نے کہا پھر لاؤ جو کچھ ہو دے دو میں بہت بھوکا ہوں بیوی نے کہا اور ذرا سی دیر صبر کر لو اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امید ہے پھر جب کچھ دیر اور ہو گئی اس نے بے تاب ہو کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو اب تنور کھولتی ہوں تھوڑی دیر گزرنے کے بعد جب بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر تقاضا کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت خدا سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آٹا نکل رہا ہے انہوں نے تنور میں سے سب گوشت نکال لیا اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھا لیا اور چھاڑ دیں حضرت ابو ہریرہؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ آٹا لے لیتیں اور چکی نہ چھڑتیں تو قیامت تک چلتی رہتیں اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہاں ان کی نیک بخت بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا تنور سلگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ ہمیں روزی دے دعا کر کے اٹھی تو دیکھا کہ ہنڈیا گوشت سے پر ہے تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا ابلا آتا ہے اتنے میں میاں بھی تشریف لائے پوچھا کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں ہمارے رب نے بہت کچھ عطا فرمایا اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھا لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان ہوا تو

= سے ماں کو نقصان پہنچانا ہوا یا ماں سوچے کہ بچہ اس کا بھی ہے اور بعد پریشان ہو کر دودھ مجھ ہی سے پلوائے گا کیونکہ بچہ کسی اور کا دودھ پیتا نہیں یا اسے موافق نہیں آتا اور اس لئے معمول سے زیادہ اجرت بڑھا دے۔ اس کی طرف سے باپ کو ایذا دی گئی محض باپ ہونے کی بنا پر۔

آپ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چلی چلتی ہی رہتی۔

وَكَايْنٍ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسِبْنَهَا حَسَابًا شَدِيدًا وَعَذَبْنَاهَا عَذَابًا نَّكَرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا أَفَأَنْتَقُوا اللَّهَ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا شَقْدًا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ۝

اور بہت سی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی سوہم نے ان کے اعمال کا سخت حساب کیا اور ہم نے ان کو بھاری سزا دی (کہ وہ سزا ہلاک یا عذاب سے) غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور انجام کار خسارہ ہی ہوا (یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے (اور جب انجام نافرمانی کا یہ ہے) تو اے سمجھدارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا (اور وہ نصیحت نامہ دے کر) ایک ایسا رسول بھیجا جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کریں (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان علم و عمل کے) نور کی طرف آئیں اور (آگے ایمان وغیرہ طاعت پر وعدے سے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور اچھے عمل کرے گا خدا اس کو (جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے بلا شک اللہ تعالیٰ نے (ان کو بہت) اچھی روزی دی ۝

جدید محاسبہ:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے امر کا خلاف کریں اس کے رسول کو نہ مانیں اس کی شریعت پر نہ چلیں انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دیکھو اگلے لوگوں میں سے بھی جو اس روش پر چلے وہ تباہ و برباد ہو گئے جنہوں نے سرتابی سرکشی اور تکبر کیا حکم خدا اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پروائی برتی آخر انہیں سخت حساب دینا پڑا اور اپنی بدکاری کا مزہ چکھنا پڑا انجام کار نقصان اٹھایا اس وقت نادم ہونے لگے لیکن اب ندامت کس کام کی؟ پھر دنیا کے ان عذابوں سے ہی اگر معاملہ صاف ہو جاتا جب بھی ایک بات تھی نہیں پھر ان کے لئے آخرت میں بھی سخت عذاب اور بے پناہ مار ہے اب اسے سوچ سمجھ والو تمہیں چاہئے کہ ان جیسے نہ بنو اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو اے عقل مند ایماندارو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف قرآن کریم نازل فرمادیا ہے ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے اور جگہ فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ (سورہ حجر: ۹) ہم نے اس قرآن کریم کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ ذکر سے مراد یہاں

رسولؐ ہے چنانچہ ساتھ ہی فرمایا رسولاً تو بدل اشتمال ہے چونکہ قرآن کے پہنچانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو اس مناسبت سے آپ کو لفظ ذکر سے یاد کیا حضرت امام ابن جریرؒ بھی اسی مطلب کو درست بتلاتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بیان فرمائی کہ وہ خدا کی واضح اور روشن آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ لوگ اندھیروں سے نکل آئیں اور روشنیوں میں پہنچ جائیں جیسے اور جگہ ہے: **كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ.....** (سورہ ابراہیم: ۱) اس کتاب کو ہم نے تجھے دیا ہے تاکہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائے دوسری جگہ ارشاد ہے: **اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا.....** (سورہ بقرہ: ۲۵۷) اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لاتا ہے یعنی کفر و جہالت سے ایمان و علم کی طرف چنانچہ ایک دوسری آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ وحی کو نور فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت اور راہ راست حاصل ہوتی ہے اور اسی کا نام روح بھی رکھا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی ملتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے: **وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا تَهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِّنْ عِبَادِنَا وَأَنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** (سورہ شوریٰ: ۵۲) یعنی ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور کر دیا جس کے ساتھ ہم اپنے جس بندے کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں یقیناً تو سچی راہ کی رہبری کرتا ہے پھر ایمانداروں اور نیک اعمال والوں کا بدلہ بہتی نہروں والی ہمیشگی کی جنت بیان ہوا ہے جس کی تفسیر بارہا گزر چکی ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا

أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

(آگے اللہ کا واجب الطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے یعنی) اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان کی ہی طرح زمین بھی (اور) ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لئے بتلایا گیا ہے) کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ ہر شے کو (اپنے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے ○

اُس کی قدر تیں:

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی عظیم الشان سلطنت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ مخلوق اس کی عظمت و عزت کا خیال کر کے اس کے فرمان کو قدر کی نگاہ سے دیکھے اور اس پر عامل بن کر اسے خوش کر لے تو فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: **الْم تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا** (سورہ نوح: ۱۵) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ پاک نے ساتوں آسمانوں کو کس طرح اوپر تلے پیدا کیا ہے؟ اور جگہ ارشاد ہے: **تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ** (سورہ بنی اسرائیل: ۲۲) یعنی ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے سب اس خدا کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں پھر فرماتا ہے اسی کی مثال زمینیں ہیں جیسے کہ صحیحین کی صحیح حدیث میں ہے جو شخص ظلم کرے کسی کی ایک بالشت بھر زمین لے لے گا اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے

۱۔ چنانچہ روح المعانی میں بھی اس قول کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ **هو النبي** عبر عنه لمواظبته على تلاوة القرآن الذي هو ذكره و تبليغه و تذكرة رسولاً بدل منه لیکن اندکی نے لکھا ہے کہ **والظاهر ان الذكر هو القرآن**۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ ناحق طریقہ پر۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ۞

صحیح بخاری میں ہے اسے ساتویں زمین تک دھنسیا جائے گا میں اس کی تمام سندیں اور کل الفاظ شروع ابتدا اور انتہا میں زمین کی پیدائش کے ذکر میں بیان کر دیئے ہیں فالحمد للہ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہفت اقلیم ہے انہوں نے بے فائدہ دماغ سوزی کی ہے اور اختلاف بے جا میں پھنس گئے ہیں اور بلا دلیل قرآن و سنت کا صریح خلاف کیا ہے سورہ حدید میں آیت: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (سورہ حدید: ۳) کی تفسیر میں ساتویں زمینوں کا اور ان کے درمیان کی مسافت کا اور ان کی موٹائی کا جو پانچ سو سال کی ہے پورا بیان ہو چکا ہے حضرت ابن مسعود وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں ایک اور حدیث میں بھی ہے ساتویں آسمان اور جو کچھ ان میں ان کے درمیان ہے اور ساتویں زمینیں اور جو کچھ ان میں اور ان کے درمیان ہے کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لمبے چوڑے بہت بڑے چٹیل میدان میں ایک چھلا پڑا ہوا ابن جریر میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمہارے سامنے بیان کروں تو اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جاننا ہے اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کر لوں کہ جو میں تجھے بتاؤں گا تو اس کا انکار نہ کرے گا؟ اور روایت میں مروی ہے کہ ہرزین میں مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور اس زمین کی مخلوق کے ہے اور ابن ثنی والی اس روایت میں آیا ہے ہر آسمان میں مثل ابراہیم علیہ السلام کے ہے بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ساتویں زمینوں میں سے ہر ایک میں نبی ہے مثل تمہارے نبی کے اور آدم ہیں مثل آدم علیہ السلام کے اور نوح ہیں مثل نوح علیہ السلام کے ابراہیم ہیں مثل ابراہیم علیہ السلام کے اور عیسیٰ ہیں مثل عیسیٰ ابوالضحیٰ جو ایک راوی ہیں میرے علم میں تو ان کی متابعت کوئی نہیں کرتا واللہ اعلم۔ ایک مرسل اور بہت ہی منکر روایت ابن ابی الدنیا نے ذکر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے دیکھا کہ سب کسی غور و فکر میں چپ چاپ ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا اللہ کی مخلوق کے بارے میں سوچ رہے ہیں فرمایا ٹھیک ہے مخلوقات کے بارے میں غور کرو لیکن کہیں خدا کے بارے میں غور و خوض میں نہ پڑ جانا سنو اس مغرب کی طرف ایک سفید زمین ہے اس کی سفیدی اس کا نور ہے یا فرمایا اس کا نور اس کی سفیدی ہے سورج کا راستہ چالیس دن کا ہے وہاں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس نے ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی صحابہؓ نے کہا پھر شیطان ان سے کہاں ہے؟ فرمایا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ شیطان پیدا بھی کیا گیا ہے یا نہیں؟ پوچھا کیا وہ بھی انسان ہیں فرمایا انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا بھی علم نہیں۔

تفسیر سورہ تحریم مدنیہ

سُورَةُ التَّحْرِيمِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَشْرَعُ اَيَاتٍ وَفِيهَا رُكُوعَانِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَرْوَاحِكَ وَاللَّهُ

۱ گویا کہ یہ بات انہوں نے اسی جذبہ سے کہی جو عام طور پر سوتوں میں ہوتا ہے۔

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ
الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ② وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ
وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ
أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ③ إِنَّ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا
وَإِنْ تَظْهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ
بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ④ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ
مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَنِيتٍ تَابِتٍ عَبْدَةٍ سَبَّحْتَ ثَيِّبَتٍ وَأَبْكَارًا ⑤

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں
(پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری
قسموں کا کھولنا (قسم توڑ کر توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرمادیا ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے اور جب
کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی) کو بتلا دی اور
پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے اس ظاہر کر دینے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو بتلا دی اور تھوڑی سی بات
کو ٹال گئے سو پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات بتلائی وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی خبر کس نے کر دی آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے
خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کر دی اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیوں اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں اور
اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کا ردائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو) پیغمبر کا رفیق اللہ اور جبرائیل ہے اور نیک مسلمان
ہیں اور (ان کے علاوہ) فرشتے آپ کے مددگار ہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم
سے اچھی بیبیاں دے دے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی

کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں ○

آپ ﷺ کو اس کا اختیار نہیں:

اس سورت کی ابتدائی آیتوں کے شان نزول میں مفسرین کے قوال یہ ہیں:

① بعض تو کہتے ہیں یہ حضرت ماریہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا جس پر یہ
آیتیں نازل ہوئیں نسائی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے کہنے سننے سے ایسا ہوا تھا کہ ایک لونڈی کی
نسبت آپ نے یہ فرمایا تھا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ابن جریر میں ہے کہ ام ابراہیم کے ساتھ آپ نے اپنی کسی بیوی صاحبہ کے

گھر میں بات چیت کی جس پر انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں؟ اور میرے بستر پر؟ چنانچہ آپ نے اسے اپنے اوپر حرام کر لیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال آپ پر حرام کیسے ہو جائے گا؟ تو آپ نے قسم کھائی کہ اب ان سے اس قسم کی بات چیت نہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت اتری حضرت زید فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہہ دینا کہ تو مجھ پر حرام ہے لغو اور فضول ہے حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ تو مجھ پر حرام ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں تجھ سے صحبت نہ کروں گا حضرت مسروق فرماتے ہیں پس حرام کرنے کے باب میں تو آپ پر عتاب کیا اور قسم کے کفارے کا حکم ہوا ابن جریر میں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ یہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ فرمایا عائشہؓ اور حفصہؓ اور ابتدائے قصہ ام ابراہیم قبظیہ کے بارے میں ہوئی حضرت حفصہؓ کے گھر میں ان کی باری والے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مل لئے تھے جس پر حضرت حفصہؓ گورنج ہوا کہ میری باری کے دن میرے گھر میں اور میرے بستر پر؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رضامند کرنے منانے کے لئے کہہ دیا کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اب تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا لیکن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے واقعہ کہہ دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی اور یہ کل آیتیں نازل فرمائیں آپ نے کفارہ دے کر قسم توڑ دی اور اس لونڈی سے ملے جلے اسی واقعہ کو دلیل بنا کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ ہے کہ کہے کہ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے اسے قسم کا کفارہ دے کر اپنی قسم کا کفارہ دینا چاہئے ایک شخص نے آپ سے یہی مسئلہ پوچھا کہ میں اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں تو آپ نے فرمایا وہ تجھ پر حرام نہیں کفارہ سب سے زیادہ سخت تو راہ اللہ غلام آزاد کرنا ہے امام احمد اور بہت سے فقہاء کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی یا لونڈی یا کسی کھانے پینے اور ہنسنے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے تو اس کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں صرف بیوی اور لونڈی کے حرام کرنے پر کفارہ ہے کسی اور پر نہیں اور اگر حرام کہنے سے نیت طلاق کی رکھی ہے تو بے شک طلاق ہو جائے گی اسی طرح لونڈی کے بارے میں اگر آزاد کرنے کی نیت حرام کہنے سے رکھی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔

- ② حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت اس عورت کے باب میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنا نفس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا لیکن یہ غریب ہے بالکل صحیح بات یہ ہے کہ ان آیتوں کا اترنا آپ کے شہد حرام کر لینے پر تھا۔
- ③ صحیح بخاری میں اس آیت کے موقع پر ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد پیتے تھے اور اس کی خاطر ذرا سی دیروہاں ٹھہرتے بھی تھے۔ اس پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئیں وہ کہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج تو آپ کے منہ سے گوند کی سی بو آتی ہے شاید آپ نے کھایا ہوگا چنانچہ ہم نے یہی کیا آپ نے فرمایا نہیں میں نے تو زینب کے شہد پیا ہے اب قسم کھاتا ہوں کہ نہ پیوں گا یہ کسی سے کہنا امت امام بخاری اس حدیث کو کتاب الایمان والدنور میں بھی لائے ہیں کچھ زیادتی کے ساتھ جس میں ہے کہ دونوں عورتوں سے یہاں مراد عائشہؓ اور حفصہؓ ہیں اور چپکے سے بات کہنا یہی تھا کہ میں نے شہد پیا ہے کتاب الطلاق میں امام صاحب اس حدیث کو لائے ہیں پھر

۱۔ آپ کو اس وقت ان کے اس ٹوکنے سے اتنا تاثر ہوا کہ اس طرح کا آپ نے عہد فرمایا لیا کیونکہ آپ جیسا رحیم انسان اس کو خوب محسوس کرتے تھے کہ سوتن کے سامنے دوسری سوتن سے اس طرح کا معاملہ اس کے لئے کتنا تکلیف دہ ہوگا۔

۲۔ کیونکہ آپ ﷺ کو شہد بہت مرغوب تھا۔

فرمایا ہے مغایر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے جو شور گھاس میں پیدا ہوتی ہے اس میں قدرے مٹھاس ہوتی ہے صحیح بخاری شریف کی کتاب الطلاق میں یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹھاس اور شہد بہت پسند تھا عصر کی نماز کے بعد اپنی بیویوں کے گھروں میں آتے اور کسی سے نزدیکی کرتے ایک مرتبہ آپ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے اور جتنا وہاں رکھتے تھے اس سے زیادہ رکے مجھے غیرت سوار ہوئی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کی قوم کی ایک عورت ایک کچی شہد کی انہیں بطور ہدیہ کے بھیجی ہے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا اور اتنی دیر روک رکھا میں نے کہا خیر اسے کسی حیلہ سے ختم کر دوں گی چنانچہ میں نے حضرت سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ تمہارے پاس جب آئیں اور قریب ہوں تو تم کہنا کہ آج کیا آپ نے مغایر کھلایا ہے آپ فرمائیں گے نہیں تم کہنا پھر یہ بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ فرمائیں گے مجھے حضرت حفصہؓ نے شہد پلایا تھا تو تم کہنا شاید شہد کی مکھی نے عرفط نامی خاردار درخت چوسا ہو میرے پاس آئیں گے میں بھی یہی کہوں گی پھر اے صفیہؓ تمہارے پاس جب آئیں تو تم بھی یہی کہنا حضرت سودہ فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر آئے ابھی تو دروازے پر ہی تھے جو میں نے ارادہ کیا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا ہے میں آپ سے کہہ دوں کیونکہ میں تم سے بہت ڈرتی تھی لیکن اس وقت تو خیر میں خاموش رہی جب آپ میرے پاس آئے تو میں تمہارا کہنا پورا کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے میں نے بھی کہا پھر حضرت صفیہؓ کے پاس گئے انہوں نے بھی یہی کہا پھر جب حضرت صفیہؓ کے پاس گئے تو حضرت صفیہؓ نے شہد کا شربت پلانا چاہا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں حضرت سودہؓ فرماتے لگیں افسوس ہم نے اسے حرام کرادیا میں نے کہا خاموش رہو صحیح مسلم کی اس حدیث میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی اس لئے ان بیویوں نے کہا تھا کہ آپ نے مغایر کھلایا ہے اس میں قدرے بو ہوتی ہے جب آپ نے جواب دیا کہ نہیں میں نے شہد پیا ہے تو انہوں نے کہہ دیا کہ پھر اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت کو چوسا ہوگا جس کے گوند کا نام مغایر ہے اور اس کے اثر سے اس شہد میں اس کی بورہ گئی ہوگی اس روایت میں لفظ جوست ہے جس کے معنی جوہری نے کئے ہیں کھلایا اور شہد کی مکھیوں کو بھی جو اس کہتے ہیں اور جس مدھم ہلکی آواز کو بھی کہتے ہیں عرب کہتے ہیں: سَمِعْتُ جَوَسَ الطَّيْرِ جب کہ پرند دانہ چک رہا ہو اور اس کی چونچ کی آواز سنائی دیتی ہو ایک حدیث میں ہے پھر جنتی پرندوں کی ہلکی اور میٹھی سہانی آوازیں سنیں گے یہاں بھی عربی میں لفظ جس ہے اصمعی کہتے ہیں میں حضرت شعبہؓ کی مجلس میں تھا وہاں انہوں نے اس لفظ جس کو جرش کو بڑے شین کے ساتھ پڑھا میں نے کہا چھوٹے سین سے ہے حجرت شعبہؓ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ ہم سے زیادہ اسے جانتے ہیں یہ ٹھیک ہے تم اصلاح کر لو الغرض شہد نوشی کے واقعہ میں شہد پلانے والیوں میں دو نام ہیں ایک حضرت حفصہؓ کا دوسرا حضرت زینبؓ کا بلکہ اس امر پر اتفاق کرنے والیوں میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت حفصہؓ کا نام ہے پس ممکن ہے یہ دو واقعے ہوں یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ان دونوں کے بارے میں اسی آیت کا نازل ہونا ذرا غور طلب ہے واللہ اعلم۔

آپس میں اس قسم کا مشورہ کرنے والی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ تھیں یہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے مدتوں سے آرزو تھی کہ حضرت عمرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں بیوی صاحبان کا نام معلوم کروں جن کا ذکر آیت: اِنْ تَتُوبَا..... میں ہے پس حج کے سفر میں خلیفۃ الرسول چلے تو میں بھی ہم رکاب ہو گیا ایک راستے میں حضرت عمرؓ راستہ چھوڑ کر جنگل کی طرف چلے میں ڈوبچی لے کر پیچھے پیچھے گیا آپ حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آئے میں نے پانی ڈالا

اور وضو کرایا اب موقعہ پا کر سوال کیا اے امیر المومنین جن کے بارے میں یہ آیت ہے وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ابن عباس افسوس۔ حضرت زہری فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کو ان کا یہ دریافت کرنا برا معلوم ہوا لیکن چھپانا جائز نہ تھا اس لئے جواب دیا اس سے مراد حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ نے واقعہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریشی تو اپنی عورتوں کو اپنے زیرِ حکم رکھتے تھے لیکن مدینہ والوں پر عموماً ان کی عورتیں حاوی تھیں جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ہماری عورتوں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا میں مدینہ شریف کے بالائی حصہ میں حضرت امیہ بن زید کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک مرتبہ میں اپنی بیوی سے کچھ ناراض ہوا اور کچھ کہنے سننے لگا تو الٹ کر اس نے مجھے جواب دینے شروع کئے مجھے نہایت برا معلوم ہوا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ یہ نئی بات کیسی؟ اس نے میرا تعجب دیکھ کر کہا کہ آپ کس خیال میں ہیں؟ اللہ کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور بعض مرتبہ تو دن دن بھر بول چال چھوڑ دیتی ہیں اب میں تو ایک دوسری الجھن میں پڑ گیا سیدھا اپنی بیٹی حفصہؓ کے گھر گیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے؟ کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو اور کبھی کبھی سارا سارا دن روٹھی رہتی ہو؟ جواب ملا کہ سچ ہے میں نے کہا کہ وہ برباد ہوئی اور نقصان میں پڑی جس نے ایسا کیا کیا تم اس سے غافل ہو گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ سے ایسی عورت پر خدا ناراض ہو جائے اور وہ کہیں کی نہ رہے؟ خبردار آئندہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی جواب نہ دینا نہ آپ سے کچھ طلب کرنا جو مانگنا ہو مجھ سے مانگ لیا کرو حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر تم ان کی حرص نہ کرنا وہ تم سے اچھی اور تم سے بہت زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر ہیں اب اور سنو میرا پڑوسی ایک انصاری تھا اس نے اور میں نے باریاں مقرر کر لی تھیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارتا اور ایک دن وہ میں اپنی باری والے دن تمام حدیثیں آیتیں وغیرہ انہیں آکر سناتا اور یہ مجھے یہ بات ہم میں اس وقت مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ اپنے فوجی گھوڑوں کے نعل لگوار ہا ہے اور اس کا ارادہ ہم پر چڑھائی کرنے کا ہے ایک مرتبہ میرے ساتھ اپنی باری والے دن گئے ہوئے تھے عشا کے وقت آگئے اور میرا دروازہ کھٹکھٹا کر مجھے آوازیں دینے لگے میں گھبرا کر باہر نکلا کہ خیریت تو ہے؟ اس نے کہا آج تو بڑا برا کام ہوا گیا میں نے کہا غسانی بادشاہ آپہنچا؟ اس نے کہا اس سے بڑھ کر میں نے پوچھا وہ کیا؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی میں نے کہا افسوس حفصہؓ برباد ہو گئی اور اس نے نقصان اٹھایا مجھے پہلے ہی سے اس امر کا کھٹکا تھا صبح کی نماز پڑھتے ہی کپڑے پہن کر میں چلا سیدھا حفصہؓ کے پاس گیا دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں میں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی؟ جواب دیا یہ تو کچھ معلوم نہیں آپ ہم سے الگ ہو کر اپنے بالا خانہ تشریف فرما ہیں میں وہاں گیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام پہرے پر ہے میں نے کہا جاؤ میرے لئے اجازت طلب کرو وہ گیا پھر آکر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا میں وہاں سے واپس چلا آیا مسجد میں گیا دیکھا کہ منبر کے پاس ایک گروہ صحابہ کا بیٹھا ہوا ہے اور بعض کے تو آنسو نکل رہے ہیں میں تھوڑی سی دیر بیٹھا لیکن چین کہاں پھر اٹھ کر کھڑا ہوا اور وہاں جا کر غلام سے کہا کہ میرے لئے اجازت طلب کرو اس نے پھر آکر کہا کہ کچھ جواب نہیں ملا میں دوبارہ مسجد چلا گیا پھر وہاں سے گھبرا کر نکلا یہاں آیا پھر غلام سے کہا غلام گیا اور آیا اور وہی جواب دیا میں واپس مڑا ہی تھا جو غلام نے مجھے آواز دی کہ آئیے آپ کو اجازت مل گئی میں گیا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بورے پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات یہ ہے کہ ہم قوم قریشی تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھا کرتے تھے

۱۔ یہ خوشی سے نعرہ بلند کیا تھا کیونکہ حضرت عمرؓ کی نظر میں آپ ﷺ کا طلاق دینا ایک حادثہ عظیم تھا۔

لیکن مدینہ والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں یہاں آکر ہماری عورتوں نے بھی دیکھا دیکھی یہی حرکت شروع کر دی پھر میں نے اپنی بیوی کا واقعہ بیان کیا اور میرا یہ خبر پا کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی ایسا کرتی ہیں یہ کہنا بھی بیان کیا کہ کیا انہیں ڈر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی وجہ سے خدا بھی ان سے ناراض ہو جائے اور وہ ہلاک ہو جائیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے میں نے پھر اپنا حصہ کے پاس جانا اور انہیں حضرت عائشہؓ کی حرص کرنے سے روکنا بیان کیا اس پر دوبارہ مسکرائے میں نے کہا اگر اجازت ہو تو ذرا سی دیر اور رک جاؤں آپ نے اجازت دی میں بیٹھ گیا اب جو سراٹھا کر ہر طرف نظریں دوڑائیں تو آپ کی بیٹھک (در بار خاص) میں سوائے خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھی آزرده دل ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر کشادگی کرے دیکئے تو فارسی اور رومی جو اللہ کی عبادت ہی نہیں کرتے انہیں کس قدر دنیا کی نعمتوں میں وسعت دی گئی ہے؟ یہ سنتے ہی آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے اے ابن خطاب کیا تو شک میں ہے؟ اس قوم کی اچھائیاں انہیں بہ عجلت دنیا ہی میں دے دی گئیں میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے اللہ سے بخشش طلب کیجئے بات یہ تھی کہ آپ نے بوجہ سخت ناراضگی قسم کھالی تھی کہ مہینہ بھر تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تنبیہ کی یہ حدیث بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی ہے بخاری مسلم کی حدیث میں ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں سال بھر اسی امید میں گزر گیا کہ موقع ملے تو حضرت عمرؓ سے ان دونوں کے نام دریافت کروں لیکن ہیبت فاروقی سے ہمت نہیں پڑتی تھی یہاں تک کہ حج کی واپسی میں پوچھا پھر پوری حدیث بیان کی جو اوپر گزر چکی صحیح مسلم میں ہے کہ طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کی آیتوں کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ جس طرح حضرت حفصہؓ کے پاس جا کر انہیں سمجھا آئے تھے اسی طرح حضرت عائشہؓ کے پاس بھی ہو آئے تھے اور یہ بھی ہے کہ اس غلام کا نام جو ڈیوڑھی پر پہرہ دے رہے تھے حضرت رباحؓ تھا یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ عورتوں کے بارے میں اس مشقت میں کیوں پڑتے ہیں؟ اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے فرشتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں میں اور ابوبکر اور جملہ مومن۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ الحمد للہ میں اس قسم کی جو بات کہتا مجھے امید لگی رہتی کہ اللہ تعالیٰ میری بات کی تصدیق نازل فرمائے گا پس اس موقع پر بھی آیت تخییر یعنی: عَسَىٰ رَبُّهُ..... اور: وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ..... آپ پر نازل ہوئیں مجھے جب آپ سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد میں آکر دروازے پر کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سب کو اطلاع دے دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اس کے بارے میں آیت: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ (سورہ نساء: ۸۳) آخر تک اتری یعنی جہاں انہیں کوئی امن کی یا خوف کی خبر پہنچی کہ یہ انہیں شہرت دینے لگتے ہیں اگر یہ اس خبر کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا ذی عقل و علم مسلمانوں تک پہنچا دیتے تو بے شک ان میں سے جو لوگ محقق ہیں وہ اسے سمجھ لیتے حضرت عمرؓ یہاں تک اس آیت کو پڑھ کر فرماتے پس اس امر کا استنباط کرنے والوں میں میں ہی ہوں اور بھی بہت سے بزرگ مفسرین سے منقول ہے کہ صالح المؤمنین سے مراد حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ ہیں بعضوں نے حضرت عثمانؓ کا نام بھی لیا ہے بعض نے حضرت علیؓ کا بھی ایک ضعیف حدیث میں مرفوعاً حضرت علیؓ کا نام ہے لیکن سند ضعیف ہے اور بالکل منکر ہے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ کی بیویاں غیرت میں آگئیں جس پر میں نے ان سے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ گویا کہ حضرت رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ میں نے آپ سے ایسی غلط بات کہی حالانکہ کوئی غلط بات نہ تھی لیکن آپ ان حضرات کو تو زید و تقویٰ اسی درجہ کا تھا کہ وہ معمولی باتوں کو بھی بہت اہمیت دیتے۔

تمہیں طلاق دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دے گا پس میرے لفظوں ہی میں قرآن کی یہ آیت اتری پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بہت سی باتوں میں قرآن کی موافقت کی جیسے پردے کے بارے میں بدری قیدیوں کے بارے میں مقام ابراہیم کو قبلہ ٹھہرانے کے بارے میں ابن ابی حاتم میں ہے کہ مجھے جب امہات المؤمنین کی اس شکر و زنجی کی خبر پہنچی تو ان کی خدمت میں گیا اور انہیں بھی کہنا شروع کیا یہاں تک کہ آخری ام المؤمنین کے پاس پہنچا تو مجھے جواب ملا کہ کیا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود نصیحت کرنے کے لئے کم ہیں جو تم آگئے؟ اس پر میں تو خاموش ہو گیا لیکن قرآن میں آیت: عَسَىٰ رَبُّهُ..... نازل ہوئی صحیح بخاری میں کہ جواب دینے والی ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ تھیں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جو بات چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی صاحبہ سے کہی تھی اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت صفیہؓ کے گھر میں آپ تھے وہ جب تشریف لائیں اور حضرت ماریہؓ سے آپ کو مشغول پایا تو آپ نے فرمایا تم (حضرت عائشہؓ کو خبر نہ کرنا میں تمہیں ایک بشارت سنا تا ہوں میرے انتقال کے بعد میری خلافت پر حضرت ابو بکرؓ کے بعد تمہارے والد آئیں گے حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خبر کر دی پس حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اس کی خبر آپ کو کس نے پہنچائی؟ آپ نے فرمایا مجھے علیم و خیر خدا نے خبر پہنچائی صدیقہؓ نے کہا میں آپ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک کہ آپ ماریہ کو اپنے اوپر حرام نہ کر لیں آپ نے ایسا ہی کیا اس پر آیت: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ نازل ہوئی (طبرانی) لیکن اس کی سند مخدوش ہے مقصد یہ ہے کہ ان تمام روایات سے ان پاک آیتوں کی تفسیر تو ظاہر ہی ہے مسابحات کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ روزے رکھنے والیاں ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے یہی تفسیر اس لفظ کی آئی ہے جو سورہ برأت میں اس لفظ کی تفسیر میں گزر چکی ہے کہ اس امت کی سیاحت روزے رکھنا ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ رماد اس سے ہجرت کرنے والیاں لیکن پہلا قول زیادہ صالح ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا ان میں سے بعض بیوہ ہوں گی اور بعض کنواریاں اس لئے کہ جی خوش رہے قسموں کی تبدیلی نفس کو بھی معلوم ہوتی ہے مجتم طبرانی میں ابن زید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اس سے مراد بیوہ ہے تو حضرت آسیہؓ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور کنواری سے مراد (حضرت مریم) ہیں جو حضرت عمران کی بیٹی تھیں ابن عساکر میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت حضرت خدیجہؓ آپ کے پاس آئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں خوشی ہو جنت کے ایک چاندی کے گھر کی جہاں نہ گرمی ہے نہ تکلیف ہے نہ شور و غل جو چھدے ہوئے موئی کا بنا ہوا ہے جس کے دائیں بائیں مریم بنت عمرانؓ اور آسیہ بنت مزاحمؓ کے مکانات ہیں اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے خدیجہؓ اپنی سوکنوں سے میرا سلام کہنا۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجھے سے پہلے بھی آپ نے کسی سے نکاح کیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمرانؓ اور آسیہؓ زوجہ فرعون اور کلثوم بہن موسیٰ علیہ السلام کی ان تینوں کو میرے نکاح میں دے رکھا ہے یہ حدیث بھی ضعیف ہے حضرت ابوامامہ سے ابو یعلیٰ میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جنت میں میرا نکاح مریم بنت عمرانؓ اور آسیہؓ زوجہ فرعون سے کر دیا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارکباد ہو یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور ساتھ مرسل بھی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَاَلْحِبَارُ عَلَيْهَا

مَلِكَةٍ غِلَظُ شِدَادٍ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ⑥
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑦ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتِمِّمْ لَنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا
إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑧

اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھروالوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں جس پر
تندخو (اور) مضبوط فرشتے معین فرشتے ہیں جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم
دیا جاتا ہے اس کو (فورا) بجالاتے ہیں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرتے وقت ان سے کہا جائے گا کہ اے کافر تم آج عذر (و
معذرت) مت کرو (کہ بے سو ہے) بس تم کو تو اس کی سزا مل رہی ہے جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے اے ایمان والو تم اللہ کے آگے
سچی توبہ کرو (توبہ کا ثمرہ فرماتے ہیں کہ) امید (یعنی وعدہ ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم
کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کو اور جو مسلمان (دین کی رو سے) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا
ہوگا (اور) یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے اس نور کو اخیر تک رکھئے (یعنی راہ میں گل نہ ہو جائے) اور

ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں ○

جہنم اور اس کے شدائد:

حضرت علیؑ فرماتے ہیں ارشاد خداوندی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم و ادب سکھاؤ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ کے
فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھر کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تا کہ اللہ تمہیں جہنم سے بچالے مجاہد فرماتے ہیں اللہ سے
ڈرو اور اپنے گھروالوں کو بھی یہی تلقین کرو قنادہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کے حکم
قائم رکھو اور انہیں احکام خدا بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں پر انہیں تنبیہ کرو ضحاکؒ و مقاتلؒ
فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ تعالیٰ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی
نافرمانیوں سے بچنے کی تعلیم دیتا رہے مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز
پڑھنے کو کہتے سنتے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سستی کریں تو انہیں مار کر دھمکا کر پڑھاؤ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں

بھی ہے فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہئے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچے رہنے اور برائی سے دور رہنے کا جذبہ پیدا ہو جائے ان کاموں میں تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس آگ کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں ان چیزوں سے یہ آگ سلگائی گئی ہے پھر خیال کر لو کہ کس قدر تیز ہوگی؟ پتھر سے مراد یا تو وہ پتھر ہیں جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہی جیسے اور جگہ ہے : **وَأَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ** (سورہ انبیاء: ۹۸) تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہوں گے یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ کی خدمت میں بعض اصحاب تھے جن میں سے ایک شیخ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر دنیا کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہے انہیں یہ سن کر غشی آگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو دل دھڑک رہا تھا آپ نے انہیں آواز دی کہ اے شیخ کہو لا الہ الا اللہ اس نے اسے پڑھا پھر آپ نے اسے جنت کی خوشخبری دی تو آپ کے اصحاب نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اس کو خوشخبری دی جا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا دیکھو قرآن میں ہے **ذَلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعَبَدَ** (سورہ ابراہیم: ۱۳) یہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میری دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو یہ حدیث غریب ہے اور مرسل ہے پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت کے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو خوفناک طریقہ سے سخت سزائیں دیتے ہیں جن کے دیکھنے سے بھی پتہ پانی اور کلیجہ پھلنی ہو جائے حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں جب جہنمیوں کا پہلا جہنم کو چلے گا تو وہ دیکھے گا کہ پہلے دروازے پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے ہیبت ناک اور نہایت سیاہ ہیں کچلیاں باہر کونکلی ہوئی ہیں سخت بے رحم ہیں ایک ذرے کے برابر بھی خدا نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا اس قدر جسیم ہیں کہ اگر کوئی پرند ان کے ایک کھوے سے اڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچے چاہے تو دو مہینے گزر جائیں پھر وہ دروازہ پر انہیں فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے پھر ایک دروازے سے دوسرے دروازے کو دھکیل دیئے جائیں گے پانچ سو سال گزرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئے گا وہاں بھی اسی طرح ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے اسی طرح ہر دروازے پر یہ فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں ادھر فرمایا گیا ادھر انہوں نے عمل شروع کر دیا ان کا نام زبانیہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے پناہ دے آمین قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائے گا کہ آج تم بے کار عذر نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے چل نہ سکے گی تمہارے کرتوت کا مزہ تمہیں چکھنا پڑے گا پھر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو تم سچی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف ہو جائیں میل کچیل دھل جائے یہ برائیوں کی عادت چھوٹ جائے حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اپنے خطبے میں بیان فرمایا کہ لوگو میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے سنا ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے حضرت عبداللہؓ سے بھی اسی کے قریب مروی ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے جو ضعیف ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ وہ بھی موقوف ہی ہے واللہ اعلم۔ علمائے سلف فرماتے ہیں توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اسی وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو اور گناہ میں اگر کسی انسان کا حق ہے تو چوٹی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نادم ہونا بھی توبہ کرنا ہے حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس وقت امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کام کریں گے؟ ان میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے گا جو اللہ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق حرام کر دیا ہے اور جس فعل پر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہوتی ہے اسی طرح مرد مرد سے بد فعلی کریں گے جو حرام اور باعث ناراضگی خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان لوگوں کی نماز بھی خدا کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبہ نصوح نہ کریں حضرت زہرا نے حضرت ابی سے پوچھا تو توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا غلطی سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا حضرت حسنؑ فرماتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت تھی ویسا ہی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس سے استغفار ہو جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جمار ہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام برائیاں اسلام فتا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے اب رہی یہ بات کہ توبہ نصوح میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک اس گناہ کو نہ کرے جیسے کہ احادیث اور آثار ابھی بیان ہوئے ہیں جن میں ہے کہ پھر کبھی نہ کرے یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کروں گا گو پھر بہ مقتضائے بشریت بھولے چو کہ ہو جائے جیسے کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے تو عجز توبہ کے ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا پھر مرتے دم تک اس کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟ پس پہلی بات کی دلیل تو یہ حدیث ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت کی برائیوں پر پکڑا نہ جائے گا اور جو اسلام لا کر بھی برائیوں میں مبتلا رہے وہ اسلام کی اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائے گا پس اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھ کر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بد کرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیوں میں بھی پکڑ ہوئی تو توبہ کے بعد تو بطور اولیٰ ہونی چاہئے واللہ اعلم۔ لفظ عسیٰ گو تمنا امید اور امکان کے معنی دیتا ہے لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے ہوتے ہیں پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کروالیں گے اور سرسبز و شاداب جنتوں میں جائیں گے پھر ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا انہیں خدا کی طرف نور عطا ہوگا جو ان کے لئے آگے آگے اور دائیں طرف ہوگا اور سب اندھیروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہوں گے جیسے کہ پہلے سورہ حدید کی تفسیر میں گزر چکا ہے جب یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھی عین ضرورت کے وقت وہ ان سے چھین لی گئی اور وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ خدایا ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی تو آخر وقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے ہمارا نور ایمان بجھنے نہ پائے بنو کنانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں فتح مکہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپ کی اس دعا کو سنا: اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ میرے اللہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے سجدے کی اجازت مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی مجھ ہی کو مرحمت ہوگی میں اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظر ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا ایک صحابی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی امتیں ہوں گی آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہوگی کہ ان کے اعضائے وضو منور ہوں گے چمک رہے ہوں گے کسی اور امت میں یہ بات نہ ہوگی دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے تیسری نشانی یہ ہوگی کہ سجدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے میں پہچان لوں گا چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے ہوگا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ

الْمَصِيرُ ① ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتُهُمَا فَلَمْ يُغْنِ عَنَّهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِينَ ②

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار (سے باللسان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو اس کے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوح علیہ السلام کی بی بی اور لوط علیہ السلام کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سوان عورتوں نے دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں بندے اللہ کے مقابلے میں ان کے ذرا کام نہ آ سکے اور ان دونوں عورتوں کو بوجہ کافر ہونے کے حکم ہو گیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ ○

حکم جہاد:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے جہاد کرو ہتھیاروں کے ساتھ اور منافقوں سے جہاد کرو حد و حد خدا جاری کرنے کے ساتھ ان پر دنیا میں سختی کرو آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین بازگشت ہے پھر مثال دے کر سمجھایا کہ کافروں کا مسلمانوں سے ملنا جلنا خلط ملط رہنا انہیں ان کے کفر کے باوجود خدا تعالیٰ کے ہاں کچھ نفع نہیں دے سکتا دیکھو دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ہر وقت ان نبیوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات انھیں بیٹھنے والی اور ساتھ ہی کھانے پینے والی بلکہ سونے جاگنے والی تھیں لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں اور اپنے کفر پر قائم تھیں پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی انبیاء اللہ انہیں اخروی نفع نہ پہنچا سکے نہ اخروی نقصان سے بچ سکے بلکہ ان عورتوں کو بھی جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہہ دیا گیا یہ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد یہاں بدکاری نہیں انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کی گھر والیاں فاحشہ ہوں ہم اس کا پورا بیان سورہ نور کی تفسیر میں کر چکے ہیں بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین ہے یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی ان کا ساتھ نہ دیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کی خیانت زنا نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی جو مہمان حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کر دیتی تھی یہ دونوں بد دین تھیں حضرت نوح علیہ السلام کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند خدا کے رسول کی مخالف تھی اور جو لوگ آپ کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرتے یہ جا کر اپنی کافروں سے خبر کر دیتی جنہیں بد عمل کی عادت تھی بلکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ کسی پیغمبر کی کسی عورت نے بھی بدکاری نہیں کی اسی طرح حضرت عکرمہؓ حضرت سعید بن جبیرؓ حضرت ضحاکؓ وغیرہ سے بھی مروی ہے اس سے استدلال کر کے بعض علما نے کہا ہے کہ وہ جو عام لوگوں میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے جو شخص کسی ایسے کے ساتھ کھائے جو بخشتا ہوا ہو اسے بھی بخش دیا جاتا ہے یہ حدیث بالکل ضعیف ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے ہاں ایک بزرگ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ ③

منزل ④

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِّنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَتَجِّنِي مِّنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝
وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي احْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوحِنَا وَصَدَقَتْ
بِكَلِمَتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ عَلَيْهَا مِنَّا الْقِسْمِيْنَ ۝

اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی (تسلی) کے لئے فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) کا حال بیان کرتا ہے جب ان کی بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قریب میں مکان بنائیے اور مجھ کو فرعون (کے شر) سے اور اس کے عمل (کفر کے ضرر اور اثر) سے محفوظ رکھیے اور تمام ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے محفوظ رکھے اور (نیز مسلمانوں کی تسلی) کے لئے عمران کی بیٹی (حضرت) مریم علیہا السلام کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا سو ہم نے ان کے چاک گریبان میں اپنی روح پھونک دی اور انہوں نے اپنے پروردگار کے (پیغاموں کی جو ان کو ملائکہ کے ذریعے پہنچے تھے) اور اس کی کتابوں کی اور وہ اطاعت والوں میں سے تھیں ○

فرعون کی بیوی کا واقعہ:

یہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے مثال بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اگر یہ اپنی ضرورت پر کافروں سے خلط ملط ہوں تو انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ..... (سورہ آل عمران: ۲۸) ایمانداروں کو چاہئے کہ مسلمانوں کے سوا اوروں سے دوستیاں نہ کریں جو ایسا کرے گا وہ خدا کی طرف سے کسی بھلائی میں نہیں ہاں اگر بطور بچاؤ اور دفع الوقتی کے ہو تو اور ات ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں روئے زمین کے تمام تر لوگوں میں سب سے سرکش فرعون تھا لیکن اس کے کفر نے بھی اس کی بیوی کو کچھ نقصان نہ پہنچایا اس لئے کہ وہ اپنے زبردست ایمان پر پوری طرح قائم تھیں اور ہیں جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے وہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچا لیتا بلکہ انہیں ان کی جنتی مکان کو دکھا دیتا جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنتیں کہ موسیٰ علیہ السلام غالب رہے پس یہی ان کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکارا انھیں کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لائی فرعون کو جب معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی پتھر کی چٹان تمہیں ملے اسے اٹھوالاؤ

اور ظاہر ہے کہ خواب کو وہ درجہ حاصل نہیں جو جنات کے ارشادات کو حیات مبارکہ میں تھا اول تو یہی معلوم نہیں کہ کون بخشا ہوا ہے اور کون نہیں نیز خواب بزرگوں نے یہ خواب دیکھا ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کون تھے اور کون تھیں اس طرح کے خوابوں کو معتبر حیثیت کبھی بھی حاصل نہیں ہوتی۔
۲۔ بجز اس کے کہ خود کوئی کسی کے گناہ میں شریک ہو گیا مثلاً ترغیب ہی دی ہو یا راہیں ہموار کی ہوں تو ایسی صورت میں دونوں پر عذاب ہوگا۔

اسے چت لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آجائے اگر باز آجائے تو تو میری بیوی ہے عزت و حرمت کے ساتھ واپس لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرا دو اور اس کا قیمہ کر ڈالو جب یہ لوگ پتھر لائے انہیں لے گئے لٹایا اور پتھر ان پر گرانے کے لئے اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پروردگار نے حجاب ہٹا دیئے اور جنت کو اور وہاں جو جو مکان ان کے لئے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی جس وقت پتھر پھینکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں اپنی شہادت کے وقت دعا مانگتی ہیں کہ خدایا جنت میں اپنے قریب کی جگہ مجھے گھر عنایت فرما اس دعا کی باریکی پر بھی نظر ڈالئے کہ پہلے خدا تعالیٰ کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے پھر دعا کرتی ہیں کہ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کافرانہ حرکتوں سے بے زار ہوں مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ ان بیوی صاحبہ کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا ان کے ایمان لانے کا واقعہ حضرت ابو العالیہؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث بنا وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھیں اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں اس پر فرعون کی لڑکی نے کہا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے اس نے غصہ میں آکر انہیں خوب مارا پٹا اور اپنے باپ کو اس کی خبر کر دی فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ تعالیٰ ہے فرعون نے کہا کہ انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ پیروں پر میخیں گڑوا دو اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہے پھر ایک دن اور کہا اب بھی تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو گا ورنہ اب بھی میرا کہا مان لے اور اس دین سے باز آجائے انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ تو کر سکتا ہے کر ڈال اس ظالم نے ان کے لڑکے کو پکڑوا کر منگوایا اور ان کے سامنے اسے مار ڈالا جب اس بچہ کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں خوش ہو جا تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی انہوں نے اس روح فرسا سانپ کو بچشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بقضا ہو کر بیٹھ رہیں فرعون نے پھر انہیں اسی طرح باندھ کر ڈالوا دیا اور سانپ چھوڑ دیئے پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی بیوی صاحبہ نے پھر نہایت صبر و استقلال سے جواب دہی دیا اس نے پھر وہی دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کر دیا اس کی روح نے اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی فرعون کی بیوی نے بڑے بچے کی روح کی خوشخبری سنی تھی اب اس چھوٹے بچے کی بھی خوشخبری سنی اور ایمان لے آئیں ادھر ان بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کر لی اور ان کی منزل و مرتبہ جو خدا کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا گیا یہ ایمان و یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم؟ وہ میرے سوا دوسرے کو خدا مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ میخیں گاڑی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا گیا اس وقت حضرت آسیہؓ نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب اٹھا کر انہیں ان کا جنتی

۱ صاحب مدارک نے آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ تمام مصائب میں خدا تعالیٰ سے استعاذہ اور استغفار اور گلو خلاصی کے لئے صرف خدا تعالیٰ ہی سے دعا

صالحین کی خاص عادت ہے و دلیل علی ان الاستعاذۃ باللہ والاتجاء الیہ من مسئلۃ الخلاص منہ عند المحن والنوازل من سیر الصالحین۔

درجہ دکھا دیا جس پر یہ ہنسنے لگیں ٹھیک اسی وقت فرعون آگیا اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر کہنے لگا لوگو تمہیں تعجب نہیں معلوم ہوتا؟ کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں الغرض انہیں عذابوں میں یہ شہید ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

پھر دوسری مثال حضرت مریم بنت عمران علیہ السلام کی بیان کی جاتی ہے کہ وہ نہایت پاک دامن تھیں ہم نے اپنے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معرفت ان میں روح پھونکی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انسانی صورت میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ وہ اپنے منہ سے ان کے گریبان میں پھونک ماریں اسی سے حمل رہ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے پس ارشاد ہے کہ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی پھر حضرت مریم علیہ السلام کی اور تعریف ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی تقدیر اور شریعت کو سچ ماننے والی تھیں اور پوری فرمانبرداری تھیں۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہ سے دریافت کیا کیا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو پورا علم ہے آپ نے فرمایا تمام جنتی عورتوں میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں تو صاحب کمال بہت سارے ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے کامل عورتیں صرف حضرت آسیہ ہیں جو فرعون کی بیوی تھیں اور حضرت مریم علیہ السلام ہیں اور حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں اور حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے سالن میں چوری ہوئی روٹی کی فضیلت باقی کھانوں پر ہم نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کے بیان کے موقع پر اس حدیث کی سند اور الفاظ بیان کر دیئے ہیں۔

پارہ ۲۹

تفسیر سورہ ملک مکہ

فضائل سورہ ملک ☆

مسند احمد میں بہ روایت حضرت ابو ہریرہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی رہے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے وہ سورت: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے ابو داؤد و نسائی ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں تاریخ ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امت میں ایک شخص مر گیا جس کے ساتھ کتاب اللہ میں سے سوائے سورہ تبارک الذی کے اور کوئی چیز نہ تھی جب اسے دفن کیا گیا اور فرشتہ اس کے پاس آیا تو یہ سورت اس کے سامنے کھڑی ہو گئی فرشتے نے کہا تو کتاب اللہ ہے میں تجھے ناراض کرنا نہیں چاہتا تجھے معلوم ہے کہ تیرے یا اپنے یا اس معیب کے کسی نفع نقصان کا مجھے اختیار نہیں اگر تو یہی چاہتی ہے تو تو اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اس کی سفارش کر چنانچہ یہ سورت اللہ عزوجل کے پاس جائے گی اور کہے گی خدایا تیری کتاب میں سے مجھے فلاں شخص نے سیکھا پڑھا اب کیا تو اسے آگ میں جلانے گا؟ کیا باوجودیکہ میں اس کے سینے میں

۱۔ گویا مریم علیہا السلام کی تعریف میں دو جامع کلمات استعمال فرمائے ایک صادقہ جس سے ان کے عقائد کی صحت کی اطلاع ہے دوسرا ارشاد ان کے بارے میں قانت ہے جو ان کے حسن سیرت کی شہادت ہے کلمات سے مراد سابق شریعتیں بھی لی گئی ہیں مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے سابقہ تمام شرائع کی تصدیق فرمائی تھی چنانچہ امام رازی نے لکھا ہے الكلمات الشرائع التي شرع بها دون القول فكان المعنى صدقت الشرائع و اخذت بها

محفوظ ہوں تو اسے عذاب کرے گا؟ اگر یہی کرنا ہے تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا ڈال اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس وقت سخت غضبناک ہے یہ کہے گی مجھے حق ہے کہ میں اپنی ناراضگی ظاہر کروں پس جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جا میں نے اسے تجھے دیا اور تیری سفارش قبول کی اب یہ سورت اس کے پاس آئے گی اور عذاب کے فرشتے کو ہٹائے گی اور اس کے منہ سے اپنا منہ ملا کر کہے گی اس منہ کو مرخبا ہو یہی میری تلاوت کیا کرتا تھا اس سینے کو صد شاباش ہو اس نے مجھے یاد کر رکھا تھا ان دونوں قدموں کو مبارک ہو یہی کھڑے ہو کر راتوں کو میری قرأت کے ساتھ قیام کرتے تھے اور یہ سورت قبر میں اس کی مونوں اور غم خوار بن جائے گی اور کوئی دہشت اور خوف اسے نہیں پہنچے دے گی اس حدیث کے سنتے ہی تمام چھوٹے بڑے آزاد اور غلام نے اسے سیکھ لیا اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجیۃ رکھا یعنی نجات دلوانے والی سورت لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حدیث بہت ہی منکر ہے۔ اس کے راوی فرات بن سائب کو امام احمد امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام ابو حاتم امام دارقطنی وغیرہ ضعیف کہتے ہیں اور دوسری سند سے ہے کہ یہ قول امام زہری کا ہے مرفوع حدیث نہیں امام بیہقی نے کتاب اثبات عذاب قبر میں حضرت ابن مسعود سے ایک حدیث مرفوع بھی بیان کی ہے اور موقوف بھی اس میں بھی جو مضمون ہے وہ اس کی شہادت میں کام دے سکتا ہے ہم نے اسے احکام کبریٰ کی کتاب البجائز میں بیان کیا ہے واللہ الحمد۔ طبرانی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی ایک سورت ہے جس نے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے خدا سے لڑ جھگڑ کر اسے جنت میں داخل کر دیا وہ سورت تبارک الذی ہے ترمذی شریف میں ہے کہ کسی صحابی نے جنگل میں ایک ڈیرا لگایا جہاں ایک قبر بھی تھی لیکن اسے علم نہ تھا اس نے سنا کہ کوئی شخص سورہ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے پوری پڑھی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا واقعہ بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے یہ سورت نجات دلوانے والی ہے جو عذاب قبر سے نجات دلواتی ہے یہ حدیث غریب ہے ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے سورہ: اَلَمْ تَنزِلْ اور سورہ تبارک الذی ضرور پڑھ لیا کرتے تھے حضرت طاؤس کی روایت ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی دوسری سورتوں پر ستر فضیلت رکھتی ہیں طبرانی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرا ولی منشا ہے کہ یہ سورت میری امت میں سے ہر ایک کے دل میں رہے یعنی سورہ الملک یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کا راوی ابراہیم ضعیف ہے اور اسی جیسی روایت سورہ یسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے مسند عبد بن حمید میں ذرا ربط کے ساتھ بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے ایک شخص سے فرمایا کہ آ میں تجھے ایک ایسا تحفہ دوں کہ تو خوش ہو جائے تبارک الذی پڑھا کر اور اسے اپنے اہل و عیال کو گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو سکھایا یہ سورت نجات دلوانے والی اور شفاعت کرنے والی ہے قیامت کے دن اپنے پڑھنے والی کی طرف سے خدا تعالیٰ سے سفارش کرے گی اور اسے عذاب آگ سے بچالے گی اور عذاب قبر سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک امتی کے دل میں یہ ہو۔

سُوْرَةُ الْمَلِكِ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَفِيهَا رَكْعَتَانِ

کُلُّ رَكْعَةٍ ۲۰ ۲۰ رُكُوعٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۱۰ کُلُّ آيَاتٍ ۳۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبْرَكَ الَّذِي يَبْدِئُ الْمَلِكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ

۱۔ اور خود اس روایت کے الفاظ یہی بتا رہے تھے۔

تَبْرَكَ الَّذِي ۲۹

منزل ۴



وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيْرٌ ۝ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصٰبِيْحٍ وَجَعَلْنَهَا رُجُوْمًا لِلشَّيْطٰنِ ۝ وَاعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

وہ (خدا) بڑا عالیشان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشش والا ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سو تو (اب کی بار) پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو خلل نظر آتا ہے (یعنی باطل تو نے بہت بار دیکھا ہو گا اب کی بار تامل سے نگاہ ڈال) پھر بار بار نگاہ کو ڈال کر دیکھ (آخر کار) نگاہ ذلیل اور در ماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے (ان ستاروں) کو شیطانوں کو مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے اور ہم نے ان (شیاطین) کے لئے (آخرت میں بوجہ ان کے کفر کے) دوزخ کا عذاب بھی تیار کر رکھا ہے ○

بڑی بابرکت ہے اُس کی ذات:

اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان فرما رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ تمام مخلوق پر اسی کا قبضہ ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا حکم ٹال نہیں سکتا اس کے غلبہ اور حکمت اور عدل کی وجہ سے اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کر سکتا وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے پھر اپنا موت و حیات کا پیدا کرنا بیان فرما رہا ہے اس آیت سے ان لوگوں کے لئے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ موت ایک وجودی امر ہے کیونکہ وہ بھی پیدا کی ہوئی ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کی عدم سے وجود میں لایا تا کہ اچھے اعمال والوں کا امتحان ہو جائے جیسے اور جگہ ہے تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ (سورہ بقرہ: ۲۸) تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کر دیا پس پہلے حال یعنی عدم کو یہاں بھی موت کہا گیا ہے اور اس کی پیدائش کو حیات کہا گیا ہے اسی لئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ثُمَّ يُمَيِّنُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (سورہ بقرہ: ۲۸) وہ پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کر دے گا ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بنی آدم موت کی ذلت میں تھے دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حیات کا گھر بنا دیا پھر موت کا اور آخرت کو جزا کا پھر بقا کا لیکن یہی روایت ایک دوسرے موقع پر حضرت قتادہ کا قول بیان کیا گیا ہے آزمائش اس امر کی ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اکثر عمل والا لے یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ حیات تو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے لیکن موت شیطان نے نافرمانی کر کے پیدا کرادی آیت میں صاف اس عقیدہ کی تردید ہے بتایا کہ حیات اور موت دونوں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

نہیں بلکہ بہتر عمل والا وہ باوجود غالب اور بلند جناب ہونے کے پھر عاصیوں اور سرتاب لوگوں کے لئے جب رجوع کریں اور توبہ کریں معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے جس نے ساتھ آسمان اوپر تلے پیدا کئے ایک پر ایک کو بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک پر ایک ملا ہوا ہے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ درمیان میں جگہ ہے اور ایک دوسرے کے اوپر فاصلہ سے ہے زیادہ صحیح یہی قول ہے اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے پیدائش پروردگار میں تو کوئی کمی و عیب نہ پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ برابر ہے نہ ہیر پھیر ہے نہ مخالفت اور بے ربطی ہے نہ کمی اور عیب اور خلل ہے اپنی نظر آسمان کی طرف ڈال اور غور سے دیکھ کہ کہیں کوئی عیب ٹوٹ پھوٹ شکاف و سوراخ دکھائی دیتا ہے؟ پھر بھی اگر شک رہے تو دوبارہ دیکھ لے کوئی کمی نظر نہ آئے گی گو تو نے خوب نظریں جما کر ٹول کر دیکھا ہو پھر بھی ناممکن ہے کہ شکست و ریخت نظر آئے تیری نگاہیں تھک کر اور ناکام ہو کر نیچی ہو جائیں گی کمی کی نفی کر کے اب کمال کا اثبات ہو رہا ہے تو فرمایا آسمان دنیا کو ہم نے ان قدر ترقی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے جن میں بعضے چلنے پھرنے والے ہیں اور بعض ایک جگہ ٹھہرے رہنے والے ہیں پھر ان کا ایک اور فائدہ بیان ہو رہا ہے کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے ان میں سے شعلے نکل کر ان پر گرتے ہیں یہ نہیں کہ خود ستارہ ان پر ٹوٹے واللہ اعلم۔ شیاطین کی دنیا میں یہ سبوائی تو دیکھتے ہی ہو آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے جیسے سورہ صافات کے شروع میں ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں کی حفاظت انہیں کر دی ہے وہ بلند و بالا فرشتوں کی باتیں سن نہیں سکتے اور ہر طرف کی مار سے ہٹا دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے اگر کوئی ان میں سے ایک آدھ بات اچک لے کر بھاگتا ہے تو اس کے پیچھے چمکدار تیز شعلہ لپکتا ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں ستارے تین فائدوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں آسمان کی زینت شیطانوں کی مار اور راہ پانے کے نشانات جس شخص نے اس کے سوا اور کوئی بات تلاش کی اس نے رائے کی پیروی کی اور اپنا صحیح حصہ کھو دیا اور بوجہ علم نہ ہونے کے تکلف کیا۔ (ابن جریر اور ابن ابی حاتم)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝۱۰ اِذَا الْقُؤُوفُ فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝۱۱ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝۱۲ قَالُوا بَلٰی قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۱۳ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۴ فَاَعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۵ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۶

۱۔ پہلی نظر عوام کی ہے جو صرف ظاہری حسن دیکھتے ہیں دوسری محققین کی نظر ہے جو مخلوق کے مصالح پر نظر رکھتے ہیں اور تیسری نظر عافین کی ہے جو سب دیکھنے کے بعد اپنے جہل و عجز کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور جو لوگ اپنے رب (کی توحید) کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی ایک بڑے زور کی آوازیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ (ابھی) غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی جب اس میں کوئی روہ (کافروں کا) ڈالا جائے گا تو اس کے محافظان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا تھا وہ (بطور اعتراف) کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا پیغمبر آیا تھا سو (یہ ہماری شامت تھی کہ) ہم (اس کو) جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے (از قبیل احکام کتب) کچھ نازل نہیں کیا اور تم بڑی غلطی میں پڑے ہو اور کافر فرشتوں سے یہ بھی کہیں گے کہ ہم اگر سنتے یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے غرض اپنے جرم کا اعتراف کریں گے

سوائل دوزخ پر لعنت ہے ○

اور کفار:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے وہ جہنمی ہے اس کا انجام اور جگہ بد سے بدتر ہے یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی جہنم ہے جو ان پر جل بھن رہی ہے اور جوش اور غضب سے اس طرح دانت بھیج رہی ہے کہ گویا ابھی نوٹ پھوٹ جائے گی ان دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت قائم کرنے اور اقبالی مجرم بنانے کے لئے داروغہ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بد نصیبو! کیا خدا کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا تو یہ ہائے وائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو پیٹتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ آئے تو تھے لیکن وائے بد نصیبی کہ ہم نے انہیں جھوٹا جانا اور خدا کی کتاب کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو بے راہ بتایا اب عدل خدا ثابت ہو چکتا ہے اور فرمان باری پورا اترتا ہے جو اس نے فرمایا: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا (سورہ بنی اسرائیل: ۱۵) ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں دیتے ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے: حَتَّىٰ إِذَا جَاؤُهَا (سورہ زمر: ۷۱) جب جہنمی جہنم کے پاس پہنچیں گے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور داروغہ جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے تو کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے اور ڈرایا بھی تھا لیکن کافروں پر کلمہ عذاب ثابت ہو گیا اب اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہمارے کان ہوتے اگر ہم میں عقل ہوتی تو دھوکے میں نہ پڑے رہتے اپنے مالک و خالق کے ساتھ کفر نہ کرتے نہ رسولوں کو جھٹلاتے نہ ان کی تابعداری سے منہ موڑتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تو انہوں نے خود اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ان کے لئے لعنت ہو دوری ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ جب دنیا میں اپنے آپ میں غور نہ کر لیں اور اپنی برائیوں کو آپ دیکھ نہ لیں گے ہلاک نہ ہوں گے مسند احمد اور حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اس طرح حجت قائم کی جائے کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے ہی قابل ہوں۔ (مسند احمد)

وَأَسْرُوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۳۰ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ
وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝۳۱ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي
مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۝۳۲

بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم (مقرر) ہے اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات

کہو یا پکار کہو (اس کو سب خبر ہے کیونکہ) وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب واقف ہے (اور بھلا) کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا اور وہ باریک بین (اور) پورا باخبر ہے وہ ایسا (منعم) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین سے پیدا کی ہے) کھاؤ پیو اور کھاپی کر اس کو یاد رکھو کہ اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے ○

خشیتِ الہی:

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوشخبری دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں گو تنہائی میں ہوں جہاں کسی کی نگاہیں ان پر نہ پڑ سکیں تاہم خوفِ خدا سے کسی نافرمانی کے کام کو نہیں کرتے نہ اطاعت و عبادت سے جی چراتے ہیں ان کے گناہ بھی وہ معاف فرما دے گا اور زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمائے گا جیسے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ جن سات شخصوں کو جناب باری اپنے عرش کا سایہ اس دن دے گا جس دن کوئی سایہ اس کے سوا نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت زنا کاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اسے بھی جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ لگے مسند بزار میں کہ صحابہؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں کی جو کیفیت آپ کے سامنے ہوتی ہے آپ کے بعد وہ نہیں رہتی آپ نے فرمایا یہ بتاؤ رب کے ساتھ تمہارا کیا خیال رہتا ہے؟ جواب دیا ظاہر باطن اللہ ہی کو رب مانتے ہیں آپ نے فرمایا جاؤ پھر یہ نفاق نہیں پھر فرماتا ہے کہ تمہاری کھلی چھپی باتوں کا مجھے علم ہے دلوں کے خطروں سے آگاہ ہوں یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو اور نہ یہ کہ مخلوق سے خالق بے خبر ہو وہ بڑا باریک بین ہے اور بے حد خبر رکھنے والا ہے ازاں بعد اپنی نعمت کا اظہار کرتا ہے کہ زمین کو اس نے مسخر کر دیا وہ کون کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے بل کر تمہیں نقصان نہیں پہنچاتی پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دی ہیں پانی کے چشمے اس میں جاری کر دیئے ہیں راستے اس میں مہیا کر دیئے ہیں قسم قسم کے نفع اس میں رکھ دیئے ہیں پھل اور اناج اس میں سے نکل رہا ہے جس جگہ تم جانا چاہو جا سکتے ہو طرح طرح کی لمبی سودمند تجارتیں کر رہے ہو تمہاری کوشش وہ بار آور کرتا ہے اور تمہیں تمہاری روزیاں ان اسباب سے دے رہا ہے معلوم ہوا کہ اسباب کے حاصل کرنے کی کوشش تو کل کے خلاف نہیں مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ اگر تم خدا کی ذات پر پورا پورا بھروسہ کرو تو وہ تمہیں اس طرح روزیاں دے گا کہ جس طرح پرندوں کو دے رہا ہے کہ اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور آسودہ حال واپس آتے ہیں پس ان کا صبح شام آنا اور جانا اور رزق کو تلاش کرنا بھی تو کل میں داخل سمجھا گیا کیونکہ اسباب کا پیدا کرنے والا انہیں آسان کرنے والا وہی خدا ہے اسی کی طرف قیامت کے دن لوٹنا ہے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ تو مناکب سے مراد راستے کوئے اور ادھر ادھر کی جگہیں لیتے ہیں اور قنادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد پہاڑ ہیں حضرت بشیر بن کعبؓ اس آیت کی تلاوت کی اور اپنی لوٹدی سے جس سے انہیں اولاد ہوئی تھی فرمایا کہ اگر مناکب کی صحیح تفسیر تم بتاؤ تو تم آزاد ہو اس نے کہا مراد اس سے پہاڑ ہیں آپ نے حضرت ابودرداءؓ سے پوچھا جواب ملا کہ یہ تفسیر صحیح ہے۔

ءَاٰمَنْتُمْ مِّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ اَلْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرٌ ۝۱۶ اَمْ

اٰمَنْتُمْ مِّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۙ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرٌ ۝۱۷

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرٌ ۝۱۸ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ

فَوْقَهُمْ صَفَاتٌ وَيَقْبِضْنَ مَا يَمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝

کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں بھی اپنا حکم و نصرت رکھتا ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین پر تھرا (کراٹ پٹ ہونے) لگے یا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے جو کہ آسمان میں بھی اپنا حکم و تصرف رکھتا ہے کہ وہ تم پر (مثل دعا کے) ایک ہوائے تند بھیج دے (جس سے تم ہلاک ہو جاؤ) سو عنقریب (مرتے ہی) تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا (عذاب سے) کیسا (نیچ) تھا اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے (دین کو) جھٹلایا تھا سو دیکھ لو ان میں میرا عذاب کیسا (واقعہ) ہوا کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے ہیں) اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں بجز خدائے رحمن کے ان کو کوئی تھا مے ہوئے نہیں ہے بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے (اور جس طرح چاہے اس میں تصرف کر رہا ہے) ○

یہ کیسا خیال باطل؟

ان آیتوں میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے لطف و رحمت کا بیان فرما رہا ہے کہ لوگوں کے کفر و شرک کی بنا پر وہ طرح طرح کے دنیوی عذابوں پر بھی قادر ہے لیکن ان کا حلم و عفو ہے کہ وہ عذاب نہیں کرتے جیسے اور جگہ فرمایا: وَلَوْ يُوَاحِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهِمَا مِنْ ذَاتَةٍ (سورہ فاطر: ۴۵) یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی برائیوں پر پکڑ لیتے تو روئے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑتے لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیئے ہوئے ہیں جب ان کا وہ وقت آجائے گا تو خدا تعالیٰ ان مجرم بندوں سے آپ سمجھ لیں گے یہاں بھی فرمایا کہ زمین ادھر ادھر ہو جاتی اور ہلنے اور کانپنے لگ جاتی اور یہ سارے کے سارے اس میں دھنسا دیئے جاتے یا ان پر ایسی آندھی بھیج دی جاتی جس میں پتھر ہوتے اور ان کے دماغ توڑ دیئے جاتے جیسے اور جگہ ہے: أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ (سورہ بنی اسرائیل: ۶۸) یعنی کیا تم نڈر ہو گئے ہو کہ زمین کے کسی کنارے میں تم دھنس جاؤ یا تم پر وہ پتھر برسائے جائیں اور کوئی نہ ہو جو تمہاری وکالت کر سکے یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری دھمکیوں کو اور ڈرانے کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ تم آپ دیکھ لو کہ پہلے لوگوں نے بھی نہ مانا اور انکار کر کے میری باتوں کی تکذیب کی تو ان کا کس قدر برا اور عبرتناک انجام ہوا تم میری قدرتوں کا روزمرہ کا یہ مشاہدہ نہیں کر دیکھ رہے ہو کہ پرندے تمہارے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں کبھی دونوں پروں سے کبھی کسی کو روک کر پھر کیا میرے سوا کوئی اور انہیں تھا مے ہوئے ہے؟ میں نے ہواؤں کو مسخر کر دیا ہے اور یہ معلق اڑتے پھرتے ہیں یہ بھی میرا لطف و کرم اور رحمت و نصرت و نعمت ہے مخلوقات کی حاجتیں ضرورتیں ان کی اصلاح اور بہتری کا نگران اور کفیل میں ہی ہوں جیسے اور جگہ فرمایا: أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْاءِ السَّمَاءِ (سورہ نحل: ۷۹) کیا انہوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں جن کا تھا مے والا بجز ذات باری تعالیٰ کے او کوئی نہیں یقیناً اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

أَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِنِ الْكَافِرُونَ

إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝ أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ بَلْ لَّجُّوا

فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ۝۲۱ أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۲۲ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝۲۳ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝۲۴ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۲۵ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝۲۶ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيَّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ۝۲۷

ہاں رحمن کے سوا کون ہے وہ کہ وہ تمہارا لشکر بن کر (آفات سے) تمہاری حفاظت کر سکے اور کافر (جو اپنے معبودوں کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں تو وہ) بڑے دھوکے میں ہیں اور ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچا دے اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کر لے (مگر یہ لوگ اس سے بھی متاثر نہیں ہوتے) بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں سو (جس کافر کا حال اوپر سنا ہے اس کو سن کر سوچو کہ) کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہے وہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہو گا یا وہ شخص جو سیدھا ایک ہموار سڑک پر چلا رہا ہو آپ (ان سے) کہئے کہ وہی (ایسا قدر منعم) ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے (مگر) تم لوگ بہت کم شکر گزار ہو (اور) آپ یہ بھی کہئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اسی کے پاس (قیامت کے روز) اکٹھے کئے جاؤ گے اور یہ لوگ (جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ یہ (تعیین کا) علم تو خدا ہی کو ہے اور میں محض (علیٰ الاجمال مگر) صاف صاف ڈرانے والا ہوں پھر جب اس (عذاب) کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو (اس وقت مارے غم کے) کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور (ان سے) کہا جائے گا یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے (کہ عذاب لاؤ عذاب لاؤ) ○

پھر کون مددگار ہو:

اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہا ہے کہ جن بزرگوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد کر سکتے ہیں اور انہیں روزیاں پہنچا سکتے ہیں تو فرماتا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے نہ تو کوئی مدد دے سکتا ہے نہ روزی پہنچا سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے کافروں کا یہ عقیدہ محض ایک دھوکہ ہے اب اگر اللہ تبارک و تعالیٰ روزیاں روک لے تو پھر کوئی بھی انہیں جاری نہیں کر سکتا دینے لینے پر پیدا کرنے اور فنا کرنے پر رزق دینے اور مدد کرنے پر صرف اللہ عز و جل وحدہ لا شریک لہ کو ہی قدرت ہے یہ لوگ خود اسے دل سے جانتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار اپنی گمراہی کج روی گناہ اور سرکشی میں بہے چلے جاتے ہیں ان کی

طبیعتوں میں ضد تکبر اور حق سے انکار بلکہ حق کی بغاوت بیٹھ چکی ہے یہاں تک کہ بھلی باتوں کا سننا بھی انہیں گوارا نہیں عمل کرنا تو درکنار؟ پھر مومن و کافر کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کافر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص کمر کبڑی کر کے سر جھکائے نظریں نیچی کئے چلا جا رہا ہے نہ راہ دیکھتا ہے نہ اسے معلوم ہے کہ کہاں جا رہا ہے بلکہ حیران پریشان راہ بھولا اور ہکا بکا ہے اور مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیدھی راہ پر سیدھا کھڑا ہوا چل رہا ہے راستہ خود صاف اور بالکل سیدھا ہے یہ شخص تو اسے بخوبی جانتا ہے اور برابر صحیح طور پر چل رہا ہے یہی حال ان کا قیامت کے دن ہوگا کہ کافر تو اوندھے جہنم میں جمع کئے جائیں گے اور مسلمان عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے جائیں گے جیسے اور جگہ ہے: اُحْشِرُ الَّذِينَ ظَلَمُوا (سورہ صافات: ۲۲) اے ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے معبودوں کو جو خدا کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھا دو مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگ منہ کے بل چل کر کس طرح حشر کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر قادر ہے صحیحین میں بھی یہ روایت ہے خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے پیدا کیا تمہیں کان آنکھ اور دل دیئے یعنی عقل و ادراک تم میں پیدا کیا لیکن تم بہت ہی کم شکرگزار کرتے ہو یعنی اپنی ان قوتوں کو خدا تعالیٰ کی حکم برداری میں اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے پر بہت ہی کم خرچ کرتے ہو خدا تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا تمہاری زبانیں جدا گانہ تمہارے رنگ روپ جدا گانہ تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف اور تم زمین کے چپہ چپہ پر بسا دیئے گئے پھر اس پر انگدگی اور بکھرنے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا کہ تم سب اس کے سامنے لا کھڑے کر دیئے جاؤ گے اس نے جس طرح تمہیں ادھر ادھر پھیلا دیا ہے اسی طرح ایک طرف سمیٹ لے گا اور جس طرح اولاً اس نے تمہیں پیدا کیا دوبارہ تمہیں لوٹائے گا پھر بیان ہوتا ہے کہ کافر جو مر کر دوبارہ جینے کے قائل نہیں وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اس کا بیان سن کر اعتراض کرتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئے گا جس کی ہمیں خبر دے رہے ہو اگر سچے ہو تو بتا دو کہ اس پر انگدگی کے بعد اجتماع کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ انہیں جواب دو کہ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی اسے تو صرف وہی علام الغیوب ہی جانتا ہے ہاں اتنا مجھے بتایا گیا ہے کہ قیامت آئے گی ضرور میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں تمہیں خبردار کر دوں اور اس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دوں میرا فرض تو صرف تمہیں پہنچا دینا تھا جسے میں بحمد اللہ ادا کر چکا پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب قیامت قائم ہونے لگے گی اور کفار اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اب وہ قریب آگئی کیونکہ ہر آنے والی چیز آ کر ہی رہتی ہے گو دیر سویر میں آئے جب یہ آئی ہوئی پالیں گے جسے اب تک جھٹلاتے رہے تو انہیں بہت برا لگے گا کیونکہ اپنی غفلت کا نتیجہ سامنے دیکھنے لگیں گے اور قیامت کی ہولناکیاں بدحواس کئے ہوئے ہوں گی آثار سب سامنے ہوں گے اس وقت ان سے بطور ڈانٹ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائے گا جس کی تم جلدی کر رہے تھے آج اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكْنِي اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُجِبُ الْكَافِرِينَ مَنْ
عَذَابُ الْيَمِّ ۚ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ
فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ

مَعِينٌ

آپ (ان سے) کہنے کہ بتاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو (موافق تمہاری تمنا کے) ہلاک کر دے یا (موافق ہماری امید اور اپنے وعدے کے ہم پر رحمت فرما دے تو کافروں کو عذاب دردناک سے کون بچائے گا (اور) آپ (ان سے یہ بھی) کہنے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے (یعنی تم جیسا کہ ہم کہتے ہیں یا ہم جیسا کہ کہتے ہو) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا پانی (جو کنوؤں میں ہے) (جو کنوؤں میں ہی نیچے کو اتر کر) غائب ہو جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے (یعنی کنوئیں کی سوت جاری کر دے) ○

ایمان اور اس کی برکات، کفر اور اس کی نحوستیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ان مشرکوں سے کہو جو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کر رہے ہیں کہ تم جو اس بات کی تمنا میں ہو کہ ہمیں نقصان پہنچے تو فرض کرو کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نقصان پہنچایا اس نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر رحم کیا لیکن اس سے تمہیں کیا؟ صرف اس امر سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا تمہاری نجات کی صورت تو یہ نہیں؟ نجات تو موقوف ہے توبہ کرنے پر خدا کی طرف جھکنے پر اس کے دین کو مان لینے پر ہمارے بچاؤ یا ہلاکت پر تمہاری نجات نہیں تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی بخشش کی صورت تلاش کرو پھر فرمایا ہم رب العالمین رحمٰن ورحیم پر ایمان لا چکے اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی ذات پر ہے جیسے ارشاد ہے: فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (سورہ ہود: ۱۲۳) اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر اب تم عنقریب جان لو گے کہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود کسے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے؟ اور ہدایت پر کون ہے؟ خدا کا غضب کس پر ہے؟ اور بری راہ پر کون ہے؟ پھر فرمایا ہا ہے اگر اس پانی کو جس کے پینے پر انسان کی زندگی کا مدار ہے زمین چوس لے یعنی زمین سے نکلے ہی نہ گوتم کھوتے کھوتے تھک جاؤ تو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی ہے جو بہنے والا اور ابلنے والا جاری ہونے والا پانی تمہیں دے سکے؟ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اس پر قادر کوئی نہیں وہی ہے جو اپنے فضل و کرم سے پاک صاف تھرے ہوئے اور صاف پانی کو زمین پر جاری کرتا ہے جو ادھر سے ادھر تک پھر جاتا ہے اور بندوں کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے ضرورت کے مطابق ہر جگہ باسانی مہیا ہو جاتا ہے۔

تفسیر سورہ القلم مکہ

سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ قَدْ اُثْنَتَا وَخَمْسُونَ آيَةً وَفِيهَا اَرْكُوْعَانِ

کل رکوع: ۲ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ کل آیات: ۵۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝۱ مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٍ ۝۲ وَإِنَّ

لَكَ لَاجِرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۚ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۚ فَتَبَصَّرْ وَيُبْصِرُونَ ۚ
بِآيَاتِكُمُ الْمُفْتُونُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ

بِالْمُهْتَدِينَ ۝

ن قسم ہے قلم کی اور (قسم ہے) ان (فرشتوں) کے لکھنے کی جو کہ کاتب اعمال ہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں (جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں) اور بے شک آپ کے لئے (اس تبلیغ احکام پر) ایسا اجر ہے جو (کبھی) ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں سو (ان کے مہملات کا غم نہ کیجئے کیونکہ) عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کس کو جنون تھا آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے ○

آپ بڑے فرزانہ ہیں:

نون وغیرہ جیسے حروفِ تہجی کا بیان مفصل سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہا گیا ہے کہ یہاں ن سے مراد وہ بڑی مچھلی ہے جو ایک محیط عالم پانی پر ہے جو ساتوں زمینوں کو اٹھائے ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر پر لکھ ڈال پس اس دن سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس پر قلم جاری ہو گیا پھر خدا تعالیٰ نے مچھلی پیدا کی اور پانی کے بخارات بلند کئے جس سے آسمان بنے اور زمین کو اس مچھلی کی پیٹھ پر رکھا مچھلی نے حرکت کی جس سے زمین بھی ہلنے لگی پس زمین پر پہاڑ گاڑ کر اسے مضبوط اور ساکن کر دیا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم) مطلب یہ ہے کہ یہاں ن سے مراد یہ مچھلی ہے طہرانی میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے قلم کو اور مچھلی کو پیدا کیا قلم نے دریافت کیا کہ میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے پھر آپ نے پہلی آیت کی تلاوت کی پس نون سے مراد یہ مچھلی ہے اور قلم سے مراد یہ قلم ہے ابن عساکر کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ لے اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے عمل رزق عمر موت وغیرہ پس قلم نے سب کچھ لکھ لیا یہی مراد ہے اس آیت میں پھر قلم پر مہر لگا دی اب وہ قیامت تک نہ چلے گا پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کہاں تک پہنچا دوں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص رکھوں گا مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ مشہور تھا کہ نون سے مراد وہ مچھلی ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے بغوی وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کی پیٹھ پر ایک چٹان ہے جس کی جسامت آسمان و زمین کے برابر ہے اس پر ایک تیل ہے جس کے چالیس ہزار سینک ہیں اس کی پیٹھ پر ساتوں زمینیں اور ان کی تمام مخلوق ہے واللہ اعلم۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ ان بعض مفسرین نے اس حدیث کو بھی انہی پر محمول کیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ جب عبد اللہ بن سلامؓ کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آگئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور بہت کچھ سوالات کئے کہا کہ میں وہ سوالات اور باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جنہیں نبیوں کے سوا کوئی نہیں جانتا بتلائیے قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ کبھی بچہ اپنے باپ کی طرف کھنچتا ہے کبھی ماں کی طرف؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ باتیں ابھی ابھی

تَبَرُّكَ الَّذِي ۝۲۹

منزل ۶

جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتادیں ابن سلام کہنے لگے فرشتوں میں سے یہی فرشتہ ہے جو یہودیوں کا دشمن ہے آپ نے فرمایا کہ سنو قیامت کی نشانی ایک آگ کا نکلنا ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کھجلی کی زیادتی ہے اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر سابق آئے تو لڑکا ہوتا ہے اور عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جائے تو وہی کھنچ لیتی ہے دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ پوچھا جنتیوں کے اس کھانے کے بعد انہیں کیا ملے گا؟ فرمایا جنتی نیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرتا چکتر ہا تھا پوچھا انہیں پانی کون سا ملے گا؟ فرمایا سلسبیل نامی نہر کا یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد ن سے نور کی تختی ہے ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نور کی تختی اور نور کا قلم ہے جو قیامت تک کے احوال پر چل چکا ہے ابن جریج فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ نورانی قلم سو سال کی طولانی رکھتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ن سے مراد دوات ہے اور قلم سے مراد قلم ہے حسن اور قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی مروی ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ن کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا پھر فرمایا لکھو اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بد روزی خواہ حلال ہو خواہ حرام پھر یہ بھی کہ کون سی چیز دنیا میں کب جائے گی کس قدر رہے گی کیسے نکلے گی؟ پھر خدا تعالیٰ نے بندوں پر محافظ فرشتے مقرر کئے اور کتاب پر داروغے مقرر کئے محافظ فرشتے ہر دن کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں جب رزق ختم ہو جاتا ہے عمر پوری ہو جاتی ہے اجل آپہنچتی ہے تو محافظ فرشتے داروغہ کے فرشتوں کے پاس آکر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ آج کے دن کا کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا یہ سن کر یہ فرشتے نیچے اترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا اس بیان کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم عرب ہو کیا تم نے قرآن میں محافظ فرشتوں کی بابت یہ نہیں پڑھا: اِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورہ جاثیہ: ۲۹) مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو اصل سے نقل کر کے لکھ لیا کرتے ہیں یہ تو تھا لفظ ن کے متعلق بیان اب قلم کی سیئے بہ ظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے جیسے اور جگہ فرمان عالی شان ہے: الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (سورہ علق: ۴) یعنی اس خدا نے قلم سے لکھنا سکھایا جس سے علوم تک ان کی رسائی ہو سکے اسی لئے اس کے بعد فرمایا وَمَا يَسْطُورُونَ یعنی اس چیز کی قسم جو لکھتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ اس چیز کو جو جانتے ہیں سدیٰ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے فرشتوں کا لکھنا ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اور مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے وہ قلم ہے جو قدرتی طور پر چلا اور تقدیریں لکھیں آسمان وزمین سے پچاس ہزار سال پہلے اور اس قول کی دلیل میں یہ جماعت وہ حدیثیں ذکر کرتی ہے جو قلم کے ذکر میں موجود ہیں حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر لکھا گیا ہے پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو بحمد اللہ دیوانہ نہیں جیسے کہ تیری قوم کے جاہل منکرین حق کہتے ہیں بلکہ تیرے لئے اجر عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے جو نہ ختم ہونہ ٹوٹے نہ کٹے کیونکہ تو نے حق رسالت ادا کر دیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلی ہیں ہم تجھے بے حساب اجر دیں گے تو بہت بڑے خلق پر ہے یعنی دین اسلام پر اور بہترین ادب پر ہے حضرت عائشہؓ سے اخلاق نبوی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ آپ کا خلق قرآن تھا سعیدؓ فرماتے ہیں یعنی جیسے کہ قرآن میں ہے اور حدیث میں ہے کہ صدیقہؓ نے پوچھا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ مائل حضرت سعید بن ہشامؓ نے کہا ہاں پڑھا ہے آپ نے فرمایا بس تو آپ کا خلق قرآن کریم تھا مسلم میں یہ حدیث پوری پوری ہے جسے ہم سورہ منزل کی تفسیر میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ بنو سواد کے ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے یہی سوال کیا تھا تو

آپ نے یہی فرما کر پھر آیت اِنَّكَ لَعَلٰی خَلَقْتَ عَظِيْمٌ تِلَاوَتِ فرمائی اس نے کہا کوئی ایک آدھ واقعہ تو بیان کیجئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ سنو! ایک مرتبہ میں نے بھی آپ کے لئے کھانا پکایا اور حضرت حفصہؓ نے بھی میں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ دیکھ میرے کھانے سے پہلے حضرت حفصہؓ کے ہاں کا کھانا آجائے تو تو گرا دینا چنانچہ اس نے یہی کیا اور برتن بھی ٹوٹ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکھرے ہوئے کھانے کو سمیٹنے لگے اور فرمایا اس برتن کے بدلے ثابت برتن تم دو واللہ اور کچھ ڈانٹا ڈپٹا نہیں (مسند احمد) مطلب اس حدیث کا جو کئی طریق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے کہ ایک تو آپ کی جبلت اور پیدائش میں ہی خدائے عالم نے پسندیدہ اخلاق بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھیں تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل قرآن کریم پر ایسا تھا کہ گویا احکام قرآن کا مجسم عملی نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہر حکم کو بجالانے اور ہر ممنوع چیز سے رک جانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ گویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہی ہے حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی لیکن کسی دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ درجہ کی ناراضی کا اظہار تک نہیں فرمایا کسی کرنے کے کام کو نہ کروں یا نہ کرنے کے کام کو کر گزروں تو بھی ڈانٹ ڈپٹ تو کیا اتنا بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش خلق تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ تو ریشم ہے نہ کوئی اور چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والی چیز میں تو کوئی نہیں سونگھی نہ مشک نہ عطر (صحیحین) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے آپ کا قد نہ تو لمبا بہت تھا نہ آپ پست قامت تھے اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں شامل ترمذی میں ہے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے نہ تو کسی خادم یا غلام کو مارا نہ بیوی بچوں کو نہ کسی اور کو ہاں خدا کی راہ کا جہاد الگ چیز ہے جب کبھی دو کاموں میں آپ کو اختیار دیا جاتا تو آپ اسے پسند فرماتے جو زیادہ آسان ہوتا ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں کوئی گناہ ہو تو آپ اس سے بہت دور ہو جاتے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بدلہ کسی سے نہیں لیا ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی خدا تعالیٰ کی حرمتوں کو توڑتا ہو تو آپ خدا کے احکام جاری کرنے کے لئے ضرور انتقام لیتے مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں بہترین اخلاق اور پاکیزہ ترین عادتوں کو پورا کرنے کے لئے آیا ہوں پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ کے مخالف اور منکر ابھی جان لیں گے کہ دراصل گمراہ کون ہے؟ جیسے اور جگہ ہے سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مِّنَ الْكُذَّابِ الْاَشْرُ (سورہ قمر: ۲۶) انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور شیخی باز شرارتی کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے وَاَنَا اَوْ اَيَّاكُمْ لَعَلٰی هُدٰى اَوْ فِى ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی پر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی یہ حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی آپ سے مروی ہے کہ مفتون مجنون (دیوانے) کو کہتے ہیں مجاہد وغیرہ کا بھی قول یہی ہے قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی کوئی شیطان سے قریب تر ہے؟ مفتون کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے ایک کم پر ب کو اس لئے داخل کیا گیا کہ دلالت ہو جائے کہ: فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ میں قضمین فعل ہے تو تقدیری عبارت کو ملا کر ترجمہ یوں ہو جائے گا کہ تو بھی اور وہ بھی عنقریب جان لیں گے کہ اور تو بھی اور وہ سب بھی بہت جلدی مفتون کی خبر دیں گے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے بہکنے والے اور راہ راست والے سب خدا پر ظاہر ہیں اسے خوب

۱۔ وہی کیفیت اس کا باعث بنی جو دو سوتوں میں ہوتی ہے اور جس سے دنیا کی کوئی عورت خالی نہیں خواہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہو یا کسی عامی کے۔

۲۔ انتقام کے ساتھ تو اس کی تعبیر غلط ہے یوں کہنا چاہئے کہ آپ ناراض ہوتے۔

معلوم ہے کہ راہ راست سے کس کا قدم پھسل گیا ہے۔

فَلَا تُطِيعُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا لَوْ تَدَّهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِيعُ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّا زَمَنَاءُ بِنَمِيمٍ ۝ مَنَاجِعَ لَخَيْرٍ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عَثِلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمْهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝

تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانئے (جیسا اب تک بھی نہیں مانا) یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے (منہ) کام یعنی تبلیغ میں (ڈھیلے ہو جائیں تو یہ لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں اور آپ (بالخصوص) کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو بے وقعت ہو طعنہ دینے والے ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو اور اعتدال سے گزرنے والا ہو گناہوں کا کرنے والا ہو اور سخت مزاج ہو (اور) اپنے کو دوسرے خاندان سے منسوب کرتا ہو اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو لوگوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے ○

ایسے لوگوں سے آپ ﷺ کا تعلق نہ ہونا چاہئے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو نعمتیں ہم نے تجھے دی ہیں جو صراطِ مستقیم اور خلقِ عظیم ہم نے تجھے عطا فرمایا اب تجھے چاہئے ہے کہ ہمارے نہ ماننے والوں کی تو نہ مان ان کی تو عین خوشی ہے کہ آپ ذرا بھی نرم پڑیں تو یہ کھیل کھیلیں اور یہ بھی مطلب ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودانِ باطل کی طرف کچھ تو رخ کریں حق سے ذرا تو ادھر ادھر ہو جائیں پھر فرماتا ہے کہ زیادہ قسمیں کھانے والے کہنے شخص کی بھی نہ مان چونکہ جھوٹے شخص کو اپنی ذلت اور کذب بیانی کے ظاہر ہو جانے کا ڈر رہتا ہے اس لئے وہ قسمیں کھا کھا کر دوسرے کو اپنا یقین دلانا چاہتا ہے قسموں پر قسمیں کھائے چلا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ناموں کو بے موقعہ استعمال کرتا پھرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مہین سے مراد کاذب ہے مجاہد کہتے ہیں ضعیف دل والا حسن کہتے ہیں حلاف مکابرہ کرنے والا اور مہین ضعیف کمزور۔ ہماز غیبت کرنے والا چغل خور جو ادھر کی ادھر لگائے اور ادھر کی ادھر لگتا کہ فساد ہو جائے طبیعتوں میں بل اور دل میں بیر آجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں دو قبریں آگئیں آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر نہیں بلکہ ایسے امور پر جو بظاہر بہت ہلکے معلوم ہوتے ہیں ایک تو پیشاب کرنے میں پردے کا خیال نہ رکھتا تھا دوسرا چغل خور تھا (بخاری و مسلم) فرماتے ہیں چغل غور جنت میں نہ جائے گا (مسند) دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے یہ حدیث اس لئے سنائی تھی جب آپ سے کہا گیا کہ یہ شخص خفیہ پولیس کا آدمی ہے مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں نہ

۱۔ خفیہ پولیس کی ملازمت کے سلسلہ میں اصل مسئلہ تو کسی مفتی سے ہی معلوم کیا جائے لیکن اتنی بات تو بہر حال یہاں بھی جان لینا چاہئے کہ اس طرح کی ملازمتوں سے حتیٰ الامکان دامن بچانا چاہئے خصوصاً جب کہ کسی مسلمان کے خلاف یا کسی اسلامی ادارہ کے خلاف کوئی کام کرنا پڑے تو یقیناً اس طرح کی ملازمتیں ایک بڑا گناہ بن جاتی ہیں۔



بتاؤں کہ تم میں سے سب سے بھلا شخص کون ہے لوگوں نے کہا ضرور ارشاد فرمایا جائے فرمایا کہ جب اسے دیکھا جائے خدا یاد آجائے اور من لو سب سے بدتر شخص وہ ہے جو چغل خور ہو دوستوں میں فساد ڈلوانے والا ہو پاک صاف لوگوں کو تہمت لگانے والا ہو ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے پھر ان بد لوگوں کے اور ناپاک خصائل بیان ہو رہے ہیں بھلائیوں سے باز رہنے والا اور باز رکھنے والا ہے حلال چیزوں اور حلال کاموں سے ہٹ کر حرام خوری اور حرام کاری میں پڑتا ہے گنہگار بدکردار محرمات کو استعمال کرنے والا بد خو بدگو جمع کرنے والا اور نہ دینے والا ہے مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگ عاجز و ضعیف ہیں جو خدا کے ہاں اس بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر وہ قسم کھالیں تو خدا تعالیٰ پوری کر دے اور جہنمی لوگ سرکش متکبر اور ع خود بین ہوتے ہیں اور حدیث میں ہے جمع کرنے والے اور نہ دینے والے بدگو اور سخت خالق ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: عتل زنیم کون ہے؟ فرمایا بد خلق خوب کھانے پینے والا لوگوں پر ظلم کرنے والا پیٹو آدمی۔ لیکن اس روایت کو اکثر راویوں نے مرسل بیان کیا ہے اور حدیث میں ہے اس نالائق شخص پر آسمان روتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے تندرستی دی پیٹ بھر کر کھانے کو دیا مال و جاہ بھی عطا فرمائی پھر بھی لوگوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے یہ حدیث بھی دو مرسل طریقوں سے مروی ہے غرض عتل کہتے ہیں جس کا بدن صحیح ہو طاق تو رہو اور خوب کھانے پینے والا زوردار شخص ہو زنیم سے مراد بدنام ہے جو برائی سے مشہور ہو لغت عرب میں زنیم اسے کہتے ہیں جو کسی قوم کا سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو عرب شاعروں نے اسے اس معنی میں لیا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو کہا گیا ہے کہ مراد اس سے اخنس بن شریق ثقفی ہے جو بنو زہرہ کا حلیف تھا اور بعض کہتے ہیں یہ اسود بن عبد یغوث زہری ہے عکرمہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس طرح ایک بکری جو تمام بکریوں میں سے الگ تھلگ اپنا چراہوا کان اپنی گردن پر لٹکائے ہوئے ہو تو وہ ایک نگاہ میں پہچان لی جاتی ہے اسی طرح کافر مومنوں میں پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن سب کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ زنیم وہ شخص ہے جو برائی میں مشہور ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا ایسوں پر شیطان کا غلبہ بہت زیادہ رہا کرتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ زنا کی اولاد جنت میں نہیں گجائے گی۔^۱ اور روایت میں ہے کہ زنا کی اولاد تین برے لوگوں کی برائی کا مجموعہ ہے اگر وہ بھی اپنے ماں باپ کے سے کام کرے پھر فرمایا اس کی ان شرارتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالدار اور بیٹوں کا باپ بن گیا ہے ہماری اس نعمت کا کن گانا تو کہاں ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے اور توہین کر کے کہتا پھرتا ہے کہ یہ تو پرانے افسانے ہیں اور جگہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا..... (سورہ مدثر: ۱۱) مجھے چھوڑ دے اور اسے جسے میں نے یکہ و تنہا پیدا کیا ہے اور بہت سامال دیا ہے اور حاضر باش لڑکے دیئے ہیں بعض بہت کشائش دے رکھی ہے پھر بھی اس کی طمع ہے کہ میں اسے اور دوں۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا یہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے میں اسے عنقریب مصیبت میں ڈالوں گا اس نے غور و خوض کر کے اندازہ لگایا یہ تباہ ہو کتنی بری تجویز اس نے سوچی میں پھر کہتا ہوں یہ برباد ہو اس نے کسی بری تجویز کی اس نے پھر

۱۔ یعنی ایسے ہی عموماً جنت میں جائیں گے جن کو ہم اپنی حماقت سے ذلیل کمزور بے بس گردانتے تھے جن کو دنیاوی زندگی میں نہ کوئی وقار حاصل تھا اور نہ آرام و راحت۔

۲۔ کیونکہ وہ مقبول بارگاہ الہی ہیں۔

۳۔ یعنی جس کا سارا فخر ہی اکل و شرب ہے۔

۴۔ کیونکہ مشہور مقولہ ہے کہ تخم تاثیر اور صحبت اثر اور ظاہر ہے کہ جس کے باپ نے زنا جیسے شدید جرم کا ارتکاب کیا تو اس کی اولاد کیسی ہوگی۔

۵۔ اس حدیث کو بعض لوگ موضوع بتاتے ہیں۔

نظر ڈالی اور ترش رو ہو کر منہ بنا لیا پھر منہ پھینک کر اٹھنے لگا اور کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تو پرانا نقل کیا ہوا جاو ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام ہے اس کی اس بات پر میں بھی اسے ستر میں ڈالوں گا تجھے کیا معلوم کہ ستر کیا ہے؟ نہ وہ کسی کو باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے پنڈے پر لپٹ جاتی ہے اس پر انیس فرشتے متعین ہیں اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ اس کا ناک پر ہم داغ لگائیں گے یعنی اسے ہم اس قدر رسوا کریں گے کہ اس کی برائی کسی پر پوشیدہ نہ رہے گی ہر ایک اسے جان پہچان لے گا جیسے نشان دار داغ والے کو ایک نگاہ میں ہزاروں آدمیوں میں لوگ پہچان لیتے ہیں اور جو داغ چھپائے چھپ نہ سکے گا یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدروا لے دن اس کی ناک پر تلواریں لگے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت والے دن جہنم کی مہر لگے گی یعنی منہ کالا کر دیا جائے گا تو ناک سے مراد پورا چہرہ ہوا امام ابو جعفر ابن جریر نے ان تمام اقوال کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ ان سب میں تطبیق اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ امام امور اس میں جمع ہو جائیں گے یہ بھی ہوگا اور وہ بھی ہوگا دنیا میں بھی رسوا ہوگا سچ سچ ناک پر نشان لگے گا آخرت میں بھی نشان دار مجرم بنے گا فی الواقع یہ ہے بھی بہت درست ابن ابی حاتم میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بندہ ہزار ہا پھر ہزار ہا برس تک خدا کے ہاں مومن لکھا رہتا ہے لیکن مرتا اس حالت میں ہے کہ خدا اس پر نا ارض ہوتا ہے اور بندہ خدا کے ہاں کافر ہزار ہا سال تک لکھا رہتا ہے پھر مرتے وقت خدا تعالیٰ اس سے خوش ہو جاتا ہے جو شخص عیب اور چغل خوری کی حالت میں مرے گا اور جو لوگوں کو بدنام کرنے والا ہوگا تو قیامت کے دن اس کی ناک پر دونوں ہونٹوں کی طرف سے نشان لگا دیا جائے گا جو اس مجرم کی علامت بن جائے گا۔

إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا يَسْتَشْنُونَ ۝ ۱۸ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ ۱۹ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ ۲۰ أَنِ اعْبُدُوا عَلٰی حَرْثِكُمْ إِن كُنْتُمْ صَرِمِينَ ۝ ۲۱ فَأَنظَلُّوْهُم يَتَخَفَتُونَ ۝ ۲۲ أَن لَّا يَدْخُلْنَهَا الْيَوْمَ عَمَلِكُمْ مَسْكِينُ ۝ ۲۳ وَاعْبُدُوا عَلٰی حَرِّ قَدِيرِينَ ۝ ۲۴ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ۝ ۲۵ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ ۲۶ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝ ۲۷ قَالُوا سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ ۲۸ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَتَلَوْهُمْ ۝ ۲۹ قَالُوا يَوَيْلَنَا

۱۔ چونکہ یہ غرور بنی آدمیوں سے اس نے ہماری آیات کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا محاورہ عموماً ناک کا لفظ تکبر اور غرور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۔ یعنی مومن بد قسمتی سے اگر کافر ہو کر مرے تو ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے شدید ناراض ہے اور کافر اگر خوش قسمتی سے ایمان پر جان دے تو یقیناً خدا تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوں گے۔

إِنَّا كُنَّا طَغِيْنَ ۝ عَسَىٰ رَبُّنَا أَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ۝

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب کہ ان لوگوں نے (یعنی اکثر یا بعض نے) قسم کھانے سے کہ اس (باغ) کا پھل ضرور صبح چل کر توڑ لیں گے اور (ایسا وثوق ہوا کہ) انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا سو اس باغ پر آپ سے رب کی طرف سے ایک پھر نے والا (عذاب) پھر گیا اور وہ سور ہے تھے پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسے لٹا ہوا کھیت (کہ خد ز زمین رہ جاتی ہے) سو صبح کے وقت (سو کر جب اٹھے تو) ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے اور (بزم خود) اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر نہ رہے۔ چلے پھر جب (وہاں پہنچے اور) اس باغ کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم بے شک راستہ بھول گئے بلکہ (جگہ تو وہی ہے لیکن) ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی (کہ باغ کا یہ حال ہو گیا) ان میں جو کسی قدر اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا اب (توبہ اور تسبیح کیوں نہیں کرتے سب توبہ کے طور پر کہنے لگے ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہم تصور دار ہیں پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے (پھر سب متفق ہو کر) کہنے لگے بے شک ہم حد سے نکلنے والے تھے (سب مل کر توبہ کر لو) شاید (توبہ کی برکت سے) ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلے میں دے دے (اب اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں اس طرح عذاب ہوا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب اس (عذاب دنیوی) سے بھی بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ (اس بات

کو) جان لیتے (تاکہ ایمان لے آتے) ○

ایک عبرت انگیز داستان :

یہاں ان کافروں کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ خدا کی نعمت کی ناشکری کی اور خدا تعالیٰ کے عذاب میں اپنے آپ کو ذال دیا یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی نعمت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کی ناشکری یعنی انکار نے انہیں بھی خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مستحق کر دیا ہے تو فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزمایا ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح ہونے سے پہلے ہی پھل توڑ لیں گے تاکہ فقیروں مسکینوں اور سالکوں کو پتہ نہ چلے جو وہ اکھڑے ہوں اور ہمیں ان کو دینا پڑے بلکہ تمام پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انہیں بڑا اعتماد تھا اور خوشی سے پھولے نہ مارتے تھے یہاں تک کہ خدا کو بھی بھول گئے انشاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا اس لئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی رات ہی رات میں ان کے پہنچنے سے پہلے مانی آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دو گنا گناہوں سے بچو گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی کہ یہ لوگ گناہ کی وجہ سے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے محروم ہو گئے (ابن ابی حاتم) صبح کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ سویرے ہی چل پڑو حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ باغ انگور کا تھا اب یہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ کوئی سن نہ لے اور غریب غریب ہو

پتہ نہ چل جائے چونکہ ان کی سرگوشیاں اس خدا تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتیں جو دل کے بھیدوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار رہو کوئی مسکین بھنگ پا کر کہیں آنہ جائے ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دو اب قوت و شدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے سدئی فرماتے ہیں کہ حروان کی بستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا یہ جانتے تھے کہ اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے لیکن جب وہاں پہنچے تو حیران و پریشان رہ گئے دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ میوؤں سے لدے ہوئے درخت اور پکے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور تمام باغ میوؤں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے کوئی پھل نہیں رہا ساری تر و تازگی پیوست سے بدل گئی ہے باغ سارے کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراؤنے ٹنڈ کھڑے ہوئے ہیں تو پہلے تو سمجھے کہ ہم راست بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا نتیجہ یہ ہے پھر بغور دیکھنے سے جب یہ یقین ہو گیا کہ باغ تو یہ ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن بد قسمت ہیں ہم ہمارے نصیب میں ہی اس کا فائدہ اور پھل نہیں ان سب میں جو عدل و انصاف والا اور بھلائی اور بہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے؟ سدئی فرماتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا بھی انشاء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہی انشاء اللہ کہنے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں سے نیک شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم خدا کی پاکیزگی اور اس کی حمد و ثنا نہیں کرتے یہ سن کر اب وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے بے شک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب اطاعت بجا لائے جب کہ عذاب پہنچ چکا اب اپنی تقصیر کو مانا جب سزا دی گئی اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور خدا کی فرمانبرداری سے رک گئے پھر سب نے کہا کہ کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی اسی وجہ سے یہ عذاب آیا پھر کہتے ہیں کہ شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے یعنی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو واللہ اعلم۔ بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ فروان کے رہنے والے تھے جو صنعا سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے مذہب اہل کتاب تھے یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثہ میں ملا تھا اس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع خدا کے نام پر صدقہ کر دیتا تھا اس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بے وقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال ادھر ادھر صدقہ کر دیتا تھا ہم ان فقیروں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں گے یہ ارادہ انہوں نے پختہ کر لیا تو ان پر یہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے پھر فرماتا ہے جو شخص بھی خدا تعالیٰ کے حکموں کے خلاف کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں بخل کرے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرے اس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر اور بدتر ہیں بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت کھیتی کاٹنے اور باغ کے پھل اتارنے سے منع فرما دیا ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ۝۳۱ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝۳۲

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝۳۳ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝۳۴ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا

تَخَيَّرُونَ ۴۸ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بِاللَّغَةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا
تَحْكُمُونَ ۴۹ سَأَلَهُمْ أَيُّهُمْ بِذَلِكَ زَعِيمٌ ۵۰ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فُلْيَا تُوَا بِشُرَكَائِهِمْ
إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۵۱

بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں سے برابر کر دیں گے؟
تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز رہی ہو جو
کہ تم پسند کرتے ہو کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں پڑی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی
ہوں جن کا مضمون یہ ہو کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو (یعنی جنت) ان سے پوچھو کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے کیا
ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں سوان کو چاہئے کہ یہ اپنے شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں ○

تقویٰ کی برکات:

اور چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور اس حکم کے خلاف کرنے سے ان پر جو بلا اور آفت آئی
اس کا ذکر تھا اس لئے اب ان متقی اور پرہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا گیا جنہیں آخرت میں جنتیں ملیں گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں گی نہ گھٹیں
گی نہ ختم ہوں گی نہ سڑیں گی نہ گلیں گی پھر فرماتا ہے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہو جائیں؟ قسم ہے زمین و
آسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہو سکتا کیا ہو گیا ہے تم کس طرح یہ چاہتے ہو؟ کیا تمہارے ہاتھوں میں خدا کی طرف سے اتری ہوئی کوئی ایسی
کتاب ہے خود شہیں بھی محفوظ ہو اور اگلوں کے ہاتھوں تم پچھلوں تک پہنچی ہو اور اس میں وہی ہو جو تمہاری تمنا ہو اور جو تم کہہ رہے ہو؟ یا ہمارا
کوئی مضبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہی ہوگا اور تمہاری یہ بے جا اور غلط خواہشیں پوری ہو کر ہی رہیں گی؟ ان سے
ذرا پوچھو تو کہ اس بات کو کون ضامن ہے اور کس کے ذمہ یہ کفالت ہے؟ نہ سہی تمہارے جو جھوٹے معبود ہیں انہی کو اپنی سچائی کے ثبوت
میں پیش کرو۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۵۲ خَاشِعَةً
أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةٌ ۵۳ وَقَدْ كَانُوا يَدْعُونَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۵۴
فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۵۵
وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۵۶ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۵۷
أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۵۸

وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جائے گا سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) جھلکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے (یعنی اس پر قادر تھے) تو مجھ کو اور جو اس کام کو جھٹلاتے ہیں ان کو (اس حال موجودہ پر) رہنے دیجئے ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ اس کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کر ڈالنے سے) مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جا رہے ہیں (اس لئے آپ کی اطاعت سے نفرت ہے) یا ان کے پاس کے (غیب کا علم) ہے کہ یہ (اس کو) لکھ لیا کرتے ہیں ○

کشف ساق:

اوپر چونکہ بیان ہوا تھا کہ پرہیزگاروں کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اس لئے بیان ہو رہا ہے کہ یہ نعمتیں انہیں کب ملیں گی؟ تو فرمادیا کہ اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔ یعنی قیامت کے دن جو دن بڑی ہولناکیوں والا زلزلوں والا امتحان والا اور آزمائش والا ہے اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو سعید خدری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا پس ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت سجدے میں گر پڑے گی وہاں دنیا میں جو لوگ دکھانے سنانے کے لئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی یعنی سجدہ نہ کر سکیں گے یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے جو کئی کئی سندوں سے الفاظ کے تھوڑے تغیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث طویل ہے اور مشہور ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کشف ساق (جو پنڈلی کے کھل جانے) سے مراد یہ ہے کہ یہ دن تکلیف دکھ درد اور شدت کا دن ہوگا جس کو یہاں محاورہ میں بیان کیا گیا ہے (ابن جریر) اور ابن جریرؓ اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعودؓ یا ابن عباسؓ سے: يَكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر منقول ہے جیسے شاعر کا قول ہے: شَالَتْ الْحَوْبُ عَنْ سَاقٍ یہاں بھی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے مجاہد سے بھی یہی منقول ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کو یہ گھڑی بہت سخت ہوگی آپ فرماتے ہیں کہ یہ امر بہت سخت بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آفت کا آجانا ہے یہ سب روایتیں ابن جریر میں ہیں اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا مراد بہت بڑا نور ہے لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے یہ حدیث ابویعلیٰ میں بھی ہے کہ اور اس کی اسناد میں ایک مبہم راوی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا آج کے دن ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کونہ اٹھیں گی وہ ذلیل اور پست ہو جائیں گے کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبر و غرور والے تھے صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں

۱۔ جب کہ قرآن مجید میں ہے خدا تعالیٰ کے لئے وجہ (چہرہ) یہ (باتھ) اور احادیث میں جل (پیر استعمال ہوا ہے ایسے ہی یہ لفظ یہاں استعمال ہوا ہے اس لفظ کے معنی تو پنڈلی ہی کے ہیں لیکن پنڈلی سے کیا مراد ہے اس میں کافی قیل قال ہوئی ہے محققین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور ان کے شایان شان ہوئی ہم اس کی کیفیت نہیں جانتے اور نہ جاننے کی ضرورت گویا کہ وہ اس کو متشابہات میں سمجھتے ہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ محاورہ عرب میں ک "کشف ساق" کا مطلب کسی (دشوار گزار معاملہ کا پیش آجانا ہے چنانچہ قاموس میں لکھا ہے کہ عن ساق ای عن شدة اور مدارک نے بھی اسی محاورہ کو پیش نظر رکھا ہے کہ یوم یفتد الامم الصعب ولا یكشف ثم لا ساق بعض اہم تر مفسر شخصیتیں بھی اسی کی قائل ہیں چنانچہ روح المعانی میں ہے: والی هذا ذهب مجاہد ابراہیم النخعی عکرمہ و جماعۃ و قد روی ایضا عن ابن عباس۔

جب انہیں سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا تو رک جاتے تھے جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے تھے لیکن پہلے کم نہیں کرتے تھے خدا تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر مومن سب سجدہ میں گر پڑیں گے لیکن کافر و منافق سجدہ نہ کر سکیں گے کمر تختہ ہو جائے گی جھکے گی ہی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گے یہاں بھی ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف ہی رہے گی پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کے جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دو دے اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ٹھہر جا میں آپ ان سے نمٹ لوں گا دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انہیں پکڑنا ہوں یہ اپنی سرکشی اور غرور میں بڑھتے جائیں گے میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دن پاپ کا گھڑا پھوٹے گا اور ان میں اچانک انہیں پکڑ لوں گا میں انہیں بڑھا تا رہوں گا یہ بدست ہوتے چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ ہوگی وہ اہانت جیسے اور جگہ ہے: اَيَحْسَبُونَ اَنَّمَا نُمِيتُهُمْ..... (سورہ مومنون: ۵۵) یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ مال و اولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بنا پر ہے نہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں اور جگہ فرمایا: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ..... (سورہ انعام: ۲۴) جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی امیدیں منقطع ہو گئیں یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ میں انہیں ڈھیل دوں گا بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا یہ میری تدبیر ہے اور میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بہت بڑی ہے بخاری مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ (سورہ ہود: ۱۰۲) یعنی اس طرح ہے تیرے رب کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے پھر فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلہ مانگتا ہی نہیں جو ان پر بھاری پڑتا ہے اور جس کے تاوان سے یہ جھکے جاتے ہیں نہ ان کے کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں ان دونوں جملوں کی تفسیر سورہ والنظر میں گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں عز و جل کی طرف بغیر اجرت کے اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی خواہش کے بلا رہے ہیں آپ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں تو اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور سرکشی کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا

أَن تَذَرَهُ نِعْمَةً مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ

مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِنَّ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا

الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

ع ۱۹

تو آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہے اور (تھک لی میں) مچھلی (کے پیٹ میں جانے) والے پیغمبر یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائے جبکہ یونس نے دعا کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے اگر خداوندی احسان ان کی دیکھیری نہ کرتا تو وہ (جس) میدان (میں) مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے اسی) میں بد حالی کے ساتھ ڈالے جاتے دیکھیری سے مراد قبول توبہ ہے پھر ان کے

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۝

منزل ۴

رب نے ان کو (اور زیادہ برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کے گرا دیں گے (یہ ایک محاورہ ہے) اور اسی عداوت سے آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن (جس کے ساتھ آپ تکلم فرماتے ہیں) تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

تلقین صبر:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی ایذا پر اور ان کے جھٹلانے پر صبر و تحمل کرو و عنقریب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہونے والا ہے آخر کار آپ اور آپ کے قبیعین کا ہی غلبہ ہو گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیکھو تم مچھلی والے نبی کی طرح نہ ہونا اس سے مراد یونس بن متی علیہ السلام ہیں جب کہ وہ اپنی قوم پر غضب ناک ہو کر نکل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا مچھلی کا آپ کو نکل جانا اور سمندر کی تہ میں بیٹھ جانا اور ان تہ بہ تہ اندھیروں میں اس قدر سیچے آپ کا سمندر کو خدائے تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا اور خود آپ کا بھی پکارنا اور: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (سورہ انبیاء: ۸۷) پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا اور اس سے نجات پانا وغیرہ جس کا واقعہ کا بیان مفصل پہلے گزر چکا ہے کہ جس کے بیان کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اسی طرح ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے یہاں بھی فرمان ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں پکارا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہی یہ کلمہ عرش پر پہنچا کہ کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دیکھا کہ قوم پر جب وقت موعود آ جانے کے باوجود عذاب نہیں آیا تو وہ اپنی نصیحت کے خیال سے طول ہو کر بلا اجازت صریح غیواہل دیئے تھے اس وقت آپ متعدد غموں میں مبتلا تھے اپنی قوم کے ایمان نہ لانے کا دوسرا غم یہ کہ یونس علیہ السلام عذاب کی اطلاع دے چکے تھے اور پھر عذاب نہ آیا تیسرا غم یہ کہ بلا اجازت چلے آئے تو اب اس پر مواخذہ اور محاسبہ کا فکر اور چوتھا رنج مچھلی کے پیٹ میں قید ہونے کا مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے تحت جو فوائد درج کئے ہیں عام مفسرین اس کا ذکر نہیں کرتے قاضی بیضاویؒ نے تو لکھا ہے کہ لہذا لعلک ہادھا ہم ایک محاورہ ہے جس کو اردو میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ تم تو مجھ کو اس طرح دیکھ رہے ہو کہ جیسے کھا ہی جاؤ گے قاضی کے الفاظ یہ ہیں والمعنی انہم اشد فی عداوتہم ینظرون الیک عداۃ بعیث یکادون یزنون قدمک او یهلکونک رہا نظر لگنے کا معاملہ سودہ فی الواقع حدیث سے ثابت ہے اور اس کے انکاری کی کوئی گنجائش نہیں اسی طرح آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ آنحضور ﷺ نے امراض اور بیماریوں کے متعدی ہونے سے انکار فرمایا ہے اور آج کل ڈاکٹر آپ سے بیماریوں کے متعدی ہونے کا پرزور مطالبہ کر رہے ہیں اور کچھ مشاہدات بھی آپ کو ملے گا یقین دلانا ہے ہوں گے اس سلسلہ میں کچھ اصولی باتیں بھی ذہن میں آپ رکھ لیجئے تو پھر آنحضور ﷺ کے ارشادات اور مجودہ سائنس کے مطالبات میں آپ کو تضاد نظر نہیں آئے گا اسلام اسباب کو اختیار کرتے چڑو دیتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کی یہ تعلیم ہے کہ اسباب خود کوئی تاثیر نہیں رکھتے بلکہ موثر ذراصل خدا تعالیٰ ہے اسلام چاہتا ہے کہ معاشرہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی موافقت و عفواری کے معاملات قائم رہیں اسلام نے تیمارداری ایک مستقیم مسلمان کا فریضہ قرار دیا ہے صرف خدا تعالیٰ سے ڈرو بیماریوں کا خطرہ اور امراض کا خوف اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اب ان بیماریوں پر غور کرنے کے بعد آپ کو فیصلہ کر لیجئے کہ وہائی امراض کو مستقل طور پر متعدی سمجھنا اسباب پر تمام تلامذہ کی غلط راہ ہے یا نہیں جس کو خدا کرنے کے لئے اسلام آیا تھا اگر بیماریوں کو متعدی مان لیا جائے تو پھر بعض اوقات بیماریاں متعدی کیوں نہیں ہوتیں حالانکہ طبی نقطہ نظر سے اس سے بچاؤ کا کچھ اہتمام بھی نہیں ہوتا یہ کھلی علامت ہے کہ خود بیماریاں متعدی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا حکم اصل ہے اگر بیماریاں متعدی مان لی جائیں تو کوئی بیمار کسے پاس بھی نہ چلے اور اس طرح بیمار سبک سبک کر جان دے دے اور انسانی ہمدردی جو اسلام کا مطالبہ ہے ختم ہو کر رہ جائے ہاں اگر آپ بچاؤ کے سبابان کرنا چاہتے ہیں اسلام اس سے قطعاً روکتا نہیں بلکہ بعض مواقع پر اس نے ایسے اسباب اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ برگزیدہ تو وہ پہلے ہی سے تھے اب ان مصائب اور مسببات صبر و تابت میں مزید درجات بلند ہو گئے۔

فرشتوں نے کہا خدا یا اس کمزور غیر معروف شہر کی آواز تو ایسی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے پہلے کی سنی ہوئی ہو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا نہیں جناب باری نے فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے فرشتوں نے کہا پروردگار پھر تو تیرا یہ بندہ وہ ہے جس کے اعمال صالحہ ہر روز آسمانوں پر چڑھتے رہے جس کی دعائیں ہر وقت قبولیت کا درجہ پاتی رہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جہ فرشتوں نے کہا پھر اے ارحم الراحمین ان کی راحتوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا پر انہیں اس سختی سے نجات عطا فرما چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے مچھلی تو انہیں اگل دے اور مچھلی نے کنارے پر آکر اگل دیا یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ خدا نے انہیں برگزیدہ بنالیا اور نیک کاروں میں کرویا مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی کے لئے زیبا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام بن متی سے افضل بتائے صحیحین میں بھی یہ حدیث ہے اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیرے بغض و حسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے حمایت اور تحفظ نہ ہوتا تو یقیناً یہ تو ایسا کر گزرتے اس آیت میں دلیل ہے اس امر پر کہ نظر کا لگنا اور اس کی تاثیر کا خدا تعالیٰ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں بھی ہے جو کئی کئی سندوں سے مروی ہے ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہاز پھونک صرف نظر کا اور زہریلے جانوروں کا اور نہ تھمنے والے خون کا ہے بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے اور صحیح مسلم شریف اور ترمذی میں بھی ہے ایک غریب حدیث ابو یعلیٰ میں ہے کہ نظر بحکم خدا انسان کو گرا دیتی ہے مسند احمد میں ہے کہ الو اور نظر میں کچھ بھی حق نہیں سب سے سچا شگون فال ہے یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے غریب کہتے ہیں اور روایت میں ہے کہ کوئی ڈر خوف الو اور نظر میں نہیں اور نیک فال سب سے زیادہ سچا فال ہے ایک اور روایت میں ہے کہ نظر حق ہے نظر حق ہے وہ بلندی والے کو بھی اتار دیتی ہے (مسند احمد) صحیح مسلم میں ہے نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو عبدالرزاق میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے اَعِيْذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غِيْظٍ لَّامِيَةٍ یعنی تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے اور فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت احق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو انہی الفاظ سے خدا کی پناہ میں دیا کرتے تھے یہ حدیث سنن میں اور بخاری شریف میں بھی ہے ابن ماجہ میں ہے کہ ہل بن حنیف غسل کر رہے تھے عامر بن ربیعہ کہنے لگے کہ میں نے تو آج تک ایسی پنڈلی کسی پردہ نشین کی بھی نہیں دیکھی یہ کہنا تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خبر لیجئے یہ تو بے ہوش ہو گئے آپ نے فرمایا کسی پر تمہارا شک بھی ہے لوگوں نے عرض کیا ہاں عامر بن ربیعہ پر آپ نے فرمایا تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اسے بہت اچھی لگے تو اسے چاہئے کہ اس کے لئے برکت کی دعا کرے پھر پانی منگوا کر عامر سے فرمایا کہ تم وضو کرو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ اور گھٹنے اور تہم کے اندر کا حصہ جسم دھو ڈالو دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا برتن کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اوندھا دو نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت موجود ہے حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے جب سورہ معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے انہیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا (ابن ماجہ ترمذی نسائی) مسند وغیرہ میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ

اَرْقَبُكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْفِكُكَ مِنْ خَيْرِ كُلِّ نَفْسٍ وَ عَيْنٍ وَ اَللهُ يُشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقَبُكَ بعض روایات میں کچھ الفاظ کا تغیر بھی ہے بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا برحق ہے مسند کی ایک حدیث میں اس کے بعد یوں بھی ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور ابن آدم کا حسد ہے مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ شگون تین چیزوں میں ہے: گھر، گھوڑا، عورت تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا پھر تو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کہوں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا ہاں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے سچا شگون نیک فال ہے اور نظر کا لگنا حق ہے ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت اسماءؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفرؓ کے بچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرا لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی حضرت عائشہؓ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر بد سے دم کرنے کا حکم مروی ہے (ابن ماجہ) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے اور جسے نظر لگی ہے اسے اس پانی سے غسل کرایا جاتا تھا (احمد) اور حدیث میں ہے نہیں ہے الو اور نظر حق ہے اور سب سے سچا شگون فال ہے مسند احمد میں بھی ہے حضرت سہلؓ اور حضرت عامرؓ والا قصہ جو اوپر بیان ہوا ہے قدرے بسط کے ساتھ مروی ہے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ غسل کے ارادے سے چلے اور حضرت عامرؓ پانی میں غسل کے لئے اترے اور ان کا بدن دیکھ کر حضرت سہلؓ کی نظر لگ گئی اور وہ وہیں پانی میں خرخر اہٹ کرنے لگے میں نے تین مرتبہ آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سنایا آپ خود تشریف لائے اور تھوڑے سے پانی میں کھنچ کھنچ کرتے ہوئے تہہ اونچا اٹھائے ہوئے وہاں تک پہنچے اور ان کے سینے میں ہاتھ مارا اور دعا کی: اللّٰهُمَّ اصْرِفْ عَنْهُ حَرَامًا وِیر دہا و و صبا اے اللہ تو اس سے اس کی گرمی اور سردی اور تکلیف دور کر دے مسند بزار میں ہے کہ میری امت کی قضا و قدر کے بعد اکثر موت نظر سے ہوگی فرماتے ہیں نظر حق ہے انسان کو قبر تک پہنچا دیتی ہے اور اونٹ کو ہانڈی تک میری امت کی اکثر ہلاکی اسی میں ہے ایک اور صحیح سند سے بھی یہ روایت مروی ہے فرمان رسالت ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ الو کی وجہ سے بربادی کا یقین کر لینا کوئی واقعیت رکھتا ہے اور نہ حسد کی کوئی چیز ہے ہاں نظر سچ ہے ابن عساکر میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے آپ اس وقت غمزدہ تھے سب پوچھا تو فرمایا حسنؓ اور حسینؓ کو نظر لگ گئی ہے فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی ہوتی ہے آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا کہو: اللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيمِ ذَا الْمَنْ الْقَدِيمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ النَّشَاطِ وَالْذُّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ غَافِ الْخَسَنَ وَالْخُسَيْنِ مِنْ أَنْفُسِ الْجِنَّ وَالْعَيْنِ الْإِنْسِيغْنِي یعنی اے اللہ! اے بہت بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے اے بزرگ ترچہرے والے اے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسنؓ اور حسینؓ کو تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسانوں کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور آپ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں پھر فرماتا ہے کہ جہاں یہ کافر اپنی حقارت بھری نظریں آپ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعنہ آمیز زبان بھی آپ پر کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجنون ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ قرآن تو خدا کی طرف سے تمام عالم کے لئے نصیحت نامہ ہے۔

تفسیر سورہ حاقہ مکہ

سُورَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ وَمِنْ ثَمَانِيَةِ خَمْسِينَ آيَةً وَقَدْ بَارَكُوا

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۵۳:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَاقَّةُ ۱ مَا الْحَاقَّةُ ۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۳ كَذَّبَتْ ثَمُودُ
وَعَادُ بِالْقَارِعَةِ ۴ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ۵ وَأَمَّا عَادُ فَأُهْلِكُوا
بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَنِيَةَ أَيَّامٍ
حُسُومًا ۷ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أُتِجَازُ نَحْلٍ خَاوِيَةٍ ۸ فَهَلْ
تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۹ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَتُ
بِالْخَاطِئَةِ ۱۰ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً ۱۱ إِنَّا
لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۱۲ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ
وَأَعْيَةٌ ۱۳

وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز (یہ استفہامات تہویل کے لئے ہیں) ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کی تکذیب کی سو ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد جو تھے سو وہ ایک تند و تیز سوا سے ہلاک کئے گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا (سوائے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں سو کیا تجھ کو ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے (یعنی بالکل استیصال ہو گیا) اور (اسی طرح) فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور (قوم لوط کی) الٹی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کئے (یعنی کفر و شرک) اس پر ان کے پاس رسول بھیجے گئے سوانہوں نے اپنے رب کا کہنا نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سخت پکڑا (یعنی) ہم نے جبکہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کی طغیانی ہوئی تم کو کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کر دیا) تاکہ ہم معاملہ کو تمہارے لئے یادگار اور عبرت بنا میں اور یاد رکھنے والے اس کو یاد رکھیں ○

ایک نفس الامری چیز:

حاقہ قیامت کا ایک نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدے و وعید کی حقیقت کا دن وہی ہے اسی لئے دن کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس حاقہ کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر اپنے اس انکار کا خمیازہ اٹھایا تو فرمایا شہودیوں کو دیکھو ایک طرف تو قرشتے کے دھاڑنے کی کلبجوں کو پاش پاش کر دینے والی آواز آتی ہے دوسری جانب سے زمین میں غضب کا بھونچال آتا ہے اور سب تہ و بالا ہو جاتے ہیں پس بقول حضرت قتادہ طاغیہ کے معنی میں چٹکھاڑنے کے اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کی خاطر برباد کر دیئے گئے ربیع بن انس اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے ابن زید نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی: كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا (سورہ شمس: ۱۱) یعنی ثودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور عادی ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکوں سے جنموں سے ان کے دل زخمی کر دیئے تھے جس سے انہیں کر دیئے گئے یہ آمدھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکل جاتی تھیں برابر بے در پے لگتا راسات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں ان دونوں میں ان کے لئے سوائے نحوست کے اور بربادی کے اور کوئی جھلائی نہ تھی جیسے اور جگہ ہے: فِي اَنْجَامِ نَحْسَاتٍ (سورہ حم مجدہ: ۱۶) حضرت ربیع کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں کہ بدھ کو ان ہواؤں کو عربی اعجاز اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے ان عادیوں کی حالتیں اعجاز یعنی مجبوروں کے گھوکھلے تھیں ہو گئیں دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں اور بحر کہتے ہیں آخر کو اہد یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ عادیوں کی ایک بڑھیا غار میں گھس گئی تھی جو ان ہواؤں سے آنکھوں میں روز و ہیں تباہ ہو گئی اور بڑھیا کو عربی میں مجوز کہتے ہیں واللہ اعلم۔ خاویہ کے معنی ہیں خراب مڑا گلا گھوکھلا مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انہیں اٹھا اٹھا کر لٹا دے پٹا کر ان کے سر پھٹ گئے سروں کا چورا چورا ہو گیا اور بقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا سراپتوں والا کاٹ کر ٹڈر بنے دیا ہو بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری زندگی گئی صبا کے ساتھ یعنی پروا ہوا کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دیور یعنی پچھوا ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عادیوں کو ہلاک کرنے کے لئے ہواؤں کے خزانے میں صرف انگوٹھی کے برابر جگہ کشادہ کی گئی تھی جس سے ہوائیں نکلتی اور وہ پہلے گاؤں اور دیہات والوں پر آئیں ان تمام مردوں عورتوں کو چھوٹے بڑوں کو لک کے ہلاک کر دیا اور جانوروں سمیت لے کر آسمانوں زمین کے درمیان معلق کر دیا شہریوں کو بوجہ بہت بلندی اور کافی اونچائی کے یہ معلوم دینے لگا کہ سیاہ رنگ بادل چڑھا ہوا ہے خوش ہونے لگے کہ گرمی کے باعث جو ہماری بری حالت ہو رہی ہے اب پانی برس جائے گا اتنے میں ہواؤں کو حکم ہوا اور اس نے تمام کو ان شہریوں میں پھینک دیا یہ اور وہ سب ہلاک ہو گئے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس ہوا کے پر اور دم تھی۔ پھر فرماتا ہے بتلاؤ تو ان میں سے یا ان کی نسل میں سے ایک کو بھی تم دیکھ رہے ہو؟ یعنی سب کے سب تباہ و برباد کر دیئے گئے کوئی نام لیوا پانی دیوا بھی باقی نہ رہا پھر فرمایا فرعون اور اس کے اگلے خطا کار نافرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی انجام ہوا قبلہ کی دوسری قرأت قبلہ بھی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کے

۱۔ یعنی غزوہ خندق کے واقعہ کے موقع پر جب تیز آمدھی چلی اور اس کے نتیجے میں تمام اعدائے اسلام منتشر ہو گئے وہی ایک تیز آمدھی تھی جس سے حکم خدا اس وقت مخالفین کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر کے مسلمانوں کی حمایت کی۔

۲۔ اور یہ یوں ہی ایک قول ہے زیادہ بھروسہ کے قابل بھی نہیں اس طرح کے مواقع پر ہجرت انگیز اقوال سننے میں آتے ہیں اور ان کو نقل کرنے میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا۔

پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فرعون قبلی کفار و منافقت سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں خاطنہ سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے زمانے کے رسول علیہ السلام کی تکذیب کی جیسے ایک دوسرے موقع پر ہے: **إِنْ كُلُّ إِلَّا كَذَبَ الرُّسُلُ فَحَقَّ وَعِيدُ** (سورہ ق: ۱۳) یعنی ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب آپہنچے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار گویا تمام انبیاء کا انکار ہے جیسے قرآن نے فرمایا: **كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ بِالْمُرْسَلِينَ** (سورہ شعراء: ۱۰۵) اور فرمایا: **كَذَّبَتْ قَوْمُ عَادَ بِالْمُرْسَلِينَ** (سورہ شعراء: ۱۲۳) اور فرمایا: **كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالْمُرْسَلِينَ** (سورہ شعراء: ۱۶۱) یعنی قوم نوح علیہ السلام نے عادیوں نے ثمودیوں نے رسولوں کو جھٹلایا حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ایک امت کے پاس ایک ہی رسول علیہ السلام آیا تھا یہ مطلب ہے یہاں بھی کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغمبر کی نافرمانی کی پس خدا تعالیٰ نے انہیں سخت تر مہلک بڑی دردناک المناک پکڑ میں پکڑ لیا اس کے بعد اپنے احسان جتاتا ہے کہ دیکھو جب نوح علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گزر گیا چاروں طرف سیلاب ٹھاٹھیں مارنے لگا اور نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھالیا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب قوم نوح نے اپنے نبی علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی شروع کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر ان کی ہلاکت کی دعا کی جسے خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مشہور طوفان نوح نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا پس سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور آپ کی اولاد میں سے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پانی کا ایک ایک قطرہ بہ اجازت خدا تعالیٰ پانی کے داروغہ فرشتے کے ناپ تول سے برستا ہے اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپ تول نہیں چلتا لیکن ہاں عادیوں پر جو ہوا میں چلیں اور قوم نوح پر جو طوفان آیا وہ تو بے حد اور بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پانی اور ہوانے وہ زور باندھا کہ نگہبان فرشتوں کی کچھ نہ چلی اسی لئے قرآن میں **طَغَا الْمَاءُ** اور **بَرِيحٌ صَرْصَرٌ** غایتیہ کے الفاظ ہیں اسی لئے اس اہم احسان کو خداوند تبارک و تعالیٰ یاد دلارہا ہے کہ ایسے پر خطر موقع پر ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر سوار کر دیا تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے چنانچہ آج بھی ویسی ہی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر طے کر رہے ہو جیسے اور جگہ ہے: **وَجَعَلْ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ.....** (سورہ زخرف: ۱۳) یعنی تمہاری سواری کے لئے کشتیاں جو پائے جانور بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور جگہ فرمایا: **وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا.....** (سورہ یسین: ۴۱) یعنی ان کے ایک نشان قدرت یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری کشتی میں چڑھالیا اور بھی ہم نے اس جیسی ان کی سواریاں پیدا کر دیں حضرت قتادہ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوح باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اگلوں نے بھی اسے دیکھا لیکن زیادہ واضح مطلب پہلا ہی ہے پھر فرمایا یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھے اور سننے والا کان اسے یاد کر لے اور محفوظ رکھ لے اور اس نعمت کو نہ بھولے یعنی صحیح سمجھ اور سچی سماعت والے عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھے والے جو خدا تعالیٰ کی باتوں اور اس کی نعمتوں سے بر پروائی اور لا ابالی پن نہیں برتتے ان کی چند نصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا ابن ابی حاتم میں ہے حضرت کحول فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی (کرم اللہ وجہہ) کو ایسا ہی بنادے چنانچہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز سن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مرسل ہے ابن ابی حاتم میں ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کروں دور نہ کروں اور تجھے

تعلیم دوں اور تو بھی یاد رکھے اور یہی تجھے بھی چاہئے اس پر یہ آیت اتری یہ آیت دوسری سند سے بھی ابن جریر میں مروی ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں۔

فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةً وَاحِدَةً ۖ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۖ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۖ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۖ وَالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشُ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمْنِيَةٌ ۖ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۖ

پھر جب صور میں یک بار کی پھونک ماری جائے گی (مراد پہلی آیت سے) اور (اس وقت) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے اٹھائے جائیں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو اس روز ہونے والی چیز ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ (آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا اور فرشتے (جو آسمان پر پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آجائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائیں گے جس روز (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم پیش کئے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہوگی ○

صور قیامت:

قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہو رہا ہے سب سے پہلی گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل ہول جائیں گے پھر فحش پھونکا جائے گا جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بے ہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی یہاں اسی پہلے فحش کا بیان ہے یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرمادیا کہ یہ آٹھ کھڑے ہونے کا فحش ایک ہی ہے اس لئے کہ جب خدا تعالیٰ کا حکم ہو گیا پھر نہ تو اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے اور نہ تاکید کی امام ربیع فرماتے ہیں اس سے مراد آخری فحش ہے لیکن واضح قول وہی ہے جو ہم نے پہلے لکھا ہے اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھائے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آسمان ہر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا جیسے سورہ نبا میں ہے: وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا (سورہ نبا: ۱۹) یعنی آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غار پڑ جائیں گے اور شق ہو جائے گا عرش اس کے سامنے ہو جائے گا فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی پر پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے پھر فرمایا قیامت والے آٹھ فرشتے خداوند تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ پس یا مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد عرش الہی کی کیا صورت اور کیفیت ہے انسان کی عقل اور اس کے علوم جاننے سے قطعاً قاصر ہیں بس مختصر طور پر ایمان اجمالی ان پر کافی ہے ہاں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس وقت عرش کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں تو یہ صرف خدا تعالیٰ کی شوکت و سطوت کا اظہار کرتے ہیں یہ بات نہیں کہ عرش الہی کو کوئی

تَبٰرَكَ الَّذِي ۝۶۹

ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کے لئے تشریف فرما ہوں گے واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں کہ یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا ایک سو سال کا راستہ ہے ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے تک کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والے پرندسات سو سال تک اڑتا چلا جائے اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اسے امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ منقول ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی کتنی تمام انسانوں جنوں سب فرشتوں کے برابر ہے پھر فرمایا قیامت کے دن تم اس خدا کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدگی کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو بھی وہ جانتا ہے اسی لئے فرمایا کہ تمہارا کوئی بھید اس سے چھپ نہ سکے گا حضرت عمر بن خطابؓ کا قول ہے کہ لوگو! اپنی جانوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا خود اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کہ تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور ایک بڑی پیشی میں خود خدائے جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑا مٹاتا کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے حضرت عبداللہ کے قول سے بھی یہی روایت ابن جریر میں موجود ہے اور حضرت قتادہؓ سے بھی اس جیسی روایت مرسل منقول ہے۔

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ فَيَقُولُ هَآؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَةَ ۚ إِنَّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلْقٍ حِسَابِيَةَ ۚ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۚ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۚ

الْخَالِيَةِ ۚ

پھر نامہ اعمال جس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو (خوشی کے مارے آس پاس والوں سے) کہے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو میرا بوجھ یا ثقل رکھتا ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ نور کی ہیبت اور ثقل اس میں ضرور موجود ہے اور چونکہ قیامت میں خدا تعالیٰ کے جبروت و غلبہ کا اظہار ہوگا اس لئے چار اور بڑھ جائیں گے فرشتوں کا عرش الہی کو تھا منا خدا تعالیٰ کی قبولیت کے قطعاً منافی نہیں وہ کام ہے تمام فرشتوں سے لے لیتے ہیں اور ایسے ہی ان تمام احادیث پر یقین اجمالاً رکھنا چاہئے جن میں ان فرشتوں کے خاص خاص احوال درج ہوئے ہیں۔

۲ مطلب یہ ہے کہ بہت بڑے ہوں گے۔

تو پہلے ہی سے اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے (اس قدر) جھکے ہوں گے (کہ جس حالت میں چاہیں گے لے سکیں گے اور حکم ہوگا کہ) کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ ایام (یعنی زمانہ قیام دنیا) کئے ہیں ○

سرخر و جماعت:

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ جن خوش نصیب لوگوں کو قیامت کے دن ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامہ اعمال تو پڑھو اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بمقتضائے بشریت ان سے ہو گئے تھے وہ ان کی توبہ کی وجہ سے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کی بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں پس یہ سراسر نیکیوں کا نامہ اعمال ایک ایک کو پورے سرور کے ساتھ اور سچی خوشی سے دکھاتے پھرتے ہیں۔

عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں: ہاں کے بعد لفظ وُم زیادہ ہے لیکن صحیح یہ بات ہے ہاؤم معنی میں ہاکم کے ہے حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ چپکے سے حجاب میں مومن کو اس کا نامہ اعمال دیا جائے گا جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہوں گے وہ اسے پڑھتا ہوگا اور ہر ایک گناہ پر اس کے ہوش اڑ جاتے ہوں گے چہرے سے رنگت اڑتی ہوگی اتنے میں اس کی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑ جائے گی جب انہیں پڑھنے لگے گا تب انہیں چین آئے گا ہوش و حواس درست ہوں گے اور چہرہ کھل جائے گا پھر نظریں جما کر پڑھے گا تو اس کی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور خوشی خوشی نکل کھڑا ہوگا اور جو بھی ملے گا اس سے کہے گا کہ ذرا میرا نامہ اعمال تو پڑھو حضرت عبداللہ بن حنظلہ جنہیں فرشتوں نے ان کی شہادت کے بعد غسل دیا تھا ان کے لڑکے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اپنے بندے کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیاں اس کے نامہ اعمال کی پشت پر لکھی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا دیکھ میں نے دنیا میں بھی تجھے رسوا نہیں کیا اور نہ فضیحت کی اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامہ اعمال لے کر بادل شاد ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا حضرت عمرؓ والی صحیح حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا کہ فلاں گناہ کیا؟ فلاں گناہ کیا؟ وہ اقرار کرے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا اب میں ہلاک ہو گیا اس وقت جناب باری عزاسمہ فرمائے گا کہ اے میرے بندے دنیا میں میں نے تیری ان برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رسوا کروں گا میں نے تجھے بخش دیا پھر اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو گواہ پکاراٹھتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کہا لوگو سنو! ان ظالموں پر خدا تعالیٰ کی پھٹکار ہے پھر یہ فرماتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ کے نامہ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے جیسے اور جگہ فرمایا: **الَّذِينَ يَخْتَفُونَ**

۱۔ جیسا کہ ہم کبھی کسی مسرت انگیز مکتوب کو پا کر جوش مسرت سے اسے پڑھواتے پھرتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ: **ذَلِكَ عَلَىٰ أَنَّهُ بَلَغَ الْغَايَةَ فِي السُّرُورِ**

۲۔ حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ معاملہ تمام ہی گنہگار بندوں کے ساتھ ہوگا بلکہ شاید یہ کوئی ایک ہی مخصوص خوش قسمت شخص ہوگا جس کے ساتھ یہ معاملہ فرمائیں گے اور اس کے ساتھ خاص طور پر یہ معاملہ حکمت اس کی خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

انہم مُلَاقُوا رَبِّہُمْ (سورہ بقرہ: ۴۶) یعنی انہیں کامل یقین تھا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں فرمایا ان کی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جس کی حوریں قبول صورت اور نیک سیرت ہوں گی وہ گھر نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ختم ہونے والی بلکہ محفوظ کی سے بھی ہوں گی ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اونچے نیچے والے جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقاتیں بھی کریں گے آپ نے فرمایا ہاں بلند مرتبہ والے لوگ کم مرتبہ کے لوگوں کے پاس ملاقات کے لئے اتریں گے اور خوب محبت و اخلاص کے ساتھ سلام مصافحے اور خاطر مدارات ہوگی ہاں البتہ نیچے والے بسبب اپنے اعمال کے کمی کے اوپر نہ چڑھ سکیں گے ایک اور حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں پھر فرماتا ہے کہ اس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے حضرت براء بن عازبؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس قدر بڑے جھکے ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چھپر کھٹ پر لیٹے ہی لیٹے ان میوؤں کو توڑ لیا کریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک جنتی کو خدا کی طرف سے لکھا ہوا ایک پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ اَدْخِلُوْهُ جَنَّةً عَالِیَةً قُطُوْفُهَا ذٰنِیَّةٌ یعنی خدائے رحمن و رحیم کے نام سے شروع یہ اجازت نامہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کے لئے جو فلاں کا بیٹا ہے اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھدے خوشبو والی خوشگوار جنت میں جانے دو! (طبرانی) بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ پل صراط پر حوالے کر دیا جائے گا پھر فرمایا انہیں بطور احسان اور مزید لطف و کرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی اور کہا جائے گا کہ یہ تمہاری نیک اعمالیوں کا بدلہ ہے اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف و کرم کے ہے ورنہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عمل کرتے جاؤ سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کے لئے کافی نہیں لوگوں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بھی نہیں فرمایا نہ میرے ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ یٰلَیْتَنِیْ لَمَّا أُوتِیْتُ كِتَابِیْہٖ ۖ وَلَمْ
أَدْرِ مَا حِسَابِیْہٖ ۖ یٰلَیْتَنَیْهَا كَانَتْ الْقَاضِیَۃُ ۖ مَا أَغْنٰی عَنِّیْ مَا لِیْہٖ ۖ
هَلَكْتُ عَنِّیْ سُلْطٰنِیْہٖ ۖ خَذُوْهُ فَغُلُوْهُ ۖ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۖ ثُمَّ فِیْ
سِلْسِلَةٍ ذَّرْعُہَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۖ إِنَّہٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ

۱۔ اے ارحم الراحمین کاتب الحروف اور جمعہ ناظرین کو بھی اپنی ان بے کراں نعمتوں سے محض اپنی رحمتوں کی وجہ سے بلا استحقاق مشرف فرمانا آمین ثم آمین۔
۲۔ طاعات پر نیک صلہ تو ملتا ہی ہے اور اہل جنت کو جو صلہ ملے گا وہ اس کے مستحق ہیں امام رازی نے لکھا ہے یدل علی انہم انما اسحقوا ذالک الثواب بسبب عملہم۔

بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَلَئْسَ لَهُ الْيَوْمَ

هَهُنَا حَمِيمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسِيلٍ ۝ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخِطُؤُنُ ۝

اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ (نہایت حسرت سے) کہے گا کیا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ (موت اولیٰ) ہی خاتمہ کر چکتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا (ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس شخص کو پکڑ لو اور اس کے طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اس کو داخل کر دو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔ یہ شخص خدائے بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا اور خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو (بھی) غریب آدمی کے کھانے کی ترغیب نہ دیتا تھا (اس لئے مستحق عذاب ہوا) سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست دار ہے نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زنجیروں کے دھوون کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھا دے گا ○

اور یہ بد قسمت:

یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدان قیامت میں انہیں ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت پریشان اور پشیمان ہوں گے اور حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ کاش ہمیں عمل نامہ ملتا ہی نہ اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا اور یہ دوسری زندگی ہمیں ملتی ہی نہ جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اس کی آرزوئیں کریں گے یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے یہ عذاب ہم سے نہ ہٹائے تنہا ہماری ذات پر یہ وبال آپڑے نہ کوئی مددگار ہمیں نظر آتا ہے نہ اس سے محفوظ رہنے کی صورت کوئی دکھائی دیتی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے ایک فرشتے کو بھی اللہ حکم کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو بھی پکڑ کر جہنم میں پھینک دے ابن ابی الدینار میں ہے کہ چار لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اسے توڑ پھوڑ دیں گے یہ کہے گا تمہیں مجھ سے کیا تعلق؟ وہ کہیں گے خداوند تبارک و تعالیٰ تجھ پر غضب ناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصے میں ہے حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے صادر ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصے سے دوڑیں گے جن میں ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا جن کا ایک ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبارؓ دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا حضرت ابن عباسؓ اور ابن جریجؓ فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے

۱۔ قیاس نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقصود صرف زنجیر کا طول بتانا ہو کوئی خاص اور متعین پیمائش کا اظہار رائے نہ ہو چنانچہ اندلسی نے بحر المحیط میں لکھا ہے کہ لیس الفرض التقدير بهذا المقدار بل الوصف بالطول كما قال ان نستغفر سبعين مرة يرد مرات كثيرة۔

۲۔ قرآن عام انسانوں تک دو ذریعوں سے پہنچا ایک حضرت جبرائیل علیہ السلام جو اسے آنحضرت ﷺ پر لے کر نازل ہوئے اور فرشتہ ہونے کی وجہ سے کسی کو نظر نہ آئے دوسرے حضور ﷺ جو انسان ہونے کی وجہ سے ہر ایک کے لئے مرنے تھے اس لئے اس موقع پر دکھائی دی جانے والی اور نہ دیکھنے میں آنے والی چیزوں کی قسم کتنی مناسب اور اعجاز کلام کی دلیل ہے۔

کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرو دی جائیں گی پاخانے کے راستے سے ڈالی جائیں گی اور منہ سے نکال لی جائیں گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے میں کباب اور تیلی میں ٹڈی یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نتھوں سے نکالی جائیں گی جس سے وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آجائے لیکن اگر اسی کو جہنیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے پر سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے پر پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن بتلاتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی کسی کو رغبت دیتا تھا یعنی نہ تو خدا کی اطاعت و عبادت کرتا تھا نہ مخلوق خدا کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا خدا کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان و سلوک کریں اور بھلے کاموں میں آپس میں ایک دوسرے کو امداد پہنچاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ بیان فرمایا ہے جیسے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا ہے کہ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے ماتحتوں سے نیک سلوک کرو پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ کوئی قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا اور نہ اس کے لئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سڑی بھسی بے کار چیز کے جس کا نام غسلین ہے یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام زقوم ہو اور غسلین کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جہنیوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۖ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۖ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ

كَرِيمٍ ۖ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۖ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۖ

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۖ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۖ

پھر (بعد یہ یہ مضمون مجازاً کے) میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن (اللہ تعالیٰ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا (پس جس پر آیا وہ ضرور رسول ہے) اور کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (جیسا کہ کفار آپ کو شاعر کہتے تھے مگر) تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کا ہن کا کلام ہے (جیسا بعض کفار آپ کو کہتے تھے) تم بہت کم سمجھتے ہو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا (کلام ہے) ○

یہ عظیم صحیفہ آسمانی:

اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے اپنی مخلوق میں سے اپنی ان نشانیوں کی قسم کھا رہا ہے جنہیں لوگ دیکھ رہے ہیں اور ان کی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اس بات پر کہ قرآن کریم اس کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے اور اپنے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے جسے اس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کے لئے پسند فرمایا ہے رسول کریم سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اس کی اضافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپ ہی ہیں اسی لئے لفظ رسول لائے کیونکہ رسول تو پیغام اپنے بھیجنے والے کا پہنچاتا ہے گویا ان اس کی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورہ بکورہ میں اس کی نسبت اس رسول کی طرف گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہے فرمان ہے: **إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ** (سورہ بکورہ: ۱۹) یعنی یہ قول اس بزرگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو قوت والا اور مالک عرش کے پاس رہتے والا ہے وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانت دار اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون (دیوانے) نہیں بلکہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ نہ تو یہ شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا قول ہے البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی اور کبھی رسول ملک کی طرف اس لئے کہ یہ اس کے پہنچانے والے اور لانے والے اور اس پر امین ہیں ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ اتارا ہوا رب العالمین کا ہے حضرت عمرؓ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا دیکھا کہ آپ حرم میں پہنچ گئے ہیں میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حاقہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پر شوکت نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان کم ہی ہے تو میں نے خیال کیا کہ اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے ادھر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت کم ہی لی ہے اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور روٹنے روٹنے میں اسلام کی سچائی گھس گئی پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت محمدؐ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے ہم نے آپ کے اسلام لانے کی پوری کیفیت سیرت عمرؓ میں لکھ دی ہے واللہ الحمد والمنة۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا

مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ ۳۱ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَبِزِينَ ۝ ۳۲

وَإِنَّهُ لَتَذْكُرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ ۳۳ ۝ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ ۝ ۳۴ ۝ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ

عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ ۳۵ ۝ إِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ۝ ۳۶ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ ۳۷

اور اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی رگ و لکٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا اور بلاشبہ یہ (قرآن) متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے بھی ہیں (پس) ہم ان کو اس کی سزادیں گے اور (اس اعتبار سے) یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے۔

ہے اور یہ (قرآن) تحقیقی یقینی بات ہے سو (جس کا یہ کلام ہے) اپنے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے ○

اگر وحی میں کچھ تصرف کیا جائے؟

یہاں فرمان باری ہو رہا ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ بیشی کر ڈالتے یا نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اسی وقت ہم انہیں بدترین سزا دیتے یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل معلق ہے اور کوئی ہمارے اس کے درمیان بھی نہ آ سکتا کہ اسے بچانے کی کوشش کر لے پس مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سچے پاک باز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لئے خدا تعالیٰ نے زبردست تبلیغی خدمت آپ کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف سے بہت سے زبردست معجزے اور آپ کے صدق کی بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپ کو عنایت فرما رکھی ہیں پھر فرمایا یہ قرآن متقیوں کے لئے تذکرہ ہے جیسے اور جگہ ہے کہ کہہ دو یہ قرآن ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہیں ہی پھر فرمایا جو اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں یہ تکذیب ان لوگوں کے لئے قیامت کے دن باعث حسرت و افسوس ہوگی یا یہ مطلب کہ یہ قرآن اور اس پر ایمان حقیقتاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ہے کہ اسی طرح ہم اسے گناہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے دوسری جگہ ہے: وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ (سورہ سبا: ۵۴) ان میں اور ان کی خواہش میں حجاب ڈال دیا گیا ہے پھر فرمایا یہ خبر بالکل سچ حق اور بے شک و شبہ ہے پھر اپنے نبی کا حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگیاں اور پاکیزگیاں بیان کرتے رہو۔

تفسیر سورہ معارج مکہ

سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا آيَاتٌ مُبَارَكَةٌ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: ۵۴ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۲۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝ مِّنْ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝

ایک درخواست کرنے والا (براہ انکار) اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے (اور) جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں (اور) یہ اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ میٹھیوں کا (یعنی آسمانوں کا) مالک ہے (جن میٹھیوں سے) فرشتے اور (اہل ایمان کی) روہیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں اور وہ عذاب ایسے دن ہوگا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کی (برابر) ہے سو آپ (ان کی مخالفت پر) صبر کیجئے اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو یہ لوگ اس دن کو (بوجہ اعتقاد غلطی کے وقوع سے) عید دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو (وقوع سے) قریب دیکھ رہے ہیں ○

ایک سوال:

بعذاب میں جو 'ب' ہے وہ بتا رہی ہے کہ یہاں فعل کی تفسیر ہے گویا کہ فعل مقدر ہے یعنی یہ کافر عذاب کے واقع ہونے کی طلب میں جلدی کر رہے ہیں جیسے اور جگہ ہے: وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ (سورہ حج: ۴۷) یعنی یہ عذاب کے مانگنے میں عجلت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا یعنی اس کا عذاب یقیناً اپنے وقت مقررہ پر آکر ہی رہے گا نہائی میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ کافروں نے عذاب خدا مانگا جو ان پر یقیناً آنے والا ہے یعنی آخرت میں ان کی اس طلب کے الفاظ بھی دوسری جگہ منقول ہیں کہتے ہیں: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ اَوْ نَسِئًا بِعَذَابِ الْيَوْمِ (سورہ انفال: ۳۲) یعنی خدایا اگر یہ دعوت اسلام وغیرہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پھر برسایا ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب لا۔ ابن زید وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عذاب کی وادی ہے جو قیامت کے دن عذابوں سے بہہ نکلے گی لیکن یہ قول ضعیف ہے اور اس سے کوئی مطلب ہی واضح نہیں ہوتا صحیح قول پہلا ہی ہے جس پر روش کلام کی دلالت بھی ہے پھر فرماتا ہے کہ وہ عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اور ان پر آپڑنے والا ہے جب آجائے گا تو اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ اسے ہٹا سکے ذی المعارج کے معنی ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق درجوں والا یعنی بلندیوں اور بزرگیوں والا اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ مراد معارج سے آسمان کی میٹھیاں ہیں قتادہ کہتے ہیں فضل و کرم اور نعمت و رحم والا یعنی یہ عذاب اس خدا کی طرف سے ہے جو ان صفتوں والا ہے اس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں روح کی تفسیر میں حضرت ابوصالحؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مخلوق ہے انسان تو نہیں لیکن انسان سے بالکل مشابہ ہے میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں اور عطف ہوں عام پر خاص کا اور ممکن ہے کہ اس سے مراد بنی آدم کی روہیں ہوں اس لئے کہ وہ بھی قبض ہونے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہوں جیسے کہ حضرت براءؓ کی طویل حدیث میں ہے کہ جب فرشتے پاک روح نکالتے ہیں تو اسے لے کر ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں گو اس کے بعض راویوں میں کلام ہے لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی شہادت میں حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث بھی ہے جیسا کہ پہلے یہ روایت مسند احمد ترمذی اور ابن ماجہ میں گزر چکی ہے جس کی سند کے راوی ایک جماعت کی شرط کے مطابق ہیں پہلی حدیث بھی مسند ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں ہے ہم نے اس کے الفاظ اور اس کے طرق کا بیسٹ بیان آیت: يَشْكُرُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا (سورہ ابراہیم: ۲۷) کی تفسیر میں کر دیا ہے پھر فرمایا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے اس میں چار قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد وہ دوری ہے جو اسفل السافلین سے عرش معلیٰ تک ہے اور اس طرح عرش کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اور عرش معلیٰ عرش ہے کیونکہ ہم حق کا انکار کر رہے ہیں اور انکار حق کی سزا عذاب ہے گویا کہ کفار یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ جس کا ہم انکار کر رہے ہیں وہ حق ہی نہیں اگر حق ہوتا تو ہمارے مسلسل انکار پر عذاب آجانا چاہئے تھا۔

یا قوت کا ہے جیسے کہ امام ابن ہشیم نے اپنی کتاب صفت العرش میں ذکر کیا ہے ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کی انتہا نیچے زمین سے سال کی ہے اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے یعنی آسمان سے زمین تک اور زمین سے آسمان تک ایک دن میں جو ایک ہزار سال کے برابر ہے اس لئے کہ زمین و آسمان کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت مجاہد کے قول سے مروی ہے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے نہیں ہے حضرت ابن عباسؓ سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہر زمین کی جسامت پانچ سو سال کے فاصلہ کی ہے اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی دوری ہے تو سات ہزار یہ ہو گئے اسی طرح آسمان تو چودہ ہزار سال یہ ہوئے اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک چھتیس ہزار سال کا فاصلہ ہے یہی معنی ہیں خداوند تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا تب سے لے کر قیامت تک کی اس کے بقا کی آخری مدت پچاس ہزار سال کی ہے چنانچہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کل عمر پچاس ہزار کی ہے اور یہی ایک دن ہے جو اس آیت سے مراد لیا گیا ہے حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی پوری مدت یہی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گزر گئی اور کتنی باقی ہے بجز اللہ تبارک و تعالیٰ کے تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دن وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں فاصلہ کا ہے حضرت محمد بن کعبؒ یہی فرماتے ہیں لیکن یہ قول بہت ہی کمزور ہے چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے حضرت ابن عباسؓ سے یہ سند صحیح مروی ہے حضرت عکرمہؒ بھی یہی فرماتے ہیں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ کافروں پر پچاس ہزار سال کا کردے گا مسند کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ دن تو بہت ہی بڑا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مومن پر اس قدر آسان ہو جائے گا کہ دنیا کی ایک فرض نماز کی ادائیگی میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم ہو گا یہ حدیث ابن جریر میں بھی ہے اس کے دوراوی ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس سے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص گزرا لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ اپنے قبیلے میں سب سے بڑا مالدار ہے آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا کیا واقعہ میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو؟ اس نے کہا ہاں میرے پاس رنگ برنگ کے سینکڑوں اونٹ قسم قسم کے غلام اعلیٰ اعلیٰ درجے کے گھوڑے وغیرہ ہیں حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا دیکھو خبردار ایسا نہ ہو کہ یہ جانور اپنے پاؤں سے تمہیں روندیں اور اپنے سینگوں سے تمہیں ماریں بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ عامری کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اس نے کہا حضرت یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے گا ان کی سختی میں اور ان کی آسانی میں تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک چٹیل لے چوڑے صاف میدان میں چت لٹائے گا اور تمام جانوروں کو موٹا تازہ کر کے حکم کرے گا کہ اسے روندتے ہوئے چلو چنانچہ ایک ایک کر کے اسے کچلتے ہوئے گزریں گے جب آخر والا گزر جائے گا تو اول والا لوٹ کر آجائے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا اسی طرح گائے گھوڑے بکری وغیرہ بھی سینک دار جانور اپنے سینگوں سے بھی اسے مارتے جائیں گے کوئی ان میں سے بے سینگ کا یا ٹوٹے ہوئے سینگ کا نہ ہو گا عامری نے پوچھا اے حضرت ابو ہریرہؓ فرمائیے اونٹوں میں خدا کا حق کیا ہے؟ فرمایا مسکینوں کو سواری کے لئے تحفہ دینا غرباء کے ساتھ سلوک کرنا دودھ پینے کے لئے جانور دینا ان کے نروں کی ضرورت جنہیں مادہ کے لئے ہوا نہیں مانگا ہوا بے قیمت دینا یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں بھی دوسری سند

۱۔ یعنی ان میں واجب زکوٰۃ نہ نکالے گا اور وہ تمام حقوق جو آئندہ صفحہ پر خود راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ فرما رہے ہیں۔

سے مذکور ہے مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ جو سونے چاندی کے خزانے والا اس کا حق ادا نہ کرے گا اس کا سونا چاندی تختیوں کی صورت میں بنایا جائے گا اور جہنم کی آگ میں تپا کر اس کی پیشانی کروٹ اور پیٹھ داغی جائے گی یہاں تک کہ خداوند تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے کر لے اس دن میں جس کی مقدار تمہاری کنتی سے پچاس ہزار سال کی ہوگی پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا پھر آگے بکریوں اور اونٹوں کا بیان ہے جیسے کہ اوپر گزرا اور یہ بھی بیان ہے کہ گھوڑے تین قسم کے لوگوں کے لئے ہیں ایک قسم کے تو اجر دلانے والے دوسرے قسم کے پردہ پوشی کرنے والے تیسری قسم کے بوجھ ڈھونے والے یہ حدیث پوری پوری صحیح مسلم شریف میں بھی ہے ان راویوں کے پورا بیان کرنے کی اور ان کی سندوں اور الفاظ کے تمام تر نقل کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتاب الزکوٰۃ ہے یہاں ان کے بیان کرنے کی ہماری غرض صرف ان الفاظ سے ہے کہ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ دن کیا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال کی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ دن کیا جو پچاس ہزار سال کا ہے؟ اس نے کہا حضرت میں تو خود دریافت کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا سنو یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی کو ان کی حقیقت کا بخوبی علم ہے میں تو باوجود نہ جاننے کے کتاب اللہ میں کچھ کہنا مکروہ جانتا ہوں پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنی قوم کے جھٹلانے پر اور عذاب کے مانگنے کی جلدی پر جسے وہ اپنے نزدیک نہ آنے والا جانتے ہیں صبر و تحمل کرو جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا..... (سورہ شوریٰ: ۱۸) یعنی بے ایمان تو قیامت کے جلد آنے کی تمنائیں کرتے ہیں اور ایمان دار اس کے آنے کو حق جان کر اس سے ڈر رہے ہیں اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یہ تو اسے دور جان رہے ہیں بلکہ محال اور واقع نہ ہونے والا مانتے ہیں لیکن ہم اسے قریب ہی دیکھ رہے ہیں یعنی مومن تو اس کا آنا حق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب آیا ہی چاہتا ہے نہ جانیں کس قیامت قائم ہو جائے اور کب عذاب آپڑیں کیونکہ اس کے صحیح وقت کو تو بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا پس ہر وہ یز جس کے آنے اور ہونے میں کوئی شک نہیں اس کا آنا قریب ہی سمجھا جاتا ہے اور اس کے واقع ہونے کا ہر وقت کھٹکا ہی رہتا ہے۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۖ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۖ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۖ يُبْصَرُونَ هُمْ يَوْمَ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ بِبَنِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۖ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۖ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۖ كَلَّا إِنَّهَا لَأُظْلَىٰ ۖ نَزَاعَةٌ لِّلشَّوْىِ ۖ تَدْعُو أَمْراً أَدْبَرُوا تَوَلَّى ۖ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۖ

وہ عذاب اس دن واقع ہوگا جس دن کہ آسمان تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا اور (اس روز) پہاڑ رنگین اون کی طرح (جو کہ دھنی ہوئی ہو) ہو جائیں گے (یعنی اڑتے پھریں گے اور اس دن) کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجود یکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی

دیئے جائیں گے (اور اس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹیوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دے دے پھر یہ (فدیہ میں دینا) اس کو (عذاب سے) بچالے یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دے گی اور وہ اس شخص کو خود بلائے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیر لی ہوگی اور اطاعت سے بے رخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا اٹھا رکھا ہوگا ○

قیامت کی ہولناکیاں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس عذاب کو یہ طلب کر رہے ہیں وہ عذاب ان طلب کرنے والے کافروں پر اس دن آئے گا جس دن آسمان مثل مہل کے ہو جائے گا یعنی زیتون کے تیل کی تلچٹ جیسا ہو جائے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں جیسی دھنی ہوئے روئی یہی فرمان اور جگہ ہے: وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (سورہ قارعہ: ۵) پھر فرماتا ہے کہ کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے قریبی رشتہ دار سے کچھ معلوم تک نہ کرے گا حالانکہ ایک دوسرے کو بری حالت میں دیکھ رہے ہوں گے لیکن خود ایسے مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا حال پوچھنے کا بھی ہوش نہیں رہے گا سب اپنی ہی فکر میں پڑے رہیں گے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھے گا پہچانے گا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا جیسے اور جگہ ہے: لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (سورہ ہس: ۳۷) یعنی ہر ایک شخص اپنے ایسے مشغلے میں لگا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہ دے گا اور جگہ فرمان ہے کہ لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کو اور اولاد اپنے ماں باپ کو کچھ کام نہ آئے گی ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ گو قریب دار ہوں لیکن کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور جگہ فرمان ہے: فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ (سورہ مومنون: ۱۰۱) یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ٹاٹے اور ایک دوسرے کی غمخواری ختم ہو جائے گی ایک اور فرمان ہے: يَوْمَ يَقُومُ الْمَرْءُ (سورہ ہس: ۳۴) یعنی اس دن انسان اپنے بھائی سے ماں باپ سے بیوی اور فرزند سے بھاگتا پھرے گا ہر شخص اپنی پریشانیوں کی وجہ سے دوسرے سے غافل ہوگا یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار چاہے گا کہ اپنی اولاد کو اپنے فدیہ میں دے کر جہنم سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے رشتہ دار کنبہ کو اور اپنے خاندان اور قبیلہ کو بلکہ چاہے تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسے آزاد کر دیا جائے آہ کیا ہی دلگداز منظر ہے کہ اپنے کلجے کے ٹکڑوں کو اپنی شاخوں اور اپنی جڑوں کو اور سب کے سب کو آج فدا کرنے پر تیار ہے تاکہ خود بچ جائے فیصلہ کے ایک معنی مال بھی کئے گئے ہیں غرض کہ تمام تر محبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے فدیہ کے طور پر دینے میں رضامند ہوگا لیکن کوئی چیز کام نہ آئے گی کوئی بدلہ کوئی فدیہ قبول نہ ہوگا کوئی عوض اور کوئی معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا بلکہ اس آگ کے عذابوں میں ڈال دیا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز شعلے پھینکنے والی سخت بھڑکنے والی ہے جو سر کی کھال تک جھلسا کر کھینچ لاتی ہے بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پلپلی کر دیتی ہے ہڈیوں کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے رگ پٹھے کھینچنے لگتے ہیں پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں چہرہ بگڑ جاتا ہے ہر ہر عضو بگڑ جاتا ہے چیخ و پکار کرتا رہتا ہے ہڈیوں کا چورا چورا کرتی رہتی ہے کھالیں جلانی جاتی ہیں یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنہوں نے دنیا میں بدکاریاں اور خدا کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے پھر جس طرح پرند جانور دانہ چکاتا ہے اسی طرح میدان محشر میں سے ایسے بدکردار لوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر جن لیتی ہے اب ان کی بد اعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے یہ مال کو جمع کرنے والے اور سر بلند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مال خرچ کرنے سے گریز کرتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے حدیث شریف میں ہے کہ سمیٹ سمیٹ کر سینت سینت کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے روک

لے گا حضرت عبداللہ بن حکیمؓ تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ ہی نہ بند کرتے تھے امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم اللہ تعالیٰ کی وعید سن رہا ہے پھر مال سینٹا جا رہا ہے حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ مال کو جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا اور فرمان خدا ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۖ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۖ
إِلَّا الْمُصْلِينَ ۚ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۚ ۝ وَالَّذِينَ فِي
أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۚ ۝ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۚ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ
بِیَوْمِ الدِّينِ ۚ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ۚ ۝ إِنَّ عَذَابَ
رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُومٍ ۚ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۚ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۚ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۚ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ ۚ ۝ وَالَّذِينَ
هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ۚ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۚ ۝
أُولَٰئِكَ فِي جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ ۚ ۝

انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے (یعنی) جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (حد اباحت سے زیادہ) جزع فزع کرتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو (حقوق ضروریہ سے) بخل کرنے لگتا ہے مکروہ نمازی (یعنی مومن) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں اور جن لوگوں کے مالوں میں سوا لی اور بے سوا لی سب کا حق ہے اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں (اور) واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں (یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور جو اپنی شرمگاہوں کو حرام سے محفوظ رکھنے والی ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی (شرعی لونڈیوں سے حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلب گار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) ایسے لوگ بہشتوں عزت سے داخل ہوں گے ○

انسان کی جلد بازی:

یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ بڑا ہی بے صبر ہے مصیبت کے وقت تو گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے دیوانہ ہو جاتا ہے گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہیں رہی اور راحت کے وقت بخیل کنجوس بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بھی نہیں دیتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بدترین چیز انسان میں بخل اور اعلیٰ درجہ کی کنجوسی ہے (ابوداؤد) پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ الگ دور ہیں جن پر خاص فضل الہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے جن کی صفتیں یہ ہیں کہ وہ پورے نمازی ہیں وقتوں کی نگہبانی کرنے والے واجبات نماز کو اچھی طرح بجالانے والے سکون اطمینان اور خشوع خضوع سے پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے والے ہیں جیسے فرمایا: **قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ.....** (سورہ مومنون: ۱) ان ایمان داروں نے نجات پالی جو اپنی نماز خوف خدا سے ادا کرتے ہیں ٹھہرے ہوئے بے حرکت کے پانی کو بھی عرب مآء دائم کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطمینان واجب ہے جو شخص اپنے رکوع سجدے پوری طرح ٹھہر کر با اطمینان ادا نہیں کرتا وہ اپنی نماز پر دائم نہیں کیونکہ وہ نہ سکون کرتا ہے نہ اطمینان بلکہ کوئے کی طرح ٹھونگیں مار لیتا ہے اس کی نماز اسے اسے نجات نہیں دلوائے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر نیک عمل پر مداومت اور ہمیشگی کرنا ہے جیسے نبی علیہ صلوٰات اللہ کا فرمان ہے کہ خدا کو سب سے پسند وہ عمل ہے جس پر مداومت کی جائے گو کم ہو خود حضور علیہ السلام کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جس کام کو کرتے اس پر مداومت فرماتے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ حضرت دانیالؑ پیغمبر نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسی نماز پڑھے گی کہ اگر قوم نوح ایسی نماز پڑھتی تو نہ ڈوبتی اور اگر قوم عاد کی ایسی نماز ہوتی تو ان پر بے برکتی کی ہوائیں نہ بھیجی جاتیں اور اگر قوم ثمود کی نماز ایسی ہوتی تو انہیں چیخ سے ہلاک نہ کیا جاتا پس اے لوگو نماز کو اچھی طرح پابندی سے پڑھا کرو مومن کا یہ زیور اور اس کا بہترین خلق ہے پھر فرماتا ہے کہ ان کے مالوں میں حاجتمندوں کا بھی مقررہ حصہ ہے: **مَسَافِلٍ أَوْ مَحْجُورٍ** (سورہ ذاریات: ۱۹) کی پوری تفسیر سورہ ذاریات میں گزر چکی ہے یہ لوگ حساب اور جزا کے دن پر بھی یقین کامل اور پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اسی وجہ سے وہ اعمال کرتے ہیں جن سے ثواب پائیں اور عذاب سے چھوٹیں پھر ان کی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے اور خوف کھانے والے ہیں جس عذاب سے کوئی عقل مند انسان بے خوف نہیں رہ سکتا ہاں جسے خدا امن دے اور یہ لوگ اپنی شرم گاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں جہاں خدا کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں سو اس میں ان پر کوئی ملامت اور اعتراض نہیں لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا کسی طرح اپنی شہوت رانی کرے وہ یقیناً حدود خدا سے تجاوز کرنے والا ہے ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر: **قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ** میں گزر چکی ہے یہاں دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں یہ لوگ امانت کے ادا کرنے والے وعدوں اور قول کو پورا کرنے والے اور اچھی طرح نباہنے والے ہیں نہ خیانت کرتے ہیں نہ بد عہدی اور وعدہ شکنی کرتے ہیں یہ سب صفتیں مومنوں کی ہیں اور ان کے خلاف عمل کرنے والا منافق ہے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ منافق کی تین خصلتیں ہیں ایک جب کبھی بات کرے تو جھوٹ بولے دوسرے جب کبھی وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور تیسرے یہ بات کہ جب امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے اور ایک روایت میں ہے

۱۔ لیکن اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا تاہم احادیث میں بے رغبتی اور التفاتی سے نماز پڑھنے پر شدید وعید آئی ہے روایت غالباً واعظانہ ہے جس میں اصلیت کم اور ترغیب و ترہیب کا مضمون زیادہ ہوتا ہے۔

۲۔ مثلاً مشت زنی جلق لواطت یا تہذیب جدید کی زنجیری جیسی تسکین وغیرہ۔

جب کبھی عہد کرے تو اسے توڑ دے اور جب جھگڑے تو گالیاں دے یہ اپنی شہادتوں کے بھی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی نہ اس میں کمی کرتے ہیں نہ زیادتی نہ شہادت دینے سے بھاگتے ہیں نہ اسے چھپاتے ہیں جو چھپالے وہ دل کا گنہگار ہے پھر فرمایا کہ وہ اپنی نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ارکان اور واجبات اور مستحبات پوری طرح بجالا کر نماز پڑھتے ہیں یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا اور ختم بھی اسی پر کیا اس سے معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرافت اور فضیلت والی چیز بھی یہی ہے اس کا ادا کرنا سخت ضروری ہے اور اس کا بندوبست نہایت ہی تاکید والا ہے: **قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ** میں بھی ٹھیک اسی طرح بیان ہوا ہے اور وہاں اوصاف کے بعد بیان فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث فردوس ہیں اور یہاں فرمایا کہ یہی لوگ جنتی ہیں اور وہاں قسم قسم کی لذتوں اور خوشبوؤں سے عزت و اقبال کے ساتھ مسرور محفوظ ہوں گے۔

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ۝ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝^{۱۷}
أَيُطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝^{۱۸} **كَلَّا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ**
مِمَّا يَعْلَمُونَ ۝^{۱۹} **فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ۝^{۲۰}**
عَلَى أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝^{۲۱} **فَذَرْهُمْ يُخَوْضُوا**
وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝^{۲۲} **يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ**
سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝^{۲۳} **خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهُقُهُمْ ذُلَّةٌ ۝^{۲۴}** **ذَلِكَ**
الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝^{۲۵}

تو کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ (ان مضامین کی تکذیب کرنے کے لئے) آپ کی طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑے آرہے ہیں کیا ان میں ہر شخص ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کر لیا جائے گا یہ ہرگز نہ ہوگا ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا جس کی ان کو خبر بھی ہے پھر (دوسرے طور پر وقوع قیامت کے لئے) میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ (دنیا ہی میں) ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں (یعنی پیدا کر دیں) اور ہم (اس سے) عاجز نہیں ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی (بس) یہ ہے کہ ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (جو کہ اب واقع

ہوا) ○

قادر و توانا:

اللہ تعالیٰ عزوجل ان کافروں کے متعلق کہہ رہا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھے خود آپ کو وہ دیکھ رہے تھے اور آپ جو ہدایت لے کر آئے تھے وہ ان کے سامنے تھی اور یہ آپ کے کھلے معجزے بھی اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ جاتے تھے اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کتر جاتے تھے یہ مضمون ایک اور جگہ ہے: **فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ** یہ نصیحت سے منہ پھیر کر ان گدھوں کی طرح جو شیر سے بھاگ رہے ہوں؟ یہاں بھی اسی طرح فرمایا کہ ان کفار کو کیا ہو گیا یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں؟ کیوں دائیں بائیں سرکتے جا رہے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے خواہش نفس پر عمل کرنے والے کے حق میں یہی فرمایا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف ہوتے ہیں اور آپس میں بھی مختلف ہوتے ہیں ہاں کتاب اللہ کی مخالفت میں سب متفق ہوتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت عوفی مروی ہے کہ وہ ٹولیاں ہو کر بے پروائی کے ساتھ دائیں بائیں ہو کر تجھے مذاق سے گھورتے ہیں حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ یعنی دائیں بائیں الگ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا؟ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ دائیں ٹولیاں ٹولیاں ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور گرد پھرتے رہتے ہیں نہ کتاب اللہ کی تمنا ہے نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورت میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ (احمد) ابن جریر میں اور سند سے بھی منقول ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا ان کی آرزو ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا ہرگز نہ ہوگا یعنی جب ان کی حالت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دائیں بائیں کتر جاتے ہیں پھر ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہو سکتی بلکہ وہ جہنمی گروہ ہے اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہو رہا ہے کہ جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا ہے جیسے اور جگہ ہے: **الَّذِي نَخْلُقُكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ** (سورہ مرسلات: ۲۰) کیا ہم تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ ارشاد ہے: **فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ** (سورہ طارق: ۵) انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے نکلتا ہے یقیناً وہ خدا جس نے اس کو پیدا کیا اس کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن پوشیدہ گیاں کھل پڑیں گی اور کوئی طاقت نہ ہوگی نہ مددگار پس یہاں بھی فرماتا ہے مجھے قسم اس کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور مشرق و مغرب متعین کی اور ستاروں کے چھپے اور ظاہر ہونے کی جگہیں متعین کیں مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! جیسا تمہارا گمان ہے ویسا معاملہ نہیں کہ نہ حساب کتاب ہوگا نہ حشر نشر ہوگا بلکہ یہ سب یقیناً ہونے والی چیزیں ہیں اسی لئے قسم سے ان باطل خیال کی تکذیب کی اور اسے اس طرح ثابت کیا کہ اپنی قدرت کاملہ کے مختلف نمونے ان کے سامنے پیش کئے مثلاً آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش اور ان میں حیوانات اور جمادات اور مختلف قسم کی مخلوق کی موجودگی جیسے اور جگہ ہے: **لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** (سورہ مومن: ۵۷) یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں مطلب یہ ہے کہ جب بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے پیدا کرنے پر کیوں قادر نہ ہو جیسے اور جگہ ہے: **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْزُبْ عَنْهُنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** (سورہ احقاف: ۳۳) یعنی کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں عاجز نہ ہوا کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟

بے شک وہ قادر ہے اور ایک اسی پر کیا ہر چیز پر اسے قدرت حاصل ہے اور جگہ ارشاد ہے: **أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مَا يَشَاءُ**..... یعنی کیا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ان جیسا پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں ہے اور وہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے وہ جس چیز کا ارادہ کرے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتی ہے یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی قسم ہم ان کے ان جسموں کو جیسے یہ اب ہیں اس سے بھی بہتر صورت میں بدل ڈالنے پر پورے پورے قادر ہیں کوئی چیز کوئی شخص اور کوئی کام ہمیں عاجز اور در ماندہ نہیں کر سکتا جیسا کہ ارشاد ہے: **أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ لَنْ تَجْمَعَ**..... (سورہ قیامہ: ۳) کیا کسی شخص کا یہ گمان ہے کہ ہم ہڈیاں نہ جمع کر سکیں گے؟ غلط گمان ہے بلکہ ہم تو اس کی پور پور جمع کر کے ٹھیک ٹھاک بنادیں گے اور جگہ فرمایا: **نَحْنُ قَادِرُونَ عَلَىٰ أَنْ يُعِيدُوا جَسَدَهُمْ**..... (سورہ واقعہ: ۶) ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کر دی ہے اور اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تم جیسوں کو بدل ہی ڈالیں اور تمہیں اس نئی پیدائش میں پیدا کر دیں جسے تم جانتے بھی نہیں پس ایک مطلب تو آیت مندرجہ بالا کا یہ ہے دوسرا مطلب امام ابن جریر نے یہ بھی بتایا ہے کہ ہم اس امر پر قادر ہیں کہ تمہارے بدلے ایسے لوگ پیدا کر دیں جو ہمارے مطیع اور فرمانبردار ہوں اور ہماری نافرمانیوں سے رکے رہنے والے ہوں جیسے اور جگہ ہے: **وَأَنْ تَتَوَكَّلُوا**..... (سورہ محمد: ۳۸) یعنی اگر تم نے منہ موڑا تو خدا تعالیٰ تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا اور وہ تم جیسی نہ ہوگی لیکن پہلا مطلب دوسری آیتوں کی صاف دلالت کی وجہ سے صاف زیادہ ظاہر ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ پھر فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے جھٹلانے اور کفر کرنے اور سرکشی میں پڑھنے میں ہی چھوڑ دو جس کا وبال ان پر اس دن آئے گا جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے جس دن خداوند تعالیٰ انہیں بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں انہیں حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بت یا علم کو یا تھان اور چلے کو چھونے اور ڈنڈوت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں مارے شرم کے اور ندامت کے نگاہیں زمین پر گڑی ہوں گی اور چہروں پر پھٹکار پڑی ہوگی یہ ہے دنیا میں خدا کی اطاعت سے سرکشی کرنے کا نتیجہ اور یہ ہے وہ دن جس کے ہونے کو آج محال جانتے ہیں اور ہنسی مذاق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اور کلام خدا کی حقارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت کیوں قائم نہیں ہوتی؟ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟

تفسیر سورہ نوح مکہ

سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثِنثَانِ عَشْرٌ وَآيَاتُهَا ثَمَانِيَةٌ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ آيَاتٍ ۲۸:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۚ إِنَّ أَعْبُدُ وَاللَّهِ وَأَتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا ۚ

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ

إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾

ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو (وہاں کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار) کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک (بلا عتوبت) مہلت دے گا اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (ہے) جب (وہ) آئے گا تو ٹلے گا نہیں کیا خوب ہوتا کہ تم (ان باتوں کو) سمجھتے ○

خدا تعالیٰ کا مقدس انسان ہجوم خلاق میں:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کر لیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے لگیں گے تو عذاب خدا ان سے اٹھ جائیں گے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ پیغام اپنی امت کو پہنچایا اور صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں آگاہ کئے دیتا ہوں میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا ڈر اور اس کی عبادت اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں جو کام تمہارے رب نے تم پر حرام کئے ہیں ان سے بچو گناہ کے کاموں سے الگ رہو جو کچھ کہوں بجالاؤ جس سے روکوں رک جاؤ میری رسالت کی تصدیق کرو تو خدا تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا: يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ میں لفظ من یہاں زائد ہے اثبات کے موقع پر بھی کبھی لفظ من زائد آجاتا ہے جیسے عرب کے مقولے قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ میں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عن کے معنی میں ہو بلکہ ابن جریر تو اسی کو پسند فرماتے ہیں اور یہ قول بھی ہے کہ من تعیض کے لئے ہے یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرما دے گا یعنی وہ گناہ جن پر سزا کا وعدہ ہے اور بڑے بڑے گناہ ہیں اگر تم نے یہ تینوں کام کئے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جن عذابوں سے وہ تمہیں اب تمہاری خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعت خدا اور نیکی سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے ۲ حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی سے عمر بڑھ جاتی ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کر لو کہ خدا کا عذاب آجائے اس لئے کہ جب وہ آجاتا ہے پھر نہ اسے کوئی ہٹا سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے اس خدائے اعظم و اکبر کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اس کی عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۖ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا

۱۔ نبی علیہ السلام کی اطاعت خدا تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے اس کی اطاعت سے جدا اور علیحدہ کوئی چیز نہیں۔

۲۔ کیونکہ میں وہی کہوں گا جو خدا تعالیٰ پسندیدہ اور اس کا منتخب ہو۔

۳۔ یعنی تقدیر میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس کی عمر اتنی زیادہ اس کی نیکیوں کی وجہ سے ہوگی گویا کہ تقدیر سے باہر کوئی چیز نہیں۔

فَرَارًا ۖ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ
وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۖ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ
جِهَارًا ۖ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۖ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا
رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۖ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۖ وَيُمْدِدْكُمْ
بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۖ مَا لَكُمْ
لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۖ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۖ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ
اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۖ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ
الشَّمْسَ سِرَاجًا ۖ وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۖ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ
فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۖ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۖ لَتَسْلُكُوا
مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۖ

(جب مدت ہائے دراز تک ان نصائح کا کچھ اثر نہ ہوا تو قوم پر تو نوح علیہ السلام نے (حق تعالیٰ سے) دعا کی اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی (دین کی حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے اور (وہ بھاگنا یہ ہوا کہ) میں نے جب کبھی ان کو دین حق کی طرف بلایا تا کہ (ان کے ایمان کے سبب) آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تا کہ حق بات کو سنیں ہی نہ) اور (نیز زیادتی کراہت سے) اپنے پکڑے اپنے اوپر لپیٹ لئے اور اصرار کیا اور (میری اطاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا پھر (بھی) میں نے ان کو با آواز بلند بلایا پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) اعلانیہ بھی سمجھایا اور بالکل خفیہ بھی سمجھایا اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا (میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو (ورنہ شرک نہ کرتے) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور (کی چیز) بنایا اور سورج کو (مثل) چراغ (روشن کے) بنایا اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص

طور سے پیدا کیا پھر تم کو (بعد مرگ) زمین ہی میں لے جائے گا اور (قیامت میں پھر اسی زمین سے) تم کو باہر لے آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا تاکہ تم اس کے کھلے رستوں میں چلو ○

ایک ہزار سالہ مسلسل تبلیغ:

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ساڑھے نو سو سال تک کی لمبی مدت میں کس کس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو رشد و ہدایت کی طرف بلایا قوم نے کس طرح اعراض کیا اور کیا کیا تکلیفیں خدا تعالیٰ کے اس بزرگ پیغمبر کو پہنچائیں اور اپنی ضد پراڑ گئے حضرت نوح علیہ السلام بطور شکایت کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ خدایا میں نے تیرے حکم کی پوری طرح تعمیل کی تیرے فرمان عالی شان کے مطابق نہ دن کو دن سمجھانہ رات کو رات بلکہ ہر وقت انہیں راہ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن اسے کیا کروں کہ جس دل سوزی سے میں انہیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے حق سے روگردانی کرتے رہے یہاں تک ہوا کہ میں نے ان سے کہا کہ آؤ رب تعالیٰ کی سنو تاکہ رب بھی تمہیں بخشے لیکن انہوں نے میرے ان الفاظ کا سننا بھی گوارہ نہ کیا کان بند کر لئے یہی حال کفار قریش کا تھا کہ کلام اللہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے جیسے ارشاد ہے: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُونَ (سورہ فصلت: ۲۶) یعنی کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جاتا ہو تو شور و غل کرو تاکہ تم غالب رہو قوم نوح علیہ السلام نے جہاں اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں وہاں اپنے منہ بھی کپڑوں سے چھپا لئے تاکہ وہ پہچانے بھی نہ جائیں اور نہ کچھ سنیں اپنے شرک و کفر پر ضد کے ساتھ مصر ہو گئے اور اتباع حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس سے بے پروائی کی اور اسے حقیر جان کر تکبر سے پشت پھیر لی حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کے مجمع میں بھی میں نے انہیں کہا سنا با آواز بلند بھی ان کے کان کھول دیئے اور بسا اوقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا غرض کہ تمام طریقے اختیار کر لئے کہ یوں نہیں یوں سمجھ جائیں اور یوں نہیں تو یوں راہ راست پر آجائیں میں نے ان سے کہا کہ کم از کم تم اپنی بدکاریوں سے توبہ ہی کر لو وہ غفار ہے ہر جھکنے والے کی طرف توجہ فرماتا ہے اور خواہ اس سے کیسے ہی بدتر سے بدتر اعمال سرزد ہوئے ہوں ایک آن میں معاف فرما دیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی وہ تمہیں تمہارے استغفار کی وجہ سے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور درد و دکھ سے بچا لے گا وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا یہ یاد رہے کہ قحط سالی کے موقع پر جب نماز استسقاء کے لئے مسلمان نکلیں تو مستحب ہے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھیں اس کی ایک دلیل تو یہی ہے دوسرے امیر المؤمنین حضرت عمر کا فعل بھی یہی ہے آپ سے نقل ہے کہ بارش مانگنے کے لئے جب آپ نکلے تو منبر پر چڑھ کر آپ نے استغفار کیا اور استغفار والی آیتوں کی تلاوت کی جن میں ایک آیت یہ بھی تھی پھر فرمانے لگے کہ بارش کو میں نے بارش کی تمام راہوں سے جو آسمان میں ہیں طلب کر لیا ہے یعنی وہ احکام ادا کئے ہیں جن سے خدا بارش نازل فرمایا کرتا ہے حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے میری قوم کے لوگو اگر تم استغفار کرو گے تو بارش کے ساتھ ہی ساتھ رزق کی برکت بھی تمہیں ملے گی زمین و آسمان کی برکتوں سے تم مالا مال ہو جاؤ گے کھیتیاں خوب ہوں گی جانوروں کے تھن دودھ سے پر رہیں گے مال و اولاد میں ترقی ہوگی قسم قسم کے پھلوں سے لدے پھندے باغات تمہیں ملیں گے جن کے درمیان ہر طرف صاف اور بابرکت پانی کی ریل پیل ہوگی ہر طرف نہریں اور دریا جاری ہو جائیں گے اس طرح رغبتیں دلا کر پھر ذرا خوف زدہ بھی

اس سے معلوم ہوا کہ اطاعت و عبادت دنیا میں بھی راحت و آسودگی کا غالب باعث ہوتی ہے لیکن یہ کوئی کلیہ نہیں جس کے خلاف ہی نہ ہو بعض خدا تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ بندے دنیاوی زندگی میں سخت پریشانیاں اٹھاتے ہیں جیسا کہ خود حضرات انبیاء علیہم السلام اور کافر دنیا میں مزے اڑاتے ہیں بہر حال خدا تعالیٰ اپنی مصلحت و علم کے مطابق بندوں کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ خاصان خدا کو پریشانوں میں قلبی اطمینان حاصل رہتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی راحت نہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِي (۲۹)

منزل ۷

کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم خدا کی عظمت کے قائل کیوں نہیں ہوتے؟ اس کے عذاب سے بے باک کیوں ہو گئے ہو؟ دیکھتے نہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں کن کن حالات میں کس کس لوٹ پھیر کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ پہلے پانی کو بوند پھر جامد خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اور صورت پھر اور صورت وغیرہ اسی طرح دیکھو کہ اس نے ایک پر ایک اس طرح آسمان پیدا کئے خواہ وہ صرف سننے سے ہی معلوم ہوئے ہوں یا ان وجوہ سے معلوم ہوئے ہوں جو محسوس ہیں جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف (گہن) سے سمجھی جاسکتی ہیں جیسے کہ اس علم والوں کا بیان ہے^۱ گو اس میں بھی ان کا سخت تر اختلاف ہے کہ کواکب چلنے پھرنے والے بڑے بڑے سات ہیں ایک ایک کو بے نور کر دیتا ہے سب سے قریب آسمان دنیا میں تو چاند ہے جو دوسروں کو ماند کئے ہوئے ہے اور دوسرے آسمان پر عطار دے تیسرے آسمان پر زہرہ ہے چوتھے آسمان پر سورج ہے پانچویں آسمان پر مریخ ہے چھٹے آسمان میں مشتری ہے ساتویں آسمان میں زحل ہے اور باقی کواکب جو ثوابت ہیں وہ آٹھویں آسمان میں ہیں جس کا نام یہ لوگ فلک ثوابت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو شروع والے ہیں وہ اسے کرسی کہتے ہیں اور نواں فلک ان کے اطلس اور اثیر ہے جس کی حرکت ان کے خیال میں اور افلاک کی حرکت کے خلاف ہے اس لئے کہ دراصل اس کی حرکت اور حرکتوں کا مبداء ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے اور باقی سب آسمان مشرق سے مغرب کی طرف اور انہی کے ساتھ کواکب بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں لیکن سیاروں کی حرکت افلاک کی حرکت کے بالکل برعکس ہے وہ سب مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ان میں کا ہر ایک اپنے آسمان کا چکر خدا تعالیٰ کی تعیین کے مطابق کرتا ہے چاند تو ہر ماہ میں ایک بار سورج ہر سال میں ایک بار زحل ہر تیس سال میں ایک مرتبہ مدت کی یہ کمی بیشی باعتبار آسمان کی چوڑائی لمبائی کے ہے ورنہ سب کی حرکت سرعت میں بالکل مناسبت رکھتی ہے یہ خلاصہ ان کی تمام تر باتوں کا جس میں ان میں آپس میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے نہ ہم اسے یہاں ذکر کرنا چاہتے ہیں نہ اس کی تحقیق تفتیش سے اس وقت کوئی غرض ہے مقصد صرف اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور وہ اوپر تلے ہیں پھر ان میں سورج چاند کو پیدا کیا دونوں کی روشنی اور اجالا الگ الگ ہے جس سے دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے پھر چاند کی مقررہ منزلیں اور بروج ہیں پھر اس کی روشنی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالکل چھپ جاتا ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے مہینے اور سال معلوم ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے: **هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ وَضِيَاءً.....** (سورہ یونس: ۵) خدا وہ ہے جس نے سورج چاند خوب روشن اور چمکدار بنائے اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تمہیں سال اور حساب معلوم ہو جائیں ان کی پیدائش حق ہی کے ساتھ ہے عالموں کے سامنے قدرت خدا کے یہ نمونے الگ الگ موجود ہیں پھر فرمایا خدا تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اگایا ہے اس تعبیر نے مضمون کو بے حد لطیف کر دیا پھر تمہیں مار ڈالنے کے بعد اسی میں لوٹا لے جائے گا پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں نکالے گا جیسے اول دفعہ پیدا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے فرش راہ بنادیا اور وہ ہلے جلے نہیں اس لئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے اسی زمین کے کشادہ راستوں پر تم چلتے پھرتے ہو اسی پر رہتے سہتے ہو ادھر سے ادھر جاتے آتے ہو غرض حضرت نوح علیہ السلام کی یہ ہے کہ عظمت خدا اور قدرت خدا کے نمونے اپنی قوم کے سامنے رکھ کر انہیں آمادہ کر رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی برکتوں کے دینے والے ہر چیز کے پیدا کرنے والے عالی شان رکھنے والے رازق خالق خدا کا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اسی کی عبادت کرو اس کا لحاظ رکھو اور اس کے کہنے سے اس کے سچے نبی کی راہ اختیار کرو تمہیں چاہئے کہ صرف اسی کی عبادت کرو کسی اور کو معبود برحق نہ جانو اس جیسا اس کا شریک اس کا سا جیسا اس کا مثل کسی کو نہ جانو

۱۔ جدید علم ہیئت کے یکسر مختلف حقائق کا نتیجہ کچھ مختلف نہیں۔

اے جو رو جاتے سے بیٹوں پوتوں وزیرو مشیر سے عدیل و نظیر سے پاک جانو اسی کو بلند و بالا اور عظیم و اعلیٰ جانو۔

قَالَ نُوحٌ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوْا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوْلَدُهُ اِلَّا خَسَارًا ۝۲۱ وَمَكْرُوْا مَكْرًا كُبٰرًا ۝۲۲ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا ۝۲۳ وَلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝۲۴ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۝۲۵ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝۲۶

(اور یہ بہ نسبت حکایت عرض کر کے) نوح علیہ السلام نے (یہ) کہا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا اور (انہوں نے جن کا اتباع کیا ہے وہ ایسے ہیں کہ) جنہوں نے (حق مٹانے میں) بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو چھوڑنا اور ان (رئیس) لوگوں نے بہتوں کو (بہکا بہکا کر) گمراہ کر دیا اور اب (آپ) ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھادیتے ہیں ○

قوم کی سرکشی اور خدا کے پیغمبر علیہ السلام کے تاثرات:

حضرت نوح نبی علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کے لئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا ہاں اپنے مالداروں اور عیش پرستوں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال و اولاد کے پیچھے مست تھے گوئی الواقع وہ مال و اولاد بھی ان کے لئے سراسر وبال جان تھی کیونکہ ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے اور خدا تعالیٰ کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اترتے جاتے تھے وکدہ کی دوسری قرأت ولدہ بھی ہے اور ان رئیسوں نے جو مال و جاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی کبار کبار دونوں معنی میں کبیر کے ہیں یعنی بہت بڑا قیامت کے دن بھی یہ لوگ یہی کہیں گے کہ تمہارا کام دن رات مکاری سے ہمیں کفر و شرک کا حکم کرنا تھا اور ان بڑوں نے ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہو ہرگز نہ چھوڑنا صحیح بخاری میں ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے بتوں کو کفار عرب نے لے لیا دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب و دو کو پوجتے تھے ہذیل قبیلہ سواع کا پرستار تھا اور قبیلہ مراد اور پھر قبیلہ بنو غطفیف جو صرف کے رہنے والے تھے یہ شہر سبستی کے پاس ہے یغوث کی پوجا کرتے تھے ہمدان قبیلہ یعوق کا پجاری تھا۔ آل ذی کلاع کا قبیلہ حمیر نسر بت کا ماننے والا تھا یہ سب بت قوم نوح کے صالح بزرگ اولیاء اللہ لوگ تھے ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں ان کی کوئی یادگار قائم کریں چنانچہ انہوں نے وہاں نشان بنادئے اور ہر بزرگ کے نام پر انہیں مشہور کیا جب تک یہ لوگ زندہ رہے بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ وہ مردانہ قوت، عشق و محبت کا دیوتا تھا اہل عرب اس سے خاص دلچسپی رکھتے تھے اس کے نام پر اپنی اولاد کا نام دیتے چنانچہ عبدود کا نام خاص طور پر اکثر کا ہوتا سواعا محبوبیت اور جمال کی دیوی تھی اس کی تصویر بھی عورت ہی کی شکل و صورت میں تیار کی گئی تھی یغوث یہ قوت ہسمانی کا دیوتا تھا شیر اور بیل کی شکل میں اس کا بت تیار کیا گیا تھا یعوق یہ دوڑ بھاگ کا دیوتا تھا اس کی صورت گھوڑے کی شکل میں بنائی گئی تھی۔

تب تک تو اس جگہ کی پرستش نہ ہوئی لیکن ان نشانات اور یادگار قائم کرنے والے لوگوں کے مرجانے کے بعد اور علم کے اٹھ جانے کے بعد جو لوگ آئے بوجہ جہالت کے انہوں نے باقاعدہ ان جگہوں کی اور ان ناموں کی پوجا پاٹ شروع کر دی حضرت عکرمہؒ حضرت ضحاکؒ حضرت قتادہؒ حضرت ابن اسحاقؒ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت محمد بن قیسؒ فرماتے ہیں یہ بزرگ عابد اللہ والے اولیاء اللہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے سچے تابع فرمان صالح لوگ تھے جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے جب یہ وفات پا گئے تو ان کے معتقدوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنادیں تو ہمیں عبادت میں خوب دلچسپی رہے گی اور شوق عبادت ان بزرگوں کی صورتیں دیکھ کر بڑھتا رہے گا چنانچہ ایسا ہی کیا جب یہ لوگ بھی ختم ہو گئے اور ان کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انہیں یہ سمجھایا کہ تمہارے بڑے تو ان کی پوجا کرتے رہے اور انہیں سے بارش وغیرہ کی دعا مانگتے تھے چنانچہ انہوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کر دی حاکم ابن عساکرؒ حضرت شیت علیہ السلام کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں ان میں سے جن کی بڑی عمریں ہوئیں ان میں ہابیل قاتل صالح اور عبدالرحمن تھے جن کا پہلا نام عبدالحمارث تھا اور ود تھا جنہیں شیت اور ہمبتہ اللہ بھی کہا جاتا ہے تمام بھائیوں نے سرداری انہی کو دے رکھی تھی ان کی اولاد یہ چاروں تھے یعنی سواع یعقوب اور نسر حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیماری کے وقت ان کی اولاد یعقوب سواع اور نسر تھی وہ ان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک تھا ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جعفرؒ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگوں نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا آپ نے فارغ ہو کر فرمایا سنو وہاں قتل کیا گیا جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی پرستش ہوئی واقعہ یہ ہوا کہ ایک دیندار والی اللہ مسلمان جسے لوگ بہت چاہتے تھے اور بڑے معتقد تھے وہ مر گیا یہ لوگ مجاور بن کر ان کی قبر پر بیٹھ گئے اور رونا پیٹنا اور اسے یاد کرنا شروع کیا اور بڑے بے چین اور مصیبت زدہ ہو گئے ابلیس لعین نے یہ دیکھ کر انسانی صورت میں ان کے پاس آکر ان سے کہا کہ اس بزرگ کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے؟ جو ہر وقت تمہارے سامنے رہے اور تم اسے نہ بھولو سب نے اس رائے کو پسند کیا ابلیس نے اس بزرگ کی تصویر بنا کر ان کے پاس کھڑی کر دی جسے دیکھ دیکھ کر یہ لوگ اسے یاد کرتے تھے اور اس کی عبادت کے تذکرے رہتے تھے جب وہ سب اس میں مشغول ہو گئے تو ابلیس نے کہا کہ تم سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اس لئے یہ بہتر ہے کہ میں اس کی بہت سی تصویریں بنادوں تم انہیں اپنے گھروں میں رکھ لو وہ اس پر بھی راضی ہوئے اور یہ بھی ہو گیا اب تک تصویریں اور یہ بت بطور یادگار کے ہی تھے مگر ان کی دوسری پشت میں جا کر براہ راست ان ہی کی عبادت ہونے لگی اصل واقعہ سب فراموش کر گئے اور اپنے باپ دادوں کو بھی ان کی عبادت کرنے والا سمجھ کر خود بھی بت پرستی میں مشغول ہو گئے ان کا نام ود تھا اور یہی وہ پہلا بت تھا جس کی پرستش خدا کے سوا کی گئی انہوں نے بہت مخلوق کو گمراہ کیا اس وقت سے لے کر اب تک عرب عجم میں خدا کے سوا دوسروں کی پرستش شروع ہو گئی اور مخلوق خدا بہک گئی چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا دیا انہوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے لئے بد دعا کرتے ہیں کیونکہ ان

۱۔ آنکھیں کھول کر پڑھیں اس واقعہ کو ہمارے عقیدت میں گمراہ بھائی واقعہ یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرات علماء کی مسلسل کوششیں ان بدعات کے خلاف جاری نہ رہتیں تو یقیناً کم از کم ہوصغیر میں مسلمانوں کا گمراہ اس حد تک ہو جاتا کچھ بعید نہ تھا۔

۲۔ یہ بد دعا اس وقت کی گئی تھی جب آپ کو وحی کے ذریعے بتا دیا گیا تھا کہ آپ کی قوم ایمان نہیں لائے گی پھر حضرت نوح علیہ السلام کی نظر میں عضو فاسد تھا جس کا جسم سے کاٹنا اور علیحدہ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

کی سرکشی ضد اور عداوت حق خوب ملاحظہ فرما چکے تھے تو کہتے ہیں کہ خدایا انہیں گمراہی میں اور بڑھادے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونوں کے لئے بددعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار ان کے مال تباہ کردے اور ان کے دل سخت کردے انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں چنانچہ نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوتی ہے اور قوم بہ سبب اپنی تکذیب کے غرق کردی جاتی ہے۔

مِمَّا خَطَبَتْهُمْ أَغْرِقُوا فَادْخُلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ

أَنْصَارًا ۚ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝

إِنَّكَ إِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ

اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَ

الْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝

(ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ) اپنے انہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر (بعد غرق کے) دوزخ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کوئی حمایتی بھی میسر نہ ہوئے اور نوح علیہ السلام نے (یہ بھی) کہا کہ اے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ (کیونکہ) اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور (آگے بھی) ان سے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر داخل ہیں ان کو (یعنی اہل و عیال باستثناء وجہ و کنعان) اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور

بڑھائیے ○

خَطَبَتْهُمْ کی دوسری قرأت خطایا ہم بھی ہے فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے ان کی سرکشی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ان کی مخالفت و دشمنی رسول علیہ السلام حد سے گزر گئی تو انہیں پانی میں ڈبو دیا گیا اور یہاں سے آگ کے گڑھے میں دھکیل دیئے گئے اور کوئی نہ کھڑا ہوا جو انہیں ان عذابوں سے بچا سکتا جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم یعنی آج کے دن عذاب خدا سے کوئی نہیں بچا سکتا صرف وہی نجات پائے گا جس پر خدا رحم کرے نوح نبی علیہ السلام ان بد نصیبوں کی اپنے قادر و ذوالجلال کی ڈیوڑھی پر اپنا ماتھا رکھ کر فریاد کرتے ہیں اور اسی مالک سے ان پر آفت و عذاب نازل کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں کہ اب تو ان ناشکروں میں سے خدایا ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ اور یہی ہوا بھی کہ سارے کے سارے غرق کر دیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا سگ بیٹا جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا گاڑے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن وہ پانی تو نہ تھا عذاب الہی تھا وہ تو غضب خدا تھا وہ تو بددعا نوح علیہ السلام تھا اس سے کون بچ سکتا تھا؟ پانی اسے وہیں جالیتا ہے اور وہ اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتا کرتا ڈوب مرتا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر طوفان نوح علیہ السلام میں کسی پر رحم کرنا تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو ابلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہو گئی تھی اور پہاڑ پر چڑھ گئی تھی جب پانی وہاں بھی جا چڑھا تو بچے کو اٹھا کر اپنے موٹے پر بٹھالیا جب پانی وہاں بھی پہنچ گیا تو اس کو سر پر بٹھالیا جب پانی سر تک جا چڑھا تو اپنے بچے کو ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند اٹھالیا لیکن آخر کار پانی وہاں تک پہنچ گیا اور ماں بیٹا ڈوب گئے پس اگر اس دن زمین کے کافروں میں سے کوئی قابل رحم ہوتا تو یہ بھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ بچا سکی یہ حدیث غریب ہے لیکن راوی اس کے سب ثقہ ہیں الغرض روئے زمین کے کافر غرق کر دیئے گئے صرف وہ با ایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھیں اور بحکم خدا حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو سخت ترین تلخ اور دیرینہ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اپنی ناامیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدا یا میری چاہت ہے کہ ان تمام کفار کو برباد کر دیا جائے ان میں سے جو بھی باقی بچ رہے گا وہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اس کی پھیلے گی وہ بھی اسی جیسی بدکار اور کافر دل ہوگی ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے میرے رب مجھے بخش میرے والدین کو بخش اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں آجائے اور ہو بھی وہ با ایمان گھر سے مراد مسجد بھی لی گئی ہے لیکن عام مراد یہی ہے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن ہی کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہ سہہ اور صرف پرہیزگار ہی تیرا کھانا کھائیں یہ حدیث ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ صرف اسی اسناد سے یہ حدیث معروف ہے پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام ایماندار مردوں اور عورتوں کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دعا میں دوسرے مومنوں کو بھی شامل رکھے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی افتد ابھی ہو اور ان حدیثوں پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں ہیں اور وہ دعائیں بھی آجائیں جو منقول ہیں پھر دعا کے خاتمہ پر کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ان کافروں کو تو تباہی بربادی ہلاکت اور نقصان میں ہی بڑھا تارہ دنیا و آخرت میں وہ برباد ہی رہیں۔

تفسیر سورہ جن مکہ

سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ مِّنْ ثَمَانٍ وَعِشْرِينَ آيَةً وَفِيهَا مَقَامَاتُ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۲۸:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ ۝ فَامْتَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝ وَأَنَّهُ تَعَلَّى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝ وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا ۝ وَأَنَّا

ظَنَنَّا أَنْ لَنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ وَأَنْتَ كَانَ رِجَالُ مِنَ
الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۖ وَأَنْتُمْ ظَنُّوا كَمَا
ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۖ

آپ (ان لوگوں سے) کہنے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم (اب) رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور (انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد اور ہم میں جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے تھے اور ہمارا (پہلے) یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی خدا کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کو پناہ دیا کرتے تھے ان آدمیوں نے ان جنات کی بددماغی اور بڑھادی اور جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی دوبارہ زندہ نہ کرے گا ○

رسول الثقلین ﷺ کی تبلیغی کوشش اور جنات کا قبول اسلام:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو اس واقعہ کی اطلاع دیجئے کہ جنوں نے قرآن کریم سنا اسے سچا مانا اس پر ایمان لائے اور اس کے مطیع بن گئے تو فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کہو میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا اور اپنی قوم میں جا کر خبر کی کہ آج ہم نے عجیب و غریب کتاب سنی جو سچا اور نجات کا راستہ بتلاتی ہے ہم تو اسے مان چکے ناممکن ہے کہ اب ہم خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کریں یہی مضمون ان آیتوں میں گزر چکا ہے: وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ... (سورہ احقاف: ۲۹) یعنی ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف لوٹایا تاکہ وہ قرآن سنیں اور اس کی تفسیر احادیث کی روشنی میں وہیں ہم بیان کر چکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کی قدرت اور اس کا امر بہت بلند و بالا ہے بڑا ذی شان اور ذی عزت ہے اس کی نعمتیں قدرتیں اور مخلوق پر مہربانیاں بہت ہیں اس کی جلالت و عظمت بلند پایہ ہے اس کا جلال و اکرام بہت بڑھا چڑھا ہوا ہے اس کا ذکر بلند رتبہ ہے اس کی شان اعلیٰ ہے ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جد کہتے ہیں باپ کو اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسان میں جد ہوتا ہے تو وہ خدا کی نسبت یہ لفظ نہ کہتے یہ قول گو سندا قوی ہے لیکن اس کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے کہ اس کے کچھ اجزا چھوٹ گئے ہوں واللہ اعلم۔ پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بیوقوف یعنی شیطان خدا پر جھوٹ تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہے جھوٹ بکتا ہے باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن وانس خدا پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا کہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں دراصل خدا تعالیٰ کی ذات اس عیب سے پاک ہے پھر کہتے ہیں کہ جناب کے زیادہ بہکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے ہیں کہ جب کبھی انسان کسی جنگل میں یا دیرانے میں جاتے ہیں تو اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں جیسے کہ

جاہلیت کے زمانہ میں عرب کی عادت تھی کہ جب کبھی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں جس طرح کسی شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لیتے تاکہ شہر کے اور دشمن لوگ انہیں ایذا نہ دیں جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی اور انہوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کر دیا اور انہیں طرح طرح سے ستانے لگے دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا تو وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں یا ہماری اولاد و مال کو ضرر پہنچے اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرأت اور بڑھ گئی اور اب انہوں نے طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا شروع کر دیا وہ گناہ میں خوف میں اور طغیانی میں اور سرکشی میں اور بڑھ گئے کروم بن ابوسائب انصاری کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لئے باہر نکلا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ شریف میں آپ بحیثیت پیغمبر ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور پکار کر کہنے لگا کہ اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہو شخص لٹ گیا ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیے اس بکری کو چھوڑ دے تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہیں آیا تھا یہی بیان اس آیت میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے ایسا ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا بھی جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہوتا کہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث وہ اور گمراہوں اور خدا کے دین سے خارج ہو جائیں جائیں واللہ اعلم۔ یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنو! جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اسی خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝ وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْاَنَ يَجِدْ لَهُ شُهَابًا ۝ وَاَنَّا لَا نَدْرِي اَشْرَارُ يُرِيدُ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَئِبُهُمْ رَشَدًا ۝

اور ہم نے آسمان (کی خبروں کی) تلاشی (موافق عادات سابقہ کے) لینا چاہا سو ہم نے اس کو سخت پہروں (یعنی محافظ فرشتوں) اور

۱۔ اور زیادہ صحیح یہ کہ شیطان ہو کیونکہ یہ ملعون انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اس طرح کی صورتیں اختیار کرتا ہے۔

۲۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ خدا کسی دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائے گا اور حساب کتاب نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

تَبَارَكَ الَّذِي ۞

منزل ۷

شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور اس کے قبل ہم آسمان کی (خبریں سننے) کے موقعوں میں (خبر) سننے کے لئے جا بیٹھا کرتے تھے سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک شعلہ تیار پاتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے ○

جنات پر پابندیاں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آ کر کانہوں کو خبر دیتے تھے اور کانہن ان باتوں کو بہت کچھ بڑھا چڑھا کر اور ایک میں سو جھوٹ ملا کر اپنے جاننے والوں سے کہتے اب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپ پر قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو آسمانوں پر زبردست پہرے بٹھا دیئے گئے اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھنے اور باتیں اڑالانے کا موقع نہ رہا تا کہ قرآن کریم اور کانہوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک میں لگے ہوئے ہیں ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا میں کرتے جلا بھلا دیتے ہیں اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی بڑائی چاہی گئی ہے یا ان کے رب کا ارادہ نیکی اور بھلائی کا ہے خیال کیجئے کہ مسلمان جن کس قدر ادب دان تھے کہ برائی کی اسناد کے لئے کسی فاعل کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت خداوند تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس حفاظت سے کیا مطلب ہے؟ اسے ہم نہیں جانتے اسی طرح حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ خدا یا تیری طرف سے شر اور برائی نہیں ستارے اس سے پہلے بھی کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس کثرت سے ان کا آگ برسانا قرآن کریم کی حفاظت کے لئے ہوا تھا چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ جھڑا اور بڑی روشنی ہو گئی تو آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ پہلے اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا خیال تھا کہ یا تو یہ کسی بڑے تولد پر جھڑتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے یہ حدیث پورے طور پر سورہ سبا کی تفسیر میں گزر چکی ہے دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا جنات کا ان سے ہلاک ہونا آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا ان کا آسمان کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا باعث بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے چاروں طرف تلاش شروع کر دی کہ کیا وجہ ہوئی جو ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہو گیا چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب میں ہوا اور یہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی ہماری بندش کا سبب بنے پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے باقی اور جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا سورہ احقاف میں آیت: **وَإِذْ صَوَّرْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجَنِّ (سورہ احقاف: ۲۹)** میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے ستاروں کا جھڑنا آسمان کا محفوظ ہو جانا جنات ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ انسانوں کے لئے بھی ایک خوفناک علامت تھی وہ گھبرارے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے کیا نتیجہ ہو؟ اور عموماً انبیاء کی تشریف آوری اور دین اللہ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا حضرت سدی فرماتے ہیں کہ شیطان اس سے پہلے آسمانی بیٹھکوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس میں باتیں اڑا لایا کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گھبرا گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ تا بڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں شعلے اٹھ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جارہے ہیں انہوں نے غلام آزاد کرنے اپنے جانور راہ اللہ چھوڑنے شروع کر دیئے آخر عبد یاسیل بن عمرو بن عمیر نے ان سے کہا کہ اے

طائف والو تم کیوں اپنے مال تباہ کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی اپنی جگہ پاؤ تو سمجھ لو کہ آسمان والے تباہ نہیں ہوئے بلکہ یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کبشہ کے لئے ہو رہے ہیں اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں ہیں تو بے شک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو انہوں نے نجوم دیکھا تو ستارے سب اپنی اپنی جگہ پر نظر آئے تب انہیں چین آیا شیاطین میں بھی بھاگ دوڑ مچ گئی یہ ابلیس کے پاس آئے واقعہ کہہ سنایا تو ابلیس نے کہا میرے پاس ہر علاقے کی مٹی لاؤ تو مٹی لائی گئی اس نے سونگھی اور سونگھ کر بتایا کہ اس کا باعث مکہ میں ہے سات جنات نصیب میں رہنے والے مکہ پہنچے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر ان کے دل نرم ہو گئے بہت ہی قریب ہو کہ قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی۔ الحمد للہ ہم نے اس تمام واقعہ کو پورا پورا اپنی کتاب السیرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آغاز کے بیان میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدْدًا ۖ وَآنَا ظَنَنَّا
أَن لَّنْ نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُّعْجزَهُ هَرَبًا ۖ وَآنَا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَى
أَمَّنَّا بِهِ ۖ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۖ وَآنَا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ
وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا شَدًّا ۖ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا
لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۖ وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِينَهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۖ لِنَفْتِنَهُمْ
فِيهِ ۖ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۖ

اور ہم میں (پہلے سے بھی) بعض نیک (ہوتے آئے) ہیں اور بعض اور طرح کے (ہوتے آئے) ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین (کے کسی حصہ) میں (جا کر) اللہ تعالیٰ کو ہر انہیں سکتے اور نہ (اور کہیں) بھاگ کر اس کو ہراسکتے ہیں اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے تو اس کا یقین کر لیا سو (ہماری طرح) جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا اور ہم میں بعض تو مسلمان ہو گئے ہیں اور بعض ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو شخص مسلمان ہو گیا انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا اور جو بے راہ ہیں دوزخ کا ایندھن ہیں اور (منجملہ ان مضامین کے بھی) نفی ہوئی کہ (اگر یہ) (مکہ والے) لوگ (سیدھے) رستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کی فراغت کے پانی سے سیراب کرتے تاکہ اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان و اطاعت) سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا ○

۱۔ قرآن کریم کے متن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں جنات حضور ﷺ سے کہہ رہے ہیں اپنی قوم سے نہیں ہاں البتہ سورہ احقاف میں جو جنوں کا ذکر ہے اس میں ان کے اپنی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا ذکر ہے اس سے اگلا مضمون بھی ملاحظہ ہو۔ واللہ اعلم۔

مختلف فرقتے:

جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور بدکار بھی ہیں ہم مختلف راہوں پر لگے ہوئے تھے حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کون سا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا چاول میں نے لادئے تو دیکھا کہ لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا کوئی نظر نہیں آتا میں نے پوچھا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا وہ تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گئے جاتے ہیں؟ اس نے کہا بدترین حافظ ابوالججاج مزیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عباس بن احمد مشقیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رات کے ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ دل خدا کی محبت میں پر ہو گئے ہیں یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں اور وہ حیران و پریشان ادھر ادھر خدا کی محبت میں پھر رہے ہیں جو ان کا رب ہے انہوں نے مخلوق سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات خدا سے وابستہ کر لئے ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو چکا کہ خدا کی قدرت ہم پر حاکم ہے ہم اس سے نہ بھاگ کر بچ سکیں گے نہ کسی اور طرح اسے عاجز کر سکیں گے اب فخر یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت نامہ کو سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے فی الواقع ہے یہ فخر کا مقام اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوراً اثر کرے پھر کہتے ہیں کہ مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوتے ہیں اور نہ اس پر خواہ مخواہ کی برائیاں لادی جائیں گی جیسے اور جگہ ہے: **فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا** (سورہ طہ: ۱۱۲) یعنی نیکوکار مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے ہیں اور عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں مسلمان نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں اور ایندھن ہیں اس کے بعد کی آیت: **وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا**..... کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ اگر تمام لوگ اسلام پر اور راہ راست پر اور اطاعت خدا پر جم جاتے تو ہم ان پر بکثرت بارشیں برساتے اور خوب وسعت سے روزیاں دیتے جیسے اور جگہ ہے: **وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ**..... (سورہ مائدہ: ۶۶) یعنی اگر یہ توراۃ و انجیل اور آسمانی کتابوں پر سیدھے اترتے تو انہیں آسمان و زمین سے روزیاں ملتی اور فرمان ہے: **وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ** (سورہ اعراف: ۹۶) یعنی اگر بستی والے ایمان لے آتے اور اس طرح متقی بن جاتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکتیں نازل فرماتے اس لئے کہ ان کی پختہ جانچ ہو جائے کہ ہدایت پر کون جمار ہوتا ہے اور کون پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری ہے جب کہ ان پر سات سال کا قحط پڑا تھا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب کے سب گمراہی پر جم جاتے تو ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے تاکہ یہ خوب مست ہو جائیں اور خدا کو بھول جائیں اور بدترین سزاؤں کے قابل ہو جائیں جیسے فرمان باری ہے: **فَلَمَّا نَسُوا**..... (سورہ انعام: ۴۳) یعنی جب وہ نصیحتیں بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جس کی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ سے بالکل غافل ہو گئے اور ناگہاں ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ پھر مایوس ہو گئے اسی طرح کی آیت: **أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ**..... (سورہ مومن: ۵۵) بھی ہے پھر فرماتا ہے کہ جو بھی اپنے رب کے ذکر سے بے پروائی برتے گا اس کا رب اسے دردناک سخت اور مہلک عذاب میں مبتلا کرے گا حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے اور حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ جہنم کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ

يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۖ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۖ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۖ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۚ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۚ إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضَعُفُ نَاصِرًا وَاقِلْ

عَدَدًا ۝

اور (ان وحی شدہ مضامین میں سے ایک یہ ہے کہ) جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو اور جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو (یہ کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا آپ کہہ دیجئے کہ اگر خدا نخواستہ میں ایسا کروں تو مجھ کو خدا (کے غضب) سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) پاسکتا ہوں لیکن خدا کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (لیکن یہ کفار اس جہالت سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس وقت جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے ○

مساجد اور ان کی تعمیر کے مقاصد:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں نہ کسی اور کو خدا کی عبادت و اطاعت میں شریک کریں حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کینسوں میں جا کر خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبی بھی اور امت بھی سب تو حید و آلے رہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام تھیں حضرت اعمش نے اس آیت کی تفسیر یہ بھی بیان کی ہے کہ جنات نے حضور علیہ السلام سے اجازت چاہی کہ آپ کی مسجد میں اور انسانوں کے ساتھ نماز ادا کریں تو گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ نماز ادا کریں لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں جنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ تو انہیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا ہے اور صرف خدا ہی کی عبادت بجالانا ہے خواہ کہیں ہو حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور تمام مساجد کو شامل ہے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضائے سجدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاء پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے ہیں پس تم پر

ان اعضاء سے دوسرے کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کر لیا اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پہنچے آیت: لَمَّا قَامَ كَاۤىٕكَ مَطْلَبُ يِهٖ هٖ كَهٗ جَنَاتِ نٖ جَبٖ حَضْرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كِى زَبَانِى تَلَاوَتِ قُرْآنِ سِى تَوَاسِ طَرَحِ آگے بڑھ بڑھ كَرَجْھَكْنِ لَگے كَهٗ گَوِىَا اِيَكِ دُوسرے كَهٗ سُرُوں پَر جُڑھ چلے جَاتے يِهٖ دُوسرَا مَطْلَبُ يِهٖ هٖ كَهٗ جَنَاتِ اِپْنِى قَوْمِ سٖ كَهٗ رُہے يِهٖ كَهٗ حَضْرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَهٗ اصْحَابُ كِى اطَاعَتِ كِى حَالَتِ يِهٖ هٖ كَهٗ جَبٖ حَضْرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نَمَاز كُو كُھڑے ہوتے يِهٖ اُور اُپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَهٗ اصْحَابُ پِچھے ہوتے يِهٖ تَوَ اِبْرَا طَاعَتِ وَاقْتَدَا مِىں اٰخِرَتِ كِى مَشْغُولِ رَہتے يِهٖ گَوِىَا اِيَكِ حَلْقَهٗ هٖ تِسْرَا قَوْلِ يِهٖ هٖ كَهٗ جَبٖ رَسُوْلُ خُدَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لُؤْگُوں مِىں خُدَا تَعَالٰى كُو تَوْحِيْدِ كَا اِعْلَانِ كَرْتے يِهٖ تَوَ كَا فِر لُؤْگِ دَانَتِ چِپَا چِپَا كَر اَلْجَھ جَاتے يِهٖ جَنَاتِ وَانْسَانِ مَل جَاتے يِهٖ كَهٗ اِس اَمْرِ دِيْنِ كُو مَنَادِيں اُور اِس كِى رُوشْنِى كُو چِھِپَا دِيں مگر خُدَا تَعَالٰى كَا ارَادَهٗ اِس كَهٗ خَلَا فِ هُو چُكَا هٖ يِهٖ تِسْرَا قَوْلِ يِهٖ زِيَادَهٗ ظَاہِر مَعْلُومِ ہوتا هٖ كِيُونَكِهٗ اِس كَهٗ بَعْدِ يِهٖ هٖ كَهٗ مِىں تَوَ صَرَفِ اِپْنِے رَبِّ كَا نَامِ پُكَارْتَا ہوں اُور كِسى كِى عِبَادَتِ نَہِيں كَرْتَا يِعْنِى جَبٖ دَعْوَتِ حَقِّ اُور تَوْحِيْدِ كِى آوَا زَانِ كَهٗ كَانِ مِىں پڑى جُو مَدَتُوں سٖ اِن كَهٗ لَئِے غَيْرِ مَانُوسِ هُو چُكِي تَھى تَوَ اِن كَفَّارِ نٖ اِيْذَارِ سَانِى مَخَالِفَتِ اُور تَكْذِيبِ پَر كَر بَا نَدھ لى اُور حَقِّ كُو مَنَادِيں چَا پَا اُور رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كِى عِدَاوَتِ پَر اِجْمَاعِ كَر لِيَا اِس وَاقْتِ اِن سٖ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نٖ كَہَا كَهٗ مِىں تَوَ اِپْنِے پَالْنِے وَالے وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَہٗ كِى عِبَادَتِ مِىں مَشْغُولِ ہوں مِىں اِسى كِى پَنَّاہِ مِىں ہوں اِسى پَر مِىرَا تَوَكَّلِ هٖ وَہ يِهٖ مِىرَا سَہَارَا هٖ مَچھ سٖ يِهٖ تَوَقُّعِ ہر گز نہ رُكھو كَهٗ مِىں كِسى اُور كَهٗ سَا مَنے جُھكُوں يَا اِس كِى پَر سَتَشِ كَرُوں مِىں تَم جِيسَا اِنْسَانِ ہوں تَہْمَارے نَفْعِ نَقْصَانِ كَا مَالِكِ مِىں نَہِيں ہوں مِىں تَوَ خُدَا كَا اِيَكِ غَلَامِ ہوں اللّٰهُ كَهٗ بِنْدُوں مِىں سٖ اِيَكِ بِنْدَہ ہوں تَہْمَارِى ہِدَايَتِ ضَلَالَتِ كَا مَخْتَارِ وَ مَالِكِ مِىں نَہِيں سَبٖ چِيزِىں خُدَا كَهٗ قَبْضِے مِىں يِهٖ مِىں تَوَ صَرَفِ پِغَامِ رَسَاں ہوں اِگر مِىں خُو د بَھى خُدَا كِى مَعْصِيَتِ كَرُوں تَوَ خُدَا مَچھ ضرور عَذَابِ دے گا اُور پُھر كُوئى مَچھ كُو نہ بچَا سَكے گا مَچھ كُوئى پَنَّاہِ كِى جُگہ اِس كَهٗ سَوَا نَظَرِ نَہِيں آتِى مِىرِى حَيْثِيَتِ صَرَفِ مَبْلَغِ اُور رَسُوْلِ كِى هٖ بَعْضِ تَوَ كَہتے يِهٖ كَهٗ اَلَا كَا اسْتِثْنَاءِ لَا اَمْلَكُ هٖ يِعْنِى مِىں نَفْعِ نَقْصَانِ ہِدَايَتِ ضَلَالَتِ كَا مَالِكِ نَہِيں مِىں تَوَ صَرَفِ تَبْلِيغِ كَرْنِے وَالا پَنچَا نٖے وَالا ہوں اُور ہُو سَكْتَا هٖ كَهٗ لَنْ يَجِيْرُنِى سٖ يِهٖ اسْتِثْنَاءِ ہُو يِعْنِى خُدَا كَهٗ عَذَابِ سٖ مَچھ صَرَفِ رَسَالَتِ كِى اَدَا يَكِي ہى بچَا سَكْتِى هٖ جِيسے اُور جُگہ هٖ: يٰۤاَيُّهَا الرُّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (سورہ مائدہ: ۶۷) يِعْنِى اے رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تِىرِى طرف جُو تِىرے رَبِّ كِى طرف سٖ اَتَا رَا گِيا هٖ اُسے پَنچَا دے اُور اُگر تُو نٖے يِهٖ نہ كِيا تَوَ تُو نٖے حَقِّ رَسَالَتِ اَدَا نَہِيں كِيا اللّٰهُ تَعَالٰى تَجَھ لُؤْگُوں سٖ بچَا لے گا نَا فِر مَانُوں كَهٗ لَئِے بيشْكَلى وَالى جَہَنَمِ كِى آگِ هٖ جِس مِىں سٖ وَہ نہ نَكَل سَكِيں گے اُور نہ بَھَاگ سَكِيں گے جَبٖ يِهٖ مُشْرِكِيں جِنِّ وَ اِنْسِ قِيَامَتِ كَهٗ دِنِ خَوْفَا كِى عَذَابِ كُو دِيكھ لِيں گے اِس وَاقْتِ مَعْلُومِ ہُو جَا ئے گا كَهٗ كَمُزور مَدَد گَارُوں وَالا اُور بے وَاقْتِ كُنْتِى وَالا كُونِ هٖ؟ يِعْنِى مُؤْمِنِ مَوْحِدِ يَا مُشْرِكِ حَقِيْقَتِ يِهٖ هٖ كَهٗ مُشْرِكُوں كَا بَرَا ئے نَامِ بَھى كُوئى مَدَد كَرْنِے وَالا اِس دِنِ نہ ہُو گا اُور خُدَا تَعَالٰى كَهٗ لَشْكُرُوں كَهٗ مُقَابَلِہٖ پَر اِن كِى كُنْتِى بَھى گَوِىَا نہ ہُو گى۔

قُلْ اِنْ اَدْرِىٓ اَقْرَبُ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَہٗ رَبِّىْٓ اَمَدًا ۝۲۵
عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْہِرُ عَلٰى غَيْبِہٖٓ اَحَدًا ۝۲۶ اِلَّا مَن اَمْرًا تَضٰى مِّنْ

۱۔ آیت اہل بدعت کے لئے خصوصی مطالبہ کی مستحق ہے جو کہ نہ صرف انبیاء علیہم السلام بلکہ اپنے جیسے ہی انسانوں کو کارساز مشکل کشا قاضی الحاجات اور خدا جانے کیا کیا سمجھ بیٹھتے ہیں۔

تَزَكُّنَ الَّذِی ۝۲۹

منزل ۷

رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا
لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ
شَيْءٍ عَدَدًا ۝

آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک آنے والی ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے (اور) غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے (اور یہ انتظام اس لئے کیا جاتا ہے) تاکہ (ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے (اپنے پروردگار کے پیغام (رسول تک بحفاظت) پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے ○

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں قیامت کب ہوگی اس کا علم مجھے نہیں بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا وقت قریب ہے یا دور اور لمبی مدت کے بعد آنے والی ہے اس آئیہ کریمہ میں دلیل ہے اس امر کی کہ اکثر جاہلوں میں جو مشرک ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں محض جھوٹ ہے اور بالکل بے اصل روایت ہے ہم نے تو اسے کسی کتاب میں نہیں پایا ہاں اس کے خلاف صاف ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھا جاتا تھا اور آپ اس کے معین وقت سے لاعلمی ظاہر کرتے تھے اعرابی کی صورت میں حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی آکر جب قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صاف فرمادیا تھا کہ اس کا علم نہ پوچھنے والے کو ہے اور اسے جس سے پوچھا جاتا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے نے با آواز بلند آپ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آئے گی ضرور۔ اور بتا کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر لی ہے؟ اس نے کہا میرے پاس روزے نماز کی کثرت نہیں البتہ اللہ و رسول کی محبت ہے آپ نے فرمایا پھر تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان کسی حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے ہوئے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اس کو کچھ علم ہے تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کیا کرو خدا کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے یہاں بھی اس کا کوئی مقررہ وقت نہیں بتلاتے ابوداؤد میں کتاب الملاحم کے آخر میں ہے اللہ تعالیٰ اس امت کو کیا عجب ہے کہ آدھے دن تک مہلت دے دے ایک اور حدیث میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعدؓ سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا پانچ سو سال فرماتا ہے خدا عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جسے چن لے اس کو مطلع کر دیتا ہے جیسے اور جگہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (سورہ بقرہ: ۲۵۵) یعنی اس کے علم میں سے کسی چیز کو نہیں گھیر سکتے (یعنی معلوم نہیں کر سکتے) مگر جو خدا چاہے یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے خدا جتنا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے

وہ اتنا ہی جانتے ہیں پھر اس کی مزید تخصیص یہ ہوتی ہے کہ اس حفاظت اور ساتھ ہی اس علم کی اشاعت کے لئے جو خدا نے اسے دیا ہے اس کے آس پاس ہر وقت نگہبان فرشتے رہتے ہیں لیعلم کی ضمیر بعض نے تو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یعنی جبرائیل علیہ السلام کے آگے پیچھے چار چار فرشتے ہوتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین آجائے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام صحیح طور پر مجھے پہنچایا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مرجع ضمیر کا اہل شرک ہے یعنی باری باری آنے والے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہیں شیطان سے اور اس کی ذریعات سے تاکہ اہل شرک جان لیں کہ رسولوں کے رسالت خدا ادا کر دی یعنی رسولوں کے جھٹلانے والے بھی رسولوں کی رسالت کو جان لیں مگر اس میں ذرا نظر ہے یعقوب علیہ السلام کی قرأت پیش کے ساتھ ہے یعنی لوگ جان لیں کہ رسولوں نے تبلیغ کر دی اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ جان لے یعنی وہ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتے بھیج کر حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ رسالت ادا کر سکیں اور وحی الہی محفوظ رکھ سکیں اور خدا جان لے کہ انہوں نے رسالت ادا کر دی جیسے فرمایا: وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا (سورہ بقرہ ۱۴۳) یعنی جس قبلہ پر تو تھا اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے تابعداروں اور مرتدوں کو جان لیں اور جگہ ہے: وَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا..... (سورہ عنکبوت: ۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور منافقوں کو برابر جان کر رہے گا کہ مومن کون ہیں اور منافق کون ہیں اور بھی اس قسم کی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ خدا پہلے ہی سے جانتا ہے لیکن اسے ظاہر کر کے بھی جان لیتا ہے اسی لئے یہاں اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہر چیز اور سب کی گنتی خدا تعالیٰ کے علم کے احاطہ میں ہے۔

تفسیر سورہ مزمل مکہ

مسند بزار میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تاکہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سن کر جائیں تو بعضوں نے کہا ان کا نام کاہن رکھ دو دوسروں نے کہا کہ درحقیقت وہ کاہن تو نہیں کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو اس پر اوروں نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں پھر بعضوں نے کہا ساحر نام رکھو لیکن کچھ بولے کہ وہ ملاحری یعنی جادوگر بھی نہیں غرض وہ کوئی نام برا تجویز نہ کر سکے جس پر سب کا اتفاق ہوا اور یہ مجمع یوں ہی اٹھ کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر منہ لپیٹ کر پیرا اوڑھ کر لیٹ رہے۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اسے کپڑا لپیٹ کر اوڑھنے والے کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا اس روایت کے ایک راوی معلى بن عبد الرحمن سے گواہی علم کی جماعت روایت لیتی ہے اور وہ اس سے حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کی روایتوں میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر ان کی مطابقت نہیں کی جاتی۔

سُورَةُ الْمَزْمَلِ مَكِّيَّةٌ وَعَشْرُونَ آيَاتٌ وَفِيهَا ثَلَاثُونَ

کل رکوع: ۲۰ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کل آیات: ۲۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۝ قُمْ إِلَى الْآقِلِيلَا ۝ نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝

أَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَئِلَ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سُنُلِقَىٰ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝
 إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ
 سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ
 وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات (کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو) یعنی ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں (مراد قرآن مجید ہے) بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور (بان کا خوب میل ہوتا ہے اور) دعا ہو یا قرأت (بات خوب ٹھیک نکلتی ہے بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے) (دنوی بھی اور دینی بھی) اور آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اسی کو اپنے کام سپرد کر دینے کے لئے قرار دیئے رہو ○

کملی والے:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہنے کو چھوڑ دیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار کر لیں جیسے فرمان ہے: تَتَجَافَىٰ جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (سورہ بقرہ: ۱۸۷) ان کی کروٹیں بستروں سے الگ ہوتی ہیں اور اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے میں سے دیتے رہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوری عمر اس حکم کی بجا آوری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے لیجئے اور جگہ ہے: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ (سورہ بنی اسرائیل: ۷۹) راتوں کو تہجد پڑھا کرو یہ حکم نفل کے طور پر صرف تجھے ہے تیرا رب مجھے مقام محمود پر پہنچانے والا ہے یہاں اس حکم کے ساتھ ہی مقدار بھی بیان فرمادی کہ آدھی رات یا کچھ کم و بیش منزل کے معنی سونے والے اور کپڑا لپیٹنے والے کے ہیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قرآن کے اچھی طرح لینے والے تو آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر یا کچھ بڑھا چڑھا دیا کر اور قرآن شریف کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کر تا کہ خوب سمجھا جائے اس حکم کے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم عامل تھے حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہو جاتی تھی صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت معلوم کی گئی تو آپ فرماتے تھے کہ خوب مد کھینچ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ

۱۔ واجب نہ ہونے کے باوجود تہجد کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب سے احادیث بھری پڑی ہیں جیسا کہ بھاص نے لکھا ہے: وقدوری عن النبی اثار فی

البحث علیہ والترغیب فیہ

۲۔ کیونکہ کفار و مشرکین کی ان ہرزہ سرائیوں سے قدرتی طور پر آپ کو رنج و غم و الم میں آپ اس طرح لیٹ گئے

اللہ پر لفظ الرحمن پر لفظ رحیم پر مد کیا ابن جریج میں ہے کہ ہر آیت پر آپ پورا وقف فرمایا کرتے تھے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر وقف کرتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھ کر وقف کرتے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر وقف کرتے مِلِّکِ یَوْمِ الدِّیْنِ پڑھ کر ٹھہرتے یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کے قاری سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور تریل سے پڑھ جیسے دنیا میں تریل سے پڑھا کرتا تھا تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو یہ حدیث ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں ہم نے اس تفسیر کے شروع میں وہ احادیث ذکر کر دی ہیں جو تریل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں جیسے وہ حدیث جس میں ہے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو اور وہ شخص ہم میں سے نہیں (مسلمان نہیں) جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اسے آل داؤد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے اور حضرت ابوموسیٰؓ کا فرمانا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا اور عبدالرحمن بن مسعودؓ کا یہ فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے تہذیبی سے نہ پڑھو اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ کہ جلد سورت ختم ہو (بخاری) ایک شخص نے آکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں آپ نے فرمایا کہ پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہو گا مجھے وہ برابر برابر کی سورتیں خوب یاد ہیں جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تجھ پر عنقریب ایک عظیم بات اتاریں گے۔ یعنی عمل میں ثقیل ہوگی اور اترتے وقت بوجہ اپنی عظمت کے گراں قدر ہوگی حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پروچی اتری اس وقت آپ کا گھٹنا میرے گھٹنے پر تھا وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ میں تو ڈرنے لگا کہ میری ران کہیں ٹوٹ نہ جائے مسند احمد میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وحی کا احساس بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسی آواز سنتا ہوں جیسے کسی زنجیر کے بجنے کی آواز ہو اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں جب بھی وحی نازل ہوتی ہے مجھ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی صحیح بخاری شریف کے شروع میں ہے کہ حضرت حارث بن ہشام پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے جو مجھ پر بھاری پڑتی ہے اور جب وہ گنگناہٹ کی آواز ختم ہو جاتی ہے تو اس دوران میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ مجھے خوب محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ سخت جاڑے والے دن میں بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پروچی اتر چکتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے مسند احمد میں ہے کہ کبھی اونٹنی پر آپ سوار ہوتے اور اسی حالت میں آپ پروچی آتی تو اونٹنی جھک جاتی ابن جریر میں یہ بھی ہے کہ پھر جب تک وحی ختم نہ ہو جاتی اونٹنی سے قدم نہ اٹھایا جاتا اور نہ اس کی گردن اونچی ہوتی مطلب یہ ہے کہ خود وحی کا اترنا بھی اہم اور بوجھل تھا پھر احکام کا بجالانا اور ان کا عامل ہونا بھی ایسا ہی تھا یہی قول امام ابن جریر کا ہے حضرت عبدالرحمنؓ! یعنی کوشش کرے اور اچھی طرح پڑھنے کی سعی کرے لیکن یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ قرآن مجید کو شاعروں یا قلم ساروں کی طرح گا گا کر پڑھنے لے کہ یہ تو سخت گناہ ہے۔

۲ یعنی قرآن مجید کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ مزمل ابتدائی سورتوں میں سے ہے اس سے پہلے بہت مختصر وحی آپ پر نازل ہوئی تھی۔

سے منقول ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ ثقیل کام ہے اسی طرح آخرت میں اجر بھی بھاری ملے گا پھر فرماتا ہے کہ رات کا اٹھنا نفس کو مغلوب کرنے کے لئے اور زبان کو درست کرنے کے لئے اکسیر ہے نشاء کے معنی حبشی زبان میں قیام کرنے کے ہیں رات بھر میں جب اٹھے اسے نَاشِئَةُ اللَّیْلِ کہتے ہیں تہجد کی نماز کی خوبی یہ ہے کہ دل اور زبان ایک ہو جاتا ہے اور تلاوت کے جوالفاظ زبان سے نکلتے ہیں دل میں گڑ جاتے ہیں اور بہ نسبت دن کے رات کی تنہائی میں معنی مطلب خوب ذہن نشین ہوتا جاتا ہے کیونکہ دن بھٹ بھڑ کے کا شور و غل کا کمائی دھندے کا وقت ہوتا ہے حضرت انسؓ نے اَقْوَمُ قَبْلًا کَوَاصُوبُ قَبْلًا پڑھا تو لوگوں نے کہا ہم تو اقوم پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا اقوم اصوب اھیاء اور ان جیسے سب الفاظ ہم معنی ہیں پھر فرماتا ہے دن میں تجھے بہت فراغت ہے نیند کر سکتے ہو نوافل بکثرت ادا کر سکتے ہو اپنے دنیوی کام کاج پورے کر سکتے ہو پھر رات کو آخرت کے کام کے لئے خاص کر لو اس بنا پر یہ حکم اس وقت تھا جب رات کی نماز فرض تھی پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا اور بطور تخفیف کے اس میں کمی کر دی اور فرمایا تھوڑی سی رات قیام کیا کرو اس فرمان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلمؓ نے اِنَّ رَبَّكَ سَعَى فَقَرُّوْا مَا تَسْرَرُ مِنْهُ تَحْتَ پڑھا اور آیت: وَمِنْ اللَّیْلِ کی بھی تلاوت کی آپ کا قول یہ ہے ٹھیک مسند احمد میں ہے کہ حضرت سعید بن ہشامؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں اپنے مکانات بیچ ڈالیں اور ان کی قیمت سے ہتھیار وغیرہ خرید کر جہاد میں جائیں اور رومیوں سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ یا تو روم فتح ہو یا شہادت نصیب ہو جائے مدینہ شریف میں اپنی قوم سے ملے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے کہا سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کی قوم میں سے چھ شخصوں نے یہی ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کو طلاق دے دیں مکانات وغیرہ بیچ ڈالیں اور راہ اللہ میں کھڑے ہو جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ جس طرح میں کرتا ہوں اسی طرح کرنے میں تمہارے لئے اچھائی نہیں ہے؟ خبردار ایسا نہ کرنا اپنے اس ارادے سے باز آ جاؤ یہ حدیث سن کر حضرت سعید نے بھی اپنا ارادہ بدل لیا اور وہیں اسی جماعت سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا اب حضرت سعید چلے گئے پھر جب اس جماعت سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گیا اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کی کیفیت کو دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ اس مسئلے کو سب سے زیادہ حضرت عائشہؓ بتلا سکتی ہیں تم وہیں جاؤ ان ہی سے دریافت کرو اور ان سے جو سنو وہ ذرا مجھ سے کہہ جانا میں حضرت حکیم بن ارجؓ کے پاس گیا اور ان سے میں نے کہا کہ تم مجھے ام المومنینؓ کی خدمت میں لے چلو انہوں نے کہا کہ میں وہاں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ ان دونوں آپس میں لڑنے والی جماعتوں یعنی حضرت علیؓ اور ان کے مقابلوں کے بارے میں آپ کچھ دخل نہ دیجئے لیکن انہوں نے نہ مانا اور دخل دیا میں نے قسم دی اور کہا کہ نہیں آپ مجھے ضرور وہاں لے چلئے خیر بمشکل تمام وہ راضی ہوئے اور میں ان کے ساتھ گیا ام المومنینؓ نے حضرت حکیم کی آواز پہچان لی اور فرمایا کیا حکیم ہے جواب دیا گیا کہ ہاں حضورؐ میں حکیم بن ارجؓ ہوں پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا سعید بن ہشام پوچھا ہشام کون؟ عامرؓ کے لڑکے؟ کہا ہاں عامرؓ کے لڑکے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عامرؓ کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا عامرؓ بہت اچھے آدمی تھے خدا ان پر رحم کرے میں نے عرض کیا ام المومنینؓ مجھے بتلائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کون تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں فرمایا بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا اب میں اجازت مانگنے کا قصد کیا لیکن فوراً ہی یاد آ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال دریافت کر لوں اس سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کیا تم نے سورہ منزل نہیں پڑھی؟ میں نے کہا ہاں پڑھی ہے فرمایا سنو اس سورت کے اول حصے میں قیام لیل فرض ہے

اور سال بھر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر درم آگیا بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتریں اور خداوند تعالیٰ نے تخفیف کر دی فرضیت اٹھ گئی اور نفلیت باقی رہ گئی میں نے پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن خیال آیا کہ وتر کا مسئلہ بھی دریافت کر لوں تو میں نے کہا ام المومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کی کیفیت سے بھی آگاہ فرمائے آپ نے فرمایا ہاں سنو ہم آپ کی مسواک وضو کا پانی وغیرہ تیار کر کے ایک طرف رکھ دیا کرتے تھے جب بھی خدا چاہتا اور آپ کی آنکھ کھلتی اٹھتے مسواک کرتے وضو کرتے اور آٹھ رکعتیں پڑھتے بیچ میں تشہد میں بالکل نہ بیٹھتے آٹھویں رکعت پوری کر کے آپ التحیات میں بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے اور زور سے سلام پھیرتے کہ ہم بھی سن لیں پھر بیٹھے ہی بیٹھے دو رکعتیں اور ادا کرتے اور ایک وتر پڑھتے بیٹھا یہ سب مل کر گیارہ رکعتیں ہوئی پھر جب آپ عمر رسیدہ ہو گئے اور بدن بھاری ہو گیا تو آپ نے ساتھ وتر پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں ادا کیں بس بیٹھا یہ نور کعتیں ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نماز کو پڑھتے تو اس پر مداومت کرتے ہاں اگر شغل یا نیند یا دھکے تکلیف اور بیماری کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرمالیا کرتے میں نہیں جانتی کہ کسی ایک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قرآن صبح تک پڑھا ہو اور نہ رمضان کے سوا کسی ور مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں اب میں ام المومنین سے رخصت ہو کر حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور وہاں کے تمام سوال و جواب دہرائے آپ نے سب کی تصدیق کی اور فرمایا اگر میری بھی آمد و رفت ان کے پاس ہوتی تو جا کر خود اپنے کانوں سے سن آتا یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے ابن جریر میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بوریار رکھ دیا کرتی تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز ادا کر لیا کرتے لوگوں نے کہیں یہ خبر سن لی اور رات کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے کے لئے وہ بھی آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ برہم ہو کر باہر تشریف لائے چونکہ آپ کو امت سے شفقت و رحمت تھی اور ساتھ ہی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ نماز فرض ہو جائے لہذا آپ ان سے فرمانے لگے کہ لوگو ان ہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہے اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکے گا البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر مداومت ہو سکے اور انسان اسے نبھائے ادھر قرآن کریم کی یہ آیتیں اتریں اور صحابہ نے قیام الیل شروع کیا یہاں تک کہ رسیاں باندھنے لگے کہ نیند نہ آجائے آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے ان کی اس کوشش کو جو وہ خدا تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں کر رہے تھے دیکھ کر خدا نے بھی ان پر رحم کیا اور اسے فرض عشا کی طرف لوٹا دیا اور قیام لیل چھوڑ دیا گیا یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی ہے لیکن اس کا راوی موسیٰ بن صیدز بیدی ضعیف ہے اصل حدیث بغیر سورہ مزمل کے نازل ہونے کے ذکر کے صحیح میں بھی ہے اور اس حدیث کے الفاظ سے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی حالانکہ یہ سورت مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے اسی طرح اس روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے کے بعد اس کی آخری آیتیں نازل ہوئیں یہ قول بھی غریب ہے صحیح وہ ہے جو کہ بحوالہ مسند پہلے گزر چکا ہے کہ سال بھر کے بعد آخری آیتیں نازل ہوئیں حضرت ابن عباسؓ سے بھی ابن ابی حاتم میں منقول ہے کہ سورہ مزمل کی ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام مثل رمضان شریف کے قیام کرتے رہے اور اس سورت کی اول آخر کی آیتوں کے اترنے میں تقریباً سال کا فاصلہ تھا حضرت ابو اسامہؓ سے بھی ابن جریر میں اسی طرح مروی ہے حضرت ابو عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرامؓ نے سال بھر تک قیام کیا یہاں تک کہ ان کے قدم اور پنڈلیاں ورما گئیں پھر: **فَاقْرَؤْا مَا تيسَّرَ مِنْهُ** نازل ہوئی اور لوگوں نے راحت پائی حسن بصریؒ اور سدیؒ کا بھی یہی قول ہے ابن ابی حاتم میں بروایت حضرت عائشہؓ سولہ مہینے کی مدت منقول ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک سال یا دو سال تک قیام

فرماتے رہے قدم اور پنڈلیاں سوچ گئیں پھر آخری آیتیں اتریں اور تخفیف ہو گئی حضرت سعید بن جبیر دس سال کی مدت بتاتے ہیں (ابن جریر) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پہلی آیت کے حکم کے مطابق ایمانداروں نے قیام لیل شروع کیا لیکن بڑی مشقت پڑتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور: عَلِمَ اَنْ سَيَكُونُ مِنْهُ نَاسٌ كَارِهٌ يَنْسَوْنَ بَعْضَ الَّذِي نَسُوا فَذَلِكِ الْاَمْرُ الَّذِي تَبَدَّلَ لَكُمْ مِنْ قَبْلِ الْقُرْآنِ ذِكْرًا لِمَنْ يَرْتَاضِ (سورہ انعام: ۷۷) یعنی پھر فرمان ہے کہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہ اور اس کی عبادت کے لئے فارغ ہو جائیے یعنی امور دنیا سے فارغ ہو کر دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ بکثرت اس کا ذکر کر اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جائیے اور جگہ ہے: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ (سورہ انشراح: ۷) یعنی جب اپنے شغل سے فارغ ہو جاؤ تو ہماری عبادت محنت سے بجا لاؤ اخلاص قاغ البالی کوشش اور ایک سوئی سے خدا کی طرف جھک جاؤ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتل سے منع فرمایا یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے یہاں مطلب یہ ہے کہ علائق (دنوی) سے کٹ کر خدا کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو وہ مالک ہے وہ متصرف ہے مشرق مغرب سب اسی کے قبضہ میں ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں تو جس طرح صرف اسی خدا کی عبادت کرتا ہے اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ بھی رکھ جیسے اور آیت میں ہے: فَاَعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (سورہ ہود: ۱۲۳) اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ یہی مضمون: اِيَّاكَ نَعْبُدُكَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (سورہ فاتحہ: ۴) میں بھی ہے اسی معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ عبادت اطاعت توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ
أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَجَحِيْمًا ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ۝
وَعَذَابًا اَلِيْمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيلًا ۝
اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رُسُوْلًا هَادِيًا عَلَيْنَكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَىٰ فِرْعَوْنَ رُسُوْلًا ۝
فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنَاهُ اَخْذًا وَّيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ
اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مِنْقَطِرٌ مَّنْهُ ۝ كَانَ
وَعْدُهُ مَفْعُوْلًا ۝

اور یہ لوگ باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ اور ہم کو اور ان جھٹلانے والوں کی ناز و نعمت میں رہنے والوں کو (حالت موجودہ پر) چھوڑ دو (یعنی رہنے دو) اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دے دو ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے جس روز کہ زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ریگ رواں ہو جائیں گے بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے جیسا ہم نے

فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا سو اگر تم نہ بھی بعد پنے رسول کے نافرمانی اور کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو (غایت درجہ اشتداد اور امتداد سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا جس میں آسمان پھٹ جائے گا بے شک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا ○

صبر و ثبات کا حکم:

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طعن آمیز باتوں صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہیں ان کے حال پر بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دیجئے میں خود ان سے پیٹ لوں گا میرے غصے اور غضب کے وقت دیکھ لوں گا کہ کیسے یہ لوگ نجات پاتے ہیں ہاں ان کے مالدار اور خوشحال لوگوں کو جو بے فکرے ہیں اور تجھے ستانے کے لئے باتیں بنا رہے ہیں جن پر دہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ ان میں سے کچھ بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بے تعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان سے کیا کرتا ہوں؟ تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھالیں مگر انجام کار عذاب میں پہنچیں گے اور عذاب بھی کیسے؟ سخت قید و بند کے اور بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے اور اس کھانے کے جو حلق میں جا کر اٹک جائے گا نہ نگل سکیں گے نہ اگل سکیں گے اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے پھر وہ وقت بھی وہ ہوگا جب زمینوں میں اور پہاڑوں پر زلزلہ پڑا ہوگا اور سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکڑا ٹکڑا کر چور چور ہو گئے ہوں گے جیسے ریت کے بکھرے ہوئے ذرے ہوں جنہیں ہوا ادھر سے ادھر لے جائے گی اور نام و نشان تک مٹا دے گی اور زمین ایک چٹیل صاف میدان کی طرح رہ جائے گی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی پھر فرماتا ہے کہ اے لوگو اور خصوصاً اے کافرو ہم نے تم پر گواہی دینے والا اپنا صادق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم میں بھیج دیا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس ہم نے اپنے احکام پہنچانے کے لئے اپنے ایک رسول علیہ السلام کو بھیجا تھا اس نے جب اس رسول علیہ السلام کی نہ مانی تو تم جانتے ہو کہ ہم نے اسے بری طرح برباد کر دیا اور سختی سے پکڑ لیا اسی طرح یاد رکھو اگر اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تم نے بھی نہ مانی تو تمہاری بھی خیر نہیں عذاب خدا تم پر بھی آئیں گے اور تمہیں نہس کر دیئے جاؤ گے کیونکہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے سردار ہیں ان کے جھٹلانے کا وبال بھی اور وبالوں سے بڑا ہوگا اس کے بعد کی آیت کے دو حصے ہیں ایک تو یہ کہ اگر تم نے کفر کیا تو بتاؤ تو سہی کہ اس دن کے عذاب سے کیسے نجات حاصل کرو گے جس دن کی ہیبت خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور دوسرے معنی یہ کہ اگر تم نے اتنے بڑے ہولناک دن کا کفر کیا اور اس کے بھی منکر رہے تو تمہیں تقویٰ اور خدا کا ڈر کیسے حاصل ہوگا؟ گو یہ معنی نہایت عمدہ ہیں لیکن پہلے معنی زیادہ بہتر ہیں واللہ اعلم۔

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ قیامت کا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اٹھو اور اپنی اولاد میں سے جہنیوں کو الگ کر دو وہ پوچھیں گے خدایا کتنی تعداد میں سے کتنے؟ حکم ہوگا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے یہ سنتے ہی مسلمانوں کے تو ہوش اڑ گئے اور گھبرا گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے چہروں کو یوں دیکھ کر سمجھ گئے اور بطور تشفی کے فرمایا سنو بنو آدم بہت سے ہیں یا جوج ماجوج بھی اولاد آدم میں سے ہیں جن میں سے ایک ایک اپنے پیچھے خاص اپنی صلیبی اولاد ایک ایک ہزار چھوڑ کر جاتا ہے پس ان میں سے اور ان جیسوں میں مل کر جہنیوں کی یہ تعداد ہو جائے گی اور جنت تمہارے لئے اور تم جنت کے لئے ہو جاؤ گے یہ حدیث غریب ہے اور سورہ حج کی تفسیر کے شروع میں اس جیسی احادیث کا تذکرہ گزر چکا ہے اس دن کی ہیبت اور دہشت کی وجہ سے آسمان بھی پھٹ جائے گا بعض مفسرین نے ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف کیا ہے لیکن وہ قوی نہیں اس لئے کہ یہاں ذکر ہی نہیں اس دن کا وعدہ یقیناً سچ ہے اور ہو کر ہی رہے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۚ إِنَّ رَبَّكَ
يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ
مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۗ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّنْ نَّحْصُوهُ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ
مِنْكُمْ مَّرْضَىٰ ۖ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ
وَأَخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا
الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاقْرَءُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا
لِأَنفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ
وَأَسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

یہ ایک (وعظ) نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعض آدمی (کبھی دو تہائی کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے کہ تم اس (تقدیر وقت) کو ضبط نہیں کر سکتے تو ان وجوہ سے اس تمہارے حال پر عنایت کی سو (اب) تم لوگ سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ بعض آدمی تم میں بیمار ہوں گے اور بعض تلاش معاش کے لئے ملک میں سفر کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (اس لئے بھی اس حکم کو منسوخ کر دیا) سو (اس لئے بھی تم کو اجازت ہے کہ) (اب) تم لوگ سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ غفور رحیم ہے ○

تذکرہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سورت عقل مندوں کے لئے سراسر نصیحت و عبرت ہے جو بھی طالب ہدایت ہو وہ مرضی مولا سے ہدایت کا راستہ پالے گا اور اپنے رب کی طرف پہنچ جانے کا ذریعہ حاصل کر لے گا جیسے دوسری سورت میں فرمایا: وَمَا تَشَاوُنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ تَبُوكَ الَّذِي (۲۹)

اللّٰهُ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (سورہ دہر: ۳۰) تمہاری خواہش کام نہیں آتی وہی ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ چاہے صحیح علم والا اور پوری حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کا کبھی دو تہائی رات تک قیام لیل میں مشغول رہنا اور کبھی آدھی رات اسی میں گزارنا کبھی تہائی رات تک تہجد پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے گو تمہارا مقصد ٹھیک اس وقت کو پورا کرنا نہیں ہوتا اور ہے بھی وہ مشکل کام کیونکہ رات دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں کبھی رات چھوٹی دن بڑا کبھی دن چھوٹا رات بڑی خدا جانتا ہے کہ اس کو نبھانے کی طاقت تم میں نہیں تو اب رات کی نماز اتنی ہی پڑھو جتنی با آسانی پڑھ سکو کوئی وقت مقرر نہیں کہ فرضاً اتنا وقت لگانا ہی ہوگا یہاں صلوٰۃ کی تعبیر قرأت سے کی ہے جیسے سورہ سبحان ہے: وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ... (سورہ بنی اسرائیل: ۱۱۰) یعنی اپنی قدرت نہ تو بلند کرنے بالکل پست کر پھر فرماتا ہے کہ خدا کو معلوم ہے کہ اس امت میں عذر والے لوگ بھی ہیں جو قیام لیل کے ترک پر معذور ہیں مثلاً بیمار جنہیں اس کی طاقت نہیں مسافر کہ ادھر ادھر جا رہے ہیں مجاہد جو اہم تر شغل میں مشغول ہیں یہ آیت بلکہ پوری سورت مکی ہے مکہ شریف میں نازل ہوئی اس وقت جہاد نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے پھر غیب کی یہ خبر دنیا اور اسی طرح ظہور میں آنا کہ مسلمان کو جہاد میں پوری مشغولی ہوئی یہ نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے تو ان مجبوریوں کے باعث تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ جتنا قیام تم سے با آسانی کیا جاسکے کر لیا کرو حضرت ابو رجاء محمد نے حسن سے پوچھا اے ابوسعید اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو پورے قرآن کا حافظ ہے لیکن تہجد نہیں پڑھتا صرف نماز فرض پڑھتا ہے آپ نے فرمایا اس نے قرآن کو تکیہ بنالیا اس پر خدا کی لعنت ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غلام کے لئے فرمایا کہ وہ ہمارے علم کو جاننے والا تھا اور فرمایا تم کو وہ کچھ سکھایا گیا جسے تم نہ جانتے تھے نہ تمہارے آباؤ اجداد میں نے کہا ابوسعید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو فرمایا ہاں ٹھیک تو ہے پانچ آیتیں ہی پڑھ لو پس بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ قرآن کا رات کی نماز میں کچھ نہ کچھ قیام کرنا امام حسن بصری کے نزدیک حق و واجب ہے ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا کہ جو صبح تک سویا رہتا ہے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے اس کا ایک تو یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عشا کے فرض بھی نہ پڑھے اور یہ بھی کہا گیا کہ جو رات کو نفل قیام نہ کرے سنن کی حدیث میں ہے اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو دوسری روایت میں ہے کہ جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں حسن بصری کے قول سے بھی زیادہ غریب قول ابو بکر بن عبدالعزیز حنبل کا ہے جو کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کا قیام فرض ہے واللہ اعلم۔ یہ یاد رہے کہ صحیح مسلک تو یہی ہے کہ تہجد کی نماز نہ تو رمضان میں واجب ہے نہ غیر رمضان میں رمضان شریف کی بابت بھی حدیث شریف میں صاف آچکا ہے کہ وقیام لیلہ تطوعاً یعنی خدا نے اس کے قیام کو نفل قرار دیا ہے وغیرہ مترجم طبرانی کی حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں مرفوعاً مروی ہے کہ گو سو ہی آیتیں ہوں لیکن یہ حدیث بہت غریب ہے صرف معجم طبرانی میں ہی میں نے اسے دیکھا ہے پھر ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کی حفاظت کرو اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کیا کرو یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں کہ فرضیت زکوٰۃ کا حکم مکہ شریف میں نازل ہو چکا تھا ہاں کتنی نکالی جائے؟ نصاب کیا ہو؟ وغیرہ یہ سب مدینہ شریف میں بیان ہوا واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباسؓ، عکرمہؓ، مجاہدؓ، حسنؓ، قتادہؓ وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو منسوخ کر دیا ان دونوں حکموں کے درمیان کس قدر مدت تھی؟ اس میں جو اختلاف ہے اس کا بیان اوپر گزر چکا ہے صحیحین

۱۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا کہ حافظ کے لئے تہجد فرض ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کم از کم حافظ کو تو تہجد پڑھنا چاہئے جیسا کہ ہم کہہ دیں کہ عالم دین اگر تلاوت نہ کرے تو اس پر لعنت ظاہر ہے کہ عالم دین پر تلاوت فرض نہیں تاہم اگر وہ نہ کرے تو پھر کون کرے گا۔

کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں اس نے پوچھا کہ اس کے بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا باقی سب نوافل ہیں پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو یعنی راہ اللہ صدقہ و خیرات کرتے رہو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر اور اعلیٰ اور پورا پورا بدلہ دے گا جیسے اور جگہ ہے ایسا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے اور خدا تعالیٰ اسے بہت کچھ بڑھائے چڑھائے تم جو بھی نیکیاں کر کے بھیجو گے وہ تمہارے لئے اس چیز سے جسے تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جا گے بہت ہی بہتر اور اجر و ثواب میں بہت ہی زیادہ ہے ابو یعلیٰ موصلی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ایک مرتبہ پوچھا تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں آپ نے فرمایا اور سوچ لو انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات ہے فرمایا سنو تمہارا مال وہ ہے جسے تم رات دن دے کر اپنے لئے آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا مال نہیں وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے یہ حدیث بخاری شریف اور نسائی میں بھی موجود ہے پھر فرمان ہے کہ ذکر اللہ بکثرت کیا کرو اور اپنے تمام کاموں میں استغفار کیا کرو جو استغفار کرے وہ مغفرت حاصل کرتا ہے کیونکہ خدا مغفرت کرنے والا اور مہربانوں والا ہے۔

تفسیر سورہ مدثر مکیہ

سُورَةُ الْمَدَّثَرِ مَكِّيَّةٌ هِيَ وَخَمْسُونَ آيَةً فِيهَا ثَلَاثُونَ

کل رکوع: ۲۰ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کل آیات: ۵۶

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبِيرٌ ۝ وَثِيَابُكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجَاءُ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَإِذَا أَنْقَرْنَا الْقُورِ ۝ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو (یعنی اپنی جگہ سے اٹھو یا یہ کہ مستعد ہو) پھر (کافروں کو) ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو (جس طرح کہ اب الگ ہو اور کسی کو اس غرض سے موت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو اور (پھر اس انداز میں جو ایذا پیش آئے اس پر) اپنے رب (کی خوشنودی) کے واسطے کیجئے پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی ○

تبلیغ کیجئے:

حضرت جابرؓ سے صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی یہی آیت: يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ نازل ہوئی

لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی تفسیر کے موقع پر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ یحییٰ بن کثیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کون سی آیتیں نازل ہوئیں؟ تو فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الْمَدَّثَرُ میں نے کہا لوگ تو اقراء باسم بتلاتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا تھا انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے تمہیں دیا اور میں نے بھی وہی کہا جو تم نے مجھے کہا اس کے جواب میں حضرت حابرؓ نے فرمایا کہ تو تم سے وہی بتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حراء میں یاد خدا کی جب میں وہاں سے فارغ ہوا اور اتر اتو میں نے سنا کہ یو یو مجھے کوئی آواز دے رہا ہے میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے سر اٹھا کر اوپر کو دیکھا اور مجھے نظر پڑا میں خدیجہؓ کے پاس آیا اور کہا مجھے اڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو انہوں نے ایسا ہی کیا اور: يٰۤاَيُّهَا الْمَدَّثَرُ کی آیتیں اتریں (بخاری) صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے رک جانے کی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا کہ ناگہاں آسمان کی طرف سے مجھے صدا سنائی دی میں نے نگاہ اٹھائی اور دیکھا کہ جو فرشتہ میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے زمین کی طرف جھک گیا اور گھر آتے ہی کہا کہ مجھے کپڑوں سے ڈھک دو چنانچہ گھر والوں نے مجھے کپڑے اڑھا دیئے اور سورہ مدثر کی فافہ جو تک کی آیتیں اتریں ابوسلمہ فرماتے ہیں رجز سے مراد بت ہیں پھر وحی برابر آنے لگی یہ لفظ بخاری کے ہیں اور یہی سیاق محفوظ ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی وحی آئی تھی کیونکہ آپ کا وہ فرمان موجود ہے کہ یہ وہی تھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام جب کہ غار حرا میں سورہ اقراء کی آیتیں مَالَمْ يَعْلَمُ تک پڑھائے گئے تھے پھر اس کے بعد وحی کچھ زمانہ تک نہ آئی پھر جو اس کی آمد شروع ہوئی اس میں سب سے پہلے وحی سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں تھیں اور اسی طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ دراصل سب سے پہلی وحی تو اقراء کی آیتیں ہیں پھر وحی کے رک جانے کے بعد سب سے پہلی وحی اس سورت کی آیتیں ہیں اس کی تائید مسند احمد وغیرہ کی حدیثوں سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ وحی رک جانے کے بعد کی پہلی وحی اس سورت کی ابتدائی آیتیں ہیں طبرانی میں اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ وید بن مغیرہ نے قریشیوں کی دعوت کی جب کھاپی چکے تو کہنے لگا بتاؤ تم اس شخص کی بابت کیا کہتے ہو؟ تو بعضوں نے کہا جادوگر ہے بعض نے کہا نہیں ہے بعضوں نے کہا شاعر ہے بعض نے کہا شاعر نہیں ہے بعض نے کہا اس کا یہ کلام یعنی قرآن منقول جادو ہے چنانچہ اس پر اجماع ہوا کہ انہیں منقول جادو کہا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع پہنچی تو غمگین ہوئے اور سر پر کپڑا ڈال لیا اور کپڑا اوڑھ بھی لیا جس پر یہ آیتیں فاصبر تک اتریں پھر فرماتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ یعنی عزم اور قوی ارادہ کے ساتھ کمر بستہ اور تیار ہو جاؤ اور لوگوں کو ہماری ذات سے جہنم سے ان کے بد اعمال کی سزا سے ڈراؤ پہلی وحی سے نبوة کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز کیا گیا اور اس وحی سے آپ رسول بنائے گئے اور اپنے رب ہی کی تعظیم کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو یعنی معصیت بد عہدی وعدہ شکنی وغیرہ سے بچتے رہو جیسے کہ شاعر کے شعر میں ہے کہ بحمد اللہ میں فسق و فجور کے لباس سے اور عذر کے رومال سے عاری ہوں عربی محاورے میں یہ برابر آتا ہے کہ کپڑے پاک رکھو یعنی گناہ بھوز دو اعمال کی اصلاح کر لو یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ دراصل آپ نہ تو کاہن ہیں نہ جادوگر ہیں یہ لوگ کچھ ہی کہا کریں آپ پروا بھی نہ کریں عربی محاورے میں جو معصیت آلود بد عہد ہوا سے میلے اور گندے کپڑوں والا کہتے ہیں اور عصمت مآب پابند وعدہ ہوا سے پاک کپڑوں والا کہتے ہیں شاعر کہتا ہے

إِذَا لَمْ رَأَوْا لَمْ يَذْنَسْ مِنَ اللُّؤْمِ عِزُّهُ فَكُلُّ رِدَاءٍ يَزِيدُنِي جَمِيلٌ

یعنی انسان جب کہ سیہ کاریوں سے الگ ہے تو ہر کپڑے میں وہ حسین ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ غیر ضروری لباس نہ پہنوائے کپڑوں کو معصیت آلود نہ کیا جائے کپڑے پاک صاف رکھو میلوں کو دھو ڈالا کرو مشرکوں کی طرح اپنا لباس ناپاک نہ رکھو دراصل یہ سب مطالب ٹھیک ہیں^۱ یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور ساتھ ہی دل بھی ہو دل پر بھی کپڑے کا اطلاق کلام عرب میں پایا جاتا ہے جیسے امرأۃ القیس کے شعر میں ہے اور حضرت سعید بن جبیرؓ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اپنے دل کو اور اپنی نیت کو صاف رکھو محمد بن کعب قرظیؓ اور حضرت حسن سے مروی یہ بھی ہے کہ اپنے اخلاق اچھے رکھو پھر فرماتا ہے گندگی کو چھوڑ دو یعنی بتوں کو اور نافرمانی خدا کو چھوڑ دو جیسے اور جگہ فرمان ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَطْعَمِ الْكُفْرَيْنَ (سورہ احزاب: ۱) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی نہ مانو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا اے ہارون علیہ السلام میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرو اصلاح کے درپے رہو اور مفسدوں کی راہ پر نہ لگو پھر فرماتا ہے کہ عطیہ دے کر زیادتی کے خواہاں نہ رہو ابن مسعودؓ کی قرأت میں اَنْ تَسْتَكْبِرُوْا ہے یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ نیک اعمال کا احسان خدا پر طلب زیادتی کے ساتھ نہ رکھو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خیر کی طلب کی کثرت سے کمزوری نہ برتو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی نبوت کا بار احسان لوگوں پر رکھ کر اس کے عوض دنیا طلبی نہ کرو یہ چار قول ہوئے لیکن اول اولیٰ ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کی ایذا پر جو راہ خدا میں تجھے پہنچے تو رب کی رضامندی کی خاطر صبر و تحمل کر اللہ تعالیٰ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب دیا ہے اس پر لگا رہو اور جمارہ۔ نامور سے مراد صور ہے مسند احمد ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیسے راحت سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے ہوئے حکم خدا کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہمیں کیا ارشاد ہے فرمایا کہ: حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا پھر صور کے پھونکنے جانے کا ذکر کر کے یہ فرما کر کہ جس صور پھونکا جائے گا پھر فرماتا ہے کہ وہ دن اور وہ وقت کافروں پر بڑا سخت ہوگا جو کسی طرح آسان نہ ہوگا جیسے اور جگہ خود کفار کا قول مروی ہے کہ: يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسَىٰ (سورہ قمر: ۸) یہ آج کا دن تو بے حد گراں بار اور سخت مشکل کا دن ہے حضرت زرارہ بن اوئی جو بصرے کے قاضی تھے وہ ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اسی سورت کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے تو نے ساختہ زور کی ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے لوگوں نے دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۖ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ۖ وَبَنِينَ شُهُودًا ۖ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۖ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۖ كَلَّا إِنَّكَ كَانَتْ لَآيَاتِنَا عَنِيدًا ۖ سَأَرْهِقُهُ صَعُودًا ۖ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۖ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۖ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۖ ثُمَّ نَظَرَ ۖ ثُمَّ عَبَسَ ۖ

۱۔ لیکن ابو بکر جصاص صاحب احکام القرآن نے صرف کپڑوں کی پاکی اور پاکیزگی کے علاوہ باقی معنی کا انکار کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ: هذا الكلام شديد الاحتمال والفساء بلا تناقض۔

بَسْرَ ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۖ فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَرُ ۖ
إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۖ سَأُصْلِيَهُ سَقْرَ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ
مَا سَقْرُ ۖ لَا تَبْقَى وَلَا تَذُرُ ۖ لَوْ أَحَۢهُ لِلْبَشَرِ ۖ عَلَيْهَا تِسْعَةُ عَشَرَ ۖ

(آگے بعض کفار کا ذکر ہے یعنی) مجھ کو اور اس شخص کو (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اور کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے (دیئے) اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ اس کو زیادہ دوں ہرگز زیادہ دینے کا اہل نہیں (کیونکہ) وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے اس کو عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی (اور) پھر مکرر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی پھر (حاضرین کے چہروں کو) دیکھا پھر منہ بنایا (تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت نفرت ہے) اور زیادہ منہ بنایا اور پھر منہ پھیرا اور تکبر کیا پھر بولا کہ بس یہ تو جادو ہے (جو اوروں سے) منقول (ہے) بس یہ تو آدمی کا کلام ہے اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے (مقصود اس سے تبویل ہے وہ ایسی ہے کہ) نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی (اور) وہ (جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی اور اس پر انیس فرشتے جو اس پر خازن ہیں اور جن میں سے ایک مالک ہے مقرر) ہوں گے ○

ایک خاص اعلان:

جس خبیث شخص نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن مجید کو انسان کا قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تن تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا مال اولاد کچھ ساتھ نہ تھا پھر خدا تعالیٰ نے اسے مالدار بنا دیا ہزاروں لاکھوں دینار زر زمین وغیرہ عنایت فرمائی اور باعتبار اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو سب اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے نوکر چاکر لونڈی کام کاج کرتے رہتے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کے ساتھ گزارتا غرض دھن دولت لونڈی غلام بال بچے آرام آسائش ہر طرح کی مہیا تھی پھر بھی خواہش نفس پوری نہ ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ خدا اور بڑھادے حالانکہ ایسا اب نہ ہو گا یہ ہماری باتوں کے بعد کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے تو صعود پر چڑھایا جائے گا مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر کو گرایا جائے گا چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہے گا لیکن پھر بھی یہ تک نہ پہنچے گا اور صعود جہنم کے ایک ناری پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا ستر سال تک چڑھتا ہی رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا ستر سال تک لڑھکتا رہے گا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار ہو گا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے غریب کہتے ہیں ساتھ ہی اس میں نکارت بھی ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ صعود جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس پر چڑھے ہاتھ رکھتے ہی گھل جائے گا اور اٹھاتے ہی بدستور ہو جائے گا اسی طرح پاؤں بھی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صعود جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر کو منہ کے بل گھسیٹا

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ دنیا والوں کے نزدیک مال اور مرتبہ دوی دنیا کی سب سے بڑی نعمتیں ہیں گویا کہ اس ملعون کو یہ دونوں چیزیں دے کر کامل درجہ میں دنیاوی گئی تھی ای امت علیہ نعمتی الجاہ والمال واجتماعهما هو الکمال عند اهل ادنیٰ

جائے گا سدی کہتے ہیں کہ یہ پتھر بڑا چکنا ہے جس پر آدمی پھسل جاتا ہے مجاہد کہتے ہیں کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ ہم اسے مشقت والا عذاب کریں گے قتادہ کہتے ہیں کہ ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت حاصل نہ ہو امام ابن جریر اسی توجہ کو پسند فرماتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس تکلیف دہ عذاب سے اس لئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر جھوٹ گھڑ رہا تھا کہ وہ قرآن کو کیا کہے اور کیا بات بنائے پھر اس پر افسوس کیا جاتا ہے اور محاورہ عرب کے مطابق اس کی ہلاکت کے کلمات کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے کتابد کلام سوچا اور کتنی بے حیائی کی جھوٹ بات گھڑ نکالی بار بار کے غور و فکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال ڈال کر منہ بگاڑ بگاڑ کر حق سے ہٹ کر بھلائی سے منہ موڑ کر اطاعت خدا سے سر پھیر کر دل کڑا کر کے صاف کہہ دیا کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے لوگوں کا جادو یا منتر وغیرہ نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو سنار ہے ہیں یہ کلام خدا کا کلام نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا جو قریش کا سردار تھا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ ولید حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چند آیتیں پڑھ کر سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو ان سے کہنے لگا لوگو تعجب کی بات ہے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو قرآن پڑھتے ہیں خدا کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو منتر ہے نہ مجنونانہ بڑا ہے بلکہ واللہ وہ تو خاص خدائے تعالیٰ کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے قریشیوں نے یہ سن کر سر پکڑ لیا اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی اسلام لائے بغیر باقی نہ رہے گا ابوجہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اسے اسلام سے پھیر دوں گا یہ کہتے ہی اپنے ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کے لئے چندہ کر کے بہت سامان جمع کر لیا ہے اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں اس نے کہا واہ کیا مزے کی بات ہے مجھے ان چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے دنیا جانتی ہے کہ ان سب میں مجھ سے زیادہ مال و اولاد والا کوئی نہیں ابوجہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابوبکرؓ کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان سے کچھ حاصل وصول ہو ولید نے کہا اوہو میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا اچھا اب قسم خدا کی نہ میں ابوبکر کے پاس جاؤں گا نہ عمر کے پاس جاؤں گا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور وہ تو جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی ذرنی سے لا تذرتک حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس نے کہا تھا کہ میں قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے اس میں چمک ہے یہ غالب ہے مغلوب نہیں لیکن ہے یقیناً جادو اس پر یہ آیتیں اتریں ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور علیہ السلام کے پاس آیا تھا اور قرآن سن کر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابوجہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہ کہیں یہ مسلمان نہ ہو جائے اسے بھڑکانے جھوٹ بولنے لگا کہ چچا آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنا چاہتی ہے پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دیں اور آپ کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چھڑائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں اس نے غصہ میں آ کر کہا کہ میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابوجہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن اس وقت تو لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اسی کے ہو گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کے

۱۔ خاسر بخش کو اس روایت کے قبول کرنے میں کچھ تردد ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس مال و دولت کہاں دھری تھی کہ

دلوں میں اٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اس کے مخالف ہیں اور آپ کو اس سے کوئی طمع نہیں ہے اس نے کہا بھی بات تو یہ ہے کہ اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے قسم ہے خدا کی نہ وہ شعر ہے نہ قصیدہ اور جز ہے نہ جنات کا قول اور ان کے اشعار میں تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود نامی شاعر ہوں کلام کے حسن و قبح سے خوب واقف ہوں لیکن خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں اللہ جانتا ہے اس میں عجیب حلاوت اور مٹھاس لذت شیفنگی اور دلبری ہے کہ وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اس کے سامنے اور کوئی کلام چٹا نہیں وہ سب پر چھا جاتا ہے اس میں کشش بلندی اور جذب ہے اب تم ہی بتاؤ کہ میں اس کلام کی نسبت کیا ہوں؟ ابو جہل نے کہا سنو جب تک تم اسے برائی کے ساتھ نہ یاد کرو گے تمہاری قوم کے خیالات تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے اس نے کہا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہہ دوں گا چنانچہ سوچ سوچ کر قومی حمیت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے اس پر ذرنبی سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک کی آیتیں اتریں سدی کہتے ہیں کہ دارالندوہ میں بیٹھ کر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر لوگ بہ ثروت آئیں گے تو بتلاؤ انہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی بات تجویز کرو کہ سب بیک زبان وہی بات کہیں تاکہ عرب بھر میں اور پھر اور جگہ بھی وہی مشہور ہو جائے تو اب کسی نے شاعر کہا کسی نے جادوگر کسی نے کاہن اور نجومی کہا کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور و فکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا کر اور منہ بنا کر کہا اگلے جادوگروں کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے قرآن کریم میں اور جگہ ہے: اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيْلًا (سورہ فرقان ۹) یعنی ذرا دیکھ تو سہی تیری کیسی کیسی مثالیں گھڑتے ہیں لیکن بہک بہک کر رہ جاتے ہیں اور کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے اب اس کی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں اسے جہنم کی آگ میں غرق کر دوں گا جو زبردست خوفناک عذاب کی آگ ہے جو گوشت پوست کورگ پٹھوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ سب نئے آتے ہیں اور پھر جلائے جاتے ہیں نہ موت آئے گی نہ راحت والی زندگی ملے گی کھال ادھیڑ دینے والی وہ آگ ہے جو ایک ہی پیٹ میں جسم کورات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے جسم و جلد کو بھون جھلس دیتی ہے انیس انیس داروغے اس پر مقرر ہیں جو نہ ٹھکیں نہ رحم کریں حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ چند یہودیوں نے صحابہؓ سے پوچھا بتلاؤ تو جہنم کے داروغوں کی تعداد کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں پھر کسی شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا اسی وقت آیت: تِسْعَةَ عَشَرَ نازل ہوئی آپ نے صحابہؓ کو سنادی اور فرمایا تم ذرا انہیں میرے پاس تو لاؤ میں ذرا ان سے پوچھوں کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ فرمایا سنو وہ سفید میدہ کی طرح ہے پھر یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دو دفعہ جھکائیں دوسری دفعہ میں انگوٹھا روک لیا یعنی انیس۔ پھر آپ نے فرمایا تم بتلاؤ کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ انہوں نے ابن سلامؓ سے کہا آپ ہی کہیے ابن سلام نے کہا گویا وہ سفید روٹی ہے آپ نے فرمایا یاد رکھو یہ سفید روٹی وہ جو خالص میدہ کی ہو (ابن ابی حاتم) مسند بزار میں ہے کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ کے لاجواب ہونے کی خبر دی تھی اس نے آکر کہا تھا کہ آج تو آپ کے صحابہ ہار گئے فرمایا کیسے؟ اس نے کہا ان سے جواب نہ بن پڑا اور کہنا پڑا کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ

آپ نے کسی کو اس طرح تفسیر فرماتے اس لئے کسی شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدشعہ کرنے کے لئے رسول و مہتمم کا طعن کیا جاتا ہے۔
آنے والی بات نہیں ہے تاہم اگر کسی صحیح روایت یا واقعی تاریخی استفادہ اس روایت کو حاصل ہو تو پھر ہمارے قیامات سب غلط ہیں اور بات نہ سنی ہو۔
روایت سے ثابت ہے۔

لیں آپ نے فرمایا بھلا وہ بھی ہارے ہوئے کہے جاسکتے ہیں جن سے وہ بات پوچھی جاتی ہے جسے وہ نہیں جانتے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر جواب دیں گے ان یہودیوں کو دشمنان خدا کو ذرا میرے پاس تو لاؤ ہاں انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے خدا کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اور ان پر عذاب بھیجا گیا تھا اب یہودیوں کو بلوائے گئے جواب دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال پر یہ بڑے چکرائے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ ۚ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا أَدْبَرَ ۚ وَالصُّبْحِ إِذَا أَاسْفَرَ ۚ إِنَّهَا لِإِحْدَى الْكُبَرِ ۚ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ۚ لِمَن شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ

اور ہم نے دوزخ کے کارکن (جو آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان کی تعداد ذکر و حکایت ہیں صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو تو اس لئے تاکہ اہل کتاب (سننے کے ساتھ) یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور اہل کتاب اور مومن شک نہ کریں اور تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے وہ اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون میں اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے (جس طرح اس خاص باب میں خدا تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کو گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے اور یہ) انیس فرشتوں کا مقرر ہونا کسی حکمت سے ہے ورنہ تمہارے رب کے لشکروں (یعنی فرشتوں کی تعداد کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا اور دوزخیوں کا حال بیان کرنا صرف آدمیوں کی فصاحت کے لئے ہے بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے کہ وہ دوزخ پڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے (یعنی تم میں جو آگے کی طرف) کو بڑھے اس کے لئے بھی یا جو (خیر سے) پیچھے ہٹے ○

آزمائش:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب کے دینے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے مقرر کئے ہیں جو رحم نہ کرنے والے بلکہ سخت کلامیٰ کرنے والے ہیں اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی تعداد بتلائی گئی تو ابو جہل نے کہا اے قریشیو اگر یہ انہیں ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہر ادیس گے اس پر کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں انسان نہیں ہیں انہیں نہ تم ہرا سکو گے نہ تمہارا سکو گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالاشدین جس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے اس تعداد کو سن کر کہا کہ قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں یہ بڑا مغرور شخص تھا اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر دس طاقتور شخص مل اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے کھال کے ٹکڑے اڑ جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کہا تھا کہ آپ مجھ سے آ کر کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کشتی لڑی اور کئی بار اس کو گرایا لیکن اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا امام ابن اسحق نے کشتی والا واقعہ رکابہ بن عبد یزید بن عبد المطلب کا بتایا ہے میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ منافات نہیں (ممکن ہے اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی لڑی ہو واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کے لئے ایک طرف کافروں کا کفر کھل پڑا دوسری طرف اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے تیسری طرف ایماندار اپنے ایمان میں کامل ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھا اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک نہ رہا بیمار دل منافق چیخ اٹھے کہ بھلا بتلاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے پر ہیں تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بس انہیں ہی ہیں جیسے یونانی فلسفیوں نے اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشر اور نفوس تسع ہیں حالانکہ یہ صرف ان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں انہیں اس آیت کے اول پر تو ان کی نظریں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو سوا اس کے کوئی نہیں جانتا پھر انہیں صرف کے کیا معنی؟ صحیحین کی معراج والی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اسی طرح دوسرے روز دوسرے ستر فرشتے جاتے ہیں اسی طرح ہمیشہ تک لیکن فرشتے کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چر چرار ہے ہیں اور انہیں چر چرانے کا حق ہے ایک انگلی نکالنے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے بہت زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی بیویوں کے ساتھ لذت نہ پاسکتے بلکہ فریاد زاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ذرؓ کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ

۱۔ یہ سخت کلامی ایسی ہے جیسا کہ ہمارے یہاں کی پولیس مجرمین کے ساتھ کرتی ہے کہ دیکھنے والوں کو ناگوار معلوم ہوتا ہے حالانکہ بعض اوقات مجرم کے لئے سب سے بڑی سزا یہی تلخ کلامی ثابت ہوتی ہے۔

میں بھی ہے۔ اور امام ترمذی اسے حسن غریب بتلاتے ہیں اور حضرت ابو ذرؓ سے موقوفاً بھی روایت کی گئی ہے طبرانی میں ہے کہ ساتوں آسمانوں میں قدم رکھنے کی بالشت بھریا تھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجدے کی حالت میں نہ ہو پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ خدایا تو پاک ہے ہمیں جس طرح تیری عبادت کرنی چاہئے تھی اتنی ہم سے نہ ہو سکی البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا امام محمد بن نصر مروزیؒ کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا آپ نے فرمایا آسمانوں کا چرچر ابولنا میں سن رہا ہوں اور ان کی چرچراہٹ پر ملامت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھر جگہ خالی نہیں کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں دوسری روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے: وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّاقِقُونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ (سورہ صافات: ۱۶۸) یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے جگہ مقرر ہے اور ہم صفیں باندھنے والے اور خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی مشتبہ ہے دوسری روایت میں یہ قول حضرت ابن مسعودؓ کا بیان کیا گیا ہے ایک اور سند سے روایت حضرت علامہ ابن سعدؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی فتح مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے رضی اللہ عنہ۔ لیکن سند اُبیہ بھی غریب ہے ایک اور بہت ہی غریب بلکہ سخت منکر حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں کا ایک ابو جحش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو جاؤ تو دو شخص تو کھڑے ہو گئے لیکن ابو جحش کہنے لگا اگر کوئی شخص آئے جو طاقت و قوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منہ مٹی میں ملا دے تو تو میں اٹھوں گا ورنہ بس اٹھ چکا حضرت عمرؓ نے فرمایا اور کون آئے گا آج میں تیار ہوں چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے پچھاڑا اور اس کا منہ مٹی میں ملا دیا اتنے میں حضرت عثمانؓ آگئے اور میرے ہاتھ سے چھڑا دیا میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو جحش آج کیا بات ہے؟ میں نے تمام واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر عمرؓ اس سے خوش ہوتا تو اس پر رحم کرتا خدا کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر تو اتار لیتا تو اچھا ہوتا یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ یوں ہی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکے خاصی دور نکل چکے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی اور فرمایا بیٹھو سن تو لو کہ خدا تعالیٰ ابو جحش کی نماز سے بالکل بے نیاز تھے آسمان دنیا میں خشوع و خضوع والے بے شمار فرشتے خدا کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت تک سر ہی نہیں اٹھانے کے قیامت کو سجدے سے سراٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسبیح کیا ہے؟ آپ نے فرمایا آسمان دنیا والے فرشتے تو کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ اور تیسرے آسمان والے کہتے ہیں سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ عمرؓ بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے جو پڑھنا آپ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا؟ فرمایا

گو یا کہ یہ چرچراہٹ بکثرت اجتماع کی وجہ سے تھی جیسا کہ کسی جگہ بہت سے آدمی جمع ہو جائیں تو وہ چار پائی چھت وغیرہ ان کی کثرت کی وجہ سے بولنے لگتی ہے۔

کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو پہلے جو پڑھنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا اَعُوْذُ بِعِقَابِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَ جَهَّلَكَ یعنی خدایا تیرے عذابوں سے میں تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں تیرا چہرہ جلال والا ہے اور اسحق مروزی جو راوی حدیث ہے اس سے حضرت امام بخاری روایت کرتے ہیں اور امام ابن حبان بھی انہیں ثقہ راویوں میں گنتے ہیں لیکن حضرت امام داؤد امام نسائی امام عقیلی اور امام قطنی انہیں ضعیف کہتے ہیں امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں تھے تو یہ سچے مگر ناپسندیدہ تھے اور کبھی کبھی تلقین قبول کر لیا کرتے تھے ہاں ان کی کتابوں کی روایات صحیح ہیں ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مضطرب ہیں اور ان کے استاد عبد الملک بن قدامہ ابو قتادہ میں بھی کلام ہے تعجب ہے کہ امام محمد بن نصر نے ان کی اس حدیث کو کیسے روایت کر دیا؟ اور نہ تو اس پر کلام کیا نہ اس کے حال کو معلوم کرایا نہ اس کے بعض راویوں کے ضعف کو بیان کیا ہاں اتنا تو کیا ہے کہ اسے دوسری سند سے مرسل روایت کر دیا ہے اور مرسل کی دوسری سند لائے ہیں ایک حضرت سعید بن جبیر سے دوسری حضرت حسن بصری پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت بدری بن ارطاة نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبے میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابی سے سنا ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں جو ہر وقت خدا کے خوف سے کپکپاتے رہتے ہیں ان کے آنسو گرتے رہتے ہیں اور وہ ان فرشتوں پر ٹپکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتداء دنیا سے رکوع میں ہی ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور سر اٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جناب باری میں عرض کریں گے کہ خدایا تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں پھر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس کا وصف تم سن چکے یہ لوگوں کے لئے سراسر باعث عبرت و نصیحت ہے پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ وہ آگ ایک بہت بڑی اور زبردست چیز ہے جو اس کی اطلاع عذاب کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے جو چاہے باوجود اس کے بھی حق کو پیٹھ ہی دیتا رہے اور اس سے دور بھاگتا رہے اور اسے رد کرتا رہے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۖ اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ ۗ فِيْ جَنَّتٍ قَدْ يَتَسَاءَلُوْنَ ۚ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۚ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرٍ ۚ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۚ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمِ الْمَسْكِيْنَ ۚ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ ۚ وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّيْنِ ۚ حَتَّى اٰتَيْنَا الْيَقِيْنَ ۚ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّٰفِعِيْنَ ۚ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۚ كَانْتُمْ حِمْرًا مُّسْتَنْفِرَةً ۚ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۚ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ اَمْرٍ مِنْهُمْ اَنْ يُّوْتٰ صُحُفًا مُّنْشَرَةً ۚ كَلَّا بَلْ

لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۖ كَلَّا إِنَّهُ تَذَكُّرٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۖ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۖ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۖ

اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) کے بدلے میں (دوزخ میں) محبوس ہو گا مگر وہ اپنے والے کو وہ بہشتیوں میں ہوں گے (اور) مجرموں (یعنی کفار) کا حال (خود ان کفار ہی سے) پوچھتے ہوں گے (یعنی مومنین کفار سے پوچھیں گے) کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (اس) مشغلہ میں رہا کرتے تھے اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ (اس حالت میں) ہم کو موت آگئی (سو اس حالت مذکورہ میں) ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی (اور جب کفر و اعراض کی بدولت ان کی یہ گت بننے والی ہے) تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے رہتے ہیں بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ان کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیئے جائیں گے (آگے اس بے ہودہ درخواست کا رد ہے کہ یہ) ہرگز نہیں (ہو سکتا) بلکہ یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے (پس یہ) ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن (ہی) بال نصیحت کے لئے کافی ہے سو جس کا جی اس سے نصیحت حاصل کرے اور بدوں خدا کے چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے۔ وہی ہے جس (کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اور وہی ہے) جو (بندوں کے گناہ) معاف کرتا ہے ○

انسان اور اس سے محاسبہ:

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہو گا لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا وہ جنت کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہوئے جہنمیوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر آیا بکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگ گئے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے یہاں تک کہ موت آگئی یقین کے معنی موت کے اس آیت میں بھی ہیں: **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** (سورہ حجر: ۵۹) یعنی موت کے وقت تک خدا کی عبادت میں لگا رہ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے اب خدائے عالم فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دے گی اس لئے کہ شفاعت وہاں نافع ہوتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جن کا دم بھی کفر پر نکلا ہو ان کے لئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کے لئے ہاویہ میں گئے پھر فرماتا ہے کیا بات ہے کیا وجہ ہے کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن و حدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری سے فارسی زبان میں جسے شیر کہتے ہیں اسے عربی زبان میں اسد کہتے ہیں اور حبشی زبان میں قسورہ کہتے ہیں اور بظلی زبان میں اویا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ مشرکین تو چاہتے ہیں کہ ان کے ہر ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ کتاب اترے جیسے اور جگہ ان کا مقولہ ہے: **حَتَّىٰ نَوْتِي مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ** (سورہ انعام: ۱۲۳) یعنی جب ان کے پاس

۱۔ لیکن سے جو کلام شروع ہوا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصحاب یحییٰ محاسبہ کے قانون سے مستثنیٰ ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصحاب یحییٰ پر وہ عذاب نہ ہو گا جو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ رکھنے والوں پر ہوگا۔

۲۔ یعنی نہ تو حقوق اللہ ہی ادا کئے اور نہ حقوق العباد بلکہ سب سے بڑی حقیقت یعنی قیامت ہی کے منکر رہے۔

کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو وہ نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے؟ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے ہم کو بغیر عمل کے چھوڑ دیا جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل وجہ یہ ہے کہ انہیں آخرت کا خوف ہی نہیں کیونکہ انہیں اس کا یقین ہی نہیں اس پر ایمان نہیں بلکہ اس کو جھٹلاتے ہیں تو ڈرتے کیوں ہیں پھر فرمایا اچھی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن محض نصیحت و موعظت ہے جو چاہے عبرت حاصل کر لے اور نصیحت پکڑ لے جیسے فرمان ہے: وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (سورہ تکویر: ۲۹) یعنی تمہاری تمنائیں خدا تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں پھر فرمایا اسی کی ذات اس قابل ہے کہ اس سے خوف کھایا جائے اور وہی ایسا ہے کہ ہر رجوع کرنے والے کی توبہ قبول کر لے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرایا جائے جو میرے ساتھ شریک بنانے سے بچ گیا تو وہ میری بخشش کا مستحق ہو گیا ابن ماجہ اور نسائی اور ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں سہیل اس کا راوی قوی نہیں۔

تفسیر سورہ قیامہ

سُورَةُ الْقِيَمَةِ مَكِّيَّةٌ اِسْمُهَا اَيُّهَا النَّاسُ

کُلُّ رُكُوعٍ ۲۰ ۞ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۞ کُلُّ آيَاتٍ ۴۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ ۝ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَنْ تَجْمَعَ عِظَامُهُ ۝ بَلَىٰ قَدَرَيْنَ عَلٰى اَنْ نُّسَوِيَ بَنَانَهُ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهُ ۝ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُولُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفْرُ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبِّئُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاٰخَرَهُ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهِ بَصِيْرَةٌ ۝ وَلَوْ اَلْفَىٰ مَعَاذِيْرَهُ ۝

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے (آگے منکرین بعث پر رہے یعنی) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز نہ جمع کریں گے ہم ضرور جمع کریں گے (اور یہ جمع کرنا ہم کو کچھ دشوار نہیں) کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کر دیں بلکہ بعض آدمی (قیامت کا منکر ہو کر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی (بے خوف و خطر ہو کر) فسق و فجور کرتا رہے (اس لئے بطور انکار کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا سو جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور (چاند کی کیا تخصیص ہے بلکہ) سورج اور چاند دونوں ایک حالت کے ہو جائیں گے (یعنی دونوں بے نور ہو جائیں گے) اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں (ارشاد باری ہو رہا ہے) ہرگز بھاگنا ممکن نہیں (کیونکہ) پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا (جانے کا) ہے اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جائے گا (اور انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہ ہوگا) بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو (باقضاء طبیعت اس وقت بھی) اپنے حیلے (حوالے) پیش لا دے ○

بقسم ذرا سنو تو سہی:

یہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ کس چیز پر قسم کھائی جائے، اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے لا کا کلمہ نفی کی تائید کے لئے لانا جائز ہوتا ہے یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر کہ قیامت نہ ہوگی، قسم کھائی جا رہی ہے تو فرماتا ہے کہ قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی۔ حضرت حسنؓ تو فرماتے ہیں کہ قیامت کی قسم ہے اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہی دونوں کی قسم ہے حسنؓ اور اعوجؓ کی قرأت: **فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَاسِمِ** ہے۔ اس سے بھی حضرت حسنؓ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک پہلے کی قسم ہے اور دوسرے کی نہیں۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہؓ کا فرمان ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؓ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن جریرؓ کا مختار قول بھی یہی ہے۔ یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے۔ نفس لوامہ کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہہ دیا؟ یہ کیوں کھالیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے۔ اسے کیا پڑی ہے جو اپنے نفس کو روکے۔ یہ بھی مروی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اپنے آپ کو ملامت کرے گی۔ خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہو جانے پر۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو نافرمان ہو۔ فوت شدہ پر نادام ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا۔ امام ابن جریرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سب اقوال قریب المعنی ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ نفس والا وہ ہے جو نیکی کی کمی پر برائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور فوت شدہ پر ندامت کرتا ہے پھر فرماتا ہے کہ کیا انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں گے یہ تو نہایت غلط خیال ہے ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کر دیں گے اور اس کی پوری پوری بنادیں گے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ہم قادر ہیں کہ اسے ہم اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنادیں امام ابن جریرؓ فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اسے ایسا کر دیتے آیت کے لفظوں سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ **قَادِرِينَ** حال ہے **نَجْمَعُ** سے یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس ہڈیوں نہ جمع کریں گے ہاں ہاں ہم عنقریب جمع کریں گے در آنحالیکہ ہمیں ان کے جمع کرنے کی قدرت ہے بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اسے اٹھائیں اس کی انگلیوں کے سرے برابر کر کے ابن قتیبہؒ اور زجاجؒ کے قول کے یہی معنی ہیں پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فسق و فجور کرنا چاہتا ہے قدم بہ قدم پڑھ رہا ہے امیدیں باندھے ہوئے ہے کہا جاتا ہے کہ گناہ کر لوں مضائقہ کیا ہے تو بے بھی ہو جائے گی ایک ایک قدم اپنے نفس کو خدا کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے

مگر جن پر رب کا رحم ہے اکثر سلف کا قول اس آیت میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، یوم حساب سے انکاری ہے ابن زید بھی یہی کہتے ہیں اور یہی ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی؟ اس کا یہ سوال بطور انکار کے ہے، یہ تو جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے جیسے اور جگہ ہے: وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ (سورہ سبا ۲۹-۳۰) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتادو کہ قیامت کب آئے گی ان سے کہہ دے کہ اس کا ایک دن مقرر ہے جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھر ا جائیں گی جیسے اور جگہ ہے: لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ (سورہ ابراہیم ۲۳) یعنی پلکیں جھپکیں گی نہیں بلکہ رعب و دہشت خوف و وحشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں برق کی دوسری قرأت برق بھی ہے دونوں کے معنی میں کوئی زیادہ فرق نہیں اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے اور سورج چاند جمع کر دینے جائیں گے یعنی دونوں کو بے نور کر کے لپیٹ لیا جائے گا جیسے فرمایا ہے: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ (سورہ تکوین ۱-۲) حضرت ابن مسعود کی قرأت میں: وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (سورہ القیامہ: ۹) ہے انسان جب یہ پریشانی، شدت، ہول، گھبراہٹ اور انتظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھاگتا جائے گا اور کہے گا کہ جائے پناہ، بھاگنے کی جگہ کہاں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے، اور اور اس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں جیسے اور جگہ ہے: مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَاٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِيرٍ (سورہ شوریٰ: ۴۷) یعنی آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ ایسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجان اور بے پہچان بن جاؤ آج ہر شخص کو اس کے اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائے گا جیسے فرمان ہے: وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا (سورہ کہف: ۴۹) یعنی جو کیا تھا، پالیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ دار ہے گواہ کرے اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے جیسے فرمان ہے: اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (سورہ بنی اسرائیل: ۱۴) اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے، اور اپنے آپ کو آپ ہی جانچ لے اس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں، لیکن افسوس کہ یہ دوسروں کے عیبوں اور نقصان کو دیکھتا ہے اور اپنے کینے چننے سے غافل ہے کہا جاتا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ اے ابن آدم! تو دوسروں کی آنکھوں کا تو تذکرہ دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تجھے بھائی نہیں دیتا قیامت کے دن گواہ انسان فضول بہانے بنائے اور جھوٹی دلیلیں دے اور بے کار عذر پیش کرے ایک بھی قبول نہیں کیا جائے گا اس آیت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے ڈالے اہل یمن پردے کو عذر کہتے ہیں لیکن صحیح معنی پہلے ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے انکار ہی کر دیں گے کہ خدا کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے بھی قسمیں کھ کھا کر سچا ہونا چاہیں گے جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن خدا پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے گو وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے رہیں غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کارآمد نہ ہوگی جیسے اور جگہ فرماتا ہے: لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ (سورہ مؤمن ۵۲) ظالموں کو ان کی معذرت کچھ کارآمد نہ ہوگی یہ تو اپنے شرک کے ساتھ ہی اپنی بد اعمالیوں کا انکار کر دیں گے لیکن بے سود ہوگا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۖ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۖ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۖ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۖ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ

الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۝ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝

اے پیغمبر آپ (قبل وحی کے ختم ہو چکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجیے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں (کیونکہ) ہمارے ذمہ ہے (آپ کے قلب میں) اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھو ادینا (جب یہ ہمارے ذمہ ہے) تو ہم اسے پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے پھر اس کا بیان کر ادینا بھی ہمارا ذمہ ہے اے منکر و قیامت کی بابت جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو (ہرگز ایسا نہیں بلکہ تصرف بات یہ ہے کہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے (یہ تو مونہیں کا حال ہے) اور بہت سے چہرے اس روز بیرونق ہوں گے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا ○

ایک حکم:

یہاں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دیتا ہے کہ فرشتے سے وحی کس طرح لیں آنحضور اس کے لینے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قرأت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے پس اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے تو آپ سختے رہیں پھر جس اندیشہ کی بابت آپ ایسا کرتے تھے اس کی بابت تسلی دیتا ہے کہ آپ کے سینے میں اسے جمع کر دینا اور بروقت آپ کی زبان سے اسے پڑھا دینا یہ ہمارے ذمہ ہے اور اسی طرح اس کو واضح کرانا اور تفسیر اور بیان آپ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں پس پہلی حالت تو یاد کرانا دوسری تلاوت کرانا تیسری تفسیر مضمون اور توضیح مطلب کرانا، تینوں کی کفالت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی جیسے اور جگہ ہے: وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (سورہ طہ: ۱۱۴) یعنی جب تک تیرے پاس وحی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر ہم سے دعا کیا کر کہ میرے رب میرے علم کو زیادہ کرتا رہ پھر فرماتا ہے کہ اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تجھ سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم اسے پڑھیں، یعنی ہمارا نازل کردہ فرشتہ اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ چکے تب تو پڑھ، ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد نکلے گا اتنا ہی نہیں بلکہ حفظ کرانے تلاوت کرانے کے بعد ہم تجھے اس کے معانی مطالب بین و توضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تاکہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو پوری طرح آگاہ ہو جائے مسند میں ہے کہ حضور کو اس سے پہلے وحی لینے میں سخت تکلیف ہوتی تھی اس خطرہ سے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں، فرشتے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور آپ کے ہونٹ مبارک ملتے جاتے تھے ابن عباسؓ راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھائے کہ اس طرح اور ان کے شاگرد سعیدؓ نے بھی اپنے استاد کی طرح ہونٹ ہلا کر اپنے شاگرد کو دکھائے اس پر یہ آیت اتری کہ اتنی جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ اسے آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے تلاوت کرانا ہمارے سپرد ہے جب ہم اسے پڑھیں تو آپ سینے اور چپ رہنے جبرائیل کے چلے جانے کے بعد انہی ہی کی طرح ان کا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے سپرد ہے بخاری مسلم میں بھی یہ ہے کہ پھر جب وحی اترتی تو آپ نظریں نیچی کر لیتے اور وحی جب چلی جاتی آپ پڑھتے ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت ابن عباسؓ یہ روایت مروی ہے اور بہت سے مفسرین سلف صالحین نے یہی فرمایا ہے یہ بھی مروی ہے کہ حضور ہر وقت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں اس پر یہ آیتیں اتریں حضرت ابن عباسؓ اور عطیہ عوفیؓ فرماتے ہیں، اس کا بیان ہم پر ہے یعنی حرام حلال کا واضح کرنا حضرت قتادہ کا قول بھی یہی

منزل ۷

تَبَارَكَ الَّذِي ۝۲۹

ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کو قیامت کے انکار کرنے اور خدا کی پاک کتاب کو نہ ماننے اور خدا کے عظیم الشان رسول کی اطاعت نہ کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز جب دنیا اور ترک آخرت ہے حالانکہ آخرت کا دن بڑی اہمیت والا دن ہے اس دن بہت سے لوگ وہ ہوں گے جن کے چہرے ہشاش بشاش تر و تازہ خوش خرم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو صاف صاف کھلم کھلا اپنے سامنے دیکھو گے بہت سی صحیح حدیثوں سے متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں، ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے ان حدیثوں کو نہ کوئی ہٹا سکے گا نہ ان کا کوئی انکار کر سکے گا صحیح بخاری صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا، سورج اور چاند کو جب کہ آسمان صاف اور بے ابر ہو، دیکھنے میں تمہیں کوئی چیز مانع ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے صحیحین میں حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی صبح کی نماز) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر کی نماز) میں کسی طرح سستی نہ کرو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے انہی دونوں متبرک کتابوں میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں وہاں کے برتن بھانڈے سے ہر چیز سونے کی ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں ان کے برتن بھانڈے اور ہر چیز چاندی ہی کی ہے ان جنتیوں اور خدا کے دیدار کے درمیان سوائے کبریائی کی چادروں کے اور کچھ آڑ نہیں یہ جنت عدن کا ذکر ہے صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو خدائے تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ کچھ چاہتے ہو کہ بڑھادوں تو وہ کہیں گے خدایا تو نے ہمارے چہرے سفید نورانی کر دیئے ہمیں جنت میں پہنچا دیا جہنم سے بچا لیا اب ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے اسی وقت حجاب ہٹا دیئے جائیں گے اور ان اہل جنت کی نگاہیں جمال باری سے منور ہوں گی اس میں انہیں سرور و لذت حاصل ہوگی وہ کسی چیز میں حاصل نہ ہوگی سب سے زیادہ محبوب انہیں دیدار باری ہوگا اسی کو اس لفظ زیادۃ سے تعبیر کیا گیا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ (سورہ یونس: ۲۶) یعنی احسان کرنے والوں کو جنت بھی ملے گی اور دیدار خدا تعالیٰ بھی صحیح مسلم کی حضرت جابرؓ والی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں پر قیامت کے میدان میں مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا پس معلوم ہوا کہ ایماندار قیامت کے عرصیات میں اور جنتوں میں دیدار خدا سے شرف کئے جائیں گے مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے ہلکے درجے کا جنتی اپنے ملک اور اپنی ملکیت کو دو ہزار سال دیکھتا رہے گا دور کی اور نزدیک کی چیزیں یکساں نگاہ میں ہوں گی ہر طرف اور ہر جگہ اس کی بیویاں اور خادم نظر آئیں گے اعلیٰ درجے کے جنتی ایک ایک دن میں دو دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے با عظمت چہرے کو دیکھیں گے ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے یہ حدیث بہ روایت ابن عمرؓ مروی ہے اگر ہم اس قسم کی تمام حدیثیں اور روایتیں اور ان کی سندیں اور ان کے مختلف الفاظ یہاں جمع کریں گے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا بہت ہی صحیح اور حسن حدیثیں

۱۔ بہت ممکن ہے کہ دو وقت کی نماز کو خدا تعالیٰ کے دیدار سے کوئی خاص مناسبت ہو کیونکہ صبح کا وقت غفلت کا ہے آدمی سوتا ہے آرام میں ہوتا ہے اس وقت نماز کا اہتمام ایمان کی خاص علامت ہے اور ایسے ہی عصر کا وقت بڑی مصروفیت کا ہوتا ہے آدمی سودا وغیرہ لینے کے لئے نکلتے ہیں دوکاندار خرید و فروخت میں مصروف ہوتے ہیں ایسی گہما گہمی کے وقت نماز کا اہتمام خدا تعالیٰ کو بے حد پسندیدہ ہے جس نے یہ اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارے جزا کے طور پر ان کے لئے اپنا دیدار جو سرمایہ دین و دنیا ہے عنایت فرمایا عاجز راقم السطور کو اس نعمت عظمیٰ یعنی دیدار الہی سے خود رب العالمین بلا استحقاق مشرف فرمائے آمین برحمتک یا رحم الراحمین۔

بہت سی مسند اور سنن کی کتابوں میں بھی مروی ہیں جن میں کئی اکثر ہماری اس تفسیر میں متفرق مقامات پر آگئی ہیں ہاں توفیق خدا کے ہاتھ میں ہے خدا کا شکر ہے کہ اس مسئلہ میں یعنی خدا تعالیٰ کا دیدار مومنوں کو قیامت کے دن نصیب ہونے میں صحابہؓ تابعینؓ اور سلف امت کا اتفاق اور اجماع ہے ائمہ اسلام سب اس پر متفق ہیں جو لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد اس سے خدا تعالیٰ کی نعمتیں دیکھنا ہے جیسے مجاہدؒ اور ابوصالحؒ سے تفسیر ابن جریر میں مروی ہے ان کا قول حق سے دور ہے اور سراسر تکلف سے معمور ہے ان کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے جہاں بدکاروں کی نسبت فرمایا گیا ہے: **كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ** (سورہ مطففین: ۱۵) یعنی فاجر قیامت کے دن اپنے پروردگار سے پردے میں کر دیئے جائیں گے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فاجروں کے دیدار الہی سے محروم رہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابرار یعنی نیکوکار لوگ دیدار الہی سے سیراب کئے جائیں گے اور متواتر حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اسی پر اس آیت کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ ایماندار دیدار باری سے محفوظ ہوں گے حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہ چہرے حسن و خوبی والے ہوں گے کیونکہ دیدار رب پر ان کی نگاہیں پڑتی ہوں گی پھر بھلا یہ منور و حسین کیوں نہ ہوں اور بہت سے منہ اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے بد شکل ہو رہے ہوں گے بے رونق اور اداس ہوں گے انہیں یقین ہوگا کہ ہم پر اب کوئی ہلاکت اور خدا کی پکڑ آئی ابھی ہمیں جہنم میں جانے کا حکم ہوا جیسے اور جگہ ہے: **يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ** (سورہ آل عمران: ۱۰۶) یعنی اس دن بعض چہرے گورے چنے خوبصورت اور حسین ہوں گے اور بعض کالے منہ والے ہوں گے اور جگہ ہے: **وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ** (سورہ غاشیہ: ۲) یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے خوف زدہ دہشت اور ڈر والے بدرونق اور ذلیل ہوں گے جو عمل کرتے رہے اور تکلیف اٹھاتے رہے لیکن آج بھڑکتی ہوئی آگ میں جا گھسے..... پھر فرمایا: **وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ** (سورہ غاشیہ: ۸) یعنی بعض منہ اس دن نعمتوں والے خوش و خرم چمکیلے اور شاداں و فرحاں بھی ہوں گے جو اپنے گزشتہ اعمال سے خوش ہوں گے اور بلند و بالا جنتوں میں اقامت رکھتے ہوں گے اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ الثَّرَاقِي ۚ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۚ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۚ
وَالْتَفَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۚ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۚ فَلَا
صَدَقَ وَلَا صَلَّىٰ ۚ وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۚ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ
يَتَمَطَّىٰ ۚ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۚ ثُمَّ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۚ أَيْحَسِبُ
الْإِنْسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ۚ أَلَمْ يَكُنْ نَاطِقًا مِّنْ مَّيْمَنِي ۚ
ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةً فَخْلَقَ فَسَوَىٰ ۚ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ

وَالْأَنْتَى ۝ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقْدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۝

ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے اس وقت) کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا ہے اور (اس وقت) وہ (مردہ) یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور (شدت سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے تو اس نے نہ تو (خدا اور رسول) کی تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن (خدا اور رسول کی) تکذیب کی تھی اور احکام سے منہ موڑا پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے پھر (مکر سن لے کہ) تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا (کیا یہ شخص (ابتدا میں محض) ایک قطرہ منی نہ تھا جو عورت کے رحم میں ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کو) انسان مہنایا پھر اعضا درست کئے پھر اس کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت (تو) کیا وہ (خدا جس نے ابتداء میں اپنی قدرت سے یہ سب کچھ کیا اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ (قیامت) میں مردوں کو زندہ کر دے) ○

موت اور اس کی بے چیدیاں:

یہاں پر موت کا اور سکرات کے عالم کا بیان ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت حق پر ثابت قدم رکھے گلا کو اگر یہاں ڈانٹ کے معنی میں لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اے ابن آدم تو جو میری خبروں کو جھٹلاتا ہے وہ درست نہیں بلکہ ان مقدمات تو تو روز مرہ دیکھ رہا ہے اور اگر اس لفظ کو حَقًّا کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے زخروں تک پہنچ جائے تو اَقْبٰی جمع ہے تَوَقُّوۃ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سینے پر اور موٹھوں کے درمیان میں ہیں جسے ہنسی کی ہڈی کہتے ہیں جیسے اور جگہ ہے: فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ صٰدِقٰیْن (سورہ واقعہ: ۸۳-۸۷) تک فرمایا ہے یعنی جب کہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور تم سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے پس اگر تم حکم الہی کے ماتحت نہیں ہو اور اپنے اس قول میں سچے ہو تو اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے؟ اس مقام میں اس حدیث پر بھی نظر ڈال لی جائے جو بشر بن حجاج کی روایت سے سورہ یس کی روایت میں گزر چکی ہے تَوَقُّوۃ جو جمع ہے تَوَقُّوۃ کی، ان ہڈیوں کو کہتے ہیں، جو حلقوم کے قریب ہیں اس وقت آہ و زاریاں ہوتی ہیں کہ کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کرے یعنی کسی طبیب وغیرہ کے ذریعہ شفا ہو سکتی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے یعنی اس روح کو لے کر کون چڑھے گا، رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے اور پنڈلی کے پنڈلی سے رگڑا کھانے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس وغیرہ سے یہ منقول ہے کہ دنیا اور آخرت اس پر جمع ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس سے سختی پر سختی ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم و کرم ہو، دوسرا مطلب حضرت عکرمہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک بہت بڑا امر دوسرے بڑے امر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آ جاتی ہے تیسرا مطلب حضرت حسن بصری وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ خود مرنے والے کی بے قراری اور شدت درد سے پاؤں پر پاؤں چڑھ جانا مراد ہے پہلے تو یہ ان پاؤں پر چلتا تھا لیکن اب ان میں جان کہاں؟ اور یہ بھی مروی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی کا مل جانا مراد ہے چوتھا مطلب حضرت ضحاک سے یہ بھی مروی ہے کہ دو کام دو طرف جمع ہو جاتے ہیں ادھر تو لوگ اس کے جسم کو نہلا دھلا کر سپردِ احب کے ماحول کے پیش نظر دور میں آخری وقت جھاڑ پھونک کا جو رواج تھا اسی کو بیان کیا ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ کی وہ تمام کوششیں جو زندہ کو باقی رکھنے کے لئے ڈاکٹری یا طبی اصول کے تحت کی جاتی ہے عرب والوں سے ان کا تذکرہ بے سود ہوتا تاہم بقول مفسر ابن کثیر جب اس آیت میں مطلقاً علاج معالجہ مراد ہے تو اس دور ترقی کے تمام سامان ترقی تحفظ جان کے بھی آئے صاحب روح المعانی نے بھی کہا ہے کہ لَعَنَ اَبِدِید مَطْلُوقِ الطَّبِیْب۔

خاک کرنے کو تیار ہیں ادھر فرشتے اس کی روح لے جانے میں مشغول ہیں اگر نیک ہے تو عمدہ تیاری اور دھوم دھام کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت برائی اور بدتر حالت کے ساتھ اب لوٹنے اور قرار پانے کی جگہ رہے سہنے اور پہنچ جانے کی جگہ کھج کر جانے اور چل کر پہنچنے کی جگہ اللہ ہی کی طرف ہے روح آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے پھر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف پھیر لے جاؤ میں نے ان سب کو اسی سے پیدا کیا اسی میں ہوتا کر لے جاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا جیسے کہ حضرت براءؓ کی طویل حدیث میں آیا ہے یہی مضمون اور جگہ بیان ہوا ہے: **وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ**..... (سورہ انعام: ۶۱) وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کے لئے تمہارے پاس فرشتے بھیجتا ہے یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوئی تصور نہیں کرتے پھر سب کے سب اپنے سچے مولیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یقین مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے پھر اس کا فرمان انسان کا حال بیان ہو رہا ہے جو اپنے دل اور عقیدے سے حق کو جھٹلانے والا اور اپنے عمل سے حق سے روگردانی کرنے والا تھا جس کا ظاہر باطن برباد ہو چکا تھا اور کوئی بھلائی اس میں باقی نہیں رہی تھی نہ وہ خدا کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت خدا بجالاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا ہاں جھٹلانے اور منہ موڑنے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اتراتا اور پھولتا ہوا بے ہمتی اور بد عملی کے ساتھ اپنوں میں جا ملتا تھا جیسے اور جگہ ہے: **وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ** (سورہ مطففین: ۳۱) یعنی جب اپنے اعزہ و قارب کی طرف لوٹتے ہیں تو خوب باتیں بتاتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش خوش جاتے ہیں اور جگہ ہے: **إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا**..... (سورہ انشاق: ۱۳) یعنی اپنے گھرانے میں شادمان تھا اور سمجھ رہا تھا کہ خدا کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں ہے اس کا یہ خیال محض غلط تھا اس کے رب کی نگاہیں اس پر تھیں پھر اسے اللہ تبارک و تعالیٰ دھمکاتا ہے اور فرماتا ہے کہ خرابی ہو تجھے خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر کر کے پھر اتراتا ہے جیسے اور جگہ ہے: **ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ** (سورہ ذہان: ۴۹) یعنی قیامت کے دن کافر سے بطور ڈانٹ کے حقارت کے کہا جائے گا کہ لے اب مزہ چکھ تو تو بڑی عزت والا اور بزرگی والا تھا اور فرمان ہے: **كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ** (سورہ مرسلات: ۴۶) کچھ کھا پی لو، آخر تم بدکار و گنہگار ہو اور جگہ ہے: **فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ** (سورہ زمر: ۱۵) جاؤ خدا کے سوا جس کی چاہو، عبادت کرو وغیرہ وغیرہ غرض یہ ہے کہ ان تمام جگہوں میں یہ احکام بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہیں حضرت جبیرؓ سے یہ آیت اولیٰ لَکَ..... کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ابو جہل کو فرمایا تھا پھر قرآن میں بھی یہی الفاظ نازل ہوئے حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی کے قریب قریب نسائی میں موجود ہے ابن ابی حاتم میں حضرت قتادہؓ کی روایت ہے کہ حضور کے اس فرمان پر اس دشمن خدا نے کہا کہ تو مجھے دھمکاتا ہے خدا کی قسم تو اور تیرا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ ذی عزت میں ہوں فرماتا ہے کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یوں چھوڑ دیا جائے گا یعنی موت کے بعد زندہ نہ کیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم و ممانعت اور آخرت میں اپنے اعمال کے موجب جزا و سزا ضرور ملے گی مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد ہے اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی شکل میں بے جان و بے بنیاد تھا پانی کا ایک ذلیل قطرہ تھا، جو پیٹھ سے رحم میں آیا پھر خون کی پشلی بنی پھر گوشت کا لوتھڑا بنا پھر خدا تعالیٰ نے شکل و صورت دے کر روح پھونک دی اور سالم اعضاء والا انسان بنا کر مرد یا عورت کی صورت میں پیدا کیا کیا وہ خدا جس نے نطفہ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنا دیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے پھر دوبارہ پیدا کر دے؟ یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطور اولیٰ قادر

ہے یا کم از کم اتنا ہی جتنا پہلی مرتبہ تھا جیسے فرمایا: **وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ** (سورہ روم ۲۷) اس نے ابتداء پیدا کیا وہی پھر لوٹائے گا اور وہ اس پر بہت زیادہ آسان ہے اس آیت کے مطلب میں بھی دو قول ہیں لیکن پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے جیسے کہ سورہ روم کی تفسیر میں اس کا بیان اور تقریر گزر چکی ہے **وَاللّٰهُ اَعْلَمُ** ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی چھت پر باواز بلند قرآن پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت تلاوت کی تو فرمایا **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلِّیْ** یعنی اے اللہ تو پاک ہے اور بے شک قادر ہے لوگوں نے اس کہنے کا باعث پوچھا تو فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنا ہے ابوداؤد میں بھی یہی حدیث ہے لیکن دونوں کتابوں میں اس صحابی کا نام نہیں گویا یہ نام نہ ہونا مضر نہیں ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص تم میں سے سورہ التین کی آخری آیت: **اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْخَالِكِيْنَ** پڑھے وہ: **بَلِّیْ وَاَنَا ذٰلِكَ مِنْ اَشْهَادِيْنَ** کہے یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں اور جو شخص سورہ قیامت کی آخری آیت: **اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدِرٍ عَلٰی اَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰی** پڑھے تو کہے **بَلِّیْ** اور جو شخص سورہ والمرسلات کی آخری آیت: **فَبَايَ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ** پڑھے وہ **اَمَّا بِاللّٰهِ** کہے یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی میں بھی ہے ابن جریر میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کی اس آخری آیت کے بعد فرماتے، **سُبْحَانَكَ وَبَلِّیْ** حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے جواب میں یہ کہنا ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔

تفسیر سورہ دھر مکیہ

صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورہ: **اَلَمْ تَنْزِيْلٍ** اور سورہ: **هَلْ اَتٰی عَلٰی الْاِنْسَانِ**..... قرأت فرماتے تھے ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری اور حضور علیہ السلام نے اس کی تلاوت کی اس وقت آپ کے پاس ایک سانو لے رنگ کے صحابی بیٹھے ہوئے تھے جب جنت کی صفتوں کا ذکر آیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھی اور تمہارے بھائی کی جان جنت کے شوق میں نکل گئی۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ قَدْ اُحْدِثْنَا فِيْهَا ثَلَاثُوْنَ اٰیَةً وَفِيْهَا كَوْنٌ

کُلُّ رُكُوْعٍ ۲: ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹

إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا

بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا) ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اسے مظف بنائیں تو (اسی واسطے) ہم نے اس کو سنتا (دیکھتا سمجھتا) بنایا ہم نے اس کو (بھلائی برائی پر مطلع کر کے) رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا پھر) یا تو شکر گزار (اور مومن) ہو گیا یا ناشکرا (اور کافر) ہو گیا ○

انسان کی ابتدا:

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنی بے مائیگی اور اپنے ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے اسے مرد عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا اور عجیب و غریب تغیرات کے بعد یہ موجودہ شکل و صورت اور ہیئت پر آیا ہم اسے آزما رہے ہیں جیسے اور جگہ ہے: **لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا** (سورہ ملک: ۲) تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ پس اس نے تمہیں کان اور آنکھیں عطا فرمائیں تاکہ اطاعت اور منصیت میں تمیز کر سکو ہم نے اسے راہ دکھادی خوب واضح اور صاف کر کے اپنا سیدھا راستہ اس پر کھول دیا جیسے اور جگہ ہے: **وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ** (سورہ حم مجدہ: ۱۷) یعنی ثمودیوں کو ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی اور جگہ ہے: **وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ** (سورہ بلد: ۱۰) یعنی ہم نے انسان کو دونوں راہیں دکھادیں یعنی بھلائی برائی کی اس آیت کی تفسیر میں مجاہد ابو صالح ضحاک اور سدی سے مروی ہے کہ اسے ہم نے راہ دکھائی یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے اور جمہور سے یہی منقول ہے شا کر اور کفور کا نصب حال کی وجہ سے ذوالحال کی ضمیر ہے جو: **إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ** میں ہے یعنی وہ اس حالت میں یا تو شقی ہے یا سعید جیسے صحیح مسلم میں ہے کہ ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے یا تو اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کر لیتا ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تجھے بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے حضرت کعبؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سنتوں پر نہ عمل کریں گے نہ میرے طریقے پر چلیں گے پس وہ لوگ ان کے جھوٹ پر عمل کریں اور ان کے ظلم کی تصدیق اور امداد کریں وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں یا در کھو وہ میرے حوض کوثر پر بھی نہیں آسکتے اور جو ان کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کا مددگار نہ بنے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں یہ لوگ میرے حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے اے کعبؓ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو ختم کر دیتا ہے اور نماز قرب خدا تعالیٰ کا سبب ہے یا فرمایا دلیل نجات ہے اے کعبؓ وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جاسکتا جو حرام سے پلا ہو وہ جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے اے کعبؓ لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتے ہیں کوئی تو اسے آزاد کر لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے سورہ روم کی آیت: **فَطَرَهُ اللَّهُ الَّذِي فُطِرَ النَّاسَ عَلَيْهَا** (سورہ روم: ۳۰) کی تفسیر میں حضرت جابرؓ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زبان چلنے لگتی ہے پھر یا تو شکر گزار بنتا ہے یا ناشکرا مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے اس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں ایک فرشتے کے ہاتھ میں دوسرا شیطان کے ہاتھ میں پس اگر وہ اس کام کے لئے نکلا جو خدا تعالیٰ کا پسندیدہ ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لئے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے تلے ہی رہتا ہے اور اگر یہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کے لئے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپسی تک یہ

شیطانی جھنڈے تلے رہتا ہے۔

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ① إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ
مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ② عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا
تَفْجِيرًا ③ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ④ وَيُطْعَمُونَ
الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑤ إِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ لَوَجْهِ اللَّهِ لَا
نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ⑥ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ⑦
فَوَقَّعَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَفَتْهُمْ نَصْرَهُ وَسُرُورًا ⑧ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا
جَنَّةً وَحَرِيرًا ⑨

ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے (اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شراہیں) پیئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی (یعنی ایسے چشمہ سے پیئیں گے) جس سے خدا کے خاص بندے پیئیں گے (اور) جس کو وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور وہ لوگ (صرف) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ہم تم کو محض خداوندی رضا مندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا غلطی) بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا قوی) شکریہ چاہیں ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان کو (اس) اطاعت اور (اخلاص کی برکت سے) اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا (یعنی چہروں پر تازگی اور قلوب میں خوشی دے گا) اور ان کی پختگی (یعنی استقامت فی الدین) کے بدلے میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دے گا ○

کفار اور عذاب الہی:

یہاں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے لئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے جیسے اور جگہ ہے: إِذَا الْأَغْلَالُ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ (سورہ مومن ۷۱) جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں ہوں گی اور یہ حمیم میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے ان بد نصیبوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی آمیزش کافور نامی نہر کے پانی کی ہوگی ذائقہ بھی اعلیٰ خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر کافور کی سی ٹھنڈک اور سونٹھ کی سی خوشبو کافور ایک نہر کا نام ہے جس سے خدا تعالیٰ کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے 'ب' سے

متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر عیناً پر نصب دیا یہ پانی اپنی خوشبو میں کا نور ہے عیناً کا زیرِ شرب کی وجہ سے ہے اس نہر کو جہاں بھی چاہیں گے وہ لے جائیں گے اور وہیں وہ پہنچ جائے گی تفجیر کے معنی روانگی اور اجراء کے ہیں جیسے آیت: حَتَّى تَفْجَرُ لَنَا (سورہ بنی اسرائیل: ۹۰) میں اور: فَجَرْنَا خِلَافَهُمَا (سورہ کہف: ۳۳) میں پھر ان لوگوں کی نیکیاں بیان ہو رہی ہیں کہ جو عبادتیں خدا تعالیٰ کی طرف ان کے ذمہ تھیں وہ تو بجا ہی لاتے تھے بلکہ جو چیز یہ اپنے اوپر کر لیتے تھے اسے بھی بجا لاتے تھے یعنی نذر بھی پوری کرتے حدیث میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ پوری کرے اور جو نافرمانی کی نذر مانے اسے پوری نہ کرے امام بخاری نے اسے امام مالک کی روایت سے بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھاگتے رہتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن کا ڈر ہے جس کی گھبراہٹ عام طور پر سب کو گھیر لے گی اور ہر ایک ایک الجھن میں پڑ جائے گا مگر جس پر خدا تعالیٰ کا رحم و کرم ہو زمین و آسمان تک کانپ رہے ہوں گے استظار کے معنی ہی ہیں پھیل جانے والی اور اطراف کو گھیر لینے والی کے یہ نیکوکار اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے تھے اور وہ کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے غلام کو بھی کہا ہے لفظ زیادہ ظاہر بھی یہی ہے یعنی باوجود طعام کی خواہش و ضرورت کے راہ اللہ غربا اور حاجتمندوں کو دے دیتے ہیں جیسے اور جگہ ہے: وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ (سورہ بقرہ: ۱۷۷) یعنی مال کی خواہش و تمنا کے باوجود اسے راہ اللہ دیتے رہتے ہیں اور فرمان ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (سورہ آل عمران: ۹۲) یعنی تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزیں راہ اللہ خرچ نہ کرو حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیمار پڑے آپ کی بیماری میں انگور کا موسم آیا جب انگور پکنے لگے تو آپ کا دل بھی چاہا کہ میں انگور کھاؤں تو آپ کی بیوی صاحبہ حضرت صفیہؓ نے ایک درہم کے انگور منگائے آدمی جو لے کر آیا اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک سائل بھی آگیا اور اس نے آواز دی کہ میں سائل ہوں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ سب اسی کو دے دو چنانچہ دے دیئے گئے پھر دوبارہ آدمی گیا اور انگور خرید لایا اب کی مرتبہ بھی سائل آگیا اور اس کے سوال پر اسی کو سب کے سب انگور دے دیئے گئے لیکن اب کی باری حضرت صفیہؓ نے سائل کو کہلا بھیجا کہ اگر اب آئے تو تمہیں کچھ نہ ملے گا چنانچہ تیسری مرتبہ ایک درہم کے انگور منگائے گئے (نیہتی) اور صحیح حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو تو اپنی صحت کی حالت میں باوجود مال کی محنت کے باوجود امیری کی تمنا اور افلاس کے خوف کے راہ اللہ دے یعنی مال کی حرص بھی ہو حب بھی ہو اور حاجت و ضرورت بھی ہو پھر بھی راہ اللہ اسے قربان کر دے یتیم اور مسکین کسے کہتے ہیں؟ وغیرہ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے قیدی کی نسبت حضرت سعیدؓ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ مسلمان اہل قبلہ سے مراد ہے لیکن ابن عباسؓ وغیرہ کا فرمان ہے اس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکین کے اور کوئی مسلم نہ تھا اور اسی کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب کو فرمایا تھا کہ ان کا اکرام کرو چنانچہ کھاتے پیتے میں صحابہؓ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد غلام ہیں امام ابن جریر آیت کے عام ہونے کی وجہ سے اسی کو پسند کرتے ہیں اور مسلم مشرک سب کو شامل کرتے ہیں غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اپنی امت کو یہی ہے کہ نمازوں کی نگہبانی کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کا پورا خیال رکھو یہ اس نیک سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر بلکہ اپنے حال سے گویا اعلان کر دیتے ہیں ہم تمہیں صرف راہ اللہ دیتے ہیں اس میں ہماری ہی بہتری ہے کہ اس سے رضائے رب اور مرضی مولا ہمیں حاصل ہو جائے ہم ثواب اور اجر کے مستحق ہو جائیں حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم یہ بات وہ لوگ منہ سے نہیں نکالتے یہ دلی ارادہ ہوتا ہے جس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے تو خدا تعالیٰ نے اسے ظاہر فرما دیا کہ لوگوں کی رغبت کا باعث بنے یہ پاک



باز جماعت خیرات و صدقات کر کے اس دن کے عذاب اور ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہے جو ترش رو تک و تار یک اور طول و طویل ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اس بنا پر خدا تعالیٰ اس بنا پر خدا تعالیٰ ہم پر رحم کرے گا اور اس محتاجی اور بے کسی والے دن ہمیں ہماری یہ نیکیاں کام آئیں گی حضرت ابن عباسؓ سے عبوس کے معنی تنگی والا اور قَطْرِیر کے معنی طول طویل مروی ہے عکرمہؒ فرماتے ہیں کافر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اس کی تیوری چڑھ جائے گی اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا جو مثل روغن گندھک کے ہوگا مجاہد فرماتے ہیں ہونٹ چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا حضرت سعیدؒ اور حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ بوجہ گھبراہٹ کے اور ہولناکیوں کے صورت بگڑ جائے گی پیشانی تنگ ہو جائے گی ابن زیدؒ فرماتے ہیں برائی والا اور سختی والا دن ہوگا لیکن سب سے واضح بہتر نہایت مناسب ٹھیک قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے قَطْرِیر کے لغوی معنی امام ابن جریرؒ نے شدید کے لئے ہیں یعنی بہت سختی والا ان کی اس نیک نیتی اور پاک عمل کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے انہیں اس دن کی برائی سے بال بال بچالیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں بجائے ترش روئی کے خندہ پیشانی اور بجائے دل کی ہولناکی کے اطمینان و سرور قلب عطا فرمایا خیال کیجئے کہ یہاں عبادت میں کس قدر بلیغ تجانس کا استعمال کیا گیا ہے اور جگہ ہے: وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (سورہ یس: ۳۸-۳۹) اس دن بہت سے چہرے چمکیلے ہوں گے جو ہنستے ہوئے اور خوشیاں مناتے ہوئے ہوں گے یہ ظاہر ہے کہ جب دل سرور ہوگا تو چہرہ کھلا ہوا ہوگا حضرت کعب بن مالکؓ کی لمبی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے چہرہ مبارک خوشی سے منور ہو رہا تھا اور مکھڑے مبارک کی رگیں چمک رہی تھیں۔۔۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کے صبر کے اجر میں انہیں رہنے سہنے کے لئے وسیع جنت پاک زندگی اور پہننے اوڑھنے کے لئے ریشمی لباس ملا ابن عساکر میں ہے کہ ابوسلیمان واوائی کے سامنے اس سورت کی تلاوت ہوئی جب قاری نے اس آیت کو پڑھا تو آپ نے فرمایا انہوں نے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ رکھا تھا پھر یہ اشعار پڑھے۔

كَمْ قَتِيلٍ لِّشَهْوَةٍ وَأَسِيرٍ أَقْبَمِنَ مُشْتَهَىٰ خِلَافِ الْجَمِيلِ
شَهْوَتُ الْإِنْسَانِ تَوْرَثُهُ الذُّلْتُ بَلَىٰ تَلْقِيهِ فِي الْبَلَاءِ الطَّوِيلِ

”افسوس شہواتِ نفس نے اور بھلائیوں کے خلاف برائیوں کے ارتکاب نے بہت سوں کا گلا گھونٹ دیا اور کئی ایک کو پا بجولا کر دیا نفسانی خواہشیں ہی ہیں جو انسان کو بدترین ذلت و رسوائی اور بلا مصیبت میں ڈال دیتی ہیں۔“

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۖ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذَلِيلًا ۖ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَ أَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۖ قَوَارِيرًا مِّنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۖ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۖ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۖ وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ

وَلَدَانِ مُخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ
ثَمَرًا رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُدُوسٌ خُضْرٌ وَّاسْتَبْرَقٌ
وَحُلُوفٌ أَسَاوِرٌ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَمُ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَذَا كَانَ
لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝

اس حالت میں کہ وہ وہاں (جنت میں) مسہریوں پر (آرام اور عزت سے) تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں پیش (اور گرمی) پائیں گے اور نہ جاڑا (بلکہ فرحت بخش موسم ہوگا) اور یہ حالت ہوگی کہ (وہاں یعنی جنت کے) درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے (کہ ہر وقت ہر طرح بلا مشقت لے سکیں گے) اور ان کے پاس چاندی کے برتن اور آنخورے لائیں جائیں گے جو خوشے گچھے ہوں گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز میں بھرا ہوگا اور وہاں ان کو (علاوہ جام شراب مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چٹے سے ان کو پلایا جائے گا جو وہاں ہوگا جس کا نام (وہاں) سلسبیل مشہور ہوگا اور ان کے پاس (یہ چیزیں لے کر) ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور اس قدر حسین ہیں کہ ہمارے مخاطب اگر تو ان کو چلتے پھرتے دیکھے تو سمجھے موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں اور ابے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے (اور) ان جنتیوں پر باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی (کیونکہ ہر لباس میں جدا لطف ہے) اور ان کو چاندی کے نگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں کرتے تھے) مقبول ہیں ○

نعمت ہائے آخرت:

جنتیوں کی نعمتوں اور راحتوں کا ان کے ملک و مال اور جاہ و منال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ با آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع اور مزین جزاؤں و تختوں پر بے فکری سے تکیے لگائے سرور و راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے سورہ والصفات کی تفسیر میں اس کی پوری شرح گزر چکی ہے وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اگر انکے چہرے کھٹوں کو کہتے ہیں پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے گی نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گزریں گی بلکہ بہار کا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہے گا گرمی سردی کے جھمیلوں سے الگ دیں گے جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں درختوں پر چڑھنے کی تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں سروں پر میوے دار گچھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہوں گے توڑا اور کھالیا اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں بیٹھے ہیں تو قدرے جھک گئے لیٹے تو اور قریب آگئے نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ اور نہ دوری کی دوسری ہے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں ڈالیاں لؤلؤ زبرجد اور یاقوت کی ہیں ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں جن کے توڑنے میں کوئی وقت اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو

تَبَرَّكَ الَّذِي ۝۲۹

منزل ۷

کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے ایک طرف خوش خرام خوش دل خوبصورت باادب سلیقہ شعار فرمانبردار خادم قسم قسم کے کھانے چاندی کی کشتیوں میں لگائے کھڑے ہیں دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ہوئے ماقیان مدوش اشارے کی منتظر کھڑے ہیں یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی کوئی مثال نہیں ملتی ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ قوادیر پر زبرد تو اس لئے ہے کہ وہ کان کی خبر ہے اور دوسرے پر زبرد بدلیت کی بنا پر ہے یا تمیز کی بنا پر پھر یہ جام بچے تلے ہوئے ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں ان کی ہتھیلیوں پر بھسے معلوم ہوں اور پینے والے کی حسب خواہش شراب بطہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور والی ہے بے نشے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی جیسا اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کا نور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی تو مطلب یہ ہوا کہ کبھی اس ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تاکہ اعتدال قائم رہے اور یہ نیک لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اس نہر کا شربت پیئیں گے سلسبیل بقول عکرمہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے مہر یا چال بہہ رہا ہے اس کا پانی بہت ہلکا نہایت شیریں خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے جو آسانی سے پیاجاتا ہے اور سہتا پختار ہے ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عرم لڑکے ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں گے یہ غلام جنتی جس سن و سال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے گی یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جزاؤں پر پہنے ہوئے بہ تعداد کثیر ادھر ادھر کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑے مستعدی اور چالاکئی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گویا سفید آبدار موتی ادھر ادھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کے لئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال اور خوش خصال بونے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف جی ہوئی ہوشیار پیشہ ہوئے زیور ہیں۔

لدے ہوئے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے ادھر ادھر پھرتے ایسے بھلے معلوم ہوں گے جیسے بچے با۔۔۔ پر نطفہ مرثیہ پر سفید چمکیلے سچے موتی ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو خدمت کا کاج میں لگے ہوئے ہوں گے پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی تم دیکھو گے کہ راحت و سرور نعمت و نور سے چپہ چپہ معمور ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تبارک و تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ دیا اور حضرت ابن عمر کی روایت سے وہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت و ملک دو ہزار سال کی مسافت ہوگا ہر قریب و بعید کی چیز پر اس کی بیک نظر یکساں نگاہیں ہوں گی یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اعلیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی اے خدا اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے ہم بہ عاجزی و الحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہماری لچائی ہوئی طبیعت کے ارمانوں کو پورا کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس نصیب فرما گواہیے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں آمین مترجم و محشی و قاری (طبرانی کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا آپ نے اسے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو

اعراب کے ماحول کے پیش نظر آئندہ ہے جہاں مردوں میں بھی زیورات کا استعمال ریاست و جاہت کا جزو سمجھا جاتا تھا۔

پوچھ لو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صورت شکل میں رنگ و روپ میں نبوت و رسالت میں آپ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے اب تو فرما دیجئے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا جو ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ..... کہے اس کے لئے خدا کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص سبحان اللہ و بجمہ کہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا سنو ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے اس وقت یہ سورت ملکا کبیر تک اتری تو اس جہشی نے کہا اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں گی کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں بس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے دفن کیا (رضی اللہ عنہ) پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کے مہین اور چمکدار ریشم ہوگا سندس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا استبرق عمدہ بیش بہا گراں قدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنا جائے گا ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھ میں ہوں گے یہ لباس ابراء کا ہے اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے: **يُحَلُّونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ** (سورہ حج: ۲۳) انہیں سونے کے کنگن ہیرے بڑے بڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم صاف ریشمی لباس ہوگا ان ظاہری جسمانی استعمال نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف بالذات سرور و والی پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائی جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کر دے گی حسد کینہ بد خلقی غصہ وغیرہ سب دور کر دے گی جیسے امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابوطالبؓ سے منقول ہے کہ جب اہل جنت جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو دونہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا ایک کا وہ پانی پیئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تر و تازہ ہشاش بشاش ہو جائیں گے ظاہری اور باطنی خوبی دونوں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کے لئے اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کے لئے بار بار کہا جائے گا کہ یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدر دانی ہے جیسے اور جگہ ہے: **كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ** (سورہ حاقہ: ۲۴) دنیا میں جو اعمال تم نے کئے ان کی نیک جزا میں آج تم خوب سہنا پچتا بہ آرام و اطمینان کھاتے پیتے رہو اور فرمان ہے: **وَنُودُوا أَنْ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُودِيتُمْ بِهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ** (سورہ اعراف: ۴۳) یعنی آواز دی جائے گی کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بنا پر بنایا گیا ہے یہاں بھی فرمایا ہے کہ تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کرے۔ آمین۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۖ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَطِعْ مِنْهُمْ

۱۔ روایات مجروح ناقابل اعتبار اور پایہ اعتماد سے بالکل ساقط ہے۔

۲۔ اصلی تو رحمت ہے بظاہر مؤمنین کے اعمال وجہ دخول جنت قرار دیئے گئے ہیں اور غور سے کام لیا جائے تو خود نیک عملی خدا تعالیٰ کی رحمت پر توفیق اس کی موقوف ہے اس لئے رحمت ہی آخری سہارا ٹھہرا۔

اٰثِمًا اَوْ كُفُوْرًا ۝۱۶ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۱۷ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ
وَسَبِّحْهُ كَيْلًا طَوِيْلًا ۝۱۸ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذْرُوْنَ وِرَآءَهُمْ
يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝۱۹ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بِدَلْنَا اَمَثَالَهُمْ
تَبْدِيْلًا ۝۲۰ اِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ اِلٰى رَبِّهِ سَبِيْلًا ۝۲۱ وَمَا تَشَاءُوْنَ
اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۲۲ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاءُ فِيْ
رَحْمَتِهٖ ۚ وَالظَّالِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا لِّیْمًا ۝۲۳

ع

ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر (کہ اس میں تبلیغ بھی داخل ہے) مستقل رہے اور
ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آئے اور آگے عبادت لازمہ کا امر ہے یعنی اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجئے اور کسی
قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے (یعنی نماز فرض پڑھا کیجئے) اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (اس
سے مراد تہجد ہے علاوہ فرائض کے) یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں
ہم ہی نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور (نیز) جب ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں
یہ (سب جو کچھ مذکور ہوا کافی) نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے اور بدوں خدا کے چاہے تم لوگ کوئی
بات چاہ نہیں سکتے (اور بعض لوگوں کے لئے) خدا کے چاہتے ہیں بعض حکمتیں ہوتی ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ بڑا علم و حکمت والا ہے وہ
جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور (جس کو چاہے کفر اور ظلم میں مبتلا رکھتا ہے پھر) ظالموں کے لئے اس نے دردناک
عذاب تیار کر رکھا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا خاص کرم جو کیا ہے اسے یاد دلاتا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ
قرآن کریم نازل فرمایا اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہئے کہ میری راہ میں صبر و سہار سے کام لے میری قضا و قدر پر صابر و شاکر
رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنے حسن تدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا لوگو اور یہ تبلیغ سے
روکیں لیکن تم نہ رکنا بلا رو رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ و نصیحت ارشاد تلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں
تمہیں لوگوں کی ایذا سے بچاؤں گا تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں فاجر کہتے ہیں بد اعمال عاصی کو اور کفو کہتے ہیں دل کے منکر کو دن کے
اول آخر کے حصے میں رب کا نام لیا کرو راتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک خدا کی تسبیح پڑھو جیسے اور جگہ فرمایا: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ
(سورہ بنی اسرائیل: ۷۹) رات کو تہجد پڑھو عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود میں پہنچائے گا سورہ منزل کے شروع میں فرمایا اے لحاف
اوڑھنے والے رات کے قیام کیا کر مگر تھوڑی رات آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو تر تیل سے پڑھ پھر کفار کو روکتا ہے
کہ حب دنیا میں پھنس کر آخرت کو ترک نہ کر وہ بڑا بھاری دن ہے اس فانی دنیا کے پیچھے پڑ کر اس خوفناک دن کی دشواریوں سے غافل ہو
تَبٰرَكَ الَّذِي ۝۲۹

منزل ۷۶

جانا عقل مندی کا کام نہیں پھر فرماتا ہے سب کے خالق ہم ہیں اور سب کی مضبوط پیدائش اور قوی قوی ہم نے ہی بنائے اور ہم بالکل ہی قادر ہیں کہ قیامت کے دن انہیں بدل کر نئی پیدائش میں پیدا کر دیں یہاں ابتداء آفرینش ان کے اعادہ کی ذیل بتائی ہے اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر ہم چاہیں اور جب چاہیں ہمیں قدرت حاصل ہے کہ انہیں فنا کر دیں مٹا دیں اور ان جیسے دوسرے انسانوں کو ان کے قائم مقام کر دیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے: **إِنْ يَشَاءُ يُدْهِبْكُمْ أَهْلَ النَّاسِ** (سورہ نساء: ۱۳۳) اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اے لوگو تم سب کو برباد کر دے اور دوسرے لائے اللہ تعالیٰ اس پر ہر آن قادر ہے اور جگہ فرمایا اگر چاہے تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے خدا پر یہ گراں نہیں پھر فرماتا ہے یہ سورت سراسر عبرت و نصیحت ہے جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے خدا تعالیٰ سے ملنے کی راہ پر چلنے لگ جائے جیسے اور جگہ فرمان ہے: **وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ** (سورہ نساء: ۱۳۹) ان پر کیا بوجھ پڑ جاتا اگر یہ خدا کو قیامت کو مان لیتے؟ پھر فرمایا بات یہ ہے کہ جب تک خدا نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت ہی نہ ہوگی اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے مستحقین ہدایت کو وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور جو اپنے آپ کو مستحق ضلالت بنالیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے ہر کام میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت تامہ ہے جسے چاہے اپنی رحمت تلے لے لے اور راہ راست پر کھڑا کر دے اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے اور راہ راست نہ سمجھائے اس کی ہدایت نہ تو کوئی کھو سکے گا نہ اس کی گمراہی کو کوئی راستی سے بدل سکے گا اس کے عذاب گناہ گاروں ظالموں اور ناانصافوں کے لئے ہی مخصوص ہیں۔

تفسیر سورہ مرسلات مکہ

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے غار میں تھے جب یہ سورت اتری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ سے سن کر یاد کر رہا تھا کہ ناگہاں ایک سانپ ہم پر حملہ آور ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مارو ہم چھپے لیکن وہ نکل گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری سزا اسے وہ بچ گیا جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے (بخاری مسلم) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ صاحبہ حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں اس سورت کی قرأت کرتے ہوئے سنا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سن کر ام الفضلؓ نے فرمایا میرے عزیز آج تم نے تو یاد دلادیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے آخری مرتبہ سنا ہے۔ (مسند احمد و صحیحین)

سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُونَ آيَةً فِيهَا كَوْنُهَا

کُلُّ رَوْعٍ ۲۰ ۲۱ ۲۲ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۵۰ کُلُّ آيَاتٍ ۵۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ۝ فَالْعَصْفِ عَصْفًا ۝ وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۝ فَالْفُرْقَةِ

فَرَقًا ۱۰ فَاَلْمُلْقِيَتِ ذِكْرًا ۱۱ عُدْرًا ۱۲ اَوْ نَذْرًا ۱۳ اِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ۱۴ فَاِذَا
النُّجُومُ طُمِسَتْ ۱۵ وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۱۶ وَاِذَا الْجِبَالُ سُفَّتْ ۱۷ وَاِذَا الرَّسُلُ
اُتِقَتْ ۱۸ لَا يَیُّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۱۹ لَیُّوْمِ الْفَصْلِ ۲۰ وَمَا اَدْرَاکَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۲۱
وَلَیْلٌ یَّوْمَیْذٍ لِّلْمُکْذِبِیْنَ ۲۲

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں (جس سے خطرات کا احتمال ہوتا ہے) اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو (اٹھا کر) پھیلاتی ہیں پھر ان ہواؤں کو جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں (جیسا کہ بارش کے بعد ہوتا ہے) پھر ان ہواؤں کی جو (دل میں) اللہ کی یاد (یعنی توبہ کا یا) ذرا نہ کا القا کرتی ہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے سو جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبر وقت مقرر پر جمع کئے جائیں گے کس دن کے لئے پیغمبروں کا معاملہ ملوئی رکھا گیا ہے (آگے جواب ہے کہ) فیصلہ کے دن کے لئے (ملوئی رکھا گیا ہے اور) (آگے اس فیصلہ کے دن کی تہویل ہے کہ) آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ (مراد قیامت کا دن ہے جو کیسا کچھ ہے) (یعنی بہت سخت ہے اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی) ○

قیامت یقینی ہے:

بعض اکبر صحابہؓ تابعینؒ وغیرہ سے تو مروی ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان اوصاف والے فرشتوں کی کھائی ہیں بعض کہتے ہیں پہلی کی چار قسمیں تو ہواؤں کی ہیں اور پانچویں قسم فرشتوں کی ہے بعض نے کچھ نہیں کہا کہ آیا والمرسلات سے مراد فرشتے ہیں یا ہوا میں ہیں ہاں وَالْعَصْفِیَّتِ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد تو ہوائیں ہیں بعض عاصفات میں یہ فرماتے ہیں اور ناشرات کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے یہ بھی مروی ہے کہ ناشرات سے مراد بارش ہے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرسلات سے مراد ہوائیں ہیں جیسے اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے: وَارْسَلْنَا الرِّیَّاحَ لَوَاقِحَ (سورہ حجر: ۲۲) یعنی ہم نے ہوائیں چلائیں جو ابر کو بوجھل کرنے والیاں ہیں اور جگہ ہے یُرْسِلُ الرِّیَّاحَ بُشْرًا (سورہ اعراف: ۵۷) اپنی رحمت سے بیشتر اس کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ چلاتا ہے عاصفات سے مراد بھی ہوائیں ہیں وہ نرم ملکی اور بھینی بھینی ہوائیں تھیں یہ ذراتیز جھونکوں والی اور آواز والی ہوائیں ہیں ناشرات سے مراد بھی ہوائیں ہیں جو بادلوں کو ہر چہار سو پھیلا دیتی ہیں اور جدھر خدا کا حکم ہوتا ہے انہیں لے جاتی ہیں فارتات اور مملقیات سے مراد ابوت فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسولوں پر وحی لے کر آتے ہیں جس سے حق و باطل میں حلال و حرام میں ضلالت و ہدایت میں امتیاز اور فرق ہو جاتا ہے تاکہ لوگوں کے عذر ختم ہو جائیں اور منکرین کو تنبیہ ہو جائے ان قسموں کے بعد فرمان ہے کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا ہے جس دن تم سب کے سب اول آخر والے اپنی اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اپنے کرتوت کا پھل پاؤ گے نیلی کی جزا اور بدی کی سزا صور پھونک دیا جائے گا اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور ہو کر رہنے والا ہے لازمی طور پر آنے والا ہے اس دن ستاروں کا نور اور ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی جیسے: وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ (سورہ ۲۱)

اور جگہ فرمایا: وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَشَرَتْ (سورہ انفطار: ۲) ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے یہاں تک کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ (سورہ طہ: ۱۰۵) اور جگہ فرمایا: وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالِ (سورہ کہف: ۴۷) یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے اور اس دن وہ چلنے لگیں گے بالکل نام و نشان مٹ جائے گا اور زمین، ہموار بغیر اونچ نیچ کے رہ جائے گی اور رسولوں کو جمع کیا جائے گا اس وقت مقررہ پر انہیں لایا جائے گا جیسے اور جگہ ہے یوم یجمع اللہ الرسل اس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے شہادتیں لے گا جیسے اور جگہ ہے: وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ (سورہ زمر: ۶۹) زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی نامہ اعمال دے دیئے جائیں گے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا پھر فرماتا ہے کہ ان رسولوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن فیصلے ہوں گے جیسے فرمایا: فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رُسُلَهُ (سورہ ابراہیم: ۴۷) یہ خیال نہ کر کہ خدا تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا ہے جس دن یہ زمین بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا اور سب کے سب اللہ واحد و قہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے اسی دن کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا پھر اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم بھی اس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے اس دن ان جھٹلانے والوں کے لئے سخت خرابی ہے ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ۝ ثُمَّ نُسَبِّعُهُمُ الْآخِرِينَ ۝ كَذَلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقُدْرُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا رِوَاسٍ شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَّاءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝

(آگے عذاب کی تذکرہ ہے یعنی) کیا ہم اگلے (کافر) لوگوں کو (عذاب سے) ہلاک نہیں کر چکے پھر پچھلوں کو بھی (عذاب میں) ان (پہلوں) ہی کے ساتھ ساتھ کر دیں گے ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (یعنی ان کے کفر پر سزا دیتے ہیں) اس روز (حق کے) حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے قدرت علی البعث کی تقریر ہے یعنی) کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی (یعنی نطفہ) سے نہیں بنایا پھر ہم نے اس کو ایک وقت مقررہ تک ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) میں رکھا غرض ہم نے (ان) تصرفات کا ایک اندازہ ٹھہرایا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں (اس روز حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی کیا ہم

نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سینے والی نہیں بنایا اور ہم نے اس زمین پر اونچے نیچے پہاڑ بنائے ہیں (جس سے بہت منافع متعلق ہیں) اور ہم نے تم کو بیٹھائی پلایا اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی ○

عبرت انگیز معاملات:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے میرے رسولوں کی رسالت کو جھٹلایا میں نے انہیں تمہیں نہیں کر دیا پھر ان لوگوں کے بعد اور آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ہم نے انہیں بھی اسی طرح غارت کر دیا ہم مجرموں کی غفلت کا یہی بدلہ دیتے چھ آئے ہیں اس دن ان جھٹلانے والوں کی درگت ہوگی پھر اپنی مخلوق کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل پیش کرتا ہے کہ ہم نے اے حقیر و ذلیل قطرے سے پیدا کیا جو خالق کائنات کے سامنے ناچیز محض تھا جیسے سورہ یاسین کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اے ابن آدم بھلا تو مجھے عاجز کر سکے گا میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر اس قطرے کو ہم نے رحم میں جمع کیا جو اس پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اسے بڑھاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے مدت مقررہ تک وہ وہیں رہا یعنی چھ مہینے یا نو مہینے ہمارے اس اندازے کو دیکھو کہ کس قدر صحیح اور بہترین ہے پھر بھی اگر تم اس آنے والے دن کو نہ مانو گے تو یقین جانو کہ تمہیں قیامت کے دن بڑی حسرت سخت افسوس ہوگا پھر فرمایا کیا ہم نے زمین کو یہ خدمت سپرد نہیں کی کہ وہ زندگی میں بھی اپنی پیٹھ پر تمہیں چلاتی رہے اور موت کے بعد بھی تمہیں اپنے پیٹ میں چھپا رکھے پھر زمین کے نہ ملنے جلنے کے لئے ہم نے مضبوط وزنی پہاڑ اس میں گاڑ دیئے اور بادلوں سے برستا ہوا اور چشموں سے رستا ہوا ہلکا زود ہضم خوشگوار پانی ہم نے تمہیں پلایا ان نعمتوں کے باوجود بھی اگر تم میری باتوں کو جھٹلاتے ہی رہے تو یاد رکھو وہ وقت آ رہا ہے جب حسرت و افسوس کرو گے جو کچھ کام نہ آئے گی۔

إِنظِلُّوا إِلَى مَا كُنتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٣١﴾ إِنظِلُّوا إِلَى ظِلِّ ذِي ثُلُثِ شُعْبٍ ﴿٣٢﴾

لَا ظِلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ الْهَبِ ﴿٣٣﴾ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ رَگَالٍ قَصِيرٍ ﴿٣٤﴾ كَانَتْ

جَمَلَتْ صُفْرًا ﴿٣٥﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٦﴾ هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٣٧﴾

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٩﴾ هَذَا يَوْمُ

الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٤٠﴾ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِدُونِ ﴿٤١﴾ وَيْلٌ

يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٢﴾

بج

۱۔ بھاس فقیہ نے ارض (زمین) کے ذکر کے بعد الموت (مردوں) کا ذکر ہونے سے استدلال کیا ہے کہ مردہ کو زمین ہی دفن کرنا چاہئے الفاظ بھاس کے یہ ہیں: وهذا يدل على وجوب صلوة الست و دفنه و دفن شعرة و سائر ما يزيله

تم اس عذاب کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ (ٹھنڈا) سایہ ہے اور نہ گرمی سے بچاتا ہے وہ انگارے برسا دے گا جیسے بڑے بڑے محل جیسے کالے کالے اونٹ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو اجازت (عذر کی) ہوگی سو عذر بھی نہ کر سکیں گے۔ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (ان لوگوں سے کہا جائے گا) یہ ہے فیصلہ کا دن (جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے) ہم نے (آج) تم کو اور اگلوں کو (فیصلہ کے لئے) جمع کر لیا سو اگر تمہارے پاس (آج کے فیصلہ سے بچنے کی) کوئی تدبیر ہو تو مجھ پر تدبیر چلاؤ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی ○

اور اب یہ مشاہدات:

جو کفار قیامت کے دن کو اور جزا کو جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو جسے سچا نہ مانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے اونچے ہو کر ان میں تین پھاٹکیں کھل جاتی ہیں تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے اور سایہ معلوم ہوتا ہے لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے یہ جہنم اتنی تیز و تند سخت اور بکثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جواڑتی ہیں وہ مثل قلعہ کے اور تناور درخت کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں اور دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لے کر انہیں بلند کر لیتے اسے ہم قصر کہا کرتے تھے کشتی کی رسیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی اونچی قد آدم ہو جاتی ہیں اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے ان جھٹلانے والوں پر حسرت و افسوس ہے آج نہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر و معذرت کرنے کی اجازت ملے گی کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی ہے اور ظالموں پر خدا کی بات ثابت ہو گئی اب انہیں بولنے کی اجازت نہیں یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان کا بولنا ان کا انکار کرنا چھپانا اور عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر و معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر و معذرت ختم ہو جائے گی غرض میدان حشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہوگی کسی وقت یہ کسی وقت وہ اسی لئے یہاں ہر کلام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دے دی جاتی ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ فیصلہ کا دن ہے اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی اور مکاری سے ہوشیاری اور فریب دہی سے میرے قبضے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ پوری کوشش کر لو خیال فرمائیے کہ کس قدر دل ہلا دینے والا فقرہ ہے پروردگار عالم خود قیامت کے دن ان منکروں سے فرمائے گا کہ اب خاموش کیوں ہو؟ وہ چلت پھرت چالاکی اور بے باکی کیا ہوئی دیکھو میں نے تم سب کو ایک میدان میں حسب وعدہ جمع کر دیا ہے آج اگر کسی حکمت سے مجھ سے چھوٹ سکتے ہو تو کوتاہی نہ کرو جیسے اور جگہ ہے: **يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُتُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ.....** (سورہ رحمن: ۳۳) یعنی اے جن و انس کے گروہ اگر تم آسمان و زمین کے کناروں سے باہر چلے جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ بغیر قوت کے تم باہر نہیں جس سکتے (اور وہ تم میں نہیں) اور جگہ ہے: **وَلَا تَصْرُوهِنَّ شَيْئًا** (سورہ ہود: ۵۷) یعنی تم خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے حدیث شریف میں ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو نہ تو تمہیں مجھے نفع پہنچانے کا اختیار ہے نہ نقصان پہنچانے کا نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو حضرت عبداللہ جدیؓ فرماتے ہیں کہ

میں بیت المقدس گیا دیکھا کہ وہاں حضرت عبادہ بن صامتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت کعب احبارؓ بیٹھے ہیں باتیں کر رہے ہیں میں بھی بیٹھ گیا تو میں نے سنا کہ حضرت عبادہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انگلوں پچھلوں کو ایک صاف چٹیل میدان میں جمع کرے گا آواز دینے والا آواز دے کر سب کو ہوشیار کر دے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کا دن فیصلوں کا دن ہے تم سب اگلے پچھلوں کو میں نہ جمع کر دیا ہے اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ کوئی دعا فریب مکر یہ کر سکتے ہو تو کرو سنو! متکبر سرکش منکر اور جھٹلانے والا آج میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی نافرمان شیطان میرے عذاب سے نجات پاسکتا ہے حضرت عبداللہ نے فرمایا لو ایک حدیث میں بھی سنا دوں اس دن جہنم اپنی گردن دراز کر کے لوگوں کے بچوں بیچ پہنچا کر با آواز بلند کہے گی اے لوگو تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے میں نہیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا میں انہیں پہچانتی ہوں آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انہیں چھپا سکتا ہے ایک تو وہ جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو پھر وہ مڑ مڑ کر جن جن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدان حشر میں سے چھانٹ لے گی اور ایک ایک کو پکڑ کر نگل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے (اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے)۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۝ وَفَوَاحِهِ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا
هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ ۝ وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝

پرہیزگار لوگ سایوں میں چشموں میں اور مرغوب میوؤں میں ہوں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) اپنے اعمال کے (نیک صلہ میں) خوب مزے دے کھاؤ پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (اور یہ کفار نعماء جنت کی بھی تکذیب کرتے ہیں) سو سمجھ رکھیں کہ (اس روز حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی تم (دنیا میں) تھوڑے دن اور کھالو برت لو (عنقریب کم بختی آنے والی ہے کیونکہ) تم بے شک مجرم ہو اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اور (ان کافروں کی سرکشی) اور جرم کی حالت یہ ہے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا کی طرف جھکو تو نہیں جھکتے اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی تو پھر اس (قرآن بلیغ الفاظ والا نذار) کے بعد اور پھر کون سی بات پر ایمان لائیں گے ○

نیکو کار اور خدا کی رحمتیں:

اور چونکہ بدکاروں کی سزاؤں کا حکم ہوا تھا یہاں نیکوکاروں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ متقی پرہیزگار تھے خدا کے عبادت گزار تھے فرائض اور واجبات کے پابند تھے خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں سے حرام کاریوں سے بچتے تھے وہ قیامت کے دن جنتوں میں ہوں گے جہاں قسم قسم کی نہریں چل رہی ہیں گنہگار سیاہ بد بودار دھوئیں میں گھرے ہوئے ہوں گے اور یہ نیک کردار جنتوں کے گھنے ٹھنڈے اور پر کیف سایوں میں بہ آرام تمام لیٹے بیٹھے ہوں گے سامنے صاف شفاف چشمے اپنی پوری روانی سے جاری ہوں گے قسم قسم کے پھل میوے اور ترکاریاں موجود ہوں گے جسے جب جی چاہے کھائیں گے نہ روک ٹوک ہوگی نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہوگا نہ فنا ہونے اور ختم ہونے کا خطرہ ہوگا پھر حوصلہ بڑھانے اور دل میں خوش ہونے کو دوبالا کرنے کے لئے خداوند تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمان ہوگا کہ اے میرے پیارے بندو! اے جنتیو! تم یہ خوشی اور با فراغت سہتا پچتا خوب کھاؤ پیو ہم ہر نیک پرہیزگار مخلص انسان کو اسی طرح بھلا بدلہ اور نیک جزا دیتے ہیں ہاں جھٹلانے والوں کی تو آج بڑی خرابی ہے ان جھٹلانے والوں کو دھمکایا جاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو تم کچھ کھاپی لو برتالو فائدے اٹھا لو عنقریب یہ نعمتیں بھی فنا ہو جائیں گی اور تم بھی موت کے گھاٹ اترو گے پھر تمہارا نتیجہ جہنم ہی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے تمہاری بد اعمالیوں اور سیہ کاریوں کی سزا ہمارے پاس تیار ہے کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں قیامت کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری وحی کو نہ ماننے والا اے ہمارے پاس تیار ہے کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں قیامت کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری وحی کو نہ ماننے والا اے جھوٹا جاننے والا قیامت کے دن سخت نقصان میں اور پورے خسارے میں ہوگا اس کی سخت خرابی ہوگی جیسے اور جگہ ارشاد ہے: نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ (سورہ لقمان: ۲۴) دنیا میں ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ پہنچا دیں گے پھر تو ہم انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے اور جگہ فرمان ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نَذِقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ (سورہ یونس: ۷۰) یعنی خداوند تبارک و تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے دنیا میں معمولی اور فانی فائدہ اٹھالیں پھر ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے ہم انہیں ان کے کفر کی سزا میں سخت تر عذاب چکھائیں گے پھر فرمایا ان نادان منکروں کو جب کہا جاتا ہے کہ آؤ خدا کے سامنے جھک تو جاؤ جماعت کے ساتھ نماز تو ادا کر لو تو ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا اے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں ان کے لئے جو جھٹلانے میں عمریں گزار دیتے ہیں قیامت کے دن بڑی مصیبت ہوگی پھر فرمایا جب یہ لوگ اس پاک کلام مجید پر بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام کو مانیں گے؟ جیسے اور جگہ ہے: فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيِهِ يُؤْمِنُونَ (سورہ جاثیہ: ۲۰) یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ پر اور اس کی آیتوں پر جب ایمان نہ لائے تو اب کس بات پر ایمان لائیں گے؟

ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے تو اسے اس کے جواب میں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِمَا اَنْزَلَ كِهٰنَا چاہئے یعنی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لایا یہ حدیث سورہ قیامہ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔

۱۔ تاکہ ان منکرین سے قطعاً آپ ممتاز ہو جائیں جو کہ خدا تعالیٰ اور اس کی نازل کردہ کتابوں پر یقین نہیں رکھتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار سے عملاً تو جدا ہونا ہی ہے قولاً بھی علیحدگی پسندی اسلام میں مطلوب ہے۔

پارہ: ۳۰

تفسیر سورہ نبا مکہ

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعُوْنَ اَيَّةٌ وَفِيهَا اَرْبَعُوْنَ

کُلُّ آيَةٍ ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کُلُّ رُكُوْعٍ ۲۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ۲ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۳
كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا ۶ وَالْجِبَالَ
اَوْتَادًا ۷ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۸ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۹ وَجَعَلْنَا اِلَيْلَ
لِبَاسًا ۱۰ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۱۱ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۱۲ وَجَعَلْنَا
سِرَاجًا وَهَّاجًا ۱۳ وَانْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرِ مَاءً ثَجَّاجًا ۱۴ لِّنُخْرِجَ
بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۱۵ وَجَنَّتِ الْاَفَا ۱۶

یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کر رہے ہیں ہرگز ایسا نہیں (بلکہ قیامت آئے گی اور ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے مکرر کہتے ہیں) کہ جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں ہرگز ایسا نہیں (بلکہ آئے گی) ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو (زمین کی) مینیں نہیں بنایا اور اس کے علاوہ ہم نے اور بھی اپنی قدرت ظاہر فرمائی (چنانچہ) ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا (یعنی مرد و عورت) بنایا اور ہم ہی نے سونے کو راحت کی چیز بنایا اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنایا اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا اور ہم ہی نے تمہارے

۱ گویا کہ ان سوالات کس سلسلہ قطعاً اور انکار کی راہ سے اہل حق سے تھا سوال سے منکرین محشر اہل جاہلیت وغیرہ نے جس طرح دوسری زبانوں میں سوائے کلمات سے خطبات کو ابتداء انشاء کی جان سمجھی جاتی ہے ایسے ہی عربی میں بھی یہ اسلوب نہایت پر شوکت سمجھا جاتا ہے۔

۲ جوش کے موقع پر جملوں کا یہ تکرار بلاغت کی یہ جان ہے۔ ۳ کہ یہ پہاڑ اپنے نقل سے زمین کو ڈالنا ڈول ہونے سے محفوظ رکھتے ہیں۔

۴ کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں ایک نعمت خود نیند ہے نیند کی قدر و قیمت ان لوگوں سے پوچھے جو بے خوابی کے شکار ہیں اور جن کی راتیں بے قراری سے روئیں بدلتے گزر جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دن ہی ہیں انسان کا روایت کرتا ہے بلکہ جانور تک دن کو روشنی میں اپنی غذا تلاش کرتے ہیں۔

اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ہم ہی نے آسمان میں ایک روشن چراغ بنایا (مراد آفتاب ہے) اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے مینہ برسایا تا کہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں ○

یہ کیسے سوالات:

جو مشرک لوگ قیامت کا انکار کرتے تھے اور اس کو جھٹلانے کی راہ سے آپس میں سوالات کرتے تھے یہاں خدا تعالیٰ ان کے ان سوالات کا جواب اور ان کی حقیقت بیان فرما کر ان کی تردید کرتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کس بارے میں سوالات کر رہے ہیں؟ یعنی کس چیز کے متعلق پوچھ گچھ کر رہے ہیں کیا قیامت کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں حالانکہ وہ تو ایک بہت بڑی خبر ہے یعنی ہولناک اور بری خبر ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے حضرت قتادہؓ اور ابن زیدؓ نے اس بناء عظیم (بہت بڑی خبر) سے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا مراد لیا ہے مگر حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے لیکن پہلی بات ٹھیک زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا مراد ہے پھر اس آیت: **الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ** (جس میں یہ لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں) میں جس اختلاف کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس کے بارے میں دو گروہوں میں تقسیم ہیں ایک تو اس کو مانتے ہیں کہ وہ ہو کر رہے گی اور دوسرے اس کو نہیں مانتے پھر خداوند تعالیٰ ان منکرین قیامت کو دھماتے ہوئے فرماتا ہے کہ یقیناً ان کو اس کی حقیقت بہت جلد معلوم ہو جائے گی ان کو خدا تعالیٰ نے یہ بہت سخت دھمکی اور وعید سنائی ہے پھر خدا تعالیٰ اپنی عجیب و غریب مخلوقات کی باریکیاں بتلا کر اپنی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں بیان فرماتا ہے جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ ایسی ایسی چیزیں بغیر کسی نمونہ اول مرتبہ پیدا کر سکتا ہے تو ان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ چنانچہ فرماتا ہے کہ کیا ہم نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور بچھونا نہیں بنایا ہے؟ یعنی تمام مخلوق کے لئے اس کو ہموار کر کے نہیں بچھا دیا اس طرح کہ وہ تمہارے آگے پست و در فرمانبردار ہے بغیر کسی ہلنے جلنے کے خاموشی کے ساتھ جی ہوئی پڑی ہے اور پہاڑوں کو (اس کی) میخیں بنایا ہے یعنی ان کو اس کی میخیں بنا کر اس میں گاڑ دیا ہے تاکہ وہ ان سے جی اور تھگی رہے اور پہلے کی طرح ہلے جلے نہیں اور اپنے اوپر بسی ہوئی مخلوق کو پریشان نہ کرے پھر فرمایا کہ اس کے بعد اپنے آپ کو دیکھو کہ ہم نے تم کو جوڑا جوڑا بنا کر پیدا کیا ہے (یعنی نر و مادہ اور مرد و عورت جو آپس میں ایک دوسرے متمتع ہو کر اپنی خواہش پوری کرتے ہیں اور اس طرح ان کی نسل بڑھتی رہتی ہے جیسے اور جگہ فرمایا ہے **وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا.....** (سورہ روم: ۲۱) یعنی خدا کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے خود تمہیں میں سے تمہارے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اس نے اپنی مہربانی سے تم میں آپس میں محبت اور رحم ڈال دیا پھر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہاری نیند کو حرکت کے کٹ جانے کا سبب بنایا تاکہ آرام اور اطمینان حاصل کر لو اور دن بھر کی تکان کسل اور ماندگی دور ہو جائے اس معنی کی اور ایک آیت سورہ فرقان میں گزر چکی ہے رات کو ہم نے لباس بنایا کہ اس کا اندھیرا اور سیاہی سب لوگوں پر چھا جاتی ہے جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ: **وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا** (سورہ شمس: ۴) قسم ہے رات کی جبکہ وہ ڈھک لے عرب شاعر بھی اپنے شعروں میں رات کو لباس کہتے ہیں حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ رات سکون کا باعث بن جاتی ہے اور برخلاف رات کے دن کو ہم نے روشن اجالے والا اور منور بنایا ہے تاکہ تم کاروبار اس میں کر سکو جا آسکو بیوپار تجارت لین دین کر سکو اور اپنی روزیاں اور رزق حاصل کر سکو اور ہم نے جہاں تمہیں رہنے سہنے کو زمین بنادی وہاں ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے جو بڑے لمبے چوڑے مضبوط پختہ عمدہ اور زینت والے ہیں تم دیکھتے ہو کہ ان میں ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے لگ رہے ہیں بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں اور بعض ایک جگہ قائم ہیں پھر فرماتا ہے کہ ہم نے سورج کو چمکتا چراغ بنایا جو تمام جہان کو روشن کرتا ہے ہر چیز کو چمکا دیتا ہے اور دنیا کو منور کر دیتا ہے اور دیکھو ہم

نے پانی کی بھری بدلیوں سے بکثرت پانی برسایا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہوائیں چلتی ہیں ادھر سے ادھر بادلوں کو لے جاتی ہیں اور پھر ان دلوں سے خوب بارش برتی ہے اور زمین کو سیراب کرتی ہے اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ معصرات سے مراد بعضوں نے ہوائی ہے اور بعضوں نے بادل جو ایک ایک قطرہ برساتے ہیں مرآۃ معصرۃ عرب میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کے حیض کا زمانہ بالکل قریب آگیا ہو لیکن اب تک حیض نہ جاری ہوا ہو حضرت حسن اور قتادہ نے فرمایا ہے معصرات سے مراد آسمان ہے لیکن یہ قول غریب ہے سب سے زیادہ واضح قول یہ ہے کہ مراد اس سے بادل ہیں جیسا کہ ایک اور موقع پر ہے: **اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ** (سورہ روم ۴۸) اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو ابھارتی ہیں اور انہیں پروردگار کی مشا کے مطابق آسمان پر پھیلا دیتی ہیں اور انہیں وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان سے پانی نکلتا ہے ٹججا جاکے معنی خوب لگا تار بننے کے ہیں جو بکثرت بہہ رہا ہو اور خوب برس رہا ہو ایک حدیث میں ہے افضل حج وہ ہے جس میں لبیک خوب پکاری جائے اور خون بکثرت بہایا جائے یعنی قربانیاں زیادہ کی جائیں اس حدیث میں بھی لفظ حج ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ استخاضہ کا مسئلہ پوچھنے والی ایک صحابیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم روٹی کا پھایہ رکھ لو اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بہت زیادہ ہے میں تو ہر وقت خون بکثرت بہاتی رہتی ہوں اس روایت میں بھی لفظ الحج ٹججا ہے یعنی بے روک برابر خون آتا رہتا ہے تو یہاں اس آیت میں بھی مراد یہی ہے کہ پانی ابر سے بے روک بکثرت ستا ہی رہتا ہے واللہ اعلم۔ پھر ہم اس پانی سے جو پاک صاف بابرکت نفع بخش ہے اناج اور دانے پیدا کرتے ہیں جو انسان اور حیوان ب کے کھانے میں آتے ہیں اور سبزیاں اگاتے ہیں جو تروتازہ کھائی جاتی ہیں اور اناج کھلیان میں رکھا جاتا ہے اور باغات اس پانی میں سے پھلتے پھولتے ہیں اور قسم قسم کے ذائقوں رنگوں خوشبوؤں والے میوے اور پھل پھول ان سے پیدا ہوتے ہیں گو کہ زمین کے ایک ہی ٹکڑے پر وہ ملے جلے ہیں الفاظ کے معنی جمع کے ہیں اور جگہ ہے: **وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ** (سورہ رعد: ۴) زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو آپس میں ملے جلے ہیں اور انگور کے درخت ہیں کھیتیاں ہیں کھجوروں کے درخت ہیں بعض شاخ دار بعض بغیر زیادہ شاخوں کے اور وہ سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں اور ہم ایک سے ایک کو میوہ میں زیادہ کرتے ہیں یقیناً عقلمندوں کے لئے اس میں ثانیات ہیں۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۖ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۚ
وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۖ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۚ إِنَّ
جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۚ لِلطَّغْيِينَ مَا بَأْسًا ۚ لَبِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۚ لَا
يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۚ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَاقًا ۚ جَزَاءٌ وِفَاقًا ۚ إِنَّهُمْ
كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ

کِتَابُ فَذُوقُوا فَلَنْ تَزِيدَ كُمْ إِلَّا عَذَابًا

بے شک فیصلہ کا دن ایک وقت معین ہے یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے اور آسمان کھل جائے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے اور اپنی جگہ سے پہاڑ ہٹا دیئے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے (آگے اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہو گا اس کا بیان ہے) یعنی بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے سرکشوں کا ٹھکانہ ہے جس میں وہ بے انتہا زمانوں (پڑے) رہیں گے (اور) اس میں نہ تو وہ کسی ٹھنڈک (یعنی راحت) کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا (جو کہ مسکن عطش ہو) بجز گرم پانی کے اور پیپ کے اور (ان کو) پورا پورا بدلہ ملے گا اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں کہ وہ لوگ حساب (قیامت) کا اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے اور ہم نے (ان کے اعمال میں سے) ہر چیز کو (ان کے نامہ اعمال میں) لکھ کر ضبط کر رکھا ہے سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے جائیں گے ○

فیصلے کا دن:

یعنی قیامت کا دن ہمارے علم میں متعین ہے نہ وہ آگے ہو گا نہ پیچھے ٹھیک وقت پر آ جائے گا کب آئے گا اس کا صحیح وقت اور علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں جیسے اور جگہ ہے: وَمَا نُؤْتِيهِمْ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدُّودٍ (سورہ ہود: ۱۰۴) نہیں ڈھیل دیتے ہم انہیں لیکن وقت مقرر کے لئے اس دن صور میں پھونک لگائی جائے گی اور لوگ جماعتیں جماعتیں بن کر آئیں گے ہر ہر امت اپنے اپنے نبی کے ساتھ الگ الگ ہوگی جیسے فرمایا: يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ اُنَاسٍ بِاَمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل: ۱۷) جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے اماموں سمیت بلائیں گے صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں صوروں کے درمیان مدت چالیس ہوگی لوگوں نے پوچھا چالیس دن فرمایا میں نہیں کہہ سکتا پوچھا چالیس مہینے فرمایا مجھے خبر نہیں پوچھا چالیس سال فرمایا میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور جس طرح درخت اگتے ہیں لوگ زمین سے اگیں گے انسان سارا کا سارا گل سڑ جاتا ہے لیکن ایک ہڈی باقی رہ جائے گی اور وہ کمر کی ریڑھ کی ہڈی ہے اسی سے قیامت کے دن مخلوق مرکب کی جائے گی آسمان کھول دیئے جائیں گے اور اس میں فرشتوں کے اترنے کے راستے اور دروازے بن جائیں گے پہاڑ چلائے جائیں گے اور بالکل ریت کے ذرے بن جائیں گے جیسے اور جگہ ہے: وَتَوَالِّجِبَالٌ تَحُوسِبُهَا جَامِدَةً..... (سورہ نحل: ۸۸) یعنی تم پہاڑوں کو دیکھ رہے ہو جان رہے ہیں کہ وہ پختہ مضبوط اور جامد ہیں لیکن یہ بادلوں کی طرف چلنے پھرنے لگیں گے ایک اور جگہ ہے: وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (سورہ قارعہ: ۴) پہاڑ دھنی ہوئی اون کے مثل ہو جائیں گے یہاں فرمایا پہاڑ سراب ہو جائیں گے یعنی دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کچھ ہے حالانکہ دراصل کچھ نہیں آخر میں بالکل برباد ہو جائیں گے نام و نشان تک نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا..... (سورہ طہ: ۱۰۵) لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ انہیں میرا رب پر اگندہ کر دے گا اور زمین بالکل ہموار میدان رہ جائے گی جس میں نہ کوئی موڑ ہو گا نہ ٹیلا اور جگہ ہے: يَوْمَ نُسَبِّرُ الْجِبَالُ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً (سورہ کہف: ۴۷) جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو دیکھے گا کہ زمین بالکل کھل گئی ہے پھر فرماتا ہے سرکش نافرمان مخالفین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاک جہنم لگی ہوئی ہے یہی ان کے لوٹنے کی اور رہے سہنے کی جگہ ہے اس کے معنی حضرت حسنؑ اور حضرت قتادہؓ نے یہ بھی کہے ہیں کہ کوئی شخص جنت میں نہیں جاسکتا جب تک کہ جہنم پر سے نہ گزرے اگر اعمال ٹھیک ہیں تو نجات پالی اور اگر برے اعمال ہیں تو روک لیا گیا اور جہنم میں جھونک دیا گیا حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اس پر تین پل ہیں پھر فرمایا اس میں مدتوں اور قرونوں پڑے رہیں گے۔ احقاب جمع ہے حقب کی ایک لمبے

زمانے کو ہب کہتے ہیں بعض کہتے ہیں ہب اسی سال کا ہوتا ہے سال بارہ مہینے کا مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا بہت سے صحابہ اور بہت سے منقول ہے بعض کہتے ہیں ستر سال کا ہب ہوتا ہے کوئی کہتا ہے چالیس سال کا جس میں سے ہر دن ایک ہزار سال کا بشیر بن کعب تو کہتے ہیں ایک ایک دن اتنا بڑا اور ایسے تین سو سال کا ایک ہب ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہب مہینہ مہینہ تیس دن کا سال بارہ مہینوں کا سال کے دن تین سو ساٹھ ہر دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کا (ابن ابی حاتم) لیکن یہ حدیث موضوع ہے اور غیر معتبر ہے اس کے راوی قاسم جو جابر بن زبیر کے لڑکے ہیں یہ دونوں متروک ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ ابو مسلم بن ملأ نے سلیمان تیمی سے پوچھا کہ کیا جہنم میں سے کوئی نکلے گا بھی؟ تو جواب دیا کہ میں نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم جہنم میں سے کوئی بغیر مدت دراز رہے نہ نکلے گا پھر فرمایا اسی کے کچھ اوپر سال کا ہب ہوتا ہے اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا جو تم گنتے ہو سدی کہتے ہیں سات ہب رہیں گے ہر ہب ستر سال کا ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر کا۔ حضرت مقاتل بن حبانؒ فرماتے ہیں یہ آیت فذوقوا کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور آیت: اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ (سورہ ہود: ۱۰۷) یعنی جہنمی جب تک خدا چاہے گا جہنم میں رہیں گے یہ دونوں توحید والوں کے بارے میں ہیں امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ احتقاب تک رہنا متعلق ہو آیت: حَمِيمًا وَّ غَسَاقًا کے ساتھ یعنی وہ ایک ہی عذاب گرم پانی اور بہتا پیپ کا مدتوں رہے گا پھر دوسری قسم کا عذاب شروع ہو گا لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ عذاب جہنم شروع ہو کر ختم نہ ہو گا حضرت حسنؒ سے جب یہ سوال ہوا تو کہا کہ احتقاب سے مراد ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے لیکن ہب کہتے ہیں ستر سال کو جس کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ احتقاب کبھی ختم نہیں ہوتے ایک ہب ختم ہو اور دوسرا شروع ہو گیا ان احتقاب کی صحیح مدت کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ہاں یہ سنا ہے کہ ایک ہب اسی سال کا ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کا ان جہنمیوں کو نہ تو کلیجے کی ٹھنڈک نصیب ہوگی نہ کوئی اچھا پانی پینے کو ملے گا ہاں ٹھنڈک کے بدلے گرم گھولتا ہو پانی ملے گا اور کھانے پینے کی چیز بہتی ہوئی پیپ ملے گی تمیم اتنے سخت گرم کو کہتے ہیں جس کے بعد حرارت کا کوئی درجہ نہ ہو اور غساق کہتے ہیں جہنمی لوگوں کے لہو پیپ پسینہ آنسو اور زخموں سے بہے ہوئے خون پیپ وغیرہ کو۔ اس گرم چیز کے مقابلہ میں یہ اس قدر سرد ہوگی جو بجائے خود عذاب ہے اور بے حد بدبودار ہے سورہ ص میں غساق کی پوری تفسیر بیان ہو چکی ہے اب یہاں دوبارہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ذریعہ ہمیں اپنے عذاب سے بچائے بعضوں نے کہا ہے کہ برو سے مراد نیند ہے عرب شاعروں کے شعروں میں برو کے معنی نیند کے پائے جاتے ہیں پھر فرمایا کہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہے ان کی بد اعمالیاں بھی تو دیکھو کہ ان کا عقیدہ تھا کہ حساب کا کوئی دن آنے ہی کا نہیں ہم نے جو دلیلیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی تھیں یہ ان سب کو جھٹلاتے تھے کذابا مصدر ہے اس وزن پر اور مصدر بھی آتے ہیں پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے بندوں کے تمام اعمال و افعال کو گن رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھے ہوئے ہیں اور سب کا بدلہ بھی ہمارے پاس تیار ہے ان جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ اب ان عذابوں کا مزہ چکھو ایسے ہی اور اس سے بھی بدترین عذاب تمہیں زیادتی کے ساتھ ہوتے رہیں گے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جہنمیوں کے لئے اس سے زیادہ سخت مایوس کن اور کوئی آیت نہیں ان کے عذاب ہر وقت بڑھتے ہی رہیں گے حضرت ابو ہریرہؓ سے دریافت کیا گیا کہ جہنمیوں کے لئے سب سے زیادہ سخت

۱۔ اور یہ اس لئے بھی کہ جب حقب کو جمع کے طور پر استعمال کیا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جہنم کفار کے لئے شروع ہو کر پھر ختم ہی نہ ہو گا چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے کہ ولم یردہ عدد محصور بل الابد کلھا معنی حقب تبعہ آخر غیر النہاء لا يستعمل الحقب والحقیقت الا اذا رید تنابعه لا تعتدو تراہد

آیت کون سی ہے تو فرمایا حضور علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں نے تباہ کر دیا لیکن اس حدیث جربن فرقہ بالکل ضعیف ہیں۔

إِنَّ لِّلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۖ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۖ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۖ وَكَاسًا دِهَاقًا ۖ
لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذْبًا ۚ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا ۖ

خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے شک کامیابی ہے (یعنی کھانے اور سیر کو) باغ (جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے) اور انگور اور (دل بہلانے کو) نو خواستہ ہم عمر عورتیں اور (پینے) کو لبالب بھرے ہوئے جام شراب (اور) وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ کیونکہ یہ باتیں وہاں محض معدوم ہیں یہ ان کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا ○

التقیاء پر خدا تعالیٰ کی نعمتیں:

نیک لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ کی جو نعمتیں رحمتیں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے حدائق کہتے ہیں کھجور وغیرہ کے باغات کو انہیں نو جوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی جیسے کہ سورہ واقعہ کی تفسیر میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے ایک حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے لباس ہی خدا تعالیٰ کی رضا مندی کے ہوں گے بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بتلاؤ ہم تم پر کیا برساتیں؟ پھر جو فرمائیں گے بادل ان پر برساتیں گے یہاں تک کہ نو جوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسیں گی (ابن ابی حاتم) انہیں شراب طہور کے تھلکتے ہوئے پاس صاف بھر پور جام پر جام ملیں گے جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بے ہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں جیسے اور جگہ ہے: لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَأْتِيْہُمْ (سورہ طور: ۲۳) اس میں نہ لغو ہوگا نہ برائی اور نہ گناہ کی باتیں کوئی بھی بات غلط اور فضول نہ ہوگی وہ دارالسلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات نہ ہوگی یہ جو کچھ بدلے ان پارسا لوگوں کو ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کے نتیجے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور اس کے احسان و انعام کی بنا پر انہیں ملے ہیں جو بے حد کافی دانی ہیں جو بکثرت اور بھرپور ہیں عرب کہتے ہیں اَعْطَانِيْ فَأَحْسَنِيْ انعام دیا اور بھرپور دیا اسی طرح کہتے ہیں حَسْبِيَ اللّٰهُ یعنی اللہ مجھے ہر طرح کافی و دانی ہے۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنُ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۖ
يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰئِكَةُ صَفًّا ۚ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنۢ اٰذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
وَقَالَ صَوَابًا ۖ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنۢ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَا بَا ۖ اِنَّا
اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۙ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدُوْہُ وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ

يَلِيَّتَنِي كُنْتُ تُرْبًا ۝

ع

(آپ کے) رب کی طرف سے جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں (اور جو) رحمٰن ہے (اور) کسی کو اس کی طرف سے (مستقل اختیار نہ ہوگا کہ) (اس کے سامنے عرض و معروض کر سکے) جس وقت تمام فرشتے اور ذی ارواح (خدا کے روبرو) صف بستہ (خضوع خشوع کے ساتھ) کھڑے ہوں گے (اس روز) کوئی بول نہ سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمٰن اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے یہ (دن جس کا اوپر ذکر ہوا) یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے (اس کے حالات سن کر) اپنے رب کے پاس (اپنا) ٹھکانا بنارکھے ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے (جو کہ ایسے دن واقع ہونے والا ہے) جس دن ہر شخص ان امثال کو (اپنے سامنے حاضر) دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے اور کافر (حسرت سے) کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا (تاکہ عتاب سے بچتا) ○

عظمت الہی:

اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال کی خبر دے رہا ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان کی تمام مخلوق کا پالنے والا وہی ہے وہ رحمٰن ہے جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے جب تک اس کی اجازت نہ ہو کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا جیسے اور جگہ ہے: مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (سورہ بقرہ: ۲۵۵) یعنی کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش لے جا سکے اور جگہ ارشاد ہے: يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلِّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ (سورہ ہود: ۱۰۵) جس دن وہ وقت آجائے گا کہ کوئی بھی بلا اجازت اس سے بات نہ کر سکے گا روح سے مراد یا تو تمام انسانوں کی روہیں ہیں تمام انسان ہیں یا ایک قسم کی خاص مخلوق ہے جو انسانوں کی صورتوں والے ہیں کھاتے پیتے ہیں نہ وہ فرشتے ہیں نہ وہ انسان یا مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور جگہ بھی روح کہا گیا ہے ارشاد ہے: نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ (سورہ شعراء: ۱۹۳) اسے امانت دار روح نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو ڈرانے والا بن جائے یہاں روح سے مراد یقیناً حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ تمام فرشتوں سے معزز و مکرم اور خدا تعالیٰ سے بہت ہی نزدیک اور وحی لے کر آنے والے یہی ہیں یا مراد روح سے قرآن ہے اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے: وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا (سورہ شوریٰ: ۵۲) یعنی ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف روح اتاری یہاں روح سے مراد قرآن ہے چھٹا قول یہ ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ تمام فرشتوں سے بہت بڑا ہے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ روح نامی فرشتہ چوتھے آسمان میں ہے تمام آسمانوں کل پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے ہر دن بارہ ہزار تسبیحیں پڑھتا ہے ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے قیامت کے دن اکیلا وہ ہی ایک صف بن کر آئے گا لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے طبرانی میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ وہ بھی ہے کہ اگر اسے حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو لقمہ بنا لے تو وہ ایک لقمہ میں سب کو لے لے گا اس کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ خَدَايَا تو جہاں کہیں بھی ہے پاک ہے یہ حدیث بھی بہت غریب ہے بلکہ اس کے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں بھی کلام ہے ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول ہو اور وہ بھی بنی اسرائیل سے لیا ہو واللہ اعلم۔ امام ابن جریر نے یہ سب اقوال ذکر کئے ہیں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کیا میرے نزدیک تو ان تمام اقوال سے بہتر قول یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کل انسان ہیں واللہ اعلم۔ پھر فرمایا صرف وہی اس دن بات کر سکے گا جسے وہ رحمٰن اجازت دے جیسے فرمایا: يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلِّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ (سورہ ہود: ۱۰۵) یعنی جس دن وہ وقت آئے گا کوئی نفس بغیر اس کی اجازت کے کلام بھی نہ کر سکے گا صحیح حدیث

میں بھی ہے کہ اس دن سوائے رسولوں کے اور کوئی بات نہ کر سکے گا پھر فرمایا کہ اس کی بات بھی درست ہو سب سے زیادہ حق بات لا الہ الا اللہ ہے پھر فرمایا کہ یہ دن حق ہے یقیناً آنے والا ہے جو چاہے اپنے رب کے پاس لوٹنے کی جگہ اور راستہ بنالے جس پر چل کر وہ اس کے پاس سیدھا جا پہنچے ہم نے تمہیں قریب آئی ہوئی آفت سے آگاہ کر دیا ہے آنے والی چیز کو تو آئی ہوئی سمجھنا چاہئے اس دن نئے پرانے چھوٹے بڑے اچھے برے تمام اعمال انسان کے سامنے ہوں گے جیسے فرمایا: **وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا** (سورہ کہف: ۴۹) جو کیا ہوگا اسے سامنے پالیں گے اور جگہ ہے: **يَبْنَى الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَآخَرُ** (سورہ قیامہ: ۱۳) ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے اعمال سے متنبہ کر دیا جائے گا اس دن کافر آرزو کرے گا کہ کاش وہ مٹی ہوتا پیدا ہی نہ کیا جاتا وجود میں ہی نہ آتا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو آنکھ سے دیکھ لے گا اپنی بدکاریاں سامنے ہوں گی جو پاک فرشتوں کے منصف ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں پس ایک معنی تو یہ ہوئے کہ دنیا میں ہی مٹی ہونے کی یعنی پیدا نہ ہونے کی آرزو کرے گا دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کے قصاص دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلویا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ چنانچہ وہ مٹی ہو جائیں گے اس وقت یہ کافر انسان بھی کہے گا کہ ہائے ہائے کاش کہ میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی بن جاتا صور کی لمبی حدیث میں بھی یہ مضمون آیا اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہؓ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔

تفسیر سورہ نازعات مکیہ

سُوْرَةُ النَّازِعَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ وَأَرْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا ثَمَانُونَ

کُلُّ آيَاتٍ: ۴۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رُكُوعٍ: ۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّازِعَاتِ غُرُقًا ۝ وَالشَّيْطَانِ نَسْطًا ۝ وَالسَّيْحَاتِ سَبْحًا ۝ فَالسَّبْقِيتِ سَبَقًا ۝
فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ
يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُولُونَ إِنْآ لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝
إِذَا كُنَّا عِظَامًا تَّخِرَةً ۝ قَالُوا تِلْكَ إِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ
وَاحِدَةٌ ۝ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ۝

قسم ہے ان فرشتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو (مسلمانوں کی) آسانی سے نکالتے ہیں گویا ان کا بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں (اللہ سب کی قسمیں کھا کر ہم

عَمَّ ۳۰

منزل ۴

نام بھی ہے اس کے نام بہت سے ہیں جیسے جیم ہقر، جہنم، ہاویہ، حافرة، نطی، محطہ وغیرہ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کو وہ بڑی بھاری اور ان ہونی اور ناممکن سمجھے ہوئے ہیں وہ ہماری قدرت کاملہ کے تحت ایک ادنیٰ سی بات ہے ادھر ایک آواز دی اور زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہو گئے یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا حکم دے گا وہ صور پھونک دیں گے پس ان کے صور پھونکتے ہیں تمام اگلے پچھلے جی انھیں گے اور خدا تعالیٰ کے سامنے ایک ہی میدان میں کھڑے ہو جائیں گے جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ہے: **يَوْمَ يَدْعُوكُمْ** (سورہ بنی اسرائیل: ۵۲) جس دن وہ تمہیں پکارے گا اور تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور جان لو گے کہ بہت ہی کم ٹھہرے اور جگہ فرمایا: **وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ** (سورہ قمر: ۵۰) ہمارا حکم بس ایک بار کی ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا اور جگہ ہے: **وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هَوَا أَقْرَبُ** (سورہ نحل: ۷۷) قیامت کا معاملہ بس آنکھ جھپکنے کے مانند ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ صرف ایک آواز ہی کی دیر ہے اس دن پروردگار سخت غضب ناک ہو گا یہ آواز بھی غصہ کے ساتھ ہو گی یہ آخری نچہ ہو گا جس کے پھونکنے جانے کے بعد ہی تمام لوگ زمین کے اوپر آ جائیں گے حالانکہ اس سے پہلے نیچے ہوں گے ساہو قر وئے زمین کو کہتے ہیں اور سیدھے صاف میدان کو بھی کہتے ہیں ثوری کہتے ہیں مراد اس سے شام کی زمین ہے عثمان بن ابوالعالیہ کا قول ہے مراد بیت المقدس کی زمین ہے وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ بیت المقدس کے ایک طرف یہ ایک پہاڑ ہے قنادہ کہتے ہیں کہ جہنم کو بھی ساہرہ کہتے ہیں لیکن اقوال سب کے سب غیر مشہور ہیں ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی روئے زمین سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے جو سفید ہو گی اور بالکل صاف اور خالی ہو گی جیسے میدے کی روٹی ہے اور جگہ ہے: **يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ** (سورہ ابراہیم: ۲۸) یعنی جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہو جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد و قہار کے روبرو ہو جائے گی اور جگہ ہے لوگ تجھ سے پہاڑوں کی بابت پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب نکلے نکلے کر دے گا اور زمین بالکل میدان ہموار بن جائے گی جس میں نہ کوئی موڑ توڑ ہو گا نہ اونچی نیچی جگہ ایک اور جگہ ہے کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین صاف ظاہر ہو جائے گی غرض ایک بالکل نئی زمین ہو گی جس پر نہ کبھی کوئی خطا ہوئی ہو گی نہ قتل و گناہ۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۖ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ إِذْ هَبْ

إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۖ فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْكَىٰ ۖ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ

رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۖ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۖ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ

يَسْعَىٰ ۖ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۖ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۖ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ

الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنِ يَخْشَىٰ ۖ

کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ پہنچا ہے جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان طوی (یہ اس کا نام ہے) میں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے سو اس سے جا کر کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست

ہو جائے اور (تیری دوستی کی غرض سے) میں تجھ کو تیرے رب کی طرف (ذات و صفات) کی رہنمائی کروں تو تو (یہ سن کر) اس سے ڈرنے لگے پھر جب اس نے دلیل نبوت طلب کی تو اس کو بڑی نشانی (نبوت کی) دکھائی تو اس (فرعون) نے ان کو جھٹلایا اور ان کا کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ علیہ السلام سے) جدا ہو کر ان کے خلاف کوشش کرنے لگا پھر (ان کے سامنے با آواز بلند تقریر کی اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا بے شک (اس واقعہ) میں ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے ○

وادی طوبی:

اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات سے ان کی تائید و امداد کی لیکن باوجود اس کے فرعون اپنی سرکشی اور کفر سے باز نہ آیا بالآخر خدا کا عذاب آگیا اور وہ برباد ہو گیا اسی طرح اے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مخالفین کا بھی حشر ہوگا اسی لئے اس واقعہ کے خاتمہ پر فرمایا ڈرنے والوں کے لئے اس میں عبرت ہے پس فرماتا ہے کہ تجھے خبر بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے آواز دی جب کہ وہ ایک مقدس میدان میں تھے جس کا نام طوبی ہے اس کا تفصیلی بیان سورہ طہ میں گزر چکا ہے آواز دے کر فرمایا کہ فرعون نے سرکشی تکبر تجبر اور ترد اختیار کر رکھا ہے تم اس کے پاس پہنچو اور اسے میرا یہ پیغام دو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میری بات مان کر اس راہ پر چلے جو پاکیزگی کی راہ ہے میری سن میری مان سلامتی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر لے گا میں تجھے خدا تعالیٰ کی عبادت کے وہ طریقے بتلاؤں گا جس سے تیرا دل نرم اور روشن ہو جائے گا اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو جائے گا اور دل کی سختی اور قساوت دور ہوگی حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچے خدا تعالیٰ کا فرمان اس تک پہنچایا حجت پوری کی دلائل بیان کئے یہاں تک کہ اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزات بھی دکھائے لیکن وہ برابر حق کی تکذیب کرتا رہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی پر جمار ہا چونکہ دل میں کفر جاگزیں ہو چکا تھا اور باوجود حق واضح ہو جانے کے ایمان و تسلیم نصیب نہ ہوئی یہ اور بات ہے کہ دل سے جانتا تھا کہ یہ نبی واقعی ہیں اور ان کی تعلیم بھی صحیح ہے لیکن دل کی معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے دل کی معرفت پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے کہ حق کا تابع فرمان بن جائے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے جھک جائے پھر اس نے حق سے منہ موڑ لیا اور خلاف حق کوشش کرنے لگا جادو گروں کو جمع کر کے ان کے ہاتھوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیچ دکھانا چاہا اپنی قوم کو جمع کیا اور اس میں منادی کی کہ تم سب کا بلند و بالا رب میں ہی ہوں اس سے چالیس سال پہلے وہ کہہ چکا تھا کہ: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي (سورہ قصص: ۲۸) یعنی میں نہیں جانتا کہ تمہارا معبود میرے سوا کوئی اور بھی ہے اس کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور صاف کہہ دیا کہ میں ہی رب ہوں بلند یوں والا اور سب پر غالب میں ہی ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے بھی اس سے وہ انتقام لیا جو اس جیسے تمام سرکشوں کے لئے ہمیشہ سبب عبرت بن جائے دنیا میں بھی اور آخرت کے بدترین عذاب تو ابھی باقی ہیں جیسے فرمایا: وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ (سورہ قصص: ۴۱) یعنی ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والے پیش رو بنایا قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا پس صحیح تر معنی آیت کے یہی ہیں کہ آخرت اور اولیٰ سے مراد دنیا و آخرت ہے بعضوں نے کہا کہ اول آخر سے مراد اس کے دونوں قول ہیں یعنی پہلے کہنا کہ تمہارا سب کا بلند رب میں ہوں بعض کہتے ہیں کہ مراد کفر و نافرمانی ہے لیکن صحیح قول پہلا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کریں اور باز آجائیں۔

وَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا^(۲۷) رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّيَهَا^(۲۸) وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا^(۲۹) وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا^(۳۰) أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً هَا وَمَرَعَهَا^(۳۱) وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا^(۳۲) مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ^(۳۳)

بھلا تمہارا (دوسری بار) پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا (اس طرح سے کہ) اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا (کہ کہیں اس میں طبور و شقوق نہیں) اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور اس کے بعد زمین کو بچھایا (اور بچھا کر) اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کیا تمہارے اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ○

بعث و نشر اور اس کے کچھ دلائل:

جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے منکر تھے انہیں پروردگار دلیلیں دیتا ہے کہ تمہاری پیدائش سے تو بہت زیادہ مشکل پیدائش آسمانوں کی ہے جیسے اور جگہ ہے: لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (سورہ غافر: ۵۷) یعنی زمین و آسمان کی پیدائش انسانوں کی پیدائش سے زیادہ مشکل ہے اور ایک جگہ ہے: أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ (سورہ یسین: ۸۱) کیا جس نے زمین و آسمان پیدا کر دیا وہ ان جیسے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور قادر ہے اور وہ ہی بڑا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے آسمان کو اس نے بنایا یعنی بلند و بالا خوب چوڑا اور کشادہ اور بالکل برابر بنایا پھر اندھیری راتوں میں خوب چمکنے والے ستارے اس میں جڑ دیئے رات سیاہ اور اندھیرے والی بنائی اور دن روشن کیا اور نور والا بنایا اور زمین کو اس کے بعد بچھایا یعنی چارہ اور پانی نکالا سورہ حم سجدہ میں یہ بیان گزر چکا ہے اور پہاڑوں کو اس نے خوب مضبوط گاڑ دیا ہے وہ حکمتوں والا صحیح علم والا ہے اور ساتھ ہی اپنی مخلوق پر بے حد مہربان ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی فرشتوں کو اس سے تعجب ہوا اور وہ پوچھنے لگے خدایا تیری مخلوق میں سے ان پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت چیز کوئی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں لوہا پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا آگ پوچھا اس سے بھی سخت؟ فرمایا پانی پوچھا اس سے بھی زیادہ سخت؟ فرمایا ہوا پوچھا پروردگار کیا تیری مخلوق میں اس سے بھی بھاری کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں وہ ابن آدم ہے جو اپنے دائیں ہاتھ سے خرچ کرتا ہے اس کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں ہوتی۔ ابن جریر میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ جب زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو کاہنے لگی اور کہنے لگی کہ مجھ پر تو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو پیدا کرنے والا ہے جو اپنی گندگی مجھ پر ڈالیں گے اور میری پیٹھ پر تیری نافرمانیاں کریں گے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو گاڑ کر زمین کو ٹھہرا دیا ہے بہت سے پہاڑ تم دیکھ رہے ہو اور بہت سے تمہاری نگاہوں سے اونچھل ہیں زمین کا پہاڑوں کے بعد سکون حاصل کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے

۱۔ چھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سختی سے اس حدیث میں غالباً مفید اور کارآمد ہونا مراد ہے کہ لوہا پہاڑوں سے زیادہ کارآمد ہوا میں اور زیادہ مفید اور پانی کا فائدہ پختہ مسلم اسی طرح وہ انسان سب سے زیادہ کارآمد جو خرچ کرتا ہو اور پورے اخلاص کے ساتھ یاد رکھنا چاہئے کہ دائیں ہاتھ سے خرچ کرنا اور بائیں ہاتھ کو اس کی اطلاع تک نہ ہونا اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے کی ایک علامت ہے۔

اونٹ کو ذبح کرتے ہی اس کا گوشت تھرکتا رہتا ہے پھر کچھ دیر بعد ٹھہر جاتا ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے ہے یعنی زمین سے چشموں کا اور نہروں کا جاری کرنا زمین کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کرنا کھیتیاں اور درخت اگانا پہاڑوں کا گاڑنا تاکہ زمین سے پورا پورا فائدہ تم اٹھا سکو یہ سب باتیں انسانوں کے فائدے کے لئے ہیں اور ان کے جانوروں کے فائدے کے لئے کہ بعض کا گوشت کھاتے ہیں بعض پر سواریاں کرتے ہیں اور اپنی عمر اس دنیا میں سکھ چین سے بسر کر رہے ہیں۔

فَإِذَا جَاءَتِ الظَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۖ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۚ

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ تَرَىٰ ۖ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۖ وَاشْتَرَىٰ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَىٰ النَّفْسَ

عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ يُسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ

مُرْسَاهَا ۖ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرهَا ۖ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۖ إِنَّهَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ

يَخْشَاهَا ۖ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُرَوَّنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۖ

سو جب وہ بڑا ہنگامہ آئے گا یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جائے گی تو (اس روز یہ حالت ہوگی کہ) جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ (اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا سو اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اس (کے علم کی تعیین) کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے (اور) آپ تو صرف (اخبار اجمالی سے) ایسے شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو (ان کو) ایسا معلوم ہوگا کہ گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری

حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں ○

ہنگامے کا دن:

ظَامَّةُ الْكُبْرَىٰ سے مراد قیامت کا دن ہے اس لئے کہ وہ ہولناک اور بڑے ہنگامے کا دن ہوگا جیسے اور جگہ ہے: وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمْرٌ (سورہ قمر: ۴۶) یعنی قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے اس دن ابن آدم اپنے بھلے برے اعمال کو یاد کرے گا اور پھر خوب

لم زحشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ ظامہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیزوں پر غالب آجائے چنانچہ لکھتے ہیں الظامہ الداہیۃ الّتی تعلّم علی المد واهیای تعلّق تغلب اور قیامت چونکہ دنیا پر غالب آجائے گی اس کا نام ظامہ بھی ہوایا درکھنا چاہئے کہ قیامت کے مختلف پہلو سامنے رکھ کر خدا تعالیٰ نے اس کے بہت سے نام رکھے ہیں۔

نصیحت حاصل کرے گا جیسے اور جگہ ہے: **يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى** (سورہ فجر: ۲۳) یعنی اس دن آدمی نصیحت حاصل کرے گا لیکن آج کی نصیحت اسے کچھ فائدہ نہ دے گی لوگوں کے سامنے جہنم لائی جائے گی اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے اس دن سرکشی کرنے والے دنیا کو ترجیح دینے والے کا ٹھکانا جہنم ہوگا ان کی خوراک زقوم ہوگا اور ان کا پانی حمیم ہوگا ہاں ہمارے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہنے والوں اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے بچاتے رہنے والوں خوف خدا دل میں رکھنے والوں اور برائیوں سے باز رہنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے اور وہاں کا کل نعمتوں کے حصہ دار صرف یہی ہیں پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کے بارے میں تم سے سوال ہو رہا ہے تم کہہ دو کہ نہ مجھے اس کا علم ہے نہ مخلوق میں سے کسی اور کو صرف خدا ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اس کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں وہ زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے وہ اچانک آجائے گی لوگ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تم اسے جانتے ہو حالانکہ اس کا علم سوائے خدائے تعالیٰ و تبارک کے اور کسی کو نہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی جس وقت انسانی صورت میں آپ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے دیئے پھر اسی قیامت کے دن کے تعین کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے پوچھتے ہو نہ وہ اسے جانے نہ خود پوچھنے والے کو اس کا علم پھر فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو صرف لوگوں کے ڈرانے والے ہیں اور اس سے نفع ان ہی کو پہنچے گا جو اس خوفناک دن کا ڈر رکھتے ہیں وہ تیاری کر لیں گے اور اس دن کے خطرے سے بچ جائیں گے باقی لوگ جو ہیں وہ آپ کے فرمان سے عبرت حاصل نہیں کریں گے بلکہ مخالفت کریں گے اور اس دن بدترین نقصان اور مہلک عذاب میں گرفتار ہوں گے لوگ جب اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر محشر کے میدان میں جمع ہوں گے اس وقت اپنی دنیا کی زندگی انہیں بہت کم نظر آئے گی اور ایسا معلوم ہوگا کہ صرف صبح کا یا صرف شام کا کچھ حصہ دنیا میں گزارا ہے ظہر سے لے کر آفتاب کے غروب ہونے تک کے وقت کو عشیہ کہتے ہیں اور سورج نکلنے سے لے کر آدھے دن تک کے وقت کو ضحیٰ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آخرت کو دیکھ کر دنیا کی لمبی عمر بھی اتنی کم محسوس ہونے لگے۔

تفسیر سورہ عبس مکیہ

سُوْعِي مَكْتِي وَهِي ثِنْتَا وَارْعَوْنِ اِيَدِي فِيْهَا رُكُوعٌ وَاحِدٌ وَكَذَا

کُلُّ رَوْعٍ: ۱: ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ کُلُّ آيَاتٍ: ۴۲:

کُل رُوع: ۱

کُلُّ آیَاتِ: ۴۲

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۖ ١ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى ۚ ٢ أَوْ يَذَّكَّرُ ۚ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى ۚ ٣ أَمَّا مَنْ اسْتَغْنَى ۚ ٤ فَانْتَ لَهُ تَصَدَّى ۚ ٥ وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا يَزَّكَّى ۚ ٦ وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى ۚ ٧ وَهُوَ يَخْشَى ۚ ٨ فَانْتَ عَنْهُ تَلَهَّى ۚ ٩

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۝ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوعَةٍ ۝ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

(پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) چھین ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور آپ کو کیا خبر شایدا میں (آپ کی تعلیم سے پورے طور پر) سنور جاتا یا (کسی خاص امر میں) نصیحت قبول کرتا ہو سو اس کو نصیحت کرنا (کچھ نہ کچھ) فائدہ پہنچاتا تو جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (آپ آئندہ) ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کر لے وہ (قرآن لوح محفوظ کے) ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو عند اللہ مکرم ہیں رفیع المکان ہیں مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں کے ہاتھوں میں) رہتے ہیں کہ وہ مکرم (اور) نیک ہیں ○

ایک عجیب واقعہ:

بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے اور مشغولیت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے دل میں خیال آیا کہ کیا عجب خدا انہیں اسلام نصیب کر دے گا کہاں حضرت عبداللہ ابن مکتومؓ آپ کے پاس آئے پرانے مسلمان تھے عموماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور دین اسلام کی تعلیم سیکھتے رہتے تھے اور مسائل دریافت کرتے رہتے تھے آج بھی حسب عادت آتے ہیں سوالات شروع کئے اور آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا آپ چونکہ ایک اہم امر دینی میں اس وقت پوری طرح مشغول تھے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ذرا گراں خاطر گزارا اور پیشانی مبارک پر ہل پڑ گئے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ کی بلند شان اور اعلیٰ اخلاق کے لائق یہ بات نہ تھی کہ اس نابینا سے جو ہمارے خوف سے دوڑتا بھاگتا آپ کی خدمت میں علم دین سیکھنے کے لئے آئے اور آپ اس سے منہ پھیر لیں اور ان کی طرف متوجہ رہیں جو سرکش ہیں اور مغرور و متکبر ہیں بہت ممکن ہے کہ یہی پاک ہو جائے اور خدا کی باتیں سن کر برائیوں سے بچ جائے اور احکام تعمیل کے لئے تیار ہو جائے یہ کیا کہ آپ نے ان بے پروا لوگوں کی جانب تمام تر توجہ فرمائی آپ پر ان کا راہ راست پر لا کھڑا کرتا ضروری تھوڑی ہے وہ اگر آپ کی باتیں نہ مانیں تو آپ پر ان کے بارے میں کوئی مواخذہ نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف و ضعیف، فقیر و غنی، آزاد و غلام، مرد و عورت چھوٹے بڑے سب برابر ہیں آپ سب کو یکساں نصیحت کیا کریں ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور رکھے تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے جسے اپنی راہ پر لگا لے اسے بھی وہی خوب جانتا ہے حضرت ابن مکتومؓ کے آنے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخاطب ابی بن خلف تھا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم کی بڑی تکریم اور عزت کیا کرتے تھے (مسند ابویعلیٰ) حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے ابن ام مکتوم کو قادیسیہ کی لڑائی میں دیکھا ہے زرہ پہنے ہوئے تھے اور سیاہ جھنڈا لے ہوئے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیر و فلاح کی باتیں سکھائیے تو اس وقت روئے قریش آپ کی مجلس میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی انہیں سمجھاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہو میری بات ٹھیک ہے؟ وہ کہتے جاتے تھے ہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم درست ہے ان لوگوں میں عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، عباس بن

عبدالطلب تھے آپ کی بڑی کوشش تھی اور پوری تمنا تھی کہ کسی طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کر لیں ادھر یہ آگئے اور کہنے لگے کہ قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنائیے اور خدا کی باتیں سکھائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ان کی بات ذرا بے موقع لگی اور منہ پھیر لیا اور ادھر ہی متوجہ رہے جب ان سے باتیں پوری کر کے آپ گھر جانے لگے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور سر نیچا ہو گیا اور آستین اتریں پھر آپ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگا کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے کچھ حاجت ہے؟ کچھ کہتے ہو کچھ مانگتے ہو؟ (ابن جریر وغیرہ) اس روایت میں غرابت ہے نکارت ہے اور اس کی سند میں بھی کلام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بلالؓ رات ہوئے اذان دیا کرتے ہیں تو تم سحری کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم کی آواز سنو یہ وہ نابینا ہیں جن کے بارے میں: عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی اتری تھی یہ بھی مؤذن تھے بینائی میں نقصان تھا جب لوگ صبح دیکھ لیتے اور اطلاع کر دیتے کہ صبح ہو گئی تب یہ اذان کہا کرتے تھے (ابن ابی حاتم) ابن ام مکتوم کا مشہور نام تو عبداللہ تھا بعضوں نے کہا ہے ان کا نام عمرو ہے واللہ اعلم۔ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ یعنی یہ نصیحت ہے اس سے مراد یا تو یہ سورت ہے یا یہ مساوات کہ تبلیغ دین میں سب یکساں ہیں مراد ہے سدی کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہے جو شخص چاہے اسے یاد کر لے یعنی اللہ کو یاد کرے اور اپنے تمام کاموں میں اس کے فرمان کو مقدم رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وحی خدا کو یاد کر لئے یہ سورت اور یہ وعظ و نصیحت بلکہ سارا کا سارا قرآن مؤقر معزز اور معتبر صحیفوں میں ہے جو بلند قدر اور اعلیٰ مرتبہ والے ہیں جو میل کچیل سے اور کمی زیادتی سے محفوظ اور پاک صاف ہیں جو فرشتوں کے پاک ہاتھوں میں ہیں یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے اصحاب رسول کے پاکیزہ ہاتھوں میں ہیں حضرت قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سفیر ہیں سفیر اسے کہتے ہیں جو بھلائی کے لئے لوگوں میں کوشش کرتا پھرے عرب شاعر کے ایک شعر میں بھی یہی معنی پائے جاتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فرشتے ہیں وہ فرشتے جو خدا کی جانب سے وحی وغیرہ لے کر آتے ہیں وہ ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں میں صلح کرانے والے سفیر ہوتے ہیں وہ ظاہر و باطن میں پاک ہیں وجہہ خوش رو شریف اور بزرگ ظاہر ہیں اخلاق و افعال کے پاکیزہ باطن میں یہاں سے یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ قرآن کے پڑھنے والوں کو اخلاق و اعمال اچھے رکھنے چاہئیں مسند احمد کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو قرآن پڑھے اور اس کی مہلت حاصل کرے وہ بزرگ لکھنے والے فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو باوجود مشقت کے بھی پڑھے اسے دو ہزار اجر ملے گا۔

قِيلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۖ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ ۝۱۸ مِنْ تُّفَةٍ ط

خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ۖ ۝۱۹ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَهُ ۖ ۝۲۰ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۖ ۝۲۱ ثُمَّ إِذَا

شَاءَ أَنشَرَهُ ۖ ۝۲۲ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۖ ۝۲۳ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۖ ۝۲۴

إِنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۖ ۝۲۵ ثُمَّ شَقَقْنَاهُ أَشْقًا ۖ ۝۲۶ فَانْبَثْنَا فِيهَا حَبًّا ۖ ۝۲۷

وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۖ ۝۲۸ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۖ ۝۲۹ وَحَدَائِقَ غُلَبًا ۖ ۝۳۰ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۖ ۝۳۱

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا نَعَامًا ۝

آدمی پر جو ایسے تذکرہ سے تذکرہ حاصل کرے خدا کی ماروہ کیسا ناشکرا ہے (وہ دیکھتا نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا (آگے جواب ہے) کہ نطفہ سے (پیدا کیا آگے اس کی کیفیت مذکور ہے کہ) اس کی صورت بنائی پھر اس (کے اعضا) کو انداز سے بنایا پھر اس کو (نکلنے کا) راستہ کر دیا پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کرے گا ہرگز (شکر) نہیں (ادا کیا اور) اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا (بعض چیزیں) تمہارے (اور بعض چیزیں) تمہارے مواشی کے فائدہ کے لئے (اب تو یہ لاشکری اور کفر کرتے ہیں) ○

کیسا ناشکرا ہے انسان:

جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ حیات کے منکر تھے ان کی مذمت بیان کی جا رہی ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی انسان پر لعنت ہو یہ کتنا بڑا ناشکر گزار ہے اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ عموماً کل انسان جھٹلانے والے ہیں بلا دلیل محض اپنے خیال سے ایک چیز کو ناممکن جان کر باوجود علمی سرمایہ کے کسی کے خدا تعالیٰ کی باتوں کی تکذیب کر دیتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اس جھٹلانے پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس کے بعد اس کی اصلیت بتائی جاتی ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس قدر حقیر اور ذلیل چیز سے خدا نے اسے بنایا ہے کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقدر کی یعنی عمر روزی عمل اور نیک و بد ہونا پھر اس کے لئے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا اور یہ بھی معنی ہیں کہ ہم نے اپنے دین کا راستہ آسان کر دیا یعنی واضح اور ظاہر کر دیا جیسے اور جگہ ہے: اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُوْرًا (سورہ: ۳۵) یعنی ہم نے انہیں راہ دکھائی پھر یا تو وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا حسن اور ابن زید اسی قول کو رائج بتلاتے ہیں واللہ اعلم۔ اس کی پیدائش کے بعد پھر اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں لے گیا عرب کا محاورہ ہے کہ وہ جب کسی کو دفن کریں تو کہتے ہیں قَبْرُ الرَّجُلِ اور کہتے ہیں کہ اَقْبَرُ اللّٰہِی طَرَح کے اور بھی محاورے ہیں مطلب یہ ہے کہ اب خدا نے اسے قبر والا بنادیا ہے پھر جب خدا چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا اسی زندگی کو عربی میں بعث بھی کہتے ہیں اور نشور بھی جیسے اور جگہ ہے: وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَا اَنْتُمْ بِبَشَرٍ تَنْتَشِرُوْنَ (سورہ روم: ۲۰) اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر تم انسان بن کر اٹھ بیٹھے ایک دوسری جگہ ہے: کَیْفَ نُنْشِزُہَا (سورہ بقرہ ۲۵۹) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے بٹھاتے ہیں پھر کس طرح انہیں گوشت چڑھاتے ہیں ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان کے تمام اعضا وغیرہ کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کو لوگوں نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک رائی کے دانے کے برابر ہے اسی سے پھر تمہاری پیدائش ہوگی یہ حدیث بغیر سوال و جواب کی زیادتی کے بخاری مسلم میں بھی ہے کہ ابن آدم گل سڑ جاتا ہے مگر ریڑھ کی ہڈی کہ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر ترکیب دیا جائے گا پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح یہ ناشکرا اور بے قدر انسان کہتا ہے کہ اس نے اپنی جان و مال میں خدا جو حق تھا وہ ادا کر دیا ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ابھی تو اس نے فرائض خدا تعالیٰ تک سے سبکدوشی حاصل نہیں کی حضرت مجاہد کا فرمان ہے کہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پوری ادائیگی نہیں ہو سکتی حسن بصریؒ سے بھی ایسے ہی معنی مروی ہیں متقدمین میں سے میں نے تو اس کے سوا کوئی اور کلام نہیں پایا ہاں مجھے اس کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ

فرمان باری کا یہ مطلب ہے کہ پھر جب چاہے دوبارہ پیدا کرے گا اب تک اس کے فیصلے کے مطابق وقت نہیں آیا یعنی ابھی بھی وہ ایسا نہیں کرے گا یہاں تک کہ مدت مقررہ ختم ہو اور بنی آدم کی تقدیر پوری ہو ان کی قسمت میں اس دنیا میں آنا اور یہاں بھلا برا کرنا وغیرہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ سب خدا کے اندازے کے مطابق پورا ہو چکے اس وقت وہ خلاق کل دوبارہ زندہ کر دے گا اور جیسے کہ پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب دوسری مرتبہ پیدا کرے گا ابن ابی حاتم میں حضرت وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ قبریں زمین کا پیٹ ہیں اور زمین مخلوق کی ماں ہے جب کل مخلوق پیدا ہو چکے گی پھر قبروں میں پہنچ جائے گی اور قبریں سب بھر جائیں گی اس وقت دنیا کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور جو بھی زمین پر ہوں گے سب مر جائیں گے جو کچھ زمین میں ہے اسے زمین اگل دے گی اور قبروں میں جو مردے ہیں سب باہر نکال دیئے جائیں گے یہ قول ہم اپنی اس تفسیر کی دلیل میں پیش کر سکتے ہیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میرے اس احسان کو دیکھیں کہ میں نے انہیں کھانا دیا اس میں بھی دلیل ہے موت کے بعد جی اٹھنے کی کہ جس طرح خشک غیر آباد زمین سے ہم نے تر و تازہ درخت اگائے اور ان سے اناج وغیرہ پیدا کر کے تمہارے لئے کھانا مہیا کیا اسی طرح گلی سڑی کھوکھلی ہڈیوں کو بھی ہم ایک روز زندہ کر دیں گے اور انہیں گوشت پوست پہنا کر دوبارہ تمہیں زندہ کر دیں گے تم دیکھ لو کہ ہم نے آسمان سے برابر پانی برسایا پھر اسے ہم نے زمین میں پہنچا کر ٹھہرا دیا وہ بیج میں پہنچا اور زمین میں پڑے ہوئے دانوں میں سرایت کی جس سے وہ دانے اگے درخت پھوٹا اونچا ہوا اور کھیتیاں لہلہانے لگیں کہیں اناج پیدا ہوا کہیں انگور کہیں ترکاریاں حب تو کہتے ہیں ہر دانے کو عنب کہتے ہیں انگور کو اور قضب کہتے ہیں اس چارے کو جسے جانور کھاتے ہیں اور زیتون کو پیدا کیا جو روٹی کے ساتھ سالن کا کام دیتا ہے جلایا جاتا ہے تیل نکالا جاتا ہے اور کھجوروں کے درخت پیدا کئے جو گدرائی ہوئی بھی کھائی جاتی ہے اور خشک بھی کھائی جاتی ہیں اور پکی بھی اور اس کا شیرہ بھی بنایا جاتا ہے اور سرکہ بھی اور باغات پیدا کئے غلبا کے معنی کھجوروں کے بڑے بڑے پر میوہ درخت بھی ہیں حدائق کہتے ہیں ہر اس باغ کو جو گھنا ہوا اور خوب بھرا ہوا اور گہرے سائے والا اور بڑے درختوں والا ہو موٹی گردن والے آدمی کو بھی عرب اغلب کہتے ہیں اور میوے پیدا کئے اور اب (گھاس) زمین کی اس سبزی کو جسے جانور کھاتے ہیں اور انسان اسے نہیں کھاتے جیسے گھاس پات وغیرہ اب جانور کے لئے ایسا ہی ہے جیسے انسان کے لئے فاکہہ یعنی پھل میوہ حضرت عطاء کا قول ہے کہ زمین پر جو اگتا ہے اسے اب کہتے ہیں ضحاک فرماتے ہیں کہ سوائے میوؤں کے باقی سب اب ہیں ابوالسائب فرماتے ہیں اب آدمی کے کھانے میں بھی آتا ہے اور جانور کے کھانے میں بھی حضرت ابو بکر صدیق سے اس کی بابت سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کون سا آسمان مجھے اپنے تلے سایہ دے گا اور کون سی زمین مجھے اپنی پیٹھ پر اٹھائے گی؟ اگر میں کتاب اللہ میں وہ کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو لیکن یہ اثر منقطع ہے ابراہیم تیمی نے حضرت صدیق کو نہیں پایا ہاں البتہ صحیح سند سے ابن جریر میں حضرت عمر سے مروی ہے کہ آپ نے منبر پر سورہ عبس پڑھی اور یہاں تک پہنچ کر کہا کہ فاکہہ کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ اب کیا چیز ہے پھر خود ہی فرمایا عمر اس تکلیف کو چھوڑ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی شکل و صورت اور اس کی تعین معلوم نہیں ورنہ اتنا تو صرف آیت کے پڑھنے سے ہی صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ زمین میں اگنے والی ایک چیز ہے کیونکہ پہلے یہ لفظ موجود ہے: فَأَنْبَتْنَا فِيهَا..... پھر فرماتا ہے یہ تمہاری زندگی کے قائم رکھنے اور تمہیں فائدہ پہنچانے کے لئے اور تمہارے جانوروں

کے لئے ہے کہ قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا اور تم اس سے فیضیاب ہوتے رہو گے۔

فَإِذَا جَاءَتْ الصَّاحَّةُ ۖ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۖ

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۖ لِكُلِّ أُمْرٍ مِنْهُمْ يَوْمَ ذِشْنٌ يُغْنِيهِ ۖ وَجُوهٌ

يَوْمَ ذِشْنٌ مُسْفِرَةٌ ۖ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۖ وَوُجُوهٌ يَوْمَ ذِشْنٌ عَلَيْهَا

غَبْرَةٌ ۖ تَرَهَقُ اقْتِرَةٌ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۖ

پھر جس دن کانوں کو بہرہ کر دینے والا شور برپا ہوگا جس روز ایسا آدمی (جس کا اوپر بیان ہوا) اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی کوئی کسی سے ہمدردی نہیں کرے گا) ان میں ہر شخص کو (اپنا ہی) ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا یہ تو کفار کا حال ہوا (آگے مجموعہ مومنین و کفار کی تفصیل ہے کہ) بہت سے چہرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن اور (مسرت سے) فرحان شاداں ہوں گے اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی (اور اس ظلمت کے ساتھ) ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی یہی کافر فاجر ہیں ○

اور پھر اُس افراتفری والے دن:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں صاخۃ قیامت کا نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نوحہ کی آواز اور اس کا شور و غل کانوں کے پردے پھاڑ دے گا اس دن انسان اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیکھے گا لیکن بھگتا پھرے گا کوئی کسی کے کام نہ آئے گا میاں بیوی کو دیکھ کر کہے گا کہ بتلا تیرے ساتھ میں نے دنیا میں کیسا کچھ سلوک کیا وہ کہے گی کہ بے شک آپ نے میرے ساتھ بہت ہی خوش سلوکی کی بہت پیار محبت سے رکھا یہ کہے گا کہ آج مجھے ضرورت ہے صرف ایک نیکی دے دو تا کہ اس آفت سے چھوٹ جاؤں تو وہ جواب دے گی آپ کا سوال تھوڑی سی چیز کا ہی ہے مگر کیا کروں یہی ضرورت مجھے درپیش ہے اور اسی کا خوف مجھے لگ رہا ہے میں تو نیکی نہیں دے سکتی بیٹا باپ سے ملے گا یہی کہے گا اور یہی جواب پائے گا صحیح حدیث میں شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اولو العزم پیغمبروں سے لوگ شفاعت کی طلب کریں گے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ نفسی نفسی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ علیہ صلوات اللہ بھی یہی فرمائیں گے کہ آج میں خدا تعالیٰ سے سوائے اپنی جان کے اور کسی کے لئے کچھ بھی نہیں کہوں گا میں تو آج اپنی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کے لئے بھی کچھ نہ کہوں گا جن کے لطن سے میں پیدا ہوا ہوں الغرض دوست دوست سے رشتہ دار رشتہ دار سے منہ چھپاتا پھرے گا ہر ایک اپنی ہی فکر میں ہوگا کسی کو دوسرے کا ہوش نہ ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ننگے پیروں ننگے بدن اور بے ختنہ خدا کے ہاں جمع کئے جاؤ گے آپ کی بیوی صاحبہ (سیدہ عائشہؓ) نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو ایک دوسرے کی شرمگاہوں پر نظریں پڑیں گی فرمایا اس روز کی گھبراہٹ وہاں کا حیرت انگیز ہنگامہ ہر شخص کو مشغول کئے ہوگا بھلا کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا موقعہ اس دن کہاں؟ (ابن ابی حاتم) بعض روایات میں ہے کہ آپ نے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی: لِكُلِّ أُمْرٍ... دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیوی صاحبہ ام المومنین حضرت عائشہؓ تھیں اور روایت میں ہے ایک دن حضرت صدیقہؓ نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں ایک بات پوچھتی ہوں ذرا بتا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں جانتا ہوں تو ضرور بتاؤں گا پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا حشر کس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا ننگے پیروں اور ننگے بدن تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کیا عورتیں بھی اسی حالت میں ہوں گی؟ فرمایا ہاں یہ سن کرام المؤمنین افسوس کرنے لگیں آپ نے فرمایا عائشہؓ اس آیت کو سن لو پھر تمہیں اس کا کوئی رنج و غم نہ رہے گا کہ کپڑے پہنے ہیں یا نہیں؟ پوچھا وہ آیت کون سی ہے فرمایا: لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ نَوْءٌ مِّمَّا يَصْرِفُ ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت سودہؓ نے پوچھا یہ سن کر کہ لوگ اس طرح ننگے بدن ننگے پاؤں بے ختنہ جمع کئے جائیں گے پسینے میں غرق ہوں گے کسی کے منہ تک پسینہ پہنچ گیا ہوگا اور کسی کے کانوں تک تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہاں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے بعض تو وہ ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے دل خوشی سے مطمئن ہوں گے منہ خوبصورت اور نورانی ہوں گے یہ تو جنتی جماعت ہے دوسرا گروہ جہنمیوں کا ہوگا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے گرد آلود ہوں گے حدیث میں ہے کہ ان کا پسینہ مثل لگام کے ہو رہا ہوگا پھر گرد و غبار پڑ رہا ہوگا یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں کفر تھا اور جن کے اعمال برے تھے جیسے اور جگہ ہے: وَلَا يَلْدُوا إِلَّا فَاَجْرًا كَثٰرًا (سورہ نوح: ۲۷) یعنی ان کفار کی اولاد بھی کافر بدکار ہی ہوگی۔

تفسیر سورہ تکویر مکہ

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو وہ اذا الشمس كورت اور اذا السماء انشقت پڑھے۔

سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً

کل رکوع: ۱ ﴿۱﴾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ کل آیات: ۲۹

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ﴿۳﴾ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ﴿۴﴾ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴿۵﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿۶﴾ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوْجَتْ ﴿۷﴾ وَاِذَا الْمَوْءِدَةُ سِيلَتْ ﴿۸﴾ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا الْجَنَّةُ

۱۔ گویا کہ اس صورت میں خدا تعالیٰ نے قیامت کا منظر اس طرح پیش فرمایا کہ پڑھنے کے بعد محسوس ہوگا کہ گویا ہم قیامت کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

اَزْلَفَتْ ۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ ۱۵

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس مہینے کا بھن اوٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور (مارے گھبراہٹ کے) سب جمع ہو جائیں گے اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں گے (تاکہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں) اور جب آسمان کھل جائے گا (اور اس کے پھٹنے سے آسمان کی اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی) اور جب دوزخ (اور زیادہ) دھکائی جائے گی اور جنت نزدیک کر دی جائے گی (تو اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے ○

جب یہ سورج چاند اور تارے.....:

یعنی سورج بے نور ہو جائے گا جاتا رہے گا اور اندھا کر کے لپیٹ کر زمین پر پھینک دیا جائے گا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورج نو چاند کو اور ستاروں کو لپیٹ کر بے نور کر کے سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور پھر پچھوا ہوائیں چلیں گی اور آگ لگ جائے گی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس کو تہہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا (ابن ابی حاتم) ایک اور حدیث میں سورج کے ساتھ چاند کا بھی ذکر ہے لیکن وہ ضعیف ہے صحیح بخاری میں یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مروی ہے اس میں ہے کہ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ لئے جائیں گے امام بخاری اسے کتاب بدء الخلق میں لائے ہیں لیکن یہاں لانا زیادہ مناسب تھا یا مطابق عادت وہاں اور یہاں دونوں جگہ لائے جیسے کہ امام صاحب کی عادت ہے حضرت امام ابو ہریرہؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن یہ ہوگا تو حضرت حسن کہنے لگے کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا کہ میں نے حدیث کہی اور تم اس پر باتیں بناتے ہیں سورج کی قیامت والے دن یہ حالت ہوگی ستارے سارے کے سارے متغیر ہو جائیں گے جھڑ جائیں گے جیسے اور جگہ ہے: وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَشَرَتْ (سورہ انفطار ۲) یہ بھی گد لے اور بے نور ہو کر بجھ جائیں گے حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی لوگ اپنے بازاروں میں ہوں گے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی رہے گی اور پھر ناگہاں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگے گی اور بری طرح ہلنے لگے گی پس پھر کیا انسان کیا جنات کیا جانور اور کیا جنگلی جانور سب آپس میں خلط مدط ہو جائیں گے جانور بھی جو انسانوں سے بھاگتے پھرتے تھے انسانوں کے پاس آ جائیں گے لوگوں میں اس قدر بدحواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال اوٹنیاں جو بیاہنے والی ہوں گی ان کی بھی خبر نہ ہوگی جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں کہ تحقیق کریں گے یا سو رہا ہے لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندر میں بھی آگ لگ رہی ہے اسی حال میں ایک دن زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگیں گے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا یہی حال ہوگا ادھر سے ایک تندہوا چلے گی جس سے تمام جاندار مر جائیں گے (ابن ابی حاتم وغیرہ) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سارے ستارے اور جن جن کی خدا تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی ہے سب جہنم میں گرادیئے جائیں گے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام بچ رہیں گے اگر یہ بھی اپنی عبادت سے خوش ہوتے تو یہ بھی جہنم میں داخل کر دیئے جاتے (ابن ابی حاتم) پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے اور بے نشان ہو جائیں گے زمین صاف چٹیل اور ہموار میدان رہ جائے گی اوٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی نہ کوئی ان کی نگرانی کرے گا نہ چرائے چگائے گا نہ دودھ کا لے گا نہ

سواری لے گا عشر جمع ہے عشراء کی جوگا بھن اوٹنی دسویں مہینے میں لگ جائے اسے ثراء کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ گھبراہٹ اور بدحواسی بے چینی اور پریشانی اس قدر ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال کی پروا بھی نہ رہے گی قیامت کی ان بلاؤں نے دل اڑا دیا ہوگا کلیجے منہ کو آگئے ہوں گے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہوگا اور لوگوں کو اس سے کچھ سروکار نہ ہوگا وہاں ان کے دیکھنے میں یہ ہوگا اس قول کے قائل عشر کے کئی معنی بیان کرتے ہیں ایک تو یہ کہتے ہیں اس سے مراد بادل ہیں جو دنیا کی بربادی کی وجہ سے آسمان وزمین کے درمیان پھرتے پھریں گے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ زمین ہے جس کا عشر دیا جاتا ہے بعض کہتے ہیں اس سے گھر ہیں جو پہلے آباد تھے اب ویران ہیں امام قرطبی ان اقوال کو بیان کر کے ترجیح اسی کو دیتے ہیں کہ مراد اس سے اونٹنیاں ہیں اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ سلف سے اور ائمہ سے اس کے سوا کچھ نقل ہی نہیں ہوا واللہ اعلم۔ اور وحشی جانور جمع کئے جائیں گے سب جانداروں کا حشر اسی کے پاس ہوگا جیسے فرمان ہے: وَمَا مِنْ ذَاتَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ..... (سورہ انعام: ۳۸) یعنی زمین پر چلنے والے کل جانور اور ہوا میں اڑنے والے کل پرند بھی تمہاری طرح گروہ ہیں ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر یہ سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے سب جانداروں کا حشر اسی کے پاس ہوگا یہاں تک کہ نکلیاں بھی۔ ان سب کا خدا تعالیٰ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا ان جانداروں کا حشر ان کی موت ہی ہے البتہ جن وانس خدا کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے حساب کتاب ہوگا ربیع بن خثیم نے کہا کہ مراد وحشیوں کے حشر سے ان پر امر خدا آتا ہے لیکن ابن عباسؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس سے مراد موت ہے یہ تمام جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ اور انسانوں کے ساتھ ہو جائیں گے خود قرآن میں ایک دوسرے موقع پر ہے: وَالطَّيْرُ مَحْشُورَةٌ (سورہ ص: ۱۹) پرند جمع کئے ہوئے پس ٹھیک مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ وحشی جانور جمع کئے جائیں گے حضرت علیؓ نے ایک یہودی سے پوچھا جہنم کہاں ہے؟ اس نے کہا سمندر میں آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ سچا ہے قرآن کہتا ہے: وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ (سورہ طور: ۶) اور فرماتا ہے: وَإِذَا الْبَحَارُ سُجِّرَتْ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پچھوا ہوا میں بھیجے گا وہ اسے بھڑکا دیں گی اور شعلے ماریتی ہوئی آگ بن جائے گا آیت: وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ (سورہ طور: ۶) کی تفسیر میں اس کا مفصل بیان گزرا ہے۔

حضرت معاویہ بن سعید فرماتے ہیں کہ بحر روم میں برکت ہے یہ زمین کے بیچ میں ہے سب نہریں اسی میں آتی ہیں اور بحر کبیر بھی اسی میں پڑتا ہے اس کے نیچے کنوئیں ہیں جن کے منہ تانبے سے بند کئے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ سلگ اٹھیں گے یہ اثر عجیب ہے اور ساتھ ہی غریب ہے ہاں ابوداؤد میں ایک حدیث ہے کہ سمندر کا سفر صرف حاجی کریں اور عمرہ کرنے والے یا جہاد کرنے والے غازی۔ اس لئے سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پانی ہے اس کا بیان بھی سورہ فاطر کی تفسیر میں گزر چکا ہے سحرت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ سکھا دیا جائے گا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے گا یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ بہا دیا جائے گا اور ادھر ادھر بہہ نکلے گا پھر فرماتا ہے کہ ہر قسم کے لوگ یک جا جمع کر دیئے جائیں گے جیسے اور جگہ ارشاد ہے کہ: أَحْشِرُ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ (سورہ صافات: ۲۲) ظالموں کو اور ان کے جوڑوں یعنی ان جیسوں کو جمع کرو حدیث میں ہے ہر شخص کا اس قوم کے ساتھ حشر ہوگا جو اس جیسے اعمال کرتی ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً..... (سورہ واقفہ: ۷-۱۰) تم تین طرح کے گروہ ہو جاؤ گے کچھ وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال ہوں گے کچھ بائیں ہاتھ والے کچھ سبقت کرنے والے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خطبہ پڑھتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہر جماعت اپنے جیسوں سے مل جائے دوسری روایت میں ہے کہ وہ دو شخص جن کے عمل ایک جیسے ہوں وہ یا تو جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے یا جہنم میں ساتھ چلیں گے حضرت عمرؓ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا نیک نیکوں کے ساتھ مل

جائیں گے اور بد بدوں کے ساتھ آگ میں حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو سب خاموش رہے آپ نے فرمایا لو میں بتاؤں آدمی کا جوڑا جنت میں اسی جیسا ہوگا اسی طرح جہنم میں بھی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب اس سے یہی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہو جائیں گے یعنی اصحاب الیمین اصحاب الشمال اور سابقین مجاہد فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے لوگ ایک ساتھ ہوں گے یہی قول ابن جریر بھی پسند کرتے ہیں اور یہی ٹھیک بھی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کے پاس سے پانی کا ایک دریا جاری ہوگا جو چالیس سال تک بہتا رہے گا اور بڑی نمایاں وسعت میں ہوگا اس سے تمام مرے سڑے گلے اگنے لگیں گے اس طرح کے ہو جائیں گے کہ جو انہیں پہچانتا ہو وہ اگر انہیں دیکھ لے تو نیک نگاہ پہچان لے پھر روہیں چھوڑی جائیں گی اور ہر روح اپنے جسم میں آجائے گی یہی معنی ہیں اِذَا النَّفُوسُ ذُوْجَتْ کے یعنی روہیں جسموں سے ملا دی جائیں گی اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ مومنوں کا جوڑا حوروں سے لگایا جائے گا اور کافروں کا شیطانوں سے (تذکرہ قرطبی) پھر ارشاد ہوتا ہے: **وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ...** جمہور کی قرأت یہی ہے اہل جاہلیت لڑکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور انہیں درگور کر دیا کرتے تھے ان سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ یہ کیوں قتل کی گئیں تاکہ ان کے قاتلوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور شرمندگی ہو اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب مظلوم سے سوال ہوا تو ظالم کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خود پوچھیں گی کہ انہیں کس بنا پر زندہ درگور کیا گیا؟ اس کے متعلق احادیث سنئے مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے قصد کیا کہ لوگوں کو حالت حمل کی مجامعت سے روک دوں لیکن میں نے دیکھا کہ رومی اور فارسی یہ کام کرتے ہیں اور ان کی اولادوں کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا لوگوں نے آپ سے عزل کے بارے میں سوال کیا یعنی بروقت نطفہ باہر ڈال دینے کے بارے میں تو آپ نے فرمایا یہ پوشیدگی سے زندہ گاڑ دینا ہے: **وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ** میں اسی کا بیان ہے سلمہ بن یزیدؓ اور ان کے بھائی سرکار نبوت میں حاضر ہو کر سوال کرتے ہیں کہ ہماری ماں امیرزادی تھیں وہ صلہ رحمی کرتی تھیں مہمان نوازی کرتی تھیں اور بھی نیک کام بہت کچھ کرتی تھیں لیکن جاہلیت میں مر گئی ہیں تو کیا انہیں ان کے یہ نیک کام کچھ نفع دے گا آپ نے فرمایا نہیں انہوں نے کہا انہوں نے ہماری ایک بہن کو زندہ دفن کر دیا تھا کیا وہ بھی اسے کچھ نفع دے گا آپ نے فرمایا زندہ گاڑنے والی جہنم میں ہیں یہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام قبول کر لے (مسند احمد) ابن ابی حاتم میں ہے زندہ دفن کرنے والی اور جسے دفن کیا ہے دونوں جہنم میں ہیں ایک صحابیہؓ کے سوال پر کہ جنت میں کون جائے گا آپ نے فرمایا کہ نبی شہید اور بچے اور زندہ درگور کی ہوئی یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسنؓ سے جسے بعض محدثین نے قبولیت کا درجہ دیا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے چھوٹی عمر میں مرے ہوئے بچے جنتی ہیں جو انہیں جہنمی کہے وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ...** (ابن ابی حاتم) قیس بن عاصمؓ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جاہلیت کے زمانہ میں اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیا ہے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرو انہوں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلام والا تو میں ہوں نہیں البتہ میرے پاس اونٹ ہیں فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ خدا کے نام پر قربان کرو (عبدالرزاق) دوسری روایت میں ہے کہ میں نے اپنی آٹھ لڑکیاں زندہ دبا دی ہیں آپ کے فرمان میں ہے اگر چاہے تو یوں کر

۱۔ گویا کہ آپ نے فرمایا کہ ہر تھ کنٹرول (ضبط ولادت) یہ بھی قتل اولاد کی ایک صورت ہے۔

۲۔ اس لئے کہ وہ بڑی جس کو زندہ دفن کیا گیا بہر حال تھی تو وہ بھی کافرہ یہ اور بات ہے کہ وہ مظلوم ہے اور شاید مظلوم ہونے کی بنا پر عذاب میں تخفیف ہو جائے لیکن فقہاء اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ غار کے نابالغ مرنے والے بچوں پر عذاب نہ ہوگا چنانچہ مدارک میں ہے فیہ دلیل علی ان اطفال المشرکین لا یعذبون وعلی ان المستعذیب لا یکون بلا ذنب۔

اور روایت میں ہے کہ میں نے بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کر دی ہیں آپ نے فرمایا ان کی گنتی کے مطابق غلام آزاد کرو انہوں نے کہا بہت بہتر میں یہی کروں گا دوسرے سال وہ ایک سواونٹ لے کر آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری قوم کا صدقہ ہے جو اس کے بدلے ہے جو میں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم ان اونٹوں کو لے جاتے تھے اور ان کا نام قیسہ رکھ چھوڑا تھا پھر ارشاد ہے کہ نامہ اعمال بانٹے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں اے ابن آدم تو لکھوار ہا ہے جو لپیٹ کر پھیلا کر تجھے دیا جائے گا دیکھ لے کیا لکھوار ہا ہے آسمان گھسیٹ لیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا اور بر باد ہو جائے گا جہنم بھڑکائی جائے گی خدا کے غضب اور بنی آدم کے گناہوں سے اس کی آگ تیز ہو جائے گی جنت جنتیوں کے پاس آ جائے گی جب یہ تمام کام ہو چکیں گے اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیا کچھ اعمال کئے تھے وہ سب عمل اس کے سامنے موجود ہوں گے جیسے اور جگہ ہے: **يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ.....** (سورہ آل عمران: ۳۰) جس دن ہر شخص اپنے کئے ہوئے اعمال پالے گا انہیں سامنے دیکھ لے گا اگر بد ہیں تو اس دن وہ آرزو کرے گا کہ کاش کہ اس کے اور ان کے درمیان بہت دوری ہوتی اور جگہ ہے: **يُنَبِّئُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ أَخَّرَ** (سورہ قیامہ: ۱۳) اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے تنبیہ کی جائے گی حضرت عمرؓ اس سورت کو سنتے رہے اور اس کو سنتے ہی فرمایا اگلی تمام باتیں اسی لئے بیان ہوئی تھیں۔

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُثَىٰ ۖ الْجَوَارِ الْكُنَاسِ ۖ وَالْيَلِ إِذَا عَسْعَسَ ۖ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۖ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۖ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۖ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۖ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۖ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۖ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۖ فَإِنَّ تَذَهُبُونَ ۖ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۖ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۖ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۖ

(اور جب ایسا واقعہ ہانکے ہونے والا ہے) تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو (سیدھے چلتے) چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں (اور پھر پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں اور اپنے مطالع میں جا چھپتے ہیں اور اسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کا لایا ہوا جو قوت والا ہے (اور) مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے (اور) وہاں یعنی آسمانوں میں اس کا کہنا مانا جاتا ہے (اور) امانت داری ہیں کہ وحی کو صحیح پہنچا دیتے ہیں اور یہ تمہارے ساتھ رہنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں ہیں انہوں نے اس فرشتہ کو (اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے اور یہ پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کو باتوں پر عمل کرنے والے بھی نہیں یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے) (جب یہ بات ثابت ہے) تو تم لوگ (اس کے بارے میں) کدھر کو چلے جا رہے ہو پس رتہ (بالعموم) دنیا جہان والوں

کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے (اور بالخصوص ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے اور تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے) ○

لو قسم ہے:

حضرت عمرو بن حرثؓ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اس نماز میں میں بھی مقتدیوں میں شامل تھا (مسلم) یہ قسمیں ستاروں کی کھائی ہیں جو دن کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں حضرت علیؓ بھی فرماتے ہیں اور بھی صحابہؓ و تابعینؓ وغیرہ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے بعض ائمہ نے فرمایا ہے طلوع کے ستاروں کو خنس کہا جاتا ہے اور اپنی اپنی جگہ پر انہیں جوار کہا جاتا ہے بعضوں نے کہا ہے مراد اس سے جنگلی گائے ہے یہ بھی مروی ہے کہ مراد ہرن ہے ابراہیمؑ نے حضرت مجاہد سے اس کے معنی پوچھے تو حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا البتہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستارے ہیں انہوں نے پھر سوال کیا کہ جو تم نے سنا ہو وہ کہو تو فرمایا ہم سنتے ہیں کہ اس سے مراد نیل گائے ہے جب کہ وہ اپنی جگہ چھپ جائے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا وہ مجھ پر جھوٹ باندھتے ہیں جیسے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسفل کو اعلیٰ کا اور اعلیٰ کو اسفل کا ضامن بتایا امام ابن جریرؒ نے اس میں سے کسی کا تعین نہیں کیا اور اس کے بعد فرمایا ہے ممکن ہے کہ تینوں چیزیں مراد ہوں یعنی ستارے نیل گائے اور ہرن۔ عسعر کے معنی ہیں اندھیری والی ہوئی اور اٹھ کھڑی ہوئی اور لوگوں کو ڈھانپ لیا اور جانے لگی صبح کی نماز کے وقت حضرت علیؓ ایک مرتبہ نکلے اور فرمانے لگے کہ وتر کے پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پھر یہ آیت پڑھی امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ رات جب جانے لگے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ہے کہ جب صبح چمکنے لگے شاعروں نے عسعر کو ابو کے معنی میں باندھا میرے نزدیک ٹھیک معنی یہی ہیں کہ قسم ہے رات کی جب وہ آئے اور اندھیرا پھیل جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ آئے اور روشنی پھیل جائے جیسے اور جگہ ہے: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى (سورہ ییل: ۱-۲) اور ایک موقع پر ہے: وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى (سورہ ضحیٰ: ۱-۲) اور یہ بھی ہے: فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا (سورہ انعام: ۹۶) بلکہ اس طرح کی آیتیں بہت سی ہیں مطلب سب کا ایک ہے ہاں بے شک اس لفظ کے معنی پیچھے ہٹنے کے بھی ہیں علماء اصول نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ آگے آنے اور پیچھے جانے کے دونوں معنی میں آتا ہے اسی بنا پر یہ دونوں معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں واللہ اعلم۔

اور قسم ہے صبح کی جب کہ وہ طلوع ہو اور روشنی کے ساتھ آئے پھر ان قسموں کے بعد فرماتا ہے کہ یہ قرآن ایک بزرگ شریف پاکیزہ و خوش منظر فرشتے کا کلام ہے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا وہ قوت والے ہیں جیسا کہ اور جگہ ہے: عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ (سورہ نجم: ۵-۶) یعنی سخت مضبوط اور سخت پکڑ اور فعل والا فرشتہ وہ اللہ عز و جل کے پاس جو عرش والا ہے بلند پایہ اور ذی مرتبہ ہے وہ نور کے ستر پردوں میں جا سکتے ہیں اور انہیں عام اجازت ہے ان کی بات وہاں سنی جاتی ہے برتر فرشتے ان کے فرمانبردار ہیں آسمانوں میں ان کی سرداری ہے دوسرے فرشتے ان کے تابع فرمان ہیں وہ اس پیغام رسائی پر مقرر ہیں کہ خدا تعالیٰ کا کلام اس کے رسول تک پہنچائیں یہ فرشتے خدا کے امین ہیں مطلب یہ ہے کہ فرشتوں میں سے جو اس رسالت پر مقرر ہیں وہ بھی صاف پاک ہیں اور انسانوں میں جو رسول مقرر ہیں وہ بھی پاک اور برتر ہیں اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں یہ پیغمبر اس فرشتے

۱۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کلام پاک کا خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضور ﷺ پر لے کر نازل ہوئے خود حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کلام نہیں قرآن مجید کی احتیاط کی کہاں تک داد دیجئے لفظ استعمال کیا ہے ”رسول“ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے جبرائیل محض ایک قصد تھے۔

کو اس کی اصلی صورت پر بھی دیکھ چکے ہیں جب کہ وہ اپنے چہ پروں پر ظاہر ہوئے تھے یہ واقعہ بطحا کا ہے اور یہ پہلی مرتبہ کا دیکھنا تھا آسمان کے کھلے کناروں پر یہ دیدار جبرائیل علیہ السلام حاصل ہوا تھا اسی کا بیان اس آیت میں ہے: عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأُولَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى (سورہ نجم: ۱۰-۵) یعنی انہیں ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور اور قوی ہے جو اصلی صورت میں آسمان کے کناروں پر ظاہر ہوا تھا پھر وہ نزدیک آیا اور بہت قریب آگیا صرف دو کماتوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے کم پھر جو وحی خدا نے اپنے بندے پر نازل کرنی چاہی نازل فرمائی اس آیت کی تفسیر سورہ النجم میں گزر چکی ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت معراج سے پہلے اتری ہے اس لئے کہ اس میں صرف پہلی مرتبہ کا دیکھنا ذکر ہوا اور دوبارہ کا دیکھنا اس آیت میں مذکور ہے: وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (سورہ نجم: ۱۳) یعنی انہوں نے اس کو ایک مرتبہ اور بھی سدرة المنتہی کے پاس دیکھا ہے جس کے قریب جنت المادی ہے جب کہ اس درخت سدرة کو ایک عجیب و غریب شے چھپائے ہوئے تھی اس آیت میں دوسری مرتبہ دیکھنے کا ذکر آیا ہے یہ سورہ واقعہ معراج کے بعد نازل ہوئی تھیں بظنی کی دوسری قرأت بظنی بھی ہے یعنی ان پر کوئی تہمت نہیں ہے اور ضاد سے جب پڑھیں گے تو معنی ہوں گے یہ بخیل نہیں ہیں بلکہ ہر شخص کو جو غیب کی باتیں آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم کرائی جاتی ہیں یہ سکھا دیا کرتے ہیں یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور صحیح ہیں پس آپ نے نہ تو تبلیغ احکام میں کمی کی نہ تہمت لگی یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں نہ شیطان اسے لے سکے نہ اس کے مطلب کی یہ چیز نہ اس کے قابل جیسے اور جگہ ہے: وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ (سورہ شعراء: ۲۱۰-۲۱۲) نہ اسے لے کر شیطان اترے نہ انہیں یہ لائق ہے نہ اس کی اسے طاقت ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی محروم اور دور ہے پھر فرمایا تم کہاں جا رہے ہو؟ یعنی قرآن کی حقانیت اس کی صداقت ظاہر ہو جانے کے بعد بھی تم کیوں اسے جھٹلا رہے ہو؟ تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس جب بنو ضیقہ کے قبیلے کے لوگ مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا مسلمانہ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہے جسے تم آج تک مانتے رہے اس نے جو کلام گھڑ رکھا ہے ذرا اسے تو سناؤ جب انہوں نے سنایا تو دیکھا کہ نہایت رکیک الفاظ ہیں بلکہ بکو اس محض ہے تو آپ نے فرمایا تمہاری عقلیں کہاں جاتی رہیں؟ ذرا سوچو کہ ایک فضول بکو اس کو تم کلام خدا مانتے رہے ناممکن ہے کہ ایسا بے معنی اور بے نور کلام خدا کا کلام ہو یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ تم کتاب اللہ سے اور اطاعت خدا سے کہاں بھاگ رہے ہو؟ پھر فرمایا یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے پسند و نصیحت ہے ہر ایک ہدایت کے طالب کو چاہئے کہ اس قرآن پر عمل کرے یہی نجات کا راستہ ہے اور ہدایت کا کفیل ہے اس کے سوا دوسرے کلام میں ہدایت نہیں تمہاری تمنائیں کام نہیں آتیں کہ جو چاہے ہدایت پالے اور جو چاہے گمراہ ہو جائے بلکہ یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے وہ رب العالمین جو چاہے کرتا ہے اس کی مشیت چلتی ہے اس سے اگلی آیتوں کو سن کر ابوجہل نے کہا تھا کہ پھر تو ہدایت و ضلالت ہمارے بس کی بات ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔

تفسیر سورہ انفطار مکیہ

نسائی میں ہے کہ حضرت معاذ نے عشا کی نماز پڑھائی اور اس میں لمبی قرأت پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ کیا یہ سورتیں نہ تھیں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور وَالصُّبْحِ اور إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے ہاں: إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ کا ذکر صرف نسائی میں ہے اور وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں بیان ہے کہ جو شخص قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے

دیکھنا چاہے تو وہ: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھ لے۔

سُوْرَةُ الْإِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ عَشْرَةَ آيَةً

کُلُّ آيَاتٍ: ۱۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رُكُوعٍ: ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالذِّينِ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝

جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے (ٹوٹ کر) جھڑ پڑیں گے اور جب دریا (شور اور شیریں) بہہ پڑیں گے اور جب قبریں اٹھا دی جائیں گی یعنی ان میں کے مردے نکل کھڑے ہوں گے (اس وقت) ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو (انسان) بنایا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تجھ کو مناسب اعتدال پر بنایا (اور) جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا (ان سب امور کا مقتضایہ ہے کہ تم کو) ہرگز (مغرور) نہیں ہونا چاہئے مگر تم باز نہیں آتے) بلکہ تم اس وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے ہو کہ تم جزا و سزا دہی کو جھٹلاتے ہو اور تم پر تمہارے اعمال یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں ○

جب یہ منظر سامنے آئے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان کے ٹکڑے ہو جائیں گے جیسے فرمایا: السَّمَاءُ مُنْفِطِرَةٌ ۝ (سورہ مزمل ۱۸) اور ستارے سب کے سب گر پڑیں گے اور کھاری اور میٹھا سمندر آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے اور پانی سوکھ جائے گا اور قبریں پھٹ جائیں گی ان کے شق ہونے کے بعد مردے جی اٹھیں گے پھر یہ شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو بخوبی جان لے گا پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دھمکاتا ہے کہ تم کیوں مغرور ہو گئے ہو؟ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کا جواب طلب کرتا ہو یا سکھاتا ہو بعضوں نے یہ بھی کہا ہے بلکہ انہوں نے جواب دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کرم نے غافل کر رکھا ہے یہ معنی بیان کرنے غلط ہیں صحیح مطلب یہی ہے کہ اے ابن آدم! اپنے با عظمت خدا یعنی بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ ہم سے یہ ایک سوال کر رہے ہیں کہ تم کس بات کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے اور خدا پرستی کا سچا راستہ تم نے کیوں نہیں اختیار کیا؟ پھر خود ہی اس کا جواب تعلیم فرمایا کہ یوں کہو کہ اے خدا! ہم آپ کی رحمت کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ رہے لیکن یہ معنی ابن کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔

سے تو نے کیوں بے پروائی برت رکھی ہے؟ کس چیز نے تجھے اس کی نافرمانی پر اکسارکھا ہے؟ اور کیوں تو اس کے مقابلہ پر آمادہ ہو گیا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تجھے میری جانب سے کس چیز نے مغرور کر رکھا تھا؟ اے ابن آدم بتا تو نے میرے نبیوں کو کیا کیا جواب دیا حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ انسانی جہالت نے اسے غافل بنا رکھا ہے ابن عمرؓ ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے قتادہ فرماتے ہیں اس کا بہکانے والا شیطان ہے حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ سے یہ سوال ہو تو میں جواب دوں کہ تیرے لٹکائے پردوں نے حضرت ابو بکر و راقؓ فرماتے ہیں میں کہوں گا کہ کریم کے کرم نے بے فکر کر دیا بعض خن شناس فرماتے ہیں کہ یہاں پر کریم کا لفظ لانا گویا جواب کی طرف اشارہ سکھاتا ہے لیکن یہ قول کچھ بہتر نہیں بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ کرم والے خدا کے مقابلہ میں بد افعال اور برے اعمال نہ کرنے چاہیں کلبیؒ اور مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ اسود بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس خبیث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا تھا اور اسی وقت اس پر کچھ عذاب نہ آیا تو وہ پھول گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی پھر فرماتا ہے وہ خدا جس نے تجھے پیدا کیا پھر درست کیا پھر درمیاں قد و قامت بخشا خوش شکل اور خوبصورت بنایا مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر اپنی انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر صحیح قامت بنایا پھر تجھے پہنا اڑھا کر چلنا پھرنا سکھایا آخر کار تیرا ٹھکانا زمین کے اندر ہے تو نے خوب جمع کی اور میری راہ میں دینے سے رکتا رہا یہاں کہ دم حلق میں آ گیا تو کہنے لگا میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ جس صورت میں چاہا ترکیب دی یعنی باپ کی ماں کی ماموں کی چچا کی صورت پر پیدا کیا ایک شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے ہاں کیا بچہ ہوگا اس نے کہا لڑکا یا لڑکی فرمایا کس کے مشابہ ہوگا کہا میرے یا اس کی ماں کے فرمایا خاموش ایسا نہ کہہ نطفہ جب رحم میں ٹھہرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام تک کا نسب اس کے سامنے ہوتا ہے پھر آپ نے آیت: **فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ** نام آیت پڑھی اور فرمایا جس صورت میں اس نے چاہا تجھے بنایا یہ حدیث اگر صحیح ہوئی تو اس آیت کے معنی ظاہر کرنے کے لئے کافی تھی لیکن اس کی اسناد ثابت نہیں ہے مظہر بن بشیم جو اس کے راوی ہیں یہ متروک الحدیث ہیں ان پر اور جرح بھی ہے صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا میری بیوی کے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ سیاہ قام ہے آپ نے فرمایا یہ بتا کہ تیرے پاس اونٹ بھی ہیں کہا ہاں فرمایا کس رنگ کے ہیں کہا سرخ رنگ کے فرمایا کیا ان میں کوئی چت کبرا بھی ہے؟ کہا ہاں فرمایا اس رنگ کا بچہ سرخ زرد مادہ کے درمیان کیسے پیدا ہو گیا؟ کہنے لگا شاید اوپر کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو آپ نے فرمایا اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ ہونے کی وجہ بھی شاید یہی ہو حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ اگر چاہے بندر کی صورت بنا دے اگر چاہے سور کی ابو ضاحؒ فرماتے ہیں اگر چاہے کتے کی صورت بنا دے اگر چاہے گدھے کی اگر چاہے سور کی قتادہؒ یہاں فرماتے ہیں یہ سب سچ ہے اور خدا تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے لیکن وہ مالک ہمیں بہترین عمدہ اور خوش شکل اور دل بھانے والی پاکیزہ پاکیزہ شکلیں صورتیں عنایت فرماتا ہے کہ اس کریم خدا کی نافرمانیوں پر تمہیں آمادہ کرنے والی چیز صرف یہی ہے کہ تمہارے دلوں میں قیامت کی تکذیب ہے تم اس کا آنا ہی برحق نہیں جانتے اس لئے اس سے بے پروائی برت رہے ہو تم یقین مانو کہ تم پر بزرگ محافظ اور کاتب فرشتے مقرر ہیں تمہیں چاہئے کہ ان کا لحاظ رکھو وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں تمہیں برائی کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے تم ان کا احترام کرو غسل کے وقت بھی پردہ کر لیا کرو دیوار سے یا اونٹ

سے سہی یہ بھی نہ ہو تو اپنے کسی ساتھی کو کھڑا کر لیا کرو تا کہ وہی پردہ ہو جائے (ابن ابی حاتم) بزار کی اس حدیث کے الفاظ میں پتہ چلتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ننگا ہونے سے منع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ان فرشتوں سے شرمناؤ اس میں یہ بھی ہے کہ غسل کے وقت بھی یہ فرشتے دور ہو جاتے ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ کراما کا تین بندے کا روزانہ نامہ اعمال خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اگر شروع اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے درمیان کی سب خطائیں میں نے اپنے بندہ کو بخش دیں (بزار) بزار کی ایک اور حدیث ضعیف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے انسانوں کو اور ان کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں جب کسی بندے کو نیکی میں مشغول پاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں شخص نجات پا گیا فلاح حاصل کرے اور اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو آپس میں ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں ہلاک ہوا۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَ ذَٰلِكَ لِلَّهِ ۝

نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (یعنی کافر) لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے اور پھر داخل ہوں گے اس میں سے باہر نہ ہوں گے (بلکہ اس میں خلود ہوگا) اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے اور ہم پھر (مکرر کہتے ہیں کہ) آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیا ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چدے گا اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی

یوم الدین جانتے ہو کیا ہے؟

جو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں اور فرمانبردار ہیں گناہوں سے دور رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ جنت کی خوشخبری دیتا ہے حدیث میں ہے انہیں ابراہیمؑ کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے بدکار لوگ انکی عذاب میں پڑے رہیں گے قیامت والے دن جو حساب کا اور بدلے کا دن ہے ان کا داخلہ اس میں ہوگا ایک ساعت بھی ان پر سے عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ موت آئے گی نہ راحت ملے گی نہ ذرا سی دیر اس سے الگ ہوں گے پھر قیامت کی ہیبت اور اس دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے دو دو بار فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے معلوم کرا لیا کہ وہ دن کیسا ہے؟ پھر خود ہی بتایا کہ اس دن کوئی کسی کو کچھ بھی نفع نہ پہنچ سکے گا نہ عذاب سے نجات دلوا سکے گا ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی سفارش کی اجازت خود خدا نے تبارک و تعالیٰ عطا فرمائے اس موقع پر یہ حدیث ذکر کرنا بالکل مناسب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو ہاشم! اپنی جانوں کو جہنم سے بچانے کے لئے نیک اعمال یعنی بلا ضرورت برہنہ نہ ہونا چاہئے در نہ ظاہر ہے کہ ضرورت کے اوقات میں تو برہنہ کسی نہ کسی حد تک ضرور ہے۔

گویا کہ آپ نے اپنے خاندان کو متنبہ کیا کہ نیک عمل اختیار کرنے سے محض اس وجہ سے مت رک جانا کہ میں تمہارا ایک فرد ہوں اور تم کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچانوں گا نہیں اس دن کوئی کسی کا بچاؤ نہ کر سکے گا۔

کی تیاریاں کرلو میں تمہیں اس دن خدا کے عذاب سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا یہ حدیث سورہ شعراء کی تفسیر میں گزر چکی ہے یہاں یہ بھی فرمایا کہ اس دن امر محض اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا جیسے اور جگہ ہے: لَعْنُ الْمَلِكِ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورہ مومن: ۱۶) اور جگہ ارشاد ہے: الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْخَبِيرُ (سورہ فرقان: ۲۶) اور فرمایا: مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (سورہ فاتحہ: ۳) مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک و ملکیت اس دن صرف خدائے قہار و رحمن کی ہی ہوگی گو آج بھی اس کی ملکیت ہے وہ تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر وہاں تو کوئی ظاہری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا۔

تفسیر سورة التطفیف مکیہ

سُورَةُ التَّطْفِيفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ وَثَلَاثُونَ آيَةً

کل رکوع: ۱۰ ۛ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۛ کل آیات: ۳۶

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝۱ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝۲ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝۳ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۝۴ لِّيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۵ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۶

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں (آگے مطففین کو تہدید ہے کہ) کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے ○

اور یہ ناپنے تولنے والے:

نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ ناپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے جب یہ آیت اتری پھر انہوں نے ناپ تول درست کر لی ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ہلال بن طلق نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ مکہ مدینہ والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہ رکھتے جب کہ خدا تعالیٰ کا فرمان: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ہے پس تطفیف سے مراد ناپ تول کی کمی ہے خواہ اس صورت میں کہ اوروں سے لیتے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا اسی لئے انہیں دھمکایا کہ یہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں جب اپنا حق لیں تو پورا لیں محققین نے کسی کا تعلق صرف خرید و فروخت ہی سے نہیں بلکہ تمام چیزوں سے رکھا ہے جیسا کہ چوری ہر چیز میں ہو سکتی ہے ابن عربی نے لکھا ہے کقال علماء

الدين التطفیف فی کل شئی فی الصلوٰۃ و فی لو مزء و الکھل و المیزن۔

بلکہ زیادہ لیں اور دوسروں کو دینے بیٹھیں تو کم دیں ٹھیک یہ ہے کہ کانوا اور وزنوا کو متعدی مانیں اور ہم کو محلاً منصوب کہیں گو بعض نے اسے ضمیر موكد مانا ہے جو کانوا اور وزنوا کی ضمیر کی تاکید کے لئے ہے اور مفعول محذوف مانا ہے جس پر دلالت کلام موجود ہے دونوں طرح مطلب قریب قریب ایک ہی ہے قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے: **أَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزَنُوا بِالْقِسْطِ الْمُسْتَقِيمِ** (سورہ بنی اسرائیل: ۳۵) یعنی جب ناپو تو ناپو پورا اور وزن سیدھے ترازو سے تول کر دیا کرو اور جگہ حکم ہے: **أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ** (سورہ انعام: ۱۵۲) یعنی ناپ تول انصاف کے ساتھ کیا کرو ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیے اور جگہ فرمایا: **وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ** (سورہ رجن: ۹) یعنی تول کو قائم رکھو اور میزان کو گھٹاؤ نہیں حضرت شعیبؑ کی قوم کو اسی بری عادت کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے عارت و برباد کر دیا یہاں بھی اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ لوگوں کے حق مانے والے کیا قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جس پر نہ تو کوئی پوشیدہ بات پوشیدہ ہے نہ ظاہر بات وہ دن بھی نہایت ہولناک و خطرناک ہوگا بڑی گھبراہٹ و پریشانی والا دن ہوگا اس دن یہ لوگوں کو نقصان پہنچانے والے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے جس دن لوگ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اس حالت میں ننگے پیر ہوں گے اور ننگے بدن ہوں گے اور بے ختنہ ہوں گے وہ جگہ بھی نہایت تنگ و تاریک ہوگی اور میدان آفات و بلیات سے پر ہوگا اور وہ مصائب نازل ہو رہے ہوں گے کہ دل پریشان ہوں گے حواس بگڑے ہوں گے ہوش جاتا رہا ہوگا صحیح حدیث میں ہے کہ آدھے آدھے کانوں میں پسینہ پہنچ گیا ہوگا۔ (موطا امام مالک)

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ اس دن رحمن عز وجل کی عظمت کے سامنے سب کھڑے کپکپا رہے ہوں گے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے سورج اس قدر قریب ہوگا کہ ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا اور سخت تیز ہوگا ہر شخص اپنے اعمال کے اپنے پسینے میں غرق ہوگا بعض کی ایڑیوں تک پسینہ ہوگا بعض کے گھٹنوں تک بعض کی کمر تک بعض کو تو ان کا پسینہ لگام بنا ہوا ہوگا اور حدیث میں ہے کہ دھوپ اس قدر تیز ہوگی کہ کھوپڑی بھناٹھے گی اور اس طرح اس میں جوش اٹھنے لگے گا جس طرح ہنڈیا میں جوش آنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ پر اپنی انگلیاں رکھ کر بتایا کہ اس طرح پسینہ کی لگام چڑھی ہوئی ہوگی پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ بعض بالکل ڈوبے ہوئے ہوں گے اور حدیث میں ہے ستر سال تک خاموش کھڑے رہیں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو سال تک کھڑے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائے گا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر غفاریؓ سے فرمایا تو کیا کرے گا جس دن لوگ خدائے رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے نہ تو کوئی خبر آسمان سے آئے گی نہ کوئی حکم کیا جائے گا حضرت بشیرؓ کہنے لگے اللہ ہی مددگار ہے آپ نے فرمایا سنو! جب بستر پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کھڑے ہونے کی جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ

۱۔ یعنی ناپ تول میں صحیح تولنے کا حکم ایسا نہیں کہ تم کہہ دو کہ ایک ناقابل عمل حکم کا پابند کیا جا رہا ہے تحمل سے باہر احکام کا مکلف کرنا تو خدا تعالیٰ کا کام ہی نہیں۔

۲۔ غالباً بھی روسی سائنسدانوں کا بھی بیان آیا تھا کہ خلائی تجربوں کے دوران یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں کے اوقات دنیا کے اوقات سے بالکل مختلف ہیں پس اگر عالم آخرت کے اوقات میں فرق پیدا ہو جائے تو کچھ بعید نہیں۔

چالیس سال تک لوگ سرو نچا کر کے کھڑے رہیں گے کوئی بولے گا نیک و بد کو پسینے کی لگائیں چڑھی ہوئی ہوں گی ابن عمر فرماتے ہیں سو سال تک کھڑے رہیں گے (ابن جریر) ابوداؤد نسائی ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز شروع کرتے تو دس مرتبہ اللہ اکبر کہتے دس مرتبہ الحمد للہ کہتے دس مرتبہ سبحان اللہ کہتے دس مرتبہ استغفر اللہ کہتے پھر کہتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَابْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَغَافِلِيْ خدایا مجھے بخش مجھے ہدایت دے مجھے روزیاں دے اور عافیت عنایت فرما پھر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کے مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے۔

كَلَّا اِنْ كُنْتَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سَجِيْنٍ ۝ وَمَا اَدْرَاكَ مَا سَجِيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَكْذِبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يَكْذِبُ
بِهَ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ سَوَّرَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ
رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَّحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوْا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا
الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهِ تُكْذِبُوْنَ ۝

ہرگز ایسا نہیں ہوگا (یعنی کافر) لوگوں کا نامہ اعمال سجین میں رہے گا اور (آگے تہویل کے لئے سوال ہے) کہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے اس روز (یعنی قیامت کے روز) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہو گی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس روز جزا کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد (عبودیت) سے گزرنے والا ہو (اور) مجرم ہو اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ بے سند باتیں ہیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ اصل وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا رنگ بیٹھ گیا ہے ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز (ایک تو) اپنے رب کا دیدار دیکھنے سے روک دیئے جائیں گے پھر (صرف اسی پر اکتفا نہ ہوگا بلکہ) یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ○

سجین:

مطلب یہ ہے کہ برے لوگوں کا ٹھکانا سجین ہے یہ لفظ فعیل کے وزن پر مسجن سے ماخوذ ہے جن تنگی کو کہتے ہیں مسیق شریب خمیر سکیر وغیرہ کی طرح یہ لفظ بھی سجین ہے پھر اس کی مزید برائیاں بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ تمہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں وہ المناک اور ہمیشہ کے درد دکھ کی جگہ ہے نقل ہے کہ یہ جگہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے حضرت براء بن عازب کی ایک طویل حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ کافر کی روح کے بارے میں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی کتاب سجین میں لکھ لو اور سجین ساتویں زمین کے

نیچے ہے کہا گیا کہ ساتوں زمین کے نیچے سبز رنگ کی ایک چٹان ہے اور کہا کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے ابن جریر کی ایک غیر صحیح حدیث میں ہے کہ نلق جہنم کا ایک منہ بند کردہ کنواں ہے اور عجین کھلے منہ والا گڑھا ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں تنگ جگہ جیل خانہ کے نیچے کی مخلوق میں تنگی ہے اور اوپر کی مخلوق میں کشادگی آسمانوں میں ہر اوپر والا آسمان نیچے والے آسمان سے کشادہ ہے اور زمینوں میں ہر نیچے کی زمین اوپر کی زمین سے تنگ ہے یہاں تک کہ بالکل نیچے کہ تہ بہت تنگ ہے اور سب سے زیادہ تنگ جگہ ساتویں زمین کا وسطی مرکز ہے چونکہ کافروں کے لوٹنے کی جگہ جہنم ہے اور وہ سب سے نیچے ہے اور جگہ ہے: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (سورہ التین: ۵-۶) یعنی پھر ہم نے اسے نیچوں میں بھی نیچا کر دیا ہاں جو ایمان والے اور نیک اعمال والے ہیں غرض عجین ایک تنگ اور تہہ کی جگہ ہے جیسے قرآن کریم نے اور جگہ فرمایا ہے: إِذَا الْقُورُ مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا (سورہ فرقان: ۱۳) جب وہ کسی تنگ جگہ جہنم میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو موت ہی موت پکاریں گے كِتَابٌ مَرْفُومٌ یہ عجین کی تفسیر نہیں بلکہ تفسیر ہے اس کی جو اس کے لئے لکھا جا چکا ہے اور آخر کار جہنم میں پہنچیں گے ان کا نتیجہ لکھا جا چکا ہے اور اس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے نہ اس میں اب کچھ زیادتی ہوگی نہ کمی تو فرمایا ان کا انجام عجین ہونا ہماری کتاب میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا ہے ان جھٹانے والوں کی اس دن خرابی ہوگی انہیں جہنم کا قید خانہ اور رسوائی والے المناک عذاب ہوں گے ویل کی مکمل تفسیر اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکی بربادی اور خرابی ہے جیسے کہا جاتا ہے ویل لفلان مسند اور سنن کی حدیث میں ہے ویل ہے اس شخص کیلئے جو کوئی جھوٹی بات کہہ کر لوگوں کو ہسانا چاہے اسے ویل ہے پھر ان جھٹانے والے بدکار کافروں کی مزید تشریح کی اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو روز جزا کو نہیں مانتے اسے خلاف عقل کہہ کر واقع ہونے کو محال جانتے ہیں پھر فرمایا قیامت کا جھٹلانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے کاموں میں حد سے گزر جائیں حرام کام کرنے لگے یا جائز کاموں میں حد سے بڑھ جائیں۔ اسی طرح اپنے اقوال میں گنہگار ہوں جھوٹ بولیں وعدہ خلافی کریں گالیاں بکین وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہماری آیتوں کو سن کر انہیں جھٹلانے میں بدگمانی کرتے ہیں اور ب جھجک کہہ گزرتے ہیں کہ یہ باتیں تو پہلی کتابوں سے جمع ہیں جیسے اور جگہ فرمایا: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أُنْزِلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (سورہ نحل: ۲۳) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل فرمایا تو کہتے ہیں اگلوں کے افسانے ہیں اور جگہ ہے: وَقَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَعَشِيًا (سورہ فرقان: ۵) یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں جو اساتیر شام لکھوائے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جواب میں فرماتا ہے کہ واقعہ ان کے قول اور ان کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ دراصل یہ قرآن کلام الہی ہے اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے پر نازل کی ہے ہاں ان کے دلوں پر ان کی بدعملی نے پردے ڈال دیئے ہیں گناہوں اور خطاؤں کی کثرت نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے کافروں کے دلوں میں رین ہوتا ہے اور نیکوکار لوگوں کے دلوں پر شیم ہوتا ہے ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی پھیل جاتی ہے اسی کا بیان كَلَّا بَلْ رَانَ مِنْ حِرَافِظِهِمْ مِمَّا كَسَبُوا (سورہ النازعات: ۴) اس آیت میں بھی یہ حدیث ہے حضرت حسن بصری وغیرہ کا فرمان ہے کہ گناہوں پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان عذابوں میں مبتلا ہو کر دیدار باری تعالیٰ سے بھی محروم اور محبوب کر دیئے جائیں گے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ مومن قیامت کے دن دیدار باری تعالیٰ سے

۱۔ تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اس میں سیدنا امام شافعی کی تخصیص محض ابن کثیر کے شافعی ہونے کی علت ہے چنانچہ مدارک میں ہے

قَالَ الزَّجَانِجُ فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ وَالْآيَةُ دَلِيلٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ -

مشرف ہوں گے امام صاحب کا یہ فرمان بالکل درست ہے اور آیت کا صاف مفہوم یہی ہے اور دوسری جگہ کھلے الفاظ میں بھی یہ بیان موجود ہے فرمان ہے: **وُجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ** (سورہ قیامہ: ۲۲-۲۳) یعنی اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے صحیح اور متواتر حدیثوں سے بھی یہ ثابت ہے کہ ایماندار قیامت والے دن اپنے رب عزوجل کا اپنی آنکھوں سے قیامت کے میدان میں جنت کے نفیس باغچوں میں دیکھیں گے حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ حجاب ہٹ جائیں گے اور مومن اپنے رب کو دیکھیں گے اور کافر پھر کافروں کو پردے کے پیچھے کر دیا جائے گا البتہ مومن ہر صبح و شام پروردگار عالم کا دیدار حاصل کریں گے یا اسی جیسا اور کلام ہے پھر فرماتا ہے کہ نہ صرف خدا سے ہی یہ محروم رہیں گے بلکہ یہ لوگ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور انہیں حقارت ذلت اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر غصہ کے ساتھ کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِي عَلَيِّينَ ﴿۱۸﴾ وَمَا اَدْرَاكَ مَا عَلَيُّونَ ﴿۱۹﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿۲۰﴾

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۲۳﴾

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿۲۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَّخْمُومٍ ﴿۲۵﴾ خِتْمُهُ

مُسْكٌ ۖ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿۲۶﴾ وَ مِرَاجُهُ مِنْ

تَسْنِيمٍ ﴿۲۷﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿۲۸﴾

(یہ جو مومنین کے اجر و ثواب کے منکر ہیں) ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامہ اعمال علیین میں رہے گا اور (آگے تقسیم کے لئے سوال ہے کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے (شوق سے) دیکھتے ہیں (آگے ان کی جزائے آخرت کا بیان ہے) نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے بہشت کے عجائبات) دیکھتے ہوں گے اسے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش کی بشارت پہچائے گا اور ان کو پینے کے لئے شراب سر بہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) کی ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے ○

علیین:

بدکاروں کا حشر بیان کرنے کے بعد اب نیک لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کا ٹھکانا علیین ہے جو کہ بحین کے بالکل برعکس ہے حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعبؓ سے بحین کا سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روہیں ہیں اور علیین کے سوال کے جواب میں فرمایا یہ ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنین کی روہیں ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں مراد اس سے جنت ہے عونی سے آپ روایت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمان میں ہیں قنادہؓ فرماتے ہیں یہ عرش کا داہنا پایہ ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ سدرة المنتہی کے پاس ہے ظاہر یہ ہے کہ لفظ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے جس قدر کوئی چیز اونچی اور بلند ہوگی اسی قدر

بڑی اور کشادہ ہوگی اسی لئے اس کی عظمت و بزرگی کے اظہار کے لئے فرمایا تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہی نہیں پھر اس کی تاکید کی کہ یہ یقینی ہے کتاب میں لکھی جا چکی ہے کہ یہ لوگ علیین میں جائیں گے جس کے پاس ہر آسمان کے مقرب فرشتے جاتے ہیں پھر فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نیکو کار ہمیشگی والی نعمتوں اور باغات میں ہوں گے اور خدا تعالیٰ کے عام فضل و کرم ان پر بارش کی طرح برس رہے ہوں گے یہ مسہریوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اپنے ملک و مال کو اور نعمتوں اور راحتوں کو عزت و جاہ کو مال و متاع کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے یہ خیر و فضل یہ نعمت یہ رحمت نہ کبھی کم ہونہ گم ہونہ گھٹے نہ مٹے اور یہ معنی بھی ہیں کہ اپنی آرام گاہوں میں تخت سلطنت پر بیٹھے دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوتے رہیں گے تو گویا فاجروں کے بالکل برعکس ہوں گے ان پر دیدار باری تعالیٰ حرام تھا ان کے لئے ہر وقت اجازت ہے جیسے کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی اپنے ملک اور ملکیت کو دو ہزار سال کی راہ تک دیکھے گا اور سب سے آخر کی چیزیں اس طرح اس کی نظروں کے سامنے ہوں گی جس طرح سب سے اول کی چیزیں اور اعلیٰ درجہ کے جنتی تو دن میں دو دو مرتبہ دیدار الہی باری تعالیٰ کی نعمت سے اپنے دل کو مسرور اور اپنی آنکھوں کو پر نور کریں گے اگر کوئی ان کے چہرے پر نظر ڈالے تو بیک نگاہ آسودگی اور خوش حالی جاہ و حشمت شوکت و سطوت خوشی و سرور بہجت و نور دیکھ کر ان کا مرتبہ معلوم کر لے اور سمجھ لے کہ راحت و آرام میں خوش و خرم ہیں جنتی شراب کا دور چلتا رہتا ہے ریح جنت کی ایک قسم کی شراب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے اسے اللہ تعالیٰ ریح مختوم پلائے گا یعنی جنت کی ایک قسم کی مہر والی شراب اور جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائے گا اور جو کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتی سبز ریشم کے کپڑے پہنائے گا (مسند احمد) ختام کے معنی آمیزش کے ہیں اسے خدا تعالیٰ نے پاک صاف کر دیا ہے اور مشک کی مہر لگا دی ہے یہ بھی معنی ہیں کہ انجام اس کا مشک ہے یعنی کوئی بد بو نہیں بلکہ مشک کی سی خوشبو ہے چاندی کی طرح سفید رنگ کی شراب ہے جس کی مہر لگے گی یا ملونی ہوگی اس قدر خوشبو والی ہے کہ اگر کسی اہل دنیا کی انگلی اس پر لگ جائے پھر اگر وہ اسی وقت نکال لے تاکہ تمام دنیا اس کی خوشبو سے مہک جائے گی اور ختام کے معنی خوشبو کے بھی کئے گئے ہیں پھر فرماتا ہے کہ حرص کرنے والے فخر و مباہات کرنے والے کثرت اور سبقت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی طرف توجہ کریں جیسے اور جگہ ہے: لِمَثَلٍ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ (سورہ صافات: ۶۱) ایسی چیزوں کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے نسیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے۔ یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ والے اپنی شراب ریح ملا کر پیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَرُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾ هَلْ

ثَوْبُ الْكَفَّارِ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

(آگے مجموعہ یقین کا مجموعہ حال دنیا و آخرت مذکور ہے یعنی) جو لوگ مجرم تھے (یعنی کافر) وہ ایمان والوں سے (دنیا میں تحقیراً) ہنسنا کرتے تھے اور (ایمان والے) جب ان (کافروں) کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو (وہاں بھی ان کا تذکرہ کر کے) دل لگیاں کرتے اور جب ان کو دیکھتے تو کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں (کیونکہ کفار اسلام کو غلطی سمجھتے تھے) حالانکہ یہ (کافر) ان (مسلمانوں) پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے سو آج (قیامت کے دن) ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے ان کا حال) دیکھ رہے ہوں گے واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملے گا ○

مومنین کا مذاق:

یعنی دنیا میں تو ان کافروں کی خوب بن آئی تھی ایمانداروں کا مذاق اڑاتے رہے چلتے پھرتے آوازے کتے رہے اور حقارت و تذلیل کرتے رہے اور اپنوں میں جا کر خوب باتیں بناتے رہے تھے جو چاہتے تھے پاتے تھے لیکن شکر تو کہاں زیادہ کفر پر آمادہ ہو کر مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے تھے اور چونکہ مسلمان ان کی مانتے نہ تھے تو یہ انہیں گمراہ کہا کرتے تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے انہیں مومنوں کی کیا پڑی کیوں ہر وقت ان کے پیچھے پڑے ہیں اور ان کے اعمال اور افعال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں اور طعنہ آمیز باتیں بناتے رہتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے: **اِخْسَنُوا فِيهَا.....** (سورہ مومن: ۱۰۸) یعنی اس جہنم میں پڑے جھلتے رہو مجھ سے بات نہ کرو میرے خاص بندے کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر تو سب سے بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے تو تم نے انہیں مذاق میں اڑایا اور اس قدر غافل ہوئے کہ میری یاد بھلا بیٹھے اور ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے دیکھو آج میں نے انہیں ان کے صبر کا بدلہ دیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب ہیں یہاں بھی اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ آج قیامت کے دن ایمانداران بدکاروں پر ہنس رہے ہیں اور تختوں پر بیٹھے اپنے خدا کو دیکھ رہے ہیں جو صاف ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ گمراہ نہ تھے گو تم انہیں راہ گم کردہ کہا کرتے تھے بلکہ یہ دراصل اولیاء اللہ تھے مقررین خدا تھے اسی لئے آج خدا کا دیدار ان کی نگاہوں کے سامنے ہے یہ خدا کے مہمان ہیں اور اس کے باعظمت گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا اس کا پورا بدلہ کیا انہیں آخرت میں مل گیا یا نہیں؟ ان کے مذاق کے بدلے آج ان پر ہنسی اڑی یہ انہیں گھٹاتے تھے خدا نے انہیں بڑھایا غرض پورا پورا تمام و کمال بدلہ دے دیا گیا۔

تفسیر سورہ انشقاق مکہ

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں: **اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ.....** کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا اور فارغ ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے پڑھتے ہوئے سجدہ کیا یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے بخاری میں حضرت ابو رافع فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی آپ نے اس میں: **اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ** کی تلاوت اور سجدہ کیا میں نے پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سورت کو نماز میں پڑھا اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا اور مقتدیوں نے بھی سجدہ کیا پس میں تو جب تک آپ سے

ملوں گا) (اس موقع پر) سجدہ کرتا رہوں گا یعنی مرتے دم تک اس حدیث کی سندیں اور بھی ہیں اور صحیح مسلم شریف اور منہج نسائی میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورہ : اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ میں سجدہ کیا۔

سُورَةُ الْاَشْقَاقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُونَ وَعَشِيرُونَ آيَةً

گل آیت ۲۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رَوْعٍ ا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝^١ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝^٢ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝^٣
وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝^٤ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝^٥ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ
إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًا فَمُلِقِيهِ ۝^٦ فَمَا مَن أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝^٧
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝^٨ وَنَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝^٩
وَأَمَّا مَن أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝^{١٠} فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۝^{١١} وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝^{١٢}
إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝^{١٣} إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّنْ يَحُورَ ۝^{١٤} بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ
كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝^{١٥} فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝^{١٦} وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝^{١٧}

جب (نفعہ ثانیہ کے وقت) آسمان پھٹ جائے گا (تاکہ اس میں سے غمام اور ملائکہ کا نزول ہو) اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ (آسمان) اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جائے گی اور (وہ زمین) اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مردوں کو) باہر اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور اسی لائق ہے اے انسان! تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک) کام میں کوشش کر رہا ہے پھر (قیامت میں) اس (کام کی جزا) سے جا ملے گا تو اس روز جس شخص کا نامہ اعمال اس کے دانے باتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ (اس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا اور جس شخص کا نامہ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کی پیٹھ سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہو گا یہ شخص (دنیا میں) اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا (یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرتا تھا) اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو (خدا کی طرف) لوٹنا نہیں ہے (آگے رد ہے اس خیال کا کہ لوٹنا کیوں نہ ہوتا) اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا ○

یہ تغیرات اور تبدیلیاں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے کان لگائے ہوئے ہوگا پھٹنے کا حکم پاتے ہی پھٹ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اسے بھی چاہئے کہ امر خدا تعالیٰ بجالائے اس لئے کہ یہ اس خدا کا حکم ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا جس سے بڑا اور نہیں جو سب پر غالب ہے اس پر غالب کوئی نہیں ہر وقت ہر چیز اس کے سامنے مجبور ہے اور زمین پھیلا دی جائے گی بچھا دی اور کشادہ کر دی جائے گی حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر انسان کو صرف دو قدم نکالنے کی جگہ ملے گی سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کی دائیں جانب ہوں گے خدا کی قسم اسے پہلے اس نے کبھی اسے دیکھا نہیں تو میں کہوں گا خدا یا جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ تیرے بیٹھے ہوئے میرے پاس آتے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا سچ کہا تو میں عرض کروں گا خدا یا مجھے شفاعت کی اجازت ہو چنانچہ مقام محمود میں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا اور کہوں گا خدا یا تیرے ان بندوں نے زمین کے گوشے گوشے پر تیری عبادت کی ہے (ابن جریر) پھر فرماتا ہے کہ زمین اپنے اندر کے کل مردے اگل دے گی اور خالی کر ہو جائے گی یہ بھی رب کے فرمان کی منتظر ہوگی اور اسے بھی یہی لائق ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے انسان تو کوشش کرتا رہے گا اور اپنے رب کی طرف آگے بڑھتا رہے گا اعمال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن اس کے مل جائے گا اور اس کے سامنے کھڑا ہوگا اور اپنے اعمال اور اپنی سعی و کوشش کو اپنے آگے دیکھ لے گا ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جی لے جب تک چاہے بالآخر موت آنے والی ہے جس سے چاہے دل بستی پیدا کر لے ایک دن اس سے جدائی ہونی ہے جو چاہے عمل کر لے ایک دن اس سے ملاقات ہونے والی ہے ملاقیہ کی ضمیر کا مرجع بعض نے لفظ رب کو بھی بتلایا ہے تو یہ معنی ہوں گے خدا سے تیری ملاقات ہونے والی ہے وہ تجھے تیرے کل اعمال کا بدلہ دے گا اور تیری تمام کوشش و سعی کا پھل تجھے عطا فرمائے گا دونوں ہی باتیں آپس میں ایک دوسری کو لازم ہیں قنادہ فرماتے ہیں اے ابن آدم تو کوشش کرنے والا ہے لیکن اپنی کوشش میں کمزور ہے جس سے یہ ہو سکے کہ اپنی تمام تر سعی و کوشش نیکیوں کی کرے تو وہ کر لے دراصل نیکی کی قدرت اور برائیوں سے بچنے کی طاقت بجز توفیق خداوندی حاصل نہیں ہو سکتی پھر فرمایا جس کے داہنے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ مل جائے گا اس کا حساب بغیر سختی کے آسانی سے ہوگا اس کے چھوٹے اعمال بھی معاف ہو جائیں گے اور جس سے اس کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا وہ ہلاکت سے نہ بچے گا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس سے حساب میں مناقشہ ہوگا وہ تباہ ہوگا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ قرآن میں تو ہے کہ نیک لوگوں کا بھی حساب ہوگا: فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حَسَابًا يَسِيرًا آپ نے فرمایا دراصل یہ وہ حساب نہیں یہ تو صرف پیشی ہے جس سے حساب میں صرف پوچھ گچھ ہوگی وہ برباد ہوگا (مسند احمد) دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیان فرماتے ہوئے آپ نے اپنی انگلی اپنے ہاتھ پر رکھ کر جس طرح کوئی چیز کریدتے ہوں اس طرح اسے ہلا جلا کر بتلایا مطلب یہ ہے کہ جس سے باز پرس اور کھود کر دید ہوگی وہ عذاب سے بچ نہیں سکتا خود حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جس سے باقاعدہ حساب ہوگا وہ بلا عذاب نہیں رہ سکتا اور حساب یسر سے مراد صرف پیشی ہے حالانکہ خدا تعالیٰ خوب دیکھتا رہا ہے حضرت صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے: اَللّٰهُمَّ حَاسِبِيْ حَسَابًا يَسِيْرًا جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آسان حساب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا صرف نامہ اعمال پر نظر ڈال لی جائے گی اور کہہ دیا جائے گا جاؤ ہم نے درگزر کیا لیکن اے عائشہؓ جس سے خدا تعالیٰ حساب لے گا وہ ہلاک ہوگا (مسند احمد) غرض جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال آئے گا وہ خدا کے سامنے پیش ہوتے

ہی رخصت پا جائے گا اور اپنے اعزہ و اقارب میں خوش خوش جنت میں واپس آئے گا طہرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم لوگ اعمال کر رہے ہو اور حقیقت کا علم کسی کو نہیں عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم اپنے اعمال کو پہچان لو گے بعض وہ لوگ ہوں گے جو ہنسی خوشی اپنوں سے آملیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ رنجیدہ افسردہ اور ناخوش واپس آئیں گے اور جسے پیٹھ پیچھے سے بانیں ہاتھ میں ہاتھ موڑ کر نامہ اعمال دیا جائے گا وہ نقصان اور تباہی کی پکار پکارے گا ہلاکت اور موت کو بلائے گا اور جہنم میں جائے گا دنیا میں خوب ہشاش بشاش تھا بے فکری سے مزے کر رہا تھا آخرت کا خوف عاقبت کا اندیشہ مطلق نہ تھا اب اس کو رنج و غم یا سحرمان رنجیدگی و افسردگی نے ہر طرف سے گھیر لیا یہ سمجھ رہا تھا کہ موت کے بعد زندگی نہیں اسے یقین نہ تھا کہ لوٹ کر خدا کے پاس بھی جاتا ہے پھر فرماتا ہے کہ ہاں ہاں اسے خدا ضرور دوبارہ زندہ کر دے گا جیسے کہ پہلی مرتبہ اس نے اسے پیدا کیا پھر اس کے نیک و بد اعمال کی جزا و سزا دے گا بندوں کے اعمال و احوال کی اسے اطلاع ہے اور وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُكَذِّبُونَ ۝

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

سو (اس بنا پر) میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ (کرجع کر) لیتی ہے اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے سو (باوجود ان مقتضیات خوف اور ایمان کے اجتماع کے) ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور جب (ان کے عناد کی یہ حالت ہے کہ) جب ان کے رب و قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس وقت بھی خدا کی طرف نہیں جھکتے بلکہ یہ کافر (اور الٹی) تکذیب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ (اعمال بد کا ذخیرہ) جمع کر رہے ہیں سو (ان اعمال کفریہ کے سبب) آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کے لئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں ○

قسم ہے ان چیزوں کی:

شفق سے مراد سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کناروں پر ظاہر ہوتی ہے حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابو ہریرہ حضرت شداد بن اوس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم محمد بن علی بن حسین مکحول بکر بن عبداللہ مزی بکیر بن الشیخ مالک ابن ابی ذئب عبدالعزیز بن ابوسلمہ ماجشون رحمہم اللہ یہی فرماتے ہیں کہ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ سے بھی یہی مروی ہے کہ مراد سفیدی ہے پس شفق کناروں کی سرخی کو کہتے ہیں وہ طلوع سے پہلے ہو یا غروب کے بعد اور اہل سنت کے نزدیک مشہور یہی ہے خلیل کہتے ہیں عشاء کے وقت تک یہ شفق باقی رہتی ہے جو ہری کہتے ہیں سورج کے غروب ہونے کے بعد جو سرخی اور روشنی باقی رہتی ہے اسے شفق کہتے ہیں یہ اول رات سے عشاء کے وقت تک باقی رہتی ہے عکرمہ فرماتے ہیں مغرب سے لے کر عشاء تک صحیح مسلم کی

حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے مجاہدؒ سے البتہ مروی ہے کہ اس سے مراد سارا دن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مراد سورج ہے غالباً اس مطلب کی وجہ اس کے بعد کا جملہ ہے تو گویا روشنی اور اندھیرے کی قسم کھائی امام ابن جریر فرماتے ہیں دن کے آنے اور رات کے جانے کی قسم کھائی ہے اوروں نے کہا ہے سفیدی اور سرخی کا نام شفق ہے اور قول ہے کہ یہ لفظ ان دونوں مختلف معنوں میں بولا جاتا ہے وسق کے معنی ہیں جمع کیا یعنی رات کے ستاروں اور رات کے جانوروں کی قسم اسی طرح رات کے اندھیرے میں تمام چیزوں کا اپنی اپنی جگہ چلے جانا اور چاند کی قسم جبکہ وہ پورا ہو جائے بھرپور ہو جائے اور اس میں پوری روشنی آجائے: لَتَرَكُنَّ..... کی تفسیر بخاری میں مرفوع حدیث سے یہ منقول ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھتے چلے جاؤ گے حضرت انسؓ فرماتے ہیں جو سال آئے گا وہ اپنے پہلے سے برا ہوگا میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس حدیث کے اور مذکورہ حدیث کے الفاظ بالکل ایک جیسے ہیں بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے (واللہ اعلم)۔ اور یہ مطلب بھی اس حدیث کا بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی تائید حضرت عمرؓ ابن مسعودؓ ابن عباسؓ اور عامر اہل مکہ اور اہل کوفہ کی قرأت سے بھی ہوتی ہے ان کی قرأت ہے لَتَرَكُنَّ۔ شعبی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر چڑھو گے مراد اس سے معراج ہے یعنی منزل بہ منزل چڑھتے چلے جاؤ گے سدی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق منزلیں ملے کرو گے جیسے حدیث میں ہے کہ تم اپنے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے بالکل برابر برابر یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گواہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی یہی کرو گے لوگوں نے کہا انگوں سے مراد آپ کی کیا یہود و نصرانی ہیں آپ نے فرمایا پھر اور کون؟ حضرت مکحولؓ فرماتے ہیں ہر بیس سال کے بعد تم کسی نہ کسی ایسے کام کی ایجاد کرو گے جو اس سے پہلے نہ تھا عبد اللہؓ فرماتے ہیں آسمان پھٹے گا پھر سرخ رنگ ہو جائے گا پھر بھی رنگ بدلتے جائیں گے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کبھی تو آسمان دھواں بن جائے گا پھر پھٹ جائے گا حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں یعنی بہت سے لوگ جو دنیا میں پست و ذلیل تھے آخرت میں بلند و ذی عزت بن جائیں گے اور بہت سے لوگ جو دنیا میں مرتبے اور عزت والے تھے وہ آخرت میں ذلیل و نامراد ہو جائیں گے عکرمہؓ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پہلے دودھ پیتے تھے پھر غذا کھانے لگے پہلے جوان تھے پھر بڑھاپا آیا حسن بصریؓ فرماتے ہیں نرمی کے بعد سختی سختی کے بعد نرمی امیری کے بعد فقیری فقیری کے بعد امیری صحت کے بعد بیماری بیماری کے بعد تندرستی ایک مرفوع حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم غفلت میں ہے وہ پروا نہیں کرتا کہ کس لئے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے سے کہتا ہے کہ اس کی روزی اس کی اجل اس کی زندگی اس کا بد یا نیک ہونا لکھ لے پھر وہ فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ آتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ اسے سمجھ آجائے پھر وہ فرشتہ اٹھ جاتا ہے پھر دوسرا فرشتہ اس کا نامہ اعمال لکھنے والے آجاتے ہیں موت کے وقت وہ بھی چلے جاتے ہیں اور ملک الموت آجاتے ہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں پھر قبر میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے ملک الموت چلے جاتے ہیں اور سوال و جواب

۱۔ ان متعدد قسموں سے بعض اہم غیر محسوس حقائق پر موجودات اور ہمارے محسوسات سے دلائل قائم کرتا ہیں مثلاً شفق ہے یہ سمجھنا ہے کہ جس طرح شفق سے رات کی ابتدا ہوتی ہے ایسے ہی موت سے عالم آخرت کی ابتدا ہوتی ہے اور جس طرح دن کے بعد آدمی رات میں سوتا ہے تو اس کو ایک نئی دنیا سے سابقہ پڑتا ہے ایسے ہی دنیاوی زندگی کے بعد برزخی زندگی ایک نیا تجربہ ہوگا اور جس طرح چاند مختلف تغیرات کے لپیٹ میں رہتا ہے ایسے ہی اس عالم کے ختم ہونے کے بعد ایک نیا عالم وجود میں آئے گا۔

۲۔ ب کے زیر سے۔

کرنے والے فرشتے آجاتے ہیں اپنے کام کے بعد وہ بھی چلے جاتے ہیں قیامت کے دن نیکی بدی کے فرشتے آجائیں گے اور اس کی گردن سے اس کا نامہ اعمال کھول لیں گے پھر اس کے ساتھ ہی رہیں گے ایک سائق ہے دوسرا شہید ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا (سورہ ق: ۲۲) تو اس سے غافل تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت: لَتَرَنَّ كَيْفَ يَكُونُ حَالُكَ (سورہ ق: ۲۲) سے دوسرا حال پھر فرمایا لوگو تمہارے آگے بڑے بڑے امور آرہے ہیں جن کا تم میں تحمل نہیں اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے مدد چاہو یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہی منکر حدیث ہے اور اس کی سند میں ضعیف ضعیف راوی ہیں لیکن اس کا مطلب بالکل صحیح اور درست ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ امام ابن جریر نے ان تمام اقوال کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سخت سخت کاموں میں ایک کے بعد ایک میں پڑنے والے ہیں اور گو خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے لیکن مراد سب لوگ ہیں کہ وہ قیامت کی ایک کے بعد ایک ہولناکی دیکھیں گے پھر فرمایا انہیں کیا ہو گیا یہ کیوں نہیں ایمان لاتے؟ اور انہیں قرآن سن کر سجدے میں گر پڑنے سے کون سی چیز روکتی ہے بلکہ یہ کفار تو الٹا جھٹلاتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں اور سرکشی میں اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو جنہیں یہ چھپا رہے ہیں بخوبی جانتے ہیں تم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خبر پہنچا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے پھر فرمایا کہ اس عذاب سے محفوظ ہو کر بہترین اجر کے مستحق ایماندار نیک کردار لوگ ہیں انہیں پورا پورا بے حساب اجر ملے گا جیسے اور جگہ ہے: عَطَاءٌ غَيْرٌ مَّجْدُودٍ (سورہ ہود: ۱۰۸) بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بلا احسان لیکن یہ معنی ٹھیک نہیں ہر آن ہر لحظہ اور ہر وقت خدائے تعالیٰ عز و جل کے اہل جنت پر احسان و انعام ہوں گے بلکہ اس کے احسان اور اس کے فضل و کرم کی بنا پر انہیں جنت نصیب ہوئی نہ کہ ان کے اعمال کی وجہ سے پس اس مالک کا تو دائمی احسان اپنی مخلوق پر ہے ہی اس کی ذات پاک ہر طرح کی ہر وقت کی تعریفوں کے لائق ہمیشہ ہمیشہ ہے اسی لئے اہل جنت پر خدا کی تسبیح اور اس کی حمد کا الہام اسی طرح کیا جائے گا جس طرح سانس بلا تکلف اور بے تکلیف بلکہ بے ارادہ چلتا رہتا ہے قرآن فرماتا ہے: وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سورہ یونس: ۱۰) یعنی ان کا آخری قول یہی ہوگا کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے خدا کے لئے ہی ہے۔

تفسیر سورہ بروج مکہ

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں یہ سورت: وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ پڑھتے تھے اور حدیث میں ہے کہ آپ نے سموات کی ان سورتوں کا عشاء کی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

سُورَةُ الْبُرُوجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَا عَشْرَ آيَةً

کل آیات: ۲۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کل رکوع: ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَاهِدٍ ۝ وَمَشْهُودٍ ۝

قَتَلَ أَصْحَابُ الْأَخْذُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوُقُودِ ۖ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۖ
وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۖ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن
يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۚ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۚ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا
فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۖ

قسم ہے برجوں والے آسمان کی (مراد برجوں سے بڑے بڑے ستارے ہیں) اور (قسم ہے) وعدہ کئے ہوئے دن کی اور حاضر ہونے والے کی اور (قسم ہے) اس (دن) کی جس میں (لوگوں کی) حاضری ہوتی ہے کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس (آگ) کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ (ظلم و ستم) کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو کہ زبردست (اور) سزاوارحہ ہے ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور (آگے ظالموں کے لئے عام وعید ہے اور مظلوموں کے عام وعدہ ہے) اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی اور پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور (جہنم میں بالخصوص) ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے ○

یہ برجوں والا آسمان:

بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں جیسے کہ: جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا (سورہ فرقان: ۶۱) کی تفسیر میں گزر چکا ہے حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ بروج وہ ہیں جن میں حفاظت کرنے والے رہتے ہیں یحییٰ فرماتے ہیں یہ آسمانی محل ہے منہال بن عمرو کہتے ہیں مراد اچھی بناوٹ والے آسمان ہیں ابن خثیمہ فرماتے ہیں اس سے مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں جو بارہ ہیں کہ سورج ان میں سے ہر ایک میں ایک مہینہ چلتا رہتا ہے اور چاند ان میں سے ہر ایک میں دو دن اور ایک تہائی دن چلتا ہے تو یہ اٹھائیس دن ہوئے اور دو راتوں تک وہ پوشیدہ رہتا ہے نہیں نکلتا ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَوْمَ مَوْعُودٍ سے مراد قیامت کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے سورج جن جن دنوں پر نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل دن جمعہ کا دن ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں بندہ جو بھلائی طلب کرے مل جاتی ہے اور جس برائی سے پناہ چاہے مل جاتی ہے اور مشہور سے مراد عرفہ کا دن ہے ابن خزیمہ میں بھی یہ حدیث ہے موسیٰ بن عبیدزید اس کے راوی ہیں اور یہ ضعیف ہیں یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے خود ان کے قول سے مروی ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے مسند میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہی مروی ہے اور حضرات سے بھی یہ تفسیر مروی ہے اور ان میں اختلاف نہیں فالحمدا للہ اور روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ جمعہ کے دن کو جیسے یہاں شاہد کہا گیا ہے یہ خاص ہمارے لئے بطور خزانے کے چھپا رکھا گیا تھا اور حدیث میں ہے کہ تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے ابن عباسؓ سے یہی مروی ہے کہ شاہد سے مراد خود ذات محمد صلی

اللہ علیہ وسلم ہیں اور مشہور سے مراد قیامت کا دن ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ذَلِكْ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهٗ النَّاسُ وَذَلِكْ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ (سورہ ہود: ۱۰۳) یعنی اس دن کے لئے لوگ جمع کئے گئے ہیں اور یہ دن مشہور یعنی حاضر کیا گیا ہے ایک شخص نے حضرت امام حسن بن علی سے سوال کیا کہ شاید اور مشہود کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا تم نے کسی اور سے پوچھا؟ اس نے کہا ہاں ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ سے فرمایا انہوں نے کیا جواب دیا کہا قربانی کا دن جمعہ کا دن فرمایا نہیں بلکہ مراد شاید سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے: فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (سورہ نساء: ۴۱) یعنی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان پر گواہ بنائیں گے اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے قرآن کہتا ہے: وَذَلِكْ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ (سورہ ہود: ۱۰۳) یہ بھی مروی ہے کہ شاید سے مراد ابن آدم اور مشہود سے مراد قیامت کا دن اور مشہود سے مراد جمعہ بھی مروی ہے اور شاید سے مراد خود اللہ تعالیٰ بھی مراد ہے اور عرفہ کا دن بھی ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو وہ دن مشہود دن ہے جس پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں شاید اللہ ہے قرآن کہتا ہے: وَكَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا (سورہ نساء: ۷۹) اور مشہود ہم ہیں قیامت کے دن ہم سب خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے اکثر حضرات کا یہ فرمان ہے کہ شاید جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے ان قسموں کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ خندقوں والوں پر لعنت ہو یہ کفار کی ایک قوم تھی جنہوں نے مومنین کو ڈرا دھمکا کر دین سے ہٹانا چاہا ان کے انکار پر زمین میں گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں بھر کر آگ بھڑکائی پھر ان سے کہا کہ اب بھی دین سے پلٹ جاؤ ان با خدا لوگوں نے انکار کیا اور ان نا خدا ترس کفار نے ان مسلمانوں کو اس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اسی کو بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہلاک ہوئے یہ ایندھن بھری بھڑکتی ہوئی آگ کی خندقوں کے کناروں پر بیٹھے ان مومنوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے حالانکہ ان مومنوں کا کوئی قصور نہ تھا انہیں تو صرف ان کے مومن ہونے پر غضب تھا دراصل غلبہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کی پناہ میں آ جانے والا کبھی برباد نہیں ہوتا وہ اپنے تمام اقوال افعال شریعت اور تقدیر میں قابل تعریف ہے وہ اگر اپنے خاص بندوں کو کسی وقت کافروں کے ہاتھ سے تکلیف بھی پہنچا دے اور اگر اس کا راز کسی کو معلوم نہ ہو سکے تو نہ ہو لیکن دراصل وہ مصلحت و حکمت کی بنا پر ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ زمینوں اور آسمانوں اور کل مخلوقات کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل فارس کا ہے ان کے بادشاہ نے یہ قانون جاری کرنا چاہا کہ محرمات ابد یہ یعنی ماں بیٹی بہن وغیرہ سب حلال ہیں کہ اس وقت کے علماء کرام نے اس کا انکار کیا اور روکا اس پر اس نے خندقیں کھدوا کر اس میں آگ جلا کر ان حضرات کو اس میں ڈال دیا چنانچہ یہ اہل فارس آج تک ان عورتوں کو حلال ہی جانتے ہیں یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی مسلمان غالب آگئے پھر دوسری لڑائی میں کافر غالب آگئے تو انہوں نے گڑھے کھدوا کر ایمان والوں کو جلا دیا یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ اہل حبش کا ہے یہ بھی مروی ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہے انہوں نے دانیال اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا اور اقوال بھی ہیں مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ گیا ہے مجھے کسی بچے کو سوئپ دو تو میں اسے جادو سکھا دوں چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں شامل ہو جاتا یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا ایک دن اس بچہ نے راہب کے سامنے اپنی یہ

شکایت بیان کی راہب نے کہا کہ جب جادو گر تجھ سے پوچھے کہ کیوں دیر لگ گئی تو کہہ دینا گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادو گر نے روک لیا تھا یوں ہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا دوسری جانب کلام اللہ اور دین اللہ تعالیٰ سیکھتا تھا ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے ادھر والے ادھر اور ادھر والی ادھر نہیں آسکتے اور سب لوگ ادھر ادھر حیران و پریشان کھڑے ہیں اس نے سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ راہب کا دین خدا تعالیٰ کو پسند ہے یا جادو گر کا؟ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ خدایا اگر تیرے نزدیک راہب کا دین اور اس کی تعلیم جادو گر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہوا پھر جا کر راہب کو خبر دی اس نے کہا پیارے بچے تو مجھ سے افضل ہے اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا اب اس بچے کے پاس حاجتمند لوگوں کا تانتا لگ گیا اور اس کی دعا سے مادر زاد اندھے کوڑھی جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے بادشاہ کے ایک نابینا وزیر تک بھی یہ شہرت پہنچی وہ بڑے تحفے تحارف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں گا اس نے اقرار کیا بچے نے اس کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی اور بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ نے کہا ہاں یعنی میں نے وزیر نے کہا نہیں نہیں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے بادشاہ نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب بھی ہے؟ وزیر نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے اب اس نے اسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا اس نے اسے بلوایا اور کہا اب تم تو جادو میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے اس نے کہا غلط ہے نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے کہنے لگا ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں اس نے کہا ہرگز نہیں کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا راہب کو بلا کر اس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا اس نے انکار کیا تو اس بادشاہ نے آ رہے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے لڑھکا دیں چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی اَللّٰهُمَّ اكْفِيهِمْ بِمَا شِئْتَ خدایا جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے صرف بچہ ہی بچا رہا وہ وہاں سے اتر اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا بادشاہ نے کہا یہ کیا ہو میرے سپاہی کہاں ہیں فرمایا میرے خدا تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا اس نے کچھ اور سپاہی بلائے اور ان سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور بیچو بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اس نے پھر وہی دعا کی کہ بارالہا جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا موچ اٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے

رب نے مجھے ان سے بھی بچالیا اے بادشاہ تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کر لے تو البتہ میری جان نکل جائے گی اس نے کہا کیا کروں فرمایا تمام لوگوں کو جمع کر ایک میدان میں پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هَذَا الْفَلَمِ یعنی اس اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک دیا مجھے لگے گا اور میں اس سے مروں گا چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا تیر۔ بچہ کی کنپٹی میں لگا اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھا اور شہید ہو گیا اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا ہر طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لا چکے یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اس کے مذہب پر ہو گئے ہم نے تو اسی لئے اسے قتل کیا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن یہ خطرہ تو سامنے ہی آ گیا اور سب مسلمان ہو گئے بادشاہ نے کہا اچھا یہ کرو کہ تمام مخلوق اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ ان میں لکڑیاں بھرو اور ان میں آگ لگا دو جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے آگ میں ڈال دو ان مسلمانوں نے صبر کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اس میں کود کود کر گرنے لگے البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اس بچہ کو خدا تعالیٰ نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں کیا کر رہی ہو تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اس میں کود پڑو یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت صہیب فرماتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد عموماً زیر لب کچھ فرمایا کرتے تھے تو آپ سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی تھے جو اپنی امت پر فخر کرتے تھے کہنے لگے ان کی دیکھ بھال کون کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ انہیں اختیار ہے خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں خود ان سے انتقام لوں خواہ اس بات کو پسند کریں کہ میں ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دوں انہیں نے انتقام کو پسند کیا چنانچہ ایک ہی دن میں ان میں سے ستر ہزار مر گئے اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ حدیث بھی بیان کی جو اوپر گزری پھر آخر میں آپ نے: قُتِلَ مِنْ مَّجِيْدٍ تَحْتَ كِيٍّ تِلَاوَتِ كِيٍّ يَهُودِيٍّ شَهِيدٍ دُفِنَ كَرْدِيٍّ كُتِبَ تَحْتَهُ اور حضرت عمر بن خطابؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی قبر سے انہیں نکالا گیا تھا ان کی انگلی اسی طرح ان کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح بوقت شہادت تھی امام ترمذی اسے حسن غریب بتلاتے ہیں لیکن اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تو ممکن ہے کہ حضرت صہیب رومیؒ نے ہی اس واقعہ کو بیان فرمایا ہو ان کے پاس نصرانیوں کی ایسی حکایتیں بہت ساری تھیں واللہ اعلم۔ امام محمد بن اسحاق نے بھی اس قصہ کو دوسرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس سے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نجرانی لوگ بت پرست مشرک تھے اور نجران کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں ایک جادوگر تھا نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا فہمون نامی ایک بزرگ عالم یہاں آئے اور نجران اور اس کے گاؤں کے درمیان انہوں نے قیام کیا شہر کے لڑکے جو جادوگر سے جادو سیکھنے جایا کرتے تھے ان میں تاجر کا ایک لڑکا عبد اللہ نامی تھا اسے آتے جاتے راہب کی عبادت اور اس کی نماز وغیرہ کے دیکھنے کا موقع ملتا اس پر غور و خوض اور دل میں اس کی مذہب کی سچائی جگہ کرتی جاتی اس نے یہاں آنا جانا شروع کر دیا اور مذہب ہی تعلیم بھی اس راہب سے لینے لگا کچھ دنوں بعد اس مذہب میں داخل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا تو حید کا پابند ہو گیا اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح حاصل کیا وہ راہب اسم اعظم بھی جانتا تھا اس نے ہر چند خواہش کی کہ اسے بتا دے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی تم ابھی کمزور دل والے ہو اس کی طاقت تم میں نہیں پاتا عبد اللہ کے باپ تاجر کو اپنے بیٹے کے مسلمان ہو جانے کی مطلق خبر نہ تھی وہ سمجھ رہا تھا کہ میرا بیٹا جادو سیکھ رہا ہے اور وہیں آتا

جاتا رہتا ہے عبد اللہ نے جب دیکھا کہ راہب مجھے اسم اعظم نہیں سکھاتے اور انہیں میری کمزوری کا خوف ہے تو ایک دن انہوں نے میرے لئے اور جتنے نام اللہ تعالیٰ کے انہیں یاد تھے ہر ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا پھر آگ جلا کر بیٹھ گئے اور ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کیا جب وہ تیر آیا جس پر اسم اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر نکل آیا اور اس پر آگ نے بالکل اثر نہ کیا سمجھ لیا کہ یہی اسم اعظم ہے اپنے استاد کے پاس آئے اور کہا حضرت اسم اعظم کا علم مجھے ہو گیا استاد نے پوچھا بتاؤ کیا ہے اس نے بتایا راہب نے پوچھا کیسے معلوم ہوا تو اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو فرمایا کہ بھائی تم نے خوب معلوم کر لیا واقعی یہی اسم اعظم ہے اسے اپنے ہی تک رکھو لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے ان کی یہ حالت ہوئی کہ یہ نجران آئے یہاں جس بیمار پر جس دکھی پر جس ستم رسیدہ پر نظر پڑی اس سے کہا کہ تم موحد بن جاؤ اور دین اسلام قبول کر لو تو میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں شفا اور نجات دے دے گا اور دکھ بلا کو نال دے گا وہ اسے قبول کر لیتا یہ اسم اعظم کے ساتھ دعا کرتے اللہ تعالیٰ اسے بھلا چنگا کر دیتے اب نجرانیوں کے ٹھٹھہ لگنے لگے اور جماعت کی جماعت روزانہ مشرف باسلام اور فائز الحرام ہونے لگے آخر بادشاہ کو اس کا علم ہوا اس نے اسے بلا کر دھمکایا کہ تو نے میری رعیت کو بگاڑ دیا اور میرے اور میرے باپ دادا کے مذہب پر حملہ کیا میں اس کی سزا میں تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تجھے چورنگ کر دوں گا عبد اللہ بن تامر نے جواب دیا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا اب بادشاہ نے اسے پہاڑ پر سے گرادیا لیکن وہ نیچے آکر صحیح سلامت رہا سارے جسم پر کہیں چوٹ بھی نہ آئی نجران کے ان طوفان جزیریاؤں میں گر داب کی جگہ ڈالا گیا جہاں سے کوئی بچ نہیں سکتا لیکن یہ وہاں سے صحت و سلامتی کے ساتھ واپس آگئے غرض ہر طرح عاجز آ گیا تو پھر حضرت عبد اللہ بن تامر نے فرمایا کہ اے بادشاہ سن! تو میرے قتل پر کبھی قادر نہ ہو گا یہاں تک کہ تو اس دین کو مان لے جسے میں مانتا ہوں اور ایک خدا کی عبادت کرنے لگے اگر تو یہ کر لے تو پھر تو مجھے قتل کر سکتا ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا اس نے حضرت عبد اللہ کا بتلایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے حضرت عبد اللہ کو مارا جس سے کچھ یوں ہی سی کھریج آئی اور اسی سے وہ شہید ہو گئے اللہ ان سے خوش ہو اور اپنی خاص رحمتیں انہیں عنایت فرمائے ان کے ساتھ ہی بادشاہ بھی سر گیا اس واقعہ کے بعد ان میں یہ بات پیوست کر دی کہ دین ان کا ہی سچا ہے چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت حق تھا ابھی تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی بن کر دنیا میں نہ آئے تھے لیکن پھر ایک زمانہ کے بعد ان میں بدعتیں پیدا ہونے لگیں اور پھیل گئیں اور دین حق کا نور چھن گیا غرض نجران میں عیسائیت کے پھیلنے کا اصلی سبب یہ تھا ایک زمانہ کے بعد ذوالو اس یہودی نے اپنے لشکر لے کر ان نصرانیوں پر چڑھائی کی اور غالب آ گیا پھر ان سے کہا یا تو یہودیت قبول کر لو یا موت انہوں نے قتل ہونا منظور کیا اس نے خند قیں کھدوا کر آگ سے بر کر کے ان کو جلا دیا بعضوں کو قتل بھی کیا بعضوں کے ہاتھ پاؤں ناک کان کاٹ دیئے وغیرہ تقریباً بیس ہزار مسلمانوں کو اس سرکش نے قتل کیا اسی کا ذکر آیت: قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ میں ہے ذوالو اس کا نام زرحہ تھا اس کی بادشاہت کے زمانہ میں اسے یوسف کہا جاتا تھا اس کے باپ کا نام فثا سعد بن کرب تھا جو تیج ہے جس نے مدینہ منورہ میں غزوہ کیا اور کعبہ کو پردہ چڑھایا اس کے ساتھ دو یہودی عالم تھے یمن والے ان ہی کے ہاتھ پر یہودی مذہب میں داخل ہوئے ذوالو اس نے ایک ہی دن میں صرف صبح کے وقت ان کھائیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کیا ان میں سے صرف صبح کے وقت ان کھائیوں میں بیس ہزار ایمان والوں کو قتل کیا ان میں سے صرف ایک ہی شخص بچ نکلا جس کا نام دوس ذی تغلبان تھا یہ گھوڑے پر بھاگ کھڑا ہوا گو اس کے پیچھے بھی گھوڑے سوار دوڑائے گئے لیکن یہ ہاتھ نہ لگا یہ سیدھا شاہ روم قیصر کے پاس گیا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا چنانچہ دوس وہاں سے حبشہ کے نصرانیوں کا لشکر لے کر یمن آیا اس کے سردار ارباط اور ابہرہ تھے یہودی مغلوب ہوئے یمن یہودیوں کے ہاتھ سے نکل گیا

ذو نواس بھاگ نکلا لیکن وہ پانی میں غرق ہو گیا پھر ستر سال تک یہاں حبشہ کے نصرانیوں کا قبضہ رہا بالآخر سیف بن ذی یزن حمیری نے فارس کے بادشاہ سے امداد لی تو جیسے اپنے ساتھ لیں اور سات سو قیدی لوگوں سے اس پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کی اور پھر سلطنت حمیری قائم کی اس کا کچھ بیان سورہ فیل میں بھی آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ سیرت ابن اخطی میں ہے کہ ایک نجرانی نے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں نجران کی ایک بنجر غیر آباد زمین اپنے کسی کام کے لئے کھودی تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن تامرؓ کا جسم اس میں ہے آپ بیٹھے ہوئے ہیں سر پر جس جگہ چوٹ لگی تھی وہیں ہاتھ ہے اگر ہٹاتے ہیں تو خون بہنے لگتا ہے پھر ہوتھ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ہاتھ اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور خون تھم جاتا ہے ہاتھ کی ایک انگلی میں انگوٹھی ہے جس پر ربی اللہ لکھا ہوا ہے یعنی میرا رب اللہ ہے چنانچہ اس واقعہ کی اطلاع قصر خلافت میں دی گئی یہاں سے حضرت فاروق اعظمؓ کا پیغام گیا کہ اسے یوں ہی رہنے دو اور اوپر سے مٹی وغیرہ ہٹائی ہے وہ ڈال کر جس طرح تھا اسی طرح بے نشان کر دو چنانچہ یہی کیا گیا ابن ابی الدینار نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اصہبان فتح کیا تو ایک دیوار دیکھی کہ وہ گر پڑی ہے حکم پر ہادی گئی لیکن پھر گر پڑی پھر بنوائی پھر گر پڑی آخر معلوم ہوا کہ اس کے نیچے کوئی نیک شخص مدفون ہیں جب زمین کھودی گئی تو دیکھا کہ ایک شخص کا جسم کھڑا ہوا ہے ساتھ ہی تلوار ہے جس پر لکھا ہوا ہے کہ میں حارث بن مضاض ہوں جس نے کھائیوں والوں سے انتقام لیا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس لاش کو نکال لیا اور وہاں دیوار کھڑی کرادی جو برابری میں کہتا ہوں یہ حارث بن مضاض بن عمرو جرمی ہے جو کعبہ اللہ کے متولی ہوئے تھے ثابت بن اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد کے بعد اس کا لڑکا عمرو بن حارث بن مضاض تھا جو مکہ میں جرم خاندان کا آخری بادشاہ تھا جس وقت کہ خزاعہ قبیلے نے انہیں یہاں سے نکالا اور یمن کی طرف جلاوطن کیا یہی وہ شخص ہے جس پر پہلے پہلے عرب میں شعر کہا جس شعر میں غیر آباد مکہ کو اپنا آباد کرنا اور زمانہ انقلابات سے پھر وہاں سے نکالا جانا اس نے بیان کیا ہے اس واقعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قصہ حضرت اسماعیلؑ کے کچھ بعد کا اور بہت پرانا ہے جو حضرت اسماعیلؑ کے تقریباً پانچ سو سال کے بعد کا معلوم ہوتا ہے لیکن ابن اخطی کی اس طویل روایت سے جو پہلے گزری یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے زیادہ ٹھیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ دنیا میں کئی بار ہوا ہو جیسے کہ ابن ابی حاتم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن جبیر فرماتے ہیں کہ تیج کے زمانہ میں یمن میں خندقیں کھدوائی گئی تھیں اور قسطنطین کے زمانہ قسطنطنیہ میں بھی مسلمانوں کو یہی عذاب کیا گیا تھا جب کہ نصرانیوں نے اپنا قبلہ بدل دیا دین مسیح میں بدعتیں ایجاد کر لیں تو حید کو چھوڑ بیٹھے تو اس وقت جو سچے دیندار تھے انہوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اصلی دین پر قائم رہے تو ان ظالموں نے خندقیں آگ سے پر کر کر انہیں جلا دیا اور یہی واقعہ بابل کی زمین پر عراق میں بخت نصر کے زمانہ میں ہوا جس نے ایک بت بنالیا تھا اور لوگوں سے اسے سجدہ کراتا تھا حضرت دانیالؑ اور ان کے دونوں ساتھی عزریا اور مسائل نے اس سے انکار کر دیا تو اس نے انہیں اس آگ کی خندق میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈا کر دیا انہیں سلامتی عطا فرمائی صاف نجات دی اور ان سرکش کافروں کو ان خندقوں میں ڈال لیا یہ نو قبیلے تھے سب جل کر خاک ہو گئے سدئی فرماتے ہیں تین جگہ یہ معاملہ ہوا عراق میں شام میں اور یمن میں مقاتل فرماتے ہیں کہ خندقیں تین جگہ تھیں ایک تو یمن کے شہر نجران میں دوسری شام میں تیسری فارس میں شام میں اس کا بانی اظنا لوس رومی تھا اور فارس میں بخت نصر اور زمین عرب پر یوسف ذو نواس شام اور فارس کی خندقوں کا ذکر قرآن میں نہیں یہ ذکر نجران کا ہے حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے فترۃ کے زمانہ میں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں ایک قوم تھی انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ فتنے اور شر میں گرفتار ہو گئے ہیں اور گروہ گروہ بن گئے ہیں اور ہر گروہ اپنے خیالات میں خوش ہے تو ان لوگوں نے انہیں

چھوڑ دیا اور یہاں سے ہجرت کر کے الگ الگ ایک جگہ بنا کر وہیں رہنا سہنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کی عبادت میں یک سوئی کے ساتھ مشغول ہو گئے نمازوں کی پابندی رکوتوں کی ادائیگی میں لگ گئے اور ان سے الگ تھلگ رہنے لگے یہاں تک کہ ایک سرکش بادشاہ کو اس باخدا جماعت کا پتہ لگ گیا اس نے ان کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انہیں سمجھایا کہ تم بھی ہمارے ساتھ مل جاؤ اور بت پرستی شروع کر دو ان سب نے بالکل انکار کیا کہ ہم سے یہی نہیں ہو سکتا کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کسی اور کی بندگی کریں بادشاہ نے کہلوایا کہ اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو میں تمہیں قتل کراؤں گا جواب ملا کہ جو چاہو کرو لیکن ہم سے دین نہیں چھوڑا جائے گا اس ظالم نے خندقیں کھدوائیں آگ جلوائی اور ان سب مردوں عورتوں بچوں کو جمع کیا اور خندقوں کے کنارے کھڑا کر کے کہا بولو یہ آخری سوال جواب ہے آیات پرستی قبول کرتے ہو یا آگ میں گرنا قبول کرتے ہو انہوں نے کہا ہمیں جل مرنا منظور ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچوں نے چیخ پکار شروع کر دی بڑوں نے انہیں سمجھایا کہ بس آج کے بعد آگ نہیں نہ گھبراؤ اور خدا کا نام لے کر کود پڑو چنانچہ سب کے سب کود پڑے انہیں آج بھی نہیں لگنے پائی تھی کہ خدا نے ان کی روحمیں قبض کر لیں اور آگ خندقوں سے باہر نکل پڑی اور ان بدکردار اور سرکشوں کو گھیر لیا اور جتنے بھی تھے سارے کے سارے جلادے گئے اس کی خبر ان آیتوں: قتل میں ہے تو اس بنا پر فتنوا کے معنی ہوئے کہ جلایا تو فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمان مردوں عورتوں کو جلادیا ہے اگر انہوں نے توبہ نہ کی یعنی اپنے اس فعل سے باز نہ آئے اپنے اس کئے پر نادم نہ ہوئے تو ان کے لئے جہنم ہے اور جلنے کا عذاب ہے تاکہ بدلہ بھی ان کے عمل جیسا ہو حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں خدائے تعالیٰ بزرگ و برتر کے کرم و رحم اس کی مہربانی اور عنایت کو دیکھو کہ جن بدکاروں نے اس کے پیارے بندوں کو ایسے بدترین عذابوں سے مارا انہیں بھی وہ توبہ کرنے کو کہتا ہے اور ان سے بھی وہ بخشش کا وعدہ کرتا ہے خدایا ہمیں بھی اپنی وسیع رحمتوں سے بھر پور حصہ عطا فرما۔ آمین۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ۝
وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ هَلْ أَتَاكَ
حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝ فِرْعَوْنُ وَشَمُودُ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝ وَاللَّهُ
مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۝

(آگے مومنین کے حق میں جن میں مظلومین بھی آگئے ارشاد ہے کہ) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) یہ بڑی کامیابی ہے آپ کے رب کی دار و گیر بڑی سخت ہے (پس کفار پر سزائے شدید کا واقعہ ہونا مستبد نہیں اور نیز) وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (قیامت میں بھی پیدا کرے گا اور وہی بخشنے والا) اور (بڑی محبت کرنے والا اور عرش کا مالک) اور (عظمت والا ہے وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور شمود کا بلکہ یہ کافر (خود قرآن کی) تکذیب میں (لگے) ہیں اور (انجام کار اس کی سزا بھگتیں گے

کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے (قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو) بلکہ وہ ایک با عظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے ○

خدا تعالیٰ کی پکڑ:

اپنے دشمنوں کا انجام بیان کر کے اپنے دوستوں کا نتیجہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان جیسی کامیابی اور کسے ملے گی؟ پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ اپنے ان دشمنوں کو جو اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور اس کی نافرمانیوں میں لگے رہے سخت قوت کے ساتھ اس طرح پکڑے گا کہ کوئی راہ نجات ان کے لئے باقی نہ رہے وہ بڑی قوتوں والا ہے جو چاہا کیا جو کچھ چاہتا ہے وہ ایک لمحہ میں ہو جاتا ہے اس کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پہلے بھی پیدا کیا ہے اور مار ڈالنے کے بعد پھر بھی دوبارہ پیدا کر دے گا نہ اسے کوئی روکے نہ آگے نہ سامنے پڑے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ اس کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور اس کے سامنے ناک رگڑیں پھر چاہے کیسی ہی خطائیں ہوں ایک دن میں سب معاف ہو جاتی ہیں اپنے بندوں سے وہ پیار و محبت رکھتا ہے وہ عرش والا ہے جو عرش تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے اور تمام خلایق کے اوپر ہے مجید کی دو قرأتیں ہیں دال کا پیش بھی اور دال کا زیر بھی پیش کے ساتھ وہ خدا کی صفت بن جائے گا اور زیر کے ساتھ عرش کی صفت ہے معنی دونوں کے بالکل صحیح اور درست ہیں وہ جس کام کا جب ارادہ کرے کرنے پر قدرت رکھتا ہے اس کی عظمت عدالت حکمت کی بنا پر نہ کوئی اسے روک سکے نہ اس سے پوچھ سکے حضرت صدیق اکبرؓ سے ان کی اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ کسی طبیب نے بھی آپ کو دیکھا فرمایا ہاں پوچھا کیا کہا فرمایا کہ جواب دیا: اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ پھر فرماتا ہے کہ کیا تجھے خبر بھی ہے کہ فرعونوں اور شمودیوں پر کیا کیا عذاب آئے اور کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی کسی طرح کی مدد کر سکتا اور نہ کوئی اس عذاب کو ہٹاسکا مطلب یہ ہے کہ اس کی پکڑ سخت ہے جب وہ کسی ظالم کو پکڑتا ہے تو دردناکی اور سختی سے بڑی زبردست پکڑ پکڑتا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے سنا کوئی بیوی صاحبہ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہی ہیں: هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ آپ کھڑے رہ گئے اور کان لگا کر سنتے رہے اور فرمایا: نَعَمْ قَدْ جَآءَنِیْ یعنی ہاں میرے پاس وہ خبریں آگئیں یعنی قرآن کی اس آیت کا جواب دیا کہ کیا تجھے فرعونوں اور شمودیوں کی خبر پہنچی ہے؟ پھر فرمایا کہ بلکہ کافر شک و شبہ میں کفر و شرک و سرکشی میں ہیں اور اللہ ان پر قادر اور غالب ہے نہ یہ اس سے گم ہو سکیں نہ اسے عاجز کر سکیں بلکہ یہ قرآن عزت و کرامت والا ہے وہ لوح محفوظ کا نوشتہ ہے بلند فرشتوں میں ہے زیادتی کمی سے پاک اور سرتاپا محفوظ ہے نہ اس میں تبدیلی ہو نہ تحریف حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر ہے عبدالرحمن بن سلمان فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہوا ہو رہا ہے اور ہوگا وہ سب لوح محفوظ میں موجود ہے اور لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہے لیکن جب تک انہیں اجازت نہ ملے وہ اسے دیکھ نہیں سکتے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ لوح محفوظ کی پیشانی پر یہ عبارت ہے کوئی معبود نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے وہ اکیلا ہے اس کا دین اسلام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس کے وعدے کو سچا جانے اس کے رسولوں کی تابعداری کرے خدائے عالم اسے جنت میں داخل کرے گا فرماتے ہیں کہ یہ لوح سفید موتی کی ہے اس کا طول آسمان و زمین کے درمیان کے برابر ہے اور اس کی چوڑائی مشرق و مغرب کے برابر ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور یاقوت کے ہیں اس کے دونوں پٹھے سرخ یاقوت کے ہیں اس کا قلم نور ہے اس کا کلام عرش کے ساتھ وابستہ ہے اس کی اصل فرشتہ کی گود میں ہے مقاتلؓ فرماتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے

عرش کے دائیں طرف ہے طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا اس کے صفحے سرخ یا قوت کے ہیں اس کا قلم نور کا ہے اس کی کتابت نور ہے اللہ تعالیٰ ہر دن تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے وہ پیدا کرتا ہے روزی دیتا ہے مارتا ہے چلاتا ہے عزت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے۔

تفسیر سورہ طارق مکہ

مسند احمد میں ہے کہ خالد بن ابوجہل عدوانی نے ثقیف قبیلہ کی مشرقی جانب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکڑی پر یا کمان پر ٹیک لگائے ہوئے اس پوری سورت کو پڑھتے سنا جب کہ آپ لوگوں سے امداد طلب کرنے کے لئے یہاں تشریف لائے تھے حضرت خالد نے اسے یاد کر لیا جب یہ ثقیف کے واپس آئے تو ثقیف نے ان سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں یہ بھی اس وقت مشرک تھے انہوں نے بیان کیا تو وہ قریشی بھی وہاں موجود تھے بول اٹھے کہ اگر یہ حق ہوتا تو کیا اب تک ہم مان نہ لیتے نسائی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذؓ نے مغرب کی نماز میں سورہ بقرہ یا سورہ نساء پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟ کیا تجھے یہ کافی نہ تھا کہ: وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا اور ایسی سورتیں پڑھ لیتا۔

سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتْعَ عَشْرَةَ آيَةً

کل رکوع: ۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم کل آیات: ۱۷

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ إِنَّ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ رات نمودار ہونے والی چیز کیا ہے وہ روشن ستارہ ہے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر (اعمال کا) کوئی یاد رکھنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو (جب بات یہ ہے) تو انسان کو قیامت کی فکر کرنی چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ (یعنی تمام بدن) کے درمیان سے نکلتا ہے (تو اس سے ثابت ہوا کہ) وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے (اور

۱۔ کیونکہ یہ سورتیں نہایت طویل ہیں اس لئے جماعت میں شریک لوگوں کے اکتا جانے کا اندیشہ تھا اور ہو سکتا تھا کہ عوام نماز ہی چھوڑ بیٹھیں اس لئے آپ نماز میں ایسی صورتیں پڑھنے سے روک دیا۔

یہ دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا) جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی پھر انسان کو نہ تو خود (مدافعت کی قوت) ہوگی نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا ○

وہ روشن ستارہ:

اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور ان میں موجود روشن ستاروں کی قسم کھاتا ہے طاریق کی تفسیر چمکتے تارے سے کی ہے وجہ یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے گھر رات کے وقت بلا اطلاع نہ آئے۔ یہاں بھی لفظ طروق ہے آپ کی ایک دعا میں بھی طاریق کا لفظ آیا ہے ثاقب کہتے ہیں چمکیلے اور روشنی والے ستارہ کو جو شیطان پر گرتا ہے اور اسے جلا دیتا ہے ہر شخص پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے جو اسے آفات سے بچاتا ہے جیسے اور جگہ ہے: مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (سورہ رعد: ۱۱) آگے پیچھے سے آنے والے باری باری سے آنے والے فرشتے مقرر ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں پھر انسان کی ضعفی کا بیان ہو رہا ہے کہ دیکھو تو اس کی اصل کیا ہے؟ اور گویا کہ اس میں قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو ابتدائی پیدائش پر قادر ہے وہ لوٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا جیسے فرمایا: هُوَ الَّذِي يُبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (سورہ روم: ۲۷) یعنی جس نے پہلے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے انسان اچھلتے پانی یعنی عورت مرد کی منی سے پیدا کیا گیا ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے نکلتی ہے عورت کا یہ پانی زرد رنگ اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں سے بچہ پیدا ہوتا ہے تریبہ کہتے ہیں ہار کی جگہ کو موڑ دھوں سے لے کر سینے تک کو بھی کہا گیا ہے اور زخرے سے نیچے کو بھی کہا گیا ہے اور چھاتیوں سے اوپر کے حصے کو بھی کہا گیا ہے اور نیچے کی طرف چار پسلیوں کو بھی کہا گیا ہے اور دونوں چھاتیوں اور دونوں پیروں اور دونوں کے درمیان کو بھی کہا گیا ہے دل کے نیچے کو بھی کہا گیا ہے سینہ اور پیٹھ کے درمیان کو بھی کہا جاتا ہے وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نکلے ہوئے پانی کو اس کی جگہ واپس پہنچا دینے پر اور یہ مطلب کہ اسے دوبارہ پیدا کر کے آخرت کی طرف لوٹانے پر بھی پہلا قول ہی ٹھیک ہے اور یہ دلیل کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن چھپی ہوئی چیزیں کھل جائیں گی راز ظاہر ہو جائیں گے مجید آشکارا ہو جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر غدار (عہد شکن و خائن) کی رانوں کے درمیان اس کے عذر (عہد شکنی) کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو جائے گا کہ فلاں بن فلاں کی غداری و عہد شکنی یا خیانت ہے اس دن نہ تو خود انسان کو کوئی قوت حاصل ہوگی نہ اس کا کوئی اور مددگار ہوگا یعنی نہ تو خود اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکے گا نہ کوئی اور ہوگا جو اسے خدا کے عذاب سے بچا سکے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَآكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهْلٍ

الْكُفْرَيْنِ ۝ أَمْ هُمُ رُؤُودًا ۝

قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو (بچ نکلتے وقت) پھٹ جاتی ہے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (حق و باطل میں) ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے کوئی لغو چیز نہیں ہے (ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ) یہ لوگ (نفسی حق کے لئے) طرح طرح

کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی (ان کی ناکامی اور عقوبت کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں تو آپ ان کافروں (کی مخالفت) کو یوں ہی رہنے دیجئے اور زیادہ دن نہیں ہے بلکہ ان کو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے ○

بارش والا آسمان:

رجع کے معنی بارش کے بادل بارش والی کے برسنے کے ہر سال بندوں کی روزی لوٹانے کے جس کے بغیر یہ اور ان کے جانور ہلاک ہو جائیں سورج اور چاند ستاروں کے ادھر ادھر مروی ہیں زمین پھٹتی ہے دانہ گھاس چارہ نکلتا ہے یہ قرآن حق ہے عدل کا حکم ہے یہ کوئی قصہ باتیں نہیں کافرا سے جھٹلاتے ہیں خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں طرح طرح کے مکر و فریب سے لوگوں کو خلاف قرآن پر اکساتے ہیں تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ذرا سی ڈھیل دے پھر عنقریب دیکھ لے گا کہ کیسے کیسے بدترین عذابوں میں یہ پکڑے جاتے ہیں اور جیسے اور جگہ ہے: نُمِتْنَهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ (سورہ لقمان: ۲۴) یعنی ہم انہیں کچھ معمولی سا فائدہ دیں گے پھر نہایت سخت عذاب کی طرف انہیں بے بس کر دیں گے۔

تفسیر سورہ اعلیٰ مکہ

اس سورت کے مکی ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ آئے ہیں ہمیں قرآن پڑھانا شروع کیا پھر حضرت عمارؓ حضرت بلالؓ حضرت سعدؓ آئے پھر حضرت عمر بن خطابؓ اپنے ساتھ بیس صحابہ گولے کر آئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے نہیں دیکھا کہ اہل مدینہ شاید ہی کسی چیز پر اس قدر خوش ہوئے ہوں جیسا کہ آپ کی تشریف آوری پر خوش ہوئے یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی پکاراٹھے کہ یہ ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ تشریف لائے آپ کے آنے سے قبل ہی میں نے سورت سَبَّحِ اسْمَ جِیسی اور سورتوں کے ساتھ یاد کر لی تھی مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورت بہت محبوب تھی صحیحین کی حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ سے فرمایا کہ تو نے: سَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا اور وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟ مسند احمد میں ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم: سَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ دونوں عید کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوئی تو عید میں اور جمعہ میں دونوں میں انہی سورتوں کو پڑھتے یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے ابن ماجہ وغیرہ میں بھی ہے مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وتر نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ سورہ معوذتین یعنی: قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ بھی پڑھتے تھے یہ حدیث بھی بہت سے صحابیوں سے بہت سے طریق کے ساتھ مروی ہے ہمیں اگر کتاب کے طویل ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ان سندوں کو اور ان تمام روایتوں کے الفاظ کو جہاں تک میسر ہوتا ذکر کرتے لیکن جتنا کچھ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا یہ بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

سُورَةُ الْأَعْلَى مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ عَشْرَةَ آيَةً

کل آیات: ۱۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کل روع: ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى ۝ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ۝ وَالَّذِي
أَخْرَجَ الْمَرْعَى ۝ فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى ۝ سُنْقِرُكَ فَلَا تَنْسَى ۝ إِلَّا مَا شَاءَ
اللَّهُ ۝ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۝ وَنُيْسِرُكَ لِلْيُسْرَى ۝ فَذِكْرٌ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى ۝
سَيَذَكِّرُ مَنْ يَخْشَى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ۝ ثُمَّ لَا
يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ۝

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں) اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے (ہر شے کو) بنایا پھر (اس کو) ٹھیک بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی اور جس نے زمیں سے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا (اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم (جتنا) قرآن (نازل کرتے جائیں) آپ کو پڑھا دیا کریں گے (یعنی یاد کرا دیا کریں گے) پھر آپ (اس میں سے کوئی جز) نہیں بھولیں گے مگر جس قدر (بھلانا) اللہ کو منظور ہو (کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے) وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے اور اسی طرح ہم آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے (کہ سمجھنا بھی اور آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا) تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو (خدا سے) ڈرتا ہے اور جو شخص بد نصیب ہے وہ اس سے کرتا ہے جو (آخر کار) بڑی آگ میں (یعنی آتش دوزخ میں) داخل ہوگا پھر نہ اس میں مر ہی جائے گا اور نہ (آرام کی زندگی) جنے گا ○

یا کیزہ نام:

مسند احمد میں ہے عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے تم اپنے رکوع میں کر لو جب: سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اتری تو آپ نے فرمایا اے اپنے سجدے میں کر لو۔ ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھتے تو کہتے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى حضرت علیؓ سے بھی یہ مروی ہے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ مروی ہے اور آپ جب: لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ پڑھتے اور آخری آیت: أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتَىٰ پر پہنچتے تو فرماتے: سُبْحَانَكَ وَبَلَىٰ (سورہ طہ: ۵۰) اللہ تعالیٰ یہاں ارشاد فرماتا ہے اپنے بلند یوں والے پرورش کرنے والے خدا کے پاک نام کی پاکیزگی اور تسبیح بیان کرو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور سب کو اچھی ہیئت بخشی انسان کو سعادت کی رہنمائی کی جانور کو چرنے چگنے وغیرہ کی جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے: رَبَّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا فرمائی پھر رہبری کی صحیح مسلم میں ہے کہ زمین آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا جس نے ہر قسم کے نباتات اور کھیت نکالے پھر ان سبز چاروں کو خشک

اور سیاہ رنگ کر دیا بعض عارفان کلام عرب نے کہا ہے کہ یہاں بعض الفاظ جو ذکر میں مؤخر ہیں معنی کے لحاظ سے مقدم ہیں یعنی مطلب ہے کہ جس گھاس اور چارہ سبز رنگ سیاہی مائل پیدا کیا پھر اسے خشک کر دیا گویہ معنی بھی بن سکتے ہیں لیکن کچھ زیادہ ٹھیک نہیں معلوم ہو کیونکہ مفسرین کے اقوال کے خلاف ہیں پھر فرماتا ہے کہ آپ کو ہم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا پڑھائیں گے جسے آپ بھولیں گے نہیں ہاں اگر خود خدا کوئی آیت بھلا دینی چاہے تو اور بات ہے امام ابن جریر تو اسی مطلب کو پسند کرتے ہیں اور مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جو قرآن ہم آپ کو پڑھاتے ہیں اسے نہ بھولے ہاں جسے ہم خود منسوخ کر دیں وہ اور بات ہے خدا پر بندوں کے چھپے کھلے اعمال احوال عقائد سے ظاہر ہیں ہم آپ کو بھلائی کے کام اچھی باتیں شرعی امر آسان کر دیں گے نہ ان میں کجی ہوگی نہ سختی نہ جرم ہوگا تو نصیحت کیجئے اگر نصیحت فائدہ دے اس سے معلوم ہوا کہ نالائقوں کو نہ سکھانا چاہئے جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر تم دوسروں کے ساتھ وہ باتیں کرو گے جو ان کی عقل میں نہ آسکیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہاری بھلی باتیں ان کے لئے بری بن جائیں گی اور باعث قنہ بن جائیں گی بلکہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات چیت کرو تا کہ لوگ خدا اور رسول کو نہ جھٹلائیں پھر فرمایا کہ اس سے نصیحت وہ حاصل کرے گا جس کے دل میں خدا کا خوف ہے جو اس کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کر سکتا جو بد بخت جو جہنم میں جانے والا ہو جہاں نہ تو راحت کی زندگی ہے نہ بھلی موت ہے بلکہ وہ دائمی عذاب اور ہمیشہ قائم رہنے والی برائی ہے اس طرح طرح کے عذاب اور بدترین سزائیں ہیں مسند احمد میں ہے جو اصلی جہنمی ہیں انہیں تو نہ موت آئے نہ کار آمد زندگی ملے ہاں جن کے ساتھ خدا کا ارادہ رحمت ہے وہ آگ میں گرتے ہی جل کر مر جائیں گے پھر سفارشی لوگ جائیں گے اور ان کے ڈھیر چھڑالائیں گے پھر نہر حیات میں ڈال دیئے جائیں گے جنتی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح جی اٹھیں گے جس طرح دانہ تالی کے کنارے کوڑی پر آگ آتا ہے کہ پہلے سبز ہوتا ہے پھر زرد پھر ہر لوگ کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس طرح بیان فرماتے ہیں جیسے آپ خشک واقف ہوں یہ حدیث مختلف الفاظ سے بہت سی کتب میں موجود ہے قرآن کریم میں ایک اور جگہ ہے: **وَنَاقُوا بِمَلِكٍ لِّقَظْ** **دَبْلُكَ** (سورہ زخرف: ۷۷) یعنی جہنمی لوگ پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک داروغہ جہنم خدا تعالیٰ سے کہہ کہ وہ ہمیں موت دے جو اس طے گاتم تو اب اسی میں پڑے رہنے والے ہو اور جگہ ہے: **لَا يَقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فِيمَوتُوْا** (سورہ فاطر: ۲۶) نہ تو ان کو موت آئے گی نہ عذاب کم ہوں گے اور بھی اس معنی کی آیتیں ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝۱۵ بَلْ تُؤَثِّرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۱۶
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝۱۷ إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝۱۸ صُحُفِ إِبْرٰهٖمَ وَمُوسٰی ۝۱۹

بامراد ہوا جو شخص (قرآن سن کر خباثت عقائد و اخلاق سے) پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر اے مکررم آخرت کا سامان نہیں کرتے) بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور پائیدار ہے (اور یہ مضمون صرف قرآن ہی کا دعویٰ نہیں بلکہ) اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم او موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں پس زیادہ تر مؤکد ہوا ○

فلاح یاب:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے رذیل اخلاق سے اپنے آپ کو پاک کر لیا احکام اسلام کی تعمیل کی نماز کو ٹھیک وقت پر قائم کیا صرف خدائے تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی طلب کرنے کے لئے اس نے نجات اور فلاح پالی رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے واحد لا شریک ہونے کی گواہی دے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور میری رسالت کو مان لے اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پوری طرح سے حفاظت کرے وہ نجات پا گیا (بزار) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے حضرت ابوالعالیہ نے ایک مرتبہ ابوخلدہ سے فرمایا کہ کل جب عید گاہ جاؤ تو مجھ سے ملے جانا جب میں گیا تو مجھ سے کہا کچھ کھالیا ہے؟ میں نے کہا ہاں فرمایا نہا چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں فرمایا بس یہی کہنا تھا کہ اس آیت میں یہی مراد ہے اہل مدینہ فطرہ سے اور پانی پلانے سے افضل اور صدقہ نہیں جانتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی لوگوں کو فطرہ ادا کرنے کا حکم کرتے پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے حضرت ابوالاحوصؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرے اور کوئی سائل آجائے تو اسے خیرات دے دے پھر یہی آیت پڑھی حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اس نے اپنے مال کو پاک کر لیا اور اپنے رب کو راضی کر لیا پھر ارشاد ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو مگر دراصل تمہاری مصلحت تمہارا نفع اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے دنیا حقیر ہے فانی ہے آخرت اعلیٰ ہے باقی ہے ایک عاقل ایسا نہیں کر سکتا کہ فانی کو باقی پر اختیار کر لے اور اس کے اہتمام کو چھوڑ دے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر آخرت میں نہ ہو دنیا اس کا مال ہے جس کا مال وہاں نہ ہو اس کے جمع کرنے کے پیچھے وہ لگتے ہیں جو بے وقوف ہوں ابن جریر میں ہے کہ عرفہ ثقفی اس سورت کو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے تو تلاوت چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ سچ ہے ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ خاموش رہے تو آپ نے پھر فرمایا اس لئے ہم دنیا کے گرویدہ ہو گئے کہ یہاں کی زینت کو یہاں کی عورتوں کو یہاں کے کھانے پینے کو ہم نے دیکھ لیا آخرت نظروں سے اوجھل ہے تو ہم نے اس موجود کی طرف توجہ دی اور اس بعد والی دنیا سے آنکھیں پھیر لیں یا تو یہ فرمان حضرت عبداللہ کا بطور تواضع کے ہے یا پھر عام انسان کی بابت فرماتے ہیں واللہ اعلم۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت رکھی اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا تم اے لوگو! باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو (مسند احمد) پھر فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ تھا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ سب بیان ان صحیفوں میں بھی تھا (بزار) نسائی میں حضرت عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے اور جب آیت: **وَابْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى** سورہ مریم: ۳۷ نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کا بوجھ دوسرے کو نہ اٹھانا ہے سورہ نجم میں ہے: **أَمْ لَمْ يَنْبَأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ** (سورہ نجم: ۳۶) آخری مضمون تک کی تمام آیتیں یعنی یہ سب احکام اگلی کتابوں میں بھی تھے اسی طرح یہاں بھی مراد: **سَبِّحْ اسْمَ كِي يَ آیتیں ہیں** بعضوں نے پوری سورت کہی ہے بعضوں نے: **قَدْ افْلَحَ** سے ابقی تک کہا ہے زیادہ ٹھیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

تفسیر سورہ غاشیہ مکہ

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: **سَبِّحْ اسْمَ اور غَاشِيَه کو نماز عیدین اور جمعہ میں پڑھتے تھے موطا امام مالک میں ہے کہ جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں: **هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ** پڑھتے تھے (ابوداؤد) صحیح مسلم ابن ماجہ اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔**

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ عَشْرَةَ آيَةً

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۲۶:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وَجُوهٌُ يُومِذُ خَاشِعَةً ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلِي
نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقَى مِنْ عَيْنٍ اِنْيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَا يُسْمِنُ
وَلَا يُغْنِي عَنْهُ جُوعٌ ۝

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے (مراد اس واقعہ سے قیامت ہے) بہت سے چہرے اس روز ذلیل (اور) مصیبت جھیلنے (اور) مصیبت جھیلنے سے) خستہ ہوں گے (اور) آتش سوزاں میں داخل ہوں گے (اور) کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے (اور) ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ (تو کھانے والوں کو) فریہ کرے گا اور نہ (ان کی) بھوک کو دفع کرے گا ○

حدیث الغاشیہ:

غاشیہ قیامت کا نام ہے اس لئے کہ وہ سب پر آئے گی سب کو گھیرے ہوئے ہوگی اور ہر ایک کو ڈھانپ لے گی ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک عورت کی قرآن پڑھنے کی آواز آئی آپ کھڑے ہو کر سننے لگے اس نے یہ آیت: هَلْ أَتَاكَ پڑھی یعنی کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی قیامت کی بات پہنچی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نَعَمْ قَدْ جَاءَنِي یعنی ہاں میرے پاس پہنچ چکی ہے اس دن بہت سے لوگ ذلیل چہروں والے ہوں گے ذلت ان پر برس رہی ہوگی ان کے اعمال غارت ہو گئے ہوں گے اور بڑے اعمال کئے تھے سخت تکلیفیں اٹھائی تھیں وہ آج بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک خانقاہ کے پاس سے گزرے وہاں کے راہب کو آواز دی وہ حاضر ہوا آپ اسے دیکھ کر رو دیئے لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ تو فرمایا اسے دیکھ کر یہ آیت یاد آگئی کہ عبادت و ریاضت کرتے ہیں لیکن آخر جہنم میں جائیں گے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد نصرانی ہیں عکرمہؓ اور سدئیؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے رہے اور آخرت میں عذاب کی تکلیفیں برداشت کریں گے یہ سخت بھڑکنے والی جلتی تپتی آگ میں جائیں گے جہاں سوائے ضریع کے اور کچھ کھانے کو نہ ملے گا ضریع آگ کا درخت ہوگا جہنم کا پتھر ہوگا یہ عفو کی نیل ہوگی اس میں زہریلے کانٹے دار پھل لگے ہوں گے یہ بدترین کھانا ہوگا اور نہایت ہی برا ہوگا نہ بدن بڑھائے گا اور نہ بھوک مٹائے گا اور نہ نقصان دور ہوگا۔

یعنی اپنے خیال میں انہوں نے عبادت کے طور پر بڑے شاق امور کئے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ مقبول ہوں گے لیکن بجائے اس کے کہ وہ ان کے لئے مفید ہوں گے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال نہیں تھے۔

وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۖ لِّسَعِيهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاحِيَةً ۙ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۙ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۙ وَآكَوَابٌ مُّوضُوعَةٌ ۙ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۙ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۙ

بہت سے چہرے اس روز بارونق (اور) اپنے (نیک) کاموں کی بدولت خوش ہوں گے (اور) بہشت بریں میں ہوں گے جس میں کوئی لغویات نہ سنیں گے اس بہشت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے (اور) اس (بہشت) میں اونچے اونچے تخت (بچے) ہیں اور رکھے ہوئے آنخورے (موجود) ہیں اور برابر لگے ہوئے گدے (تکے) ہیں اور سب طرف قالین (ہی) قالین (پھیلے پڑے ہیں) ○

شاداب چہرے:

اوپر چونکہ بدکاروں کا بیان اور ان پر ہونے والے عذاب کا ذکر ہوا تھا تو یہاں نیکو کاروں کا اور ان کے ثواب کا بیان ہو رہا ہے فرمایا کہ اس دن بہت سے چہرے ایسے بھی ہوں گے جن پر خوشی کے اور آسودگی کے آثار ہوں گے یہ اپنے اعمال سے خوش ہوں گے جنتوں کے بلند و بالا خانوں میں ہوں گے جس میں کوئی لغوبات کان میں نہ پڑے گی جیسے فرمایا: لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا (سورہ مریم: ۶۲) اس میں سوائے سلامتی اور سلام کے کوئی بری بات نہ سنیں گے اور فرمایا: لَا لَغْوَ فِيهَا وَلَا تَأْنِيمٌ نہ اس میں بے ہودگی ہے نہ گناہ کی باتیں اور فرمایا: لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْنِيمًا إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (سورہ واقعہ: ۲۵-۲۶) نہ اس میں فضول گوئی سنیں گے نہ بری باتیں سوائے سلام ہی سلام کے اور کچھ نہ ہوگا اس میں بہتی ہوئی نہریں ہوں گی یہاں نکرہ اثبات کے تحت میں ہے ایک ہی نہر مراد نہیں بلکہ جنس نہر مراد ہے یعنی نہریں بہتی ہوں گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں اور مشک کے ٹیلوں سے نکلتی ہیں اس میں اونچے اونچے بلند و بالا تخت ہیں جن پر بہترین فرش ہیں اور ان کے پاس حوریں بیٹھی ہوئی ہیں گو یہ تخت بہت اونچے اور ضخامت والے ہیں لیکن جب یہ اللہ کے دوست ان پر بیٹھنا چاہیں گے تو وہ جھک جائیں گے شراب کے بھرپور جام ادھر ادھر قرینے سے چنے ہوئے ہیں جو چاہے جس قسم کا چاہے جس مقدار میں چاہے لے لے اور پی لے اور تکیے ہیں ایک قطار میں لگے ہوئے اور ادھر ادھر بہترین بسترے اور فرش باقاعدہ بچھے ہوئے ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کوئی ہے جو تہبند چڑھائے جنت کی تیاری کر لے اس جنت کی جس کی لمبائی چوڑائی بے حساب ہے رب کعبہ کی قسم وہ ایک چمکتا ہوا نور ہے وہ ایک لہلہاتا ہوا سبزہ ہے وہ بلند و بالا محلات ہیں وہ بہتی ہوئی نہریں ہیں وہ بکثرت ریشمی حلے ہیں وہ پکے پکے تیار عمدہ پھل ہیں وہ ہمیشگی والی جگہ ہے وہ سراسر میوہ جات سبزہ راحت اور نعمت ہے وہ تروتازہ بلند و بالا جگہ ہے سب لوگ بول اٹھیں گے ہم سب اس کے خواہش مند ہیں اور اس کے لئے تیاری کریں گے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہو صحابہؓ نے انشاء اللہ تعالیٰ کہا۔

۱۔ تہبند چڑھانے کا مطلب صرف اظہار تیاری ہے جیسا کہ بیارے یہاں آتین سوتا لڑنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۖ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۖ وَإِلَى

الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۖ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۖ فَذَكِّرْ ۚ إِنَّمَا أَنْتَ

مُذَكِّرٌ ۖ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۖ إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ ۖ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ

الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۚ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۖ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۚ

تو (ان کی غلطی ہے کیونکہ) کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح (مجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے تو آپ (بھی ان کی فکر میں نہ پڑیے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے) (کیونکہ) آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں (اور) آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (جو زیادہ فکر میں پڑیں) ہاں مگر جو روگردانی اور کفر کرے گا تو خدا اس کو آخرت میں بڑی سزا دے گا کیونکہ ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے (آپ پر وہ غم نہیں نہ پڑیے) ○

نظر عبرت:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات پر تدبیر کے ساتھ نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس کی بے انتہا قدرت ان میں سے ہر چیز میں کس طرح ظاہر ہوتی ہے اس کی پاک ذات پر ہر چیز کس طرح دلالت کر رہی ہے اونٹ کو ہی دیکھو کہ کس عجیب و غریب ترکیب اور ہیئت کا ہے کتنا مضبوط اور قوی ہے اور باوجود اس کے کس طرح نرمی اور آسانی سے بوجھ لا دیتا ہے اور ایک بچے کے ساتھ بھی کس طرح اطاعت گزار بن کر چلتا ہے اس کا گوشت بھی تمہارے کھانے میں آتا ہے اس کے بال بھی تمہارے کام آتے ہیں اس کا دودھ تم پیتے ہو اور طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو سب سے پہلے اسے اس لئے بیان کیا گیا کہ عموماً عرب کے ملک میں اور عربوں کے پاس یہی جانور تھا حضرت شریح قاضی فرمایا کرتے تھے کہ آؤ چلو چل کر دیکھیں کہ اونٹ کی پیدائش کس طرح ہے اور آسمان کی بلندی زمین کے مقابلہ میں کیسے ہے وغیرہ اور جگہ ارشاد ہے: أَلَمْ يَنْظُرُونَ إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ (سورہ ق: ۶) کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا کیسے مزین کیا اور ایک سوراخ نہیں چھوڑا پھر پہاڑوں کو دیکھو کہ کیسے گاڑ دیئے تاکہ زمین ابل نہ سکے اور پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ چھوڑ سکیں پھر اس میں جو بھلائی اور نفع کی چیزیں پیدا کی ہیں ان پر بھی نظر ڈالو زمین کو دیکھو کہ کس طرح پھیلا کر بچادی گئی ہے غرض یہاں ان چیزوں کا ذکر کیا جو قرآن کے مخاطب عربوں کے ہر وقت پیش نظر رہا کرتی ہیں ایک بدوی جو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر نکلتا ہے زمین اس کے نیچے ہوتی ہے آسمان اس کے اوپر ہوتا ہے پہاڑ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور اونٹ پر خود سوار علم حیوانات کے ماہرین کا بیان ہے کہ اونٹ اپنی بعض عادتوں کی بنا پر ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے بھی دوسرے جانوروں سے بہت ممتاز ہے مثلاً اگر کھاپی لے تو ہفتوں کے لئے فارغ اسی طرح پیشاب غلاظت کے طریقے دوسرے جانوروں سے جدا اور ساتھ ہی اہل عرب کے لئے جس قدر کارآمد تھا اس کا ذکر نہایت مناسب ہے۔

ہے ان باتوں سے خالق کی قدرت کاملہ اور صنعت ظاہرہ بالکل ہویدا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ خالق صانع رب عظمت عزت والا مالک اور متصرف معبود برحق اور خدائے حقیقی صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے سامنے ہم اپنی عاجزی اور پستی کا اظہار کریں جسے ہم حاجتوں کے وقت پکاریں جس کا نام لیں اور جس کے سامنے سر بسجود ہوں حضرت ضمامؓ نے جو سوالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے وہ اس کی قسمیں دے کر کئے تھے بخاری مسلم ترمذی نسائی مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں بار بار سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا تو ہماری یہ خواہش رہتی تھی کہ باہر کا کوئی عقلمند شخص آئے وہ سوالات کرے ہم بھی موجود ہوں اور پھر ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات سنیں چنانچہ ایک دن ایک بادیہ نشین آئے اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قاصد ہمارے پاس آئے اور ہم سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے آپ کو اپنا رسول بنایا ہے آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا وہ کہنے لگا بتلائیے کس نے آسمان کو پیدا کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا زمین کس نے پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا ان پہاڑوں کو کس نے گاڑ دیا اور ان میں یہ فائدے کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا پس آپ کو قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور ان کو پہاڑوں کو گاڑ دیا اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں فرمایا اس نے سچ کہا کہا اس اللہ تعالیٰ کی آپ کو قسم ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے کہ کیا یہ خدا کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کہا آپ کے قاصد نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے فرمایا سچ ہے کہا آپ کو اپنے بیٹے والے خدا کی قسم کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں کہا اور آپ کے قاصد نے ہم میں سے طاقت رکھنے والے لوگوں کو حج کا حکم بھی دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا وہ یہ سن کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ اس خدائے واحد کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہ میں ان میں کچھ زیادتی کروں نہ ان میں کمی کروں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا بعض روایات میں ہے کہ اس نے کہا میں ضمام بن ثعلبہ ہوں بنو سعد بن بکر کا بھائی۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اکثر یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ پر تھی اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا یہ عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے لڑکے نے اس سے پوچھا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے پوچھا میرے ابا جی کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے پوچھا مجھے؟ کہا اللہ نے پوچھا آسمان کو؟ کہا اللہ نے پوچھا پہاڑوں کو؟ بتلایا کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے بچے نے پھر سوال کیا کہ اچھا ان بکریوں کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے کہا انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے بچے کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ خدا تعالیٰ بڑی شان والا ہے اس کا دل عظمت خدا سے بھر گیا وہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور پہاڑ پر سے گر پڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ابن دینارؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی یہ حدیث ہم سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن جعفر مدنی ضعیف ہیں پھر فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم تو خدا کی رسالت کی تبلیغ کیا کرو تم پر صرف بلاغ ہے حساب ہمارے ذمہ ہے آپ ان پر مسلط نہیں ہیں جبر کرنے والے نہیں ہیں ان کے دلوں میں آپ ایمان پیدا نہیں کر سکتے آپ انہیں ایمان لانے پر مجبور نہیں کر سکتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے

۱۔ یعنی اپنی قوم میں جا کر آپ سے ہونے والی اس گفتگو کو اسی تفصیل سے بیان کر دوں گا نہ اس میں کچھ گھٹاؤں گا اور نہ بڑھاؤں گا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں ان تمام چیزوں پر اس طرح عمل کروں گا کہ ان میں سے ایک بھی چھوٹے نہ پائے اور کیونکہ اس وقت بہت سی عبادات مثلاً روزہ وغیرہ کی مشروعیت نہیں ہوئی تھی اس لئے ان کا ذکر حدیث میں نہیں آیا۔

لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں جب وہ اسے کہہ لیں تو انہوں نے اپنے مال و جان مجھ سے بچا لئے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (مسلم ترمذی مسند وغیرہ) پھر فرماتا ہے مگر جو منہ موڑے اور کفر کرے یعنی نہ تو عمل کرے نہ ایمان لائے نہ اقرار کرے جیسے فرمان ہے: فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (سورہ قیامہ ۳۱-۳۲) نہ تو (حق بات کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا اسی لئے اسے بہت بڑا عذاب ہوگا ابوامامہ باہلی حضرت خالد بن یزید بن معاویہؓ کے پاس گئے تو کہا کہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آسان سے آسان حدیث سنی ہو اسے مجھے سناؤ تو آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا مگر وہ جو اس طرح کی سرکشی کرے جیسے شریر اپنے مالک پر کرتا ہے (مسند احمد) ان سب کا لوٹنا ہماری ہی جانب ہے اور پھر ہم ہی ان سے حساب لیں گے اور انہیں بدلہ دیں گے نیکی کا نیک بدلہ کا بد۔

تفسیر سورہ فجر مکہ

نسائی شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے نماز پڑھائی ایک شخص آیا اور جماعت میں شامل ہو گیا حضرت معاذؓ نے نماز میں قرأت لمبی کی اس نے مسجد کے ایک گوشے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر فارغ ہو کر چلا گیا حضرت معاذؓ کو بھی یہ واقعہ معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بطور شکایت یہ واقعہ بیان کیا آپ نے اس جوان کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کرتا میں ان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا انہوں نے لمبی قرأت شروع کر دی تو میں نے گھوم کر مسجد کے کونے میں اپنی نماز پڑھ لی پھر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا اور فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے تو ان سورتوں سے کہاں ہے؟: سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى..... وَالشَّمْسُ وَضُلُومُهَا..... وَالْفَجْرُ..... وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى.....

سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً

کل رکوع ۱: ۳۰ ذیل الرحمن الرحیم کل آیات: ۳۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حَجْرِ ۝ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرْمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَاكْثَرُوا

۱۔ اس لئے فقہانے لمبی قرأت سے منع کیا ہے۔ قرأت ایسی ہونی چاہئے جس سے مقتدیوں کو کتاہٹ نہ ہو یعنی نہ بہت لمبی ہو نہ بہت مختصر۔

فِيهَا الْقَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ

لِبِالْمِرْصَادِ ۝

قسم ہے (فجر کے وقت کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور (قسم ہے) رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی گزرنے لگے) کیوں اس (قسم مذکور) میں عقلمندوں کے واسطے کافی قسم بھی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد (یعنی) قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستونوں جیسے دراز تھے اور جن کی برابر (زور و قوت میں دنیا بھر کے) شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا اور (اور آپ کو معلوم ہے کہ) قوم ثمود کے (ساتھ کیا معاملہ کیا گیا) جو وادی القریٰ میں (پہاڑ کے) پتھروں کو تراشا کرتے تھے (اور مکانات بنایا کرتے تھے) اور مینوں والے فرعون کے ساتھ جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا بے شک آپ کا رب (نافرمانوں کے) گھات میں ہے ○

صبح کی قسم:

فجر تو ہر شخص جانتا ہی ہے یعنی صبح اور یہ مطلب بھی ہے کہ بقرعید کے دن کی صبح اور یہ مراد بھی ہے کہ صبح کے وقت کی نماز اور پورا دن اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ مہینے کی پہلی دس راتیں چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ کوئی عبادت ان دس دنوں کی عبادت سے افضل نہیں لوگوں نے پوچھا اللہ کی راہ کا جہاد بھی؟ فرمایا یہ بھی نہیں مگر جو شخص جان و مال لے کر نکلا اور پھر کچھ ساتھ لے کر نہ پلٹا بعضوں نے کہا ہے محرم کے پہلے دس دن مراد ہیں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رمضان شریف کے دس دن لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے یعنی ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عشر سے مراد عید الاضحیٰ کے دس دن ہیں اور وتر سے مراد عرفہ کا دن ہے اور شفع سے مراد قربانی کا دن ہے اس کی اسناد میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن متن میں نکارت ہے واللہ اعلم۔ وتر سے مراد عرفہ کا دن ہے یہ نویں تاریخ ہوتی ہے تو شفع سے دسویں تاریخ ہے یعنی بقرعید کا دن ہے وہ طاق ہے یہ جفت ہے حضرت واصل بن صائب نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ کیا وتر سے مراد یہی وتر نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں شفع عرفہ کا دن ہے اور وتر عید الاضحیٰ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ شفع کیا ہے اور وتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ (سورہ) میں جو دو دن کا ذکر ہے وہ شفع ہے اور مَنْ تَأَخَّرَ میں جو ایک دن ہے وہ وتر ہے یعنی گیارہویں بارہویں ذی الحجہ کی شفع ہے اور تیرہویں وتر ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایام تشریق کا درمیانی دن شفع ہے اور آخری دن وتر ہے صحیحین میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سونام ہیں جو انہیں یاد کر لے وہ جنتی ہے وہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے زید بن اسلم فرماتے ہیں اس سے مراد تمام مخلوق ہے اس میں شفع بھی ہے اور وتر بھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخلوق شفع ہے اور اللہ وتر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع صبح کی نماز ہے اور وتر مغرب کی نماز ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع سے مراد جوڑا جوڑا اور وتر سے مراد اللہ عز و جل جیسے آسمان زمین تری خشکی جن انس سورج چاند وغیرہ قرآن میں ہے: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورہ ذاریات: ۴۹) ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کر لو یعنی جان لو کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گنتی ہے جس میں جفت بھی ہے اور طاق بھی ہے ایک حدیث میں ہے کہ شفع سے مراد دو دن ہیں اور وتر سے مراد تیسرا دن ہے یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے؟

اس سے پہلے گزر چکی ہے ایک قول یہ بھی کہ اس سے مراد نماز ہے کہ اس میں شفع ہے جیسے صبح کی دو ظہر عصر اور عشاء کی چار چار اور وتر ہے جیسے مغرب کی تین رکعتیں ہیں جو دن کے وتر ہیں اور اسی طرح آخری رات کا وتر ایک مرفوع حدیث میں مطلق نماز کے لفظ مروی ہے بعض صحابہؓ سے فرض نماز مروی ہے لیکن یہ مرفوع حدیث زیادہ ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرانؓ بن حصین پر موقوف ہے واللہ اعلم۔ امام ابن جریرؒ نے ان آٹھ نواقوال میں سے کسی کو فیصل قرار نہیں دیا پھر فرماتا ہے کہ رات کی قسم جب جانے لگے اور یہ بھی معنی کئے ہیں کہ جب آنے لگے بلکہ یہی معنی زیادہ مناسب اور الفجر سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں فجر کہتے ہیں رات کے جانے کو اور دن آنے کو تو یہاں رات کا آنا اور دن کا جانا مراد ہوگا جیسے: وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ (سورہ نکویر: ۱۷-۱۸) میں عکرمہ فرماتے ہیں مراد مزدلفہ کی رات ہے حجرو سے مراد عقل ہے حجر کہتے ہیں روک کو چونکہ عقل بھی غلط کاریوں اور جھوٹی باتوں سے روک دیتی ہے اس لئے اسے عقل کہتے ہیں حطیم کو بھی حجر البیت اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ طواف کرنے والے کو کعبۃ اللہ کی شامی دیوار سے روک دیتا ہے اسی سے ماخوذ ہے حجر یمامہ اور اسی لئے عرب کہتے ہیں کہ: حَجَرًا مَّحْجُورًا (سورہ فرقان: ۲۲) تو فرماتا ہے کہ ان میں عقل مندوں کے لئے قابل عبرت قسم ہے کہیں تو قسمیں ہیں عبادتوں کی کہیں عبادتوں کے وقت کی جیسے حج نماز وغیرہ کہ جن سے اس کے نیک بندے اس کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی پستی اور عاجزی ظاہر کرتے ہیں جب ان پر ہیزگار نیک لوگوں کا اور ان کی عاجزی اور تواضع کا خشوع خضوع کا ذکر کیا تو اب ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف جو سرکش اور بدکار لوگ ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے تو فرماتا ہے کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو غارت کر دیا جو کہ سرکش اور متکبر تھے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور رسول علیہ السلام کی تکذیب اور بدیوں پر جھک پڑتے تھے ان میں خدا کے رسول حضرت ہو علیہ السلام آئے تھے یہ عادیوں ہیں جو عاد بن ارم بن عوض بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمانداروں کو تو نجات دے دی اور باقی بے ایمانوں کو تیز و تند و خوفناک اور ہلاکت آفریں ہواؤں سے ہلاک کر دیا سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ غضبناک آندھی چلتی رہی اور یہ سارے کے سارے اس طرح غارت ہو گئے کہ ان کے سر الگ تھے اور دھڑ الگ تھے ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا جس کا مفصل بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے سورۃ الحاقۃ میں بھی یہ بیان ہے۔: اِرْمِ ذَاتِ الْعِمَادِ عِمَادُكَ تَفْسِيرُ بَطُورِ عُطْفُ بَيَانُ هُوَ تَا كِه نَخْوِي وَضاحت ہو جائے یہ لوگ مضبوط اور بلند ستونوں والے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے اور لوگوں سے بہت بڑے تن و توش والے قوت و طاقت والے تھے اسی لئے حضرت ہو علیہ السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: وَادْكُرُوا اِذَا جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ..... (سورہ اعراف: ۶۹) یعنی یاد کرو کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح کے بعد زمین میں خلیفہ بنایا اور تمہیں جسسانی طاقت پوری دی ہے تمہیں چاہئے کہ خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد کی بن کر نہ رہو اور جگہ ہے کہ عادیوں نے ناحق زمین میں سرکشی کی اور بول اٹھے کہ ہم سے زیادہ قوت والا اور کون ہے؟ کیا وہ بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے بہت ہی زبردست طاقت و قوت والا ہے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اس قبیلے جیسے طاقتور اور شہروں میں نہ تھے بڑے طویل القامت قوی الجثہ تھے ارم ان کا دار السلطنت انہیں ستونوں والا کہا جاتا تھا اس لئے بھی کہ یہ لوگ بہت دراز قد تھے بلکہ صحیح وجہ یہی کہ مثلہا کی ضمیر کا مرجع عماد بتلایا گیا ہے ان جیسے اور شہروں میں نہ تھے یہ احقاف میں بنے ہوئے لمبے لمبے تھے اور بعضوں نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتلایا ہے یعنی اس قبیلے جیسے لوگ اور شہروں میں نہ تھے اور یہی قول ٹھیک ہے اور اس سے پہلا قول ضعیف ہے اس لئے بھی کہ یہی مراد ہوتی تو لم يجعل کہا جاتا نہ کہ لم یخلق بن ابی حاتم میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ان میں اس قدر جسسانی طاقت تھی کہ ان میں کوئی اٹھتا اور ایک بڑی ساری چٹان لے کر کسی قبیلے پر پھینک دیتا تو بے چارے سب کے سب دب کر مر جاتے حضرت ثور بن زید وکی

فرماتے ہیں کہ ایک ورق پر یہ لکھا ہوا پڑھا ہے کہ میں شداد بن عادیہ میں نے ستون بلند کئے ہیں میں نے ہاتھ مضبوط کئے ہیں میں نے سات ذراع کے خزانے جمع کئے ہیں جو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نکالے گی خرض خواہ یوں کہتے کہ وہ عمدہ اونچے اور مضبوط مکانوں والے تھے یا وہ بلند و بالا ستونوں والے تھے یا وہ بہترین ہتھیار والے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لمبے لمبے قد والے تھے مطلب یہ ہے کہ ایک قوم تھی جن کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ شمو دیوں کے ساتھ آیا ہے یہاں بھی اسی طرح عادیوں اور شمو دیوں کا دونوں کا ذکر ہے واللہ اعلم۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ: اِرَامَ ذَاتِ الْعِمَادِ ایک شہر ہے یا تو دمشق یا اسکندر یہ لیکن یہ قول ٹھیک معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ عبارت کا ٹھیک مطلب نہیں بنتا کیونکہ یا تو یہ بدل ہو سکتا ہے یا عطف بیان دوسرے اس لئے بھی کہ یہاں یہ مقصود ہے کہ ہر ایک سرکش کو خدا تعالیٰ نے برباد کیا جن کا نام عادی تھا نہ کہ کسی شہر کو میں نے اس بات کو اس لئے بیان کر دیا ہے کہ تا کہ جن مفسرین کی جماعت نے یہاں یہ تفسیر کی ہے ان سے کوئی شخص دھوکے میں نہ پڑ جائے وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے دوسری چاندی کی اس کے مکانات باغات محلات وغیرہ سب چاندی سونے کے ہیں کنکر لوگو اور جواہر ہیں مٹی مشک ہے نہریں بہہ رہی ہیں پھل تیار ہیں کوئی رہنے سہنے والا نہیں ہے درود یوار خالی ہیں کوئی ہاں ہوں کرنے والا بھی نہیں یہ شہر منتقل ہوتا رہتا ہے کبھی شام کبھی یمن میں کبھی عراق میں کبھی کہیں کبھی کہیں وغیرہ یہ سب خرافات بنو اسرائیل کی ہیں ان کے بد دینوں نے یہ گھڑی ہیں تا کہ جاہلوں میں اس طرح کی باتیں پھیلائیں ثعلبی وغیرہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں اپنے گمشدہ اونٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ جنگل بیابان میں اس نے اسی صفت کا ایک شہر دیکھا اس میں گیا گھوما پھر لوگوں سے آکر ذکر کیا لوگ بھی وہاں گئے لیکن پھر کچھ نظر نہ آیا ابن ابی حاتم نے یہاں ایسے قصے نقل کئے ہیں یہ حکایت بھی صحیح نہیں اور اگر یہ اعرابی والا قصہ سنداً صحیح مان لیں تو ممکن ہے اسے ہوس اور خیال ہو اور اپنے خیال میں اس نے یہ نقشہ جمالیہا ہو اور خیالات کی پختگی اور عقل کی کمی نے اسے یقین دلایا ہو کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے اور فی الواقع یوں نہ ہو ٹھیک اسی طرح جو جاہل حریص اور خیال کے کچے یوں سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین تلے سونے چاندی کے پل ہیں اور قسم قسم کے جواہر یا قوت لؤلؤ اور موتی ہیں اکسیر کبیر ہے لیکن ایسے چند موانع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے مثلاً خزانے کے منہ پر کوئی اثر دہا بیٹھا ہے کسی جن کا پہرہ ہے وغیرہ یہ سب فضول قصے اور بنائی ہوئی باتیں ہیں انہیں گھڑ گھڑا کر بیوقوفوں اور مال کے حریصوں کو اپنے دام میں پھانس کر ان سے کچھ وصول کرنے لئے مکاروں نے مشہور کر رکھے ہیں پھر کبھی چلے کھینچنے کے بہانے سے کبھی نجور کے بہانے سے کبھی کسی اور طرح سے ان سے یہ مکار روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین میں سے جاہلیت کے زمانہ کا یا مسلمانوں کے زمانے کا کسی کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پتہ جسے چل جائے وہ اس کے ہاتھ لگ جاتا ہے نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے نہ کوئی دیو بھوت جن پری جس طرح ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے یہ بالکل غیر صحیح ہے یہ ایسے ہی لوگوں کی گھڑی ہوئی ہے یا ان جیسے ہی لوگوں سے سنی سنائی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نیک سمجھ دے امام ابن جریرؒ نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے اس سے قبیلہ مراد ہو اور ممکن ہے شہر مراد ہو لیکن ٹھیک نہیں یہاں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قوم کا ذکر ہے نہ کہ شہر کا اسی لئے اس کے بعد ہی شمو دیوں کا ذکر کیا کہ وہ شمو دی جو پتھروں کو تراش لیا کرتے تھے جیسے اور جگہ ہے: وَتَنْحَوْنَ مِنَ الْجِبَالِ يَبُوتًا فَارِهِينَ (سورہ شعراء: ۱۲۹) یعنی تم پہاڑوں میں اپنے کشادہ آرام دہ مکانات اپنے

۱۔ بعض مفسرین نے ارم کے معنی بہشت کے سمجھے اور اس غلط خیال کے پیش نظر اس کو ایک شہر قرار دے کر شداد کی بنائی ہوئی جنت کے سر تا سر بغو قصے ان آیات کی تشریح و تفسیر میں بے تکلف لکھ دیئے لیکن محققین نے ان کو بے بنیاد قرار دے کر مکمل تردید کی ہے چنانچہ روح المعانی میں ہے کہ وخیر شعاً والمذکور افواہ

ولا تصح روايته كما ذكره حافظ ابن حجر فهم موضوع كخير ابن قلاية رواه كما قال

ہاتھوں پتھروں میں تراش لیا کرتے ہو اس کے ثبوت میں کہ اس کے معنی ترش لینے کے ہیں عربی شعر بھی ہیں ابن اسحق فرماتے ہیں کہ شمودی عرب تھے وادی القرئی میں رہتے تھے عادیوں کا قصہ پورا پورا سورہ اعراف میں ہم بیان کر چکے ہیں اب اعادہ کی ضرورت نہیں پھر فرمایا میخوں والا فرعون اوتاد کے معنی ابن عباسؓ نے لشکروں کے کئے ہیں جو کہ اس کے کاموں کو مضبوط کرتے رہتے تھے یہ بھی مروی ہے کہ فرعون غصے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا کر مروا ڈالتا تھا چورنگ کر کے اوپر سے بڑا پتھر پھینکتا تھا جس سے اس کا کچھ مر نکل جاتا تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسیوں اور میخوں وغیرہ کے اس کے سامنے کھیل کئے جاتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی صاحبہ کو جو مسلمان ہو گئی تھیں لٹا کر دونوں ہاتھوں میں میخیں گاڑیں پھر بڑا سارا چکی کا پتھر ان کی پیٹھ پر مار کر جان لے لی خدا ان پر رحم کرے پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی اور فساد دی لوگ تھے لوگوں کو حقیر و ذلیل جانتے تھے اور ہر ایک کو ایذا پہنچاتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے عذاب کا کوڑا برس پڑا وہ وبال آیا جو ٹالے نہ ٹلا اور ہلاک و برباد اور تہس نہس ہو گئے تیرا رب گھات میں ہے دیکھ رہا ہے سن رہا ہے سمجھ رہا ہے وقت مقررہ پر ہر برے بھلے کو نیکی بدی کی جزا سزا دے گا یہ سب لوگ اس کے پاس جانے والے تھے تنہا اس کے سامنے کھڑے ہونے والے ہیں اور وہ عدل و انصاف کے ساتھ ان میں فیصلے کرے گا اور ہر شخص کو پورا بدلہ دے گا جس کا وہ مستحق تھا وہ ظلم و جور سے پاک ہے یہاں پر ابن ابی حاتم نے ایک حدیث نقل کی ہے جو بہت غریب ہے جس کی سند میں کلام ہے اور صحت میں بھی نظر ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ مومن کو قرآن نے بہت سی دلی خواہشوں سے روک رکھا ہے تاکہ وہ ہلاکت سے بچ جائے قرآن اس کی دلیل ہے خوف اس کی حجت ہے شوق اس کی سواری ہے نماز اس کی پناہ ہے روزہ اس کی ڈھال ہے صدقہ اس کا چھٹکارا ہے سچائی اس کی امیر ہے شرم اس کا وزیر ہے اور اس کا رب ان سب کے بعد اس سب پر واقف و آگاہ ہے وہ تیز تیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا ہے اس کے راوی یونس خدا اور ابو حمزہ مجہول ہیں پھر اس میں ارسال بھی ہے ممکن ہے یہ ابو حمزہ ہی کا کلام ہو اسی ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابن عبد اللہ کلاعی نے اپنے وعظ میں کہا لوگو جہنم کے سات پل ہیں ان سب پر پل صراط ہے پہلے ہی پل پر لوگ روکے جائیں گے یہاں نماز کا حساب کتاب ہوگا یہاں سے نجات ہوگئی تو دوسرے پل پر روک ہوگی یہاں امانت داری کا سوال ہوگا جو امانت دار ہوگا اس نے نجات پائی اور جو خیانت والا نکلا ہلاک ہوا تیسرے پل پر صلہ رحمی کی پرش ہوگی اس کے کاٹنے والے یہاں سے نجات نہ پاسکیں گے اور ہلاک ہوں گے رشتہ داری یعنی صلہ رحمی وہیں موجود ہوگی اور یہ کہہ رہی ہوگی کہ خدایا جس نے مجھے جوڑا تو اسے جوڑ اور جس نے مجھے توڑا تو اسے توڑ یہی معنی ہیں: إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کے یہ اثر اتنا ہی ہے پورا نہیں۔

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝
وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۖ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝^{۱۷} كَلَّا بَلْ لَا تَكْرُمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۝^{۱۸} وَتَأْكُلُونَ
الْثَّرَاتِ أَكْلًا لَّمًّا ۝^{۱۹} وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) اکرام انعام دیتا ہے تو وہ (بطور فخر) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھادی اور جب اس کو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ (شکایتاً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم (میں اور اعمال بھی موجب عذاب ہیں چنانچہ تم) لوگ یتیم کی (کچھ) قدر (اور خاطر) نہیں کرتے ہو اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور (تم) میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو) اور مال سے تم لوگ بہت ہی محبت رکھتے ہو ○

انسان کی متلون مزاجی:

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ وسعت اور کشادگی پا کر یوں سمجھ بیٹھتے ہیں کہ خدا نے ان کا اکرام کیا یہ غلط ہے بلکہ دراصل یہ امتحان ہے جیسے اور جگہ ہے: اَيُّحَسِبُونَ اِنَّمَا نُعِيْذُهُمْ..... (سورہ مومنون: ۵۵) یعنی مال اولاد کے بڑھ جانے کو یہ لوگ نیکوں کا اضافہ سمجھتے ہیں دراصل یہ ان کی نادانی ہے اسی طرح اس کے برعکس بھی یعنی تنگی ترشی کو انسان اپنی اہانت سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ دراصل یہ بھی خدا کی طرف سے آزمائش ہے اسی لئے یہاں کلا کہہ کر ان دونوں خیالات کی تردید کی کہ یہ واقعہ نہیں کہ جسے خدا مال کی وسعت دے اس سے وہ خوش ہے اور جس پر تنگی کرے اس سے ناخوش ہے بلکہ مدار خوشی اور ناخوشی کا ان دونوں حالتوں میں عمل پر ہے غنی ہو کر شکرگزاری کرے تو خدا کا محبوب اور فقیر ہو کر صبر کرے تو خدا کا محبوب خدا تعالیٰ اس طرح اور اس طرح آزماتا ہے پھر یتیم کی عزت کرنے کا حکم دیا حدیث میں ہے کہ سب سے اچھا گھروہ ہے جس میں یتیم ہے اور اس کی اچھی پرورش ہو رہی ہے اور بدترین گھروہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جاتی ہو پھر آپ نے انگلی اٹھا کر فرمایا میں اور یتیم کا پالنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے پھر فرمایا کہ یہ لوگ فقیروں مسکینوں کے ساتھ سلوک احسان کرنے انہیں کھانا پینا دینے کی ایک دوسرے کو رغبت ولا لچ نہیں دلاتے اور یہ عیب بھی ان میں ہے کہ میراث کا مال حلال ہو یا حرام ہضم کر جاتے ہیں اور مال کی محبت بھی ان میں بے طرح ہے۔

كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۚ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ^(۲۲)
وَجِئْتُ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنْفٍ لَّهِ الذِّكْرٰى ۚ^(۲۳)
يَقُوْلُ يَلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ۚ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَہٗ اَحَدٌ ۚ^(۲۴)
وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَہٗ اَحَدٌ ۚ يَّا يَتُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ۚ^(۲۵) اَرْجِعِیْ
اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَۃً ۚ^(۲۶) فَادْخِلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ۚ^(۲۷) وَادْخِلِیْ
جَنَّتِیْ ۚ^(۲۸)

(آگے ان افعال کے موجب العذاب نہ سمجھنے پر سرزنش ہے) کہ ہرگز ایسا نہیں (جیسا تم سمجھتے ہو) جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر

(اور) ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے (میدان محشر میں) آئیں گے اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا اس روز انسان کو سمجھ آئے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا کہے گا کاش میں اس زندگی (آخری) کے لئے کئی عمل (نیک) آگے بھیج لیتا پس اس روز تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا (اور) جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا کہ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (ادھر چل کر) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہو جا ○

اب کیا فائدہ:

قیامت کے ہولناک حالات کا بیان ہو رہا ہے کہ بالیقین اس دن زمین پست کر دی جائے گی اونچی نیچی برابر کر دی جائے گی اور بالکل صاف ہموار ہو جائے گی پہاڑ زمین کے برابر کر دیئے جائیں گے تمام مخلوق قبر سے نکل آئے گی خود خدا تعالیٰ مخلوق کے فیصلے کرنے کے لئے آئے گا یہ اس عام شفاعت کے بعد جو تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی اور یہ شفاعت اس وقت ہوگی جب کہ تمام مخلوق ایک ایک بڑے پیغمبر علیہ السلام کے پاس ہو کر آئے گی اور ہر نبی علیہ السلام کہہ دے گا کہ میں اس قابل نہیں پھر سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے آپ فرمائیں گے کہ ہاں ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں پھر آپ جائیں گے اور خدا تعالیٰ کے سامنے سفارش کریں گے کہ وہ پروردگار لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے تشریف لائے یہی پہلی شفاعت ہوگی اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کا مفصل بیان سورہ سبحان میں گزر چکا ہے پھر اللہ تعالیٰ رب العزت فیصلے کے لئے تشریف لائے گا اس کے آنے کی کیفیت وہی جانتا ہے فرشتے بھی اس کے آگے آگے صف بستہ حاضر ہوں گے جہنم بھی لائی جائے گی صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنم کی اس روز ستر ہزار لگا میں ہوں گی ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے گھسیٹ رہے ہوں گے یہی روایت خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے اس دن انسان اپنے نئے پرانے تمام اعمال کو یاد کرنے لگے گا برائیوں سے پچھتائے گا نیکیوں کے نہ کرنے یا کم کرنے پر افسوس کرے گا گڑبگڑ ہوگا مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کوئی بندہ اپنے پیدا ہونے سے لے کر مرتے دم تک سجدے میں پڑا رہے اور خدا کا پورا اطاعت گزار رہے پھر بھی اپنی اس عبادت کو قیامت کے دن حقیر اور ناچیز سمجھے گا اور چاہے گا کہ میں دنیا کی طرف اگر لوٹا یا جاؤں تو اجر و ثواب کے کام اور زیادہ کروں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن خدا کے عذاب جیسا عذاب کسی اور کا نہ ہوگا جو اپنے نافرمان اور نافر جام بندوں کو کرے گا نہ اس جیسی زبردست پکڑ دھکڑ و قید و بند کسی کی ہو سکتی ہے زبانہ فرشتے بدترین بیڑیاں ہتھکڑیاں انہیں پہنائے ہوئے ہوں گے یہ تو ہوا بد بختوں کا انجام اب نیک بختوں کا حال سنئے جو رخصت سکون اور اطمینان والی ہیں۔ پاک اور ثابت ہیں حق کے ساتھی ہیں ان سے موت کے وقت اور قبروں سے اٹھنے کے وقت کہا جائے گا کہ تو اپنے رب کی طرف اس کے پڑوس کی طرف اس کے ثواب اور اجر کی طرف اس کی جنت اور رضامندی کی طرف لوٹ چل یہ خدا سے خوش ہے اور خدا اس سے راضی ہے اور اتنا دے گا کہ یہ بھی خوش ہو جائے گا تو میرے خاص بندوں میں آ جا اور میری جنت میں داخل ہو جا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عثمان غنی بن عفانؓ کے بارے میں اتری ہے بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت عبداللہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ قیامت کے اطمینان والی روحوں سے کہا جائے گا کہ تو اپنے رب یعنی اپنے ساتھی یعنی اپنے جسم کی طرف لوٹ جا جسے تو دنیا میں آباد کئے ہوئے تھی تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے راضی

رضامند ہو یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ اس آیت کو: فَادْخُلِي فِي عِبَادِي پڑھتے تھے یعنی اے روح میرے بندے میں یعنی اس کے جسم میں چلی جا لیکن یہ غریب ہے اور ظاہر قول پہل ہی ہے جیسے اور جگہ ہے: ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلَاَهُمُ الْحَقُّ (سورہ انعام ۵۲) یعنی پھر سب کے سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جگہ ہے وان مددنا الی اللہ یعنی ہمارا لوثنا خدا کی طرف یعنی اس کے حکم کی طرف اور اس کے سامنے ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیق اکبرؓ کی موجودگی میں اتریں تو آپ نے کہا کتنا اچھا قول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی یہی کہا جائے گا دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت سعید بن جبیر نے یہ آیتیں پڑھیں تو حضرت صدیقؓ نے یہ فرمایا جس پر آپ نے یہ خوشخبری سنائی کہ تجھے فرشتہ موت کے وقت یہی کہے گا ابن ابی حاتم میں یہ روایت بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے چچازاد بھائی کا طائف میں انتقال ہوا تو ایک پرندہ آیا اس جیسا پرندہ کبھی زمین پر دیکھا نہیں گیا وہ لغش میں چلا گیا پھر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کونے سے اسی آیت کی تلاوت کی آواز آئی اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کون پڑھ رہا ہے یہ روایت طبرانی میں ہے ابو ہاشم قتات بن رزینؓ فرماتے ہیں جنگ روم میں ہم دشمنوں کے ہاتھ قید ہو گئے شاہ روم نے ہمیں اپنے سامنے بلایا اور کہا یا تو تم اس دین کو چھوڑ دو یا قتل ہونا منظور کر لو ایک ایک کو وہ کہتا کہ ہمارا دین قبول کرو ورنہ جلا دیکو حکم دیتا ہوں کہ تمہاری گردن مارے تین شخص تو مرتد ہو گئے جب چوتھا آیا تو اس نے صاف انکار کیا بادشاہ کے حکم سے اس کی گردن اڑادی گئی اور سر کونہر میں ڈال دیا گیا وہ نیچے ڈوب گیا اور ذرا سی دیر میں پانی پر آ گیا اور ان تینوں کو دیکھ کر کہنے لگا کہ اے فلاں اور اے فلاں اور اے فلاں ان کے نام لے کر انہیں آواز دی جب یہ متوجہ ہوئے سب درباری لوگ بھی دیکھ رہے تھے اور خود بادشاہ بھی تعجب سے سن رہا تھا اس مسلمان شہید کے سر نے کہا سنو خدا تعالیٰ فرماتا ہے: يَا بَتُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّرْضِيَةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر: ۲۷ تا ۳۰) اتنا کہہ کر وہ سر پھر پانی میں غوطہ لگا گیا اس واقعہ کا اتنا اچھا اثر ہوا کہ قریب تھا کہ نصرانی اسی وقت مسلمان ہو جاتے بادشاہ نے اسی وقت دربار برخواست کرادیا اور وہ تینوں پھر مسلمان ہو گئے اور ہم سب یوں ہی قید میں رہے آخر خلیفہ ابو جعفر منصور کی طرف سے ہمارا اندیہ آ گیا اور ہم نے نجات پائی ابن عساکر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةٌ تَوْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ خدایا میں تجھ سے ایسا نفس طلب کرتا ہوں جو تیری ذات پر اطمینان و بھروسہ رکھتا ہو تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو تیری قضا پر راضی ہو تیرے دیئے پر قناعت کرنے والا ہو۔

تفسیر سورہ بلد مکہ

سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ عَشْرُونَ آيَةً

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کُلُّ آيَاتٍ ۲۰

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۚ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۚ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدٌ ۚ لَقَدْ خَلَقْنَا

الْإِنْسَانُ فِي كِبَدٍ ۖ أَيْحَسِبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۖ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا
لُبَدًا ۖ أَيْحَسِبُ أَنْ لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۖ أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۖ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۖ

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۚ

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور بطور جملہ معترضہ کے تسلی کے لئے پیش گوئی فرماتے ہیں کہ آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا (اور) کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا اور کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور (پھر) ہم نے اس کو دونوں رستے (خیر و شر کے) بتلا دیئے ○

سرزمین مکہ:

اللہ تعالیٰ یہاں مکہ مکرمہ کی قسم کھاتا ہے در آنحالیکہ وہ آباد ہے اس میں لوگ بستے ہیں اور وہ بھی امن چین میں لا سے ان پر رد کیا پھر قسم کھائی اور فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لئے ایک مرتبہ یہاں لڑائی حلال ہونے والی ہے جس میں کوئی گناہ اور حرج نہ ہوگا اور اس میں جو ملے وہ حلال ہوگا صرف اسی وقت کے لئے یہ حکم ہے صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس بابرکت شہر مکہ کو پروردگار عالم نے اول دن سے ہی حرمت والا بنایا ہے اور قیامت تک یہ حرمت و عزت اس کی باقی رہنے والی ہے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اس کے کانٹے نہ اکھڑے جائیں میرے لئے بھی صرف ایک دن کی ہی ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا تھا آج پھر اس کی حرمت اسی طرح لوٹ آئی جیسے کل تھی ہر موجود آدمی کو چاہئے کہ وہ میری بات ان تک پہنچا دے جو اس مجلس میں موجود نہیں ایک روایت میں ہے کہ اگر یہاں کے جنگ و جدال کے جواز کی دلیل میں کوئی میری لڑائی پیش کرے تو کہہ دینا کہ خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی اور تمہیں نہیں دی پھر قسم کھاتا ہوں باپ کی اور اولاد کی بعض نے کہا ہے کہ ماؤلدیں مانافہ ہے یعنی قسم کھاتا ہے اس کی جو اولاد والا ہے اور قسم ہے اس کی جو اولاد ہے یعنی عیالدار اور بانجھ اور اگر ماؤلدیں موصولہ مانا جائے تو معنی یہ ہوئے کہ باپ کی اور اولاد کی قسم باپ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد سے مراد کل انسان زیادہ قوی اور بہتر بات یہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے پہلے قسم ہے مکہ کی جو تمام زمین اور کل بستیوں کی ماں ہے تو اس کے بعد اس کے رہنے والوں کی قسم کھائی اور رہنے والوں یعنی انسان کے اصل اور اس کی جڑ یعنی حضرت آدم کی پھر ان کی اولاد کی قسم کھائی ابو عمرانؒ فرماتے ہیں مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کی ہے امام ابن جریر فرماتے ہیں عام ہے یعنی ہر باپ اور ہر اولاد پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بالکل درست قامت جچے تلے اعضاء والا ٹھیک ٹھاک پیدا کیا ہے اس کی ماں کے پیٹ میں ہی اسے یہ پاکیزہ ترتیب اور عمدہ ترکیب دے دی جاتی ہے جیسے فرمایا: اَلَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ (سورہ انفطار: ۷) یعنی اس خدا نے تجھے پیدا کیا ہے درست کیا ٹھیک ٹھاک بنایا اور پھر جس صورت میں چاہا ترکیب دی اور جگہ ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (سورہ التین: ۴) ہم نے انسان کو بہترین صورت پر بنایا ہے ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ قوت و طاقت والا پیدا کیا ہے خود اسے دیکھو اس کی پیدائش کی طرف غور کرو اس کے دانتوں کا ٹکنا دیکھو وغیرہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں پہلے نطفہ پھر خون بستہ پھر لوتھڑا گوشت کا غرض اپنی پیدائش میں خوب مشقتیں اٹھاتا ہے جیسے اور جگہ ہے: حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا (سورہ اتخاف: ۱۵) یعنی

اس کی ماں نے حمل میں تکلیف اٹھائی پھر وضع حمل میں مشقت برداشت کی بلکہ دودھ پلانے میں بھی مشقت اور معیشت میں بھی تکلیف حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں سختی اور طلب کسب میں پیدا کیا گیا ہے عکرمہ فرماتے ہیں شدت اور طول میں پیدا ہوا ہے قتادہؓ فرماتے ہیں مشقت میں یہ بھی ہے کہ اعتدال اور قیام میں دنیا اور آخرت میں سختیاں سہنی پڑتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام چونکہ آسمان میں پیدا ہوئے تھے اس لئے یہ کہا گیا کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مال کے لینے پر کوئی قادر نہیں اس پر کسی کا بس ہی نہیں کیا وہ نہ پوچھا جائے گا کہ کہاں سے مال لایا اور کہاں خرچ کیا؟ یقیناً اس پر خدا کا بس ہے اور وہ پوری طرح اس پر قادر ہے پھر فرماتا ہے کہ میں نے بڑے وارے نیارے کئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر ڈالے کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا؟ یعنی کیا خدا کی نظروں سے وہ اپنے آپ کو غائب سمجھتا ہے کیا ہم نے انسان کو دیکھنے والی دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور دل کی باتوں کے اظہار کے لئے زبان عطا نہیں فرمائی اور دو ہونٹ نہیں دیئے جن سے کلام کرنے میں مدد ملے کھانا کھانے میں مدد ملے اور چہرے کی خوبصورتی بھی ہو اور منہ کی بھی ابن عساکر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم میں نے بڑی بڑی بکثرت نعمتیں تجھ کو بخشیں جنہیں تو گن بھی نہیں سکتا نہ اس کے شکر ادا کرنے کی تجھ میں طاقت ہے میری ہی یہ نعمت بھی ہے کہ میں نے تجھے دیکھنے کو دو آنکھیں دیں پھر میں نے ان پر پلکوں کا غلاف چڑھایا پس ان آنکھوں سے میری حلال کردہ چیزیں دیکھ اگر حرام چیزیں تیرے سامنے آئیں تو ان دونوں کو بند کر لے میں نے تجھے زبان دی ہے اور اس کا غلاف بھی عنایت فرمایا ہے میری مرضی کی باتیں زبان سے نکال اور میری منع کی ہوئی باتوں سے زبان بند کر لے میں نے تجھے شرم گاہ دی اور اس کا پردہ بھی عنایت فرمایا ہے حلال جگہ تو بے شک استعمال کر لیکن حرام جگہ پردہ ڈال لے اے ابن آدم تو میری ناراضگی نہیں اٹھا سکتا اور میرے عذاب کے سہنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر فرمایا کہ ہم نے اسے دونوں راستے دکھادیئے بھلائی کا اور برائی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو راستے ہیں پھر تمہیں برائی کا راستہ بھلائی کے راستے سے زیادہ اچھا کیوں لگتا ہے یہ حدیث بہت ضعیف ہے یہ حدیث مرسل طریقے سے بھی ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں مراد اس سے دونوں دودھ ہیں اور مفسرین نے بھی یہی کہا ہے امام ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک قول پہلا ہی ہے جیسے اور جگہ ہے: **إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ**..... (سورہ دھر: ۲) یعنی ہم نے انسان کو ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے سنتاد لکھتا کیا ہم نے اس کی رہبری کی اور راستہ دکھا دیا پس یا تو شکر گزار ہے یا ناشکر۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۚ فَكُّ رَقَبَةٍ ۚ أَوْ اطْعَمْتُ يَوْمَ دِي

مَسْغَبَةٍ ۚ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۚ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۚ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۚ وَالَّذِينَ

كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۚ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ۚ

سودہ شخص (دین کی) گھاٹی سے ہو کر نہ نکلا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا (مراد) ہے وہ کسی (کی) گردن کا غلامی سے چھڑا دینا ہے یا کھانا کھانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین کو (یعنی ان احکام الہیہ کو بجالانا چاہئے تھا) پھر (سب سے بڑھ کر یہ کہ) ان لوگوں سے نہ جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو (ایمان کی) پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو

ترحم (علی الخلق) کی (یعنی ترک ظلم کی) فہمائش کی یہی لوگ داہنے والے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جائے گا ○

ایک گھائی:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عقبہ جہنم کے ایک چکنے پہاڑ کا نام ہے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ اس کے ستر درجے ہیں جہنم میں قنادہ فرماتے ہیں کہ یہ سخت گھائی داخل کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ پھر اس کا داخلہ بتلایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتلایا کہ یہ گھائی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا ابن زیدؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزادی گردن یا صدقہ طعام فَلَکَ رَقَبَةٍ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے فَلَکَ رَقَبَةٍ بھی پڑھا گیا ہے یعنی فعل فاعل دونوں قرأتوں کا مطلب قریباً ایک ہی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھٹائے اللہ تعالیٰ اس کے ہر ہر عضو کو اس کے ہر ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ حضرت علی بن حسین یعنی امام زین العابدین نے جب یہ حدیث سنی تو سعید بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلا لو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم خدا کے نام پر آزاد ہو بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خرید ا ہوا تھا اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد کرتا ہے اور جو مسلمان عورت کسی مسلمان لونڈی کو آزاد کرے اس کی بھی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے (ابن جریر) مسند میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے مسجد بنادے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کر دے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا سے قیامت کے دن نور ملے گا اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص خدا کی راہ میں تیر چلائے خواہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے پہلے مرجائیں اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص راہ خدا میں جوڑا دے

۱۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں قدم بہ قدم پر انسان کے لئے مصائب کا ہجوم ہے کبھی خود بیمار کبھی بچے علیل گاہے خود پر مصیبت تو کبھی اعزہ و اقارب کی پریشانیوں کا خیال فقر و فاقہ کی صعوبت افلاس و غربت کی مار یہ سب چیزیں انسان میں شکستگی پیدا کرتی ہیں لیکن انسان بجائے تواضع کے غرور ہی میں مبتلا ہوتا چلا جا رہا ہے۔

۲۔ یعنی کسی غلام کو آزاد کرائے یہ پیش نظر رہے کہ آیات کا نزول اس دور میں ہوا جب عرب میں غلامی کا رواج تھا غلاموں کو آزاد کرانے کا بیٹا جس طرح اسلام نے اٹھایا اس کی نظیر نہیں ملتی حدیث اور قرآن ان غیبی مضامین سے لبریز ہے جن میں غلاموں کو چھڑانے کی خوب تاکید ہے۔

۳۔ عجیب بات ہے اولاد اگر جوان ہو کر مرتی ہے تو اس کا غم نہایت ہوتا ہے یہاں تک کہ کسی فارسی شاعر کا قول ہے کہ ایں ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد۔ لیکن احادیث میں معصوم بچے کی موت پر اس اجر عظیم کا وعدہ ہے اور جوان موت پر کسی اجر کا وعدہ نہیں آج جس وقت یہ حواشی زیر قلم ہیں تو یہ اشکال پیدا ہوا اور معاف بفضل اللہ حل بھی ذہن میں آیا وہ یہ کہ بچے اپنے بچپن اور اپنی معصومیت کی وجہ سے اپنی ہر چیز منوالیتے ہیں خواہ صحیح مطالبہ ہو یا غلط احادیث میں ہے کہ جو بچے بچپن میں مر گئے تھے تاوقتیکہ اپنے ماں باپ کو نہ بخشوا لیں گے جنت میں نہ جائیں گے اور خدا تعالیٰ کو نہ چھوڑیں گے گویا کہ ان کے بچپن کی =

اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے ان تمام حدیثوں کی سندیں نہایت عمدہ ہیں ابو داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ تم میں سے کوئی پڑھے اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا کہ حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کرے گا یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کی گردن آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جاسکوں آپ نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت ساری باتیں پوچھ بیٹھا تسمہ آزاد کر رقبہ چھڑا اس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں آپ نے فرمایا نہیں تسمہ کی آزادی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فَلَکَ رَقَبَةٍ کے معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے دودھ والا جانور دودھ پینے کے لئے کسی مسکین کو دنیا ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا یہ ہیں جنت کے کام اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا پیا سے کو پلا نیکیوں کا حکم کر برائیوں سے روک اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال ذی مَسْغَبَةٍ کے معنی ہیں بھوک والا جب کھانے کی اشتہا ہو غرض بھوک کے وقت کا کھانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہو اور ہے بھی اس کا رشتہ دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ ایک تو اب رکھتا ہے اور رشتہ دار کو دینا دہرا جرد لو اتا ہے (مسند احمد) یا ایسے مسکین کو دنیا جو خاک آلود ہو راستے میں پڑا ہوا ہو گھر در نہ ہو بر بستر نہ ہو بھوک کی وجہ سے پیٹھ زمین سے لگ رہی ہو اپنے گھر سے دور ہو مسافرت میں ہو فقیر مسکین محتاج مقروض مجلس ہو کوئی پرسان حال بھی نہ ہو اہل و عیال والا ہو یہ سب معنی قریب قریب ایک ہی ہیں پھر یہ شخص باوجود ان نیک کاموں کے دل میں ایمان رکھتا ہو ان نیکیوں پر نہ اسے اجر کا طالب ہو جیسے اور جگہ ہے: مَنْ ارَادَ الْآخِرَةَ (سورہ بنی اسرائیل: ۱۹) جو شخص آخرت کا ارادہ رکھے اور اسی کے لئے کوشش کرے اور ہو بھی وہ با ایمان تو ان کی کوشش خدا ہاں مشکور ہے اور جگہ ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْشَىٰ..... (سورہ مومن: ۴۰) ایمان والوں میں سے کو مرد و عورت نیک عمل کرے یہ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے حساب روزیاں پائیں گے پھر ان کا اور وصف بیان ہو رہا ہے کہ لوگوں کے صدقات سہنے اور ان پر رحم و کرم کرنے کی یہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت و وصیت کرتے ہیں جیسے کہ حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحم بھی رحم کرتا ہے تم زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا اور حدیث میں ہے جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا ابو داؤد میں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ

= ضد والدین کے لئے کار آمد ہوگی اس عاجز کے بھی دو معصوم بچے اجر آخرت ہو چکے ہیں خدا تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں حصول جنت کا سبب بنا دے آمین۔ کیونکہ جنت ایک عظیم نعمت ہے اس لئے کسی خاص عدد پر اس کا ملنا موقوف ہونا چاہئے تھا سب سے پہلا عدد جو کم بھی ہے اور جامع بھی ہے وہ تین ہی ہے اس سے تین کا عدد معیار بنا دیا گیا۔

۱۔ مثلاً کوئی غلام آزاد ہونا چاہتا ہو اس کے مالک نے سو روپے کا مطالبہ کیا اب سب مل کر یہ مطالبہ پورا کر دیں۔

۲۔ کیونکہ رشتہ دار کے دو حقوق ہیں: ایک اس کی ضرورت دوسرے اس کی رشتہ داری۔

کرے اور بڑوں کے حق نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے داہنے ہاتھ اعمال نامہ دیا جائے گا اور ہماری آیتوں کو جھٹلانے والوں کے بائیں ہاتھ میں عمل نامہ ملے گا اور سر بند تہ بہ تہ آگ میں جائیں گے جس سے نہ کبھی چھٹکارا ملے گا نہ نجات نہ راحت نہ آرام اس کے دروازے ان پر بند ہیں گے مزید بیان اس کا سورہ: وَيْلٌ لِّكُلِّ... میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں روشنی ہوگی نہ سوراخ ہوگا نہ کبھی وہاں سے نکلنا ملے گا حضرت ابو عمران جونی فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئے گا اللہ تعالیٰ حکم دے گا اور ہر سرکش کو ہر ایک شیطان کو اور ہر اس شخص کو جس کی شرارت سے لوگ دنیا میں ڈرتے رہتے تھے لوہے کی زنجیروں سے مضبوط باندھ دیا جائے گا پھر جہنم میں جھونک دیا جائے گا پھر جہنم بند کر دی جائے گی خدا کی قسم کبھی ان کے قدم نکلیں گے ہی نہیں خدا کی قسم انہیں کبھی آسمان کی صورت ہی دکھائی نہ دے گی خدا کی قسم کبھی آرام سے ان کی آنکھ لگے گی ہی نہیں خدا کی قسم انہیں کبھی کوئی مزے کی چیز کھانے پینے کو ملے گی ہی نہیں۔ (ابن ابی حاتم)

تفسیر سورہ الشمس مکہ

حضرت جابرؓ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا کہ تم نے: سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ اور وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا اور وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَىٰ کے ساتھ امامت کیوں نہ کرائی۔

سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ رَّحْمَةُ خَمْسِ عَشْرَةَ آيَةً

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ: ۱۵

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا ۝ وَالنَّهَارُ إِذَا جَلَّهَا ۝ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا ۝ وَالسَّمَاءُ وَمَا بَنَاهَا ۝ وَالْأَرْضُ وَمَا طَرَاهَا ۝ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آئے اور (قسم) ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو خوب روشن کر دے اور (قسم) ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو چھپالے اور (قسم) ہے آسمان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو بنایا اور زمین کی اور (ذات کی) جس نے اس کو بچھایا اور (قسم ہے انسان کی) جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری (دونوں باتوں) کا اس کو القا کیا یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا ○

یہ سورج اور اس کی تمازت:

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں ضخائے مراد روشنی ہے قنادہؒ فرماتے ہیں پورا دن مراد ہے امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج کی اور اس کے ساتھ دن کی قسم کھائی ہے اور چاند جب کہ اس کے پیچھے آئے یعنی سورج چھپ جائے اور چاند چمکنے لگے ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ مہینے کے پہلے پندرہ دن میں تو چاند سورج کے پیچھے رہتا ہے اور پچھلے پندرہ دن یہ آگے ہوتا ہے زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں مراد اس سے لیلۃ القدر ہے پھر دن کی قسم کھائی جب کہ وہ منور ہو جائے یعنی سورج دن کو گھیر لے بعض عربی دانوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دن جب کہ اندھیرے کو روشن کر دے لیکن اگر یوں کہا جاتا کہ پھیلاوٹ کو وہ جب چمکا دے تو اور اچھا ہوتا کہ یغشہا میں بھی یہ معنی ٹھیک بیٹھتے اسی لئے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں دن کی قسم جب کہ وہ روشن کر دے امام ابن جریرؒ اس قول کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سب میں ضمیر ہا کا مرجع شمس ہے کیونکہ اس کا ذکر چل رہا ہے رات جب اسے ڈھانپ لے اور ہر طرف اندھیرا چھا جائے یزید بن ذی حمار کہتے ہیں کہ جب رات آتی ہے تو اللہ جل جلالہ فرماتا ہے میرے بندوں کو میری ایک بہت بڑی خلق نے چھپا لیا پس مخلوق رات سے ہیبت کرتی ہے اس کے پیدا کرنے والے سے اور زیادہ ہیبت کرنی چاہئے (ابن ابی حاتم) پھر آسمان کی قسم کھاتا ہے یہاں جو ما ہے یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے یعنی آسمان اور اس کی بناوٹ کی قسم حضرت قنادہؒ کا قول یہی ہے اور یہ ما معنی میں من کے بھی ہو سکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم اور اس کے بنانے والے کی قسم یعنی خود خدا کی مجاہدؒ یہی فرماتے ہیں یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ہیں بنا کے معنی بلندی کے ہیں جیسے اور جگہ ہے: وَالسَّمَاءِ بَنَيْنَهَا بَآيَاتٍ..... (سورہ ذاریات: ۲۸) یعنی آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں ہم نے زمین کو بچھا دیا اور کیا ہی اچھا ہم بچھانے والے ہیں اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ زمین کی اور اس کی ہمواری کی اسے بچھانے اسے پھیلانے کی اس کی تقسیم کی اس کی مخلوق کی قسم زیادہ مشہور قول اس تفسیر میں پھیلانے کا ہے اہل لغت کے نزدیک بھی یہی معروف ہے جوہریؒ فرماتے ہیں طحوتہ مثل و حوتہ کے ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں اکثر مفسرین کا یہی قول ہے پھر فرمایا نفس کی اور اسے ٹھیک ٹھاک بنانے کی قسم یعنی اسے پیدا کیا اور آنحالیکہ یہ ٹھیک ٹھاک اور فطرت پر قائم تھا جیسے اور جگہ ہے: فَاقِمْ وَجْهَكَ..... (سورہ روم: ۳۰) اپنے چہرے کو قائم رکھ دین حنیف کے لئے فطرت ہے اللہ کی جس پر لوگوں کو بنایا اللہ کی خلق کی تبدیل نہیں حدیث میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسے چوپائے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کوئی ان میں تم کن کٹانہ پاؤ گے (بخاری و مسلم) صحیح مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو یکسوئی والے پیدا کیا ان کے پاس شیطان پہنچا اور دین سے ورغلا لیا پھر فرماتا ہے کہ خدا نے اسے بدکاری پر ہیزگاری کو بیان کر دیا اور جو چیز اس کی قسمت میں تھی اس کی طرف اس کی رہبری ہوئی ابن عباسؒ فرماتے ہیں یعنی خیر و شر ظاہر کر دیا ابن جریرؒ میں ہے حضرت ابوالاسودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے پوچھا ذرا بتلاؤ تو لوگ جو کچھ اعمال کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں یہ کیا ان کے لئے خدا کی جانب سے اور پھر آدمی کسی کا کان کاٹ دیتے ہیں اور کسی کی تو جس طرح جانور خلقت میں کامل پیدا ہوا تھا اس طرح انسان فطرت میں صحیح سالم پیدا ہوتا تھا گویا کہ فطرت کی سلامتی کو خلقت کی کاملیت سے تشبیہ دی گئی اور اگر کوئی جانور ناقص الخلقیت پیدا ہوا تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ انسان بھی کوئی ناقص الفطرت پیدا ہوتا ہے فقیر کے ذہن میں ایک بات یہ بھی آتی ہے کہ ایسا تو مشاہدہ ہے کہ جانور کا کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس کے کان ہی نہ تھے لیکن کان کٹا ہوا کبھی پیدا نہیں ہوتا اور یہ اس لئے کہ مشرکین جس جانور کے بچے مرتے ہو بتوں کے نام پر اس کو چھوڑتے اور کان کاٹ دیتے اور سمجھتے کہ اب نہیں مرے گا سو خدا تعالیٰ اس معاملہ میں حفاظت اس طرح فرماتے ہیں کہ کان کٹا ہوا بچہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

مقرر ہو چکی ہیں اور ان کی تقدیری میں لکھی جا چکی ہیں خود آئندہ کے لئے اپنے طور پر کر رہے ہیں اس بنا پر کہ انبیاء علیہ السلام ان کے پاس آچکے اور خدا کی حجت ان پر پوری ہوئی میں نے جواب میں کہا نہیں نہیں بلکہ یہ چیز پہلے سے فیصل شدہ ہے اور مقدر ہو چکی ہے حضرت عمران نے کہا پھر یہ تو ظلم نہ ہوگا میں تو اسے سن کر کانپ اٹھا اور گھبرا گیا اور کہا کہ ہر چیز کا خالق مالک وہی خدا ہے تمام ملک اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے افعال کی باز پرس کوئی نہیں کر سکتا وہ سب سے سوال کر سکتا ہے میرا یہ جواب سن کر حضرت عمران بہت خوش ہوئے اور کہا خدا تعالیٰ تجھے درنگی عنایت فرمائے میں نے تو یہ سوالات اسی لئے کئے تھے کہ امتحان ہو جائے سوائیک شخص مرینہ یا جہینہ قبیلے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا جو میں نے پہلے آپ سے کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا جو آپ نے دیا تو اس نے کہا پھر ہمارے اعمال سے کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس منزل کے لئے پیدا کیا ہے اس سے ویسے ہی کام ہو کر رہیں گے اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور اگر دوزخی لکھا گیا ہے تو ویسے ہی اعمال اس پر آسان ہوں گے سنو قرآن میں اس کی تصدیق موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا** یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے مسند احمد میں بھی ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بامر اللہ تعالیٰ اطاعت رب میں لگا رہا۔ نیکے اعمال رذیل اخلاق چھوڑ دیئے جیسے اور جگہ ہے: **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى** (سورہ اعلیٰ: ۱۴ : ۱۵) جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی اس نے کامیابی پالی اور جس نے اپنے ضمیر کو تباہ کیا اور ہدایت سے ہٹا کر اسے برباد کیا تا فرما نیوں میں پڑ گیا اطاعت خدا چھوڑ بیٹھا یہ ناکام اور نامراد ہوا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا وہ بامر اللہ تعالیٰ جس نفس کو اللہ تعالیٰ نے نیچے گرا دیا وہ برباد ہوا اور خائب و خاسر رہا عوفی اور علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے یہی روایت کرتے ہیں ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا** پڑھ کر فرمایا کہ جس نفس کو خدا نے پاک کیا اس نے چھٹکارا پالیا لیکن اس حدیث میں ایک علت تو یہ ہے کہ جو برین سعد متروک الحدیث ہے دوسری علت یہ ہے کہ ضحاک جو حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں ان کی ملاقات ثابت نہیں طبرانی کی حدیث میں ہے کہ: **فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا** پڑھ کر آپ نے یہ دعا پڑھی: **اللَّهُمَّ أَنْتَ نَفْسِي تَقْوَاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا** ابن ابی حاتم کی حدیث میں یہ دعایوں آئی ہے: **اللَّهُمَّ أَنْتَ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيَّهَا وَمَوْلَاهَا** مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کو ایک مرتبہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر نہیں اندھیرے کی وجہ سے میں گھر میں اپنے ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی تو میرے ہاتھ آپ پر پڑے آپ اس سجدے وقت میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے **رَبِّ اعْطِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا** ولہذا مولہا یہ حدیث صرف مسند احمد ہی میں ہے مسلم شریف اور مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ أَنْتَ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيَّهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَدَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا** یا اللہ میں عاجزی اور بیچارہ ہو جانے سے سستی سے اور ہار جانے سے بڑھاپے سے اور نامردی سے اور بخیل اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اے اللہ میرے دل کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر دے تو ہی اسے بہتر پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا والی اور مولا ہے اے اللہ مجھے ایسے دل سے بچا جس میں تیرا ڈرنہ ہو اور ایسے نفس سے بچا جو آسودہ نہ ہو اور ایسے علم سے بچا جو نفع نہ دے اور ایسی دعا

سے بچا جو قبول نہ کی جائے راوی حدیث حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہم تمہیں سکھاتے ہیں۔

كَذَبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوِيهَا ۖ إِذِ انْتَبَعَتْ أَشْقَاهَا ۖ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ

اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۖ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۖ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۖ

وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۖ

قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب (صالح علیہ السلام کی) تکذیب کی (اور یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جس کہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بد بخت تھا وہ (اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے) اٹھ کھڑا ہوا تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر (صالح) نے فرمایا کہ اللہ کی (اس) اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا سوانہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو قتل کر ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس (ہلاکت) کو (تمام قوم کے لئے عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی کے نکلنے کا) کسی سے) ○

ثمود کی سرکشی :

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ ثمودیوں نے اپنی سرکشی اور تکبر و تجبر کی بنا پر اپنے رسولوں کی تصدیق نہ کی محمد بن کعب فرماتے ہیں بطغویھا کا مطلب یہ ہے کہ ان سب نے تکذیب کی لیکن پہلی بات ہی زیادہ درست ہے حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ نے بھی یہی بیان کیا ہے اس سرکشی کی وجہ سے اور اس تکذیب کی شامت سے یہ اس قدر بد بخت ہو گئے کہ ان میں جو زیادہ برا تھا وہ تیار ہو گیا اس کا نام قدار بن سالف تھا اسی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں اسی کے بارے میں فرمان ہے : فَنَادُوا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ (سورہ قمر: ۲۹) ٹوڈیوں کی آواز پر یہ آگیا اور اس نے اونٹنی کو مار ڈالا یہ شخص اس قوم میں ذی عزت تھا ذی نسب تھا شریف تھا قوم کا رئیس اور سردار تھا مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خطبے میں اس اونٹنی کا اور اس کے مار ڈالنے کا ذکر فرمایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ جیسے ابو زمعہ ہے اسی جیسا یہ شخص بھی اپنی قوم میں شریف عزیز اور بڑا آدمی تھا امام بخاری بھی اسے تفسیر میں اور امام مسلم جہنم کی صفت میں لائے ہیں اور سنن ترمذی سنن نسائی میں بھی یہ روایت تفسیر میں ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں تجھے دنیا بھر کے بد بخت ترین دو شخص بتلاتا ہوں ایک تو احرار ثمود جس نے اونٹنی کو مار ڈالا دوسرا وہ شخص جو تیری پیشانی پر زخم لگائے گا یہاں تک کہ داڑھی خون سے تر ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمادیا تھا کہ اے قوم خدا کی اونٹنی کو برائی پہنچانے سے ڈرو اس کے پانی پینے کے مقرر دن میں ظلم کر کے اسے پانی سے نہ روکو تمہاری اور اس کی باریاں بندھی ہیں لیکن ان بد بختوں نے پیغمبر کی نہ مانی جس گناہ کے باعث ان کے دل سخت ہو گئے اور پھر یہ صاف طور پر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں جسے خداوند تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پتھر کی ایک چٹان سے پیدا کیا تھا جو حضرت صالح علیہ السلام کا ایک معجزہ اور خدا تعالیٰ کی قدرت کی کامل نشانی تھی خدا تعالیٰ بھی ان پر غضب ناک ہو گیا اور ہلاکت ڈال دی اور سب پر برابر سے عذاب اترا یہ اس لئے کہ احمیر ثمود کے ہاتھ پر اس کی قوم کے چھوٹے بڑوں نے مرد و عورت نے بیعت کر لی تھی اور

سب کے مشورے سے اس نے اس اونٹنی کو کاٹا تھا اس لئے عذاب میں بھی سب پکڑے گئے وَلَا يَخَافُ كَوْفَلًا يَخَافُ بھی پڑھا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو سزا دے تو اسے یہ خوف نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ کہیں یہ بگڑ نہ بیٹھیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس بدکار حمیر نے اونٹنی کو مار تو ڈالا لیکن انجام سے نہ ڈرا مگر پہلا قول ہی اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

تفسیر سورہ والیل مکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاذؓ سے یہ فرمانا پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تو نے سَبِّحِ اسْمَ اور وَالشَّمْسِ اور وَاللَّیْلِ سے امامت کیوں نہ کرائی؟

سُورَةُ الْيَلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَحَدُ عَشْرُونَ آيَةً

کُلُّ رُكُوعٍ : ۱ ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ کُلُّ آيَاتٍ : ۲۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝۱ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝۳ إِنَّ
سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝۴ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهُ
لِلْيُسْرَىٰ ۝۷ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهُ
لِلْعُسْرَىٰ ۝۱۰ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۝۱۱

قسم ہے رات کی جب کہ وہ (آفتاب کو اور دن کو) چھپا لے اور (قسم ہے) دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے اور (قسم ہے) اس (ذات) کی جس نے نرا اور مادہ کو پیدا کیا کہ بے شک تمہاری کوششیں (یعنی اعمال) مختلف ہیں سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام کو سچا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے اور جس نے (حقوق و احیہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے) ○

اندھیری رات:

سند احمد میں ہے کہ حضرت علقمہؓ شام آئے اور دمشق کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا مجھے نیک ساتھی عطا فرما پھر چلے تو حضرت ابوالدرداءؓ سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ تم کہاں کے ہو حضرت علقمہؓ نے کہا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں پوچھا کہ ابن ام عبد اس سورت کو کس طرح پڑھتے تھے؟ مین نے کہا وَالَّذِکْرُ وَالْاُنْثٰی پڑھتے تھے حضرت ابوالدرداءؓ فرمانے لگے کہ

میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی سنا ہے اور یہ لوگ مجھے شک و شبہ میں ڈال رہے ہیں پھر فرمایا کیا تم میں تکتے والے یعنی تم میں جن کے پاس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر رہتا تھا اور رازداں ایسے بھیدوں سے واقف جن کا علم اور کسی کو نہیں وہ جو شیطان سے یہ زبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچا لئے گئے تھے وہ نہیں؟ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ساتھی حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس آئے آپ بھی انہیں ڈھونڈتے ہوئے پہنچے پھر پوچھا کہ تم میں حضرت عبداللہ کی قرأت پر قرآن پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے حضرت علقمہؓ کی طرف اشارہ کیا تو ان سے سوال کیا کہ وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ حضرت عبداللہؓ سے تم نے کس طرح سنا؟ وہ بولے کہ وہ: وَالذِّكْرِ وَالْأُنْثَىٰ پڑھتے تھے کہا میں نے بھی حضور علیہ السلام سے اسی طرح سنا ہے اور یہ لوگ چاہتے کہ میں: وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ پڑھوں خدا کی قسم میں تو ان کی مانوں گا نہیں الغرض حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کی قرأت یہی ہے اور حضرت ابوالدرداءؓ نے تو اسے مرفوع کہا ہے باقی جمہور کی قرأت وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے پس اللہ تعالیٰ رات کی قسم کھاتا ہے جب کہ مخلوق پر چھا جائے اور دن کی قسم کھاتا ہے جب کہ وہ تمام چیزوں کو اپنی روشنی سے منور کر دے اور اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے جو نور مادہ کا پیدا کرنے والا ہے جیسے فرمایا: وَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا (سورہ نبا: ۸) ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا اور فرمایا: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (سورہ ذاریات: ۴۹) ہر چیز کے جوڑے ہم نے پیدا کئے ہیں ان متضاد اور ایک دوسری کے خلاف قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ تمہاری کوششیں اور تمہارے اعمال بھی متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں بھلائی کرنے والے بھی ہیں اور برائیوں میں مبتلا رہنے والے بھی ہیں پھر فرماتا ہے کہ جس نے دیا یعنی اپنے مال کو خدا کے حکم کے ماتحت خرچ کیا اور پھونک پھونک کر قدم رکھا ہر امر میں خوف خدا کرتا رہا اور اس کے بدلے کو سچا جانتا رہا اس کے ثواب پر یقین رکھا حسنی کے معنی لا الہ الا اللہ کے بھی کئے گئے ہیں خدا کی نعمتوں کے بھی کئے گئے ہیں نماز روزہ زکوٰۃ صدقہ فطر جنت کے بھی مروی ہیں پھر فرماتا ہے کہ ہم اسے آسانی کی راہ آسان کر دیں گے یعنی بھلائی کی اور جنت کی اور نیک بدلے کی اور جس نے اپنے مال کو راہ خدا میں نہ دیا اور اللہ تعالیٰ سے بے نیازی برتی اور حسنی کی اور قیامت کے بدلے کی تکذیب کی تو اس پر ہم برائی کا راستہ آسان کر دیں گے جیسے فرمایا: وَنَقْلِبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ... (سورہ انعام: ۱۱۰) یعنی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح وہ پہلی بار قرآن پر ایمان نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی بہکتے رکھیں گے اس معنی کی آیات قرآن کریم میں جا بجا موجود ہیں کہ ہر عمل کا بدلہ اسی جیسا ہوتا ہے خیر کا قصد کرنے والے کو توفیق خیر ملتی ہے اور شر کا قصد کرنے والوں کو اسی کی توفیق ملتی ہے اس معنی کی تائید میں یہ احادیث بھی ہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے اعمال لکھی تقدیر کے ماتحت ہیں یا خود ہماری طرف سے ہیں آپ نے فرمایا بلکہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مطابق کہنے لگے پھر عمل کی کیا ضرورت فرمایا ہر شخص پر وہ عمل آسان ہوں گے جس چیز کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ (مسند احمد) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بقیع غرقہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے تو آپ نے فرمایا سنو تم میں سے ہر ایک کی جگہ جنت دوزخ میں مقرر کردہ ہے اور لکھی ہوئی ہے لوگوں نے کہا پھر ہم اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ کیوں نہ رہیں؟ تو آپ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص کو وہی عمل اس آئیں گے جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے؟ پھر آپ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں (صحیح بخاری شریف) اسی روایت کے اور طریق میں ہے کہ اس بیان کے وقت آپ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا اور سر نیچا کئے ہوئے زمین پر اے پھیر رہے تھے الفاظ میں کچھ کمی بیشی بھی ہے مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک ایسا ہی سوال جیسا کہ اوپر کی حدیث میں حضرت صدیق اکبرؓ کا گزرا مروی ہے اور آپ کا جواب بھی انہیں تقریباً ایسا ہی مروی ہے ابن جریرؓ میں حضرت جابرؓ سے بھی ایسی ہی

روایت مروی ہے ابن جریر کی ایک حدیث میں دونو جوانوں کا ایسا ہی سوال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی جواب مروی ہے اور پھر ان دونوں حضرات کا یہ قول بھی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بہ کوشش نیک اعمال کرتے رہیں گے حضرت ابوالدرداءؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر دن غروب کے وقت سورج کے دونوں طرف فرشتے ہوتے ہیں وہ با آواز بلند دعا کرتے ہیں جسے تمام چیزیں سنتی ہیں سوائے جنات اور انسان کے کہ اے اللہ سخی کو نیک بدلہ دے اور بخیل کا مال تلف کر یہی معنی ہیں قرآن کی ان چار آیتوں کے ابن ابی حاتم میں ایک ہی غریب حدیث میں اس پوری سورت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں پڑتی تھیں وہ بے چارہ غریب نیک بخت اور بال بچے دار تھا باغ والا جب اس درخت کی کھجوریں اتارنے آتا تو اس مسکین کے گھر میں جا کر وہاں کی کھجوریں اتارتا اس میں جو کھجوریں نیچے گرتیں انہیں اس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آکر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے نے منہ میں ڈال بھی لی تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکلوا لیتا اس مسکین نے اس کی شکایت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپ نے ان سے تو فرما دیا کہ اچھا تم جاؤ اور آپ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا تو وہ درخت جس کی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں مجھے دے دے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دے گا وہ کہنے لگا اچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیا مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں اور کسی کی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے چلے ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپ کا کردوں تو کیا مجھے بھی اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ شخص اس باغ والے کے پاس آئے ان کا بھی ایک باغ کھجوروں کا تھا یہ پہلا شخص ان سے وہ ذکر کرنے لگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے فلاں درخت کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت دینے کو فرما رہے تھے میں نے یہ جواب دیا یہ سن کر خاموش ہو رہے پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی میں مانگوں وہ کوئی مجھے دے دے لیکن کون دے سکتا ہے پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کہا چالیس درخت خرما کے اس نے کہا یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس؟ پھر اور باتوں میں لگ گئے پھر کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے میں ہی خریدتا ہوں اس نے کہا اگر سچ مچ خریدنا ہے تو گواہ کر لو اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے پھر اسے کچھ سوچھی تو کہنے لگا کہ دیکھئے صاحب جب تک ہم تم الگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا اس نے بھی کہا بہت اچھا میں بھی ایسا حتم نہیں ہوں کہ تیرے ایک درخت کے بدلے جو ختم کھایا ہوا ہے اپنے چالیس درخت دے دوں تو یہ کہنے لگا کہ اچھا اچھا مجھے منظور ہے لیکن درخت جو میں لوں گا وہ تنے والے بہت عمدہ ہوں گا اس نے کہا اچھا منظور چنانچہ گواہوں کے رو برو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخواست ہوئی یہ شخص خوشی خوشی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اسے آپ کو دے دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بال بچوں کا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس پر یہ سورت نازل ہوئی ہے ابن جریر میں ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی ہیں آپ مکہ میں ابتدائے اسلام کے زمانہ میں بڑھیا عورتوں کو اور ضعیف لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے تھے آزاد کر دیا کرتے تھے اس پر ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت ابوقحافہؓ نے جواب بھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے کہا بیٹا تم جو ان کمزور ہستیوں کو آزاد کرتے پھرتے ہو اس سے یہ اچھا ہو کہ جو ان طاقت والوں کو آزاد کرنا کہ وقت پر تمہیں کام آئیں تمہاری مدد کریں اور دشمنوں سے لڑیں تو صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ ابا

جی میرا ارادہ دنیوی فائدہ کا نہیں میں تو صرف رضائے رب مرضی مولا چاہتا ہوں اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں تو رسی کے معنی مرنے کے بھی مروی ہیں اور آگ میں گرنے کے بھی۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۖ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۚ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۚ
لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۖ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۖ
الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۖ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۖ إِلَّا
ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۖ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۖ

ع

واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور (جیسا راہ کوئی اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے کیونکہ) ہمارے ہی قبضہ قدرت میں ہے آخرت اور دنیا (آگے بطور توضیح کے ارشاد ہے کہ) تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں (ہمیشہ کے لئے) وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے (دین حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے (یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا (یعنی آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی) ○

ہدایت:

یعنی حلال و حرام کا ظاہر کر دینا ہمارے ذمہ ہے یہ بھی معنی ہیں کہ جو ہدایت پر چلا وہ یقیناً ہم تک پہنچ جائے گا جیسے فرمایا: وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ (سورہ نحل: ۹) آخرت اور دنیا کی ملکیت ہماری ہی ہے میں نے بھڑکتی ہوئی آگ سے تمہیں ہوشیار کر دیا ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خطبہ کی حالت میں سنا ہے آپ بہت بلند آواز سے فرما رہے تھے یہاں تک کہ اس جگہ سے بازار تک آواز پہنچے اور بار بار فرماتے جاتے تھے لوگو میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا چکا ہوں لوگو میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا رہا ہوں بار بار یہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں سے سرک کر پیروں میں گر پڑی صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے دونوں تلووں تلے وہ انگارے رکھ دیئے جائیں گے جن سے اس کا دماغ ابل رہا ہوگا مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہوگا جس کی جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح ابل رہا ہوگا جس طرح ہنڈیا میں جوش آرہا ہو باوجودیکہ سب سے ہلکے عذاب والا یہی ہے لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہیں ہوگا اس جہنم میں صرف وہی لوگ گھیر گھا کر بدترین عذاب کئے جائیں گے جو بد نصیب ہوں جن کے دل میں تکذیب ہو اور جسم سے اسلام پر عمل نہ ہو مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جو انکار کریں لوگوں نے پوچھا منکر کون ہے؟ فرمایا جو میری اطاعت کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا اور فرمایا جہنم سے دوری اسے ہوگی جو تقویٰ شعار

پرہیزگار خدا کے ڈروالا ہو جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں دے تاکہ خود بھی پاک ہو جائے اور اپنی چیزوں کو بھی پاک کر لے اور دین و دنیا میں پاکیزگی حاصل کر لے یہ اس لئے کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا کہ اس کا کوئی احسان اس پر ہے بلکہ اس لئے کہ آخرت میں جنت لے اور وہاں خدا تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو پھر فرماتا ہے کہ بہت جلد بالیقین ایسی پاک صفتوں والا شخص راضی ہو جائے گا اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیتیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں اتری ہیں یہاں تک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے بے شک صدیق اکبرؓ اس میں شامل ہیں اور اس کے عموم میں ساری امت میں پہلے ہیں گو الفاظ آیت کے عام ہیں لیکن آپ سب اول اور اس کے مصداق ہیں ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھ چڑھ کر آپ ہی تھے آپ صدیق تھے پرہیزگار تھے سخی تھے اپنے مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کے ساتھ احسان و سلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی امید پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف خدا کی مرضی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے لئے جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب حضرت صدیق اکبرؓ کے احسانات کے بارے میں یہاں تک کہ عروہ بن مسعود جو قبیلہ ثقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت صدیق اکبرؓ نے اسے ڈانٹا ڈپٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکتا تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا پس جب کہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اوروں کا کیا شمار؟ اس لئے یہاں بھی فرمایا کہ کسی کے احسان کا بدلہ نہیں دینا نہیں بلکہ صرف دیدار خدا کی خواہش ہے صحیحین کی حدیث میں ہے جو شخص جو خدا کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے داروغے پکاریں گے کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندے ادھر سے آؤ یہ دروازہ سب سے اچھا ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضرورت تو ایسی نہیں لیکن فرمائیے کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے اور مجھے خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔

تفسیر سورہ والضحیٰ مکہ

اسماعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد کے سامنے حضرت عکرمہ عطاوت قرآن کر رہے تھے جب اس سورت تک پہنچے تو دونوں نے فرمایا کہ اب سے آخر تک ہر سورت کے خاتمہ پر اللہ اکبر کہا کرو ہم نے ابن کثیر کے سامنے پڑھا تو انہوں نے ہمیں یہی فرمایا اور انہوں نے فرمایا کہ ہم سے مجاہدؒ نے فرمایا ہے اور مجاہدؒ کو حضرت ابن عباسؓ کی یہی تعلیم تھی اور ابن عباسؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ نے یہی فرمایا تھا اور ابی بن کعبؓ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا امام القراءت حضرت ابو الحسن بھی اس سنت کے راوی ہیں حضرت ابو حاتم رازیؒ اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اس لئے کہ ابو الحسن ضعیف ہیں ابو حاتم تو ان سے حدیث ہی نہیں لیتے اسی طرح ابو جعفر عقیلی بھی انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں لیکن شیخ شہاب الدین ابو شامہ شرح شاطبیہ میں حضرت امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ نماز میں اس تکبیر کو کہتے تھے تو آپ نے فرمایا تو نے اچھا کیا اور سنت کو پہنچ کیا یہ واقعہ اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو پھر قاریوں میں اس بات کا بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ یہ تکبیر پڑھے اور کس طرح پڑھے بعض تو کہتے ہیں وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ کے خاتمہ سے بعض کہتے ہیں وَالضُّحَىٰ کے آخر سے پھر بعض تو کہتے ہیں صرف اللہ اکبر کہے بعض کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے بعض قاریوں نے سورہ والضحیٰ سے ان تکبیروں کے کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب وحی کے آنے میں دیر لگی اور کچھ مدت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ اتری پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہی سورت لائے تو خوشی اور فرحت کے باعث آپ نے تکبیر

کمی لیکن یہ کسی ایسی اسناد کے ساتھ مروی نہیں جس سے صحت و ضعف کا پتہ چل سکے۔ واللہ اعلم۔

سُورَةُ الضُّحَىٰ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اِحْدَى عَشْرَةَ آيَةً

کُلُّ رُكُوعٍ: ۱۰ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ کُلُّ آيَاتٍ: ۱۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالضُّحَىٰ ۝۱ وَاللَّيْلُ إِذَا سَجَىٰ ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝۳ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝۵ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝۷ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝۸ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے (آگے جواب قسم ہے) کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے دشمنی کی اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے (پس وہاں آپ کو اس سے زیادہ نعمتیں ملیں گی) اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) رستہ بتا دیا اور (اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا تو آپ (اس کے شکر یہ میں) یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکئے (یہ تو شکر فعلی ہے) اور اپنے رب کے انعامات (مذکورہ) کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے (یعنی زبان سے قول شکر بھی کیجئے) ○

قسم ہے دن کے اُجالے کی:

مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور ایک یا دو راتوں تک آپ تہجد کی نماز کے لئے نہ اٹھ سکے تو ایک عورت کہنے لگی کہ تجھے تیرے شیطان نے چھوڑ دیا اس پر یہ انگی آیتیں نازل ہوئیں (بخاری مسلم وغیرہ) حضرت جناب فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں کچھ دیر ہوئی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ چھوڑ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے: وَالضُّحَىٰ سے مَا قَلَىٰ تک کی آیتیں نازل کیں اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پر پتھر مارا گیا تھا جس میں سے خون نکلا اور جس پر آپ نے فرمایا۔

هَلْ أَنتَ إِلَّا أَصْبَعٌ وَدُمِيتَ ☆ سَفَى سَبِيلَ اللَّهِ مَالِقِيتَ

یعنی تو صرف ایک انگلی ہے اور راہ خدا میں تجھے یہ زخم لگا ہے طبیعت ناساز ہو جانے کی وجہ سے دو تین رات آپ بیدار نہ ہوئے جس پر اس عورت نے وہ ناشائستہ الفاظ نکالے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں کہا گیا ہے کہ یہ عورت ابو لہب کی بیوی ام جمیل تھی اس پر خدا تعالیٰ کی مار آپ کی انگلی کا زخمی ہونا اور اس موزوں کلام کا بے ساختہ زبان مبارک سے ادا ہونا تو صحیحین میں بھی ثابت ہے لیکن ترک قیام کا سبب اسے بتانا اور اس پر ان آیتوں کا نازل ہونا یہ صحیح نہیں ہے ابن جریر میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے کہا تھا کہ آپ کا رب آپ سے

عَمَّ ۳۰

منزل ۴

کہیں ناراض نہ ہو گیا ہو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں اور روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے میں دیر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت گھبرائے اس پر حضرت خدیجہؓ نے یہ سبب بیان کیا اور اس پر یہ آیتیں اتریں یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور حضرت خدیجہؓ کا نام تو اس میں محفوظ نہیں معلوم ہوتا ہاں یہ ممکن ہے کہ بی بی صاحبہ نے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ فرمایا ہو واللہ اعلم۔ ابن اسحاق اور بعض اور سلف نے فرمایا ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام اپنی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور بہت ہی قریب ہو گئے تھے اس وقت اسی سورت کی وحی نازل فرمائی تھی ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ وحی کے رک جانے کی بنا پر مشرکین کے اس ناپاک قول کے رد میں یہ آیتیں اتریں یہاں اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت کی دن کی روشنی اور رات کے سکون اور اندھیرے کی قسم کھائی جو قدرت قادر اور خلق کی صاف دلیل ہے جیسے اور جگہ ہے: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ (سورہ لیل: ۱-۲) اور جگہ ہے: فَالْقُلُوبُ أَكْصَابُحٌ..... (سورہ انعام: ۹۶) مطلب یہ ہے کہ اپنی اس قدرت کا یہاں بھی بیان کیا ہے پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا نہ تجھ سے دشمنی کی تیرے لئے آخرت اس دنیا سے بہت بہتر ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے اور سب سے زیادہ تارک دنیا تھے آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات ہر گز مخفی نہیں رہ سکتی مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوریے پر سوتے جسم مبارک پر بوریے کے نشان پڑ گئے جب بیدار ہوئے تو میں آپ کی کروٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیوں اجازت نہیں دیتے کہ اس بوریے پر کچھ بچھا دیا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ میں کہاں دنیا کہاں؟ میری اور دنیا کی مثال تو اس راہرو سوار کی طرح ہے جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھہر جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور حسن ہے پھر فرمایا تیرا رب تجھے آخرت میں تیری امت کے بارے میں اس قدر نعمتیں دے گا کہ تو خوش ہو جائے اس کی بڑی تکریم ہوگی اور آپ کو خاص کر کے حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا جس کے کنارے پر کھوکھلے موتی کے خیمے ہوں گے جس کی مٹی خالص مشک ہوگی یہ حدیثیں عنقریب آرہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایک روایت میں ہے کہ جو خزانے آپ کی امت کو ملنے والے تھے وہ ایک ایک کر کے آپ پر ظاہر کئے گئے آپ بہت خوش ہوئے اس پر یہ آیت اتری جنت میں ایک ہزار محل آپ کو دیئے گئے ہر محل میں پاک بیویاں اور بہترین خادم ہیں ابن عباسؓ تک اس کی سند صحیح ہے اور بظاہر ایسی بات بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے روایت نہیں ہو سکتی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے حسنؓ فرماتے ہیں اس سے مراد شفاعت ہے ابن ابی شیبہؓ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت دنیا پر پسند کر لی ہے پھر آپ نے آیت: وَلَسَوْفَ كُنْتُمُ الْمَرْضِيَّاتِ فرمائی پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتانے پہلی نعمت یہ بیان فرمائی کہ آپ کی قیمتی کی حالت میں خدائے تبارک و تعالیٰ نے آپ کا بچاؤ کیا اور آپ کی حفاظت کی اور پرورش کی اور جگہ عنایت فرمائی

۱۔ قبل ہجرت میں ایک بار ایسا ہوا کہ کسی وجہ سے وحی کا سلسلہ موقوف ہو گیا اسلام اور آنحضور ﷺ کے وہ مخالف جو اس طرح کے مواقع کی تاک میں رہتے تھے طرح طرح کی باتیں کہنے لگے اسی طرح عرصہ میں قرآن کریم کی یہ مکمل سورت نازل ہوئی اس میں ارشاد ہے کہ دن کی پھیلی ہوئی اجلی روشنی اور رات کی تاریکی اور اس کا سناٹا اس بات کی خوب شہادت دیتا رہتا ہے کہ آپ اے محمد ﷺ ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی عنایات اور افضال کا خاص مورد ہیں اور اسی طرح آئندہ بھی رہیں گے خدا تعالیٰ نے تو کسی پیغمبر کو کبھی نہیں چھوڑا چہ جائیکہ آیت ایسے اولوالعزم اور سرور انبیاء ﷺ کو۔ بلکہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر دور آپ ﷺ کی اپنی حیات طیبہ کے پہلے دور سے نہایت بہتر اور عمدہ نظر آئے گا آپ خود دیکھئے کہ آپ ﷺ کو دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ یتیم تھے بے سر و سامان اور بے بس لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا وہ زمانہ کیسے آرام و راحت سے گزر روایا۔ دادا کے قلب میں بے پناہ محبت پھر چچا کے دل میں شفقت دانی حلیمہ کے چہیتے اور اعزہ و اقارب کے نور نظر اللہ یجدک یتیمًا فاوی کا یہی مطلب ہے۔

آپ کے والد کا انتقال تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہوکا تھا بعض کہتے ہیں کہ ولادت کے بعد ہوا چھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا اب آپ اپنے چچا ابوطالب کی پرورش میں آئے ابوطالب آپ نگرانی اور امداد کرتے رہے آپ کی پوری توقیر و عزت کرتے تھے اور قوم کی مخالفت کے چڑھتے طوفان کو روکتے رہتے تھے اور خود کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے بطور ڈھال کے پیش کر دیا کرتے تھے کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت مل چکی تھی اور قریش سخت تر مخالفت بلکہ دشمن جان ہو گئے تھے ابو طالب باوجود بت پرست مشرک ہونے کے آپ کا ساتھ دیتا تھا اور مخالفین سے لڑتا رہتا تھا یہ بھی منجانب اللہ حسن تدبیر کہ آپ کی یتیمی کے ایام اسی طرح گزارے اور مخالفین سے آپ کی خدمت اس طرح لی یہاں تک کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابوطالب بھی فوت ہو گئے اب سفہاء و جہلاء قریش اٹھ کھڑے ہوئے تو پروردگار عالم نے آپ کو مدینہ شرف کی ہجرت کرنے کی رخصت عطا فرمائی اور اوس و خزرج جیسی قوموں کو آپ کا انصار بنادیا ان بزرگوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو جگہ دی اور مدد کی حفاظت کی اور مخالفین سے سینہ سپر ہو کر مردانہ وار لڑائیاں کیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش رہے یہ سب کا سب خدا کی حفاظت اور اس کی عنایت احسان و اکرام سے تھا پھر فرمایا کہ راہ بھولا پا کر صحیح راستہ دکھایا جیسے اور جگہ ہے: مَا كُنْتُ تَذَرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ (سورہ شوریٰ: ۵۲) یعنی اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح (جبرائیل علیہ السلام یا قرآن) کی وحی کی تم یہ بھی نہ جانتے تھے کہ ایمان کیا چیز ہوتی ہے نہ کتاب کی خبر تھی بلکہ ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا ہدایت کر دی بعض کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں مکہ کی گلیوں میں گم ہو گئے تھے اس وقت خدا نے لوٹا لیا بعض کہتے ہیں کہ شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ جاتے ہوئے رات کو شیطان نے آپ کی اونٹنی کی ٹکیل پکڑ کر راہ سے ہٹا کر جنگل میں ڈال دیا پس جبرائیل علیہ السلام آئے اور پھونک مار کر شیطان کو تو حبشہ میں ڈال دیا اور سواری کو راہ پر لگا دیا بغوی نے یہ دونوں قول کئے ہیں پھر فرماتا ہے کہ بال بچوں والا ہوتے ہوئے تنگ دست پا کر ہم نے آپ کو غنی کر دیا پس فقیر صابر اور غنی شا کر ہونے کے درجات آپ کو مل گئے صلوات اللہ علیہ و سلامہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ سب حال نبوت سے پہلے کے ہیں صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو انگری مال و اسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تو انگری وہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو صحیح مسلم شریف میں ہے اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا اور جو کافی ہو جائے اتنا رزق بھی ملا اور خدا کے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق ملی پھر فرماتا ہے کہ یتیم کو حقیر نہ کر نہ ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ اس کے ساتھ احسان و سلوک کر اور اپنی یتیمی کو نہ بھول قتادہ فرماتے ہیں کہ یتیم کے لئے ایسا ہو جانا چاہئے جیسے سگا باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے سائل کو نہ جھڑکے جس طرح تم بے راہ تھے اور خدا نے ہدایت دی تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھے صحیح راستہ دریافت کرے تو تم اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو غریب مسکین ضعیف بندوں پر تکبر تجبر نہ کرو انہیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں برا بھلا نہ کہو سخت سست نہ بولو اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکے تو بھی بھلا اور اچھا جواب دے نرمی اور رحم کے ساتھ لوٹا دے پھر فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتے رہو یعنی جس طرح تمہاری فقیری کو ہم نے تو انگری سے بدل دیا تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ تھا وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنُعْمَتِكَ مُشِينًا بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيهَا وَآيَمَهَا عَلَيْنَا یعنی خدا یا ہمیں اپنی نعمتوں کی شکر گزاری کرنے والا ان کی وجہ سے تیری ثنائیاں کرنے والا ان کا اقرار کرنے والا کر دے اور ان نعمتوں کو ہمیں بھرپور دے ابو نصرہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکر گزاری میں یہ بھی

محققین نے لکھا ہے کہ فقیر کو جھڑکنے کی ہر صورت میں ممانعت نہیں ہے اگر کوئی فقیر نرم لہجے میں سمجھانے کے باوجود پیچھا نہ چھوڑے تو اس کو باشبہ جھڑک سکتے ہیں۔ دیکھو روح المعانی۔

داخل ہے کہ ان کا بیان ہوسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جس نے تھوڑے پر شکر نہ کیا اس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا لوگوں کی شکرگزاری جس نے نہ کی اس نے خدا کی بھی نہیں کی نعمتوں کا بیان بھی شکر ہے اور ان کا بیان نہ کرنا ناشکری ہے جماعت کے ساتھ رحمت کا سبب ہے اور تفرقہ عذاب کا باعث ہے اس کی اسناد ضعیف ہے صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار سارے کا سارا اجر لے گئے فرمایا جب تک کہ تم ان کے لئے دعا کیا کرو اور ان کی تعریف کرتے رہو ابوداؤد میں ہے کہ اس نے خدا کی شکرگزاری نہیں کی جس نے لوگوں کی شکرگزاری نہ کی ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ جسے کوئی نعمت ملی اور اس نے اسے بیان کیا تو وہ شکر گزار ہے اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی اور روایت میں ہے کہ جسے کوئی عطا دی جائے اسے چاہئے کہ اگر ہو سکے تو بدلہ اتار دے اگر نہ ہو تو اس کی شایان کرے جس نے شاکی وہ شکر گزار ہوا اور جس نے اس نعمت کا اظہار نہ کیا اس نے ناشکری کی (ابوداؤد) مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے ایک روایت میں ہے کہ قرآن مراد ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپؐ کو معلوم ہیں وہ اپنے بھائیوں سے بھی بیان کر دو محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ جو نعمت و کرامت نبوت کی تمہیں ملی ہے اسے بیان کر دو اس کا ذکر کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہوں میں سے جن پر آپؐ کو اطمینان ہوتا پوشیدگی سے پہلے پہل سینہ دعوت دینی شروع کی اور آپؐ پر نماز فرض ہوئی جو آپؐ نے ادا کی۔

تفسیر سورہ الم نشرح مکہ

سُورَةُ الْاِنْشِرَاحِ مَكِّيَّةٌ ثَمَانِيَاتُ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۸:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝۷ وَالِی رِبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸

کیا ہم نے آپؐ کی خاطر آپؐ کا سینہ (علم و حکم سے) کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپؐ پر سے آپؐ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپؐ کی کمر توڑ رکھی تھی اور ہم نے آپؐ کی خاطر آپؐ کا آواز بلند کر دیا سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی (ہونے والی) ہے بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے تو آپؐ جب (تبلیغ احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو دوسری عبادات متعلقہ بذات خاص میں محنت کیا کیجئے اور جو کچھ مانگتا ہو اس میں اپنے رب کی طرف توجہ رکھئے ○



ہمارے یہ احسانات:

یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا چوڑا کشادہ کر دیا اور رحمت و کرم والا کر دیا اور جگہ ہے: فَمَنْ يُؤْرِثْ اللَّهُ (سورہ انعام ۱۲۵) یعنی خدا جسے ہدایت دینا چاہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے جس طرح آپ کا سینہ کشادہ کر دیا گیا تھا اسی طرح آپ کی شریعت بھی سہل نرم اور سہولت والی بنادی جس میں نہ تو کوئی حرج ہے نہ تنگی نہ ترشی نہ تکلیف اور سختی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جاتا ہے جیسے کہ مالک بن صعصعہ کی روایت سے پہلے گزر چکا ہے امام ترمذی نے اس حدیث نے حدیث کو یہیں ذکر کیا لیکن یہ یاد رہے کہ یہ دونوں واقعے مراد ہو سکتے ہیں یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو راز خدا کا گنجینہ بنا دینا واللہ اعلم۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ بڑی جرأت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت میں سب سے پہلے آپ نے کیا دیکھا آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہؓ میں دس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہی وہ ہیں؟ اب وہ شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبو میں آرہی تھیں کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور ایسے کپڑے پہنچے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آ کر اتھوں نے میرے دونوں بازو تھام لئے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ انہیں لٹا دو چنانچہ اس نے لٹا دیا لیکن اس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ محسوس ہوا پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ شق کر دو چنانچہ میرا سینہ چیر دیا لیکن نہ تو مجھے اس میں کچھ دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا پھر کہا اس میں سے غل و غش حسد و بغض سب نکال دو چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا پھر اس نے کہا اس میں رافت و رحمت رحم و کرم بھر دو پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکال لی تھی اتنی بھردی پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائے اور سلامتی سے زندگی گزارے اب جو میں چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں رقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے (مسند احمد) پھر فرمان ہے کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا یہ اسی معنی میں ہے کہ خدا نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادئے جس نے تیری کمر سے آواز نکلوادی تھی اور جس نے تیری کمر کو بوجھل کر دیا تھا ہم نے تیرا ذکر بلند کیا حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا جیسے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَادَةُ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں آپ کا ذکر بلند کر دیا کوئی خطیب کوئی واعظ کوئی کلمہ گو کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اور آپ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کیسے اور کس طرح بلند کروں؟ آپ نے فرمایا خدا ہی کو کامل علم ہے فرمایا

۱۔ شرح صدر دراصل ایک کیفیت ہے جو صوفیا کے یہاں نہایت مقبول اور بلند نسبت کا نام ہے شرح صدر کا مطلب خدا کی دی ہوئی شریعت کے کل و جز، پر اس طرح اطمینان کہ قلب میں ادنیٰ درجہ کا تاثر باقی نہ رہے یہ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے کہ آپ کو یہ کیفیت با احاطہ عطا ہوئی جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوال پر دی گئی تھی۔

۲۔ یہ صرف ایک قول ہے ورنہ یہاں مفسرین نے دوسرے اقوال بھی ذکر کئے ہیں یعنی قبل نبوت آپ کو اپنی قوم کا تباہ حالی کا فکر تھا خدا تعالیٰ نے آپ پر ہدایت کی راہ کھول دی اور آپ کا یہ بوجھ ہلکا کر دیا نبوت کے بعد آپ کو تبلیغ و احکام کا فکر تھا خدا تعالیٰ نے یہ فرما کر کہ آپ پر تبلیغ صرف فرض ہے کسی کو سلمان بن نہیں یہ بہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجھ ہلکا کر دیا۔

جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا میں نے کہا خدا یا مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کے لئے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تھا تو خدا تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بے شک فرمایا راہ گم گردہ پا کر میں نے تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بے شک فرمایا کیا فقیر پا کر غنی نہیں کر دیا؟ میں نے کہا بے شک فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بے شک کیا ہے ابو نعیم دلائل نبوت میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا خدا یا مجھ سے پہلے جتنے انبیاء ہوئے ان سب کی تو نے تکریم کی ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا سلمان علیہ السلام کے لئے ہواؤں کو تابعدار بنایا اور شیاطین کو بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ کرائے ہیں پس میرے لئے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی؟ کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو ظاہر اُپڑھتے ہیں یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے عرش کے خزانوں میں سے یہ خزانہ دیا جو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ہے ابن عباسؓ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر ہے جس طرح حسان کے شعروں میں ہے

أَعَزَّ عَلَيْهِ لِلنَّبِوةِ خَاتَمٌ ﴿۱﴾ مِنَ اللَّهِ مِنْ نُورٍ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ
وَضَمَّ إِلَالَهُ اسْمَ النَّبِيِّ إِلَى اسْمِهِ ﴿۲﴾ إِذَا قَالَ فِي الْخُمْسِ الْمَوْذُنُ أَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيَجْلَهُ ﴿۳﴾ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر نبوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر چمکادی جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ملا لیا جب کہ پانچوں وقت مؤذن اشہد..... کہتا ہے آپ کی عزت و جلال کے اظہار کے لئے اپنے نام سے آپ کا نام نکالا دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے روز میثاق میں عہد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کا حکم کریں پھر آپ کی امت میں آپ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے ضروری نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور بیٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ہو اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ آپ کا ذکر بار بار اس میں نہ آئے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ تکرار و تاکید کے ساتھ دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی و دشواری کے ساتھ سہولت ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا پس لوگوں نے کہا اگر سختی آئے اور اس پتھر میں گھس جائے تو آسانی بھی آئے گی اور اسی میں جائے گی اور اسے نکال لائے گی اس پر یہ آیت اتری مسند بزار میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر دشواری اس پتھر میں داخل ہو جائے تو آسانی آکر اسے نکالے گی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی یہ حدیث صرف عائد بن شریح حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ابو حاتم رازی کا فیصلہ ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن مسعودؓ سے یہ موقوف مروی ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔ حضرت حسنؓ سے ابن جریر میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دن شاداں و فرحان آئے اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے ہرگز ایک دشواری دوزمیوں پر غالب نہیں آسکتی پھر اس آیت کی آپ نے تلاوت فرمائی یہ حدیث مرسل ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خوشخبری سنائی کہ دو آسانیوں پر ایک سختی غالب نہیں آسکتی مطلب یہ ہے کہ عمر کے لفظ کو تو دونوں معارف لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور یسر کے لفظ کو نکرہ لائے ہیں تو وہ متعدد ہو گیا ایک حدیث میں ہے کہ معونت یعنی امداد خدا بقدر مؤنث یعنی تکلیف کے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور صبر مصیبت کی مقدار پر نازل ہوتا ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں

صَبْرًا جَمِيلًا مَا أَقْرَبَ الْقُرْجَا ۖ مِنْ رَاقِبِ اللَّهِ فِي الْأُمُورِ نَجَا
مَنْ صَدَّقَ اللَّهَ لَمْ يَنْلُكَ إِذَى ۖ وَمَنْ رَجَاهُ يَكُونُ حَيْثُ رَجَا

یعنی اچھا صبر کشادگی سے کیا ہی قریب ہے؟ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھنے والا نجات یافتہ ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرنے والے کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی اس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے حضرت ابو حاتم سجتائی کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں انسان پر چھا جاتی ہیں اور کوئی تدبیر نجات کارگر نہیں ہوتی اس وقت اچانک خدا کی مدد پہنچتی ہے اور وہ دعاؤں کا سننے والا بڑا رحیم و رحمن اس سختی کو آسانی سے اور اس تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے تنگیاں جب کہ بھرپور آ پڑتی ہیں پروردگار معاشادگیاں نازل فرما کر نقصان کو فائدہ سے بدل دیتا ہے کسی اور شاعر نے کہا ہے

وَلَوْ نَزَلَ بِضِيقٍ بِهِ الْفَتَى ۖ ذُرْعًا وَعِنْدَ اللَّهِ مِنْهَا الْمَخْرَجُ
كُفِلَتْ فَلَمَّا اسْتَحْلَمَتْ حَلَقَاتُهَا ۖ فَرَجَتْ وَكَانَ يَظُنُّهَا لَا تَفْرُجُ

یعنی بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگ دل ہو جاتا ہے حالانکہ خدا کے پاس ان سے چھٹکارا بھی ہے جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتی ہیں اور زنجیر کے حلقے مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا اب یہ کیا ہٹے گی؟ کہ اچانک اس رحیم و کریم خدا کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں اور اس مصیبت کو اس طرح دور کر دیتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی اس کے بعد ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب تو دنیوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پائے تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کر کے ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا اپنی نیت خالص کر لے اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری جناب کی طرف متوجہ ہو جا اسی کی ہم معنی وہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کے وقت نماز نہیں اور اس حالت میں بھی کہ انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو اور حدیث ہے کہ جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو حضرت مجاہدؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دعا کر زید بن اسلم اور ضحاک فرماتے ہیں کہ جہاد سے فارغ ہو کر خدا کی عبادت میں لگ جا ثوری فرماتے ہیں کہ اپنی نیت اور اپنی رغبت خدا ہی کی طرف رکھ۔

۱۔ شریعت چاہتی ہے کہ مسلمان پوری فراغت قلب کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرے اور اگر قضا حاجت کی ضرورت ہو یا بھوک اور پیاس لگ رہی ہو تو آدمی دل سے عبادت میں مشغول نہیں ہو سکتا اس لئے ایسے تقاضوں کے وقت میں ادائیگی نماز سے بچنا چاہئے۔

تفسیر سورہ والتین مکہ

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں یہ سورت پڑھ رہے تھے میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز اور اچھی قرأت کی کی نہیں سنی۔

سُورَةُ التِّينِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۸:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَفِيلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ۝

قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر (ان میں) جو بوڑھا ہو جاتا ہے ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے (بھی) پست تر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے؟

اور قسم ہے اس بلدِ امین کی:

تین سے مراد کسی کے نزدیک تو مسجد دمشق ہے کوئی کہتا ہے خود دمشق مراد ہے کسی کے نزدیک دمشق کا ایک پہاڑ مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ اصحاب کبف کی مسجد مراد ہے کوئی کہتا ہے جودی پہاڑ پر جو مسجد نوح ہے وہ مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ انجیر مراد ہے زیتون سے کوئی کہتا ہے مسجد بیت المقدس مراد ہے کسی نے کہا وہ زیتون جسے نچوڑتے ہو طور سینین وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا تھا اور بلدِ امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں بعض کا قول یہ ہے کہ یہ تینوں وہ جگہیں ہیں جہاں تین اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبر علیہ السلام بھیجے گئے ہیں تین سے مراد تو بیت المقدس ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور طور سینین سے مراد طور سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران سے خدا تعالیٰ نے کلام کیا تھا اور بلدِ امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تو رات کے آخر میں بھی ان تینوں جگہوں کا نام ہے اس میں ہے کہ طور سینا سے اللہ تعالیٰ آیا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہاں پر خدا تعالیٰ نے کلام کیا اور ساعیر یعنی بیت المقدس کے پہاڑ سے اس نے نور چمکایا یعنی بعض جدید مفسرین نے انجیر کے لفظ سے گوتم بدھ بھی مراد لیا ہے بشرطیکہ گوتم بدھ کی نبوت ثابت ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہاں بھیجا اور فاران کی چوٹیوں پر وہ بلند ہوا یعنی مکہ کے پہاڑوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا پھر ان تینوں زبردست بڑے مرتبے والے پیغمبروں کی زبان سے اور وجودی ترتیب بیان کردی اسی طرح یہاں بھی پہلے جس چیز کا نام لیا اس سے زیادہ شریف چیز کا نام پھر لیا پھر دونوں سے بزرگ تر چیز کا نام آخر میں لیا پھر ان قسموں کے بعد بیان فرمایا کہ انسان کو اچھی شکل و صورت میں صحیح قد و قامت والا درست اور سڈول اعضاء والا خوبصورت اور پر رونق چہرے والا پیدا کیا پھر اسے نیچوں سے نچا کر دیا یعنی جہنمی ہو گیا اگر خدا کی اطاعت اور رسول علیہ السلام کی اتباع نہ کی تو اسی لئے ایمان کو اس سے الگ کر لیا بعض کہتے ہیں کہ مراد بڑھا پے کی طرف لوٹا دینا ہے حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن جمع کیا وہ رذیل عمر کو نہ پہنچے گا امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اگر یہی بڑھا پامراد ہوتا تو مومنوں کا استثنا کیوں ہوتا بڑھا پاتا تو بعض مومنوں پر بھی آتا ہے پس ٹھیک بات وہی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کی اور جیسے اور جگہ سورہ العصر میں ہے کہ تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ایمان اور اعمال صالح والوں کے کہ انہیں ایسی نیک جزا ملے گی جس کی انتہا نہ ہو جیسے بیان ہو چکا پھر فرماتا ہے اے انسان جب کہ تو اپنی پہلی اور اول بار کی پیدائش کو جانتا ہے تو پھر جزا سزا کے دن کے آنے پر اور تیرے دوبارہ زندہ ہونے پر تجھے کیوں یقین نہیں؟ کیا وجہ ہے کہ تو اسے نہیں مانتا حالانکہ ظاہر ہے کہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کر دیا اس پر دوسری دفعہ کا پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ حضرت مجاہد ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھ بیٹھے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا معاذ اللہ اس سے مراد مطلق انسان ہے عکرمہ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے پھر فرماتا ہے کہ کیا خدا احکم الحاکمین نہیں ہے؟ وہ نہ ظلم کرے نہ بے عدلی کرے اسی لئے وہ قیامت قائم کرے گا اور ہر ظلم سے مظلوم کا انتقام لے گا حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث میں گزر چکا ہے کہ جو شخص: **وَالْيَتِيمَ وَالزَّيْتُونَ** پڑھے اور اس کی آخر کی آیت: **الْيَسَّ اللَّهُ**..... پڑھے تو کہہ دے **بَلَىٰ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ** ہاں اور میں اس پر گواہ ہوں۔

تفسیر سورہ علق مکہ

سُورَةُ الْاِلْقِمْ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ عَشْرَةَ آيَةً

کُلُّ آيَاتٍ ۱۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝۳

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کرے گا) اپنے رب کا نام پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے) جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور ایسا ہے) جس نے لکھے پڑھوں کو قلم سے تعلیم دی (اور عموماً) انسان کو

(دوسرے ذرائع سے) ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ جانتا نہ تھا ○

پڑھیے:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی جو خواب آپ دیکھتے وہ صبح کے ظہور کی طرح ظاہر ہو جاتا پھر آپ نے گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کی ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ سے توشہ لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی راتیں وہیں عبادت میں گزارتے پھر تشریف لاتے اور توشہ لے کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اچانک وہیں بالکل پہلی وحی آئی فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا اقرا یعنی پڑھیے آپ نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں فرشتے نے مجھے پکڑا اور بھینچا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ میں نے پھر کہا میں پڑھنا نہیں جانتا فرشتے نے مجھے دوبارہ بھینچا جس سے مجھے تکلیف بھی ہوئی پھر چھوڑ دیا اور فرمایا پڑھ میں نے پھر یہی کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر دیا اور تکلیف پہنچائی پھر چھوڑ دیا اور : اقرا باسم ربك الذي خلق سے مالم يعلم تک پڑھا آپ ان آیتوں کے لئے ہوئے کا نپتے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا مجھے کپڑاڑھا دو چنانچہ کپڑاڑھا دیا یہاں تک کہ ڈر خوف سا راجا تا رہا تو آپ نے حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا مجھے اپنی جان جانے کا خوف ہے حضرت خدیجہؓ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ خوش ہو جائیے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں سچی باتیں کرتے ہیں دوسروں کا بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق پر دوسروں کی مدد کرتے ہیں پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کے پاس آئیں جاہلیت کے زمانہ میں یہ نصرانی ہو گئے تھے عربی کتاب لکھتے تھے اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے بہت بڑی عمر کے بوڑھے تھے آنکھیں جا چکی تھیں حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ اپنے بھتیجے کا واقعہ سنئے ورقہ نے پوچھا بھتیجے آپ نے کیا دیکھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ کہہ سنایا ورقہ نے سنتے ہی کہا کہ یہی وہ راز داں فرشتہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی بھیجا ہوا آیا کرتا تھا کاش کہ میں اس وقت جوان اور زندہ ہوتا جب کہ آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں ایک ہی کیا جتنے بھی لوگ آپ کی طرح نبوت سے سرفراز ہوئے ان سب سے دشمنی کی گئی اگر وہ وقت میری زندگی میں آ گیا تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا لیکن اس واقعہ کے بعد ورقہ بہت کم زندہ رہے اور ادھر وحی بھی رک گئی اور اس کے رکنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا قلق تھا کئی مرتبہ آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہا لیکن ہر وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آ جاتے اور فرما دیتے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے آپ کا قلق اور رنج و غم جاتا رہتا اور دل میں قدرے اطمینان ہو جاتا اور آرام سے گھر واپس آ جاتے (مسند احمد) یہ حدیث صحیح بخاری شریف صحیح مسلم شریف میں بھی بہ روایت زہریؒ موجود ہے اس کی سند میں اس کے متن میں اس کے معانی میں جو کچھ بیان کرنا چاہئے تھا وہ ہم نے اپنی شرح بخاری میں پورے طور پر بیان کر دیا ہے وہاں دیکھ لیا جائے والحمد للہ پس قرآن کریم کی باعتبار نزول کے سب سے پہلی آیتیں یہی ہیں پہلی نعمت ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعام کی اور یہی وہ پہلی رحمت ہے جو اس رحم الراحمین نے اپنے رحم و کرم سے ہمیں دی اس میں تنبیہ ہے انسان کی اول پیدائش پر کہ وہ ایک جسم ہوئے خون کی شکل میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان کیا کہ اسے اچھی صورت میں پیدا کیا پھر علم جیسی اپنی خاص نعمت اسے مرحمت فرمائی اور وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا علم ہی کی برکت تھی کہ کل انسان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں میں بھی ممتاز نظر آئے علم کبھی تو ذہن میں ہی ہوتا ہے اور کبھی زبان پر ہوتا ہے اور کبھی کتابی صورت میں لکھا ہوا ہوتا ہے پس علم کی

تین قسمیں ہوئیں ذہنی لفظی اور رسمی علم ذہنی اور لفظی کو مستلزم ہے لیکن وہ دونوں اسے مستلزم نہیں اسی لئے فرمایا کہ پڑھ تیرا رب تو بڑے اکرام والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور آدمی کو جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا معلوم کرادیا ایک اثر میں ہے کہ لکھ لیا کرو اسی اثر میں ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرے اسے اللہ تعالیٰ اس علم کا وارث بھی کر دیتا ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖٓ أَكْفَرٌ ۖ اُنْ رَّاهُ اسْتَغْنٰی ۖ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرَّجْعٰی ۙ اَرَاَيْتَ

الَّذِیْ یَنْهٰی ۙ عَبْدًا اِذَا صَلَّی ۙ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ عَلٰی الْهُدٰی ۙ اَوْ اَمْرًا بِالتَّقْوٰی ۙ

اَرَاَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلٰی ۙ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ۙ كَلَّا لَیْن لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًا

بِالنَّاصِیَةِ ۙ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۙ فَلَیْدَعُ نَادِیْہٖ ۙ سَنَدَعُ الزَّبَانِیۃَ ۙ كَلَّا

لَا تُطِئُہٗ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۙ

ع ۲۱

سچ بے شک (کافر) آدمی (حد آدمیت) سے نکل جاتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو (ابناء جنس سے) مستثنیٰ دیکھتا ہے اے مخاطب (عام) تیرے رب ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے اے مخاطب (عام) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو (ہمارے) ایک (خاص) بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ (بندہ) نماز پڑھتا ہے (اور) اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ ہدایت پر ہو (جو کہ کمال لازمی ہے) یا وہ (دوسروں کو بھی) تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (ناحق دین کو) جھٹلاتا ہو اور (حق سے) روگردانی کرتا ہو کیا اس شخص کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس طغیان وغیرہ کو دیکھ رہا ہے ہرگز (ایسا) نہیں (کرتا) ہم (اس کو) میٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پیٹھے ہیں (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو ملا لے (اگر اس نے ایسا کیا تو) ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے (آگے پھر سرزنش ہے کہ اس کو) ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہئے مگر) آپ اس کا کہنا نہ مانیئے اور (بدستور) نماز پڑھتے رہئے اور خدا کا قرب حاصل کرتے رہئے ○

انسان کی طغیانی:

فرماتا ہے کہ انسان کے پاس یہاں دو پیسے ہو گئے ذرا فارغ البال ہوا کہ اس کے دل میں کبر و غرور و عجب و خود پسندی آئی اسے ڈرتے رہنا چاہئے اور خیال رکھنا چاہئے کہ اسے ایک دن خدا کی طرف لوٹنا ہے وہاں جہاں حساب ہوں گے مال کی بابت بھی سوال ہوگا کہ لایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا حضرت عبداللہ فرماتے ہیں دو لالچی ایسے ہیں جن کا پیٹ ہی نہیں بھرتا ایک طالب علم دوسرا طالب دنیا ان دونوں میں بڑا فرق ہے علم کا طالب تو خدا کی رضا مندی حاصل کرنے میں بڑھتا رہتا ہے اور دنیا کا لالچی سرکشی اور خود پسندی میں بڑھتا رہتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس میں دنیا داروں کا ذکر ہے پھر طالب علموں کی فضیلت کے بیان میں یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یہ حدیث مرفوعاً یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی مروی ہے کہ دو لالچی ہیں جو شکم پر نہیں ہوتے طالب علم اور طالب دنیا اس کے بعد کی آیتیں ابو جہل ملعون کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت

اللہ میں نامز پڑھنے سے روکتا تھا پس پہلے تو اسے بہترین طریقے سے سمجھایا گیا کہ جنہیں تو روکتا ہے یہی اگر سیدھی راہ پر ہوں انہی کی باتیں تقویٰ کا حکم رکھتی ہوں پھر تو انہیں اگر ڈانٹ ڈپٹ کرے اور خانہ خدا سے روکے تو تیری بد قسمتی کی انتہا ہے یا نہیں؟ کیا یہ روکنے والا جو ایسے سراپا صداقت کو راہ حق سے روکنے کے درپے ہے اتنا بھی نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس کا کلام سن رہا ہے اور اس کے کلام اور کام پر اسے سزا دے گا اسی طرح سمجھا چکنے کے بعد اب ڈرا رہا ہے کہ اگر اس نے اپنی مخالفت اور سرکشی اور ایذا دہی نہ چھوڑی تو ہم بھی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے جو اقوال میں کاذب اور افعال میں خطا کار ہے یہ اپنے مددگاروں ہم نشینوں کو قرابت داروں کو کنبہ قبیلے کو بلا لے دیکھیں تو کون اس کی مدد کر سکتا ہے ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں پھر ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ کون جیتا اور کون ہارا صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں گا تو گردن ناپوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرے گا خدا کے فرشتے اسے پکڑ لیں گے دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام مقام ابراہیم کے پاس بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ ملعون آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تجھے منع کر دیا پھر بھی تو باز نہیں آتا اگر اب میں نے تجھے کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت سزا دوں گا وغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے جواب دیا اس کی بات ٹھکرادی اور اچھی طرح ڈانٹا اس پر وہ کہنے لگا تو مجھے ڈانٹا ہے اللہ کی قسم میری ایک آواز پر یہ ساری وادی آدمیوں سے بھر جائے گی اس پر یہ آیت اتری کہ اچھا تو اپنے حامیوں کو بلا ہم بھی اپنے فرشتوں کو بلا لیتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مددگاروں کو پکارتا تو اسی وقت عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے (ملاحظہ ہو ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کی گردن توڑ دوں گا آپ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو اسی وقت لوگوں کے دیکھتے ہوئے عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اسی طرح جب کہ یہودیوں سے قرآن نے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو موت مانگو اگر وہ اسے قبول کر لیتے اور موت طلب کرتے تو سارے کے سارے مر جاتے اور جہنم میں اپنی جگہ دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مبلہ کی دعوت دینی گئی تھی اگر یہ مباہلے کے لئے نکلتے تو لوٹ کر نہ اپنا مال پاتے نہ اپنے بال بچوں کو پاتے ابن جریرؒ میں ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں آپ کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں گا تو جان سے مار ڈالوں گا اس پر یہ سورت اتری حضور علیہ السلام تشریف لے گئے ابو جہل موجود تھا اور آپ نے وہیں نماز ادا کی تو لوگوں نے اس بد بخت سے کہا کہ کیوں بیٹھا رہا؟ اس نے کہا کیا بتاؤں میرے اور ان کے درمیان فرشتے حائل ہو گئے ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر ذرا بھی ہلتا جلتا تو لوگوں کے دیکھتے ہوئے فرشتے اسے ہلاک کر ڈالتے ابن جریرؒ کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابو جہل نے پوچھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے سجدہ کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں تو کہنے لگا خدا کی قسم اگر میرے سامنے اس نے یہ کیا تو اس کی گردن روند دوں گا اور اس کے منہ میں مٹی ملا دوں گا ادھر ملعون نے یہ کہا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی جب آپ سجدے میں گئے تو یہ آگے بڑھا لیکن ساتھ ہی اپنے آپ کو بچاتا ہوا نہایت بدحواسی سے پیچھے ہٹا لوگوں نے کہا کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی خندق ہے اور گھبراہٹ کی خوفناک چیزیں ہیں اور فرشتوں کے پر ہیں وغیرہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ اور ذرا قریب آجاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ الگ کر دیتے پس یہ آیتیں: **كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفٍ** سے آخر سورت تک نازل ہوئیں خدا ہی کو علم ہے کہ یہ کلام حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے یا نہیں؟ یہ حدیث مسند مسلم نسائی ابن ابی حاتم میں بھی ہے پھر فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اس مردود کی بات نہ ماننا عبادت پر مداومت کرنا اور بکثرت عبادت کرتے رہنا اور جہاں جی چاہے نماز

پڑھتے رہنا اور اس کی مطلق پروا نہ کرنا اللہ تعالیٰ خود تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا تو سجدے میں اور قرب اللہ کی طلب میں مشغول رہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے بہت ہی قریب ہوتا ہے پس تم بکثرت سجدوں میں داعائیں کرتے رہو پہلے یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورہ: إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ میں اور اس سورت میں سجدہ کیا کرتے تھے۔

تفسیر سورہ لیلۃ القدر مکہ

سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کل آیت ۵

کل رُوع ۱۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ

مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۚ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۚ

سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۚ

ع

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور (شوق بڑھانے کے لئے فرماتے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر یہی چیز ہے (آگے جواب ہے) شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے (اور وہ شب قدر ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرائیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف اترتے ہیں) (اور وہ شب) سراپا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ لیلۃ القدر طلوع فجر تک رہتی ہے) ○

شب قدر:

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اسی کا نام لیلۃ المبارکہ بھی ہے جیسے اور جگہ ارشاد ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ (سورہ دھان ۳) اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ یہ رات رمضان المبارک کے مہنے میں ہے جیسے فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (سورہ بقرہ ۱۸۵) ابن عباسؓ وغیرہ کا قول ہے کہ پورا قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان اول میں بیت العزت میں اس رات اتر اچھر واقعات کے مطابق بتدریج تیس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا پھر اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کی برکات کا اظہار فرماتا ہے کہ اس رات کی ایک زبردست برکت تو یہ ہے کہ قرآن کریم جیسی اعلیٰ نعمت اسی رات اتری فرماتا ہے کہ تمہیں کیا خبر کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر خود بتاتا ہے کہ یہ ایسی ایک رات ہے جو ایک مہینے سے افضل ہے امام ابو موسیٰ ترمذی ترمذی شریف میں اس فقہاء اسی آیت کے پیش نظر کہتے ہیں کہ سجدہ میں تقرب و ثواب کی نیت ضرور ہونی چاہئے۔

آیت کی تفسیر میں ایک روایت لائے ہیں کہ یوسف بن سعد نے حضرت حسن بن علیؑ سے جب کہ آپ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی کہا کہ تم نے ایمان والوں کے منہ کا لے کر دیئے یا یوں کہا کہ اے مومنوں کے منہ سیاہ کرنے والے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے مجھ پر خفا نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا گویا آپ کے منبر پر بنو امیہ ہیں آپ کو یہ برا معلوم ہوا تو: **إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ** نازل ہوئی یعنی جنت کی نہر کوثر آپ کو عطا کئے جانے کی خوشخبری ملی اور: **إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ أَتْرَىٰ** پس ہزار مہینے وہ مراد ہیں جن میں آپ کے بعد بنو امیہ کی مملکت رہے گی قاسم کہتے ہیں ہم نے حساب لگایا تو وہ پورے ایک ہزار مہینے ہوئے نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم امام ترمذی اس روایت کو غریب بتلاتے ہیں اور اس کی سند میں یوسف بن سعد ہیں جو مجہول ہیں اور صرف اسی ایک سند سے یہ مروی ہے مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ یوسف مجہول ہیں بہ نظر ہے ان کے بہت سے شاگرد ہیں یحییٰ بن معین کہتے ہی کہ یہ مشہور ہیں اور ثقہ ہیں اور اس کی سند میں کچھ اضطراب بھی ہے واللہ اعلم۔ بہر صورت یہ روایت بہت ہی منکر ہے ہمارے شیخ حافظ حجت ابوالحجاج المرزی بھی اس روایت کو منکر بتلاتے ہیں قاسم بن فضل جدائی کا یہ قول کہ بنو امیہ کی سلطنت ٹھیک ایک ہزار مہینے تھی یہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مستقل سلطنت ۴۰ھ میں قائم ہوئی تھی جب کہ حضرت امام حسنؑ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور خلافت ان کو سونپ دی اور سب لوگ بھی حضرت معاویہؓ کی بیعت پر جمع ہو گئے اور اس سال کا نام ہی عام الجماعہ مشہور ہوا پھر شام وغیرہ میں برابر بنو امیہ کی سلطنت قائم رہی ہاں تقریباً نو سال تک حرین شریفین اور اہواز اور بعض شہروں پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی سلطنت قائم ہو گئی تھی لیکن تاہم اس مدت میں بھی کلیۃً ان کے ہاتھ سے حکومت نہیں گئی البتہ بعض شہروں پر سے حکومت ختم ہو گئی تھی اور پھر ۱۳ھ میں بنو العباس نے ان سے خلافت اپنے قبضے میں کر لی اس طرح ان کی سلطنت کی مدت بانوے برس ہوئی اور یہ ایک ہزار مہینے سے بہت زیادہ ہے ایک ہزار مہینے کے تر اسی سال چار ماہ ہوتے ہیں قاسم بن فضل کا یہ حساب اس طرح تو تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کی مدت خلافت اس گنتی سے نکال دی جائے واللہ اعلم۔ اس روایت کے غریب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت کے زمانہ کی تو برائی اور مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور لیلۃ القدر کی اس زمانہ پر فضیلت کا ثابت ہونا کچھ ان کے زمانہ کی مذمت کی دلیل نہیں لیلۃ القدر تو ہر طرح عظمت والی ہے اور یہ پوری سورت اس مبارک رات کی مدح و ستائش بیان کر رہی ہے پس بنو امیہ کے زمانہ کے دنوں کی مذمت سے لیلۃ القدر کی کون سی فضیلت ثابت ہو جائے گی یہ تو بالکل ہی وہی مثل ہو جائے گی کہ کوئی شخص تلوار کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ لکڑی سے بہت تیز ہے کسی بہترین فضیلت والے شخص کو کسی کم درجے کے ذلیل شخص پر فضیلت دینا تو اس شریف بزرگ کی توہین کرنا ہے اور وجہ سنیے اس روایت کی بنا پر یہ ایک ہزار مہینے وہ ہوئے جن میں بنو امیہ کی سلطنت رہے گی اور یہ سورت اتری ہے مکہ شریف میں تو اس میں ان مہینوں کا حوالہ کیسے دیا جاسکتا ہے جو بنو امیہ کے زمانہ کے ہیں اس پر نہ تو کوئی لفظ دلالت کرتا ہے اور نہ معنی کے طور پر یہ سمجھا جاسکتا ہے منبر تو مدینہ میں قائم ہوتا ہے اور ہجرت کی ایک مدت بعد منبر بنایا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے پس ان تمام وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور منکر ہے واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو ایک ہزار ماہ تک خدا کی راہ میں یعنی جہاد میں ہتھیار بند رہا مسلمانوں کو یہ سن کر تعجب ہوا تو اللہ عز و جل نے یہ سورت نازل فرمائی کہ ایک لیلۃ القدر کی عبادت اس شخص کی ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے ابن جریرؒ میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو رات کو قیام کرتا تھا صبح تک اور دن میں دشمنان دین سے جہاد کرتا تھا شام تک ایک ہزار مہینے تک یہی کرتا رہا پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ اس امت کے کسی شخص کا صرف لیلۃ القدر کو قیام اس عابد کی ایک

ہزار مہینے کی اس عبادت سے بہتر ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار عابدوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے اسی سال تک خداوند تعالیٰ کی عبادت کی تھی ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی تھی حضرت ایوب علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام حضرت حرقیل علیہ السلام بن محوز حضرت یوشع بن نون علیہ السلام اصحاب رسول کو سخت تعجب ہوا آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت نے اس جماعت کی اس عبادت پر تعجب کیا تھا تو اس سے بھی افضل چیز اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ افضل ہے اس سے جس پر آپ اور آپ کی امت نے تعجب کیا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ بے حد خوش ہوئے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس رات کا نیک عمل اس کا روزہ اس کی نماز ایک ہزار مہینوں کے روزے اور نماز سے افضل ہے جن میں لیلة القدر نہ ہو یہی ٹھیک ہے اس کے سوا اور کوئی قول ٹھیک نہیں اور مفسرین کا بھی یہی قول ہے امام ابن جریرؒ نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے کہ وہ ایک ہزار مہینے جن میں یہ سات نہ ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک رات کی جہاد کی تیاری اس کے سوا کی ایک ہزار راتوں سے افضل ہے (مسند احمد) اسی طرح اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی نیت اور اچھی حالت سے جمعہ کی نماز کے لئے جائے اس کے لئے ایک سال کے اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے سال بھر کے روزوں کا اور سال بھر کی نمازوں کا اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں پس مطلب یہ ہے کہ مراد ایک ہزار مہینے سے وہ مہینے ہیں جن میں لیلة القدر نہ آئے جیسے ایک ہزار راتوں سے مراد وہ راتیں ہیں جن میں کوئی رات اس عبادت کی نہ ہو اور جیسے جمعہ کی طرف جانے والے کو ایک سال کی نیکیاں یعنی وہ سال جس میں جمعہ نہ ہو مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب رمضان المبارک آگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تم پر رمضان کا مہینہ آگیا یہ بابرکت مہینہ آگیا اس کے روزے خدا نے تم پر فرض کئے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیطان قید کر لئے جاتے ہیں اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینے سے افضل ہے اس کی بھلائی سے محروم رہنے والا حقیقی بد قسمت ہے نہائی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلة القدر کا قیام ایمان داری اور نیک نیتی سے کرے اس کے تمام گنہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ اس رات کی برکت کی زیادتی کی وجہ سے بکثرت فرشتے اس میں نازل ہوتے ہیں فرشتے تو ہر برکت اور رحمت کے ساتھ نازل ہوتے رہتے ہیں جیسے تلاوت قرآن کے وقت اترتے ہیں اور ذکر مجلسوں کو گھیر لیتے ہیں اور علم دین کے سیکھنے والوں کے لئے راضی خوشی اپنے پر بچھا دیا کرتے ہیں اور ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں روح سے مراد یہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یہ خاص کا عطف ہے عام پر بعض کہتے ہیں کہ روح نام کے ایک خاص قسم کے فرشتے ہیں جیسے کہ سورہ: عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ (سورہ نباہ: ۱) کی تفسیر میں تفصیل سے گزر چکا واللہ اعلم۔ پھر فرمایا وہ سرسرامتی والی رات ہے جس میں شیطان نہ تو برائی کر سکتا ہے نہ ایذا پہنچا سکتا ہے حضرت قتادہؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس میں تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے عمر اور رزق مقدر وغیرہ کیا جاتا ہے جیسے اور جگہ ہے: فِيهَا يَفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (سورہ دخان: ۴) یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کا فیصلہ کیا جاتا ہے حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ اس رات میں فرشتے مسجد والوں پر صبح تک سلام بھیجتے رہتے ہیں امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب فضائل اوقات میں حضرت علیؓ کا ایک غریب اثر فرشتوں کے نازل ہونے میں اور نمازیوں پر ان کے گزرنے میں اور انہیں برکت حاصل ہونے میں ذکر کیا ابن ابی حاتم میں حضرت کعب احبارؒ سے ایک عجیب و غریب بہت طویل ذکر کیا ہے جس میں فرشتوں کا سدرۃ المنتہیٰ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آنا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں کرنا مذکور ہے ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ لیلة القدر ستائیسویں ہے یا اثنیسویں اس رات میں فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے بھی زیادہ ہوتے ہیں عبد الرحمن بن ابویعلیٰ فرماتے ہیں اس رات میں ہر امر سے سلامتی ہے یعنی کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوتی حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید کا قول ہے کہ یہ رات سرس سلامتی والی ہے کوئی برائی صبح ہونے تک نہیں ہوتی مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لیلة القدر دس باقی راتوں میں ہے جو ان کا قیام طلب ثواب کی نیت سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے یہ رات اکائی کی ہے یعنی اکیسویں یا تیسویں یا ستائیسویں یا آخری رات آپ فرماتے ہیں کہ یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے کہ گویا چاند چڑھا ہوا ہے اس میں سکون اور دلجمعی ہوتی ہے نہ سردی زیادہ ہوتی ہے نہ گرمی صبح تک ستارے نہیں جھڑتے ایک نشانی اس کی یہ بھی ہے کہ اس کی صبح کو سورج تیز شعاعوں سے نہیں نکلتا بلکہ وہ چودھویں رات کی طرح صاف نکلتا ہے اس دن کے ساتھ شیطان بھی نہیں نکلتا یہ اسناد تو صحیح ہے لیکن متن میں غرابت ہے اور بعض الفاظ میں نکارت بھی ہے ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلة القدر صاف پر سکون سردی گرمی سے خالی رات ہے اس کی صبح کو سورج مدھم روشنی والا سرخ رنگ نکلتا ہے حضرت ابو عامر نبیل اپنی اسناد سے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا مجھ کو لیلة القدر دکھائی گئی لیکن پھر بھلا دی گئی یہ آخری دس راتوں میں ہے یہ صاف صاف شفاف سکون و وقار والی رات ہے نہ زیادہ سردی ہوتی ہے نہ زیادہ گرمی اس قدر روشن رات ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہوتا گویا چاند چڑھا ہوا ہے سورج کے ساتھ شیطان نہیں نکلتا یہاں تک کہ دھوپ چڑھ جائے اس باب میں عملاء کا اختلاف ہے کہ لیلة القدر اگلی امتوں میں بھی تھی یا صرف اسی امت کو خصوصیت کے ساتھ عطا کی گئی ہے پس ایک حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نظریں ڈالیں اور یہ معلوم کیا کہ اگلے لوگوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی تھیں تو آپ کو خیال گزرا کہ میری امت کی عمریں ان کے مقابلہ میں کم ہیں تو نیکیاں بھی کم رہیں گی اور پھر درجات اور ثواب میں بھی کمی رہے گی تو اللہ نے آپ کو یہ رات عنایت فرمائی اور اس کا ثواب ایک ہزار مہینے کی عبادت سے زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسی امت کو یہ رات دی گئی ہے بلکہ صاحب عدۃ نے جو شافعیہ میں سے ایک امام ہیں جمہور علما کا یہ قول نقل کیا ہے واللہ اعلم۔ اور خطاب نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن ایک حدیث اور ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات جس طرح اس امت میں ہے اگلی امتوں میں بھی تھی چنانچہ حضرت مرثد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذرؓ سے پوچھا کہ آپ نے لیلة القدر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سوال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر باتیں دریافت کرتا رہتا تھا ایک مرتبہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو فرمائیے کہ لیلة القدر رمضان میں ہی ہے یا اور مہینوں میں؟ آپ نے فرمایا رمضان میں میں نے کہا اچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ انبیاء کے ساتھ ہی ہے کہ جب تک وہ ہیں یہ بھی ہے جب انبیاء قبض کئے جاتے ہیں تو یہ بھی اٹھ جاتی ہے یا یہ قیامت تک باقی رہے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں وہ قیامت تک رہے گی میں نے کہا اچھا رمضان کے کس حصے میں ہے؟ آپ نے فرمایا اسے رمضان کے اول دس دن میں اور آخری دس میں ڈھونڈو پھر میں خاموش ہو گیا آپ بھی اور باتوں میں مشغول ہو گئے میں نے پھر موقع پا کر سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں سے کس عشرے میں رات کو تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا آخری عشرے میں بس اب کچھ نہ پوچھنا میں پھر چپکا ہو گیا لیکن پھر موقع پا کر میں نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قسم ہے میرا بھی کچھ حق آپ پر ہے فرما دیجئے کہ وہ کون سی رات ہے؟ آپ سخت غصہ ہوئے میں نے تو کبھی آپ کو اپنے اوپر اتنا غصہ ہوتا ہوئے دیکھا ہی نہیں اور فرمایا آخری ہفتے میں تلاش کرو اب کچھ نہ پوچھنا یہ

روایت نسائی میں بھی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات اگلی امتوں میں بھی تھی اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی قیامت تک ہر سال آتی رہے گی بعض شیعہ کا قول ہے کہ یہ رات بالکل اٹھ گنی یہ قول غلط ہے ان کو غلط فہمی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ وہ اٹھالی گنی اور ممکن ہے کہ تمہارے لئے اسی میں بہتری ہو یہ حدیث پوری ابھی آئے گی حالانکہ مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہ ہے کہ اس رات کی تعیین اور اس کا تقرر اٹھ گیا نہ یہ کہ سرے سے لیلة القدر ہی اٹھ گئی مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رات رمضان شریف میں آتی ہے کسی اور مہینے میں نہیں حضرت ابن مسعودؓ اور سلماء کوفہ کا قول ہے کہ سارے سال میں ایک رات ہے اور ہر مہینہ میں اس کا ہو جانا ممکن ہے یہ حدیث اس کے خلاف ہے سنن ابوداؤد میں باب ہے کہ اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے کہ لیلة القدر سارے رمضان میں ہے پھر حدیث لائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلة القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سارے رمضان میں ہے اس سند کے کل راوی ثقہ ہیں یہ موقوف بھی مروی ہے امام ابو حنیفہ سے ایک روایت میں ہے کہ رمضان المبارک کے سارے مہینے میں اس رات کا ہونا ممکن ہے غزالی نے اسے نقل کیا ہے لیکن رافعی اسے بالکل غریب بتلاتے ہیں۔

ابورزین تو فرماتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات ہی لیلة القدر ہے امام شافعی بن محمد اور لیس کا فرمان ہے کہ یہ سترہویں شب ہے ابو داؤد میں اس مضمون کی ایک حدیث مرفوع موجود ہے اور حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ اور حضرت عثمان بن ابوالعاصؓ سے موقوف بھی روایت ہے حضرت حسن بصریؒ کا مذہب بھی یہی نقل کیا گیا ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ رمضان المبارک کی یہی سترہویں رات شب جمعہ تھی اور یہی رات بدر کی رات تھی اور سترہویں تاریخ کو جنگ بدر واقع ہوئی تھی جس کو قرآن نے یوم افراقان کہا ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ انیسویں رات لیلة القدر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکیسویں رات حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے پہلے دس دن کا اعتکاف کیا ہے ہم بھی آپ کے ساتھ ہی اعتکاف میں بیٹھے پھر آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ آپ کے آگے ہے پھر آپ نے دس سے بیس تک کا اعتکاف کیا ہم بھی آپ کے ساتھ ہی اعتکاف میں بیٹھے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہی فرمایا کہ جسے آپ ڈھونڈتے ہیں وہ تو ابھی آگے ہے یعنی لیلة القدر پس رمضان کی بیسویں تاریخ کو صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ میرے ساتھ اعتکاف کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ پھر اعتکاف میں بیٹھ جائیں میں نے لیلة القدر دیکھ لی لیکن میں بھول گیا لیلة القدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے میں نے دیکھا کہ گویا میں کچھڑ میں سجدہ کر رہا ہوں راوی حدیث فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت صرف کھجور کے پتوں کی تھی آسمان پر اس وقت ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ تھا پھر ابر اٹھا اور بارش ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہوا اور میں نے خود دیکھا کہ نماز کے بعد آپ کی پیشانی پر تر مٹی لگی ہوئی تھی اسی روایت کے ایک طریق میں ہے کہ یہ اکیسویں رات کا واقعہ ہے یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم دونوں میں ہے امام شافعی فرماتے ہیں تمام روایتوں میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ لیلة القدر رمضان شریف کی تیسویں رات ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن انیس کی صحیح مسلم والی ایسی ہی ایک روایت ہے واللہ اعلم۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے ابوداؤد طیالسیؒ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لیلة القدر چوبیسویں رات ہے اس کی سند بھی صحیح ہے مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں بخاری میں حضرت بلالؓ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں منقول ہے یہ پہلی ساتویں ہے آخری دس میں سے یہ موقوف روایت ہی صحیح

ہے واللہ اعلم۔ حضرت ابن مسعودؓ ابن عباسؓ جابرؓ حسنؓ قتادہؓ عبد اللہ بن وہبؓ بھی فرماتے ہیں کہ چوبیسویں رات لیلۃ القدر ہے سورہ بقرہ کی تفسیر میں حضرت وائلہ بن اسقعؓ کی روایت کی ہوئی مرفوع حدیث بیان ہو چکی ہے کہ قرآن کریم رمضان کی چوبیسویں رات کو اترا بعض کہتے ہیں کہ پچیسویں رات لیلۃ القدر ہے ان کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے رمضان کے آخری عشرے میں ڈھونڈو نو باقی رہیں تب سات باقی رہیں تب پانچ باقی رہیں تب اکثر محدثین نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد طاق راتیں ہیں یہی زیادہ ظاہر ہے اور زیادہ مشہور ہے گو بعض اوروں نے اسے جفت راتوں میں بھی محمول کیا ہے جیسے کہ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ نے اسے جفت پر محمول کیا ہے واللہ اعلم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے اس کی دلیل صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ ستائیسویں رات ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت زُرّ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے کہا کہ آپ کے بھائی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر راتوں کا قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے وہ جانتے ہیں کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے یہ ستائیسویں رات رمضان کی ہے پھر اس بات پر حضرت ابی نے قسم کھائی میں نے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیا کہ ان نشانیوں کو دیکھنے سے جو ہم کو بتائی گئی ہیں کہ اس دن سورج شعاعوں کے بغیر نکلتا ہے اور روایت میں ہے کہ حضرت ابیؓ نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ یہ رات رمضان میں ہے آپ نے اس پر انشاء اللہ بھی نہیں کہا اور پختہ قسم کھالی پھر فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ کون سی رات ہے جس میں قیام کرنے کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے یہ ستائیسویں رات ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح کو سورج سفید رنگ نکلتا ہے اور تیزی زیادہ نہیں ہوتی حضرت معاویہؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رات ستائیسویں رات ہے سلف کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے اور امام احمد بن حنبلؓ کا مختار مسلک یہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت اسی قول کی ہے بعض سلف نے قرآن کریم کے الفاظ سے بھی اس کے ثبوت کا حوالہ دیا ہے اس طرح کہ ہر اس سورت میں ستائیسواں کلمہ ہے اور اس کے معنی ہیں یہ واللہ اعلم۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا اور ان سے لیلۃ القدر کی بابت سوال کیا تو سب کا اجماع اس امر پر ہوا کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے ابن عباسؓ نے اس وقت فرمایا کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کون سی رات ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر کہو کہ وہ کون سی رات ہے؟ فرمایا اس آخری عشرے میں سات گزرنے پر یا سات باقی رہنے پر حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آسمان بھی سات پیدا کئے اور زمین بھی سات بنائیں مہینہ بھی ہفتوں پر ہے انسان کی پیدائش بھی سات پر ہے کھانا بھی سات ہے سجدہ بھی سات ہے طواف بیت اللہ کی تعداد بھی سات ہے رمی جمار کی کنکریاں بھی سات ہیں اور اسی طرح کی سات کی گنتی کی بہت سی چیزیں اور بھی گنوا دیں حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا تمہاری یاد وہاں پہنچی جہاں تک ہمارے خیالات کو رسائی نہ ہو سکی یہ جو فرمایا سات ہی کھانا ہے اس سے قرآن کریم کی آیتیں: قَانَبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا..... (سورہ یس: ۲۷) مراد ہیں جن میں سات چیزوں کا ذکر ہے جو کھائی جاتی ہیں اس کی اسناد بھی جید اور قوی ہیں لیکن متن میں بہت غرابت ہے واللہ اعلم۔ یہ بھی ہے کہ انتیسویں رات ہے حضرت عبادہ بن صامتؓ کے سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسے آخری عشرے میں ڈھونڈو طاق راتوں میں اکیس تیس پچیس ستائیس اور انتیس یا آخری رات مسند میں ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے یا انتیسویں اس رات فرشتے زمین پر سنگریزوں کی گنتی سے زیادہ ہوتے ہیں اس کی اسناد بھی اچھی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ آخری رات لیلۃ القدر ہے کیونکہ ابھی جو حدیث گزری ہے اس میں ہے اور ترمذی اور نسائی میں بھی ہے کہ جب نو

اعتکاف کیا یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آخری دس راتیں رمضان شریف کی رہ جاتیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی چگاتے اور کمر کس لیتے (صحیحین) مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں جس محنت کے ساتھ عبادت کرتے اتنی محنت سے عبادت آپ کی اور وقت نہیں ہوتی تھی یہی معنی ہیں اوپر والی حدیث کے اس جملے کے کہ آپ تہم مضبوط بنا دھ لیا کرتے تھے یعنی کمر کس لیا کرتے یعنی عبادت میں پوری کوشش کرتے گو اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ آپ بیویوں سے نہ ملتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی باتیں مراد ہوں یعنی بیویوں سے ملنا بھی ترک کر دیتے تھے اور عبادت کی مشغولی میں بھی کمر باندھ لیا کرتے چنانچہ مسند احمد کی حدیث کے یہ لفظ ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ باقی رہ جاتا تو آپ تہم مضبوط باندھ لیتے اور عورتوں سے الگ رہتے امام مالک فرماتے ہیں کہ رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر کی یکساں جستجو کرے کسی ایک رات کو دوسری رات پر ترجیح نہ دے (شرح رافعی) یہ بھی یاد رہے کہ یوں تو ہر وقت دعا کی کثرت مستحب ہے لیکن رمضان میں اور زیادتی کرے اور خصوصاً آخری عشرے میں اور بالخصوص طاق راتوں میں اور اس دعا کو بکثرت پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي خدایا تو درگزر کرنے والا اور درگزر کو پسند فرمانے والا ہے مجھ سے بھی درگزر فرما مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو میں کیا دعا پڑھوں آپ نے یہی بتلائی یہ حدیث ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں مستدرک حاکم میں بھی یہ ہے اور امام حاکم اسے شرط صحیحین پر صحیح بتاتے ہیں ایک عجیب و غریب اثر جس کا تعلق لیلۃ القدر سے ہے امام ابو محمد بن ابوحاتم نے اپنی تفسیر میں اس سورت کی تفسیر میں حضرت کعبؓ سے یہ روایت کی ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ جو ساتویں آسمان کی حد پر جنت سے متصل ہے جو دنیا اور آخرت کے فاصلہ پر ہے اس کی بلندی جنت میں ہے اس کی شاخیں اور ڈالیاں کرسی تلے ہیں اس میں اس قدر فرشتے ہیں جن کی تنگی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اس کی ہر شاخ پر بے شمار فرشتے ہیں ایک بال برابر بھی جگہ ایسی نہیں جو فرشتوں سے خالی ہو اس درخت کے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دی جاتی ہے کہ اے جبرائیل علیہ السلام لیلۃ القدر میں اس درخت کے تمام فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ یہ کل کے کل فرشتے رافت و رحمت والے ہیں جن کے دلوں میں ہر ہر مومن کے لئے رحم کے جذبات موجزن ہیں سورج غروب ہوتے ہی یہ کل کے کل فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں تمام روئے زمین پر پھیل جاتے ہیں ہر جگہ سجدے میں قیام میں مشغول ہو جاتے ہیں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں ہاں گر جاگھر میں مندر میں آتشکدے میں بت خانے میں غرض خدا کے سوا اوروں کی جہاں پر ستش ہوتی ہے وہاں تو یہ فرشتے نہیں جاتے اور ان جگہوں میں بھی جن میں تم گندی چیزیں ڈالتے ہو اور اس گھر میں بھی جہاں نشے والا شخص ہو یا نشہ والی چیز ہو یا جس گھر میں کوئی بت گڑا گیا ہو یا جس گھر میں باجے گائے گھنٹیاں ہوں یا جہاں کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ہو وہاں تو یہ رحمت کے فرشتے جاتے ہی نہیں باقی چپے چپے پر گھوم جاتے ہیں اور ساری رات مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے دعائیں مانگنے میں گزارتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام مومنوں سے مصافحہ کرتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ روٹکے جسم پر کھڑے ہو جائیں دل نرم پڑ جائے آنکھیں بہہ نکلیں اس وقت آدمی کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس وقت اس کا ہاتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ میں ہے حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس رات میں تین مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے پہلی مرتبہ پڑھنے پر گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے

دوسری مرتبہ کے کہنے پر آگ سے نجات مل جاتی ہے تیسری مرتبہ کے کہنے پر جنت میں داخل ہو جاتا ہے راوی نے پوچھا کہا ابواتق جو اس کلمہ کو سچائی سے کہے اس کے؟ فرمایا یہ تو نکلے گا ہی اس کے منہ سے جو سچائی اسے اس کا کہنے والا ہو اس خدا کی قسم جس نے ہاتھ میں میری جان ہے کہ لیلۃ القدر کا فرومنافق پر تو اتنی بھاری پڑتی ہے کہ گویا اس کی پیٹھ پر پہاڑ آ پڑا غرض کہ فجر ہونے تک فرشتے اس طرح رہتے ہیں پھر سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑھتے ہیں اور بہت اونچے چڑھ کر اپنے پروں کو پھیلاتے ہیں بالخصوص ان سبز پروں کو جنہیں اس رات کے سوا وہ کبھی نہیں پھیلاتے یہی وجہ ہے کہ سورج کی تیزی ماند پڑ جاتی ہے اور شعاعیں جاتی رہتی ہیں پھر ایک ایک فرشتے کو پکارتے ہیں اور سب کے سب اوپر چڑھتے ہیں پس فرشتوں کا نور اور جبرائیل علیہ السلام کے پروں کا نور سورج کو ماند کر دیتا ہے اس دن سورج متحیر رہ جاتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یہ سارے بے شمار فرشتے اس دن آسمان و زمین کے درمیان مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے رحمت کی دعائیں مانگتے ہیں اور ان کے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں گزار دیتے ہیں نیک نیتی کے ساتھ روزہ رکھنے والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے بھی جن کا یہ خیال رہا کہ اگلے سال بھی اگر خدا نے زندگی رحمتی و رمضان کے روزے عہدگی کے ساتھ پورے کریں گے یہی دعائیں مانگتے رہتے ہیں شام کو آسمان دنیا پر چڑھ جاتے ہیں وہاں تمام فرشتے حلقے باندھ باندھ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے بارے میں ان سے سوال کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کو امسال تم نے کس حالت میں پایا تو یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ سال تو ہم نے اسے عبادتوں میں پایا تھا لیکن اس سال تو وہ بدعتوں میں مبتلا تھا اور فلاں شخص گزشتہ سال بدعتوں میں مبتلا تھا لیکن اس سال ہم نے اسے سنت کے مطابق عبادتوں میں پایا پس یہ فرشتے اس پہلے شخص کے لئے بخشش کی دعائیں مانگنی موقوف کر دیتے ہیں اور دوسرے شخص کے لئے دعائیں مانگنی شروع کر دیتے ہیں اور یہ فرشتے انہیں سناتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں کو ذکر اللہ میں پایا اور فلاں کو رکوع میں اور فلاں کو سجدے میں اور فلاں کو کتاب اللہ کی تلاوت میں غرض کہ ایک رات دن یہاں گزار کر دوسرے آسمان پر جاتے ہیں یہاں بھی یہی ہوتا ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں اس وقت سدرۃ المنتہیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ مجھ میں بسنے والو میر بھی تم پر حق ہے میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں جو خدا سے محبت رکھے ذرا مجھے بھی تو لوگوں کی حالت کی خبر دو اور ان کے نام بتاؤ حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ اب فرشتے اس کے سامنے گنتی کر کے اور ایک ایک مرد و عورت کا مع ولدیت کے نام بتاتے ہیں پھر جنت سدرۃ المنتہیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھتی ہے کہ تجھ میں رہنے والے فرشتوں نے جو خبریں تجھے دی ہیں مجھ سے بھی تو بیان کر چنانچہ سدرۃ المنتہیٰ اس سے ذکر کرتا ہے یہ سن کر وہ کہتی ہے کہ خدا کی رحمت ہو فلاں مرد پر اور فلاں عورت پر خدا یا انہیں جلدی مجھ سے ملا سنت جبرائیل علیہ السلام سب سے پہلے اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں انہیں الہام ہوتا ہے اور یہ عرض کرتے ہیں پروردگار میں نے تیرے فلاں فلاں بندوں کو سجدے میں پایا تو انہیں بخش دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخشا حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سناتے ہیں پھر سب کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرد و عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور مغفرت ہوئی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام خبر دیتے ہیں کہ باری تعالیٰ فلاں شخص کو گزشتہ سال تو عامل سنت چھوڑا تھا لیکن امسال تو بدعتوں میں پڑ گیا ہے تیرے احکام سے روگردانی کر لی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے جبرائیل علیہ السلام اگر یہ مرنے سے تین ساعت پہلے بھی تو بہ کر لے گا تو میں اسے بخش دوں گا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ خدا یا تیرے ہی لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں الہی تو اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے بندوں پر تیری مہربانی خود ان کی اپنی مہربانی سے بھی بڑھی ہوئی ہے اس وقت عرش اور اس کے آس پاس کی

چیزیں اور پردے اور تمام آسمان جنبش میں آجاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں: الْحَمْدُ لِلَّهِ الرَّحِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الرَّحِيمِ حضرت کعبؓ یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان شریف کے روزے پورے کرے اور اس کی یہ نیت بھی ہو کہ رمضان کے بعد بھی میں گناہوں سے بچتا رہوں گا وہ بغیر سوال و جواب کے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔

تفسیر سورہ بینہ مدنیہ

جب یہ سورت اتری تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ یہ سورت حضرت ابی کو سنائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابیؓ سے اس کا ذکر کیا تو حضرت ابیؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہاں میرا ذکر کیا گیا؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں تو حضرت ابیؓ رو پڑے (مسند احمد) مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابیؓ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا؟ یہ حدیث بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی ہے مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت ابیؓ نے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت عبدالرحمن بن ابزأ نے کہا پھر تو تم اے ابو منذرؓ بہت ہی خوش ہوئے ہو گے کہا ہاں خوش کیوں نہ ہوتا خدا خود فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (سورہ یونس: ۵۸) یعنی کہہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے ساتھ لوگ خوش ہوا کریں یہ ان کے جمع کئے ہوئے سے بہت ہی بہتر ہے اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت حضرت ابیؓ کے سامنے پڑھی اس میں یہ روایت بھی تھی لَوْ أَنَّ ابْنَ آدَمَ سَأَلَ وَادِيًا مِّنْ مَّالٍ فَأَعْطِيَهُ لَسَأَلَ ثَنِيًّا وَلَوْ سَأَلَ ثَنِيًّا فَأَعْطِيَهُ لَسَأَلَ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التَّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ وَإِنَّ ذَاتَ الدِّينِ عِنْدَ اللَّهِ الْخَفِيفَةُ غَيْرَ الْمُشْرِكَةِ وَلَا الْيَهُودِيَّةَ وَلَا النَّصْرَانِيَّةَ وَمَنْ يَفْعَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُكْفَرَهُ یعنی اگر انسان مجھ سے ایک جنگل بھر کر سونا مانگے اور میں اسے دے دوں تو پھر دوسرا مانگے گا اور دوسرے کو دے دوں گا تو یقیناً تیسرے کی طلب کرے گا انسان کے پیٹ کو سوامٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اللہ کے نزدیک دیندار وہ ہے جو یک طرفہ ہو کر صرف اسی کی عبادت کرے نہ وہ مشرک ہو نہ یہودی ہو نہ نصرانی ہو جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے اللہ کے ہاں اس کی ناقدری نہ کی جائے گی (مسند احمد) ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے طبرانی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں تو حضرت ابیؓ نے عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ پر ایمان لایا آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا آپ ہی سے علم دین حاصل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا اس پر حضرت ابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا؟ آپ نے فرمایا تیرے نام اور نسب کے ساتھ ملا الاعلیٰ میں تیرا ذکر ہوا حضرت ابیؓ نے عرض کیا اچھا پھر پڑھیے یہ روایت اس طریقہ سے غریب ہے اور ثابت وہ ہے جو پہلے بیان ہوا یہ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سورت کو حضرت ابیؓ کے سامنے پڑھنا یہ ان کی ثابت قدمی اور ان کی قوت ایمان کی وجہ سے تھا مسند احمد ابوداؤد و نسائی اور مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت سن کر حضرت ابیؓ بگڑ بیٹھے تھے کیونکہ انہوں نے جس طرح اس سورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا حضرت عبداللہؓ نے اس طرح نہیں پڑھا تھا تو غصے میں آکر انہیں لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قرآن سنا انہوں نے اپنے طریقہ پر اور انہوں نے اپنے طریقہ پر پڑھا آپ نے فرمایا دونوں نے درست پڑھا حضرت ابیؓ فرماتے ہیں میں تو اس قدر شک و شبہ میں پڑ گیا کہ جاہلیت کے زمانہ کا شک سامنے آ گیا آپ نے یہ حالت دیکھ کر میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا

۱۔ یعنی جس طرح ہم زمانہ کفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ طرح طرح کے شبہات میں مبتلا تھے یہی کیفیت اب پیدا ہوئی کہ قرأت کا تو ایک ہی طریقہ صحیح ہونا چاہئے یہ متعدد طریقے اور سب صحیح آخر یہ کیا بات ہے؟ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست گرامی کی برکات کہ غلط خیالات جو پیدا

جس سے میں پسینوں پسینوں ہو گیا اور اس قدر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا سن جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا خدا کا حکم ہے کہ قرآن ایک قرأت پر اپنی امت کو پڑھاؤ میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے غفور گزر اور بخشش و مغفرت چاہتا ہوں پھر مجھے دو طرح کی قرأتوں کی اجازت ہوئی لیکن میں اس میں متعدد قرأتوں کی اجازت طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات قرأتوں کی اجازت ملی یہ حدیث بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے تفسیر کے شروع میں پوری طرح بیان ہو چکی ہے اب جبکہ یہ مبارک سورت نازل ہوئی اور اس میں آیت: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ بھی نازل ہوئی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ بطور پہنچا دینے کے اور ثابت قدمی عطا فرمانے کے اور آگاہی کرنے کے پڑھ کر حضرت ابی کو سنائیں کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ بطور سیکھنے کے اور یاد رہنے کے آپ نے یہ سورت ان کے پاس تلاوت کی تھی واللہ اعلم۔ پس جس طرح آپ نے حضرت ابی کے اس دن کے شک و شبہ کے دور کرنے کے لئے جو انہیں مختلف قرأتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھنے پر پیدا ہوا تھا ان کے سامنے یہ سورت تلاوت کر کے سنائی ٹھیک اسی طرح حضرت عمر بن خطابؓ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے بھی حدیبیہ والے سال صلح کے معاملہ میں اپنی ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بہت سے سوالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ شریف میں جائیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ تو ضرور کہا تھا لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال یہ ہوگا یقیناً وہ وقت آرہا ہے کہ تو وہاں پہنچے گا اور طواف کرے گا اب حدیبیہ سے لوٹتے ہوئے سورہ فتح نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلوایا اور یہ سورت پڑھ کر سنائی جس میں یہ آیت بھی ہے: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلُهُ الرَّءْیَ بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِيْنَ (سورہ فتح: ۲۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر دکھایا یقیناً تمہارا داخلہ مسجد حرام میں امن و امان کے ساتھ ہوگا جیسے کہ پہلے اس کا بیان بھی گزر چکا ہے حافظ ابو نعیمؒ اپنی کتاب اسماء صحابہ میں حدیث لائے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سورہ بینہ کی قرأت سنتا ہے تو فرماتا ہے میرے بندے خوش ہو جائے مجھے اپنی عزت کی قسم تجھے جنت میں ایسا ٹھکانا دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ تجھے دنیا و آخرت کے احوال میں سے کسی حال میں نہ بھولوں گا۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي اَيَاتٍ

کُلُّ رُكُوْعٍ: ۱ ﴿﴾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿﴾ کُلُّ اَیَاتٍ: ۸

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفِكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ
الْبَيِّنَةُ ۚ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۚ فِيْهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ ۚ وَمَا تَفَرَّقَ
الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۚ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا

... ہوئے تھے ایک ہی لمحہ میں ختم ہو گئے۔

اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ

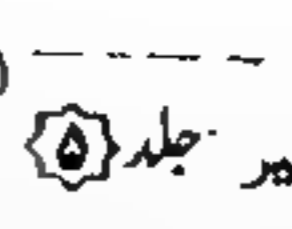
الْقِيَمَةِ ۝

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے (قبل بعث نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی) (یعنی) ایک اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو (ان کو) پاک صحیفے پڑھ کر سنادے جن میں درست مضامین لکھے ہوں اور جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولیٰ) وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد (دین میں) مختلف ہو گئے حالانکہ ان لوگوں کو کتب سابقہ میں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لئے خاص رکھیں (ادیان باطلہ شرکیہ سے) یک سو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین (مذکورہ کا) بتلایا ہوا ○

پاکیزہ صحیفے:

اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور مشرکین سے مراد بت پرست عرب اور آتش پرست عجمی ہیں فرماتا ہے کہ یہ لوگ بغیر دلیل کے باز رہنے والے نہ تھے پھر بتلایا کہ وہ دلیل خدا کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو پاک صحیفے یعنی قرآن کریم پڑھ کر سناتے ہیں جو اعلیٰ فرشتوں میں پاک ورقوں میں لکھا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے: فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ... (سورہ ہس: ۱۳) کہ وہ نامی گرامی بلند و بالا پاک صاف ورقوں میں پاک باز نیکو کار بزرگ فرشتوں کے ہاتھوں میں لکھے ہوئے ہیں پھر فرمایا کہ ان پاک صحیفوں میں خدا کی لکھی ہوئی باتیں عدل و استقامت والی موجود ہیں جن کے خدا کی جانب سے ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں نہ ان میں کوئی خطا اور غلطی ہوئی ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عہدگی کے ساتھ قرآنی وعظ فرماتے ہیں اور اس کی اچھی تعریفیں بیان فرماتے ہیں ابن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ان صحیفوں میں کتابیں ہیں استقامت اور عدل و انصاف والی پھر فرمایا کہ ایسی کتابوں والے خدا کی جنتیں قائم ہو چکنے اور دلیلیں آجانے کے بعد خدا تعالیٰ کے کلام کی مراد میں اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا راہوں میں بٹ گئے جیسے کہ اس حدیث میں ہے جو مختلف طریقوں سے روایت ہے کہ یہودیوں کے اکہتر فرقے ہو گئے اور نصرائیوں کے بہتر اور اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے سوائے ایک کے سب جہنم میں جائیں گے لوگوں نے پوچھا وہ ایک کون ہے فرمایا وہ جو اس راہ پر ہو جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں پھر فرمایا انہیں صرف اتنا ہی حکم تھا کہ خلوص اور اخلاص کے ساتھ صرف اپنے سچے معبود کی عبادت میں لگے رہیں جیسے اور جگہ فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ اِلَيْهِ اِنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورہ انبیاء: ۲۵) یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم سب میری ہی عبادت کرتے رہو اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ یک سو ہو کر یعنی شرک سے دور اور توحید میں مشغول ہو کر جیسے اور جگہ ہے: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنْ عِبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتِ (سورہ نحل: ۳۶) یعنی ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور خدا کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو ضیف کی پوری تفسیر سورہ انعام میں گزر چکی ہے دوبارہ ذکر کی اب ضرورت نہیں پھر فرمایا کہ نمازوں کو قائم کریں جو کہ بدن کی سب عبادتوں میں سب سے اعلیٰ عبادت ہے اور زکوٰۃ دیتے رہو یعنی فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرتے رہیں یہی دین مضبوط سیدھا درست عدل والا اور عہدگی والا ہے بہت سے ائمہ کرام نے جیسے امام زہریؒ امام شافعیؒ وغیرہ نے اس آیت سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں

۱۔ اور معلوم ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اعمال کو ایمان میں داخل نہیں مانتے ہاں ایمان کا کمال درستی اعمال ہے۔



کیونکہ ان آیتوں میں خدائے تعالیٰ کی خلوص اور یک سوئی کے ساتھ کی عبادت اور نماز و زکوٰۃ کو دین فرمایا گیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۖ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ

الْبَرِيَّةِ ۖ جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ لوگ بدترین خلایق ہیں بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلایق ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ (جنت اور رضا) اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ۝

بدترین خلایق:

اللہ تعالیٰ کافروں کا انجام بیان فرماتا ہے خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں جو انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب خدا کو جھٹلانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اسی میں پڑے رہیں گے نہ وہاں سے نکلیں نہ چھوٹیں یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں پھر اپنے نیک بندوں کے انجام کی خبر دیتا ہے جن لوگوں کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسموں سے سنت کی بجا آوری میں رہا کرتے ہیں کہ یہ ساری مخلوق سے بہتر اور بزرگ ہیں اس آیت میں حضرت ابو ہریرہؓ اور علمائے کرام کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ایمان والے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا نیک بدلہ ان کے رب کے پاس ان ہمیشگی والی جنتوں کی صورت میں ہے جن کے ہر گوشہ پر پاک صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں جن میں دوام اور ہمیشگی کی زندگی کے ساتھ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں ان سے جدا ہوں نہ کم ہوں اور نہ کوئی کھٹکا ہے نہ غم پھر ان سب سے بڑھ چڑھ کر نعمت و رحمت یہ ہے کہ رضائے رب مرضی مولا انہیں حاصل ہو گئی ہے اور انہیں اس قدر نعمتیں جنات باری تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ بھی بہ دل راضی ہو گئے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ بہترین بدلہ یہ جزائے جزیل یہ اجر عظیم دنیا میں خدا سے ڈرتے رہنے کا عوض ہر وہ شخص جس کے دل میں ڈر ہو جس کی عبادت میں اخلاص ہو جو جانتا ہو کہ خدا تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے بلکہ عبادت کے وقت اس مشغولی اور دل چسپی سے عبادت کر رہا ہو کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اپنے خالق مالک سچے رب اور حقیقی خدا کو دیکھ رہا ہے مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے کہ کب جہاد کی آواز اٹھے اور کب میں کود کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں اور کڑکڑاتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں لو میں تمہیں ایک اور بہترین مخلوق کی خبر دوں وہ شخص جو اپنی

بکریوں کے ریوز میں نہ نماز کو چھوڑتا ہے نہ زکوٰۃ سے جی چراتا ہے آؤ اب میں بدترین مخلوق بتاؤں وہ شخص کہ خدا کے نام سے سوال کرے اور پھر نہ دیا جائے۔

تفسیر سورہ الزلزال مدنیہ

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پڑھائیے آپ نے فرمایا آلہ والی تین سورتیں پڑھو تو اس نے کہا بوڑھا بہت ہو گیا حافظہ کمزور ہو گیا زبان موٹی ہو گئی تو آپ نے فرمایا حتم والی سورتیں پڑھا کرو اس نے پھر وہی عذر بیان کیا آپ نے فرمایا یسبح والی تین سورتیں پڑھ لیا کرو اس نے پھر وہی عذر بیان کیا اور درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو کوئی جامع سورت کا سبق دے دیجئے تو آپ نے اسے یہ سورت پڑھائی جب پڑھا چکے تو وہ کہنے لگا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا ہے کہ میں کبھی اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ پھر وہ بیٹھ کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا اس مرد نے فلاح پالی یہ نجات کو پہنچ گیا پھر فرمایا ذرا بلا ناوہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے بقرعید کا حکم کیا گیا ہے اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی عید کا دن بنایا ہے تو اس شخص نے کہا کہ اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہو اور کسی شخص نے مجھے دودھ پینے کے لئے کوئی جانور تحفہ دے رکھا ہو تو کیا میں اسے ذبح کر ڈالوں فرمایا نہیں نہیں پھر تو اپنے بال کتر و ناخن لوا موچھیں پست کرا زیر ناف کے بال لے اللہ تعالیٰ عز و جل کے نزدیک تیری پوری قربانی یہی ہے یہ حدیث مسند احمد ابو داؤد و نسائی میں بھی ہے ترمذی شریف کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اس سورت کو پڑھے تو اسے نصف قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے یہ حدیث غریب ہے اور روایت میں ہے کہ اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے یہ حدیث بھی غریب ہے اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں میں سے ایک سے فرمایا کہ کیا تم نے نکاح کر لیا اس نے کہا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اتنا ہے ہی نہیں جو میں اپنا نکاح کر سکوں آپ نے فرمایا قل هو الله تیرے ساتھ نہیں؟ اس نے کہا ہاں یہ تو ہے فرمایا تہائی قرآن یہ ہوا فرمایا کیا اذا جاء نہیں؟ کہا وہ بھی ہے فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا فرمایا کیا يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ یا نہیں؟ کہا ہاں فرمایا چوتھائی قرآن کے برابر یہ ہے جاب نکاح کر لے یہ حدیث حسن ہے یہ تینوں حدیثیں صرف ترمذی میں ہیں۔

سُورَةُ الزَّلْزَلَةِ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۸:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱۔ بکریوں کے ریوز میں چرواہا ہر وقت ان کی نگرانی میں مصروف رہتا ہے بھیڑیے کا ڈر کھیتوں میں بکریوں کے گھس جانے کا خطرہ کبھی دوڑ کر ادھر اور کبھی ادھر اس جا بھی میں نماز کی فکر اور اہتمام اس سے بڑھ کر دینداری اور کیا ہوگی پس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو دنیا میں مصروفیت کے باوجود نماز و عبادت کی فکر رکھے وہ اس حدیث کا مصداق ہے۔

۲۔ یعنی صرف اس کی تلاوت کروں گا نہ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم اور آپ کا فرمانا کہ اس نے فلاح پائی تو اس کا مطلب یہ ہے۔ اپنے مقصد پر ہمیشہ تلاوت فلاح دین و دنیا کا باعث ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۖ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۖ وَقَالَ الْإِنْسَانُ
مَا لَهَا ۖ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۚ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۚ يَوْمَئِذٍ يُصْدِرُ
النَّاسُ أَشْتَاتًا ۚ لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۚ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ
وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ

ع

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی اور (اس حالت کو دیکھ کر کافر) آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہو گا اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہو کر (موقف حساب سے) واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال (کے ثمرات) کو دیکھ لیں جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا ○

یہ زلزلے:

زمین نیچے سے اوپر تک کپکپانے لگے گی اور جتنے مردے اس میں ہیں سب نکال پھینکے گی جیسے اور جگہ ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (سورہ حج: ۱) لوگوں اپنے رب سے ڈرو یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ اور اس دن کی بھونچال بڑی چیز ہے ایک اور موقع پر ارشاد ہے: وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَحَلَّتْ (سورہ انشقاق: ۳-۴) جب کہ زمین کھینچ کھانچ کر برابر ہوا کر دی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے وہ اسے باہر اگل دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اگل دے گی سونا چاندی مثل مقتولوں کے باہر نکل پڑے گا قاتل اسے دیکھ کر افسوس کرتا ہوا کہے گا کہ ہائے اسی مال کے لئے میں نے فلاں کو قتل کیا تھا آج یہ یوں ادھر ادھر ڈل رہا ہے کوئی آنکھ بھردیکھتا بھی نہیں اسی طرح صلہ رحمی توڑنے والا بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں آکر رشتے داروں سے میں سلوک نہیں کرتا تھا چور بھی کہے گا کہ اسی کی محبت میں میں نے ہاتھ کٹوا دیئے غرض کہ وہ مال یوں ہی رلتا پھرے گا کوئی نہیں لے گا انسان اس وقت حیران و پریشان رہ جائے گا اور کہے گا کہ یہ تو ہلنے جلنے والی نہ تھی بوجھل اور جمی ہوئی تھی اسے کیا ہو گیا کہ یوں بید کی طرح تھرانے لگی اور ساتھ ہی جب یہ دیکھے گا کہ تمام اگلی پچھلی لاشیں بھی زمین نے اگل دی ہیں اور حیران و پریشان بھی ہو جائے گا کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے؟ پس زمین بالکل بدل جائے گی اور سب لوگ اس غالب خدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے زمین صاف صاف گواہی دے گی کہ فلاں فلاں آدمی نے فلاں فلاں نافرمانی اس پر کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا جو جو اعمال بنی آدم نے زمین پر کئے ہیں وہ تمام ظاہر کر دے گی کہ فلاں فلاں شخص نے فلاں نیکی یا بدی فلاں جگہ فلاں وقت کی ہے امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں معجم طبرانی میں ہے کہ آپ نے فرمایا زمین سے بچو یہ تمہاری ماں ہے جو شخص جو نیکی بدی اس پر کرتا ہے یہ سب کھول کر بیان کر دے گی یہاں وحی سے مراد حکم دینا ہے وحی اور اس کے ہم معنی افعال کا صلہ حرف لام بھی آتا ہے اور الیٰ بھی مطلب یہ ہے کہ خدا سے فرمائے گا کہ بتا اور وہ بتاتی جائے گی اس دن لوگ حساب کی جگہ سے مختلف قسم کی جماعتیں بن بن کر لوٹیں گے کوئی بد ہو گا کوئی نیک کوئی جنتی بنا ہو گا کوئی جہنمی یہ معنی بھی ہیں کہ یہاں سے حو

الگ الگ ہوں گے تو پھر اجتماع نہ ہوگا یہ اس لئے کہ وہ اپنے اعمال کو جان لیں اور بھلائی برائی کا بدلہ پالیں اسی لئے آخر میں بھی بیان فرما دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گھوڑوں والے تین قسم کے ہیں ایک اجر پانے والا ایک پردہ پوشی والا ایک بوجھ اور گناہ والا اجر والا تو وہ ہے جو گھوڑا پالتا ہے جہاد کی نیت سے اگر اس کے گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی ڈھیلی ہوگئی اور یہ ادھر ادھر چرتا رہا تو یہ بھی گھوڑے والے کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہے اور اگر یہ رسی اس کی ٹوٹ گئی اور یہ ادھر ادھر چڑھ گیا تو اس کے نشان قدم اور اس کی لید کا بھی اسے ثواب ملتا ہے اگر یہ کسی نہر پر جا کر پانی لے گا اور ادھ پلانے کا نہ ہوتا ہم ثواب مل جاتا ہے یہ گھوڑا تو اس شخص کے لئے سراسر اجر و ثواب ہے دوسرا وہ شخص ہے جس نے اس لئے پال رکھا کہ دوسروں سے بے پروا رہے اور کسی سے سوال کی ضرورت نہ ہو لیکن خدا کا حق نہ تو خود اس میں بھولتا ہے نہ اس کی سواری میں پس یہ اس کے لئے پردہ ہے تیسرا وہ شخص ہے جس نے فخر و یا کاری اور ظلم و ستم کے لئے پال رکھا ہے پس یہ اس کے ذمہ بوجھ اور اس کے لئے گناہ ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا مجھ پر خدا تعالیٰ کی جانب سے سوائے اس تھا اور جامع آیت کے اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ذرے برابر نیکی اور اتنی بدی ہر شخص دیکھ لے گا (مسلم) حضرت صعصعہ بن مالکؓ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن کر کہہ دیا تھا کہ صرف یہی آیت کافی ہے اور زیادہ اگر نہ بھی سنوں تو کوئی ضرورت نہیں (مسند احمد نسائی) صحیح بخاری شریف میں یہ روایت حضرت عدی بن حاتمؓ سے ہے کہ آگ سے بچو اگر چہ آدھی کھجور کا صدقہ ہی ہو اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ نیکی کے کام کو ہلکا نہ سمجھو گواتنا ہی کام ہو کہ تو اپنے ذول میں سے ذرا سا پانی کسی پیالے کو پلا دے یا اپنے کسی مسلمان بھائی سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کر لے دوسری ایک حدیث میں ہے کہ اے ایمان والی عورتو! تم اپنی پڑوسن کے بھیجے ہوئے تحفے ہدیے کو حقیر نہ سمجھو گوا ایک ہی گھر آیا ہو اور حدیث میں ہے کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دو گوجلا ہوا کھر ہی ہو مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ اے عائشہؓ گناہوں کو حقیر نہ سمجھو یاد رکھو کہ ان کا بھی حساب لینے والا ہے ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم کو ایک ذرے برابر برائی کا بدلہ دیا جائے گا تو آپ نے فرمایا اے صدیق دنیا میں جو جو تکلیفیں تمہیں پہنچیں ہیں یہ تو اس میں آگئیں اور نیکیاں تمہارے لئے خدا کے ہاں ذخیرہ بنی ہوئی ہیں اور ان سب کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن تمہیں دیا جائے گا ابن جریر کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سورت حضرت صدیق اکبرؓ کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی آپ اسے سن کر بہت روئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے یہ سورت رلا رہی ہے آپ نے فرمایا اگر تم خطا اور گناہ نہ کرتے کہ تمہیں بخشا جائے اور معاف کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی اور امت کو پیدا کرتا جو خطا اور گناہ کرتے اور خدا انہیں بخشتا حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت سن کر پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا مجھے سب اعمال دیکھنے پڑیں گے آپ نے فرمایا ہاں پوچھا بڑے بڑے فرمایا ہاں میں نے کہا چھوٹے چھوٹے بھی فرمایا ہاں میں نے کہا ہائے افسوس آپ نے فرمایا ابوسعیدؓ خوش ہو جاؤ نیکی تو دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تک خدا چاہے دے گا ہاں گناہ اس کے مثل ہوں گے یا اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا سنو کسی شخص کو صرف اس کے اعمال نجات نہ دے سکیں گے میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے اس کے راویوں میں ایک ابن لہیعہ ہیں یہ روایت صرف انہی سے منقول ہے حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت: وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ..... (سورہ دھر: ۸) نازل ہوئی یعنی مال کی محبت کے باوجود مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ اگر ہم تھوڑی سی چیز راہ اللہ دیں گے تو کوئی ثواب نہیں ملے گا مسکین ان کے دروازے پر آتا لیکن ایک آدھ کھجور یا روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دینے کو حقیر خیال کر کے یوں ہی لوٹا دیتے تھے اگر

دیں تو کوئی اچھی محبوب و مرغوب چیز دیں ادھر تو اس خیال کی یہ ایک جماعت تھی دوسری جماعت تھی جنہیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ ہوگی مثلاً کبھی جھوٹ بات کہہ دی کبھی ادھر ادھر نظریں ڈال لیں کبھی غیبت کر لی وغیرہ جہنم کی وعید تو کبیرہ گناہوں پر ہے تو یہ آیت: فَمَنْ يَعْمَلْ نِجْمًا مِثْلَ نِجْمِ الذُّرَّةِ يَأْتِ بِهِنَّ أَجْرُهُمْ يَوْمَ تَأْتِ السَّحَابُ مَوْبِقًا ۚ (سورہ النجم: ۱۸) سے گناہ کو بھی بے جان نہ سمجھو کہیں تھوڑا تھوڑا نیک عمل کر بہت نہ بن جائے ذرہ کے معنی چھوٹی چوٹی کے ہے یعنی نیکیوں کو اور برائیوں کو چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اپنے نامہ اعمال میں دیکھ لے گا بدی تو ایک ہی لکھی جاتی ہے نیکی ایک کے بدلے دس بلکہ جس کے لئے خدا چاہے اس سے بھی بہت زیادہ بلکہ ان نیکیوں کے بدلے برائیاں بھی معاف ہو جاتی ہیں ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس برائیاں معاف ہو جاتی ہیں پھر یہ بھی ہے کہ جس کی نیکی برائی سے ایک ذرے کے برابر بڑھ گئی وہ جنتی ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہوں کو ہلکانہ سمجھا کرو یہ سب جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر ڈالتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان برائیوں کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جیسے کچھ لوگ کسی جگہ اترے پھر ایک ایک دو دو لکڑیاں چن لائے تو لکڑیوں کا ڈھیر لگ جائے گا پھر اگر انہیں سلگا دیا جائے تو اس میں جو چاہیں پکا سکتے ہیں اسی طرح تھوڑے تھوڑے گناہ بہت زیادہ ہو کر آگ کا کام کرتے ہیں اور انسان کو جلا دیتے ہیں۔

تفسیر سورہ عادیات مکیہ

سُورَةُ الْعَدِيَّتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَحَدُ عَشَرَ آيَةً

کُلُّ آيَةٍ ۱۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رَوْعٍ ۱۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَدِيَّتِ صُبْحًا ۱۱ فَاَلْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۱۲ فَاَلْمُغِيرَتِ صُبْحًا ۱۳ فَاَثَرُنَ بِهِ نَقْعًا ۱۴
فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۱۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۱۶ وَاِنَّهُ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۱۷ وَاِنَّهُ
لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۱۸ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۱۹ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۲۰
اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۲۱

ع

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں بے شک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے (کبھی اول وہلہ میں کبھی بعد تامل) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب زندہ کئے جائیں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے جو کچھ دلوں میں ہے بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس

روز پورا آگاہ ہے ○

قسم ہے ان صبار رفتار گھوڑوں کی:

مجاہدین کے گھوڑے جب کہ خدا کی راہ کے لئے ہانپتے اور نہہناتے ہوئے دوڑتے ہیں ان کی اللہ تبارک و تعالیٰ قسم کھاتا ہے پھر اس تیزی میں دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ ان کے نعل کا ٹکرانا اور اس رگڑ سے آگ کی چنگاریاں اڑنا پھر صبح کے وقت دشمن پر ان کا چھاپہ مارنا اور دشمنان خدا کو تہہ وبالا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی عادت تھی کہ دشمن کی کسی بستی پر آپ جاتے تو وہاں رات کو ٹھہرتے اور سنتے اگر اذان کی آواز آتی تو آپ رک جاتے نہ آتی تو لشکر کو حکم دیتے کہ حملہ کریں پھر ان گھوڑوں کا گرد و غبار اڑانا اور ان سب کا دشمنوں کے درمیان گھس جانا ان سب چیزوں کی قسم کھا کر پھر مضمون شروع ہوتا ہے حضرت عبداللہؓ سے منقول ہے کہ والعادیات سے مراد اونٹ ہیں حضرت علیؓ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا گھوڑے ہمارے پاس بدر والے دن تھے ہی کب؟ یہ تو اس چھوٹے لشکر میں تھا جو بھیجا گیا تھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک مرتبہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو بوقت جہاد دشمنوں پر دھاوا بولتے ہیں پھر رات کے وقت یہ گھوڑے سوار مجاہد اپنے کیمپ میں آکر کھانا پکانے کے لئے آگ جلاتے ہیں وہ یہ پوچھ کر حضرت علیؓ کے پاس گیا آپ اس وقت زمزم کا پانی لوگوں کو پلا رہے تھے اس نے آپ سے یہی سوال کیا آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی اور سے بھی تم نے پوچھا ہے؟ کہا ہاں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا ہے تو انہوں نے فرمایا مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو خدا کی راہ میں دھاوا کریں حضرت علیؓ نے فرمایا جانا ذرا انہیں میرے پاس بلالانا جب وہ آگئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں اور تم لوگوں کو فتوے دے رہے ہو خدا کی قسم پہلا غزوہ اسلام میں بدر کا تھا اس لڑائی میں ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیرؓ کا دوسرا حضرت مقدادؓ کا تو عادیات صبحا یہ کیسے ہو سکتے ہیں اس سے مراد تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے والے اور مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے والے ہیں حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا حضرت علیؓ نے جو فرمایا وہی کہنے لگا مزدلفہ میں پہنچ کر حاجی بھی اپنی ہنڈیا روٹی کے لئے آگ جلاتے ہیں غرض حضرت علیؓ کا فرمان یہ ہوا کہ اس سے مراد اونٹ ہیں اور یہی قول ایک جماعت کا ہے جن میں ابراہیم عبید بن عیسر وغیرہ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے گھوڑے منقول ہیں مجاہد عکرمہ عطا قتادہ ضحاک بھی یہی کہتے ہیں اور امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ اور عطاءؓ سے مروی ہے کہ صبح یعنی ہانپنا کسی جانور کے لئے نہیں ہوتا سوائے گھوڑے اور کتے کے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے منہ سے ہانپتے ہوئے جو آواز آخ آخ کی نکلتی ہے یہی صبح ہے اور دوسرے جملہ کے ایک تو معنی یہ کئے گئے ہیں کہ ان گھوڑوں کی ٹاپوں کا پتھر سے ٹکرا کر آگ پیدا کرنا اور دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کے سواروں کا لڑائی کی آگ کو بھڑکانا اور یہ بھی کہا گیا ہے لڑائی میں مکر و دھوکہ کرنا اور یہ بھی ہے کہ راتوں کو قیام گاہ پہنچ کر آگ روشن کرنا اور مزدلفہ میں حاجیوں کا بعد از مغرب پہنچ کر آگ جلانا امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ ٹھیک قول یہی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سموں کا پتھر سے رگڑ کھا کر آگ پیدا کرنا پھر صبح کے وقت مجاہدین کا دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا اور جن صاحبان نے اس سے مراد اونٹ لئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف صبح کو جانا ہے پھر یہ سب کہتے ہیں کہ پھر ان کا جس مکان میں یہ اترے ہیں خواہ جہاد میں ہوں خواہ حج میں غبار اڑانا پھر ان مجاہدین کا کفار کی فوجوں میں درانہ گھس جانا اور چیرتے پھاڑتے مارے پچھاڑتے ان کے بیچ لشکر میں پہنچ جانا اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ سب جمع ہو کر اس جگہ درمیان میں آجاتے ہیں تو اس صورت میں جمعاً حال مؤکد ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا ابو بکر بزار میں اس جگہ ایک غریب حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر

بھیجا تھا ایک مہینہ گزر گیا لیکن اس کی کوئی خبر نہ آئی اس پر آیتیں اتریں اور اس لشکر کی خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے گھوڑے ہانپتے ہوئے تیز چال سے گئے ان کے سموں کی ٹکرے سے چنگاریاں اڑ رہی تھیں انہوں نے صبح ہی صبح دشمنوں پر پوری لیغار کے ساتھ حملہ کر دیا ان کی ٹاپوں سے گرد اڑ رہا تھا پھر غالب آکر سب جمع ہو کر بیٹھ گئے ان سموں کے بعد اب وہ مضمون بیان ہو رہا ہے جس پر قسمیں کھائی گئی تھیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا قدر دان نہیں اگر کوئی دکھ درد کسی وقت آگیا ہے تو وہ بخوبی یاد ہے لیکن خداوند تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتیں جو ہیں سب کو بھلائے ہوئے ہے ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ کنود وہ ہے جو تنہا کھائے غلاموں کو مارے اور احسان و سلوک نہ کرے اس کی اسناد ضعیف ہے پھر فرمایا خدا اس پر شاہد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خود اس بات پر اپنا گواہ آپ ہے اس کی ناشکری اس کے افعال و اقوال سے ظاہر ہے جیسے اور جگہ ہے: شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ (سورہ توبہ: ۱۷) یعنی مشرکین سے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی جب یہ اپنے کفر کے آپ گواہ ہیں پھر فرمایا یہ مال کی چاہت میں بڑا سخت ہے یعنی اسے مال کی بے حد محبت ہے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی محبت میں پھنس کر ہماری راہ میں دینے سے جی چراتا ہے اور بخل سے کام لیتا ہے پھر پروردگار عالم اسے دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت وہ آ رہا ہے کہ جب تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جو کچھ باتیں چھپی لگی ہوئی تھیں سو وہ ظاہر ہو جائیں گی سن لو ان کا رب ان کے تمام کاموں سے باخبر ہے اور ہر ایک عمل کا بدلہ پورا پورا دینے والا ہے ایک ذرے کے برابر وہ ظلم روا نہیں رکھتا اور نہ رکھے۔

تفسیر سورہ قارعہ مکہ

سُورَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ أَحَدُ عَشْرَةِ آيَةٍ

کُلُّ آيَاتٍ ۱۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الْقَارِعَةُ ۱ مَا الْقَارِعَةُ ۲ وَمَا أَذْرُكَ مَا الْقَارِعَةُ ۳ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۴ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۵ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۶ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۷ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۸ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۹ وَمَا أَذْرُكَ مَا هِيَةٌ ۱۰ نَارُ حَامِيَةٍ ۱۱

ع ۲۶

وہ کھڑکھڑانے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑکھڑانے والی چیز جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (وجہ تشبیہ متفرق ہو کر اڑا جانا ہے) پھر (وزن اعمال کے بعد) جس شخص کا پلہ بھاری (ایمان کا) ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا (یعنی ناجی ہوگا) اور جس شخص کا پلہ

(ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے ○

کھڑکھڑادینے والی:

قارِعہ بھی قیامت کا نام ہے جیسے حَاقَّةٌ طَامَّةٌ صَاخَّةٌ غَاشِيَةٌ وغیرہ اس کی بڑائی اور ہولناکی کے بیان کے لئے سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس کا علم بغیر میرے بتائے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا پھر خود بتلاتا ہے کہ اس دن لوگ منتشر اور پراگندہ حیران و پریشان ادھر ادھر گھوم رہے ہوں گے جس طرح پروانے ہوتے ہیں جیسے اور جگہ فرمایا ہے: كَانَهُمْ جَوَادٌ مُنْتَشِرُونَ (سورہ قمر: ۱۶) گویا وہ ہڈیاں ہیں پھیلی ہوئی پھر فرمایا پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ دھنی ہوئی اون کی طرح ادھر ادھر اڑتے نظر آئیں گے پھر فرماتا ہے اس دن ہر نیک و بد کا انجام ظاہر ہو جائے گا نیکوں کی عظمت اور بروں کی اہانت کھل جائے گی جس کی نیکیاں وزن میں برائیوں سے بڑھ گئیں وہ عیش و آرام کی جنت میں بسر کرے گا اور جس کی بد اعمالیاں نیکیوں پر چھا گئیں بھلائیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا وہ جہنمی ہو جائے گا وہ منہ کے بل اوندھا جہنم میں گرا دیا جائے گا ام سے مراد دماغ ہے یعنی سر کے بل ہاویہ میں جائے گا اور یہ بھی معنی ہیں کہ فرشتے جہنم میں اس کے سر پر عذاب کی بارش برسائیں گے اور یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا اصلی ٹھکانا وہ جگہ جہاں اس کے لئے قرار گاہ مقرر کیا گیا ہے وہ جہنم ہے ہاویہ جہنم کا نام ہے اسی لئے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ وہ شعلے مارتی بھڑکتی ہوئی آگ ہے حضرت اشعب بن عبد اللہ فرماتے ہیں مومن کی موت کے بعد اس کی روح کو ایمانداروں کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں اور فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی دل جوئی اور تسلی کرو یہ دنیا کے رنج و غم میں مبتلا تھا اب وہ نیک روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تو مر چکا ہے کیا تمہارے پاس نہیں آیا تو یہ سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پھونکوا سے وہ تو اپنی ماں ہاویہ میں پہنچا ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بیان خوب تفصیل سے ہے اور ہم نے بھی کتاب صفۃ النار میں ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس آتش جہنم سے نجات دے آمین پھر فرماتا ہے کہ وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے بڑے شعلے مارنے والی جھلسا دینے والی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہاری یہ آگ تو اس کا ستر ہواں حصہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہلاکت کو تو یہی کافی ہے آپ نے فرمایا ہاں لیکن آتش دوزخ تو اس سے اہتر حصے تیز ہے صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر ہر حصہ اس آگ جیسا ہے مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے مسند احمد کی ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ آگ باوجود اس آگ کا ستر ہواں حصہ ہونے کے پھر بھی دو مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھا کر بھیجی گئی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھا سکتے اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ آگ سوواں حصہ ہے طبرانی میں ہے کہ جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ میں اور آتش جہنم کے درمیان کیا نسبت ہے؟ تمہاری اس آگ کے دھوئیں سے بھی ستر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جہنم کی آگ ہزار سال تک جلانی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلانی گئی تو سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلانی گئی تو سیاہ ہو گئی پس اب وہ سخت سیاہ اور بالکل اندھیرے والی ہے مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے ملکہ عذاب والا جہنمی وہ ہے جس کے پیروں میں آگ کی دو جوتیاں ہوں گی جن سے اس کا دماغ پکی ہوئی ہانڈی کی طرح جوش مار رہا ہوگا صحیحین میں ہے کہ آگ نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ خدایا میرا ایک حصہ دوسرے کو

۱۔ ع ب کے ذہیب جوش کے موقع پر اپنی تقریروں میں سوالات پے پے کرتے۔ قرآن مجید نے اسی اسلوب کے مطابق اس موقع پر بار بار سوال کیا تاکہ مخاطبین خوب متوجہ ہوں۔

کھائے جا رہا ہے تو پروردگار نے اس کو دوسانس لینے کی اجازت دی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس سخت جاڑا جو تم پاتے ہو اس کا ٹھنڈا سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے یہ اس کے گرم سانس کا اثر ہے اور حدیث میں ہے کہ جب گرمی شدت کی پڑے تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی سختی جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے۔

تفسیر سورہ تکاثر مکہ

سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي آيَاتٍ

کُلُّ رُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۲: کُلُّ آيَةٍ ۸:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهَكُمُ التَّكَاثُرُ ۱ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۶ ثُمَّ

لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۷ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۸

(دنیاوی ساز و سامان پر) فخر کرنا (جو کہ علامت ہے محبت و طلب کی) تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو ہر گز نہیں تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی) معلوم ہو جائے گا پھر دوبارہ (تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہر گز تمہاری یہ حالت ٹھیک نہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا (اور) اگر تم یقینی طور پر (دلائل صحیحہ واجب الاتباع سے اس بات کو) جان بیٹے واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر (مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ) واللہ تم لوگ اس کو ایسا دیکھنا جو کہ خود یقین ہے پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہو گئی ہوگی ○

حب دُنیا:

ارشاد ہوتا ہے کہ جب دنیا کی محبت اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش نے تمہیں آخرت کی طلب اور نیک کاموں سے غافل کر دیا ہے تم اسی دنیا کی ادھیڑ بن میں رہے کہ اچانک موت آگئی اور تم قبروں میں پہنچ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اطاعت پروردگار سے تم نے دنیا کی جستجو میں پھنس کر بے رغبتی کر لی اور مرتے دم تک غفلت برتی (ابن ابی حاتم) حسن بصری فرماتے ہیں کہ مال اولاد کی زیادتی کی ہوس میں موت کا خیال تک نہ آیا صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں ہم لو کان لابن ادم واد من ذهب یعنی اگر ابن آدم کے پاس ایک جنگل بھر کر سونا ہوا سے ہم قرآن کی آیت ہی سمجھتے رہے یہاں تک کہ اَلْهَكُمُ التَّكَاثُرُ نازل ہوئی مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن شخیر فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب آیا تو آپ

یعنی: اراد میرے نماز پڑھو مثلاً اگر میوں میں ظہر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھنا چاہئے۔

اس آیت کو پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا رہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال صرف وہ ہے جسے تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر پھاڑ دیا صدقہ دے کر باقی رکھ لیا صحیح مسلم شریف میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو لوگوں کے لئے چھوڑ کر چل دے گا بخاری کی حدیث میں ہے کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو تو پلٹ آتی ہیں صرف ایک ساتھ رہ جاتی ہے گھروالے مال اور اعمال اہل اور مال تو لوٹ آتے ہیں عمل ساتھ رہ گئے مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں اس کے ساتھ باقی رہ جاتی ہیں لالچ اور طویل تمنائیں حضرت ضحاک نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھ کر پوچھا کہ یہ درہم ہم کس کا ہے؟ اس نے کہا میرا فرمایا تیرا تو اس وقت ہوگا کہ کسی نیک کام میں تو خرچ کر دے یا بطور شکر خدا کے خرچ کر دے حضرت احنفؒ نے اس واقعہ کو بیان کر کے پھر یہ شعر پڑھا۔

أَنْتَ لِلْمَالِ إِذَا أَمْسَكَتَهُ ☆ فَإِذَا انْفَقْتَهُ فَالْمَالُ لَكَ

یعنی جب مال کو تو لئے بیٹھا ہے تو تو مال کی ملکیت ہے ہاں جب اسے خرچ کر دے گا اس وقت مال تیری ملکیت میں ہو جائے گا ابن بریدہؒ فرماتے ہیں ابن بریدہؒ فرماتے ہیں بنو حارثہ اور بنو حارث انصار کے قبائل آپس میں فخر و غرور کرنے لگے ایک کہتا دیکھو ہم میں فلاں شخص ایسا بہادر ایسا جیوٹ یا اتنا بڑا مالدار وغیرہ ہے دوسرے قبیلے والے اپنے میں ایسوں کو پیش کرتے تھے جب زندوں کے ساتھ یہ فخر و مباہات کر چکے تو کہنے لگے کہ آؤ قبرستان میں چلیں وہاں جا کر اپنے اپنے مردوں کی قبروں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے بتلاؤ اس جیسا بھی تم میں کوئی گزرا ہے وہ انہیں اپنے مردوں کے ساتھ الزام دینے لگے اس پر یہ دونوں ابتدائی آیتیں اتریں کہ تم فخر و مباہات کرتے ہوئے قبرستان پہنچ گئے اور اپنے اپنے مردوں پر بھی فخر و غرور کرنے لگے چاہئے تھا کہ یہاں آ کر عبرت حاصل کرتے اپنا مرنا اور سڑنا گلنا یاد کرتے حضرت قنادہؒ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی زیادتی اور اپنی کثرت پر گھمنڈ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک ایک ہو کر قبروں میں ٹھس گئے مطلب یہ ہے کہ کثرت مال و متاع کی تمنائے غفلت میں ہی رکھا یہاں تک کہ مر گئے اور قبروں میں دفن ہو گئے صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی عیادت کو تشریف لے گئے اور حسب عادت فرمایا کہ کوئی ڈر خوف نہیں انشاء اللہ گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوگی تو اس نے کہا آپ اسے خوب پاکی بتلا رہے ہیں یہ تو وہ بخار ہے جو بڑے بوڑھوں پر جوش مرتا ہے اور قبر تک پہنچا کر رہتا ہے آپ نے فرمایا اچھا پھر یوں ہی سہی اس حدیث میں بھی لفظ تَزِيْرُہُ الْقُبُورِ ہے اور یہاں قرآن میں ذُرْتُمْ الْمُقَابِرَ ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مر کر قبر میں دفن ہونا ہی ہے ترمذی میں ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ آیت نہ اتری ہم عذاب قبر کے بارے میں شک میں ہی رہے یہ حدیث غریب ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر کچھ دیر سوچ کر (اپنے غلام سے) فرمانے لگے میمون! قبروں کا دیکھنا تو صرف بطور زیارت ہے اور ہر زیارت کرنے والا اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے یعنی خواہ جنت کی طرف خواہ دوزخ کی طرف ایک اعرابی نے بھی ایک شخص کی زبانی ان دونوں آیتوں کی تلاوت سن کر یہی فرمایا تھا کہ اصل مقام اور ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ دھمکا تا ہوا دو مرتبہ فرماتا ہے کہ حقیقت حال کا علم تمہیں ابھی ہو جائے گا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے مراد کفار ہیں دوبارہ مومن مراد ہیں پھر فرماتا ہے کہ اگر تم علم یقین کے ساتھ اسے معلوم کر لیتے یعنی اگر ایسا ہوتا تو تم غفلت میں نہ پڑتے اور مرتے دم تک اپنی آخری منزل آخرت سے غافل نہ رہتے؟ پھر جس چیز سے پہلے دھمکایا تھا اسی کا بیان کر رہا ہے کہ تم جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اس کی ایک ہی جنبش کے ساتھ اور تو اور انبیاء علیہم السلام بھی ہیبت و خوف کے مارے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اس کی عظمت اور دہشت ہر دل پر چھائی ہوئی ہوگی جیسے کہ بہت سی حدیثوں میں بہ تفصیل موجود ہے پھر فرمایا کہ اس دن تم سے نعمتوں

کے متعلق سوال ہوگا صحت امن رزق وغیرہ تمام نعمتوں کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کا شکر کہاں تک ادا کیا ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ ٹھیک دوپہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے چلے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ بھی مسجد میں آرہے ہیں پوچھا کہ اس وقت کیسے نکلے ہو؟ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز نے آپ کو نکالا ہے اسی نے مجھے بھی نکالا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آگئے ان سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اور آپ نے بھی یہی جواب دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بزرگوں سے باتیں کرنی شروع کیں پھر فرمایا کہ اگر ہمت ہو تو اس باغ تک چلے چلو کھانا پینا مل جائے گا اور سائے دار جگہ بھی ہم نے کہا بہت اچھا پس ہمیں لے کر ابوالبشیمؓ انصاری کے باغ کے دروازے پر آئے آپ نے سلام کیا اور اجازت چاہی ام بَشِیم انصاریہ دروازے کے پیچھے ہی کھڑی تھیں سن رہی تھیں لیکن اونچی آواز سے جواب نہیں دیا اس لالچ سے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور زیادہ سلامتی کی دعا کریں اور کئی کئی مرتبہ آپ کا سلام سنیں جب تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر چکے اور کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس روانہ ہوئے اب تو حضرت ابوالبشیمؓ کی والدہ صاحبہ دوڑیں اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی آواز سن رہی تھی لیکن میرا ارادہ تھا کہ خدا کرے آپ کئی کئی مرتبہ سلام کریں اس لئے میں نے اپنی آواز آپ کو نہ سنائی آپ آئے تشریف لے چلے آپ نے ان کے اس فعل کو اچھی نظروں سے دیکھا پھر فرمایا کہ خود ابوالبشیمؓ کہاں ہیں؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی یہیں قریب ہی پانی لینے گئے ہیں آپ تشریف لائیے انشاء اللہ آتے ہی ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں رونق افروز ہوئے بی بی صاحبہؓ نے ایک سایہ دار درخت تلے کچھ بچھا دیا جس پر آپ تشریف فرما ہوئے اتنے میں ابوالبشیمؓ بھی آگئے بے حد خوش ہوئے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکھ نصیب ہوا اور جلدی جلدی ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گئے اور اچھے اچھے خوشے اتار اتار کر دینے لگے یہاں تک کہ خود آپ نے روک دیا صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدلی اور تر اور بالکل پکی اور جس طرح کی چاہیں تناول فرمائیں جب کھجوریں کھا چکے تو میٹھا پانی لائے جسے پیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں خدا کے ہاں سوال ہوں گے ابن جریر کی اسی حدیث میں ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہاں کیسے بیٹھے ہو دونوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے گھر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں فرمایا اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اسی وجہ سے اس وقت نکلا ہوں اب انہیں لے کر چلے اور ایک انصاری کے گھر آئے ان کی بیوی صاحبہ مل گئیں پوچھا کہ تمہارے میاں کہاں گئے ہیں؟ کہا گھر کے لئے میٹھا پانی لانے گئے ہیں اتنے میں وہ مشک اٹھائے ہوئے آہی گئے خوش خوش ہو گئے اور کہنے لگے مجھ جیسا خوش قسمت آج کوئی بھی نہیں جس کے گھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں مشک تو لٹکا دی اور خود جا کر کھجوروں کا تازہ تازہ خوشہ لے آئے آپ نے فرمایا چن کر الگ الگ کر کے لاتے تو جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہا کہ آپ کی طبیعت کے مطابق اپنی پسند سے چن لیں اور نوش فرمائیں پھر چھری ہاتھ میں تھامی کہ کوئی جانور ذبح کر کے گوشت پکا میں تو آپ نے فرمایا دیکھو دودھ دینے والے جانور ذبح نہ کرنا چنانچہ اس نے ذبیحہ کیا اور آپ نے وہیں کھانا تناول فرمایا پھر فرمانے لگے دیکھو بھوکے کے گھر سے نکلے اور پیٹ بھرے جارہے ہیں یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام حضرت ابو عسیبؓ کا بیان ہے کہ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی میں نکلا پھر حضرت ابو بکرؓ کو بلایا پھر حضرت عمرؓ کو بلایا پھر کسی انصاریؓ کے باغ میں تشریف لے گئے اور فرمایا لاؤ بھائی کھانے کو دو وہ انگور یعنی انہوں نے آواز جواب نہ دینے کی جو وجہ بتلائی کیونکہ اس میں حسن نیت اخلاص اور پیناہ حب رسول کا جذبہ کارفرما تھا اس لئے آپ نے اس کو خوب پسند فرمایا۔

کے خوشے اٹھالائے اور آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھائے پھر فرمایا ٹھنڈا پانی پلاؤ وہ لائے آپ نے پیا پھر فرمانے لگے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی حضرت عمرؓ نے وہ خوشہ اٹھا کر زمین پر دے مارا اور کہنے لگے اس کے بارے میں بھی خدا کے ہاں پرسش ہوگی آپ نے فرمایا ہاں صرف تین چیزوں کی تو پرسش نہیں پردہ پوشی کے لائق کپڑا بھوک روکنے کے قابل ٹکڑا اور سردی گرمی میں سر چھپانے کے لئے مکان (مسند احمد) مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر سنائی تو صحابہؓ کہنے لگے کہ ہم سے کس نعمت پر سوال ہوگا؟ کھجوریں کھارہے ہیں اور پانی پی رہے ہیں تلواریں گردنوں میں لٹک رہی ہیں اور دشمن سر پر کھڑا ہے آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں عنقریب نعمتیں آجائیں گی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور نہائے ہوئے لگتے تھے ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تو آپ بڑے خوش و خرم نظر آتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں پھر لوگ تو نگری کا ذکر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں خوف خدا ہو اس کے لئے تو نگری کوئی بری چیز نہیں یاد رکھو متقی شخص کے لئے صحت تو نگری سے بھی اچھی ہے اور خوش نفسی بھی خدا کی نعمت ہے (مسند احمد) ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے ترمذی شریف میں ہے نعمتوں کے سوال میں قیامت والے دن سب سے پہلے یہ کہا جائے گا کہ ہم نے تجھے صحت نہیں دی تھی اور ٹھنڈے پانی سے تجھے آسودہ نہیں کیا کرتے تھے؟ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ اس آیت: **ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ** کون کر صحابہؓ کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو جو کی روٹی اور وہ بھی آدھا پیٹ کھارہے ہیں تو خدا کی طرف سے وحی آئی کہ کیا تم پیر بچانے کے لئے جو تیاں نہیں پہنچتے اور کیا تم ٹھنڈا پانی نہیں پیتے؟ یہی قابل پرسش نعمتیں ہیں اور روایت میں ہے کہ امن اور صحت سے سوال ہوگا پیٹ بھر کھانے سے ٹھنڈے پانی سے سائے دار گھروں سے میٹھی نیند سے بھی سوال ہوگا شہد پینے سے لذتیں حاصل کرنے سے صبح شام کے کھانے سے گھی شہد اور میدے کی روٹی وغیرہ غرض ان تمام نعمتوں کے بارے میں خدا کے ہاں سوال ہوگا حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت کانوں اور آنکھوں کی صحت کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ ان طاقتوں سے کیا کیا کام کئے جیسے قرآن کریم میں ہے: **إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا** (سورہ بنی اسرائیل ۳۶) ہر شخص سے اس کے کان اس کی آنکھ اور اس کے دل کے بارے میں بھی پوچھ ہوگی صحیح بخاری شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ دو نعمتوں کے بارے میں لوگ بہت ہی غفلت برت رہے ہیں صحت اور فراغت یعنی نہ تو ان کا پورا شکر ادا کرتے ہیں نہ ان کی عظمت کو جانتے ہیں نہ انہیں خدا کی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں بزار میں ہے تہ بند کے سوا اور سائے واردیواروں کے سوا اور روٹی کے ٹکڑے کے سوا ہر چیز کا قیامت کے دن حساب دینا پڑے گا مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھے گھوڑوں پر اور اونٹوں پر سوا کرایا عورتیں تیرے نکاح میں دیں تجھے مہلت دی کہ تو ہنسی خوشی آرام و راحت سے زندگی گزارے اب بتا کہ اس کا شکر یہ کہاں ہے؟

تفسیر سورہ والعصر مکہ

حضرت عمرو بن عاصؓ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ میلہ کذاب سے ملے اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا عمروؓ کو دیکھ کر پوچھنا اگا کہ اس مدت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کوئی وحی نازل ہوئی؟ حضرت عمروؓ نے جواب دیا ایک مختصر سی نہایت

یعنی دنیا میں اگر کسی نے صرف اتنے ہی مختصر اور ضروری سامان پر اکتفا کیا تو کوئی سوال نہ ہوگا اور اگر اس سے زیادہ جمع کیا تو کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ ہے اس لئے اس کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

فصاحت والی سورت اتری ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ حضرت عمروؓ نے سورۃ العصر پڑھ کر سنائی مسلمانوں نے سوچا رہا پھر کہنے لگا عمروؓ دیکھو مجھ پر بھی اس جیسی سورت اتری ہے عمروؓ نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا یہ یا وبریٰ وبریٰ اِنَّمَا اَنْتَ اَذْنَانٌ وَصَدْرٌ خَصِرٌ نَقَرَ پھر کہنے لگا عمروؓ کہو تمہارا کیا خیال ہے؟ عمروؓ نے کہا میرا خیال تو تو خود ہی جانتا ہے کہ مجھے تیرے جھوٹا ہونے کا علم ہے وبریٰ جیسا ایک جانور ہے اس کے دونوں کان ذرا بڑے ہوتے ہیں اور سینہ بھی باقی جسم بالکل حقیر اور واہیاب ہوتا ہے اس کذاب نے ایسی فضول کوئی اور بکواس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ معارضہ کرنا چاہا جسے سن کر عرب کے بت پرست لوگوں نے بھی اس کا کاذب اور مفتری ہونا سمجھ لیا طبرانی میں ہے کہ دو صحابیوں کا یہ دستور تھا کہ جب ملتے ایک سورت کو پڑھتا دوسرا سنتا پھر سلام کر کے رخصت ہو جاتے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس سورت کو تذکرہ اور غور سے پڑھیں اور سمجھیں تو یہی ایک سورت کافی ہے۔

سُورَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ: ۱ ﴿﴾ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿﴾ کُلُّ آيَةٍ: ۳

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۱ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۲ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۳ وَتَوَّصَّوْا بِالْحَقِّ ۴ وَتَوَّصَّوْا بِالصَّبْرِ ۵

قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تصنع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق (پر قائم رہنے کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے) ○

قسم ہے زمانہ کی:

عصر سے مراد زمانہ ہے جس میں انسان نیکی بدی کے کام کرتا ہے حضرت زید بن اسلمؓ نے اس سے مراد عصر کی نماز یا عصر کی نماز کا وقت بیان کیا ہے لیکن مشہور پہلا ہی قول ہے اس قسم کے بعد بیان فرماتا ہے کہ انسان نقصان میں ٹوٹے میں ہلاکت میں ہے ہاں اس نقصان سے بچنے والے لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان ہو اعمال میں نیکیاں ہوں حق کی وصیت کرنے والے ہوں یعنی نیکی کے کام کرنے کی حرام کاریوں سے روکنے کی ایک دوسرے کو تاکید کرتے ہوں قسمت کے لکھے پر مصیبتوں کی برداشت پر صبر کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے ہوں ساتھ ہی بھلی باتوں کا حکم کرنے اور بری باتوں سے روکنے میں لوگوں کی طرف سے جو بدائیں اور تکلیفیں پہنچیں ان کو برداشت کرتے ہوں اور اسی کی تلقین اپنے ساتھیوں کو بھی کرتے ہوں یہ ہیں جو اس صریح نقصان سے مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر سورہ الہمزہ مکیہ

سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعُ آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: ﴿﴾ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿﴾ کُلُّ آيَاتٍ ۹:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۱۱ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۱۲ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ
أَخْلَدَهُ ۱۳ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۱۴ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۱۵ نَارُ اللَّهِ
الْمُوقَدَةُ ۱۶ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِيدَةِ ۱۷ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۱۸ فِي عَمَدٍ
مُمَدَّدَةٍ ۱۹

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالتا ہو (اور) روزانہ طعنہ دینے والا ہو جو (غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو
(غایت حب و فرح سے) اس کو بار بار گنتا ہو وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں رہے گا پھر آگے
اس ویل کی تفسیر ہے کہ واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے اور آپ کو کچھ معلوم ہے
کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے وہ آگ اللہ تعالیٰ کی ہے (اللہ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے جو (کہ بدن کو لگتے ہی) دلوں
تک جا پہنچے گی (اور) وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی (اس طرح سے کہ) وہ لوگ آگ کے بڑے بڑے لمبے لمبے ستونوں
میں (گھرے ہوں گے) ○

یہ غیبت کے مریض:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زبان سے لوگوں کی عیب گیری کرنے والا اپنے کاموں سے دوسروں کی حقارت کرنے والا خرابی والا شخص ہے
هَمَزٌ مَّشَاءٌ بَنِمِيمٍ (سورہ قلم: ۱۱) کی تفسیر بیان ہو چکی ہے حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے مراد طعنہ دینے والا غیبت کرنے والا
ہے ربیع بن انس کہتے ہیں کہ سامنے برا کہتا تو ہمز ہے اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنا لمز ہے قتادہ کہتے ہیں کہ زبان سے اور آنکھ کے اشاروں
سے بندگان خدا کو ستانا اور چڑانا مراد ہے کہ کبھی تو ان کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرے اور کبھی ان پر طعنہ زنی کرے مجاہد فرماتے ہیں کہ
ہمز ہاتھ اور آنکھ سے ہوتا ہے اور لمز زبان سے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اخنس بن شریق کافر ہے مجاہد فرماتے ہیں آیت عام ہے پھر
فرمایا جو جمع کرتا جاتا ہے اور گن گن کر رکھتا جاتا ہے جیسے اور جگہ ہے جَمَعَ فَأَوْعَىٰ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ دن بھر تو مال کمانے کی ہائے
وائے لگا رہا اور رات کو سڑی بھسی لاش کی طرح پڑا رہا اس کا خیال یہ ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ دنیا میں رکھے گا حالانکہ واقعہ یوں نہیں بلکہ
یہ بخیل اور حریص انسان جہنم کے اس طبقے میں گرے گا جو ہر اس چیز کو جو اس میں گرے چور چور کر دیتا ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ توڑ پھوڑ کرنے
والی کیا چیز ہے؟ اس کا حال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں معلوم نہیں یہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جاتی ہے جلا کر بھسم کر
دیتی ہے لیکن مرتے نہیں حضرت ثابت بنائی جب اس تلاوت کر کے اس کے یہ معنی بیان کرتے تو رو دیتے اور کہہ دیتے کہ انہیں عذاب

یعنی چھ اخنس بن شریق کی خصوصیت نہیں بلکہ جو بھی ان برے کاموں میں مشغول ہو آیت میں موجود وعید کا وہ مستحق ہے۔

نے بڑا ستایا محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ آگ جلاتی ہوئی حلق تک پہنچ جاتی ہے پھر لوٹتی پھر پہنچتی ہے یہ آگ ان پر ہر طرف سے بند کر دی گئی جیسے کہ سورہ ہلد کی تفسیر میں گزرا ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے اور دوسرا طریقہ اس کا موقوف ہے لوہا جو مثل آگ کے ہے اس کے ستونوں میں یہ لے لے دروازے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں بصد ہے ان جہنمیوں کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی یہ لے لے ستونوں میں جکڑے ہوں گے اور اوپر سے دروازے بند کر دیئے جائیں گے ان آگ کے ستونوں میں انہیں بڑے سخت عذاب کئے جائیں گے ابوصالح فرماتے ہیں یعنی وزنی بیڑیاں اور قید و بند ان کے لئے ہوں گے۔

تفسیر سورہ فیل مکہ

سُوْرَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ کُلُّ آيَاتٍ ۵:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الْمُتَرَكِّفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَارْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا کیا ان کی تدبیر کو (جو مکہ ویرانی کعبہ کے بارے میں تھی) سر تا پا غلط نہیں کر دیا اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے سو ان کو اللہ تعالیٰ نے کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح (یا مال) کر دیا ○

اصحابِ فیل:

خدائے رب العزت نے قریش پر جو اپنا خاص انعام فرمایا تھا اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ جس لشکر نے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی خدائے تعالیٰ نے اس سے پہلے کہ وہ اسے منہدم کریں ان کا نام و نشان مٹا دیا ان کی تمام فریب کاریاں ان کی تمام قوتیں سلب کر لیں برباد غارت کر دیا یہ لوگ مذہباً نصرانی تھے لیکن دین مسیح کو مسخ کر دیا تھا قریب قریب بت پرست ہو گئے تھے انہیں اس طرح نامراد کرنا یہ گویا پیش خیمہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور اطلاع تھی آپ کی آمد آمد کی حضور علیہ السلام اسی سال تولد ہوئے اکثر مؤرخین حضرات کا یہی قول ہے تو گویا خدائے عالم فرما رہا ہے کہ اے قریشیو! حبشہ کے اس لشکر پر تمہیں فتح تمہاری بھلائی کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ اس میں ہمارے گھر کی حفاظت تھی جسے ہم شرف بزرگی عظمت و عزت میں اپنے آخر الزمان پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بڑھانے والے تھے غرض اصحابِ فیل کا مختصر واقعہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور تفصیلی واقعہ اصحابِ الاخدود

کے بیان میں گزر چکا ہے کہ قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ذونواس جو مشرک تھا جس نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو کھائیوں میں قتل کیا تھا جو سچے نصرانی تھے اور تعداد میں تقریباً بیس ہزار تھے سارے کے سارے ہی شہید کر دیئے گئے تھے صرف دس ذوالعقبان ایک بچ گیا تھا جو ملک شام جا پہنچا اور قیصر روم سے فریاد رسی چاہی یہ بادشاہ نصرانی مذہب پر تھا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس کے ساتھ اپنی پوری فوج کر دو اس لئے کہ یہاں سے دشمن کا ملک قریب تھا اس بادشاہ نے اریاط اور ابویکسوم ابرہہ بن صباح کو سالار لشکر بنا کر بہت بڑا لشکر دے کر دونوں کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا یہ لشکر یمن پہنچا یمن اور یمنیوں کو تاخت و تاراج کر دیا ذونواس بھاگ کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سارے یمن پر شاہ حبشہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ دونوں سردار یہاں رہنے سہنے لگے لیکن کچھ تھوڑی مدت کے بعد ان میں اختلاف ہو گیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں نے ایک دوسرے کے مقابل صفیں باندھ لیں اور لڑنے کے لئے نکل آئے حملہ ہوا اس سے پیشتر ان دونوں سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت آؤ ہم تم دونوں میدان میں نکلیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کر لیں جو زندہ بچ جائے ملک و فوج اسی کی چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور دونوں میدان میں نکل آئے اریاط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے چہرہ زخمی کر دیا ناک ہونٹ منہ کٹ گیا ابرہہ کے غلام عتودہ نے ایک موقع پر اریاط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا ابھہ زخمی ہو کر میدان سے زندہ واپس گیا علاج معالجہ سے زخم اچھے ہو گئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن گیا نجاشی شاہ حبشہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو بڑا سخت غصہ ہوا اور ابرہہ کو ایک خط لکھا اسے بڑی لعنت ملامت کی اور کہا کہ خدا کی قسم میں تیرے شہروں کو پامال کروں گا اور تیری چوٹی کاٹ لاؤں گا ابرہہ نے اس کا جواب نہایت عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیے دیئے اور ایک تھیلی میں یمن کی مٹی بھردی اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر اس میں رکھ دیئے اور اپنے خط میں اپنے قصور کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور میری چوٹی کے بال بھی اب اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضی معاف فرمائیے اس سے شاہ حبشہ خوش ہو گیا اور یہاں کی سرداری اسی کے نام کر دی اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کے لئے ایک ایسا گر جا تعمیر کر رہا ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہوا اس گر جا گھر کا بنانا شروع کیا بڑے اہتمام اور کروفر سے بہت اونچا اور بہت مضبوط بے حد خوبصورت اور منقش و مزین گر جا بنایا اس قدر بلند تھا کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی تھی اسی لئے عرب اسے قلیس کہتے تھے یعنی ٹوپی پھینک دینے والا اب ابرہہ اشرم کو یہ سوچ بھی کہ لوگ بجائے کعبۃ اللہ کے حج کے اس کا حج کریں اپنی ساری مملکت میں اس کی منادی کرادی عدنانیہ اور قحطانیہ عرب کو یہ بہت برا لگا ادھر قریش بھی بھڑک اٹھے تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے وقت اس کے اندر گھس گیا اور پاخانہ کر کے چلا آیا چوکیداروں نے جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ آپ نے ان کا کعبہ روک دیا ہے لہذا انہوں نے جوش اور غضب میں آکر یہ حرکت کی ہے ابرہہ نے اسی وقت قسم کھالی کہ میں مکہ پہنچوں گا اور بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ چند نوجوان قریشیوں نے اس گر جا میں آگ لگا دی تھی اور اس وقت ہوا بھی بہت تیز تھی سارا گر جا جل گیا اور منہ کے بل زمین پر گر گیا اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر لے کر مکہ پر چڑھائی کی تاکہ کوئی روک نہ سکے اور اپنے ساتھ ایک بڑا اونچا اور موٹا ہاتھ لیا جسے محمود کہا جاتا تھا کہ اس جیسا ہاتھی اور کوئی نہ تھا شاہ حبشہ نے یہ ہاتھی اس کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی ساتھ تھے یہ کعبے کو ڈھانے کی نیت سے چلا یہ سوچ کر کہ کعبہ کی دیواروں میں مضبوط زنجیریں ڈال دوں اور ہاتھیوں کی گردنوں میں ان زنجیروں کو باندھ گا ہاتھی ایک ہی جھٹکے میں چاروں دیواریں بیت اللہ کی جڑ سے نکال دیں گے جب اہل عرب کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو ان پر بڑا اثر پڑا اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور اس کے اس برے

ارادے سے اسے روکیں گے ایک یمنی شریف سردار جو وہاں کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جسے ذوق تھا کہ جاتا تھا یہ کھڑا ہو گیا اپنی قوم اور کل آس پاس کے عرب کو جمع کیا اور بدنیت بادشاہ سے مقابلہ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا عربوں کو شکست ہوئی اور ذوق اس خبیث کے ہاتھ قید ہو گیا اس نے اسے بھی ساتھ لیا اور مکہ شریف کی طرف بڑھا خشم قبیلے کی زمین پر جب یہ پہنچا تو یہاں نفیل بن حبیب خشمی نے اپنے لشکروں سے مقابلہ کیا لیکن ابرہہ نے اسے مغلوب کر لیا اور نفیل بھی قید ہو گیا پہلے تو اس ظالم نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن پھر قتل نہ کیا اور قید کر کے ساتھ لے لیا تاکہ راستہ بتائے جب طائف پہنچا تو قبیلہ ثقیف نے اس سے صلح کر لی کہ ایسا نہ ہو ان کے بت خانوں کو جس میں لات نامی بت تھا یہ توڑ دے اس نے بھی ان کی آؤ بھگت کی انہوں نے ابوذرغال کو اس کے ساتھ کر دیا کہ یہ تمہیں وہاں کا راستہ بتائے گا ابرہہ جب مکے کے بالکل قریب مغس کے مقام پر پہنچا تو اس نے یہاں پڑاؤ کیا اس کے لشکر نے آس پاس مکہ والوں کے جو جانور اونٹ وغیرہ چک رہے تھے سب کو اپنے قبضہ میں کیا ان جانوروں کو لوٹا دیا تھا جس پر عرب شاعروں نے اس کی ہجو میں اشعار لکھے جو سیرۃ اس کے ہر اول کا سردار تھا اس نے ابرہہ کے حکم سے ان جانوروں کو لوٹا دیا تھا جس پر عرب شاعروں نے اس کی ہجو میں اشعار لکھے جو سیرۃ ابن اسحق میں موجود ہیں اب ابرہہ نے اپنا قاصد ضاطہ حمیری مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کو میرے پاس لاؤ اور یہ بھی اعلان کر دو کہ میں مکہ والوں سے لڑنے کو نہیں آیا میرا ارادہ صرف بیت اللہ کو گرانے کا ہے ہاں اگر مکہ والے اس کے بچانے کے درپے ہوئے تو لامحالہ مجھے ان سے لڑائی کرنی پڑے گی ضاطہ جب مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملا جلا تو معلوم ہوا کہ یہاں کا بڑا سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہے یہ عبدالمطلب سے ملا اور شاہی پیغام پہنچایا جس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا واللہ نہ ہمارا ارادہ لڑنے کا ہے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے یہ خدا کا حرمت والا گھر ہے اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندہ یادگار ہے خدا اگر چاہے گا تو اپنے گھر کی آپ حفاظت کرے گا ورنہ ہم میں تو ہمت و قوت نہیں ضاطہ نے کہا اچھا تو آپ میرے ساتھ بادشاہ تک چلے چلے عبدالمطلب ساتھ ہو لیے بادشاہ نے جب انہیں دیکھا تو ہیبت میں آ گیا عبدالمطلب گورے چنے سڈول اور مضبوط توئی والے حسین و جمیل انسان تھے دیکھتے ہی ابرہہ تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش پر عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھ کہ کیا چاہتا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا میرے دو سواونٹ جو بادشاہ نے لے لئے ہیں انہیں واپس کر دیا جائے بادشاہ نے کہا ان سے کہہ دے کہ پہلی نظر میں تو رعب مجھ پر پڑا تھا اور میرے دل میں تیری وقعت بیٹھ گئی تھی لیکن پہلے ہی کلام میں تو نے سب کچھ کھو دیا اپنے دو سواونٹ کی تو تجھے فکر ہے اور اپنے اور اپنی قوم کے دین کی تجھے فکر نہیں میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے کے لئے آیا ہوں عبدالمطلب نے جواب دیا کہ سن بادشاہ اونٹ تو میرے ہیں اس لئے انہیں بچانے کی کوشش میں ہوں اور خانہ کعبہ خدا کا ہے وہ خود اسے بچالے گا اس پر یہ سرکش کہنے لگا کہ خدا بھی آج اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا عبدالمطلب نے کہا بہتر ہے وہ جانے اور تو جانے یہ بھی منقول ہے کہ اہل مکہ نے تمام حجاز کا تہائی مال ابرہہ کو دینا چاہا کہ وہ اپنے اس غلط ارادے سے باز آجائے لیکن اس نے قبول نہ کیا خیر عبدالمطلب تو اپنے اونٹ لے کر چل دیئے اور آ کر قریش کو حکم دیا کہ مکہ بالکل خالی کر دو پہاڑوں میں چلے جاؤ اب عبدالمطلب اپنے ساتھ چیدہ چیدہ لوگوں کو لے کر بیت اللہ میں آیا اور بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا تھام کر رو کر اور گڑا کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ باری تعالیٰ ابرہہ اور اس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک اور عزت والے گھر کو بچالے عبدالمطلب نے اس وقت یہ دعائیں اشعار پڑھے

لَا هُمْ إِنْ الْمَرَّائِمُ نَعُ رَحَلُهُ فَاَمْنَعُ رِحَالِكَ
لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَمَحَالُهُمْ اَبَدًا مَحَالِكَ

یعنی ہم بے فکر ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا اپنے گھر کا بچاؤ کرتا ہے خدا یا تو بھی اپنے گھر کو اپنے دشمنوں سے بچا دے تو ہر گز نہیں ہو سکتا کہ ان کی صلیب اور ان کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آجائیں اب عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آس پاس کے پہاڑوں پر چڑھ گیا یہ بھی مذکور ہے کہ جاتے ہوئے قربانی کے سوا ونٹ بیت اللہ کے ارد گرد نشان لگا کر چھوڑ دیئے تھے اس نیت سے کہ اگر یہ بددین آئے اور انہوں نے خدا کے نام کی قربانی کی ان جانوروں کو چھیڑا تو عذاب خدا ان پر اترے گا دوسری صبح ابرہہ کے لشکر میں مکہ میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اسے تیار کیا لشکر میں کمر بندی ہو چکی اور مکہ کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی تیاری کی اس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستہ میں لڑا تھا اور اب بطور قیدی کے اس کے ساتھ تھا وہ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں خیریت کے ساتھ چلا جا تو خدا تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے یہ کہہ کر کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کی پہاڑی میں جا چھپا محمود ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا اب ہزار جتن فیلبان کر رہے ہیں کنکری بھی کوشش کرتے کرتے تھک گئے لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے ہلا ہی نہیں سر پر آنکس مار رہے ہیں ادھر ادھر سے بھالے اور برچھے مار رہے ہیں آنکھوں میں آنکس ڈال رہے ہیں غرض تمام جتن کر لیے لیکن ہاتھی جنبش نہیں کرتا پھر بطور امتحان کے اس کا منہ یمن کی طرف کر کے لے جانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا شام کی طرف چلنا چاہا تو بھی پوری طاقت سے آگے بڑھ گیا مشرق کی طرف لے جانا چاہا تو بھی بھاگا بھاگا گیا پھر مکہ شریف کی طرف منہ کر کے آگے بڑھنا چاہا تو وہیں سے اٹھ اچلا آ رہا ہے ابھی پوری دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ جانور سر پر آگئے ہر طرف سے سارے لشکر کو گھیر لیا ان میں سے ہر ایک کی چونچ میں ایک مسوریاماش کے دانے برابر کنکری تھی اور دونوں پنجوں میں دو کنکریاں تھیں یہ ان پر پھینکنے لگے جس جس پر یہ کنکری آپڑی وہ وہیں ہلاک ہو گیا اب تو اس لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی ہر ایک نفیل نفیل کرنے لگا کیونکہ ان لوگوں نے اسے رہبر اور راستہ بتانے والا سمجھ رکھا تھا نفیل تو ہاتھی کو کہہ کر پہاڑ پر چڑھ گیا تھا اور دیگر اہل مکہ ان لوگوں یہ درگت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور نفیل وہیں کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا

أَيْنَ الْمَفْزُ وَالْإِلَٰهَ الطَّالِبُ ☆ وَالْأَشْرَمُ الْمَغْلُوبُ لَيْسَ الْغَالِبُ

اب جائے پناہ کہاں ہے؟ جب کہ خدا خود تاک میں لگ گیا ہے سنو اشرم بد بخت مغلوب ہو گیا اب یہ پنپنے کا نہیں اور بھی نفیل نے اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں اس کا قصہ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس وقت کاش کہ تو موجود ہوتا جبکہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی اور وادی محصب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے ہیں تو اس وقت تو اس غیبی لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر قطعاً سجدے میں گر پڑتا ہم تو وہاں کھڑے حمد خدا کی راگنیاں الاپ رہے تھے گو کلیجے ہمارے بھی اونچے ہو گئے تھے کہ کہیں کوئی کنکری ہمارا کام بھی تمام نہ کر دے نصرانی منہ موڑے بھاگ رہے تھے اور نفیل نفیل پکار رہے تھے گویا کہ نفیل پر ان کے باپ دادوں کا کوئی قرض تھا واقدی فرماتے ہیں کہ یہ پرندے زرد رنگ کے تھے کیونکہ سے کچھ چھوٹے تھے ان کے پاؤں سرخ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا اس نے قدم بڑھایا تھا کہ اس کی مستک پر کنکری پڑی اور وہ بلبل کر پیچھے ہٹا اور پھر ہاتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں اکثر وہیں ڈھیر ہو گئے اور بعض جو ادھر ادھر بھاگ نکلے تھے ان میں سے بھی کوئی جانبر نہ ہوا بھاگتے بھاگتے ان کے اعضا کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے اور بالآخر جان سے جاتے تھے ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضو بدن جھڑنا شروع ہوا یہاں تک کہ خیم کے شہروں میں سے صنعا میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا لوتھڑا

۱۔ یہ محمود خادم کی بھی خوب رہی۔

بنا ہوا تھا وہیں بلک بلک کر دم توڑا اور کتے کی دمت مرادل تک پھٹ گیا تھا قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پر کر لیا تھا زمین عرب میں آبلہ اور چچک اسی سال پیدا ہوتے دیکھے گئے اور اسی طرح سپند اور حنظل وغیرہ کے ٹڑوے درخت بھی اسی سال زمین عرب میں دیکھے گئے پس اللہ تعالیٰ بزبان رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم میرے گھر کی اسی طرح عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کا کہا مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور دشمنوں سے نجات دیتا ابابیل جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد لغت عرب میں نہیں پایا گیا بحیل کے معنی ہیں بہت سخت اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو فارسی لفظوں سے مرکب ہے یعنی سنگ اور گل سے یعنی پتھر اور مٹی غرض بحیل وہ ہے جس میں پتھر مع مٹی کے ہو عصف جمع ہے عصفہ کی کھیتی کے ان پتوں کو کہتے ہیں جو پک نہ گئے ہوں ابابیل کے معنی ہیں گروہ گروہ جھنڈ جھنڈ کے بہت سارے پے در پے جمع شدہ ادھر ادھر سے آنے والے بعض نحوی کہتے ہیں کہ اس کا واحد ابیل ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان پرندوں کی چونچ کھچی پرندوں جیسی اور بچے تھے کتوں جیسے عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سبز رنگ کے پرندے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے یہ پرندے باقاعدہ ان لشکریوں کے سروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھراؤ کیا جس کے سر میں لگا اس کے نیچے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا جس کے جس عضو پر گرا وہ عضو ساقط ہو گیا ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکر بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہ و بالا ہو گئے عصف کہتے ہیں چارے کو اور کٹی کو اور گیہوں کے ذنصل کے پتوں کو اور ماکول سے مراد ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عصف کہتے ہیں بھوسی کو جو اناج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے ابن زیدؓ فرماتے ہیں کہ مراد کھیتوں کے وہ پتے ہیں جنہیں چر چکے ہوں مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو تھس تھس کر دیا اور عام خاص کو ہلاک کر دیا ان کی ساری تدبیریں بے کار ہو گئیں کوئی بھلائی انہیں نصیب نہ ہوئی ایسا بھی کوئی ان میں صحیح و سالم نہ رہا کہ ان کی خبر پہنچائے جو بھی بچا وہ زخمی ہو کر اور اس زخم سے پھر جان بر نہ ہو سکا خود بادشاہ بھی گو وہ ایک گوشت کے ٹوٹھڑے کی طرح ہو گیا تھا جوں توں صنعا میں پہنچا لیکن وہاں جاتے ہی اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور واقعہ بیان کر چکا تھا جو مر گیا ا کے بعد اس کا لڑکا یسویمن کا بادشاہ بنا پھر اس کے دوسرے بھائی مسروق بن ابرہہ کو سلطنت ملی اب سیف بن ذویزن جمیری کسری کے دربار میں پہنچا اور اس سے مدد صلب کی تاکہ وہ اہل حبشہ سے لڑے اور یمن ان سے خالی کرائے کسری نے اس کے ساتھ ایک لشکر جرار کر دیا اس لشکر نے اہل حبشہ کو شکست دی اور ابرہہ کے خاندان کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی اور پھر قبیلہ حمیر یہاں کا بادشاہ بن گیا عربوں نے اس پر بڑی خوشیاں منائیں اور ہر طرف سے مبارک بادیاں موصول ہوئیں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے فیلبان اور چرکے کو میں نے مکہ شریف میں دیکھا دونوں اندھے ہو گئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ اساف اور ناکہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے یہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور یہ لوگوں سے بھیک مانگا کرتے تھے اس فیلبان کا نام ایلس تھا بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ خود اس چرھائی میں نہ تھا بلکہ اس نے اپنے لشکر کو بہ ماتحتی شمس بن معضود کے بھیجا یہ لشکر بیس ہزار کا تھا اور یہ پرندے ان کے اوپر رات کے وقت آئے تھے اور صبح تک ان سب کا ناس ہو چکا تھا لیکن یہ روایت بہت ہی غریب ہے اور صحیح یہ ہے کہ خود ابرہہ اشرم حبشی ہی اپنے ساتھ لشکر لے کر آیا تھا ممکن ہے اس کے ہر اول دستہ پر یہ شخص سردا ہو اس واقعہ کو بہت سے شاعروں نے اپنے شعروں میں بھی بسط کے ساتھ بیان کیا ہے سورہ فتح کی تفسیر میں ہم اس واقعہ و تفصیل بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ جب حدیبیہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ٹیلے پر چڑھے جہاں سے آپ قریشیوں پر جانے والے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی

لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا لیکن وہ نہ اٹھی لوگ کہنے لگے قصو اتھک گئی آپ نے فرمایا نہ یہ تھکی نہ اس میں اڑنے کی عادت اسے خدا تعالیٰ نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مکے والے جن شرائط پر مجھ سے صلح چاہیں گے میں سب مان لوں گا بشرطیکہ خدا کی حرمتوں کی ہتک اس میں نہ ہو پھر آپ نے اسے ڈانٹا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہو گئی یہ حدیث صحیح بخاری شریف میں ہے بخاری مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر سے ہاتھیوں کو روک لیا اور اپنے نبی ﷺ کو وہاں کا قبضہ دیا اور اپنے ایماندار بندوں کو سنو آج اس کی حرمت ویسی ہی لوٹ کر آگئی ہے جیسے کل تھی خبردار ہر حاضر کو چاہئے کہ غیر حاضر کو پہنچا دے۔

تفسیر سورہ قریش مکہ

اس کی فضیلت میں ایک غریب حدیث بیہقی کی کتاب خلافيات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کو سات فضیلتیں دی ہیں ایک تو یہ کہ میں ان میں سے ہوں دوسرے یہ کہ نبوت ان میں ہے تیسرے یہ کہ بیت اللہ کے پاس بن یہ ہیں چوتھے یہ کہ چاہے زمزم کے ساقی یہ ہیں پانچویں یہ کہ ان کے بارے میں قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی چھٹے یہ کہ دس سال تک انہوں نے خدا کی عبادت کی جب کہ اور کوئی عبادت خدا نہ کرتا تھا ساتویں یہ کہ خدا نے انہیں ہاتھیوں والوں پر غالب کیا پھر آپ نے بسم اللہ..... پڑ کر یہ سورت تلاوت فرمائی (او کا قال)۔

سُوْرَةُ الْمَكِّيَّةِ وَهِيَ اَرْبَعُ اَيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کُلُّ آيَاتٍ ۴

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

لَا يُلَفِّ قُرَيْشٌ ۝۱۱ الْفِيهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝۱۲ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ

هَذَا الْبَيْتِ ۖ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۖ وَأَمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۖ

چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو (اس نعمت کے شکر یہ میں) ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا ○

وافر رزق اور امن عامہ کی دولت:

موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورت سورہ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کی آیت کا فاصلہ موجود ہے مضمون کے اعتبار سے یہ سورت پہلی سورت کے متعلق ہی ہے جیسے کہ محمد بن اسحاق، عبد الرحمن بن زید بن اسلم وغیرہ نے تصریح کی ہے اس بنا پر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہی ہے کیونکہ آپ نے یہاں خاص طور پر عصر ہی کے اوقات میں غفلت برتنے اور تساہل کا ذکر فرمایا حالانکہ دیر سے نماز پڑھنا دوسری نمازوں میں بھی ہو سکتا ہے۔

پر معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے مکہ پر حملہ آور ہاتھیوں کو روکا اور ہاتھی والوں کو ہلاک کیا یہ قریشیوں کو الفت دلانے اور انہیں اجتماع کے ساتھ با امن اور اس شہر میں رہنے سہنے کے لئے تھا اور یہ مراد بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ قریشی جاڑوں میں کیا اور گرمیوں میں کیا دور دراز کے سفر امن و امان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ مکہ جیسے محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ہر جگہ ان کی عزت ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھی جو ہوتا تھا امن و امان سے سفر طے کر لیتا تھا اسی طرح وطن میں ہر طرح کا امن انہیں حاصل تھا جیسے ایک دوسرے موقع پر قرآن کریم میں موجود ہے کہ کیا نہیں دیکھتے تم کہ ہم نے حرم کو امن والی جگہ بنادیا ہے اس کے آس پاس تو لوگ اغوا کر لئے جاتے ہیں لیکن یہاں کے رہنے والے محفوظ ہیں امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ لایلف میں پہلا لام تعجب کا لام ہے اور دونوں سورتیں بالکل جدا گانہ ہیں جیسا کہ مسلمانوں کا اجتماع ہے تو گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ تم قریشیوں کے اس اجتماع اور الفت پر تعجب کرو کہ میں نے انہیں کیسی بھاری نعمت عطا فرما رکھی ہے انہیں چاہئے کہ میری اس نعمت کا شکر اس طرح ادا کریں کہ صرف میری ہی عبادت کرتے رہیں جیسے اور جگہ ہے: قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا..... (سورہ نحل: ۱۹) یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی ہی عبادت کروں جس نے انہیں حرم بنایا جو ہر چیز کا مالک ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا مطیع اور فرمانبردار رہوں پھر فرماتا ہے وہ رب بیت جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور حالت خوف میں محفوظ رکھا انہیں چاہئے کہ اس کی عبادت میں کسی چھوٹے بڑے کو شریک نہ ٹھہرائیں جو خدا کے اس حکم کی بجا آوری کرے گا وہ دنیا کے اس امن کے ساتھ آخرت کے دن بھی امن و امان سے رہے گا اور اس کی نافرمانی کرنے سے یہ امن بھی بے امنی سے اور آخرت کا امن بھی ڈر خوف سے اور انتہائی مایوسی سے بدل جائے گا جیسے اور موقع پر فرمایا: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً..... (سورہ نحل: ۱۱۲) اللہ تعالیٰ ان بستی والوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن و اطمینان کے ساتھ تھے ہر جگہ سے با فراغت روزیاں کھچی چلی آتی تھیں لیکن انہیں خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرنے کی سوجھی چنانچہ خدا تعالیٰ نے انہیں بھوک اور خوف کا مزہ چکھادیا یہی ان کے برے کرتوت کا بدلہ تھا ان کے پاس ان ہی میں سے خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر آئے لیکن انہوں نے ان کو جھٹلایا اس ظلم پر خدا کے عذاب نے انہیں گرفتار کر لیا ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریشیو! تمہیں تو خدا یوں راحت و آرام پہنچائے گھر بیٹھے کھلائے پلائے ہر طرف بدامنی کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور تمہیں امن و امان سے میٹھی نیند سلائے پھر تم پر کیا مصیبت ہے جو تم اپنے پروردگار کی توحید سے جی چراؤ اور اس کی عبادت میں دل نہ لگاؤ بلکہ اس کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکاؤ۔

تفسیر سورہ ماعون مکہ

سُورَةُ الْمَاعُونِ مَكِّيَّةٌ وَسَبْعُ آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ: ۱ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ: ۷

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْدِّينِ ۚ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۖ وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ

طَعَامِ الْمَسْكِينِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ

يُرَاءُونَ ۖ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۖ

ع

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے سو (اگر آپ اس شخص کا حال سننا چاہیں تو سنیں کہ) وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا دینے کی (دوسروں کو بھی) ترغیب نہیں دیتا سو اس سے ثابت ہوا کہ ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں) جو ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ریا کاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے ○

ذرا ان کو بھی دیکھئے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اس شخص کو دیکھا؟ جو قیامت کے دن کو جو جزا اور سزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے یتیم پر ظلم و ستم کرتا ہے اس کا حق مارتا ہے اس کے ساتھ سلوک و احسان نہیں کرتا مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی کار خیر پر آمادہ نہیں کرتا جیسے اور جگہ ہے: بَلْ لَا تَكْرُمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تُخَاصُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ (سورہ فجر: ۱۷-۱۸) یعنی جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ اعمال کا نتیجہ ہے نہ تم یتیموں کی عزت کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا دینے کی رغبت دلاتے ہو یعنی اس فقیر کو جو اتنا نہیں پاتا کہ اسے کافی ہو پھر ارشاد ہوتا ہے نماز کے ساتھ غفلت کرنے والوں کے لئے ویل ہے یعنی ان منافقوں کے لئے جو لوگوں کے سامنے تو نماز ادا کریں ورنہ کچھ بھی نہیں یہی معنی حضرت ابن عباسؓ نے کئے ہیں اور یہ بھی معنی ہیں کہ مقرر کردہ وقت ٹال دیتے ہیں جیسے کہ مسروق اور ابوالہی کہتے ہیں حضرت عطاء بن دینارؓ فرماتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ فرمان باری میں عَنْ صَلَاتِهِمْ ہے فِي صَلَاتِهِمْ نہیں یعنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فرمایا نمازوں میں غفلت برتتے نہیں فرمایا اسی طرح یہ لفظ شامل ہے ایسے نمازی کو بھی جو ہمیشہ نماز کو آخری وقت ادا کرے یا عموماً آخری وقت پڑھے یا ارکان و شروط کی پوری رعایت نہ کرے یا خشوع و خضوع اور تدبر و غور و فکر نہ کرے لفظ قرآن ان میں سے ہر ایک کو شامل ہے یہ سب باتیں جس میں ہوں وہ تو پورا پورا ابد نصیب ہے اور جس میں جتنی ہوں اتنا ہی وہ ویل والا ہے اور نفاق عملی کا حصہ دار ہے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنے سینک اس میں ملائے تو کھڑا ہوا اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مارے جس میں خدا کا ذکر بہت ہی کم کرے یہاں مراد عصر کی نماز ہے جو صلوٰۃ وسطیٰ ہے جیسے کہ حدیث کے لفظوں سے ثابت ہے یہ شخص مکروہ وقت میں کھڑا ہوتا ہے اور کوئے کی طرح چونچیں مار لیتا ہے جس میں اطمینان ارکان بھی نہیں ہوتا نہ خشوع خضوع ہوتا ہے بلکہ ذکر اللہ بھی بہت کم ہوتا ہے اور کیا عجب کہ یہ نماز محض دکھاوے کی نماز ہو تو پڑھی نہ پڑھی یکساں ہے انہیں منافقین کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے: اِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَدِيعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوا اِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالٰى يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورہ نساء: ۱۴۲) یعنی منافق خدا کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ انہیں یہ جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو تھکے مارے بادل نا خواستہ صرف لوگوں کے دکھاوے کے لئے نماز گزارتے ہیں خدا کی یاد بہت کم کرتے ہیں یہاں بھی فرمایا یہ ریا کاری کرتے ہیں لوگوں میں نمازی بنتے ہیں طبرانی کی ایک حدیث میں ہے ویل جہنم کی ایک واوی کا نام ہے جس کی آگ اس قدر تیز ہے کہ اور آگ جہنم کی اس سے ہر دن چار سو پناہ مانگتی ہے یہ ویل اس امت کے ریا کار علماء کے لئے ہے اور ریا کاری کے طور پر صدقہ خیرات کرنے والوں کے

لئے ہے اور ریا کاری کے طور پر حج کرنے والوں کے لئے ہے اور ریا کاری کے طور پر جہاد کرنے والوں کے لئے ہے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص دوسروں کو سنانے کے لئے کوئی نیک کام کرے اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو سنا کر عذاب کرے گا اور اسے ذلیل و حقیر کرے گا ہاں اس موقع پر یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے بالکل نیک نیتی سے کوئی اچھا کام کیا اور لوگوں کو اس کی خبر ہو گئی اس پر اسے بھی خوشی ہوئی تو یہ ریا کاری نہیں اس کی دلیل مسند ابویعلیٰ موصلی کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو تنہا نوافل پڑھتا ہوں لیکن کوئی آجاتا ہے تو ذرا مجھے بھی یہ اچھا معلوم ہونے لگتا ہے آپ نے فرمایا تجھے دو اجر ملیں گے ایک اجر پوشیدگی کا اور دوسرا ظاہر کرنے کا حضرت ابن المبارکؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث ریا کاروں کے لئے بھی اچھی چیز ہے یہ حدیث بروئے اسناد غریب ہے لیکن اسی معنی کی حدیث اور سند سے بھی مروی ہے ابن جریر کی ایک بہت ہی ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس سے کہ تم میں سے ہر شخص کو مثل تمام دنیا کے دیا جائے اس سے مراد وہ شخص ہے کہ نماز پڑھے تو اس کی بھلائی سے اس کو کوئی سروکار نہ ہو اور نہ پڑھے تو خدا کا خوف اسے نہ ہو اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے موخر کرتے ہیں اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں دوسری معنی یہ ہیں کہ شرعی وقت نکال دیتے ہیں پھر پڑھتے ہیں یہ معنی بھی ہیں کہ اول وقت میں ادا نہیں کرتے ایک موقوف روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ تنگ وقت میں کر ڈالتے ہیں زیادہ صحیح موقوف روایت ہی ہے امام بیہقی بھی فرماتے ہیں کہ مرفوع تو ضعیف ہے ہاں موقوف صحیح امام حاکم کا قول بھی یہی ہے پس جس طرح یہ لوگ عبادت رب میں سست ہیں اسی طرح لوگوں کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے یہاں تک کہ برتنے کی کم قیمت چیزیں لوگوں کو اس لئے بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنا کام نکال لیں اور پھر وہ چیز جوں کی توں واپس کر دیں پس ان خسیس لوگوں سے یہ کہاں بن آئے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں یا اور نیکی کے کام کریں حضرت علیؓ سے ماعون کا مطلب ادائیگی زکوٰۃ بھی مروی ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی اور دیگر حضرات مفسرین معتبرین سے بھی امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی نمازیں ریا کاری ہے اور اس کے مال کے صدقہ میں بھی رکاوٹ ہے حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ منافق لوگ ہیں نماز تو چونکہ ظاہر ہے پڑھنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ چونکہ پوشیدہ ہے تو ادا نہیں کرتے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ماعون ہر وہ چیز ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں جیسے کہ کدال پھاؤڑہ دیکھی ڈول وغیرہ دوسری روایت میں ہے کہ اصحاب رسول اس کا یہی مطلب بیان کرتے تھے اور روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم اس کی تفسیر یہی کرتے تھے نسائی کی حدیث میں ہے کہ ہر نیک چیز صدقہ ہے ڈول اور ہانڈی یا پتیلی مانگے پر دینے کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ماعون سے تعبیر کرتے تھے غرض اس کے معنی زکوٰۃ نہ دینے کے اطاعت نہ کرنے کے مانگی چیز نہ دینے کے ہیں چھوٹی چھوٹی چیزیں کوئی مانگنے آئے اس سے انکار کر دینا مثلاً چھلنی، ڈول، سوئی، سل، بٹا، کدال، پھاؤڑہ، پتیلی، دیکھی وغیرہ ایک غریب حدیث میں ہے کہ قبیلہ نمیر کے وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمیں خاص حکم کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ماعون سے منع نہ کرنا انہوں نے پوچھا ماعون کیا ہے فرمایا پتھر لو ہا پانی انہوں نے پوچھا لو ہے سے مراد کون سا لوہا ہے؟ فرمایا یہی تمہاری تانبے کی پتیلیاں اور کدال وغیرہ پوچھا پتھر سے کیا مراد؟ فرمایا یہی دیکھی وغیرہ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ مرفوع ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں وہ راوی ہیں جو مشہور نہیں علی نمیریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا مسلمان کا مسلمان بھائی ہے جب ملے سلام کرے جب سلام کرے تو بہتر جواب دے اور ماعون کا انکار نہ کرے میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماعون کیا ہے؟ فرمایا پتھر لوہا اور اسی جیسی اور چیزیں۔ واللہ اعلم۔

تفسير سورة الكوثر

سُورَةُ الْكَوْثِرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ : ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ آيَاتٍ : ۳

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۖ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۚ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

بے شک ہم نے آپ کو کوثر (ایک حوض کا نام ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطا فرمائی ہے سو (ان نعمتوں کے شکر یہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے ○

عطاء و کوشش:

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوئی اور دفعۃً سر اٹھا کر مسکرائے پھر یا تو خود آپ نے فرمایا یا لوگوں کے اس سوال پر کہ حضور ﷺ آپ کیوں مسکرائے؟ آپ نے فرمایا مجھ پر اس وقت یہ سورت اتری پھر آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا خدا اور اس کا رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں فرمایا جنت میں وہ ایک نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جس پر میری امت قیامت والے دن آئے گی اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں بعض لوگ اس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہوں گا اے میرے رب یہ بھی میرے ہی امتی ہیں تو کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں اور حدیث میں آیا ہے کہ اس پر رونا لے آسمان سے گرتے ہوں گے نسا کی حدیث میں ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں گزرا اسی سے اکثر قاریوں کا استدلال ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اکثر فقہانے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت میں اس کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھی اور ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے مسند احمد کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے اس کے دونوں کنارے موتی کے خیمے ہیں اس کی مٹی خالص مشک ہے اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون سی نہر ہے؟ جبرائیل نے فرمایا یہ کوثر ہے جو خدا نے آپ کو عطا فرمائی ہے اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی دوسری سورہ اسراء کی تفسیر میں ہم نے بیان بھی کر دی ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے میٹھا ہے جس کے کنارے دراز گردن والے پرندے بیٹھے ہیں صدیق اکبرؓ نے سن کر فرمایا وہ پرندے تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے آپ نے فرمایا کھانے میں بھی وہ بہت لذیذ ہیں (ابن جریر) اور روایت میں ہے کہ انسؓ نے حضور سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو حضرت عمرؓ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا (مسند احمد) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ نہر جنت کے وسط میں ہے ایک منقطع سند سے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز جو سننا

۱۔ اللہ اکبر! یہ ہے اس بدعت کی سزا جس پر آج بعض بھائی اصرار کر رہے ہیں۔

☆☆☆ چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے اولاً تو اس کی سند ٹھیک نہیں دوسرے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس جیسی آواز آتی ہے کہ خاص اسی کی آواز ہو واللہ اعلم۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ کوثر سے مراد وہ بھلائی اور خیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے ابوالبشیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیرؓ سے یہ سن کر کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ جنت کی ایک نہر ہے تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا وہ بھی ان بھلائوں اور خیر میں سے ہے جو آپ کو خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ہے اور بھی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد بہت سی خیر ہے تو یہ تفسیر شامل ہے حوض کوثر وغیرہ سب کو کوثر ماخوذ ہے کثرت سے جس سے مراد ہے خیر کثیر اور اسی خیر کثیر میں حوض جنت بھی ہے جیسے کہ بہت سے مفسرین سے منقول ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بہت بہت بھلائیاں مراد ہیں عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ نبوت قرآن ثواب آخرت کوثر ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کوثر کی تفسیر نہر کوثر سے بھی مروی ہے جیسے کہ ابن جریرؒ میں سند مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونا چاندی ہے جو یاقوت اور موتیوں پر بہہ رہی ہے جس کا پانی برف سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے (ابن جریر) ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں یہ روایت مرفوع بھی آئی ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں ابن جریرؒ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے گھر تشریف لے گئے آپ اس وقت گھر پر نہ تھے آپ کی بیوی صاحبہ جو قبیلہ بنو نجار سے تھیں انہوں نے کہا یا نبی اللہ ﷺ وہ تو ابھی ابھی آپ ہی کی طرف گئے ہیں شاید بنو نجار میں رک گئے ہوں آپ تشریف لائے پھر حضرت ﷺ گھر میں تشریف لے گئے تو حضرت عائشہؓ نے آپ کے سامنے ملیدہ رکھا جو آپ نے تناول فرمایا آپ خوش ہو کر فرمانے لگیں کہ خدا رکھ جائے بچائے اچھا ہوا کہ خود تشریف لے آئے ہیں میں تو حاضر دربار ہونے کا ارادہ کر چکی تھی کہ آپ کو حوض کوثر عطا ہونے کی مبارک باد دوں مجھ سے ابھی ابھی حضرت ابوعمارہؓ نے کہا تھا آپ نے فرمایا ہاں اس حوض کوثر کی زمین یاقوت اور مرجان اور زمرہ اور موتیوں کی ہے اس کے ایک راوی حزام بن عثمان ضعیف ہیں لیکن واقعہ حسن ہے اور اصل تو اتر سے ثابت ہو چکی ہے بہت سے صحابہ تابعین وغیرہ سے ثابت ہے کہ کوثر نہر کا نام ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں خیر کثیر عنایت فرمائی اور ایسی پر شوکت نہر دی تو تم بھی صرف میری ہی عبادت کرو خصوصاً نفل فرض نماز اور قربانی اسی وحدہ لا شریک لہ کے نام کی کرتے رہو جیسے فرمایا: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورہ انعام: ۱۶۲) مراد قربانی سے اونٹوں کا نحر کرنا وغیرہ ہے مشرکین سجدے اور قربانیاں اللہ کے سوا اوروں کے نام کی کرتے تھے تو یہاں حکم ہوا کہ تم صرف اللہ ہی کے نام کی مخلصانہ عبادتیں کیا کرو اور جگہ ہے: لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذَكِّرْ اِسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ (سورہ انعام: ۱۲۱) جس جانور پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ یہ تو فسق ہے اور کہا گیا ہے کہ مراس و نحر سے دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر نماز میں سینے پر رکھنا ہے یہی حضرت علیؓ سے غیر صحیح سند کے ساتھ مروی ہے حضرت شعبیؒ اس لفظ کی یہی تفسیر کرتے ہیں حضرت ابو جعفر باقرؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز کے شروع کے وقت رفع الیدین کرنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اپنے سینے سے قبلہ کی طرف متوجہ ہو یہ تینوں قول ابن جریر منقول ہیں ابن ابی حاتم میں اس جگہ ایک بہت منکر حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ جب یہ سورت نبی اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ پر اتری تو آپ نے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام و انحر سے کیا مراد ہے؟ جو مجھے میرے پروردگار کا حکم ہو رہا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد قربانی نہیں بلکہ خدا کا حکم ہو رہا ہے کہ نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرو اور رکوع کے وقت بھی اور جب رکوع سے سر اٹھاؤ تب بھی اور جب سجدہ کرو یہی ہماری نماز ہے اور ان فرشتوں کی نماز ہے جو ساتوں آسمانوں میں ہیں ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کرنا ہے یہ حدیث اسی مستدرک حاکم بھی ہے حضرت عطا خراسانیؒ فرماتے ہیں و انحر سے مراد یہ ہے کہ اپنی پیٹھ رکوع سے اٹھاؤ تو اعتدال کرو اور سینے کو ظاہر کرو

یعنی اطمینان حاصل کرو (ابن ابی حاتم) یہ سب اقوال غریب ہیں اور صحیح پہلا قول ہے کہ مراد نحر سے قربانیوں کا ذبح کرنا ہے اسی لئے رسول مقبول ﷺ نماز عید سے فارغ ہو کر اپنی قربانی ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص ہماری نماز پڑھے اور ہم جیسی قربانی کرے اس نے شرعی قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے جانور ذبح کر لیا اس کی قربانی نہ ہوئی ابو بردہ بن دینار نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لی یہ سمجھ کر کہ آج کے دن گوشت کی ضرورت ہوگی آپ نے فرمایا بس وہ تو کھانے کا گوشت ہو گیا صحابی نے کہا اچھا یا رسول اللہ ﷺ اب میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے بھی زیادہ محبوب ہے کیا یہ کافی ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں تجھے تو کافی ہوگا لیکن تیرے بعد چھ مہینے کا بکری کا بچہ کوئی قربانی نہیں دے سکتا امام ابو جعفر بن قریب نے فرماتے ہیں ٹھیک قول اسی کا ہے جو کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی تمام نمازیں خالص اللہ ہی کے لئے ادا کرو اس کے سوا کسی اور کے لئے نہ کرو اسی طرح اس کی راہ خون بہہ کسی اور کے نام پر قربانی نہ کر اس کا شکر بجالاؤ جس نے تجھے یہ عظمت دی ہے اور وہ نعمت دی جس جیسی کوئی اور نعمت نہیں تجھے ہی کو اس کے ساتھ خاص کیا یہی قول بہت اچھا ہے محمد بن کعب قرظی اور عطاء کا بھی یہی قول ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ تجھ سے اور تیری طرف اتری ہوئی وحی سے دشمنی رکھنے والا ہی قلت و ذلت والا ہے برکتا اور دم بریدہ ہے یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں اتری ہے یہ پاجی جہاں حضور ﷺ کا ذکر خیر سنتا تو کہتا اسے چھوڑ دو وہ دم کٹا ہے اس کے پیچھے اس کی زینہ اولاد نہیں اس کے انتقال کرتے ہی اس کا نام دنیا سے اٹھ جائے گا اس پر یہ مبارک سورت نازل ہوئی ہے عمر بن عطیہ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن ابو معیط کے حق میں اتری ہے ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف اور جماعت قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے بزار میں ہے کہ جب کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریشیوں نے اس سے کہا کہ آپ تو ان کے سردار ہیں آپ اس بچہ کی طرف نہیں دیکھتے جو اپنی ساری قوم سے الگ تھلگ ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ افضل ہے حالانکہ ہم حاجیوں کے اہل ہیں درو بست بیت اللہ ہمارے ہاتھوں میں ہے زمزم پر ہمارا قبضہ ہے تو یہ خبیث کہنے لگا کہ بے شک تم اس سے بہتر ہو اس پر یہ آیت اتری اس کی سند صحیح ہے حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ابولہب کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو یہ بد نصیب مشرکین سے کہنے لگا کہ آج کی رات محمد ﷺ کی نسل کٹ گئی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ابن عباس وغیرہ سے بھی یہ منقول ہے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور ﷺ کا ہر دشمن ہے جن جن کے نام لئے گئے وہ بھی اور جن کا ذکر نہیں ہوا وہ بھی ابتر کے معنی ہیں تنہا عرب کا یہ بھی محاورہ ہے کہ جب کسی کی زینہ اولاد مر جائے تو کہتے ہیں ابتر حضور علیہ السلام کے صاحبزادوں کے انتقال پر بھی انہوں نے دشمنی کی وجہ سے یہی کہا جس پر یہ آیت اتری تو مطلب یہ ہوا ہے کہ ابتر وہ ہے جس کے مرنے کے بعد اس کا ذکر مٹ جائے ان مشرکین نے حضور ﷺ کی نسبت بھی یہی خیال کیا تھا کہ ان کے لڑکے تو انتقال کر گئے وہ نہ رہے جن کی وجہ آپ کے انتقال کے بھی ان کا نام رہتا حاشا وکلا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا نام رہتی دنیا تک رکھے گا آپ کی شریعت ابداً لا باد تک باقی رہے گی آپ کی اطاعت ہر کہو مہ پر فرض کر دی گئی ہے آپ کا پیارا اور پاک نام ہر ایک مسلمان کے دل و زبان پر ہے اور قیامت تک فضائے آسمانی عروج و اقبال کے ساتھ گونجتا رہے گا بخرو بر میں ہر وقت اس کی منادی ہوتی رہے گی اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل اولاد پر اور ازواج و اصحاب پر قیامت تک درود و سلام بے حد و بکثرت بھیجتا رہے۔ آمین۔

تفسیر سورہ کافرون مکہ

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے اس سورت کو اور سورہ قل ھو اللہ کو طواف کے بعد دو رکعت نماز میں تلاوت فرمایا صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ صبح کی دو سنتوں میں بھی آنحضرت انہی دو سورتوں کی تلاوت

کیا کرتے تھے مسند احمد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعتوں میں اور مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں بیس اوپر کچھ دفعہ یاد اس اور کچھ مرتبہ سورہ: قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی (یعنی اتنی مرتبہ میں نے آپ کو یہ سورتیں ان نمازوں میں پڑھتے ہوئے سنا) مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو میں نے چوبیس یا پچیس مرتبہ صبح کی دو سنتوں میں پڑھتے ہوئے بخوبی دیکھا۔ مسند ہی کی دوسری روایت میں آپ سے مروی ہے کہ مہینہ بھر میں نے آپ کو ان دونوں رکعتوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے پایا یہ روایت ترمذی ابن ماجہ اور نسائی میں بھی ہے امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں وہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور اِذَا زُلْزِلَتْ بھی مسند احمد میں روایت ہے کہ نوفل بن معاویہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا کہ ہماری ربیبہ زینبؓ کی پرورش تم اپنے ہاں کرو میرے خیال میں یہ زینب تھیں یہ ایک مرتبہ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ بچی کیا کر رہی ہے؟ کہا میں انہیں ان کی ماں کے پاس چھوڑ آیا ہوں فرمایا اچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا کہ آپ سے کوئی وظیفہ سیکھ جاؤں جو سوتے وقت پڑھ لوں آپ فرمایا قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھ کر سو جایا کرو اس میں شرک اور بدعت سے بے زاری ہے طبرانی کی روایت ہے کہ جبکہ بن حارثؓ کو بھی آپ نے یہی فرمایا تھا طبرانی کی اور روایت میں ہے کہ حارث بن جبکہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ مجھے کوئی چیز بتائیے کہ میں سونے کے وقت اسے پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا جب تو رات کو اپنے بستر پر جائے تو سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھ لیا کر یہ شرک سے بیزاری ہے۔ واللہ اعلم۔

سُورَةُ الْكَافِرُونَ مَكِّيَّةٌ بِرُوحِ سِتِّ اَيَّاتٍ

کُل رُكُوعٌ ۱: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کُل آيَاتٌ ۶:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۱ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۲ وَلَا اَنْتُمْ عِبُدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ۳ وَلَا اَنَا عَابِدُ مَا عَبَدْتُمْ ۴ وَلَا اَنْتُمْ عِبُدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۶

آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اے کافرو! (میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا اور) نہ فی الحال میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ (آئندہ استقبال میں) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا ○

ایک خطاب:

اس سورہ مبارکہ میں مشرکین کے عمل سے بیزاری کا اعلان ہے اور خدا کی عبادت کے اخلاص کا حکم ہے گویہاں خطاب مکہ کے کفار قریش سے ہے لیکن دراصل روئے زمین کے تمام کافر مراد ہیں اس کی شان نزول یہ ہے کہ ان کافروں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی خدا کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے

اپنے نبی برحق ﷺ کو یہ حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرمادیں کہ میں تمہارے بتوں کو اور جن جن کو تم خدا کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا گو تم بھی میرے معبود برحق خدا وحدہ لا شریک کو نہ پوجو پس مایہاں پر معنی میں من کے ہے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کروں گا تمہارے مذہب پر میں کاربند نہیں ہو سکتا نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بھی اس طریقہ پر جو اسے پسند ہو اور جیسے وہ چاہے اسی لئے فرمایا کہ نہ تم میرے رب کے احکام کے آگے سر جھکاؤ گے نہ اس کی عبادت اس کے فرمان کے مطابق بجالاؤ گے بلکہ تم نے تو اپنے طریقے مقرر کر لئے ہیں جیسا ایک اور موقع پر ہے: **يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ** (سورہ انعام: ۱۱۶) یہ لوگ صرف اٹکل اور گمان کے اور خواہش نفسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے پس جناب نبی خدا ﷺ نے ہر طرح سے اپنا دامن ان سے چھڑالیا اور صاف طور پر ان کے معبودوں سے اور ان کی عبادت کے طریقوں سے علیحدگی اور ناپسندیدگی اعلان فرمادیا ظاہر ہے کہ ہر عابد کا معبود ہوگا اور طریقہ عبادت ہوگا پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور طریقہ عبادت ان کا یہ ہے جو سرور رسل ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے اسی لئے کلمہ اخلاص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا راستہ وہی ہے جس کے بتانے والے محمد ﷺ ہیں جو خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں (ﷺ) اور مشرکین کے معبود بھی خدا کے سوا غیر ہیں اور طریقہ عبادت بھی خدا کا بتلایا ہوا نہیں اسی لئے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے جیسے اور جگہ ہے: **وَاِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْءُونَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ** (سورہ یونس: ۴۱) یعنی یہ اگر تجھے جھٹلا میں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم کو میرے اعمال سے کوئی سروکار نہیں اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں اور جگہ فرمایا: **لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ** (سورہ بقرہ: ۱۳۹) ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ تمہارے لئے تمہارا دین ہے یعنی کفر اور میرے لئے میرا دین ہے یعنی اسلام۔ یہ لفظ اصل میں دینی تھا لیکن چونکہ اور آیتوں کا وقف نون پر ہے اس لئے ان میں بھی یا کو حذف کر دیا جیسے **فَهُوَ يَهْدِيْ فِيْ سَبِيْلٍ** میں اور **يَسْقِيْنِ** میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ میں اب تو تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا نہیں اور آگے کے لئے بھی تمہیں ناامید کر دیتا ہوں کہ عمر بھر میں بھی یہ کفر مجھ سے نہ ہو سکے گا اسی طرح نہ تم اب میرے خدا کو پوجتے ہو نہ آئندہ اس کی عبادت کرو گے اس سے مراد وہ کفار ہیں جن کا ایمان نہ لانا خدا کو معلوم تھا جیسے قرآن میں اور جگہ ہے: **وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا** (سورہ مائدہ: ۶۴) یعنی تیری طرف جو اترتا ہے اس سے اس میں کے اکثر تو سرکشی میں اور کفر میں بڑھ جاتے ہیں ابن جریر نے بعض عربی دان حضرات سے نقل کیا ہے کہ دو مرتبہ اس جملہ کا لانا صرف تاکید کے لئے ہے جیسے: **اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا** (سورہ انشراح: ۵-۶) میں اور جیسے: **لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ** (سورہ تکوین: ۶-۷) بہر حال ان دونوں جملوں کو مکرر لانے کی حکمت میں یہ تین قول ہوئے ایک تو یہ کہ پہلے جملے سے مراد معبود اور دوسرے سے طریق عبادت دوسرے یہ کہ پہلے جملے سے مراد حال اور دوسرے سے مراد استقبال یعنی آئندہ تیسرے یہ کہ پہلے جملے کی تاکید دوسرے جملے سے ہے ایک چوٹی تو جیہہ ان کے علاوہ بھی ہے جیسے حضرت امام ابن تیمیہؒ اپنی بعض تصنیفات میں ترجیح دیتے ہیں وہ یہ کہ پہلے تو جملہ فعلیہ ہے دوبارہ جملہ اسمیہ ہے تو مراد یہ ہوئی کہ نہ تو میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوں نہ مجھ میں کبھی بھی کوئی امید رکھ سکتا ہوں یعنی واقعہ کی بھی نفی ہے اور شرعی طور پر ممکن ہونے کا بھی انکار ہے یہ قول بھی بہت بہتر ہے واللہ اعلم۔ حضرت امام شافعیؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی ملت ہے اس لئے یہودی نصرانی کا اور نصرانی یہودی کا وارث ہو سکتا ہے جب کہ ان دونوں میں نسب یا سبب وراثت کا پایا جائے اس لئے کہ اسلام کے سوا کفر کی جتنی راہیں ہیں وہ سب باطل ہونے میں ایک ہی ہیں حضرت امام احمدؒ اور ان کے موافقین کا مذہب ان کے خلاف ہے کہ نہ یہودی نصرانی کا وارث ہو سکتا ہے نہ نصرانی یہودی کا کیونکہ حدیث میں ہے کہ دو



مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

تفسیر سورہ نصر مدنیہ

پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے عبد اللہ بن عبد اللہ سے پوچھا جانتے ہو سب سے آخر کون سی سورت اتری؟ جواب دیا کہ ہاں یہی سورت اِذَا جَاءَ تُوْا اَپ نے فرمایا تم صحیح کہتے ہو (نسائی) حافظ ابو بکر بزار اور حافظ بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ یہ سورت ایام تشریق کے درمیان کے دن اتری تو آپؐ سمجھ گئے کہ یہ رخصت کی سورت ہے اسی وقت حکم دیا اور آپؐ کی اونٹنی قصویٰ کی گئی اور آپؐ اس پر سوار ہوئے اور اپنا وہ پرزور خطبہ پڑھا جو مشہور ہے بیہقی میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور فرمایا مجھے میرے انتقال کی خبر آ گئی ہے حضرت زہراؓ رونے لگیں پھر یکا یک ہنس پڑیں جب اور لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا خبر انتقال نے تو رلا دیا لیکن روتے ہوئے حضور ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا بیٹی صبر کرو میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی تو مجھے بے ساختہ ہنس آ گئی۔

سُورَةُ النَّصْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ يَاقُوتِ

کُلُّ آيَةٍ ۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

(اے محمد ﷺ) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپؐ نے (یعنی واقعہ ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ آپؐ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ○

نصر من اللہ:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بڑی عمر والے بدری مجاہدین کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروقؓ مجھے بھی شامل کر لیا کرتے تھے تو شاید کسی کے دل میں اس سے کچھ ناراضگی پیدا ہوتی ہوگی اس نے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کریں ان جتنے تو ہمارے بچے ہیں خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم انہیں خوب جانتے ہو ایک دن سب کو بلایا اور مجھے یاد فرمایا میں سمجھ گیا کہ آج انہیں چھ دھوا چاہتے ہیں جب ہم سب جا پہنچے تو امیر المومنینؓ نے ہم سے پوچھا کہ سورہ اذا جاء کی نسبت تمہیں کیا علم ہے؟ بعض نے کہا اس میں خدا کی حمد و ثناء بیان کرنے اور گناہوں کی بخشش چاہنے کا حکم کیا گیا ہے کہ جب مدد خدا آ جائے اور ہماری فتح ہو تو ہم یہ کریں اور بعض بالکل خاموش رہے تو آپؐ نے میری طرف توجہ فرمائی اور کہا کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں فرمایا پھر اور کیا کہتے ہو میں نے کہا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا پیغام ہے آپؐ کو معلوم کرایا جا رہا ہے کہ اب آپؐ کی دنیوی زندگی ختم ہونے کو ہے آپؐ تسبیح اور حمد اور استغفار میں مشغول ہو

منزل ۵

عَمَّ ۳۰

جائے حضرت فاروقؓ نے فرمایا یہی میں جانتا ہوں (بخاری) جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اب اسی سال میرا انتقال ہو جائے گا مجھے میرے انتقال کی خبر دے دی گئی ہے (مسند احمد) مجاہد ابو العالیہ ضحاک وغیرہ بھی یہی تفسیر بیان کرتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ مدینہ شریف میں تھے فرمانے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر خدا تعالیٰ کی مدد آگئی اور فتح بھی یمن والے آگئے پوچھا گیا حضور ﷺ یمن والے کیسے ہیں؟ فرمایا وہ نرم دل لوگ ہیں سلجھی ہوئی طبیعت والے ہیں ایمان تو نبیوں کا ہے اور سمجھ بھی غیبوں کی ہے اور حکمت بھی یمن والوں کی ہے (ابن جریر) ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ سورت اتری تو چونکہ اس میں آپ کے انتقال کی خبر تھی تو آپ نے اپنے کاموں میں اور کمر کس لی اور تقریباً وہی فرمایا جو اوپر گزرا (طبرانی) حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ سورتوں میں پوری سورت نازل ہونے کے اعتبار سے سب سے آخری سورت یہی ہے (طبرانی) اور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو آپ نے اس کی تلاوت کی اور فرمایا کہ لوگ ایک کنارہ میں اور میں اور میرے اصحاب دوسرے کنارہ میں ہیں سنو فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت ہے مروان کو جب حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ نے سنائی تو کہنے لگا جھوٹ کہتا ہے اس وقت مروان کے ساتھ تخت پر حضرت رافع بن خدیجؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی بیٹھے ہوئے تو حضرت ابوسعیدؓ فرمانے لگے کہ ان دونوں کو بھی اس حدیث کی خبر ہے یہ بھی اس حدیث کو بیان کر سکتے ہیں لیکن ایک کو تو اپنی سرداری چھن جانے کا خوف ہے اور دوسرے کو زکوٰۃ کی وصولی کے عہدے سے سبکدوش ہو جانے کا ڈر ہے مروان نے یہ سن کر کوڑا اٹھایا اور حضرت ابوسعید خدریؓ کو مارنا چاہا ان دونوں بزرگوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے مروان سن حضرت ابوسعیدؓ نے سچ بیان فرمایا ہے (مسند احمد) یہ حدیث ثابت ہے حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا ہجرت نہیں رہی ہاں جہاد اور نیت ہے جب تمہیں چلنے کو کہا جائے تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض صحابہؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے اس سورت کا یہ مطلب بیان کیا کہ جب ہم پر اللہ تعالیٰ شہر اور قلعے فتح کر دے اور ہماری مدد فرمائے تو ہمیں حکم مل رہا ہے کہ ہم اس کی تعریفیں بیان کریں نماز ادا کریں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں یہ مطلب بھی بالکل صحیح ہے اور یہ تفسیر بھی نہایت عمدہ ہے دیکھو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن صبحی کے وقت آٹھ رکعت نماز ادا کی گویا لوگ کہتے ہیں کہ یہ صبحی کی نماز تھی لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ صبحی کی نماز آپ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے پھر اس دن جب کہ اور کام بہت زیادہ تھا مسافرت تھی یہ کیسے پڑھی آپ کی اقامت فتح مکہ کے موقع پر مکہ شریف میں رمضان شریف کے آخر تک انیس دن رہی آپ فرض کو بھی قصر کرتے رہے روزہ بھی نہیں رکھا اور تمام لشکر جو تقریباً دس ہزار تھا اسی طرح کرتا رہا ان حقائق سے یہ بات عاقل ثابت ہوتی ہے کہ یہ نماز فتح مکہ کے شکر یہ کی نماز تھی اسی لئے سردار لشکر امام وقت پر مستحب ہے کہ جب کوئی شہر فتح ہو تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت نماز ادا کرے سعد بن ابی وقاصؓ نے فتح مدائن والے دن ایسا ہی کیا تھا ان آٹھ رکعتوں کو دو دو رکعتیں کر کے ادا کرے گو بعض کا یہ قول بھی ہے کہ آٹھ رکعتوں کو ایک ہی سلام سے پڑھ لے لیکن ابوداؤد میں صراحتاً ہے کہ حضور ﷺ نے اس نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا ہے دوسری تفسیر بھی صحیح ہے جو ابن عباسؓ وغیرہ نے کی ہے کہ اس میں آپ کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی کہ جب آپ مکہ فتح کر لیں جہاں سے ان کفار نے آپ کو نکل جانے پر مجبور کیا تھا اور آپ اپنی آنکھوں اپنی محنت کا پھل دیکھ لیں کہ فوجوں کی فوجیں آپ کے جھنڈے تلے آ جائیں جوق در جوق لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو ہماری طرف آنے کی اور ہم سے ملاقات کی تیاری میں لگ جائیں سمجھ لو کہ جو کام ہمیں تم سے سنا تھا پورا ہو چکا اب آخرت کی نگاہیں ڈالو جہاں آپ کے لئے بہت بہتری ہے اور اس دنیا سے بہت زیادہ بھلائی آپ کے لئے وہاں ہے وہیں آپ کی مہمانی تیار ہے اور مجھ جیسا میزبان ہے آپ ان نشانات کو دیکھ کر بکثرت میری حمد و ثنا کرو اور توبہ و استغفار میں لگ جاؤ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے رکوع میں سجدے میں بکثرت سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي پڑھا کرتے تھے آپ قرآن کی اس آیت فَسَبِّحْ..... پر عمل کرتے تھے اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ

اپنی آخری عمر میں ان کلمات کا اکثر ورد کرتے تھے سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ خدا کی ذات پاک ہے اسی کے لئے سب تعریفیں سزاوار ہیں اس خدا سے استغفار کرنا ہوں اور اس کی طرف جھٹکنا ہوں اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب میں یہ علامت دیکھ لوں کہ مکہ فتح ہو گیا اور دین اسلام میں فوجوں کی فوجیں داخل ہونے لگیں تو میں ان کلمات کو بکثرت کہوں چنانچہ بحمد اللہ میں اسے دیکھ چکا لہذا اب اس وظیفے میں مشغول ہوں (مسند احمد) ابن جریر میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنی آخری عمر میں بیٹھتے اٹھتے چلتے پھرتے آتے جاتے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھا کرتے تھے میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضور ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے اس سورت کی تلاوت کی اور فرمایا مجھے حکم خدا یہی ہے کسی مجلس میں بیٹھیں پھر وہ مجلس برخاست ہو تو کیا پڑھا چاہئے اسے ہم اپنی ایک تنزل تصنیف میں لکھ چکے ہیں مسند احمد میں ہے کہ جب یہ سورت اتری تو حضور ﷺ اسے اکثر اپنی نماز میں تلاوت کرتے اور رکوع میں تین مرتبہ یہ پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ فتح سے مراد یہاں فتح مکہ ہے اس پر اتفاق ہے عموماً عرب قبائل اس کے منظر تھے کہ اگر یہ اپنی قوم پر غالب آجائیں اور مکہ فتح کرا دیا تو یہ سب اسلام میں آگئے اس کے بعد دو سال شبہ نہیں اب جب کہ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کے ہاتھوں مکہ فتح کرا دیا تو یہ سب اسلام میں آگئے اس کے بعد دو سال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ سارا عرب مسلمان ہو گیا اور ہر قبیلے میں اسلام اپنا راج کرنے لگا واللہ صبح بخاری شریف میں بھی حضرت عمرو بن سلمہؓ کا یہ مقولہ موجود ہے کہ مکہ فتح ہوتے ہی ہر قبیلہ نے اسلام کی طرف سبقت کی ان سب کو اسی بات کا انتظار تھا اور کہتے تھے کہ انہیں اور ان کی قوم کو چھوڑ دیکھو اگر یہ نبی برحق ہیں تو اپنی قوم پر غالب آئیں گے اور مکہ پر ان کا جھنڈا نصب ہو جائے گا ہم نے غزوہ فتح مکہ کا پورا پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے جو صاحب تفصیل دیکھنا چاہیں وہ اس کتاب کو دیکھ لیں الحمد للہ مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے پڑوسی جب اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو حضرت جابرؓ ان سے ملاقات کرنے کے لئے گئے انہوں نے لوگوں کے باہمی اختلاف کا حال بیان کیا اور ان کی افسوسناک بدعتوں کا ذکر کیا تو صحابی رسول کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے حبیب خدا شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰؐ فاہ امی و ابی سے سنا ہے کہ لوگوں کی فوجوں کی فوجیں کی فوجیں خدا کے دین میں داخل ہوئی لیکن عنقریب جماعتوں کی جماعتیں ان سے نکلنے بھی لگ جائیں گی۔

تفسیر سورہ لہب مکہ

سُورَةُ الْاَلْهَبِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسُ اَيَاتٍ

کُلُّ آيَاتٍ: ۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رُكُوعٍ: ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَّا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ

نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی و مال سے مراد سرمایہ اور ماکسب سے

مراد اس کا نفع اور (آخرت میں) وہ عنقریب (مرنے کے متصل) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہو گا وہ بھی اور اس کی بیوی جو لکڑیاں لا کر لاتی ہے (مراد خاردار لکڑیاں ہیں جن کا شان نزول میں ذکر ہے اور دوزخ میں) اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی ○

اور یہ مرد و ابولہب:

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ طحا میں جا کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور اونچی اونچی آواز سے یَا صَبَا حَاہُ یَا صَبَا فرمانے لگے آپ کی آواز پر جب قریش سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپہ مارنے والا ہے کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے جواب دیا ہاں آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں خدا تعالیٰ کے سخت عذاب کے آنے کی خبر دے رہا ہوں تو ابولہب کہنے لگا تجھے ہلاکی ہو کیا اسی لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت اتری (بخاری) دوسری روایت میں ہے کہ یہ ہاتھ جھاڑتا رہا یوں کہتا ہوا اٹھا کھڑا ہوا تبت بد دعا ہے اور مت خبر ہے یہ ابولہب آنحضرت ﷺ کا چچا تھا اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابو عتبہ تھی اس کے چہرے کی خوبصورتی اور چمک دمک کی وجہ سے اسے ابولہب یعنی شعلے والا کہا جاتا تھا یہ حضور ﷺ کا بدترین دشمن ہر وقت ایذا دہی تکلیف رسانی اور نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا ربیعہ بن عباد اپنے اسلام لانے کے بعد اپنا جاہلیت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالحجاز کے بازار میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ لو گولالہ الا اللہ کہو تو فلاں پاؤ گے لوگوں کا آپ کے آس پاس لگا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے ہی ایک گورے چٹے چمکتے دھتے چہرے والا بھنگی آنکھ والا جس کے سر کے بڑے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں آیا اور کہنے لگا لوگوں یہ بے دین ہے جھوٹا ہے غرض کہ حضور ﷺ لوگوں کے مجمع میں جا کر خدا کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور یہ شخص پیچھے یہ کہتا ہوا چلا جا رہا تھا میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے لعنہ اللہ (مسند احمد) ابوالزیاد نے راوی حدیث حضرت ربیعہ سے کہا کہ آپ تو اس وقت بچہ سے ہوں گے فرمایا نہیں میں اس وقت خاصی عمر کا تھا مشک لا کر پانی بھر لایا کرتا تھا دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ تھا ان دنوں جوان تھا اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبیلے کے پاس جاتے اور فرماتے لوگوں میں تمہاری طرف خدا کا رسول ﷺ لپکنا کر بھیجا گیا ہوں میں تم سے کہتا ہوں کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو مجھے سچا جانو مجھے میرے دشمنوں سے بچاؤ تا کہ میں اس کام کو بجالاؤں جس کا حکم مجھے دے کر خدا نے تعالیٰ نے بھیجا ہے آپ جہاں یہ پیغام پہنچا کر فارغ ہوتے کہ آپ کا چچا ابولہب پیچھے سے پہنچتا اور کہتا اے فلاں قبیلے کے لوگو یہ شخص تو تمہیں لات وعزئی سے ہٹانا چاہتا ہے اربو مالک ابن اقیس کے تمہارے حلیف جنوں سے تمہیں دور کر رہا ہے اور اپنی لالچ ہوئی گمراہی کی طرف تمہیں بھی گھسیٹ رہا ہے خبردار نہ اس کی سننا نہ ماننا (طبرانی و احمد) اللہ تعالیٰ اس سورت میں فرماتا ہے کہ ابولہب برہم ہوا اس کی کوشش غارت ہوئی اس کے اعمال ہلاک ہوئے بالیقین اس کی بربادی ہو چکی ہے اس کی اولاد اس کے کام نہ آئی ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا ﷺ نے اپنی قوم کو خدا تعالیٰ کی طرف بلایا تو ابولہب کہنے لگا اگر میرے بھتیجے کی باتیں حق بھی ہوں تو قیامت کے دن اپنا مال اولاد خدا تعالیٰ کو دے دے کر اس کے عذاب سے چھوٹ جاؤں گا اس پر یہ آیت: مَا أَغْنَىٰ اتری اور فرمایا کہ یہ شعلے مارنے والی آگ میں جو سخت جلانے والی اور بہت تیز ہے داخل ہو گا اور اس کی بیوی بھی جو قریش عورتوں کی سردار تھی اس کی کنیت ام جمیل تھی نام اردی تھا حرب بن امیہ کی لڑکی تھی ابوسفیان کی بہن تھی اور اپنے خاوند کے کفر و عناد اور سرکشی و دشمنی میں یہ بھی اس کے ساتھ تھی اسی لئے قیامت کے دن عذاب میں بھی اس کے ساتھ ہوگی لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لائے گی اور جس آگ میں اس کا خاوند جل رہا ہو ڈالتی جائے گی اس کے گلے میں آگ کی رتی ہوگی اور جہنم کا ایندھن سمیٹتی رہے گی یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ حَمَالَةَ الْحَطَبِ سے مراد اس کا غیبت گو ہونا ہے امام ابن جریر اسی کو پسند کرتے ہیں ابن عباس وغیرہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ یہ جنگل سے خاردار لکڑیاں چن کر لائے

کرتی تھی اور حضور ﷺ کی راہ میں بچھا دیا کرتی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ عورت نبی ﷺ کو فقیری کا طعنہ دیا کرتی تھی تو اسے اس کا لکڑیاں چننا یاد دلایا گیا لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے واللہ اعلم۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اس کے پاس ایک نفیس ہار تھا کہتی تھی کہ میں اسے فروخت کر کے محمد (ﷺ) کی مخالفت میں خرچ کروں گی تو یہاں فرمایا گیا کہ اس کے بدلے اس کے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا مسد کے معنی بھور کی رسی کے ہیں حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنم کی زنجیر ہے جس کی ایک ایک کڑی ستر ستر گز کی ہے ثوری فرماتے ہیں کہ یہ جہنم کا طوق ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے جو ہر گئی فرماتے ہیں کہ یہ اونٹ کی کھال اور اونٹ کے بالوں کی بنائی جاتی ہے مجاہد فرماتے ہیں کہ یعنی لوہے کا طوق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ سورت اتری تو یہ بھنگی عورت ام جمیل بنت حرب اپنے ہاتھ میں نوکدار پتھر لئے یوں کہتی ہوئی حضور ﷺ کے پاس آئی۔ مَذَمَّمَا آيِنَا وَدِينَهُ فَلَيْنَا وَأَمْرَهُ عَصَيْنَا

یعنی ہم مذمم کے منکر ہیں اس کے دین کے دشمن ہیں اور اس کے نافرمان ہیں اس وقت رسول اللہ ﷺ کعبہ اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ میرے والد حضرت ابوبکر بھی تھے صدیق اکبرؓ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ آرہی ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کو دیکھ لے؟ آپ ﷺ نے فرمایا صدیقؓ بے غم رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی پھر آپ نے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی تاکہ اس سے بچ جائیں خود قرآن نے فرمایا ہے: وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا (سورہ بنی اسرائیل: ۲۵) یعنی تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پوشیدہ پردے ڈال دیتے ہیں یہ حیشی پھر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی گو حضور ﷺ بھی حضرت صدیقؓ کے پاس ہی بالکل ظاہر بیٹھے ہوئے تھے لیکن قدرتی حجابوں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا وہ حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے ساتھی نے میری بھوکی ہے یعنی شعروں میں میری مذمت کی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا نہیں نہیں رب البیت کی قسم حضور ﷺ نے تیری کوئی بھونہیں کی تو یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں (ابن ابی حاتم) ایک مرتبہ یہ اپنی لمبی چادر اوٹھے طواف کر رہی تھی پیر چادر میں الجھ گیا اور پھسل پڑی تو کہنے لگی مذمم غارت ہو ام حکیم بنت عبدالمطلب نے کہا میں تو پاک دامن عورت ہوں اپنی زبان نہیں بگاڑوں گی اور درست کرنے والی ہوں پس داغ نہ لگاؤں گی اور ہم سارے ایک ہی دادے کی اولاد میں ہیں اور قریش ہی پھر تو زیادہ جاننے والے ہیں بزار میں ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ تیرے ساتھی نے میری بھوکی ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھا کر جواب دیا کہ نہ تو آپ شعر گوئی جانتے ہیں نہ کبھی آپ نے شعر کہے اس کے جانے کے بعد حضرت صدیقؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں آپ نے فرمایا فرشتہ آڑ بن کر کھڑا ہوا تھا جب تک وہ واپس نہ چلی گئی بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کے گلے میں جہنم کی آگ کی رسی ہوگی جس سے اسے کھینچ کر جہنم کے اوپر لایا جائے گا پھر ڈھیلی چھوڑ کر جہنم کی تک پہنچایا جائے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا ڈول کی رسی کو عرب مسد کہہ دیا کرتے تھے عربی شعروں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے ہاں یہ یاد رہے کہ یہ بابرکت سورت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی ایک اعلیٰ دلیل ہے کیونکہ جس طرح ان کی بدبختی کی خبر اس سورت میں دی گئی تھی اسی طرح واقعہ بھی ہوا ان دونوں کو ایمان لانا آخر تک نصیب نہ ہوا نہ تو وہ ظاہر میں مسلمان ہوئے نہ باطن میں نہ چھپے نہ کھلے پس یہ سورت زبردست بہت صاف اور روشن دلیل ہے حضور ﷺ کی نبوت کی۔

تفسیر سورہ اخلاص مکہ

اس کی شان نزول اور اس کی فضیلت کا بیان مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور ﷺ سے کہا اپنے رب کے اوصاف بیان کرو اس پر یہ سورت نازل ہوئی صمد کے معنی ہیں جو نہ تو پیدا ہوا ہو نہ اس کی اولاد ہو اس لئے کہ جو پیدا ہوا ہے وہ ایک وقت مرے گا بھی اور

دوسرے اس کے وارث ہوں گے اللہ عزوجل نہ مرے نہ اس کا کوئی وارث ہو اس جیسا اور اس جنس کا کوئی نہیں نہ اس کے مثل کوئی چیز ہے ترمذی وغیرہ میں بھی روایت ہے ابو یعلیٰ موصلی میں بھی ہے کہ ایک اعرابی نے سوال کیا تھا اور روایت میں ہے کہ مشرکین کے اس سوال کے جواب میں یہ سورت اترتی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی نسبت ہے اور خدا کی نسبت یہ سورت ہے صمد اسے کہتے ہیں جو کو کھلا نہ ہو بخاری شریف کتاب التوحید میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک چھوٹا سا شکر کہیں بھیجا جس وقت وہ پلٹے تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے ہم پر جسے سردار بنایا تھا وہ ہر نماز کی قرأت کے خاتمہ پر سورہ قل ھو اللہ..... پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ یہ سورت رحمن کی صفت ہے مجھے اس کا پڑھنا بہت ہی پسند ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے خبر دو کہ خدا بھی اس سے محبت رکھتا ہے بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ ایک انصاری مسجد قبا میں امام تھے ان کی عادت تھی کہ الحمد ختم کر کے پھر اس سورت کو پڑھتے پھر جوئی سورت پڑھنی ہوتی یا جہاں سے چاہتے قرآن پڑھتے ایک دن مقتدیوں نے کہا کہ آپ اس سورت کو پڑھتے ہیں پھر دوسری سورت ملاتے ہیں یہ کیا؟ یا تو آپ صرف اسی کو پڑھیے یا چھوڑ دیجئے دوسری سورت ہی پڑھا کیجئے انہوں نے جواب دیا کہ میں تو جس طرح کرتا ہوں کرتا رہوں گا تم چاہو تو مجھے امام رکھو کہوں تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں اب انہیں یہ مشکل معلوم ہوا کہ ان سب میں زیادہ افضل یہ ہیں ان کی موجودگی میں دوسرے کا نماز پڑھانا بھی انہیں گوارا نہ ہو سکا ایک دن جب کہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے امام صاحب سے فرمایا کہ تم کیوں اپنے ساتھیوں کی بات نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس سورت سے بڑی محبت ہے آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں پہنچا دیا ترمذی اور مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ نے کہا کہ میں اس سورت کو پڑھتے ہوئے رات کے وقت سنا کہ وہ بار بار اسی کو دہرا رہا ہے صبح کے وقت آکر اس نے حضور ﷺ سے ذکر کیا گویا وہ اسے ہلکے ثواب کا کام جانتا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورت مثل تہائی قرآن ہے (بخاری) صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ لو تو یہ صحابہ کو دشوار معلوم ہوا اور عرض کیا کہ اتنی طاقت تو ہر ایک میں نہیں آپ نے فرمایا سنو سورہ: قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ..... تہائی قرآن ہے مسند احمد میں ہے کہ حضرت بن نعمانؓ ساری رات اسی سورت کو پڑھتے رہے حضور ﷺ جب ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورت آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے کہا کہ کیا تم میں سے کسی کو اس کی طاقت ہے کہ وہ ہر رات تیسرا حصہ قرآن پڑھ لیا کرے عرض کیا گیا یہ کس سے ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا سنو: قُلْ ھُوَ اللہُ..... تہائی قرآن کے برابر ہے اتنے میں رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ جمع ہو جاؤ میں تمہیں آج تہائی قرآن سناؤں گا لوگ جمع ہو کر بیٹھ گئے آپ گھر سے تشریف لائے سورہ: قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ..... پڑھی اور پھر گھر تشریف لے گئے اب صحابہ میں باتیں ہونے لگیں کہ وعدہ تو حضور ﷺ کا یہ تھا کہ تہائی قرآن سناؤں گے شاید آسمان سے کوئی وحی آگئی ہو اتنے میں آپ پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا میں نے تہائی قرآن سنانے کا وعدہ کیا تھا سنو یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے حضرت ابو الدرداءؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر دن تہائی قرآن پڑھ لیا کرو لوگوں نے عرض کیا حضور ہم سے بہت مشکل اور دشوار ہے آپ نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین حصے کئے ہیں: قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ..... تیسرا حصہ ہے (مسلم نسائی وغیرہ) ایسی ہی روایتیں صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے منقول ہیں آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ کہیں سے تشریف لارہے تھے آپ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے تو آپ نے ایک شخص کو اس سورت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر فرمایا کہ واجب ہو گئی حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کیا واجب ہو گئی؟ فرمایا جنت (ترمذی و نسائی) ابو یعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے

کہ کیا تم میں سے کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ سورہ قل ہو اللہ کورات میں تین مرتبہ پڑھ لے؟ یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے مسند احمد میں ہے کہ عبد اللہ بن خبیب فرماتے ہیں کہ ہم پیاسے تھے رات اندھیری تھی حضور ﷺ کا انتظار تھا کہ آپ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں آپ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے پڑھ میں چکارہا آپ نے پھر فرمایا پڑھ میں نے عرض کیا کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا ہر صبح شام تین تین مرتبہ سورہ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ لیا کرو یہ کافی ہو جائے گی نسائی کی ایک روایت میں ہے ہر چیز سے تجھے یہ کفایت کرے گی مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھ لیا اسے چالیس لاکھ نیکیاں ملیں گی وہ کلمات یہ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ اس کے راوی خلیل بن مرہ ہیں جنہیں حضرت امام بخاری وغیرہ بہت ضعیف بتلاتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس پوری سورت کو دس مرتبہ پڑھ لے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پھر تو ہم بہت سے محل بنوائیں گے آپ نے فرمایا خدا اس سے زیادہ اور اس سے بھی اچھے دینے والا ہے داری میں ہے کہ دس مرتبہ پر ایک محل بیس پر دو تین پر تین یہ حدیث مرسل ہے ابو یعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھ لے تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی کی ایک اور ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو ایک دن میں دو سو مرتبہ پڑھ لے اس کے لئے ایک ہزار پانچ سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں بشرطیکہ اس پر قرض نہ ہو ترمذی کی ایک حدیث غریب میں ہے کہ جو شخص سونے کے لئے اپنے بستر پر جائے پھر دہنی کروٹ پر لیٹ کر سو دفعہ اس سورت کو پڑھ لے تو قیامت کے دن رب عزوجل فرمائے گا اے میرے بندے اپنی دہنی طرف سے جنت میں چلا جائے بزار کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو دو سو مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دو سو سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ نسائی شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دعا مانگ رہا ہے اپنی دعا میں کہتا ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اِلَّا اَحَدًا صَمَدًا الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَدٌ یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کی گواہی دے کر کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ ہم سر اور ساتھی کوئی اور آپ یہ سن کر فرمانے لگے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے خدا کے اس بڑے نام کے ساتھ کہ جب کبھی اس نام کے ساتھ سوال کیا جائے تو عطا ہو اور جب کبھی اس نام کے ساتھ دعا کی جائے تو قبول ہو ابو یعلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کو لے وہ جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جس کسی حور جنت سے چاہے نکاح کرادیا جائے جو اپنے قاتل کو معاف کر دے اور پوشیدہ قرض ادا کر دے اور ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورہ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ..... پڑھ لے حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جو ان تینوں کاموں میں سے ایک کرے آپ نے فرمایا ایک پر بھی ہی درجہ ہے طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس سورت کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس گھر والوں سے اور اس کے بڑوسیوں سے فقیری دور کر دے گا اس کی اسناد ضعیف ہے مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان تبوک میں تھے سورج ایسی روشنی نور اور شعاعوں کے ساتھ نکلا کہ ہم نے اس سے پہلے ایسا صاف شفاف روشن اور منور نہیں دیکھا تھا حضور ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آج سورج کی اس تیز روشنی اور زیادہ نور اور چمکیلی شعاعوں کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا آج مدینہ میں حضرت معاویہ بن معاویہؓ کا انتقال ہو گیا ہے جن کے جنازے کی نماز کے لئے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے آسمان سے بھیجے ہیں پوچھا ان کے کس عمل کے باعث؟ فرمایا وہ سورہ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ..... کو دن رات چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے پڑھا کرتے تھے اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں زمین سمیٹ لوں اور آپ ان کے جنازے کی

نماز ادا کر لیں؟ آپ نے فرمایا بہت اچھا پس آپ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی اس حدیث کو حافظ ابو بکر بیہقی نے بھی اپنی کتاب دلائل النبوة میں یزید بن ہارون کی روایت سے لائے ہیں وہ علام بن محمد سے روایت کرتے ہیں ان پر موضوع حدیثیں بیان کرنے کا الزام ہے واللہ اعلم۔ مسند ابویعلیٰ میں اس کی دوسری سند بھی ہے جس میں یہ راوی نہیں اس میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول مقبول ﷺ کے پاس تشریف لائے اور معاویہ بن معاویہ کے انتقال کی خبر دی اور فرمایا کیا آپ ان کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پرزہ میں پر مارا تمام درخت اور سب ٹیلے وغیرہ پست ہو گئے ان کا جنازہ حضور ﷺ کو نظر آنے لگا آپ نے نماز شروع کی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے آپ نے دریافت کیا کہ آخر اس مرتبہ کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ان کی اس سورت سے محبت اور ہر وقت آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے اس کی تلاوت اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور بیہقی کی سند میں محبوب بن ہلال ہیں ابو حاتم رازی فرماتے ہیں کہ یہ مشہور نہیں ابویعلیٰ میں یہ راوی نہیں وہاں ان کی جگہ ابو عبد اللہ بن محمود ہیں لیکن ٹھیک بات یہ ہے کہ محبوب اس میں ہیں اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں اور سب ضعیف ہیں ہم نے اختصار کے لئے انہیں یہاں نقل نہیں کیا مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسول خدا ﷺ سے ملاقات ہوئی میں نے جلدی سے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ مومن کی نجات کس عمل پر ہے؟ آپ نے فرمایا اے عقبہ! زبان تھامے رکھ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ پھر دوبارہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا فرمایا عقبہ کیا تمہیں توراۃ اور انجیل اور زبور اور قرآن میں اتاری ہوئی تمام سورتوں سے بہترین سورتیں بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے پس آپ نے مجھے سورہ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھائیں پھر فرمایا دیکھو عقبہ انہیں نہ بھولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا فرماتے ہیں پھر نہ میں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے پڑھے بغیر گزاری میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کر کے آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بہترین اعمال کا ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا سن جو تجھ سے توڑے تو اس سے جڑے جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے جو تجھ سے ظلم کرے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے اس کا بعض حصہ امام ترمذی نے بھی زہد کے باب میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے مسند احمد میں بھی اس کی اور ایک سند ہے صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر تشریف لے جاتے تو ہر رات ان تینوں سورتوں کو پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے جہاں تک ہاتھ پہنچتے پہنچاتے پہلے سر پر پھر منہ پر پھر اپنے سامنے کے جسم پر تین مرتبہ اسی طرح کرتے یہ حدیث سنن میں بھی ہے۔

سُورَةُ الْإِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ رُبْعُ آيَاتٍ

کُلُّ آيَاتٍ: ۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ رُكُوعٍ: ۱

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

۱۔ یعنی اپنی زبان پر قابو رکھو کسی کو برا بھلا مت کہو غیبت نہ کر جھوٹ نہ بولو غیر حق بات منہ سے نہ نکالو واقعہ یہ ہے کہ تمام امراض کی جڑ تو یہی زبان ہے۔
۲۔ بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو لوگوں کے ساتھ کم اٹھنا بیٹھنا رکھو کہ اٹھنے بیٹھنے سے آدمی سینکڑوں قسم کی برائیوں میں پھنستا ہے۔
۳۔ یعنی مسلمان اگر تم سے ملنا جلنا چھوڑیں ترک تعلق کریں لیکن تم اس کے باوجود ان سے بہا خلاص برابر ملتے جلتے رہو تعلق ختم نہ کرو۔

عَمَّ ۳۰

منزل ۷

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ

لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

ع

آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات و صفات میں) ایک ہے اللہ (ایسا) بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے ○

یہ معبودِ برحق:

اس کے نازل ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے ہم حضرت عزیر علیہ السلام کو پوجتے ہیں جو خدا کے بیٹے ہیں اور نصرانی کہتے تھے ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو پوجتے ہیں جو خدا کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے ہم سورج چاند کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے ہم بت پرست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دو کہ ہمارا معبود تو اللہ تعالیٰ ہے جو واحد اور احد ہے اس جیسا کوئی نہیں جس کا کوئی وزیر نہیں جس کا کوئی شریک نہیں جس کا کوئی ہمسر نہیں جس کا کوئی ہم جنس نہیں جس کا برابر کوئی نہیں جس کے سوا کسی میں الوہیت نہیں اس لفظ کا اطلاق صرف اسی کی ذات پر ہوتا ہے وہ اپنی صفتوں میں اور اپنے حکمت بھرے کاموں میں یکتا ہے اور بے نظیر ہے وہ صمد ہے یعنی ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ صمد وہ ہے جو اپنی سرداری میں اپنی شرافت میں اپنی بزرگی میں اور اپنی عظمت میں اپنے حلم و علم میں اپنی حکمت و تدبیر میں سب سے بڑھا ہوا ہو یہ صفتیں صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ میں ہی پائی جاتی ہیں اس کا ہمسر اور اس جیسا کوئی اور نہیں وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب پر غالب ہے اور اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اور بے نظیر ہے صمد کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جو تمام مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے جو ہمیشہ بقا والا سب کی حفاظت کرنے والا ہو جس کی ذات لازوال اور غیر فانی ہو حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں صمد وہ ہے جو نہ کچھ کھائے نہ اس میں سے کچھ نکلے نہ وہ کسی میں سے نکلے یعنی نہ اس کی اولاد ہونے کا باپ یہ تفسیر بہت عمدہ ہے اور ابن جریرؓ کی روایت سے حضرت ابی بن کعبؓ سے صراحۃً یہ منقول ہے جیسے کہ پہلے گزرا اور بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے کہ صمد کہتے ہیں بھوس چیز کو جو کھوکھلی نہ ہو جس کا پیٹ نہ ہو شععی کہتے ہیں کہ جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو عبد اللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں صمد وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمک دمک والا ہو ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ صمد وہ ہے جس کا پیٹ نہ ہو لیکن اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں صحیح یہ ہے کہ موقوف ہے حافظ ابوالقاسم طبرانیؒ اپنی کتاب السنہ میں لفظ صمد کی تفسیر میں ان تمام اقوال وغیرہ کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ دراصل یہ سب ٹھیک ہے اور صحیح ہیں یہ کل صفتیں ہمارے رب عز و جل میں ہیں اس کی طرف سب محتاج بھی ہیں وہ بھی سب سے بڑھ کر سردار اور سب سے بڑا ہے اسے نہ پیٹ ہے نہ وہ کھوکھلا ہے نہ وہ کھائے نہ پئے سب فانی ہیں اور وہ باقی ہے وغیرہ پھر فرمایا کہ اس کی اولاد نہیں نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی جیسے اور جگہ ہے: بِدِيعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ (سورہ انعام ۱۰۱) یعنی وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اسے اولاد کیسے ہوگی؟ اس کی بیوی نہیں ہر چیز کو اسی نے پیدا کیا ہے یعنی وہی ہر چیز کا خالق مالک ہے پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں ہے اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا؟ وہ ان تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے جیسے اور جگہ فرمایا: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا..... (سورہ مریم: ۸۸: ۹۵) یعنی یہ کفار کہتے ہیں کہ خدا کی اولاد ہے تم تو بڑی بری ایک چیز لائے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اس بنا پر

منزل ۶

عَمَّ (۳۰)

کہ انہوں نے کہا کہ خدا کی اولاد ہے حالانکہ خدا کو یہ لائق ہی نہیں کہ اس کی اولاد ہو تمام زمین و آسمان میں کل کے کل خدا کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں خدا کے پاس تمام کا شمار ہے اور انہیں ایک ایک کر کے گن رکھا ہے اور یہ سب کے سب تنہا تنہا اس کے پاس قیامت کے دن حاضر ہونے والے ہیں اور جگہ ہے: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ (سورہ انبیاء: ۲۶) یعنی ان کافروں نے کہا کہ رحمن کی اولاد ہے خدا اس سے پاک ہے بلکہ وہ تو خدا کے با عزت بندے ہیں بات میں بھی اس سے سبقت نہیں کرتے اسی کے فرمان پر عامل ہیں اور جگہ ہے: وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِجَالًا (سورہ صافات: ۱۵۸) یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسب قائم کر رکھا ہے حالانکہ جنات تو خود اس کی فرمانبرداری میں حاضر ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ عیوب سے پاک و برتر ہے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایذا دینے والی باتوں کو سنتے ہوئے صبر کرنے میں خدا سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور پھر بھی انہیں وہ روزیاں دیتا ہے اور عافیت و تندرستی عطا فرماتا ہے بخاری کی اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہ چاہئے مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اولاد خدا تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے ایسے ہی پھر نہیں لوٹائے گا حالانکہ پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے آسان تو نہ تھی جب میں اس پر قادر ہوں تو اس پر کیوں نہیں اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں تنہا ہوں میں ایک ہی ہوں میں صد ہوں نہ میری اولاد نہ میرے ماں باپ نہ مجھ جیسا کوئی اور۔

تفسیر سورہ فلق و سورہ ناس ملنی یا مکی

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اس سورت کو اور اس کے بعد کی سورت کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری گواہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ تو میں نے بھی یہی کہا پھر فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تو میں نے یہی کہا تو ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا حضرت ابی بن کعبؓ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعودؓ تو ان دونوں سورتوں کو قرآن شریف سے علیحدہ کر دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہ میں نے کہا پس ہم بھی کہتے ہیں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا (ابو بکر حمیدہ) مسند میں بھی یہ روایت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ موجود ہے اور بخاری شریف میں بھی مسند ابویعلیٰ وغیرہ میں ہے کہ ابن مسعودؓ ان دونوں سورتوں کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے اور نہ قرآن میں انہیں شمار کرتے تھے بلکہ قاریوں اور فقہیوں کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ان دونوں سورتوں کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے شاید انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو اور تو اتر کے ساتھ ان تک نہ پہنچا ہو پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے ہیں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سورتوں کو ائمہ کے قرآن میں داخل کیا جس کے نسخے ہر طرف پھیلے واللہ الحمد والمنة صحیح مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ چند آیتیں مجھ پر اس رات ایسی نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی کبھی

۱۔ صورت اخلاص کے فضائل پر بڑی سیر حاصل بحث تو ابن کثیر نے کر لی ہے لیکن صاحب تفسیر کبیر کی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح سورہ کوثر شان رسالت میں کامل و مکمل ہے ایسے ہی سورہ اخلاص تو حید کے بارے میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تو حید ذاتی تو حید صفاتی اور تو حید امثال بعض محققین نے لکھا ہے کہ اجر و ثواب کے اعتبار سے سورہ اخلاص کو پڑھنے پر اتنا ثواب ملتا ہے جتنا ثلث قرآن کی تلاوت پر۔

نہیں دیکھی گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی یہ حدیث مسند احمد میں ترمذی میں اور نسائی میں بھی ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں آپ کی سواری کی نکیل تھامے چلا جا رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا اب آؤ تم سوار ہو جاؤ میں نے اس خیال سے کہ اگر آپ کی بات نہ مانی تو نافرمانی ہوگی سوار ہونا منظور کر لیا تھوڑی دیر کے بعد میں اتر گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے پھر آپ نے فرمایا عقبہؓ کیا میں تجھے دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سکھائیے پس آپ نے مجھے سورہ: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھائیں پھر نماز کھڑی ہو گئی آپ نے نماز پڑھائی اور ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی پھر مجھ سے فرمایا تو نے دیکھ لیا؟ سن تو جب سوئے اور جب کھڑا ہوا نہیں پڑھ لیا کرو ترمذی ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے وقت ان سورتوں کی تلاوت کا حکم دیا یہ حدیث بھی ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں ہے امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں اور روایت میں ہے کہ ان جیسی سورتیں تم نے پڑھی ہی نہیں حضرت عقبہؓ والی حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے ساتھ آپ کا ہونا مذکور ہے اس کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورتیں بتلائیں تو مجھے کچھ زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھ کر فرمایا کہ شاید تو چھوٹی سی سورتیں سمجھتا ہے سن نماز کے قیام میں ان جیسی سورتوں کی قرأت اور ہے ہی نہیں نسائی شریف کی حدیث میں ہے کہ ان جیسی سورتیں کسی پناہ پکڑنے والے کے لئے اور نہیں ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عقبہؓ سے یہ سورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھوائیں پھر فرمایا کہ ان جیسی پناہ مانگنے کی اور سورتیں نہیں ایک روایت میں ہے کہ صبح کی فرض نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دونوں سورتوں سے پڑھائی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے جاتے ہیں اور آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سورہ ہود یا سورہ یوسف پڑھائیے آپ نے فرمایا خدا کے پاس نفع دینے والی کوئی سورت: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے زیادہ نہیں اور حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ پناہ حاصل کرنے والوں کے لئے ان دونوں سورتوں سے افضل سورت اور کوئی نہیں پس بہت سی حدیثیں اپنے تواتر کی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی کہ آپ نے ان دونوں سورتوں اور سورہ اخلاص کی نسبت فرمایا کہ چاروں کتابوں میں ان جیسی اور سورتیں نہیں اتریں نسائی وغیرہ میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے سواریاں کم تھیں باری باری سوار ہوتے تھے حضرت نے ایک شخص کے موٹے ہونے پر ہاتھ رکھ کر یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اور فرمایا جب نماز پڑھے تو انہیں پڑھا کر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص عقبہ بن عامر ہوں گے واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ بن اسلم کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر آپ نے فرمایا کہ وہ نہ سمجھے کہ کیا کہیں پھر فرمایا کہ تو انہوں نے سورہ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ..... پڑھی آپ نے فرمایا کہ پھر سورہ فلق پڑھی آپ نے پھر بھی یہی فرمایا تو سورہ ناس پڑھی تو آپ نے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کر اس جیسی سورتیں پناہ مانگنے کی اور نہیں (نسائی) نسائی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت جابرؓ سے یہ دونوں سورتیں آپ نے پڑھوائیں پھر فرمایا انہیں پڑھتا رہ ان جیسی سورتیں تو اور نہیں پڑھے گا ام المومنین حضرت عائشہؓ والی وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک کر اپنے سر چہرے اور جسم پر پھیر لیتے تھے موطا امام مالکؓ میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا کرتے تھے جب آپ کی بیماری سخت ہوئی تو حضرت عائشہؓ معوذات پڑھ کر خود آپ کے ہاتھوں کو آپ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں اور اس سے قصد آپ کا

آپ کے ہاتھوں کی برکت کا ہوتا تھا سورہ ن کی تفسیر کے آخر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی اور انسانوں کی آنکھوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپ نے انہیں لے لیا اور باقی سب چھوڑ دیں امام ترمذی اسے حسن قرار دیتے ہیں۔

سُورَةُ الْفَلَقِ مِائَتِي وَخَمْسُ آيَاتٍ

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کُلُّ آيَاتٍ: ۵

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ① مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ② وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ③ وَمِنْ شَرِّ

النَّفَّاثِ فِي الْعُقَدِ ④ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ⑤

آپ (اپنے استعاذہ کے لئے) کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے (اور شب میں شرور کا احتمال ظاہر ہے) اور (بالخصوص گندے کی) گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے ○

پناہ اس مقتدر کامل کی:

حضرت جابرؓ وغیرہ فرماتے ہیں فلق کہتے ہیں صبح کو خود قرآن میں اور جگہ ہے: فَالِقُ الْإِصْبَاحِ (سورہ انعام: ۹۶) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فلق سے مراد مخلوق ہے حضرت کعبؓ اخبار فرماتے ہیں کہ فلق جہنم میں ایک جگہ ہے جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو اس کی گرمی اور سختی کی وجہ سے تمام جہنمی چیخنے لگتے ہیں ایک مرفوع حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب ہے لیکن وہ حدیث منکر ہے یہ بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جہنم کا نام ہے امام ابن جریرؓ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ٹھیک قول پہلا ہی ہے یعنی مراد اس سے صبح ہی ہے امام بخاریؓ بھی یہی فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے تمام مخلوق کی برائی سے جس میں جہنم میں داخل ہے اور ابلیس اور اولاد ابلیس بھی غاسق سے مراد رات ہے اذوقب سے سورج کا غروب ہو جانا مراد ہے یعنی رات کے اندھیرا لئے ہوئے آجائے ابن زیدؓ کہتے ہیں کہ عرب ثریا ستارے کے غروب ہونے کو غاسق کہتے ہیں بیماریاں اور وبا میں اس کے واقع ہونے کے وقت بڑھ جاتی تھیں اور اس کے طلوع ہونے کے وقت اٹھ جاتی تھیں ②۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ستارہ غاسق ہے لیکن اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مراد اس سے چاند ہے ان کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس غاسق کی برائی سے پناہ مانگ اور روایت میں ہے کہ غاسق اذوقب سے یہی مراد ہے دونوں قولوں میں با آسانی یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ چاند کا چڑھنا اور ستاروں کا ظاہر ہونا وغیرہ یہ سب رات ہی کے وقت ہوتا ہے جب رات آجائے واللہ

۱۔ یعنی اس مقصد کے لئے صرف ان ہی سورتوں کا پڑھنا شروع کیا اور پہلے سے پڑھنے کا جو معمول تھا اس کو چھوڑ دیا۔

۲۔ یعنی مشترکین عرب کے عقیدہ کے مطابق۔

اہم۔ گرہ لگا کر پھونکنے والیوں سے مراد جادوگر عورتیں ہیں حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ شرک کے بالکل قریب وہ منتر ہیں جنہیں پڑھ کر سانپ کے کانٹے پر دم کیا جاتا ہے اور آسیب زدہ پر دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بیمار ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقُ بِكَ مِنْ كُلِّ دَآءٍ يُّؤْذِيكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ وَ عَيْنِ اللّٰهِ يَشْفِيكَ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے میں دم کرتا ہوں ہر اس بیماری سے جو تجھے دکھ پہنچائے اور ہر حاسد کی برائی اور بد نظر سے اللہ تعالیٰ تجھے شفا دے اس بیماری سے مراد شاید وہ بیماری ہے جب کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عافیت اور شفا بخشی اور حاسد یہودیوں کے جادو کے مکر کو ختم کیا اور ان کی تدبیروں کو بے اثر کر دیا اور انہیں رسوا اور ذلیل کیا لیکن باوجود اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنے اوپر جادو کرنے والے کو ڈانٹا ڈپٹا نہیں خدائے تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی اور آپ کو عافیت اور شفا عنایت فرمائی مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی نے جادو کیا جس سے کئی دن تک آپ بیمار رہے پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر بتایا فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور فلاں فلاں کنوئیں میں گرہیں لگا کر رکھا ہے آپ کسی کو بھیج کر اسے نکلو لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیجا اور اس کنوئیں سے وہ جادو نکلا لیا گرہیں کھول دیں سارا اثر جاتا رہا پھر نہ تو آپ نے اس یہودی سے کبھی اس کا ذکر کیا اور نہ کبھی اس کے سامنے اظہارِ خفگی کیا صحیح بخاری شریف میں کتاب الطب میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا آپ سمجھتے تھے کہ آپ ازواجِ مطہرات کے پاس آئے حالانکہ نہ آئے تھے۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ یہی سب سے بڑا جادو کا اثر ہے جب یہ حالت آپ کی ہو گئی ایک دن آپ فرمانے لگے کہ عائشہؓ میں نے اپنے رب سے پوچھا اور میرے پروردگار نے بتلادیا دو شخص آئے ایک میرے سر ہانے بیٹھا ایک پائنتی سر ہانے والے نے اس دوسرے سے پوچھا ان کا کیا حال ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ کہا البید بن عاصم نے جو بنو زریق کے قبیلے کا ہے جو یہودی قبیلے کا حلیف ہے اور منافق شخص ہے کہا کس چیز میں؟ کہا سر کے بالوں میں اور کنگھی میں پوچھا وہ کہاں کہاں ہیں؟ کہا تر کھجور کے درخت کی چھال میں پتھر کی چٹان تلے دردان کے کنوئیں میں پھر حضور علیہ السلام اس کنوئیں کے پاس تشریف لائے اور اس میں سے وہ نکلا یا اس کا پانی ایسا تھا گویا مہندی کا گدلا پانی اس کے پاس کھجوروں کے درخت شیطانوں کے سر جیسے تھے میں نے کہا بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بدلہ لینا چاہئے آپ نے فرمایا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور میں لوگوں میں برائی پھیلانا پسند نہیں کرتا دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک کام کرتے نہ تھے اور اس کے اثر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کرچکا ہوں اور یہ بھی ہے کہ اس کنوئیں کو آپ کے حکم سے بند کر دیا گیا یہ بھی مروی ہے کہ چھ مہینے تک آپ کی یہی حالت رہی تفسیر ثعلبی میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ یہود کا ایک بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اسے یہودیوں نے بہکا سکھا کر آپ کے چند بال اور کنگھی کے چند دانے منگوا لئے اور ان کا جادو کیا اس کام میں زیادہ تر کوشش کرنے والا البید بن عاصم تھا پھر دردان نامی کنوئیں میں جو بنو زریق کا تھا اس میں ڈال دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے سر کے

یعنی نسیان اور بھول جانے کا غلبہ آپ پر اس قدر ہو گیا تھا کہ ایک چیز آپ کرتے تک نہ تھے اور خیال آپ کو یہ ہوتا تھا کہ میں یہ امر کر چکا ہوں حضرت سیدنا الامام مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ جادو کی ایک قسم ایسی ہے جس سے قوتِ مجامعت کو باندھ دیا جاتا ہے جس کے بعد وہ ہمبستری کرنے کے قابل نہیں رہتا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح کا سحر کیا گیا تھا لکھا ہے کہ حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مردانگی کی قوت کو باندھنے کے لئے ہی عربی میں استعمال ہوتے ہیں۔

بال جھڑنے لگے خیال آتا تھا کہ میں عورتوں کے پاس ہوا یا حالانکہ آتے نہ تھے گو آپ اسے دور کرنے کی کوشش میں تھے لیکن وجہ معلوم نہ ہوتی تھی چھ ماہ تک یہی حالت رہی پھر وہ واقعہ ہوا جو اوپر بیان ہوا کہ فرشتوں کے ذریعے آپ کو اس کا تمام حال کا علم ہو گیا اور آپ نے حضرت علی کو حضرت زبیر کو اور حضرت عامر بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیج کر کنوئیں میں سے وہ سب چیزیں نکلوائیں ان میں تانت تھی جس میں بارہ گر ہیں لگی ہوئی تھیں اور ہر گرہ پر ایک سوئی چھبی ہوئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں اتاریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پر ہر گرہ پڑھتے جاتے تھے اور ایک گرہ اس کی خود بخود کھلتی جاتی تھی جب یہ دونوں سورتیں پوری ہوئی وہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ بالکل شفا یاب ہو گئے ادھر جبرائیل علیہ السلام نے وہ دعا پڑھی جو اوپر گزر چکی ہے لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس خبیث کو پکڑ کر قتل کر دیں آپ نے فرمایا نہیں خدا تعالیٰ نے تو مجھے تندرستی عطا فرمائی اور میں لوگوں میں شر و فساد پھیلانا نہیں چاہتا یہ تفسیر ثعلبی میں بلا سند مروی ہے اس میں غرابت بھی ہے اور اس کے بعض حصے میں سخت نکارت ہے اور بعض کے شواہد بھی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے۔ واللہ اعلم۔

سورة الناس

سورة التين مدنية وهي ستة ايات

کُلُّ رُكُوعٍ ۱: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کُلُّ آيَاتٍ ۶:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ
الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

آپ کہئے (جس طرح کہ فلق میں گزرا) کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا

 $Q(n) \leq T$

رَبِّ النَّاسِ:

اس میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی تین صفات بیان ہوئی ہیں پہلے یہ کہ وہی پالنے اور پرورش کرنے والے ہیں مالک اور شہنشاہ ہیں اور صرف وہی معبود لائق عبادت ہیں تمام چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور اسی کی ملکیت میں ہیں اور اس کی بندگی میں مشغول ہیں پس وہ حکم دیتا ہے ان پاک و برتر صفات والے خدا کی پناہ میں آجائے جو بھی پناہ اور حفاظت کا طالب ہو شیطان جو انسان پر مقرر ہے اس کے وسوسوں سے وہی بچانے والا ہے ہر انسان کے ساتھ یہ ہے برائیوں اور بدکاریوں کو خوب آراستہ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے اور بہکانے میں کوئی کمی نہیں کرتا اس کے شر سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ بچالے صحیح حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے ہر

④ منزل



شخص کے ساتھ ایک شیطان ہے لوگوں نے عرض کیا کیا آپ کے ساتھ بھی آپ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی ہے پس میں سلامت رہتا ہوں وہ مجھے صرف نیکی اور اچھائی کی بات ہی کہتا ہے بخاری مسلم کی اور حدیث میں حضرت انسؓ کی زبانی ایک واقعہ منقول ہے جس میں بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں تھے تو ام المومنین حضرت صفیہؓ آپ کے پاس رات کے وقت آئیں جب واپس جانے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچانے کے لئے ساتھ چلے راستے میں دو انصاری صحابی مل گئے جو آپ کو بی بی صاحبہ کے ساتھ دیکھ کر جلدی چل دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دے کر ٹھہرایا اور فرمایا سنو میرے ساتھ میری بیوی حضرت صفیہؓ بنت حنی ہیں انہوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ نے فرمایا انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ میں شیطان گھومتا پھرتا رہتا ہے مجھے خیال ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال دے حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان اپنا ہاتھ انسان کے دل پر رکھے ہوئے ہیں اگر یہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تب تو اس کا ہاتھ ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ اللہ کا ذکر بھول جاتا ہے تو وہ اس کے دل پر پورا قبضہ کر لیتا ہے یہی دوسواں الخناس ہے یہ حدیث غریب ہے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گدھے پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک صحابی آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو ان کے منہ سے نکلا شیطان برباد ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو اس سے شیطان بڑھ جاتا ہے کہ میں نے اپنی قوت سے گرا دیا ہے اور جب تم بسم اللہ کہو تو وہ گھٹ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مکھی کے برابر ہو جاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ سے شیطان پست اور مغلوب ہو جاتا ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے وہ بڑا ہو جاتا ہے اور غالب آ جاتا ہے مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہوتا ہے اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اسے تھپکتا ہے اور بہلاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے جانور کو بہلاتا ہے پھر اگر وہ خاموش رہا تو وہ ناک میں نیکل یا منہ میں لگام چڑھا دیتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث بیان فرما کر فرمایا کہ تم خود اسے دیکھتے ہو نیکل والا تو وہ ہے جو ایک طرف جھکا کھڑا ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو اور لگام والا وہ ہے جو منہ کھولے ہوئے ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرتا ہو حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان ابن آدم کے دل پر قبضہ کئے ہوئے ہے جہاں یہ بھولا اور غفلت کی اس نے وسوسے ڈالنے شروع کئے اور جہاں اس نے ذکر اللہ کیا اور پیچھے ہٹا سلیمانؑ فرماتے ہیں مجھ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان راحت و رنج کے وقت انسان کے دل میں سوراخ کرنا چاہتا ہے یعنی اسے بہکانا چاہتا ہے اگر یہ خدا کا ذکر کرے تو یہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ شیطان خود برائی سکھاتا ہے جہاں انسان نے اس کی مان لی پھر ہٹ جاتا ہے پھر فرمایا جو وسوسے ڈالتا ہے لوگوں کے سینے میں لفظ ناس جو انسان کے معنی میں ہے اس کا اطلاق جنوں پر بھی بطور غلبہ کے آ جاتا ہے قرآن شریف میں اور جگہ: **يُوْجَاوِیْ مِنَ الْجِنَّۃِ** (سورہ جن: ۶) کہا گیا ہے تو جنات کو لفظ ناس میں داخل کر لینے سے کوئی قباحہ نہیں غرض یہ ہے کہ شیطان جنات کے اور انسان کے سینے میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے اس کے بعد کے جملے:

۱۔ یعنی اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میں نے اس کو مغلوب کر لیا چنانچہ وہ مجھ کو برائی کی طرف متوجہ نہیں کر سکتا۔

۲۔ مسخر ہونے کے بعد شیطان آپ کے ساتھ وہی معاملہ کرنے لگا جو آپ کا اصل مزاج تھا یعنی خیر و نیکی میں انہماک۔

۳۔ اور تم یہ سمجھو کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی غیر عورت تھی۔

۴۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو حادثہ پیش آیا انسان اس کو میری قوت کا کرشمہ سمجھ رہا ہے اور پھر وہ خوب خوش ہوتا ہے اور اگر انسان تمام طاقتوں کا مظہر میں صرف خدا

تعالیٰ ہی کو قرار دے جس کا ایک مظہر بسم اللہ ہے تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ انسان نے مجھ کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس لئے کہ اب اس کا مقصد حاصل ہو

گیا اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔

مِنْ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جن کے سینوں میں شیطان وسوسے ڈالتا ہے وہ جن بھی ہے اور انسان بھی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ وسوساں ڈالنے والا خواہ کوئی جن ہو یا انسان جیسے اور جگہ ہے: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (سورہ انعام: ۱۱۲) یعنی اس طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن انسانی اور جنائی شیطانی بنائے ہیں ایک دوسرے کے کان میں دھوکے کی باتیں بنا کر سنوار کر ڈالتے رہتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آیا اور بیٹھ گیا آپ نے فرمایا نماز بھی پڑھی؟ میں نے کہا نہیں فرمایا کھڑے ہو جاؤ اور ذرا دور کعتیں ادا کر لو میں اٹھا اور دور کعتیں پڑھ کر بیٹھ گیا آپ نے فرمایا اے ابوذرؓ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو انسان شیطانوں اور جن شیطان سے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیسی چیز ہے آپ نے ارشاد فرمایا بہترین چیز ہے جو چاہے کم کرے جو چاہے زیادتی کرے میں نے عرض کیا روزہ؟ فرمایا کافی ہونے والا فرض ہے اور خدا کے پاس زیادتی ہے کہ میں نے پھر پوچھا صدقہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت ہی بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے بدلہ دیا جائے گا میں نے پھر عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا باوجود مال کی کمی کے صدقہ کرنا یا چپکے سے چھپا کر کسی مسکین فقیر کے ساتھ سلوک کرنا میں نے سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی علیہ السلام کون تھے؟ آپ نے فرمایا آدم علیہ السلام میں نے کہا کیا وہ نبی علیہ السلام تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ ان انبیاء میں سے تھے جن سے خدائے تعالیٰ نے کلام فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول کتنے ہوئے؟ فرمایا تین سو کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت اور کبھی فرمایا تین سو پندرہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے ان میں سب سے بڑی عظمت والی کون سی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیت الکرسی: اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے اور ابو حاتم بن حبان کی صحیح ابن حبان میں تو دوسری سند سے دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بہت طویل ہے واللہ اعلم۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل میں تو ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ ان کو زبان سے نکالنا مجھ پر آسمان سے گر پڑنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے حمد و ثنا ہے جس نے شیطان کے مکر و فریب کو وسوسے میں ہی لوٹا دیا یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں بھی ہے۔^۱

۱۔ جو بھی دوسروں کو گمراہ کرے شیطان کا کردار ادا کرنے کی وجہ سے وہ شیطان ہی کہلائے گا۔

۲۔ یعنی فرائض کے علاوہ نوافل وغیرہ جو چاہے بکثرت پڑھے اور چاہے کم لیکن فرائض میں تو کوئی کمی ہو ہی نہیں سکتی۔

۳۔ یعنی مسلمان اگر روزہ اخلاص کے ساتھ رکھے تو اس کو یہی کافی ہوگا خدا تعالیٰ کے عذاب کو روکنے اور رحمت کو حاصل کرنے کا ایک قوی ذریعہ اور کافی دانی علاج یہی روزہ ہے۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ واجبہ اجر پر جتنا چاہیں اضافہ فرما سکتے ہیں۔

۵۔ یعنی ایسے برے خیالات دل میں آتے ہیں کہ ان کو زبان سے کہہ بھی نہیں سکتا ظاہر ہے کہ برے خیالات پر اتنی نفرت اور رنج کہ آدمی اس کو زبان سے کہنا بھی گوارا نہ کرے خود اسلام اور ایمان کی کھلی دلیل ہے رہا دل تو وہ وسوساں سے خالی نہیں ہو سکتا زبان اپنے کنٹرول میں ہے اس سے اظہار نہ کرنا عین ایمان ہے اسی لئے آنحضورؐ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ تمہارا معاملہ وسوساں تک ہے جس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا ہاں بد عملی سے محفوظ رہنا کہ اللہ کا عذاب اسی پر آتا ہے۔

۶۔ بعض محققین نے لکھا ہے کہ سورہ فلق میں دنیاوی نقصانات سے محفوظ رہنے کی مکمل تدبیر زیر بحث تھی تو سورہ والناس میں دینی مصرتوں سے حفاظت کی کمال تعلیم ہے۔ اسی لئے اس سورت پر ختم قرآن مجید مناسب ہے۔

